4
اردو زبان میں اپنی نوعیت
کی منفرد اور اولین کاوش
الفتح الربانی
فقہی ترتیب
مسند امام احمد بن حنبل
شیخ الاسلام صاحب المذہب شیخ السنۃ امام اہل الحدیث وصاحب المنۃ علی الامۃ
ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی
ترجمہ
مولانا عباس انجم گوندلوی
پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی
ابو القاسم محمد محفوظ اعوان
تحقیق وتخریج وشرح
ابو القاسم محمد محفوظ اعوان
تقریظ
شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر رحمانی
دار العلم ممبئی

اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد اور اوّلین کاوش

سلیس ترجمہ، تشریح، تحقیق و تخریج

الفتح الربانی

4

فقہی ترتیب

مسند امام احمد بن حنبل

شیخ الاسلام صاحب المذہب شیخ السنۃ امام اہل الحدیث وصاحب المنۃ علی الامۃ

ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی

ترجمہ

❖ مولانا عباس انجم گوندلوی ❖ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی ❖ ابوالقاسم محمد محفوظ اعوان

تحقیق وتخریج وشرح
❖ ابوالقاسم محمد محفوظ اعوان

تقریظ
❖ شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

نظرثانی
❖ حافظ عبداللہ رفیق

دار العلم ممبئی

سلسلہ مطبوعات دار العلم نمبر 271

نام کتاب	:	مسند امام احمد حنبل
تالیف	:	ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی
ترجمہ	:	شیخ الحدیث عباس انجم گوندلوی
		سعید مجتبیٰ سعیدی، ابو القاسم محمد محفوظ اعوان
جلد	:	4
ناشر	:	دار العلم، ممبئی
طابع	:	محمد اکرم مختار
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	:	۲۰۱۶ء

DARUL ILM
PUBLISHERS & DISTRIBUTORS
242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
Fax : (+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

فہرست مضامین

بَابُ زَکٰوةِ الزَّرْعِ وَالثِّمَارِ
کھیتیوں اور پھلوں کی زکوۃ کا بیان

اَبْوَابُ اِخْرَاجِ الزَّکَاةِ
زکوۃ کی ادائیگی کے متعلق ابواب

زَكَاةُ الْفِطْرِ

صَدَقَاتُ التَّطَوُّعِ

صدقۂ فطر کے ابواب

نفلی صدقات کا بیان

كِتَابُ الصِّيَامِ

روزوں کے احکام و مسائل

اَلْإِفْطَارُ وَالسُّحُوْرُ وَآدَابُهُمَا

افطار وسحری کے مسائل اور آداب

یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ
یوم عاشوراء

كِتَابُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے ابواب

دُخُوْلُ مَكَّةَ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَآدَابُهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور اس سے متعلقہ دوسرے مسائل کا بیان

بیت اللہ کے طواف اور اس کے آداب کا بیان

بَابُ زَكٰوةِ الزَّرْعِ وَالثِّمَارِ

کھیتیوں اور پھلوں کی زکوۃ کا بیان

(٣٤٠٨) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ الْعُشْرُ، وَفِيْمَا سَقَتِ السَّانِيَةُ نِصْفُ الْعُشْرِ۔)) (مسند احمد: ١٤٧٢١)

''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس (کھیتی کو) آسمان اور چشمے سیراب کریں، اس میں دسواں حصہ زکوۃ ہے اور جس کو اونٹ سیراب کریں، اس میں بیسواں حصہ زکوۃ ہے۔''

(٣٤٠٩)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((فِيْمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُوْرُ وَفِيْمَا سَقَتِ السَّانِيَةُ نِصْفُ الْعُشُوْرِ۔)) (مسند احمد: ١٤٧٢٢)

''(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس زمین کو نہریں اور بادل سیراب کریں، اس میں دسواں حصہ زکوۃ ہے اور جس کو اونٹ سیراب کریں، اس میں بیسواں حصہ زکوۃ ہے۔''

فوائد: …… ہمارے ہاں عام طور پر فصلوں کی زکوۃ کو زکوۃ نہیں کہا جاتا، بلکہ ''عشر'' کہا جاتا ہے، حالانکہ ''عشر'' اور ''نصف العشر'' یعنی دسویں اور بیسویں حصے میں زکوۃ کی مقدار بیان کی گئی ہے۔

(٣٤١٠) حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ فَفِيْهِ الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالْغَرْبِ وَالدَّالِيَةِ فَفِيْهِ نِصْفُ

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جس (کھیتی) کو آسمان سیراب کریں، اس میں دسواں حصہ زکوۃ ہے اور جس کو ڈول اور اونٹ سے سیراب کیا جائے، اس میں بیسواں حصہ ہے۔''

(٣٤٠٨) تخريج:……أخرجه مسلم: ٩٨١ (انظر: ١٤٦٦٦)

(٣٤٠٩)تخريج:……انظر الحديث بالطريق الأول

(٣٤١٠) تخريج:……حديث صحيح أخرجه البزار: ٦٩٠، ٦٩١(انظر: ١٢٤٠)

الْعُشْرِ.)) قَالَ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: ، فَحَدَّثْتُ أَبِي بِحَدِيْثِ عُثْمَانَ عَنْ جَرِيْرٍ فَأَنْكَرَهُ جِدًّا وَكَانَ أَبِي لَا يُحَدِّثُنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ لِضَعْفِهِ عِنْدَهُ وَإِنْكَارِهِ لِحَدِيْثِهِ . (مسند احمد: ١٢٤٠)

فوائد: ...... یہ تینوں احادیث اس اعتبار سے انتہائی قابل غور ہیں کہ آج کل عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ نہری علاقے کی فصل کا بیسواں حصہ اور بارانی علاقے کی فصل کا دسواں حصہ زکوۃ میں دیا جائے۔ لیکن ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چشموں اور نہروں اور دریاؤں سے سیراب ہونے والی فصلوں کی شرح زکوۃ بھی دسواں حصہ ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ دسویں اور بیسویں حصے کا دارومدار فصلوں کو پانی پلانے کیلئے کی گئی محنت پر ہے اگر آبپاشی کے لیے چرخی اور رہٹ استعمال کیا جائے یا بالٹی سے پانی نکالا جائے یا سواریوں پر پانی لاد کر فصلوں کو سیراب کیا جائے، تو ایسی فصل کا بیسواں حصہ زکوۃ میں ادا کیا جائے گا۔ اگر ٹیوب ویل یا ٹربائن وغیرہ کو استعمال کیا جائے یا مزدوروں کے ذریعے زمین کو سیراب کیا جائے تو اس کا بھی بیسویں حصے والا معاملہ ہوگا، کیونکہ یہ محنت کا متبادل ہیں، جسے پیسہ خرچ کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔

اب اگر کوئی زمین کسی نہر یا چشمے کے اتنے قریب ہے کہ پانی حاصل کرنے کے لیے کوئی بڑی محنت نہیں کرنا پڑتی، بلکہ زمیندار کی صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ پانی کو اپنی زمین میں پھیر لے، تو ایسی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ ادا کرنا پڑے گا، کیونکہ مذکورہ بالا احادیث میں جن نہروں اور چشموں کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے زمین کو سیراب کرنے کے لیے بھی اتنی محنت تو کرنی پڑتی ہے، یہاں اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ زمیندار لوگ نہری پانی کے عوض میں جو قیمت ادا کرتے ہیں، اس کی مقدار اتنی معمولی ہوتی ہے کہ زکوۃ کے دسویں یا بیسویں حصے کے ساتھ اس کا تعلق نہیں جوڑا جا سکتا، مثلا ۲۰۱۲ء میں مجھے ایک زمیندار نے بتایا کہ وہ ایک سال میں پچاس روپے فی ایکڑ نہر کا معاملہ ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی زمین، نہر سے اتنی دور ہے کہ اس سے زمین تک پانی پہنچانے کے لیے کھالوں وغیرہ کی تیاری کی صورت میں بڑی محنت درکار ہے تو اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ ادا کیا جائے گا۔ مشینری، کھاد، سپرے، ملازموں یا موچیوں اور حجاموں کی اجرتوں وغیرہ جیسی سہولیات اور امور کا زکوۃ کے دسویں یا بیسویں حصے سے قطعی طور پر کوئی تعلق نہیں ہے۔

(٣٤١١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا دُوْنَ

''سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم (فصل) پر، پانچ اوقیوں سے کم (چاندی) پر اور پانچ اونٹوں سے کم پر کوئی زکوۃ نہیں۔''

(٣٤١١) تخريج:......اسناده صحيح (انظر: ٩٢٢١)

خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ)) (مسند احمد: ٩٢١٠)

(٣٤١٢)عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبٍّ صَدَقَةٌ۔)) (مسند احمد: ١١٩٥٣)

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم کھجور اور اناج پر زکوۃ نہیں ہے۔''

(٣٤١٣)وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْوَسْقُ سِتُّوْنَ صَاعًا۔)) (مسند احمد: ١١٨٠٧)

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک وسق میں (٦٠) صاع ہوتے ہیں۔''

(٣٤١٤)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ صَدَقَةٌ وَالْوَسْقُ سِتُّوْنَ مَخْتُوْمًا۔)) (مسند احمد: ١١٥٨٥)

''(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچ وسق سے کم (فصل) پر کوئی زکوۃ نہیں ہے اور ایک وسق ساٹھ مہر زدہ صاع کا ہوتا ہے۔''

فوائد: اس صاع کے اوپر والے حصے پر امراء کی طرف سے مہر لگائی جاتی تھی، تا کہ اس کی مقدار کو کم یا زیادہ نہ کر دیا جائے۔ زمین سے فصلیں پیدا کر کے انسان کو رزق مہیا کرنا اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا بدلہ یوں طلب کیا ہے کہ زرعی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ بطورِ زکوۃ اس کی راہ میں دیا جائے، جو پیدا ہونے والی کل فصل کے مقابلے میں انتہائی کم مقدار ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ فصل میں زکوۃ کو لاگو کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پانچ وسق ہو، اس کو نصابِ زکوۃ کہتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک وسق میں (٦٠) صاع ہوتے ہیں، اس طرح پانچ اوساق کی کل مقدار (٣٠٠) صاع ہوگی، جبکہ ایک صاع کا وزن تقریبا دو کلو سو گرام ہوتا ہے، اس طرح پانچ وسق کا کل وزن پندرہ من اور تیس کلو گرام بن جاتا ہے، معلوم ہوا کہ فصلوں کا نصابِ زکوۃ (١٥) من اور (٣٠) کلو گرام ہے۔

(٣٤١٢)تخريج:......أخرجه مسلم: ٩٧٩ (انظر: ١١٩٣١)

(٣٤١٣)تخريج:......اسناده ضعيف لانقطاعه، ابو البختري لم يسمع من ابي سعيد، ولضعف شريك أخرجه ابن ابي شيبة: ٣/ ١٣٨ (انظر: ١١٧٨٥)

(٣٤١٤)تخريج:......صحيح دون قوله: ((والوسق ستون مختوما)) وهذا اسناد منقطع، انظر الحديث بالطريق الاول أخرجه ابوداود: ١٥٥٩، وابن ماجه: ١٨٣٢، والنسائي: ٥/ ٤٠(انظر: ١١٥٦٤)

(٣٤١٥) عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَهْلِ هَجَرَ شَكَّ أَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ: كُنْتُ آتِي الْحَائِطَ، يَكُوْنُ بَيْنَ الْإِخْوَةِ فَيُسْلِمُ أَحَدُهُمْ فَآخُذُ مِنَ الْمُسْلِمِ الْعُشْرَ، وَمِنَ الْآخَرِ الْخَرَاجَ۔ (مسند احمد: ٢٠٨٠١)

''سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بحرین یا ہجر کی طرف بھیجا تھا، میں جب ایسے باغ میں جاتا، جو مختلف بھائیوں کا ہوتا اور ان میں سے ایک مسلمان ہو چکا ہوتا تو مسلمان سے دسواں حصہ زکوۃ لیتا اور دوسروں سے خراج وصول کرتا تھا۔

فوائد: خراج: وہ جزیہ جو ذمیوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث تو ضعیف ہے، لیکن ذمی لوگوں سے جزیہ وصول کرنا ایک شرعی مسئلہ ہے، اس کی ماہانہ یا سالانہ مقدار کا فیصلہ حاکمِ وقت کرے گا، ویسے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِيْنَارًا۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں)۔ (ابو داود: ٣٠٣٨، ترمذی: ٦٢٣، نسائی: ٥/ ٢٦، ابن ماجه: ١٨٠٣)
ایک دینار ساڑھے چار ($4\frac{1}{2}$) ماشے سونے کا ہوتا ہے۔ یہ خراج سالانہ فی کس کے لحاظ سے لیا جاتا تھا۔ (عبداللہ رفیق)

(٣٤١٦) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ كُلِّ جَادٍّ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ مِنْ تَمْرٍ بِقِنْوٍ، يُعَلَّقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِيْنِ۔ (مسند احمد: ١٤٩٢٨)

''سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جو شخص دس وسق کھجور کاٹ لے، وہ مسجد میں مساکین کے لیے ایک خوشہ لٹکا دے۔

فوائد: امام ابوداود نے اس حدیث کو ''باب فی حقوق المال'' میں ذکر کیا ہے، ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اس حدیث کا تعلق زکوۃ سے نہیں ہے، بلکہ نفلی صدقہ سے ہے، اس لیے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ کے علاوہ بھی مال میں دوسروں لوگوں کے حقوق موجود ہیں۔

(٣٤١٧) عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ إِنَّمَا أَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ۔ (مسند احمد: ٢٢٣٣٨)

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں: ہمارے پاس سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر ہے، اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف گندم، جو، منقیٰ اور کھجور سے زکوۃ وصول کی ہے۔

(٣٤١٥) تخريج:......اسناده ضعيف، المغيرة الازدی مجهول أخرجه ابن ماجه: ١٨٣١ (انظر: ٢٠٥٢٧)
(٣٤١٦) تخريج:......اسناده حسن أخرجه ابوداود: ١٦٦٢ (انظر: ١٤٨٦٧)
(٣٤١٧) اسناده صحيح۔ أخرجه الدارقطنی: ٢/ ٩٦، والحاكم: ١/ ٤٠١، والبيهقی: ٤/ ١٢٨ (انظر: ٢١٩٨٩)

فوائد: ......سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نصابِ زکوۃ اور شرحِ زکوۃ کے تعین کے بعد وہ کون کون سی فصلیں ہیں، جن پر زکوۃ عائد ہوتی ہے یا جو زکوۃ سے مستثنیٰ ہیں، اس مسئلہ ہم درج ذیل بحث کرتے ہیں: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: إِنَّمَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الزَّكَاةَ فِي هٰذِهِ الْأَرْبَعَةِ: الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيْرِ، وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ان چار اصناف میں زکوۃ نافذ کی: گندم، جو، منقی اور کھجور۔ (الدارقطني: ۱ ۲۰، صحیحه: ۸۷۹)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سندی حیثیت پر درج ذیل بحث کی ہے: یہ حدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ عزرمی ''متروک'' ہے، لیکن اس کی متابعت موجود ہے، جسے امام دارقطنی رحمہ اللہ اور امام حاکم نے روایت کیا کہ موسی بن طلحہ نے کہا: عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَنَّمَا أَخَذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ ...... آپ ﷺ نے گندم اور ...... سے زکوۃ وصول کی ہے۔ امام حاکم نے کہا: موسی بن طلحہ عظیم تابعی ہیں اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے زمانے کو ان کے پانے کا انکار نہیں کیا گیا۔ لیکن ابن عبد البر نے کہا کہ موسی بن طلحہ، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو نہ ملے ہیں اور نہ ان کو پایا ہے۔

لیکن امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اس کا یہ شاہد ذکر کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَأْخُذُوْا إِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْأَرْبَعَةِ......)) صرف ان چار اصناف میں زکوۃ وصول کرو۔ ان احادیث کی روشنی میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، امام عبد اللہ بن مبارک، امام حسن بصری اور امیر صنعانی وغیرہ کا یہ مسلک ہے کہ زرعی پیداوار کی تمام اقسام میں سے صرف گندم، جو، کھجور اور منقی پر زکوۃ فرض ہے۔ امام صنعانی نے کہا: قطعی اور حتمی بات تو یہ ہے کہ مسلمان کا مال حرمت والا ہے، کسی قطعی دلیل کی روشنی میں ہی اس حرمت کو ختم کیا جا سکتا ہے، احتیاط اور دوسرے عام دلائل ناکافی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اصل قانون تو براءتِ ذمہ کا ہے، یہ دو بنیادی اصول ہیں، جن کا حکم ختم کرنے کے لیے اِن کے مقابلے کی قطعی دلیل درکار ہے۔ رہا مسئلہ احتیاط کا، تو اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مکئی وغیرہ پر بھی زکاۃ عائد نہ کی جائے، کیونکہ اس قسم کی فصلوں کے لیے جسِ عموم کا سہارا لیا گیا، ان کی تخصیص ثابت ہو چکی ہے۔ (سبل السلام: ٤/ ٣٦) جبکہ بعض علمائے کرام کا یہ مسلک ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر قسم کی زرعی پیداوار پر عُشر یعنی زکوۃ فرض ہے، انھوں نے اپنے حق میں درج ذیل عام آیات پیش کی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ (سورۂ انعام: ۱۴۲) ...... ''کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کر دو۔'' نیز فرمایا: ﴿مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۶۷) ......''اس چیز میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی۔'' نیز بعض احادیث بھی اس عموم پر دلالت کرتی ہیں، جیسے ((فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ ...... عُشر ...... وَنِصْفُ الْعُشْرِ۔))

خَرْصُ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ
کھجور اور انگور کی فصل کا اندازہ لگانے کا بیان

(٣٤١٨) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: وَهِيَ تَذْكُرُ شَأْنَ خَيْبَرَ، كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْعَثُ ابْنَ رَوَاحَةَ إِلَى الْيَهُوْدِ فَيَخْرُصُ عَلَيْهِمُ النَّخْلَ، حِيْنَ يَطِيْبُ (وَفِي رِوَايَةٍ: أَوَّلَ الثَّمَرِ) قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ يُخَيِّرُوْنَ يَهُوْدَ أَيَأْخُذُوْنَهُ بِذٰلِكَ الْخَرْصِ أَمْ يَدْفَعُوْنَهُ إِلَيْهِمْ بِذٰلِكَ، وَإِنَّمَا كَانَ أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ لِكَيْ يُحْصِيَ الزَّكَاةَ قَبْلَ أَنْ تُؤْكَلَ الثَّمَرَةُ وَتُفَرَّقَ۔ (مسند احمد: ٢٥٨١٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خیبر کی صورتحال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی ہیں: جب وہاں کی کھجوریں تیار ہو جاتیں، لیکن ابھی تک کھانے کے قابل نہ ہوتیں تو نبی کریم ﷺ سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کی طرف بھیجتے تاکہ وہ وہاں جا کر کھجوروں کی فصل کا اندازہ لگائیں، وہ اندازہ لگا کر ان کو اختیار دے دیتے کہ وہ یا تو اس لگائے ہوئے اندازے کے مطابق کھجوریں لے لیں اور فصل چھوڑ دیں یا اس اندازہ کے حساب سے حصہ ادا کریں، نبی کریم ﷺ کا یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ کھجوروں کو کھانے اور تقسیم کرنے سے پہلے پہلے ہی ان کی مقدار کا اندازہ ہو جائے۔

(٣٤١٩) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما خَرَصَهَا ابْنُ رَوَاحَةَ أَرْبَعِيْنَ أَلْفَ وَسْقٍ، وَزَعَمَ أَنَّ الْيَهُوْدَ لَمَّا خَيَّرَهُمْ ابْنُ رَوَاحَةَ أَخَذُوْا الثَّمَرَ وَعَلَيْهِمْ عِشْرُوْنَ أَلْفَ وَسْقٍ۔ (مسند احمد: ١٤٢٠٨)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کا اندازہ چالیس ہزار وسق کی صورت میں لگایا، پھر جب انھوں نے یہودیوں کو اختیار دیا تو انہوں نے پھل کو اپنے حق میں ترجیح دی اور بیس ہزار وسق کھجور ادا کرنا ان کے ذمے ٹھہرا۔

(٣٤٢٠) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ ابْنَ رَوَاحَةَ إِلَى خَيْبَرَ يَخْرُصُ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ خَيَّرَهُمْ أَنْ يَأْخُذُوْا أَوْ يَرُدُّوْا، فَقَالُوْا هٰذَا الْحَقُّ، بِهٰذَا قَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ۔ (مسند احمد: ٤٧٦٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جا کر کھجور کی فصل کا اندازہ لگائیں، انہوں نے فصل کا اندازہ لگانے کے بعد انہیں اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو اسے قبول کر لیں یا چاہیں تو ردّ کر دیں، لیکن انھوں نے (یہ فیصلہ سن کر) کہا:

(٣٤١٨) تخريج: اسناده ضعيف لانقطاعه، ابن جريج لم يسمع هذا الحديث من ابن شهاب۔ أخرجه ابوداود: ١٦٠٦، ٣٤١٣ (انظر: ٢٥٣٠٥)

(٣٤١٩) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ أخرجه ابوداود: ٣٤١٥ (انظر: ١٤١٦١)

(٣٤٢٠) تخريج: اسناده ضعيف لضعف العمرى وهو عبد الله بن عمر (انظر: ٤٧٦٨)

یہی فیصلہ حق ہے اور اسی کی بدولت آسمان و زمین قائم ہیں۔

(٣٤٢١) عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا خَرَصْتُمْ فَجُذُّوْا، وَدَعُوْا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ تَجُذُّوْا أَوْتَدَعُوْا فَدَعُوْا الرُّبُعَ۔ (مسند احمد: ١٥٨٠٤)

سیدنا سہل بن ابی حثمہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم فصل کا اندازہ کرلو تو اس کے کٹنے کے بعد (زکوۃ کی یہ مقدار وصول کرو، لیکن) ایک تہائی چھوڑ دو، اگر تم اتنا نہ چھوڑو تو ایک چوتھائی چھوڑ دو۔''

فوائد: ......اس باب کی احادیث کھجور اور انگور وغیرہ کی فصل کا اندازہ لگانے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں شافعی اور احمد کے نزدیک ان فصلوں کا اندازہ لگانا مستحب ہے۔ مالک، شریح اور ابو جعفر اور بعض ظاہریہ کے نزدیک یہ واجب ہے۔نووی نے کہا ہے کہ کھجور اور انگور وغیرہ کی فصل جن میں عشر واجب ہوتا ہے۔ ان میں فصل کا اندازہ کر لینا مستحب ہے۔ اس باب میں زمیندار لوگوں کے لیے ایک بڑی سہولت آمیز رخصت کا بیان ہے اور وہ یہ کہ حکومت کے نمائندے فصل تیار ہو چکنے کے بعد فصل کا اندازہ لگائیں اور پھر دسویں یا بیسویں حصے کی روشنی میں زمیندار کے لیے زکوۃ کی کل مقدار کا تعین کر دیں، اس طرح سے زمیندار لوگ ساری فصل کے باریک اور مجموعی حساب سے محفوظ ہو جاتے ہیں، کیونکہ کئی فصلیں ایسی ہیں کہ ان کی کچھ مقدار جانوروں کو کھلا دی جاتی ہیں، کچھ مقدار مالک اپنے گھر میں رکھ لیتا ہے، کچھ مقدار موچی اور حجام لوگوں کو دے دی جاتی ہے اور کچھ مقدار تاجروں کو فروخت کر دی جاتی ہے۔

زَكٰوةُ الْعَسَلِ
شہد کی زکوۃ کا بیان

(٣٤٢٢) عَنْ أَبِي سَيَّارَةَ الْمُتَعِيِّ ؓ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ لِي نَخْلًا، قَالَ: ((أَدِّ الْعُشُورَ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِحْمِهَا لِي، قَالَ: فَحَمَاهَا لِي، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: إِحْمِ لِي جَبَلَهَا، قَالَ: فَحَمٰى لِيْ جَبَلَهَا۔ (مسند احمد: ١٨٢٣٧)

سیدنا ابو سیارہ متعی ؓ کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس شہد کی مکھیاں ہیں، (یعنی میرے پاس شہد ہوتا ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا دسواں حصہ (بطورِ زکوۃ) ادا کیا کر۔'' اس نے کہا: تو پھر آپ وہ علاقہ تو میرے لیے مختص کر دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ علاقہ اس کے لیے محفوظ کر دیا۔ عبد الرحمن راوی نے (حدیث کے الفاظ بیان کرتے ہوئے) کہا: آپ وہ پہاڑ میرے لیے خاص کر دیں، چنانچہ آپ ﷺ نے وہ پہاڑ اس کے لیے مختص کر دیا۔

(٣٤٢١) حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف۔ أخرجه ابوداود: ١٦٠٥، والترمذي: ٦٤٣ (انظر: ١٥٧١٣)

(٣٤٢٢) تخريج: قال الالباني في ابن ماجه: حسن بما بعد۔ أخرجه ابن ماجه: ١٨٢٣ (انظر: ١٨٠٦٩)

فوائد: ......سب سے پہلے ہم شہد کی زکوۃ پر مشتمل دیگر احادیث نقل کرتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے شہد کا دسواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (بطورِ زکوۃ) پیش کیا، دراصل انھوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ''سلبہ'' نامی وادی ان کے لیے محفوظ کر دی جائے، پس آپ ﷺ نے اس وادی کو ان کے لیے خاص قرار دیا تھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت شروع ہوا تو سفیان بن وہب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ان کے نام ایک تحریر لکھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا: وہ شہد کا جو دسواں حصہ رسول اللہ ﷺ کو بطورِ زکوۃ دیا کرتے تھے، اگر وہ دیتے رہیں تو ان کے لیے اس وادی کو محفوظ کیے رکھو، وگرنہ یہ بارش کی وجہ سے پیدا ہونے والا شہد ہے، جو چاہتا ہے، اس کو کھا سکتا ہے۔ (ابوداود: ۱۶۰۰، نسائی: ۲۴۹۹، ابن ماجه: ۱۸۲۴)

سنن ابوداود (۱۶۰۱) کی روایت کی میں ہے: (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کے بعد) وہ لوگ اسی حساب سے زکوۃ ادا کرتے رہے، جس حساب سے رسول اللہ ﷺ کو زکوۃ دیا کرتے تھے، اس لیے سفیان بن وہب نے دو وادیوں کو ان کے لیے محفوظ کر دیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہد کے بارے میں فرمایا: ((فِیْ کُلِّ عَشْرَۃِ اَزْقَاقٍ زِقٌّ۔)) ......''ہر دس مشکوں میں ایک مشک (زکوۃ) ہے۔'' (ترمذی: ۶۲۹) ان روایات سے معلوم ہوا کہ شہد میں اس وقت زکوۃ ادا کی جائے گی، جب حاکم کی طرف سے شہد والا کوئی خاص علاقہ کسی ایک شخص کے نام محفوظ کر دیا جائے گا، بصورتِ دیگر شہد پر زکوۃ نہیں ہوگی، امام احمد شہد میں دسویں حصے زکوۃ کے قائل تھے۔

زَکٰوۃُ الْحُلِیِّ
زیورات کی زکوٰۃ کا بیان

(۳۴۲۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ اِمْرَأَتَانِ فِي أَيْدِيْهِمَا أَسَاوِرُ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَتُحِبَّانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَسَاوِرَ مِنْ نَارٍ؟)) قَالَتَا: لَا، قَالَ: ((فَأَدِّيَا حَقَّ هٰذَا الَّذِي فِي أَيْدِيْكُمَا۔)) (مسند احمد: ۶۶۶۷)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو عورتیں نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟'' انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اس زیور کا حق (زکوۃ) ادا کیا کرو جو تمہارے ہاتھوں میں ہے۔''

(۳۴۲۳) تخریج: حديث حسن۔ أخرجه ابوداود: ۱۵۶۳، والترمذي: ۶۳۷، والنسائي: ۵/ ۳۸ (انظر: ۶۶۶۷)
(۳۴۲۴) تخریج: اسناده ضعيف لضعف علي بن عاصم الواسطي وشهر بن حوشب۔ أخرجه الطبراني في "الكبير": ۲۴ (۴۳۱) (انظر: ۲۷۶۱۴)

(٣٤٢٤) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ: دَخَلْتُ أَنَا وَخَالَتِيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْنَا أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَنَا: ((أَتُعْطِيَانِ زَكَاتَهُ؟)) قَالَتْ: فَقُلْنَا: لَا، قَالَ: ((أَمَا تَخَافَانِ أَنْ يُسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ أَسْوِرَةً مِنْ نَارٍ، أَدِّيَا زَكَاتَهُ۔)) (مسند احمد: ٢٨١٦٦)

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہے: میں اور میری خالہ ہم دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، جبکہ ہم نے سونے کے کنگن بھی پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا: ''کیا تم اس زیور کی زکوۃ ادا کیا کرتی ہو؟'' ہم نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے عوض آگ کے کنگن پہنائے، اس کی زکوۃ ادا کیا کرو۔''

فوائد: ......عبداللہ بن شداد بن ہاد کہتے ہیں: ہم سیدہ زوجۂ رسول عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں دیکھ کر فرمایا: ''عائشہ! یہ کیا ہیں؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے یہ تیار کیے ہیں، تا کہ آپ کے لیے زینت اختیار کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟'' میں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تجھے جہنم کے لیے یہی چیز کافی ہے۔'' (ابوداود: ۱۵۶۵) اس باب کی دوسری حدیث بھی اِن شواہد کی روشنی میں قابل حجت معلوم ہوتی ہے، سونے اور چاندی کی زکوۃ کے نصاب اور شرح پر پہلے بحث ہو چکی ہے، اصل معیار وہی نصاب اور شرح ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سونا اور چاندی ڈلی کی صورت میں پڑا ہو یا زیورات میں ڈھلا ہوا ہو، وہ استعمال کیا جا رہا ہو یا نہ کیا جا رہا ہو۔ واضح رہے کہ زکوۃ صرف سونے اور چاندی کے زیورات پر واجب ہے، ان کے علاوہ دیگر قیمتی دھاتوں اور پتھروں کے بنے ہوئے زیورات پر زکوۃ نہیں ہے، اگرچہ ان کی قیمت سونے سے بھی زیادہ ہو۔

اَلرِّكَازُ وَالْمَعْدِنُ

رِکاز اور کان کی زکوۃ کا بیان

(٣٤٢٥) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى خَيْبَرَ فَدَخَلَ صَاحِبٌ لَنَا إِلٰى خَرِبَةٍ، يَقْضِي حَاجَتَهُ، فَتَنَاوَلَ لَبِنَةً لِيَسْتَطِيْبَ بِهَا فَانْهَارَتْ عَلَيْهِ تِبْرًا، فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ، قَالَ: زِنْهَا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف گئے، ہمارا ایک ساتھی قضائے حاجت کے لئے ایک ویرانے کی طرف گیا، جب اس نے استنجاء کرنے کے لئے ایک اینٹ اٹھائی تو اسے وہاں سے سونے کی ایک ڈلی ملی، اس نے وہ اٹھالی اور اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے آیا اور ساری بات آپ ﷺ کو بتلا دی،

(٣٤٢٥) تخريج: اسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن زيد۔ أخرجه البزار ٨٩٣، والبيهقي: ٤/ ١٥٥ (انظر: ١٢٢٩٨)

فَوَزَنَهَا، فَإِذَا مِئَتَا دِرْهَمٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَـذَا رِكَازٌ، وَفِيْهِ الْخُمْسُ۔ (مسند احمد: ١٢٣٢٣)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا وزن کرو۔'' اس نے وزن کیا تو وہ دو سو درہم کی ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ رکاز ہے اور اس میں خُمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔''

فوائد: ...... رِکاز کی تعریف میں اختلاف پایا جاتا ہے: جمہور، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس سے مراد دورِ جاہلیت کا زمین میں مدفون خزانہ ہے، جو بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ثوری کے نزدیک اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا زمین میں پیدا کیا ہوا اصلی حالت میں معدنیات کا ذخیرہ ہے۔ ابن اثیر اور صاحب قاموس نے رکاز کے یہ دونوں معانی ذکر کیے ہیں، ظاہر بات ہے کہ کسی ایک معنی کا تعین کرنا ضروری ہے۔ جمہور کا مسلک راجح معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ البانی نے کہا: لغت میں دونوں معنے مراد ہیں، لیکن شرعا صرف جاہلیت کا دفینہ مراد ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ (تمام المنة: ص ٣٧٦) تیسرے نمبر پر آنے والی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور اس کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

(٣٤٢٦) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا أَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((فِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ؟)) فَقَالَ: نَعَمْ۔ (مسند احمد: ١٤٦٥٧)

ابو زبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ''رکاز میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے؟'' انہوں نے کہا: جی ہاں۔

(٣٤٢٧) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ۔ (مسند احمد: ٢٨٧٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رِکاز میں پانچواں حصہ زکوٰۃ کا فیصلہ کیا۔

(٣٤٢٨) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((اَلْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ۔)) (مسند احمد: ٧١٢٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کنواں رائیگاں ہے، کان ضائع ہے اور جانور بھی رائیگاں ہے اور رِکاز میں پانچواں حصہ زکوۃ ہے۔''

(٣٤٢٦) تخريج: صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة، (انظر: ١٤٦٠٣)

(٣٤٢٧) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه ابن ابى شيبة: ٣/ ٢٢٥، والطبرانى: ١١٧٢٦ (انظر: ٢٨٧٠)

(٣٤٢٨) تخريج: أخرجه البخارى: ٢٣٥٥، ومسلم: ١٧١٠ (انظر: ٧١٢٠)

فوائد: ......اس حدیث کا مفہوم یہ ہے اگر کسی آدمی کو کسی کے کنویں، کان اور چوپائے سے کوئی نقصان پہنچ جائے، جبکہ اصل مالک کا اس میں کوئی دخل نہ ہو، تو وہ مالک اس کے نقصان سے بری ہوگا۔

صحیح بخاری کی حدیث (۱۴۹۹) میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمْسُ۔))

اس مسلک کی تائید کرتے ہوئے کہ رکاز اور کان میں فرق ہے، شارح ابوداود امام عظیم آبادی کہتے ہیں: نبی کریم کے الفاظ "وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمْسُ" (کان ضائع ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔) میں "اَلْمَعْدِنُ" پر "اَلرِّکَاز" کا عطف ڈالا گیا اور دونوں کا علیحدہ علیحدہ حکم بیان کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک کان، رکاز نہیں ہے، بلکہ یہ دو مختلف اور متغایر چیزیں ہیں۔ اگر کان، رکاز ہی ہوتی تو حدیثِ مبارکہ کے الفاظ یوں ہوتے: "وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِیْهِ الْخُمْسُ"۔ لیکن چونکہ یہ الفاظ نہیں کہے گئے، اس لیے اس سے یہ ظاہر ہوا کہ رکاز اور کان دو الگ الگ چیزیں ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: نبی کریم ﷺ کا واؤ عاطفہ کے ذریعے کان اور رکاز میں فرق کرنا، اس میں جمہور کے حق میں دلیل پائی جاتی ہے، سو ثابت ہوا کہ کان اور چیز ہے اور رکاز اور چیز ہے۔ (عون المعبود: ۲/ ۱۳۹۷)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رکاز میں پانچواں حصہ زکوۃ ہے۔ رہا مسئلہ کان کا، تو اس کے بارے میں کسی صحیح حدیث کی روشنی میں کوئی خاص حکم نہیں ہے، جو چیز کان سے نکلے گی، اس کو دیکھ کر اس کی زکوۃ کا فیصلہ کیا جائے، لیکن اس پر ایک سال کے گزر جانے کی شرط بھی ہوگی۔

اَبْوَابُ اِخْرَاجِ الزَّکَاۃِ
زکوۃ کی ادائیگی کے متعلق ابواب

اَلْمُبَادَرَۃُ اِلٰی اِخْرَاجِھَا وَتَعْجِیْلُھَا قَبْلَ حُلُوْلِھَا وَدُعَاءُ الْاِمَامِ لِمُعْطِیْھَا
زکوۃ ادا کرنے میں جلدی کرنے، وقت سے پہلے ادا کر دینے اور امام کا زکوۃ دینے والے کے حق میں دعا کرنے کا بیان

(۳۴۲۹) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ الْحَارِثِ ؓ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِیْعًا، فَدَخَلَ عَلٰی بَعْضِ نِسَائِہِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَاٰی مَا فِی وُجُوْہِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَاجُبِھِمْ لِسُرْعَتِہِ، قَالَ: ((ذَکَرْتُ وَأَنَا فِی الصَّلَاۃِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَکَرِھْتُ أَنْ یُمْسِیَ أَوْ یَبِیْتَ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقَسْمِہِ۔)) (مسند احمد: ۱۹۶۴۶)

سیدنا عقبہ بن حارث ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز ادا کی، سلام کے بعد آپ ﷺ جلدی سے اٹھ کر اپنی ایک بیوی کے گھر تشریف لے گئے اور پھر واپس آ گئے، آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ لوگوں کو آپ ﷺ کی جلدی کی وجہ سے تعجب ہوا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''دوران نماز مجھے یاد آیا کہ ہمارے ہاں سونے کی ایک ڈلی موجود ہے، مجھے یہ ناپسند لگا کہ شام ہو جائے یا رات گزر جائے اور یہ ہمارے پاس ہی ہو، اس لیے میں اسے تقسیم کرنے کا حکم دے کر آیا ہوں۔''

فوائد:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیر کے امور سرانجام دینے میں جلدی کرنی چاہیے، اس طرح سے بندہ پہلی فرصت میں اپنی ذمہ داری سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے، دوسروں کی ضرورت جلدی پوری ہو جاتی ہے اور خواہ مخواہ کے ٹال مٹول سے بھی انسان محفوظ رہ جاتا ہے اور آفات اور موانع کے درپے ہو جانے کا خطرہ بھی ٹل جاتا ہے۔

(۳۴۳۰) عَنْ عَلِیٍّ ؓ أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَأَلَ النَّبِیَّ ﷺ فِی تَعْجِیْلِ

سیدنا علی ؓ کہتے ہیں کہ سیدنا عباس بن عبد المطلب ؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا فرض ہونے سے پہلے زکوۃ ادا

(۳۴۲۹) تخریج: أخرجہ البخاری: ۸۵۱، ۱۴۳۰، ۱۲۲۱ (انظر: ۱۹۴۲۶)

(۳۴۳۰) اسنادہ حسن۔ أخرجہ ابوداود: ۱۶۲۴، وابن ماجہ: ۱۷۹۵، والترمذی: ۶۷۸ (انظر: ۸۲۲)

صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذٰلِكَ۔ (مسند احمد: ۸۲۲)

کی جاسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔

فوائد:......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ وقت سے پہلے ادا کی جاسکتی ہے۔

(۳٤۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيْلَ: مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَالْعَبَّاسُ عَمُّ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا نَقَمَ ابْنُ جَمِيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيْرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهُوَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا۔)) ثُمَّ قَالَ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ۔)) (مسند احمد: ۸۲٦۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زکوۃ کی وصولی کے لئے بھیجا، انہوں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو یہ بتلایا کہ سیدنا ابن جمیل، سیدنا خالد بن ولید اور آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہم نے زکوۃ ادا نہیں کی، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن جمیل نے تو انکار نہیں کیا مگر اس وجہ سے کہ وہ پہلے تنگ دست تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے خوشحال کر دیا ہے، البتہ تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زیادتی کرتے ہو، اس نے تو اپنی زرہیں اور (سارا جنگی سامان) اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا ہے، اور رہا مسئلہ عباس رضی اللہ عنہ کا تو ان کے حصے کی زکوۃ، بلکہ ایک گنا مزید مجھ پر ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ انسان کا چچا اس کے والد کی مانند ہوتا ہے۔''

فوائد: ......اس حدیثِ مبارکہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین افراد کے بارے میں یہ شکایت کی کہ انھوں نے زکوۃ ادا نہیں کی، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں جو جوابات دیئے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابن جمیل رضی اللہ عنہ نے نعمت کی قدر نہیں کی اور احسان کے مقابلے میں انھوں نے اچھا کردار پیش نہیں کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف سیدنا ابن جمیل رضی اللہ عنہ کی مذمت کرنے پر اکتفا کیوں کیا اور عملاً ان سے زکوۃ وصول کیوں نہیں کی، حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کو لوگوں کے ساتھ اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جب تک ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبودِ برحق ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے متعلقہ یہ بات سن کر خود باز آ گئے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ رہا مسئلہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا تو ان کے بارے میں راجح قول کے مطابق دو تاویلوں کا امکان ہے: (۱) آپ ﷺ نے خود ذمہ داری قبول کر لی، آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ انھوں نے زکوۃ ادا نہیں کی، لیکن اب میں اس کی ضمانت دیتا ہوں، کیونکہ وہ میرے چچا ہیں اور چچا باپ کی طرح ہی ہوتا ہے۔ (۲) آپ ﷺ نے کسی ضرورت کی وجہ سے سیدنا

(۳٤۳۱) تخريج: أخرجه البخاري: ۱٤٦۸، ومسلم: ۹۸۳ (انظر: ۸۲۸٤)

عباس رضی اللہ عنہ سے وقت سے پہلے دو سالوں کی زکوۃ لے لی تھی، لیکن اس تاویل پر دلالت کرنے والی جتنی احادیث ہیں، ان میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی ضعف پایا جاتا ہے، اگر تمام سندوں کے مجموعہ کو دیکھا جائے تو دوسری تاویل قوی معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے فتح الباری: ۳/۴۲۶ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کے مطابق سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زکوۃ ادا نہ کرنا، اس کی بھی دو تاویلیں ہو سکتی ہیں: (۱) سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی زکوۃ کی قیمت سے جہاد کیلئے اسلحہ اور دوسرے آلاتِ حرب خرید لیے تھے، جہاد بھی مصارفِ زکوۃ میں سے ہے، اور اس ضمن میں انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی ہو گی کہ وہ زکوۃ کے معاملے میں اپنا حساب کتاب خود کر لیا کریں گے۔ (۲) سرے سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و متاع اللہ کے راستے میں وقف کر رکھا تھا، لیکن زکوۃ لینے والوں کو اس چیز کا علم نہیں تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳٤۳۲) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ لِلنَّاسِ: مَا تَرَوْنَ فِي فَضْلٍ فَضَلَ عِنْدَنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَدْ شَغَلْنَاكَ عَنْ أَهْلِكَ وَضَيْعَتِكَ وَتِجَارَتِكَ فَهُوَ لَكَ۔ فَقَالَ لِيْ: مَا تَقُوْلُ أَنْتَ، فَقُلْتُ: قَدْ أَشَارُوْا عَلَيْكَ۔ فَقَالَ لِي: قُلْ، فَقُلْتُ: لِمَ تَجْعَلُ يَقِيْنَكَ ظَنًّا، فَقَالَ: لَتَخْرُجَنَّ مِمَّا قُلْتَ، فَقُلْتُ: أَجَلْ وَاللّٰهِ! لَأَخْرُجَنَّ مِنْهُ أَتَذْكُرُ حِيْنَ بَعَثَكَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ سَاعِيًا فَأَتَيْتَ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَمَنَعَكَ صَدَقَتَهُ فَكَانَ بَيْنَكُمَا شَيْءٌ، فَقُلْتَ لِيْ: اِنْطَلِقْ مَعِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدْنَاهُ خَاثِرًا، فَرَجَعْنَا، ثُمَّ غَدَوْنَا عَلَيْهِ فَوَجَدْنَاهُ طَيِّبَ النَّفْسِ فَأَخْبَرْتَهُ بِالَّذِي صَنَعَ، فَقَالَ لَكَ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيْهِ۔)) وَذَكَرْنَا لَهُ الَّذِي رَأَيْنَاهُ مِنْ خُثُوْرِهِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالَّذِي رَأَيْنَا مِنْ طِيْبِ نَفْسِهِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي،

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: (صدقہ کا) جو مال ہمارے پاس بچ گیا ہے، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! ہم نے آپ کو آپ کے اہل و عیال، کاروبار اور تجارت سے مصروف کر دیا ہے، اس لیے یہ مال آپ اپنے پاس رکھ لیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ (علی) سے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: لوگ آپ کو ایک چیز کا اشارہ کر چکے ہیں۔ لیکن انہوں نے کہا: آپ بھی کچھ کہو۔ میں نے کہا: آپ اپنے یقین کو گمان میں کیوں تبدیل کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: تمہیں کھل کر بات کرنا ہوگی۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، وضاحت سے عرض کرتا ہوں، کیا آپ کو یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو زکوۃ کی وصولی کے لئے بھیجا تھا، جب آپ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور آپ کے اور ان کے درمیان چپقلش بھی ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا: میرے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک چلو۔ پس ہم گئے لیکن جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان حال دیکھا تو ہم واپس لوٹ گئے، جب ہم دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ کو ہم نے مطمئن اور

(۳٤۳۲) تخريج: اسناده ضعيف لانقطاعه، ابو البختري لم يدرك عليا۔ أخرجه الترمذي: ۳۷٦۰ (انظر: ۷۲۵)

فَقَالَ إِنَّكُمَا أَتَيْتُمَانِي فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ، وَقَدْ بَقِيَ عِنْدِي مِنَ الصَّدَقَةِ دِينَارَانِ، فَكَانَ الَّذِي رَأَيْتُمَا مِنْ خُثُورِي لَهُ، وَأَتَيْتُمَانِي الْيَوْمَ وَقَدْ وَجَّهْتُهُمَا غَدًا، فَذَالِكَ الَّذِي رَأَيْتُمَا مِنْ طِيبِ نَفْسِي، فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ صَدَقْتَ وَاللّٰهِ، لَأَشْكُرَنَّ لَكَ الْأُولٰى وَالْآخِرَةَ۔ (مسند احمد: ٧٢٥)

خوش گوار پایا۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بات بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''چچا والد کی ہی مانند ہوتا ہے۔'' پھر ہم نے آپ ﷺ سے پہلے دن کی پریشانی اور دوسرے دن کی خوشگواری کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''جب تم کل میرے پاس آئے تھے تو اس وقت میرے پاس صدقہ کے دو دینار بچے ہوئے تھے، میں ان کی وجہ سے پریشان تھا، جبکہ آج صبح ہی میں ان کو تقسیم کر چکا تھا، اس لیے تمہاری آمد پر خوش گوار اور مطمئن لگ رہا ہوں۔'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے بالکل درست کہا، میں اول و آخر آپ کا شکر گزار ہوں۔

فوائد: ......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو تو اس وقت تک انشراحِ صدر نہیں ہوا تھا، جب تک آپ ﷺ کے پاس دو دینار باقی تھے، اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہی زیب دیتا تھا کہ وہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میں اول و آخر آپ کا شکر گزار ہوں۔'' اس قول میں ''اول'' سے مراد یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرح یہ نہیں کہا کہ بقیہ مال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہی اپنے پاس رکھ لیں اور ''آخر'' سے مراد یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک دلیل بیان کرنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی دو دیناروں والی بات یاد کرا دی۔ اس حدیثِ مبارکہ سے مسئول لوگوں کو اپنی ذمہ داری کا اندازہ لگا لینا چاہیے، چہ جائیکہ وہ ایسی امانتوں کو ذاتی جائیداد کی طرح ہڑپ کر جائیں۔

(٣٤٣٣) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أُحُدًا عِنْدِي ذَهَبًا لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا يَأْتِيَ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ، أَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنِّي، لَيْسَ شَيْئًا أَرْصُدُهُ فِي دِيْنٍ عَلَيَّ۔)) (مسند احمد: ٨١٨٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور مجھ سے قبول کرنے والے مستحق لوگ بھی دستیاب ہوں تو میں چاہوں گا کہ تین راتوں سے پہلے پہلے وہ سارا خرچ کر دوں اور میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی باقی نہ رہے، ما سوائے اس کے کہ میں جس کو اپنا قرضہ اتارنے کے لئے بچا رکھوں۔''

فوائد: ......اس میں خیر و بھلائی کے امور میں پہلی فرصت میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(٣٤٣٣) تخريج: أخرجه البخاري: ٧٢٢٨ (انظر: ٨١٩٥)

(٣٤٣٤) عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى ‌رضی ‌اللہ ‌عنہما وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أُتِيَ بِصَدَقَةٍ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ۔)) وَإِنَّ أَبِي أَتَاهُ بِصَدَقَةٍ فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔)) (مسند احمد: ١٩٣٤٦)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ ، جو درخت والے (یعنی بیعتِ رضوان کرنے والے) صحابہ کرام میں سے تھے، سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب کوئی آدمی رسول اللہ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم کی خدمت میں صدقہ لے کر آتا تو آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم اس کے حق میں یوں دعا فرماتے: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ۔" (اے اللہ! تو ان پر رحم فرما۔) میرے والد بھی صدقہ لے کر آپ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم نے انہیں یوں دعا دی: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔" (اے اللہ! تو ابواوفی کی آل پر رحم فرما۔)"

(٣٤٣٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَوْفَى يَقُوْلُ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ مَالِهِ صَلَّى عَلَيْهِ فَأَتَيْتُهُ بِصَدَقَةِ مَالِ أَبِي فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔)) (مسند احمد: ١٩٣٢١)

(دوسری سند) وہیتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جب کوئی آدمی اپنے مال کی زکوۃ لے کر نبی کریم ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم کی خدمت میں آتا تو آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم اس کے حق میں رحمت کی دعا کرتے، ایک دن میں بھی اپنے والد کے مال کی زکوۃ لے کر آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم نے یوں دعا دی: "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔" (یا اللہ! تو ابواوفی کی آل پر رحم فرما۔)

فوائد: ......معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی صدقہ اور زکوۃ وغیرہ ادا کرے تو وصول کرنے والے کو اس کے حق میں رحمت و برکت کی دعا کرنی چاہئے، اس سے اس کی حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے۔

مَنْ دَفَعَ صَدَقَتَهُ اِلٰى مَنْ ظَنَّ مِنْ اَهْلِهَا فَبَانَ غَيْرُ ذَالِكَ
اس امر کا بیان کہ انسان کسی کو مستحق سمجھ کر صدقہ ادا کر دے، لیکن بعد میں پتہ چلے کہ وہ صدقہ کا مستحق نہ تھا

(٣٤٣٦) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ

سیدنا ابو ہریرہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا: میں آج رات کو ضرور صدقہ کروں گا،

(٣٤٣٤) تخريج: أخرجه البخاری: ١٤٩٧، ٤١٦٦، ومسلم: ١٠٧٨ (انظر: ١٩١٣٣)

(٣٤٣٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٤٣٦) تخريج: أخرجه البخاری: ١٤٢١، ومسلم: ١٠٢٢ (انظر: ٨٢٨٢)

اللَّيْلَةَ صَدَقَةً فَأَخْرَجَ صَدَقَتَهُ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ وَقَالَ: لَأَتَصَدَّقَنَّ اللَّيْلَةَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْرَجَ صَدَقَتَهُ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوْا يَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى سَارِقٍ، ثُمَّ قَالَ: لَأَتَصَدَّقَنَّ اللَّيْلَةَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْرَجَ الصَّدَقَةَ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ قَالَ فَأُتِيَ، فَقِيْلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ فَقَدْ تُقُبِّلَتْ، أَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا يَعْنِي أَنْ تَسْتَعِفَّ بِهِ، وَأَمَّا السَّارِقُ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَغْنِيَ بِهِ، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَعْتَبِرَ فَيُنْفِقَ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ۔)) (مسند احمد: ٨٢٦٥)

پس وہ صدقہ لے کر نکلا اور (لاعلمی میں) ایک زانی عورت کو دے آیا، صبح کو لوگوں نے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ آج رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا، اس نے دوبارہ فیصلہ کیا کہ وہ آج رات ضرور صدقہ کرے گا (تا کہ کسی حقدار تک پہنچ سکے۔) چنانچہ اس نے صدقہ تو نکالا، لیکن لاعلمی میں ایک چور کو دے آیا، جب صبح ہوئی تو لوگ یہ کہنے لگے کہ آج رات ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا، اس نے پھر سوچا کہ وہ آج رات پھر صدقہ کرے گا۔ چنانچہ وہ صدقہ لے کر گیا اور لاعلمی میں ایک دولت مند کو دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے کہا: آج رات ایک دولت مند کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا: ہرحال میں اللہ کا شکر ہے، چور پر، زانی عورت پر اور غنی پر صدقہ کر دیا۔ پھر کسی نے آ کر اسے بتایا (ممکن ہے اسے خواب میں یہ کہا گیا ہو) تیرا صدقہ قبول ہو گیا ہے، زانیہ کو صدقہ دینے سے ممکن ہے کہ وہ پاکدامن بن جائے، اسی طرح ممکن ہے کہ چور چوری سے رک جائے اور غنی سبق حاصل کر لے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے میں سے خرچ کرے۔''

فوائد: ......معلوم ہوا کہ جب صدقہ کرنے والے کی نیت خالص ہو تو اس کا صدقہ قبول ہو جائے گا، اگرچہ وہ اپنے محل تک نہ پہنچ پائے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: (اس حدیث میں اِن امور کا بیان ہے:) مخفی صدقے کی فضیلت، اخلاص کی فضیلت، جہالت کی وجہ سے صدقے کا مصرف ٹھیک نہ ہو تو دوبارہ صدقہ کرنے کا استحباب، ظاہری حالات کو دیکھ کر حکم لگانا، الاّ یہ کہ اس کے الٹ ثابت ہو جائے۔ (فتح الباری: ٣/ ٣٧١)

بَرَاءَةُ رَبِّ الْمَالِ بِدَفْعِ الزَّكَاةِ إِلَى الْمُصَدِّقِ وَإِنْ اَسَاءَ التَّصَرُّفَ فِيْهَا
زکوۃ کے عامل کو زکوۃ دے دینے سے مالک بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے، خواہ وہ نمائندہ اس میں ناجائز تصرف کرے

(٣٤٣٧) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ أَنَّهُ قَالَ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بنو تمیم کا ایک آدمی

(٣٤٣٧) تخريج: رجاله ثقات رجال الشيخين، لكن قيل فى رواية سعيد بن ابى هلال عن انس: انها مرسلة۔ أخرجه الحاكم: ٢/ ٣٦٠ (انظر: ١٢٣٩٤)

أَتَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: حَسْبِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذَا أَدَّيْتُ الزَّكَاةَ إِلَى رَسُوْلِكَ فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْهَا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نَعَمْ، إِذَا أَدَّيْتَهَا إِلَى رَسُوْلِي فَقَدْ بَرِئْتَ مِنْهَا، فَلَكَ أَجْرُهَا وَإِثْمُهَا عَلَى مَنْ بَدَّلَهَا۔)) (مسند احمد: ۱۲۴۲۱)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! جب میں آپ ﷺ کے مقرر کردہ نمائندے کو زکوۃ ادا کر دوں تو کیا میں اللہ اور اس کے رسول کے ہاں بری ہو جاؤں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، جب تم میرے نمائندے کو زکوۃ ادا کر دو گے تو تمہاری ذمہ داری پوری ہو جائے گی اور تمہیں اس کا اجر ملے گا، البتہ اس میں جو آدمی تبدیلی (کرتے ہوئے ناجائز تصرف) کرے گا، وہ گنہگار ہوگا۔''

فوائد: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی خلیفۂ وقت یا اس کے قاصد کو زکوۃ دے دے تو وہ اس فرض سے بریٔ الذمہ ہو جائے گا، اگر خلافِ توقع ایسا ذمہ دار خیانت کرتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا، زکوۃ دینے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں ماجور ہوگا۔ لیکن یہ اصول اس وقت ہے جب قاصد وغیرہ کی امانت کے بارے میں حسنِ ظن ہو، وگرنہ استطاعت کے مطابق مالدار کو چاہیے کہ وہ اپنی زکوۃ کی رقم خود مستحق لوگوں تک پہنچا دے، لیکن ایسا کرنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی بڑا فساد لازم نہ آئے۔

(۳۴۳۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ) ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهُ سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ وَتَرَوْنَ أَثَرَةً۔)) قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَا يَصْنَعُ مَنْ أَدْرَكَ ذَاكَ مِنَّا؟ قَالَ: ((أَدُّوْا الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَسَلُوْا اللّٰهَ الَّذِي لَكُمْ۔)) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا۔)) قَالَ: قُلْنَا: مَاتَأْمُرُنَا؟ قَالَ: ((أَدُّوْا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوْا اللّٰهَ حَقَّكُمْ۔))

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہو جائیں گے جو دوسروں کو تم پر ترجیح دیں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے جو آدمی ایسی صورت حال کو پائے، وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس حق کو ادا کرنا جو تم پر ہے اور اپنے حق کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرنا۔'' ...... ایک روایت میں ہے: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی اور برے امور بھی تمہیں نظر آئیں گے۔'' ہم نے کہا: ایسے حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا مشورہ دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان (حکمرانوں) کا حق ادا کرنا اور اپنے حق کا سوال اللہ تعالیٰ سے

(۳۴۳۸) تخريج: أخرجه البخاري: ۷۰۵۲، ومسلم: ۱۸۴۳ (انظر: ۳۶٤۱)

(مسند احمد: ۳۶۴۱) کرنا۔''

فوائد:...... جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جب زکوۃ ظالم حکمرانوں کے سپرد کر دی جائے گی تو ربّ المال بری ء الذمہ ہو جائے گا اور اس کا فرض ساقط ہو جائے گا۔

اَلرِّفْقُ بِرَبِّ الْمَالِ وَاَمْرُ الْمُصَدِّقِ بِالذَّهَابِ اِلَيْهِ وَعَدْمُ التَّعَدِّیْ عَلَيْهِ

مالک کے ساتھ نرمی کرنے اور زکوۃ وصول کرنے والے نمائندے کا خود اس کی طرف چلے جانے اور اس پر زیادتی نہ کرنے کا بیان

(۳۴۳۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((تُؤْخَذُ صَدَقَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى مِيَاهِهِمْ۔)) (مسند احمد: ۶۷۳۰)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں سے زکوۃ ان کے اپنے ٹھکانوں پر ہی وصول کی جائے۔''

فوائد:...... اس حدیثِ مبارکہ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ساعی اور عامل کو زکوۃ لینے کے لیے مالک کے مقام پر جانے کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے اور اسی میں مالکوں کے لیے آسانی اور سہولت ہے۔

(۳۴۴۰) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِی دِيَارِهِمْ۔)) (مسند احمد: ۶۶۹۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(زکوۃ کے معاملے میں) ''جَلَب'' ہے نہ ''جَنَب''، نیز مسلمانوں سے زکوۃ صرف ان کی رہائش گاہوں پر وصول کی جائے۔''

فوائد:...... اس حدیث کا مقصود وہی مسئلہ بیان کرنا ہے، جو حدیث نمبر (۳۴۳۹) میں بیان ہو چکا ہے، مشکل الفاظ کی وضاحت اس طرح ہے: ''لَا جَلَب'': اس کا مفہوم یہ ہے کہ جانوروں کو صدقہ لینے والے کی طرف نہ لایا جائے، بلکہ عامل کو چاہیے کہ جانوروں کے محل کی طرف جائے۔

''لَا جَنَب'': اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ صدقہ لینے والے، مالکوں سے دور کسی مقام پر بیٹھ جائے اور جانوروں کو اس کے پاس لے جایا جائے تاکہ وہ حساب کر کے زکوۃ وصول کرے۔ ابواب و احادیث کی مناسبت سے اس مقام پر ان الفاظ کا یہی مفہوم بنتا ہے۔

(۳۴۳۹) تخریج: اسناده حسن۔ أخرجه الطيالسی: ۲۲۶۴ (انظر: ۶۷۳۰)

(۳۴۴۰) تخریج: صحيح، وهذا اسناد حسن۔ أخرجه البيهقی: ۸/ ۲۹ (انظر: ۶۶۹۲)

(۳٤٤۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيْتِي فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا صَدَقَةُ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: ((كَذَا وَكَذَا۔)) قَالَ: فَإِنَّ فُلَانًا تَعَدّٰى عَلَيَّ، قَالَ: فَنَظَرُوْهُ فَوَجَدُوْهُ قَدْ تَعَدّٰى عَلَيْهِ بِصَاعٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((فَكَيْفَ بِكُمْ إِذَا سَعٰى مَنْ يَتَعَدّٰى عَلَيْكُمْ أَشَدَّ مِنْ هٰذَا التَّعَدِّيْ۔)) (مسند احمد: ۲۷۱۰۹)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی نے آ کر دریافت کیا: اتنے مال کی زکوۃ کتنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اتنی اتنی۔'' اس نے کہا: تو پھر فلاں آدمی نے مجھ پر زیادتی کی اور مجھ سے زیادہ زکوۃ وصول کی۔ پھر جب انھوں نے پڑتال کی تو دیکھا کہ اس نے واقعی ایک صاع کی مقدار زیادتی کی تھی، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے حکمران تم پر اس سے بڑھ کر زیادتی کریں گے۔''

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ کے عاملین، عدل و انصاف اور حکم نبوی کے پابند تھے، ماپ تول کی وجہ سے ایک صاع کی کمی بیشی کا فرق آ سکتا ہے، یقیناً اتنی مقدار کو زیادتی نہیں کہا جا سکتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے آنے والے امراء کے بارے میں جو پیشین گوئی کی ہے، وہ تو اس طرح پوری ہوئی کہ حکمران طبقے نے واضح طور پر ناجائز صورتوں کے ذریعے عوام کا روپیہ پیسہ بٹورنا شروع کر دیا اور ٹیکسوں اور دوسرے مختلف ناموں کے ذریعے اپنے رعایا کے مال و دولت کے ساتھ برا سلوک کیا۔

رِضَاءُ الْمُصَدِّقِ
زکوۃ وصول کنندہ کو راضی کرنا

(۳٤٤۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ، فَقَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! يَأْتِيْنَا نَاسٌ مِنْ مُصَدِّقِيْكَ يَظْلِمُوْنَا، قَالَ: ((أَرْضُوْا مُصَدِّقَكُمْ۔)) قَالُوْا: وَإِنْ ظَلَمَ؟ قَالَ: ((أَرْضُوْا مُصَدِّقَكُمْ۔)) قَالَ جَرِيْرٌ: فَمَا

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: کچھ بدو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ کے زکوۃ کے نمائندے (زکوۃ کی وصولی کے سلسلے میں) ہم پر زیادتی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم انہیں راضی کیا کرو۔'' ان لوگوں نے کہا: خواہ وہ ظلم ہی کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس تم انہیں راضی کیا کرو۔'' سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جب سے نبی کریم

(۳٤٤۱) القاسم بن عوف الشيباني ضعيف يعتبر به في المتابعات والشواهد فقط۔ أخرجه مطولا ابن خزيمة: ۲۳۳٦، وابن حبان: ۳۱۹۳، والحاكم: ۱/ ٤۰٤، والبيهقي: ٤/ ۱۳۷ (انظر: ۲٦۵۷٤)

(۳٤٤۲) تخريج: أخرجه مسلم: ۹۸۹ (انظر: ۱۹۲۰۷)

صَدَرَ عَنِّی مُصَدِّقٌ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ نَبِیِّ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا وَهُوَ عَنِّی رَاضٍ۔ (مسند احمد: ۱۹۴۲۰)

ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے، زکوۃ کا نمائندہ مجھ سے راضی ہی گیا ہے۔

فوائد: ......ابوداود کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”((أَرْضُوْا مُصَدِّقَكُمْ وَإِنْ ظُلِمْتُمْ۔“ (تم صدقہ لینے والوں کو راضی کرو، اگرچہ تم پر ظلم کیا جا رہا ہو۔) اس حدیث کا کیا مفہوم ہوا کہ اگر زکوۃ کا عامل، ربّ المال پر ظلم بھی کر رہا ہو تو تب بھی وہ خاموش رہے اور زائد مقدار ادا کرے؟ جواباً! گزارش ہے کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی زیادہ سے زیادہ دو تاویلیں ممکن ہیں:

(۱) دراصل عہد نبوی میں عاملینِ زکوۃ پوری مقدار کے ساتھ ہی زکوۃ وصول کرتے تھے، بعض لوگوں کو یہ مقدار زیادہ معلوم ہوتی تھی اور وہ اس کو ظلم سے تعبیر کرتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ظلم بھی ہو رہا ہو، تب بھی رعایا کو چاہیے کہ وہ عاملین کی خواہش کو پورا کریں۔

(۲) حقیقت میں ظلم سے مراد ظلم ہی ہے، لیکن آپ ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ایسے معاملات میں رعایا کو چاہیے کہ زکوۃ وصول کرنے والے سرکاری عامل کے مقدار و معیار کا لحاظ رکھے، ان کے ساتھ مناقشہ نہ کیا جائے، بلکہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے اور معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔ پچھلے باب میں مذکورہ احادیث سے دوسری تاویل کی تائید ہوتی ہے۔

(۳۴۴۲م) قَالَ: وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ)) (مسند احمد: ۱۹۴۲۱)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو نرمی سے محروم ہے، وہ (ہر) خیر سے محروم ہے۔“

فوائد: ...... یہ حدیث بھی چونکہ اسی سند کے ساتھ مروی تھی، اس لیے اس کو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے، نرمی کو مسلمان کے حق میں نفع بخش، دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی کا ضامن، اعمالِ خیر کی زینت اور جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے دور رہنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ نرمی ایسا زیور ہے کہ اس سے متصف شخص لوگوں میں بھی ہر دلعزیز اور مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محبوب ہو جاتا ہے، نرمی جیسی صفت صبر و حلم، تحمل و برداشت اور عفو و درگزر کو جنم دیتی ہے کہ جن کی بنا پر دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں، نرمی حکیم اور دانا لوگوں کی صفت ہے، وہ اس کی روشنی میں ہر انسان سے پیش آتے ہیں۔ جبکہ نرمی سے محروم آدمی لوگوں کی نگاہوں میں بھی معیوب چیز کی طرح حقیر ہو جاتا ہے اور عند اللہ بھی ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

(۳۴۴۲م) تخريج: أخرجه مسلم: ۲۵۹۲ (انظر: ۱۹۲۰۸)

(۲۴۴۳) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِيَصْدُرِ الْمُصَدِّقُ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ۔)) (وَفِي لَفْظٍ:) ((لِيَصْدُرِ الْمُصَدِّقُ مِنْ عِنْدِكُمْ وَهُوَ رَاضٍ۔)) (مسند احمد: ۱۹۴۰۱)

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زکوۃ کا نمائندہ تم لوگوں سے راضی ہو کر واپس جانا چاہیے۔''

كَرَاهَةُ تَيَمُّمِ الْخَبِيْثِ وَدَفْعُهُ فِي الصَّدَقَةِ وَفَضْلُ الصَّدَقَةِ بِالطَّيِّبِ

حقیر قسم کی چیز کا قصد کرنے اور اس کا صدقہ کرنے کی کراہت اور عمدہ چیز کا صدقہ کرنے کی فضیلت کی بیان

(۳۴۴۴) عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ الْعَصَا وَفِي الْمَسْجِدِ أَقْنَاءٌ مُعَلَّقَةٌ فِيْهَا قِنْوٌ فِيْهِ حَشَفٌ، فَغَمَزَ الْقِنْوَ بِالْعَصَا الَّتِي فِي يَدِهِ، قَالَ: ((لَوْ شَاءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبَ مِنْهَا، إِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ لَيَأْكُلُ الْحَشَفَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: ((أَمَا وَاللّٰهِ! يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ! لَتَدَعُنَّهَا أَرْبَعِيْنَ عَامًا لِلْعَوَافِي۔)) قَالَ: فَقُلْتُ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ قَالَ: يَعْنِي الطَّيْرَ وَالسِّبَاعَ، قَالَ: وَكُنَّا نَقُوْلُ: إِنَّ هٰذَا الَّذِي تُسَمِّيْهِ الْعَجَمُ هِيَ الْكَرَاكِيُّ۔ (مسند احمد: ۲۴۴۷۶)

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، جبکہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں لاٹھی بھی تھی، اُدھر مسجد میں کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، ان میں سے ایک خوشے میں خشک اور ردی قسم کی کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے لاٹھی اس خوشے پر ماری اور فرمایا: ''اگر یہ خوشہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو اس سے عمدہ صدقہ کر سکتا تھا، یہ آدمی قیامت کے دن بھی ناکارہ کھجوریں ہی کھائے گا۔'' پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے اہل مدینہ! ایک زمانہ آئے گا کہ تم اس شہر کو چالیس سال تک کے لئے پرندوں اور درندوں کے لئے چھوڑ جاؤ گے۔'' راوی کہتا ہے: میں نے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن اس نے کہا کہ آپ ﷺ کی (عوافی سے مراد) پرندے اور درندے تھے۔ ہم کہتے تھے: بیشک یہ وہی چیز ہوتی ہے، جس کو عجمی لوگ ''کَرَاکِی'' کہتے ہیں۔

فوائد:......اس سے زیادہ واضح اور سبق آموز حدیث درج ذیل ہے: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب کھجوروں کی کٹائی کا موسم ہوتا تو انصاری لوگ کھجوروں کے گچھے لاتے اور مسجد نبوی میں دو ستونوں کے ساتھ بندھی

(۲۴۴۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۹۸۹ (انظر: ۱۹۱۸۷)

(۳۴۴۴) اسناده حسن۔ أخرجه ابوداود: ۱۶۰۸، والنسائی: ۵/ ۴۳، ابن ماجه: ۱۸۲۱ (انظر: ۲۳۹۷۶)

ہوئی رسی پر لٹکا دیتے، تا کہ فقیر مہاجرین کھا لیں، ایسے میں بعض انصاری اس طرح کرتے کہ خشک اور ردّی کھجوروں والے خوشے اس نیت سے لے آتے کہ بہت سارے دوسرے خوشوں میں اس طرح کے گچھے لٹکا دینا بھی جائز ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوْا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ ردّی کھجوروں کوخرچ کرنے کا قصد نہ کرو، ﴿وَلَسْتُمْ بِآخِذِيْهِ إِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ اگر خودتم لوگوں کو ایسی چیز بطور تحفہ دی جاتی تو تم نے قبول نہیں کرنی تھی، البتہ اپنے ساتھی سے شرماتے ہوئے لے لینی تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تم کو اس بات پر غصہ بھی آنا تھا کہ اس نے ایسی چیز کیوں بھیجی ہے، جس کی تمہیں ضرورت ہی نہیں ہے، ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات سے بے پرواہ ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۸۲۲)

پوری آیت یوں ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوْا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيْهِ إِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲٦۷)..... ''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو اور ان میں سے ردّی چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا، جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کر لوتو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔'' قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کے راستے میں اچھی اور قیمتی چیز خرچ کرنے کے لیے عجیب قسم کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی اور رغبت چاہیے، شاید اس چیز کو لفظوں میں بیان نہ کیا جا سکتا ہے، آپ غور کریں کہ جب ہم اپنے کسی دوست یا معرفت والے آدمی کو کوئی تحفہ دینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے کس قدر سوچتے ہیں، مختلف چیزوں میں سے کیسی کیسی چیزوں کا انتخاب کرتے ہیں، اس میں ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ آدمی راضی ہو جائے، درج ذیل مثال پر غور کریں۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ الأَنْصَارِيِّ: أَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَوْصِنِي قَالَ: ((أُوْصِيْكَ أَنْ تَسْتَحْيِيَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَمَا تَسْتَحْيِي رَجُلاً مِنْ صَالِحِيْ قَوْمِكَ۔))

(أحمدفی"الزهد": صـ ٤٦، البيهقى فى"الشعب": ٢/٤٦٢/٢، صحيحة: ٧٤١)

سیدنا سعید بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ سے اس طرح شرم و حیا کر جس طرح تو اپنی قوم کے نیکوکار شخص سے شرماتا ہے۔'' چونکہ انسان طبعی طور پر ظاہر پرست ہے اور غیبی اور معنوی امور پر ایمان لانے کی بہ نسبت موجودہ اور حسّی چیزوں کو جلدی تسلیم کرتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے امتیوں کو شرم و حیا کا پیکر بنانے کے لیے حسّی چیز کی مثال دی، جس کا ہر کوئی لحاظ کرتا ہے، لیکن آپ ﷺ کا مقصود اللہ تعالیٰ کا پاس و لحاظ کروانا ہے، جو انسان کے لیے معنوی چیز ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جیسے ہم اپنے بزرگوں کے سامنے کوئی ناشائستہ اور نامناسب حرکت کرنے سے گریز کرتے ہیں، بشرطیکہ کہ ہم ان کو باوقار سمجھ کر ان کے ادب و احترام کے تقاضے پورے کرنے والے

ہوں، یہی معاملہ اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہئے، جو ہماری حرکات وسکنات سے بخوبی آگاہ ہے۔ آپ ﷺ کا فرمانا کہ: ''اگر یہ خوشہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو اس سے عمدہ صدقہ کرسکتا تھا، یہ آدمی قیامت کے دن بھی ناکارہ کھجوریں ہی کھائے گا۔'' اس میں دوسرے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے''، جو آدمی ناقص عمل کرے گا، اس کا بدلہ بھی ویسے ہی ہوگا۔ ''کُرْکِیّ'' کی جمع ''کَرَاکِی'' ہے، یہ معروف آبی پرندے سارس کو کہتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کے آخری حصے کا تعلق آخری زمانہ سے ہے، جس وقت مدینہ منورہ غیر آباد ہو جائے گا، اس کی مزید وضاحت ''فَضَائِلُ الْمَدِيْنَة'' کے ابواب میں آئے گی۔

(٣٤٤٥) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمَلِيْحِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ فِي بَيْتٍ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَقْبَلُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ۔)) (مسند احمد: ٢٠٩٨٤)

ابو ملیح، اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک گھر میں فرمایا تھا: ''بیشک اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز کو اور خیانت کے مال سے صدقہ کو قبول نہیں کرتا۔''

فوائد:...... صدقہ وخیرات کے لیے کمائی کا حلال ہونا انتہائی ضروری ہے۔

(٣٤٤٦) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ٥١٢٣)

سیدنا عبد اللہ ابن عمر ؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی روایت بیان کی ہے۔

(٣٤٤٧) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَصَدَّقَ مِنْ طَيِّبٍ، تَقَبَّلَهَا اللّٰهُ مِنْهُ وَأَخَذَهَا بِيَمِيْنِهِ وَرَبَّاهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ مُهْرَهُ أَوْ فَصِيْلَهُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَصَدَّقُ بِاللُّقْمَةِ فَتَرْبُوْا فِي يَدِ اللّٰهِ' أَوْ قَالَ: فِي كَفِّ اللّٰهِ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ فَتَصَدَّقُوْا۔)) (مسند احمد: ٧٦٢٢)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ حلال کمائی میں سے صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے اور اس کو دائیں ہاتھ میں لے کر یوں بڑھاتا رہتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑی یا اونٹنی یا گائے کے بچے کو پالتا ہے، آدمی تو ایک لقمہ ہی صدقہ کرتا ہے، لیکن وہ اللہ کے ہاتھ (ایک راوی کے بیان کے مطابق اللہ کی ہتھیلی) میں بڑھتا بڑھتا پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے، پس تم صدقہ کیا کرو۔''

(٣٤٤٥) اسناده صحيح۔ أخرجه ابوداود: ٥٩، وابن ماجه: ٢٧١، والنسائي: ٥/ ٥٦، (انظر: ٢٠٧٠٨)

(٣٤٤٦) تخريج: أخرجه مسلم ٢٢٤ (انظر: ٥١٢٣)

(٣٤٤٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٣٢١، و مسلم ١٠١٤ (انظر: ٧٦٣٤)

(۳۴۴۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا طَيِّبًا وَلَا يَصْعَدُ السَّمَاءَ إِلَّا طَيِّبٌ إِلَّا وَهُوَ يَضَعُهَا فِي يَدِ الرَّحْمٰنِ أَوْ فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ فَيُرَبِّيْهَا لَهُ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ مُهْرَهُ أَوْ فَلُوَّهُ حَتّٰى إِنَّ التَّمْرَةَ لَتَكُوْنُ مِثْلَ الْجَبَلِ الْعَظِيْمِ.)) (مسند احمد: ۸۳۶۳)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندۂ مومن حلال کمائی میں سے جو صدقہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ حلال چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور حلال ہی آسمان کی طرف چڑھتا ہے، بہرحال اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر یوں بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑی کے بچے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ ایک کھجور بڑے پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔''

(۳۴۴۹) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ بِعِدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَصْعَدُ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا الطَّيِّبُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهِ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ.)) (مسند احمد: ۸۳۶۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے بقدر صدقہ کرتا ہے، اور حلال چیز ہی اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں قبول کرتا ہے اور اسے مالک کے لئے یوں بڑھاتا رہتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑی کے بچے کی پرورش کرتا ہے، حتی کہ ایک کھجور ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔''

فوائد: ......ان نصوص میں پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنے کی اہمیت کا بیان ہے کہ کھجور کے ایک ایک دانے کا اجر پہاڑوں کی مانند ہوگا۔

تَقْسِيمُ الصَّدَقَةِ وَبَيَانُ الْأَصْنَافِ الثَّمَانِيَةِ
صدقات کی تقسیم اور زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کا بیان

اللہ تعالیٰ نے خود زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ.﴾ (سورۂ توبہ: ۶۰) ......''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت

(۳۴۴۸) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۴۴۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۳۲۱، و مسلم ۱۰۱۴ (انظر: ۷۶۳۴)

والا ہے۔'' اگلے ابواب میں ان آٹھ مصارف کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے

جَوَازُ اِعْطَاءِ قَوْمٍ وَحِرْمَان آخَرِيْنَ لِمَصْلَحَةٍ يَرَاهَا الْإِمَامُ

حکمران کا کسی مصلحت کی بنا پر بعض لوگوں کو دینا اور بعض کو محروم کر دینا

(۳٤٥٠) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قِسْمَةً، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَغَيْرُ هٰؤُلَاءِ أَحَقُّ مِنْهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِيْ بَيْنَ أَنْ يَسْأَلُوْنِيْ بِالْفُحْشِ أَوْ يُبَخِّلُوْنِيْ، فَلَسْتُ بِبَاخِلٍ۔)) (مسند احمد: ۲۳٤)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی چیز تقسیم کی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے جن لوگوں کو دیا ہے، ان کی بہ نسبت تو دوسرے لوگ زیادہ حق دار تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں نے مجھے یوں اختیار دیا ہے کہ وہ یا تو مجھ سے ناروا انداز سے طلب کریں گے یا پھر مجھے بخیل کہیں گے، جبکہ میں بخیل نہیں ہوں۔''

فوائد: ......اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ دوسروں کی بہ نسبت واقعی زیادہ مستحق تو نہیں تھے، لیکن اگر آپ ﷺ ان کو نہ دیتے تو انھوں نے نازیبا انداز میں گفتگو کر کے اصرار کے ساتھ آپ ﷺ سے مطالبہ کرنا تھا اور اگر پھر بھی آپ ﷺ ان کو نہ دیتے تو انھوں نے آپ ﷺ کو بخیل کہہ دینا تھا۔ معلوم ہوا کہ جاہل اور سخت طبیعت لوگوں سے نرمی اور دلجوئی کا معاملہ کرنا چاہیے اور ان کی تالیفِ قلبی کرنی چاہیے، کیونکہ اس میں مصلحت زیادہ ہے، بہرحال اس معاملے میں حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ اسلام کی بڑی منفعتوں کو سامنے رکھ کر تقسیم کار کا کوئی طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد واضح اور اسلام کی نظر میں قابل تعریف ہو، عصرِ حاضر میں اس معاملے میں حکمران طبقہ راہِ عدل و انصاف سے بہت دور جا چکا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں بخیل نہیں ہوں اور میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ لوگ مجھ سے اصرار کے ساتھ سوال کریں اور نہ ملنے پر ترش کلامی اور فحش گوئی پر اتر آئیں۔ اس لیے بہت زیادہ حقدار نہ ہونے کے باوجود میں ان کو مال دے دیتا ہوں۔ (بلوغ الامانی)۔ (عبداللہ رفیق)

(۳٤٥۱) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فِي أُنَاسٍ مِنْ قَوْمِي فَجَعَلَ يَفْرِضُ لِلرَّجُلِ مِنْ طَيِّءٍ فِي أَلْفَيْنِ وَيُعْرِضُ عَنِّي، قَالَ: فَاسْتَقْبَلْتُهُ

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اپنی قوم کے کچھ افراد کے ہمراہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے بنوطی کے ہر ہر فرد کو دو دو ہزار دیئے اور مجھ سے اعراض کیا، پھر میں ان کے سامنے آیا، لیکن انھوں نے بے رخی

(۳٤٥٠) تخريج: أخرجه مسلم: ۱۰٥٦ (انظر: ۲۳٤)

(۳٤٥۱) تخريج: أخرجه البخاري: ٤۳۹٤، ومسلم: ۲٥۲۳ (انظر: ۳۱٦)

فَأَعْرَضَ عَنِّی، ثُمَّ أَتَیْتُهُ مِنْ حِیَالِ وَجْهِهِ فَأَعْرَضَ عَنِّی، قَالَ: فَقُلْتُ: یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! أَتَعْرِفُنِی؟ قَالَ: فَضَحِكَ حَتّٰی اِسْتَلْقٰی لِقَفَاهُ ثُمَّ قَالَ: نَعَمْ وَاللّٰهِ! إِنِّی لَأَعْرِفُكَ، آمَنْتَ إِذْ كَفَرُوْا، وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوْا وَوَفَیْتَ إِذْ غَدَرُوْا، وإِنَّ أَوَّلَ صَدَقَةٍ بَیَّضَتْ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَوُجُوْهَ أَصْحَابِهِ صَدَقَةُ عَدِیٍّ جِئْتَ بِهَا إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ أَخَذَ یَعْتَذِرُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا فَرَضْتُ لِقَوْمٍ أَجْحَفَتْ بِهِمُ الْفَاقَةُ وَهُمْ سَادَةُ عَشَائِرِهِمْ لِمَا یَنُوْبُهُمْ مِنَ الْحُقُوْقِ۔)) (مسند احمد: ۳۱٦)

اختیار کی، پھر میں بالکل ان کے چہرہ کے سامنے آیا، تب بھی انہوں نے مجھ سے اعراض کیا، بالآخر میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ ﷺ مجھے پہچانتے ہیں؟ یہ بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس قدر ہنسے کہ گدی کے بل لیٹ گئے اور پھر فرمایا: جی ہاں، اللہ کی قسم! میں تمہیں پہچانتا ہوں، تم اس وقت ایمان لائے تھے جب یہ لوگ کفر پر ڈٹے ہوئے تھے، تم اس وقت اسلام کی طرف متوجہ ہوئے تھے جب ان لوگوں نے پیٹھ کی ہوئی تھی اور تم نے اس وقت وفاداری دکھائی جب یہ لوگ غداری کر رہے تھے، اور میں جانتا ہوں کہ سب سے پہلا صدقہ، جس نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے چہرے روشن کر دیئے تھے، وہ تو عدی کا صدقہ تھا، جو تم رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے تھے، بعد ازاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عدی سے معذرت کی اور کہا: میں نے ان لوگوں کو اس لئے دیا ہے کہ یہ لوگ آج کل فاقوں سے دو چار ہیں، جبکہ یہ اپنے اپنے قبیلوں کے سردار بھی ہیں اوران پر کافی ساری ذمہ داریاں ہیں۔

فوائد: ...... کتنی قابل غور بات ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کی خوبیوں کے معترف بھی ہیں اور وہ بار بار ان کے سامنے اس مقصد سے آ رہے ہیں کہ ان کو بھی کچھ مال ودولت دے دیا جائے، لیکن ان دو چیزوں کے باوجود ان کو کچھ بھی نہیں دیا جا رہا، کیونکہ بڑی مصلحت اور منفعت اس میں تھی کہ دوسروں لوگوں میں مال تقسیم کر دیا جائے۔

(۳٤٥۲) عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِی وَقَّاصٍ عَنْ أَبِیْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَعْطَی النَّبِیُّ ﷺ رِجَالاً وَلَمْ یُعْطِ رَجُلًا مِنْهُمْ شَیْئًا، فَقَالَ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ! أَعْطَیْتَ فُلَانًا وَلَمْ تُعْطِ فُلَانًا شَیْئًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((أَوْ مُسْلِمٌ۔)) حَتّٰی أَعَادَهَا سَعْدٌ ثَلَاثًا وَالنَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ: ((أَوْ مُسْلِمٌ۔)) ثُمَّ قَالَ

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کئی لوگوں کو مال دیا اور ان میں سے ایک فرد کو کچھ نہیں دیا، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے فلاں فلاں کو تو مال دیا ہے، مگر فلاں کو کچھ بھی نہیں دیا، حالانکہ وہ بھی تو مومن ہے؟ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''کیا وہ مسلمان نہیں ہے؟'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، لیکن آپ ﷺ یہی فرماتے رہے کہ ''کیا وہ مسلمان نہیں ہے؟''

(۳٤٥۲) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۷، ۱٤۷۸، ومسلم: ۱۵۰ (انظر: ۱۵۲۲)

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ: ((إِنِّی لَأُعْطِی رِجَالًا وَأَدَعُ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْهُمْ فَلَا أُعْطِیهِ شَیْئًا مَخَافَةَ أَنْ یُکَبُّوا فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوهِهِمْ۔)) (مسند احمد: ۱۵۲۲)

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ میں بہت سے لوگوں کو عطیات دیتا ہوں اور ان میں سے جو مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے، اسے کچھ نہیں دیتا، مبادا کہ دوسرے لوگ (عطیہ نہ ملنے کی وجہ سے) چہروں کے بل جہنم میں جا پڑیں گے۔''

فوائد: ......امام نووی نے کہا: جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ افضل و اعلی لوگوں کو چھوڑ کر دوسرے عام لوگوں میں اموال تقسیم کیے جا رہے ہیں، جبکہ ان کا خیال یہ تھا کہ کم یا زیادہ حصے کا دارومدار دین میں برتری پر ہے، نیز وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ جن لوگوں کو چھوڑ رہے ہیں، آپ ﷺ کو ان کی افضلیت کا علم نہیں ہے، اس لیے جب انھوں نے آپ ﷺ کے لیے ایسے لوگوں کی نشاندہی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا وہ مسلمان ہے؟'' لیکن سیدنا سعد رضی اللہ عنہ یہ نہ سمجھ سکے کہ آپ ﷺ ان کو اس قسم کی سفارش سے منع کرنا چاہتے ہیں، اس لیے تین دفعہ تکرار ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے وضاحت کی کہ تقسیم کا انحصار دین میں برتری پر نہیں ہے۔ جب کسی مقام پر ایمان اور اسلام کو فرق کے ساتھ پیش کیا جائے تو اسلام کا تعلق ظاہری اطاعت سے ہوتا ہے اور ایمان کا باطنی اطاعت سے، اس مقام پر آپ ﷺ یہ کہہ کر کہ ''یا وہ مسلمان ہے؟'' یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ کسی کے ایمان کا قطعی فیصلہ نہیں کر دینا چاہیے، کیونکہ اس کے باطن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ ایمان کی نفی نہیں کر رہے، بلکہ کسی کے ایمان کے بارے میں قطعی فیصلہ کر دینے سے منع کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی تقسیم کا دارومدار اس امر پر ہوتا تھا کہ اسلام کا زیادہ فائدہ کس میں ہے، اس لیے آپ ﷺ کافروں تک کو مال کی بڑی مقدار اس لیے عطا کر دیتے تھے کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ اس احسان کی وجہ سے مسلمان ہو جائیں اور واقعۃً ایسے ہوا بھی، اسی طرح آپ ﷺ نو مسلموں اور ضعیف الاسلام لوگوں کو قدیم اور راسخ الایمان صحابہ پر ترجیح دیتے تھے۔ اس مقام پر ہم بڑے دکھ اور ارمان کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس وقت تقسیمِ مال کے اس سلسلے میں امتِ مسلمہ کے مسئولین مکمل طور پر طرزِ نبوی سے منحرف ہو چکے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اس وقت مساجد، مدارس، دفاتر، خیراتی اداروں کی عمارتوں، ان کے دفتروں کی تعمیر پر اور ان میں استعمال ہونے والے فرنیچر پر اور ان کو خوبصورت سے خوبصورت تر بنانے پر بھاری سرمایہ خرچ کیا جا رہا ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ کے سنہری دور میں مال کا مصرف صرف اور صرف شخصیت تھی، آپ ﷺ کے دور میں مدینہ منورہ میں سب سے اہم مقام مسجدِ نبوی تھی، جو صرف جائے نماز نہیں تھی، بلکہ مسلمانوں کی ہدایت، سیاست اور قیادت کا مرکز تھی، لیکن جب اس کی تعمیر ہونے لگی تھی تو اعتدال کے علم بردار، حکمتوں سے معمور اور لوگوں کی امانتوں کے امین محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ((اِبْنُوْهُ عَرِیْشًا کَعَرِیْشِ مُوْسٰی۔)) ''موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح اس کو تعمیر کر دو۔'' لیکن آج خدمتِ اسلام کی بنیاد خوبصورت عمارت پر ہے، عصرِ حاضر میں غریبوں اور مسکینوں کا پرسانِ حال کوئی نہیں رہا،

جس ادارے کا رقم کی صورت میں تعاون کیا جائے، وہ صرف اس سوچ کا پابند ہو کر رہ گیا ہے کہ اس مال کو دیواروں پر کیسے "تھوپا" جائے یا پھر ادارے کی توسیع اور خود کفالت کا مسئلہ کھڑا کیا ہے جائے گا، یہ اس دور والوں کا طرزِ نبوی سے انحراف اور بے اعتدالی کی بڑی قسم ہے۔

اَلْفَقِيْرُ وَالْمِسْكِيْنُ
فقیر اور مسکین کا بیان

(٣٤٥٣) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ هٰذَا الطَّوَّافُ الَّذِی عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِی لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَيَسْتَحْيِی اَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ۔)) (مسند احمد: ٨١٧٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے مانگنے کے لیے چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک دو دو لقمے یا ایک دو دو کھجوریں لے کر واپس آ جاتا ہے، بلکہ دراصل مسکین وہ ہوتا ہے جو اپنی جائز ضرورت کو پورا نہ کر سکتا ہو اور لوگوں سے مانگنے میں جھجک محسوس کرتا ہو اور اس کی (اس صفت کی وجہ سے اس کی مسکنت) کو سمجھا بھی نہیں جاتا کہ اس پر صدقہ کیا جائے۔"

(٣٤٥٤) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِی تَرُدُّهُ الْاُكْلَةُ وَالْاُكْلَتَانِ، اَوِ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِی لَا يَسْأَلُ شَيْئًا وَلَا يُفْطَنُ بِمَكَانِهِ فَيُعْطٰی۔ (مسند احمد: ٩١٠٠)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جس کو ایک دو دو لقمے یا کھجوریں واپس کر دیتی ہیں، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود) کسی چیز کا سوال نہیں کرتا اور نہ اس (کی ضرورت کو) سمجھا جاتا ہے کہ اسے کچھ دے دیا جائے۔"

(٣٤٥٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) قَالُوْا: فَمَنِ الْمِسْكِيْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ قَالَ: ((الَّذِی لَا يَجِدُ غِنًى وَلَا يَعْلَمُ النَّاسُ بِحَاجَتِهِ فَيُصَدَّقَ عَلَيْهِ۔)) قَالَ الزُّهْرِیُّ وَذٰلِكَ هُوَ الْمَحْرُوْمُ۔ (مسند احمد: ٧٥٣٠)

(تیسری سند) صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! مسکین کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ ہے جو نہ اپنی جائز ضروریات پوری کر سکتا ہو اور نہ لوگوں کو اس کی حاجت کا پتہ چل سکتا ہو کہ اس پر صدقہ کیا جائے۔" امام زہری کہتے ہیں: اسی کو محروم کہتے ہیں۔

(٣٤٥٣) تخريج: اخرجه البخاری: ١٤٧٩، ومسلم: ١٠٣٩ (انظر: ٨١٨٧)
(٣٤٥٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٣٤٥٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

فوائد: ...... امام زہری کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے: ﴿فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ﴾...... ''ان کے مالوں میں مقرر حق ہے، سائل اور محروم کے لیے۔''

(٣٤٥٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ رَابِعٍ) اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ اَوِ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَان، إِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الْمُتَعَفِّفُ، اِقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ ﴿لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ (مسند احمد: ٩١٢٩)

(چوتھی سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے کہ جس کو ایک دو دو کھجوریں اور لقمے واپس کر دیں، مسکین تو صرف اورصرف وہ ہے جو (لوگوں سے) سوال کرنے سے بچے، اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ''وہ لوگوں سے اصرار کے ساتھ سوال نہیں کرتے۔''

فوائد: ...... پوری آیت یوں ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْاَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَّمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (سورۂ بقرہ: ٢٧٣) ...... ''صدقات کے مستحق صرف وہ غربا ہیں، جو اللہ کی راہ میں روک دیے گئے، جو زمین میں چل پھر نہیں سکتے، نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرتے ہیں، آپ ان کے چہرے دیکھ کر قیافہ سے انہیں پہنچان لیں گے، وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے، تم جو کچھ مال خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔''

(٣٤٥٧) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ خَامِسٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ بِالطَّوَّافِ عَلَيْكُمْ اَنْ تُطْعِمُوْهُ لُقْمَةً لُقْمَةً إِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الْمُتَعَفِّفُ الَّذِي لَا يَسْاَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا۔ (مسند احمد: ١٠٥٧٦)

(پانچویں سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی مسکین نہیں جو تم پر اس لیے چکر لگاتا ہے کہ تم اس کو ایک ایک لقمہ کھلا دو، مسکین تو صرف وہ ہے جو ایسا پاکدامن ہے کہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتا۔''

(٣٤٥٨) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ٣٦٣٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے۔

فوائد: ...... سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ گھومنے والا مسکین ہے اور نہ وہ مسکین ہے جس کو ایک دو کھجوریں اور ایک دو لقمے واپس کر دیں، بلکہ مسکین تو بچنے والا ہے، یعنی جو

(٣٤٥٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٤٥٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٤٥٨) صحيح لغيره۔ اخرجه ابو يعلى: ٥١١٨، والطحاوى فى "شرح معانى الآثار": ١/ ٢٧ (انظر: ٣٦٣٦)

لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا اور نہ اس کی مسکینی کو سمجھا جا سکتا ہے کہ اس پر صدقہ کیا جائے۔''

فوائد: ......ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسکین وہ ہوتا ہے جو نہ تو اتنے مال کا مالک ہو کہ وہ اسے کفایت کر سکے، نہ اس کی حالت ایسی ہو کہ لوگ اس کی مسکینی کو پہچان سکیں اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہو۔ یہ اصل اور کامل مسکین کی تعریف ہے۔ رہا مسئلہ فقیر کا تو اس کے بارے میں کہنا چاہیے کہ جو شخص غنی نہ ہو، یعنی کفایت کرنے والی چیزوں کا مالک نہ ہو، وہ فقیر ہوگا۔ غنی کی مقدار کا بیان حدیث نمبر (۳۵۰۲) میں آ رہا ہے۔ عام فہم انداز میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ فقیر اور مسکین دونوں کے مفہوم میں یہ بات تو قطعی ہے کہ جو حاجت مند ہوں اور اپنی حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مطلوبہ رقم اور وسائل سے محروم ہوں، ان کو فقیر اور مسکین کہا جاتا ہے۔ ان احادیث کا یہ مفہوم بیان نہیں کیا جا سکتا کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرے، اسے کچھ نہیں دیا جا سکتا، اصل میں اس آدمی کو سوال کرنے اور زکوۃ وصول کرنے کی گنجائش ہے، جس کی آمدن اس کے جائز اخراجات پوری نہ کر رہی ہو، ہاں اگر وہ صبر کرتے ہوئے سوال کرنے سے بچا رہے تو اس میں اس کی برتری ہوگی۔

(۳٤٥۹) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَشَکَا إِلَیْهِ الْحَاجَةَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: ((مَا عِنْدَكَ شَیْءٌ؟)) فَأَتَاهُ بِحِلْسٍ وَقَدَحٍ وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((مَنْ یَشْتَرِیْ هٰذَا؟)) فَقَالَ رَجُلٌ: اَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، فَقَالَ: ((مَنْ یَزِیْدُ عَلٰی دِرْهَمٍ؟)) فَسَکَتَ الْقَوْمُ، فَقَالَ: ((مَنْ یَزِیْدُ عَلٰی دِرْهَمٍ؟)) فَقَالَ رَجُلٌ: اَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَیْنِ، فَقَالَ: ((هُمَا لَكَ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثٍ: ذِیْ دَمٍ مُوْجِعٍ اَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ۔)) (مسند احمد: ۱۲۱۵۸)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اپنی ضرورت کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تمہارے پاس کوئی چیز نہیں ہے؟ پس وہ ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ لے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ چیزیں کون خریدے گا؟ ایک صحابی نے کہا: میں ایک درہم کے عوض خریدوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی ہے جو ایک درہم سے زیادہ قیمت لگائے گا؟'' لوگ خاموش رہے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کوئی ایسا آدمی ہے جو ایک درہم سے زائد قیمت لگائے گا؟'' ایک آدمی نے کہا: ''جی میں یہ چیزیں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ٹھیک ہے) یہ تمہاری ہو گئیں۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوال کرنا صرف تین افراد کے لیے حلال ہے: کسی مقتول کی تکلیف دہ دیت ادا کرنے والا، بہت زیادہ مقروض اور بہت زیادہ فقیر۔''

(۳٤٥۹) اسناده ضعیف، لجهالة حال ابی بکر الحنفی، لکن قوله: ((ان المسألة لا تحل ......)) صحیح بالشواهد۔ اخرجه ابوداود: ۱٦٤۱، وابن ماجه: ۲۱۹۸، والترمذی: ۱۲۱۸ (انظر: ۱۲۱۳٤)

فوائد: ......سنن ابی داود کی روایت میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے اسے اِن دو درہموں کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایک درہم کا کھانے خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دے اور دوسرے درہم کا کلہاڑا خرید کر لائے، اس نے ایسا ہی کیا اور آپ ﷺ نے اس میں دستہ ڈالا اور اسے فرمایا: ''جا اور لکڑیاں کاٹ کر بیچنا شروع کر دے اور میں تجھے پندرہ دن نہ دیکھنے پاؤں۔'' وہ چلا گیا اور ان ہدایات کے مطابق کام کرتا رہا، جب وہ واپس آیا تو وہ دس درہموں کا مالک بن چکا تھا، پھر اس نے بعض درہموں سے کپڑے خریدے اور بعض سے کھانا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی یہ صورتحال دیکھ کر فرمایا: ''یہ کام تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تو اس حال میں آتا کہ لوگوں سے مانگنے کا نکتہ اور نشان تیری چہرے پر ہوتا، سوال کرنا صرف تین قسم کے لوگوں کے لیے جائز ہے: ......'' ''کسی مقتول کی دیت ادا کرنے والا'' اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ ذمہ داری اٹھا لیتا ہے کہ وہ قاتل کی طرف سے مقتول کی دیت اس کے لواحقین کو ادا کرے گا، لیکن بعد میں اس کا اہتمام کرنا اس کے بس کی بات نہیں رہتی، سوائے اس کے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔ اِس اور اِس موضوع کی دیگر شرعی نصوص کا تقاضا یہ ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ سوال کرنا ناجائز ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ وہ حسبِ استطاعت اس سے گریز کرے، احادیثِ مبارکہ اس میں بھیک مانگنے کی بڑی مذمت کی گئی ہے، الا یہ کہ کسی کی شرعی مجبوری ہو، لیکن ایسے مجبور کو بار بار سوچنا چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا عذر مقبول ہوگا۔

اَلْعَامِلُوْنَ عَلَيْهَا
عاملینِ زکوۃ

(۳٤٦٠) عَـنْ ابْـنِ السَّاعِدِيِّ الْمَالِكِيِّ اَنَّهُ قَـالَ: إِسْتَـعْـمَلَنِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى الـصَّـدَقَةِ، فَـلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَاَدَّيْتُهَا إِلَيْهِ اَمَـرَ لِـی بِعُمَالَةٍ، فَقُلْتُ لَهُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْـرِی عَـلَـى اللّٰهِ، قَالَ: خُذْ مَا اُعْطِيْتَ فَـإِنِّی قَدْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَـعَـمَّـلَـنِـی، فَقُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ لِی رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّـی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَـحْـبِـهِ وَسَـلَّـمَ: ((إِذَا اُعْطِيْتَ شَيْئًا مِنْ غَيْـرِ اَنْ تَسْـاَلَ فَـكُـلْ وَتَصَدَّقْ۔)) (مسند احمد: ۳۷۱)

ابن ساعدی مالکی کہتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات کا عامل مقرر کیا ہے، جب میں نے اس کام سے فارغ ہو کر سارا حساب ان کے حوالے کیا تو انھوں نے حکم دیا کہ مجھے اس خدمت کی اجرت دی جائے۔ لیکن میں نے کہا: میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر بھی اللہ تعالیٰ پر ہے، لیکن انہوں نے کہا: جو چیز تم کو دی جا رہی ہے، اس کو لے لو، کیونکہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اسی طرح کا ایک کام کیا تھا اور جب آپ ﷺ نے مجھے اس عمل کی اجرت دی اور میں نے تیرے والی بات کہی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: ''تمہیں جو چیز بن مانگے مل رہی ہو اس کو لے لیا کرو اور خود بھی کھایا کرو اور صدقہ بھی کیا کرو۔''

(۳٤٦٠) تخریج: اخرجه البخاری: ۷۱٦۳، ومسلم: ۱۰٤٥ (انظر: ۳۷۱)

فوائد: ......معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو صدقہ و زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے، ان کو اس مال میں سے تنخواہ دی جا سکتی ہے، بعض لوگ مساجد و مدارس کے سفیر حضرات پر اس بنا پر سخت طعن کرتے ہیں کہ وہ اسی فنڈ کا کچھ حصہ بطورِ تنخواہ لیتے ہیں، حالانکہ قرآن و حدیث کی نصوص سے اس کے لیے رزق کی یہ صورت حلال ہے۔

(٣٤٦١) عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ وَلِيَ لَنَا عَمَلاً وَلَيْسَ لَهُ مَنْزِلٌ فَلْيَتَّخِذْ مَنْزِلاً اَوْلَيْسَتْ لَهُ زَوْجَةٌ فَلْيَتَزَوَّجْ، اَوْ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَتَّخِذْ خَادِمًا، اَوْ لَيْسَتْ لَهُ دَابَّةٌ فَلْيَتَّخِذْ دَابَّةً، وَمَنْ اَصَابَ شَيْئًا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ)) (مسند احمد: ١٨١٧٨)

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ہمارے کسی کام کا ذمہ دار بنے تو اگر اس کا گھر نہ ہو تو وہ (سرکاری خزانے سے) گھر بنا لے، اگر بیوی نہ ہو تو وہ شادی کر لے، اگر اس کا خادم نہ ہو تو وہ خادم بھی بنا لے اور اگر اس کی سواری نہ ہو تو سواری بھی بنا لے، اگر کسی نے اس کے علاوہ کوئی چیز لی تو وہ خائن ہوگا۔''

(٣٤٦٢) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ: ((فَهُوَ غَالٌّ اَوْ سَارِقٌ۔)) (مسند احمد: ١٨١٨٠)

(دوسری سند) اسی طرح کی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں ہے: ''......کہ وہ خائن یا چور ہوگا۔''

فوائد: ......معلوم ہوا کہ ملازم اور مسئول کو جن سہولیات کا حق کسی ادارے کی طرف سے دیا جائے، وہ اس سے استفادہ کر سکتا ہے، لیکن اس سلسلے میں اس کو جس چیز کا حق دیا جائے، اس سے اس کو تجاوز نہیں کرنا چاہیے، وگرنہ حرام کی ملاوٹ ہو جائے گی۔ اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کا یہ ماحول ہے کہ اگر سرکاری اور غیر سرکاری ادارے اپنے ملازمین کو موٹر سائیکل، گاڑی، مکان اور دیگر سہولتوں اور بھاری تنخواہوں سے نواز دیں تو ایسے ملازم کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس کے کمال کی بڑی تعریف کی جاتی ہے، لیکن اگر کسی مسجد و مدرسہ کی انتظامیہ ان اسلامی اداروں سے متعلقہ کسی آدمی کو اس قسم کی سہولتوں سے مستفید ہونے کا موقع دے دے، تو ہر طرف سے یہی آواز سنائی دیتی ہے کہ اب مولوی لوگ تو بگڑ گئے ہیں، انھوں نے تو خیانتیں شروع کر دی ہیں، لوگوں کی رقم کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں اسی قسم کی ایک مثال گردش کر رہی ہے کہ ایک بڑا ہی معقول اور اسلامی ذہن کا آدمی تھا، لیکن وہ ایک مسجد کے امام پر اس بنا پر سخت طعن کر رہا تھا کہ اس کے گھر میں مسجد کا پانی استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ وہ مسجد ایک اڈے کے قریب تھی۔ میں نے اس آدمی سے یہ سوال کیا کہ اگر اڈے کے لوگ مسجد کی لیٹرین، غسل خانہ، واٹر کولر، گیزر، بجلی اور سونے کے لیے صفیں تک استعمال کریں تو اس کے بارے میں جناب کی کیا رائے

(٣٤٦١) حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لسوء حفظ ابن لهيعة۔ اخرجه ابوداود: ٢٩٤٥ (انظر: ١٨٠١٥)
(٣٤٦٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

ہوگی، جبکہ ان میں سے بعض لوگ بے نمازی بھی ہیں؟ اس نے فوراً کہا کہ ان کے لیے یہ جائز ہے کیونکہ انتظامیہ نے اجازت دے رکھی ہے۔ عوام الناس سے گزارش ہے کہ وہ انصاف کی عینک لگائیں اور اعتراض برائے اعتراض کی عادت چھوڑ دیں، شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مسجد و مدرسہ کی انتظامیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خطیب، امام، مدیر، استاذ، خادم اور ان اداروں سے متعلقہ دوسرے افراد کو مختلف سہولتوں سے نوازے اور ان کو ایسا کرنا بھی چاہیے تاکہ یہ لوگ بھی احساس کمتری سے محفوظ رہ کر معاشرے کے تقاضے پورے کرسکیں۔

(٣٤٦٣) عَنْ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((إِنَّ الْخَازِنَ الْاَمِیْنَ الَّذِی یُعْطِی مَا أُمِرَ بِہِ کَامِلًا مُوَفَّرًا، طَیِّبَۃً بِہِ نَفْسُہُ حَتّٰی یَدْفَعَہُ إِلَی الَّذِی أُمِرَ لَہُ بِہِ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَیْنِ۔)) (مسند احمد: ١٩٧٤١)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس دیانت دار خزانچی کو جو حکم دیا جائے، اگر وہ اسی کے مطابق اور نفس کی خوشی کے ساتھ پوری طرح اس شخص کو دے دے، جس کا اسے کہا گیا تھا، تو وہ دو صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہوگا۔''

فوائد: ...... خزانچی لوگوں کو چاہیے کہ وہ ''مدعی سست اور گواہ چست'' والا معاملہ نہ کریں، بلکہ مالکان کی طرف خیر و بھلائی کے امور میں خرچ کرنے کا ان کو جو حکم دیا جائے وہ اس پر عمل گزریں اور ان کی خوشامد کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو بڑا خیرخواہ ثابت کرنے کے لیے ان کو بخل کی تجویز نہ دیں۔

ایک اصل صاحب مال اور دوسرا خزانچی۔ گویا اگرچہ خزانچی اپنی جیب سے مال نہیں خرچ کر رہا، لیکن خوش دلی سے اور مالک کی ہدایات کے مطابق مال دینے کی وجہ سے صاحب مال کی طرح اجر وثواب کا حق دار ہے۔ یہ معنی اس وقت ہے جب ''المتصدقین'' پڑھا جائے اگر جمع کا لفظ ہو (المتصدقین) تو معنی ہوگا وہ صدقہ کرنے والوں میں سے ایک صدقہ کرنے والا ہے۔ (عبداللہ رفیق)

(٣٤٦٤) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ ؓ قَالَ: بَعَثَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَاعِیًا فَاسْتَاذَنْتُہُ اَنْ نَأْکُلَ مِنَ الصَّدَقَۃِ فَاَذِنَ لَنَا۔ (مسند احمد: ١٧٤٤٢)

سیدنا عقبہ بن عامر ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوۃ کی وصولی کے لئے روانہ کیا، جب میں نے صدقہ کے مال میں سے کچھ کھانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت دے دی۔

فوائد: ...... بہر حال صدقہ وزکوۃ کا عامل اور ساعی کو اسی مال میں سے تنخواہ دی جا سکتی ہے۔

(٣٤٦٣) تخریج: اخرجه البخاری: ١٤٣٨، ٣٢١٩، ومسلم: ١٠٢٣ (انظر: ١٩٥١٢)

(٣٤٦٤) تخریج: اسناده ضعيف لابهام الراوی الذی سمع عقبة بن عامر (انظر: ١٧٣٠٩)

(٣٤٦٥) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((أَعْطُوْا الْعَامِلَ مِنْ عَمَلِهِ فَإِنَّ عَامِلَ اللّٰهِ لَا يَخِيبُ۔)) (مسند احمد: ٨٥٨٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عامل کو اس کے کام او رمحنت میں سے دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام کرنے والا محروم نہیں رہتا۔''

(٣٤٦٦) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْعَامِلُ فِي الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ لِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَالْغَازِي فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهِ)) (مسند احمد: ١٥٩٢٠)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صدقات کی وصولی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے۔''

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ اس حدیثِ مبارکہ میں جس عامل کی تعریف کر رہے ہیں، عصر حاضر میں ایسے لوگوں کا فقدان ہے اور بہت سارے ملازمین اپنے حق میں یا تو شرعی مسائل سے غافل ہیں یا پھر اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں ظالم ہیں۔

اَلْمُؤَلَّفَةُ قُلُوْبُهُمْ
ان لوگوں کا بیان، جن کو تالیفِ قلبی کے لیے زکوۃ دی جاتی ہے

(٣٤٦٧) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ فَيُسْلِمُ لِشَيْءٍ يُعْطَاهُ مِنَ الدُّنْيَا، فَلَا يُمْسِي حَتّٰى يَكُوْنَ الْإِسْلَامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ وَأَعَزَّ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (مسند احمد: ١٢٠٧٣)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر محض اس لئے اسلام قبول کرتا کہ اسے کچھ دنیوی مفاد حاصل ہو جائے گا، لیکن ابھی تک شام نہیں ہوتی تھی کہ اسلام اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے پسندیدہ اور معزز بن چکا ہوتا تھا۔

(٣٤٦٨) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يُسْئَلُ شَيْئًا عَنِ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَعْطَاهُ، قَالَ: فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ فَأَمَرَ لَهُ بِشَاءٍ كَثِيْرٍ بَيْنَ جَبَلَيْنِ مِنْ شَاءِ الصَّدَقَةِ، قَالَ: فَرَجَعَ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے نام پر کوئی چیز مانگی جاتی تو آپ ﷺ وہ دے دیتے تھے، ایک دن ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے دو

(٣٤٦٥) تخریج: اسناده ضعيف من اجل ابن لهيعة (انظر: ٨٦٠٤م)

(٣٤٦٦) تخریج: حديث حسن، هذا الاسناد منقطع، لكنه جاء متصلا ايضا في الرواية الآتية في المسند: ٤/ ١٤٣ (انظر: ١٥٨٢٦)

(٣٤٦٧) تخریج: انظر الحديث الآتي بعده (انظر: ١٢٠٥٠)

(٣٤٦٨) تخریج: اخرجه مسلم: ٢٣١٢ بلفظ قريب منه (انظر: ١٢٠٥١)

إِلٰى قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا قَوْمِ! أَسْلِمُوْا فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي عَطَاءً مَا يَخْشَى الْفَاقَةَ۔ (مسند احمد: ۱۲۰۷٤)

پہاڑوں کے درمیان والی گھاٹی کو بھر دینے والی زکوۃ کی بہت زیادہ بکریاں اسے دے دیں، جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا تو اس نے کہا: اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ، بے شک محمد ﷺ اس قدر سخاوت کرتے ہیں کہ انہیں اپنے فاقے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

(۳٤٦۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَفَّانُ ثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَتَاهُ شَيْءٌ، فَأَعْطَاهُ نَاسًا وَتَرَكَ نَاسًا، وقَالَ جَرِيْرٌ أَعْطٰى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا قَالَ: فَبَلَغَهُ عَنِ الَّذِيْنَ تَرَكَ، أَنَّهُمْ عَتِبُوْا وَقَالُوْا، قَالَ: فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنِّي أُعْطِي نَاسًا وَأَدَعُ نَاسًا، وَأُعْطِي رِجَالًا وَأَدَعُ رِجَالًا۔)) قَالَ: عَفَّانُ قَالَ: ذِي وَذِي، وَالَّذِيْنَ أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُعْطِي، أُعْطِي نَاسًا لِمَا فِي قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَأَكِلُ قَوْمًا إِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغَنٰى وَالْخَيْرِ، وَمِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ۔)) قَالَ: وَكُنْتُ جَالِسًا تِلْقَاءَ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ۔ (مسند احمد: ۲۰۹٤۸)

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تقسیم کے لئے کچھ مال آیا، آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا اور بعض کو نہ دیا، جن لوگوں کو نہیں دیا گیا، انھوں نے (شکوہ کرتے ہوئے) ناقدانہ کلام کیا اور آپ ﷺ کو ان کی باتوں کا علم بھی ہو گیا۔ پس آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: ''میں بعض لوگوں کو مال دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا، اور میں جن کو نہیں دیتا وہ مجھے ان لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں، جن کو دیتا ہوں، میں جن لوگوں میں مال تقسیم کرتا ہوں، ان کی بے صبری اور گھبراہٹ کی وجہ سے ایسے کرتا ہوں، اور بعض لوگوں کو اس غِنٰی اور خیر کے سپرد کر دیتا ہوں، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ودیعت رکھی ہوتی ہے، مثال کے طور پر عمرو بن تغلب ہیں'' (یہ سن کر) سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت بالکل رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، (مجھے یہ کلمہ اس قدر محبوب لگا کہ) میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ ﷺ کی اس بات کے عوض مجھے سرخ اونٹ ملیں۔

فوائد: ......زکوۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک مصرف یہ ہے کہ اس مال سے لوگوں کی تالیفِ قلبی کی جائے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے: ایک تو وہ کافر ہے، جو کچھ کچھ اسلام کی طرف مائل ہو اور اس کی امداد کرنے پر یہ امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ دوسرے، وہ نو مسلم افراد ہیں، جن کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے امداد دینے کی

(۳٤٦۹) تخریج: اخرجه البخاری: ۹۲۳، ۳۱٤۵، ۷۵۳۵ (انظر: ۲۰٦۷۲)

ضرورت ہو۔ تیسرے، وہ افراد بھی ہیں جن کو امداد دینے کی صورت میں یہ امید ہو کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے اور اس طرح وہ قریب کے کمزور مسلمانوں کا تحفظ کریں۔ یہ اور اس قسم کی دیگر صورتیں تالیفِ قلب کی ہیں، جن پر زکوۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے، چاہے مذکورہ افراد مالدار ہی ہوں، احناف کے نزدیک یہ مصرف ختم ہو گیا، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے، حالات وظروف کے مطابق ہر دور میں اس مصرف پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔

اَلصَّدَقَةُ فِی الرِّقَابِ
غلاموں کی آزادی پر زکوۃ صرف کرنا

(۳۴۷۰)عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ قَالَ: جَاءَ اَعْرَابِیٌّ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِی عَمَلًا یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ، فَقَالَ: ((لَئِنْ كُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْأَلَةَ اَعْتِقِ النَّسَمَةَ، وَفُكَّ الرَّقَبَةَ۔)) فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَوَ لَیْسَتَا بِوَاحِدَةٍ، قَالَ: ((لَا، إِنَّ عِتْقَ النَّسَمَةِ اَنْ تُفْرِدَ بِعِتْقِهَا، وَفَكُّ الرَّقَبَةِ اَنْ تُعِیْنَ فِی عِتْقِهَا وَالْمِنْحَةُ الْوَكُوْفُ، وَالْفَیْءُ عَلَی ذِی الرَّحِمِ الظَّالِمِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذَلِكَ فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْآنَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنَ الْخَیْرِ۔)) (مسند احمد: ۱۸۸۵۰)

سیدنا براء بن عازب ؓ کہتے ہیں: ایک بدو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسے عمل کی تعلیم دیں کہ جس کی بدولت میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے بات تو مختصر کی ہے، لیکن بہت بڑی بات پوچھی ہے، بہرحال کسی غلام کو مکمل آزاد کر یا کسی کو آزاد کرنے میں حصہ ڈال۔'' اس نے کہا: کیا یہ دونوں کام ایک ہی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی نہیں، ''عِتْقُ النَّسَمَه'' یہ ہے کہ تم اکیلے کسی کو آزاد کرو اور ''فَكُّ الرَّقَبَه'' یہ ہے کہ تم کسی غلام کی آزادی میں حصہ ڈال دو، (بقیہ نیک اعمال یہ ہیں کہ) تم دودھ والا جانور عاریۃً کسی کو دے دو اور اپنے رشتہ دار، خواہ وہ ظالم ہی ہو، کے ساتھ صلہ رحمی کرو، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو کسی بھوکے کو کھانا کھلایا کرو، پیاسے کو پانی پلایا کرو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو، اگر ان امور کی طاقت بھی نہ ہو تو اپنی زبان کو خیر والے امور کے علاوہ (باقی کاموں سے) روک لو۔''

(۳۴۷۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(۳۴۷۰)تخریج: اسناده صحیح۔ اخرجه الدارقطنی: ۲/ ۱۳۵، والطیالسی: ۷۳۹، والبیهقی: ۱۰/ ۲۷۲، وابن حبان: ۳۷٤، والحاکم: ۲/ ۲۱۷ (انظر: ۱۸٦٤۷)

(۳٤۷۱) اسناده قوی۔ اخرجه ابن ماجه: ۲۵۱۸، والترمذی: ۱٦۵۵، والنسائی: ٦/ ۱۵ (انظر: ۷٤۱٦)

قَالَ: ((ثَلَاثٌ کُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُ: الْمُجَاهِدُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَالنَّاکِحُ الْمُسْتَعِفُّ، وَالْمُکَاتَبُ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ۔)) (مسند احمد: ۷۴۱۰)

''تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ پر حق ہے: (۱) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، (۲) پاکدامنی کے مقصد سے نکاح کرنے والا اور (۳) وہ مکاتَب غلام جو اپنی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو۔''

فوائد: ......مکاتَب: وہ غلام جس نے اپنے آقا سے رقم مقرر کر کے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ کیا ہو۔ دونوں احادیث اس موضوع پر واضح نہیں ہیں کہ زکوۃ کے مال سے غلاموں کو آزاد کیا جائے، بہرحال یہ مسئلہ اپنی جگہ درست ہے کہ زکوۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک مصرف غلاموں کی آزادی ہے، وہ مکاتَب ہوں یا غیر مکاتَب۔

اَلْغَارِمُوْنَ
قرض داروں کو زکوۃ دینا

تنبیہ: جن لوگوں کو دستِ سوال پھیلانے کی عادت ہے اور جو افراد دوسروں کے سامنے اپنے مسائل، مصائب، شکایات اور ضروریات بیان کرنے کا شوق ہوتا ہے، ان کو انتہائی غور کے ساتھ درج ذیل احادیث کا مطالعہ کرنا چاہیے، خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی جائز ضرورت کے بغیر سوال کرتا ہے، وہ حرام کھاتا ہے۔

(۳۴۷۲) عَنْ کِنَانَةَ بْنِ نُعَیْمٍ عَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ (الْهِلَالِی) رضی اللہ عنہ قَالَ: حَمَلْتُ حَمَالَةً، (وَفِی رِوَایَةٍ تَحَمَّلْتُ بِحَمَالَةٍ) فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَسَاَلْتُهُ فِیْهَا، فَقَالَ: ((اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَةُ، فَإِمَّا اَنْ نَحْمِلَهَا وَإِمَّا اَنْ نُعِیْنَكَ فِیْهَا۔)) وَقَالَ: ((إِنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ، لِرَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةَ قَوْمٍ فَیَسْاَلُ فِیْهَا، حَتّٰی یُؤَدِّیَهَا ثُمَّ یُمْسِكُ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَیَسْاَلُ فِیْهَا حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْ سِدَادًا مِنْ عَیْشٍ ثُمَّ یُمْسِكُ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَیَسْاَلُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْ سِدَادًا مِنْ عَیْشٍ ثُمَّ یُمْسِكُ، وَمَا

سیدنا قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے (لوگوں میں اصلاح کی غرض سے) ایک مالی ضمانت قبول کر لی اور اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر تعاون کی گزارش کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے پاس زکوۃ آنے تک انتظار کرو، یا تو ہم مکمل ادائیگی کر دیں گے یا اس سلسلہ میں کچھ تعاون کر دیں گے۔'' نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوال کرنا اور مانگنا حلال نہیں ہے، مگر تین قسم کے آدمیوں کے لئے: (۱) وہ آدمی جو لوگوں (کے درمیان اصلاح) کی خاطر مالی ضمانت دے دیتا ہے، وہ اس سلسلے میں سوال کر سکتا ہے، لیکن جب وہ ضمانت ادا کر دے تو مانگنے سے باز آ جائے، (۲) وہ آدمی کہ اس پر ایسی آفت آ پڑے کہ اس کے مال کو تباہ کر دے، تو وہ ضرورت پوری ہونے تک سوال کر لے اور پھر ایسا کرنے سے رک جائے اور (۳) وہ آدمی جو فاقہ میں مبتلا

(۳۴۷۲) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۴۴ (انظر: ۱۰۶۰۱)

سِوَی ذَلِكَ مِنَ الْمَسَائِلِ سُحْتًا يَا قَبِيصَةُ يَأْكُلُهُ صَاحِبُهُ سُحْتًا۔)) (مسند احمد: ٢٠٨٧٧)

ہو گیا ہو، ایسا آدمی بھی حاجت پوری ہونے تک سوال کر سکتا ہے، لیکن پھر ایسا کرنے سے باز آ جائے۔ قبیصہ! ان صورتوں کے علاوہ مانگنا حرام ہے، ایسا کرنے والا حرام کھاتا ہے۔''

فوائد: ...... ''مالی ضمانت قبول کرنا'' اس کی صورت یہ ہے کہ دو قبیلوں یا دو آدمیوں کے درمیان کسی مالی معاملے پر ہونے والی کسی جھگڑے کو رفع دفع کرنے کے لیے ایک آدمی قرض لے کر معاملے کو سنوار کر صلح کروا دیتا ہے، چونکہ اس آدمی نے اپنی ذاتی ضرورت کے لیے قرضہ نہیں لیا، اس لیے اس کی ادائیگی کے لیے وہ دوسروں سے سوال کر سکتا ہے یا زکوۃ لے سکتا ہے۔ فاقہ میں مبتلا ہونے سے مراد یہ ہے کہ سیلاب، آگ، آسمانی آفت یا آندھی وغیرہ کی وجہ سے کسی آدمی کا مال اس طرح تباہ ہو جائے کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہے، ایسی صورت میں جائز حد تک حالات درست ہو جانے تک وہ لوگوں سے سوال کر سکتا ہے۔

(٣٤٧٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيهِ:) ((وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ أَوْ حَاجَةٌ حَتَّى يَشْهَدَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ أَنَّهُ قَدْ أَصَابَتْهُ حَاجَةٌ أَوْ فَاقَةٌ۔)) (مسند احمد: ١٦٠١١)

(دوسری سند) یہی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ''(تیسرا) وہ فاقہ کش اور ضرورت مند آدمی ہے کہ جس کی قوم کے تین عقلمند آدمی یہ گواہی دے دیں کہ واقعی فلاں آدمی حاجت اور فاقے میں مبتلا ہے۔''

(٣٤٧٤) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثٍ: ذِي دَمٍ مُوجِعٍ، أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ، أَوْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ۔)) (مسند احمد: ١٢١٥٨)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک سوال کرنا حلال نہیں ہے، مگر تین افراد کے لیے: کسی مقتول کی تکلیف دہ دیت ادا کرنے والا، بہت زیادہ مقروض اور بہت زیادہ فقیر۔''

(٣٤٧٥) عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ (مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ) رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّا قَوْمٌ نَتَسَاءَلُ أَمْوَالَنَا، قَالَ:

سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! ہم ایسی قوم ہیں کہ ایک دوسرے سے مانگتے ہیں، (کیا یہ جائز ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کسی

(٣٤٧٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٤٧٤) تخريج: صحيح بالشواهد، وهذا الحكم لهذه القطعة، وهو حديث طويل ـ اخرجه ابوداود: ١٦٤١، وابن ماجه: ٢١٩٨، والترمذي: ١٢١٨ (انظر: ١٢١٣٤)

(٣٤٧٥) تخريج: اسناده حسن۔ اخرجه البيهقي: ٧/ ٢٢، وعبد الرزاق: ٢٠٠١٨ (انظر: ٢٠٠٣٣)

((یَتَسَاءَ لُ الرَّجُلُ فِی الْجَائِحَةِ وَالْفَتْقِ، لِیُصْلِحَ بِهِ بَیْنَ قَوْمِهِ، فَإِذَا بَلَغَ اَوْ كَرَبَ، اسْتَعَفَّ۔)) (مسند احمد: ۲۰۲۸٦)

آفت یا لڑائی کے سلسلے میں لوگوں کے مابین صلح کروانے کے لیے مانگتا ہے، لیکن جب وہ اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے یا اس کے قریب ہو جاتا ہے تو باز آجاتا ہے۔''

(۳٤۷٦) عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: أُصِیْبَ رَجُلٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَیْنُهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَصَدَّقُوْا عَلَیْهِ۔)) قَالَ: فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَیْنِهِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَیْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ۔)) (مسند احمد: ۱۱۳۳۷)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے پھل خریدے، لیکن وہ کسی آفت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اس پر صدقہ کرو۔'' چنانچہ لوگوں نے اس پر صدقہ تو کیا لیکن اس سے اس کا قرضہ پورا نہ ہو سکا۔ بالآخر نبی کریم ﷺ نے (قرض خواہوں سے) فرمایا: ''جو مال تم نے اس کے پاس پا لیا ہے، وہ لے لو، اور تمہیں صرف یہی ملے گا۔''

فوائد: ...... یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی مقروض مفلس اور کنگال ہو جاتا ہے اور زکوۃ سے بھی اس کا تعاون کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس کے قرض خواہ دنیا میں محروم ہو جائیں گے، آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کہ مقروض آدمی قرضہ واپس کرنے کی رغبت رکھتا تھا یا نہیں اور قرض خواہ معاف کرتے ہیں یا نہیں، بہر حال ایسا مقروض دوسروں کا حق لے کر فوت ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ زکوۃ کا ایک مصرف مقروض لوگ بھی ہیں، تین قسم کے لوگ اس مصرف کا مصداق بن سکتے ہیں:

(۱) وہ مقروض جو اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ اور ضروریات زندگی فراہم کرنے میں لوگوں کے زیر بار ہو گئے اور ان کے پاس نقد رقم بھی نہیں ہے اور ایسا سامان بھی نہیں ہے، جسے بیچ کر وہ قرض ادا کر سکیں۔

(۲) وہ ذمہ دار اصحابِ ضمانت ہیں، جنہوں نے کسی کی ضمانت دی اور پھر وہ اس کی ادائیگی کے ذمہ دار قرار پا گئے۔

(۳) وہ لوگ کہ جن کی فصلیں تباہ ہو جائیں یا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا اور اس بنیاد پر وہ مقروض ہو گیا۔ ان سب افراد کی زکوۃ کی مدّ سے مدد کرنا جائز ہے۔

(۳٤۷٦) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۵۵٦ وابوداود: ۳٤٦۹ (انظر: ۱۱۳۱۷)

اَلصَّدَقَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا جَاءَ فِيْ اِسْتِيْعَابِ الْاَصْنَافِ

اللہ کی راہ میں اور مسافروں کوصدقہ دینے اور مصارفِ زکوٰۃ کی تمام اصناف کوصدقہ دینے کا بیان

(۳٤۷۷) عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَاَهْدٰى لَهُ)) (مسند احمد: ۱۱۲۸۸)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مال دار کے لئے زکوۃ لینا حلال نہیں ہے، مگر تین افراد کے لیے: جہاد کرنے والا، مسافر اور وہ (غنی) آدمی کہ اس کے پڑوسی کو زکوۃ دی گئی اور اس نے اپنے پڑوسی کو کوئی تحفہ دے دیا۔''

فوائد: ...... حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جولوگ زکوۃ کا مال کھاتے ہیں، ان کی دعوت ورتحفہ قبول کیا جا سکتا ہے، بعض مالدار لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ زکوۃ کا مال سمجھ کر ان چیزوں سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ ایسی دعوت اور تحفے پر زکوۃ کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، کیونکہ مستحق آدمی زکوۃ کے مال کا مالک بن جاتا ہے اور وہ جہاں مرضی خرچ کرسکتا ہے۔ مسافر کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی مالدار ہے، لیکن سفر میں کچھ وجوہات کی بنا پر اس کے اسبابِ سفر ختم ہوجاتے ہیں، اب بجائے اس کے کہ وہ اپنا سفر پورا کرنے کے لیے کسی سے قرضہ لینے کی کوشش کرے، اسے چاہیے کہ اگر کہیں زکوۃ مل سکتی ہے تو ظن غالب کے مطابق اتنی مقدار میں لے لے، جو اسے سفر میں کفایت کرے گی۔

(۳٤۷۸) عَنْ اُمِّ مَعْقِلٍ الْاَسَدِيَّةِ ﷞ اَنَّ زَوْجَهَا جَعَلَ بَكْرًا لَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَنَّهَا اَرَادَتِ الْعُمْرَةَ فَسَاَلَتْ زَوْجَهَا الْبَكْرَ فَاَبٰى، فَاَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَاَمَرَهُ اَنْ يُعْطِيَهَا، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ مِنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔)) وَقَالَ: ((عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً اَوْ تُجْزِىءُ حَجَّةً۔)) وَقَالَ حَجَّاجٌ: ((تَعْدِلُ بِحَجَّةٍ اَوْ تُجْزِىءُ بِحَجَّةٍ۔)) (مسند احمد: ۲۷۸۲۹)

سیدہ ام معقل اسدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے شوہر نے ایک جوان اونٹ اللہ کی راہ کے لئے وقف کر دیا، جبکہ میں عمرہ کے لئے جانا چاہتی تھی، اس لیے میں نے اپنے شوہر سے وہ اونٹ طلب کیا، لیکن اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے اس بات کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے میرے شوہر کو حکم دیا کہ وہ اونٹ مجھے دے دے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''حج اور عمرہ بھی اللہ کی راہ میں ہی ہے۔'' نیز فرمایا: ''رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔''

(۳٤۷۷) تخریج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لضعف ابن ابى ليلى وعطية۔ اخرجه ابوداود: ۱٦۳۷ (انظر: ۱۱۲٦۸)

(۳٤۷۸) تخریج: المرفوع منه صحيح لغيره، لكن ذكر لفظ "العمرة" منكر على كل حال۔ اخرجه ابوداود: ۱۹۸۸ (انظر: ۲۷۲۸٦)

فوائد: ......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ، اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔)) ......''جی ہاں، عورتوں پر جہاد ہے، لیکن اس میں قتال نہیں ہے، یعنی حج اور عمرہ۔'' (ابن ماجه: ۲۹۰۱) معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

رمضان میں عمرہ کرنے سے حج کا ثواب ملے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر اس عمرہ کرنے والے پر حج بھی فرض تھا تو اس عمرہ سے اس کے حج کی ادائیگی تصور ہوگی۔ ثواب ملنا اور چیز ہے اور فرض کا ادا ہو جانا چیزے دیگر۔ جیسے کوئی آدمی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے پچیس یا ستائیس گنا ثواب ملے گا۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ نہیں کہ اس کے آئندہ پانچ دن کی نمازیں ادا ہوگئیں ہیں، اسے اب اتنے دن نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۴۷۹) عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِي رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِعَامِلٍ عَلَيْهَا اَوْ رَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ، اَوْ غَارِمٍ اَوْ غَازٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مِسْكِيْنٍ تُصُدِّقَ عَلَيْهِ مِنْهَا فَاَهْدٰى مِنْهَا لِغَنِيٍّ)) (مسند احمد: ۱۱۵۵۹)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غنی لوگوں کے لیے زکوۃ حلال نہیں ہے، مگر ان پانچ افراد کے لیے: عاملِ زکوۃ، زکوۃ کے مال کو اپنے مال کے عوض خریدنے والا، چٹی بھرنے والا (یعنی کسی کی طرف سے ادائیگی کا ذمہ لینے والا)، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور وہ غنی آدمی کہ زکوۃ لینے والا مسکین جس کو کوئی تحفہ دے دے۔''

فوائد: ...... یہ ضروری نہیں کہ چٹی بھرنے والے اپنے مال سے ہی ادائیگی کرے، کیونکہ اس معاملے میں اس کی ذات کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اس لیے وہ ایسے بوجھ اتارنے کے لیے زکوۃ بھی لے سکتا ہے اور سوال بھی کر سکتا ہے۔ آلِ محمد سے تعلق رکھنے والا عامل، زکوۃ سے تنخواہ نہیں لے سکتا، اگلے باب میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

قرآن مجید میں کل آٹھ مصارفِ زکوۃ بیان کیے گئے ہیں، اس باب سے معلوم ہوا کہ چٹی بھرنے والا بھی زکوۃ وصول کر کے اپنی ذمہ داری کو ادا کر سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ ایک آدمی زکوۃ ادا کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام مصارف میں خرچ کرے یا کسی ایک مصرف میں کرنے سے اس کا فرض ادا ہو جائے؟ مؤخر الذکر مسلک راجح ہے، کئی احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ صرف ایک ایک صنف میں بھی زکوۃ خرچ کی جاتی رہی۔

(۳۴۷۹) حدیث صحیح۔ اخرجه ابوداود: ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، وابن ماجه: ۱۸۴۱ (انظر: ۱۱۵۴۰)

تَحْرِيمُ الصَّدَقَةِ عَلٰى بَنِي هَاشِمٍ وَأَزْوَاجِهِمْ وَمَوَالِيهِمْ، لَا الْهَدِيَّةِ

بنو ہاشم اور ان کی بیویوں اور غلاموں کے لیے صدقہ کے حرام ہونے اور ہدیہ کے جائز ہونے کا بیان

(۳۴۸۰) عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: مَا تَذْكُرُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: أَذْكُرُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنِّي أَخَذْتُ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلْتُهَا فِي فِيَّ، قَالَ: فَنَزَعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِلُعَابِهَا، فَجَعَلَهَا فِي التَّمْرِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ هٰذِهِ التَّمْرَةِ لِهٰذَا الصَّبِيِّ؟ قَالَ: ((وَإِنَّا آلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔)) قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ: ((دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلٰى مَا لَا يَرِيبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طَمَأْنِينَةٌ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ۔)) قَالَ: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا هٰذَا الدُّعَاءَ: ((اللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ۔)) قَالَ شُعْبَةُ وَأَظُنُّهُ قَدْ قَالَ هٰذِهِ أَيْضًا: ((تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔)) (مسند احمد: ۱۷۲۷)

ابوحوراء کہتے ہیں: میں نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کونسی کوئی خاص بات یاد ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالی تھی، رسول اللہ ﷺ نے وہ لعاب سمیت میرے منہ سے کھینچ کر نکالی اور کھجور کے ڈھیر میں واپس ڈال دی۔ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس بچے کا ایک کھجور لے لینا، اس سے آپ کو کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم آلِ محمد ہیں اور ہمارے لئے زکوۃ حلال نہیں ہے۔'' آپ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے: ''شک والی بات کو چھوڑ کر ایسی صورت کو اختیار کرو جو شک وشبہ سے پاک ہو، سچائی میں سکون ہے اور جھوٹ میں قلق اور اضطراب ہے، پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمیں اس دعا کی تعلیم بھی دیتے تھے: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، ...... تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔ یعنی: اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنہیں تو نے ہدایت دی اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت بخشی اور مجھے اپنا دوست بنا کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے اپنا دوست بنایا اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا اس میں برکت ڈال دے اور جس شر کا تو نے فیصلہ کیا ہے مجھے اس سے محفوظ رکھ۔ بیشک تو ہی فیصلہ صادر کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جاتا اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتا، اے ہمارے ربّ! تو بڑی برکت والا اور بہت بلند و بالا ہے۔''

(۳۴۸۰) تخریج: اسناده صحیح۔ اخرج الترمذی منه لفظ: ((دع ما یریبك ...... وان الکذب ریبة))، وأخرجه بتمامه عبد الرزاق: ۴۹۸۴، والطبرانی: ۲۷۱۱ (انظر: ۱۷۲۷)

(٣٤٨١) عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ شَيْبَانَ اَنَّهُ قَالَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما: مَا تَذْكُرُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: اَدْخَلَنِي غُرْفَةَ الصَّدَقَةِ فَاَخَذْتُ مِنْهَا تَمْرَةً فَاَلْقَيْتُهَا فِي فَمِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْقِهَا فَاِنَّهَا لَا يَحِلُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِاَحَدٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ۔)) (مسند احمد: ١٧٢٤)

ربیعہ بن شیبان کہتے ہیں: میں نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی خاص چیز یاد ہے؟ انہوں نے کہا: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مجھے زکوۃ والے سٹور میں لے گئے، میں نے وہاں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو پھینک دو، یہ اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے اہل بیت کے کسی فرد کے لئے حلال نہیں ہے۔''

•

(٣٤٨٢) عَنْ اَبِي الْحَوْرَاءِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما فَسُئِلَ: مَا عَقَلْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُنْتُ اَمْشِي مَعَهُ فَمَرَّ عَلٰى جَرِيْنٍ مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَاَخَذْتُ تَمْرَةً فَاَلْقَيْتُهَا فِي فَمِي فَاَخَذَهَا بِلُعَابِي، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: وَمَا عَلَيْكَ لَوْ تَرَكْتَهَا، قَالَ: ((إِنَّا آلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔)) قَالَ: وَعَقَلْتُ مِنْهُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ۔ (مسند احمد: ١٧٢٥)

ابو حوراء کہتے ہیں: ہم سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، کسی نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی خاص بات یاد ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایک دفعہ آپ ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا، آپ ﷺ کا گزر اس کھلیان سے ہوا، جہاں زکوۃ کی کھجوریں پڑی تھیں، میں نے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی، لیکن آپ ﷺ نے لعاب سمیت اس کو نکال دیا۔ کسی نے کہا: اگر آپ یہ کھجور اس بچے کے پاس ہی رہنے دیتے تو اس سے آپ کو کیا ہو جاتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم آل محمد ﷺ کے لیے یہ زکوۃ حلال نہیں ہے۔'' پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: نیز میں نے آپ ﷺ سے پانچ نمازیں بھی سیکھی ہیں۔

(٣٤٨٣) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يَقْسِمُ تَمْرًا مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما فِي حِجْرِهِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے، جبکہ آپ ﷺ صدقہ کی کھجوریں تقسیم فرما رہے تھے اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی گود میں تھے،

(٣٤٨١) تخریج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابن ابی شيبة: ٣/ ٢١٤، وابن خزيمة: ٢٣٤٩، والطحاوی: ٢/ ٧، وهو نفس الحديث المتقدم (انظر: ١٧٢٤)

(٣٤٨٢) اسناده صحيح۔ اخرجه الطبرانی: ٢٧١٤، وهو نفس الحديثين المتقدمين (انظر: ١٧٢٥)

(٣٤٨٣) تخريج: اخرجه البخاری: ١٤٨٥، ومسلم: ١٠٦٩ (انظر: ٧٧٥٨)

فَلَمَّا فَرَغَ حَمَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى عَاتِقِهِ، فَسَالَ لُعَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ فَإِذَا تَمْرَةٌ فِي فِيهِ، فَأَدْخَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: ((اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔)) (مسند احمد: ٧٧٤٤)

جب آپ ﷺ کام سے فارغ ہوئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھالیا اور ان کا لعاب آپ ﷺ پر بہنے لگا، جب آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو ان کے منہ میں ایک کھجور دیکھی، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے منہ میں داخل کرکے اس کو نکال دیا اور فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد ﷺ کے لئے زکوۃ حلال نہیں۔''

(٣٤٨٤) وَعَنْهُ اَيْضًا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاَى الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضي الله عنه اَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَلَاكَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((كِخْ، كِخْ، ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔)) (مسند احمد: ١٠١٧٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی اور اس کو اپنے منہ میں چبایا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اوہ، اوہ، اوہ، ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔''

(٣٤٨٥) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ نَائِمًا فَوَجَدَ تَمْرَةً تَحْتَ جَنْبِهِ فَاَخَذَهَا فَاَكَلَهَا، ثُمَّ جَعَلَ يَتَضَوَّرُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَفَزِعَ لِذٰلِكَ بَعْضُ اَزْوَاجِهِ، فَقَالَ: ((اِنِّي وَجَدْتُ تَمْرَةً تَحْتَ جَنْبِي فَاَكَلْتُهَا فَخَشِيتُ اَنْ تَكُونَ مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ۔)) (مسند احمد: ٦٧٢٠)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے تھے، آپ ﷺ کو اپنے پہلو کے نیچے سے ایک کھجور ملی، آپ ﷺ نے اسے اٹھا کر کھا لیا، لیکن بعدازاں رات کے آخری پہر کو آپ ﷺ پریشانی کی وجہ سے الٹ پلٹ ہونے لگ گئے، اس وجہ سے آپ ﷺ کی بعض بیویاں بھی گھبرا گئیں، آپ ﷺ نے (اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: ''مجھے اپنے پہلو کے نیچے سے ایک کھجور ملی اور میں نے اسے کھا لیا، اب مجھے اندیشہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ صدقہ کی کھجور ہو۔''

(٣٤٨٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ، وَفِيهِ) فَاَكَلَهَا فَلَمْ يَنَمْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ

(دوسری سند) اس میں ہے: آپ ﷺ نے وہ کھجور تو کھا لی، مگر ساری رات آپ ﷺ کو نیند نہیں آئی، کسی اہلیہ نے عرض

(٣٤٨٤) تخريج: انظر الحديث السابق (انظر: ١٠١٧٣)

(٣٤٨٥) تخريج: اسناده حسن (انظر: ٦٧٢٠)

(٣٤٨٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول (انظر: ٦٨٢٠)

بَعْضُ نِسَائِهِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرِقْتَ الْبَارِحَةَ۔ قَالَ: ((اِنِّي وَجَدْتُ تَحْتَ جَنْبِي تَمْرَةً فَاَكَلْتُهَا وَكَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَخَشِيْتُ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُ۔)) (مسند احمد: ٦٨٢٠)

کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وجہ تھی کہ گزشتہ رات آپ پر بے خوابی طاری رہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اپنے پہلو کے نیچے سے ایک کھجور ملی تھی، میں نے وہ کھالی، ہمارے ہاں صدقہ کی کھجوریں بھی پڑی تھیں، اب مجھے اندیشہ یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کھجوران صدقہ والی کھجوروں میں سے ہو۔''

فوائد: ...... آپ ﷺ کو جو شبہ ہوا تھا، یہ محض شبہ نہیں تھا، بلکہ اس کے مختلف قرائن ہوں گے، ممکن ہے کہ اس دن آپ ﷺ کے گھر میں صدقے کی کھجوریں لائی گئی ہوں، تا کہ آپ ﷺ ان کو تقسیم کر دیں، اس وجہ سے آپ ﷺ کو شبہ ہو گیا ہو، بہر حال ایسی صورتحال میں شبہ میں پڑ جانے کی گنجائش موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب سمجھنے والوں کو اس جگہ غور کرنا چاہیے، اگر آپ غیب جانتے تھے اور کھجور واقعۃً صدقے کی تھی تو یہ کھائی کیوں اور اگر صدقے کی نہیں تھی تو ساری رات بے خوابی اور بے قراری میں کیوں گزاری؟ (عبداللہ رفیق)

(٣٤٨٧) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ إِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِ سَاَلَ عَنْهُ، فَإِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ اَكَلَ وَإِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ قَالَ: ((كُلُوْا۔)) وَلَمْ يَاْكُلْ۔ (مسند احمد: ٨٠٠١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب آپ ﷺ کا کھانا گھر والوں کے علاوہ کہیں اور سے لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کے بارے میں دریافت کرتے تھے، اگر وہ تحفہ ہوتا تو کھا لیتے اور اگر وہ صدقہ ہوتا تو فرماتے: ''تم کھالو۔'' آپ ﷺ خود نہیں کھاتے تھے۔

(٣٤٨٨) عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ٢٠٣١٣)

سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

(٣٤٨٩) عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ اجْتَمَعَ رَبِيْعَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہما فَقَالَا: وَاللّٰهِ! لَوْ بَعَثْنَا هٰذَيْنِ الْغُلَامَيْنِ، فَقَالَا لِيْ وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ

سیدنا عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدنا ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ جمع ہوئے اور انہوں نے میرے اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق مشورہ کیا اور کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیں تا کہ آپ ﷺ ان

(٣٤٨٧) تخريج: أخرجه البخاري: ٢٥٧٦، ومسلم: ١٠٧٧ (انظر: ٨٠١٤)

(٣٤٨٨) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه الترمذي: ٦٥٦ (٢٠٠٥٤)

(٣٤٨٩) تخريج: اخرجه مسلم: ١٠٧٢ (انظر: ١٧٥١٩)

إِلٰـى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَـأَمَّـرَهُمَا عَلٰى هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ فَأَدَّيَا مَا يُؤَدِّي النَّاسُ وَأَصَابَا مَا يُـصِيْـبُ النَّاسُ مِنَ الْمَنْفَعَةِ، فَبَيْنَاهُمَا فِي ذٰلِكَ جَـاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ‌رضی اللہ عنہ فَقَالَ: مَـا ذَا تُـرِيْدَانِ؟ فَأَخْبَرَاهُ بِالَّذِي أَرَادَا، قَالَ: فَلَا تَـفْعَلَا فَوَاللّٰهِ! مَا هُوَ بِفَاعِلٍ، فَقَالَا: لَمْ تَـصْنَعُ هٰذَا؟ فَمَا هٰذَا مِنْكَ إِلَّا نَفَاسَةً عَلَيْنَا لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَنِلْتَ صِهْرَهُ فَـمَا نَفِسْنَا ذٰلِكَ عَلَيْكَ، قَالَ: فَقَالَ: أَنَا أَبُوْ حَسَنٍ، أَرْسِـلُـوْهُـمَـا ثُـمَّ اضْطَجَعَ قَالَ: صَـلَّى الظُّهْرَ (يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ) سَبَقْنَاهُ إِلَى الْـحُـجْـرَةِ فَقُمْنَا عِنْدَهَا حَتّٰى مَرَّبِنَا فَأَخَذَ بِـأَيْـدِيْـنَـا، ثُـمَّ قَالَ: أَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ، وَدَخَـلَ فَـدَخَـلْنَا مَعَهُ وَهُوَ حِيْنَئِذٍ فِيْ بَيْتِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، قَالَ: فَكَلَّمْنَاهُ، فَقُلْنَا: يَـا رَسُـوْلَ الـلّٰهِ! جِئْنَاكَ لِتُؤَمِّرَنَا عَلٰى هٰذِهِ الـصَّـدَقَاتِ فَنُصِيْبَ مَا يُصِيْبُ النَّاسُ مِنَ الْـمَـنْـفَعَةِ وَنُؤَدِّيَ إِلَيْكَ مَا يُؤَدِّي النَّاسُ، قَـالَ: فَسَـكَـتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَـى سَـقْفِ الْبَيْـتِ حَتّٰى أَرَدْنَا أَنْ نُكَلِّمَهُ، فَـأَشَـارَتْ إِلَيْـنَا زَيْنَبُ مِنْ وَرَاءِ حِجَابِهَا، كَأَنَّهَا تَنْهَانَا عَنْ كَلَامِهِ، وَأَقْبَلَ فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ الـصَّـدَقَةَ لَا تَـنْـبَـغِـي لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُـحَـمَّـدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، أُدْعُوْا لِيْ مَحْمِيَةَ بْنَ جَزْءٍ)) وَكَانَ عَلَى الْعُشْرِ، وَأَبَـا سُـفْيَـانَ ابْـنَ الْـحَـارِثِ فَـأَتَيَـا فَقَالَ

دونوں کو صدقات کی وصولی پر مامور فرمائیں، اس طرح یہ دونوں لوگوں سے زکوۃ و صدقات وصول کرکے لائیں اور دوسروں کی طرح مالی منفعت یعنی اجرت حاصل کرسکیں، یہ بہتر چیز ہے، ابھی تک وہ دونوں یہ مشورہ ہی کر رہے تھے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور انہوں نے پوچھا: تمہارے کیا ارادے ہیں؟ جب ان دونوں نے ان کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایسا نہ کرو، اللہ کی قسم ہے! رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا: آپ ایسے کیوں کر رہے ہیں؟ آپ یہ بات محض حسد کی بنا پر کر رہے ہیں، دیکھیں کہ آپ، رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہتے ہیں اور آپ، آپ ﷺ کے داماد بھی ہیں، لیکن ہم نے تو کبھی بھی آپ پر حسد نہیں کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی آخر ابو حسن ہوں، تم ان دونوں کو بھیج کر دیکھ لو، یہ کہہ کر وہ لیٹ گئے۔ عبد المطلب کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو ہم آپ ﷺ سے قبل ہی حجرہ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ہمارے ہاتھ تھام لئے اور فرمایا: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اس کا اظہار کر دو، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اندر چلے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں مقیم تھے، ہم نے آپ ﷺ سے بات کی اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ ﷺ ہمیں زکوۃ و صدقات کی وصولی پر مامور فرما دیں، اس طرح ہم بھی دوسروں کی طرح مالی منفعت حاصل کرسکیں گے، ہم بھی دوسروں کی طرح وصولیاں کرکے لاکر آپ ﷺ کو دیں گے۔ یہ سن کر رسول

لِمَحْمِيَةَ: ((اَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ۔))
(مسند احمد: ١٧٦٦٠)

اللہ ﷺ خاموش ہو گئے، آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک کمرے کی چھت کی طرف اٹھایا، ہم نے کچھ کہنے کا ارادہ تو کیا لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کر کے ہمیں بولنے سے روک دیا، کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''خبردار! محمد اور آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے، یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہوتی ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: محمیہ بن جز کو بلاؤ۔'' جو کہ عشر پر مامور تھے۔ پھر آپ ﷺ نے محمیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''خمس (پانچواں حصے) میں سے ان دونوں کے مہر ادا کردو۔''

(٣٤٩٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) اَنَّهُ هُوَ وَالْفَضْلُ اَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِيُزَوِّجَهُمَا وَيَسْتَعْمِلَهُمَا عَلَى الصَّدَقَةِ فَيُصِيْبَانِ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ إِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِمَحْمِيَةَ الزُّبَيْدِيِّ: ((زَوِّجِ الْفَضْلَ۔)) وَقَالَ لِنَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ: ((زَوِّجْ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيْعَةَ وَقَالَ لِمَحْمِيَةَ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَعْمِلُهُ عَلَى الْاَخْمَاسِ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصْدِقُ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا، لَمْ يُسَمِّهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ۔ (مسند احمد: ١٧٦٥٩)

(دوسری سند) سیدنا عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ﷺ ان کی شادیاں کرا دیں اور انہیں صدقات کی وصولی پر مامور کر دیں تاکہ وہ اس طرح کچھ مالی منفعت حاصل کر سکیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''یہ صدقات تو لوگوں کی میل کچیل ہوتے ہیں اور یہ محمد اور آلِ محمد لئے حلال نہیں ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے سیدنا محمیہ زبیدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''فضل کی شادی کرا دو۔'' اور سیدنا نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم عبدالمطلب بن ربیعہ کی شادی کرا دو، رسول اللہ ﷺ نے محمیہ زبیدی کو ''خمس'' کی وصولی پر مامور کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم ان دونوں کا مہر ''خمس'' میں سے ادا کر دو۔'' عبداللہ بن حارث نے اس کی مقدار کا تعین نہیں کیا۔

(٣٤٩١) عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: اَتَيْتُ

عطاء بن سائب کہتے ہیں: میں سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کی

(٣٤٩٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول (انظر: ١٧٥١٨)
(٣٤٩١) صحيح بالشواهد۔ اخرجه ابن ابى شيبة: ٣/ ٣١٥، وعبد الرزاق: ٦٩٤٢ (انظر: ١٥٧٠٨)

أُمَّ كُلْثُوْمٍ اِبْنَةَ عَلِيٍّ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّدَقَةِ فَرَدَّتْهَا وَقَالَتْ: حَدَّثَنِي مَوْلًى لِلنَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ مِهْرَانُ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّا آلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔)) (مسند احمد: ١٥٧٩٩)

خدمت میں صدقہ کی ایک چیز لے کر حاضر ہوا، لیکن انہوں نے وہ چیز واپس کر دی اور کہا: مولائے نبی سیدنا مہران نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہم آلِ محمد ﷺ ہیں، ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے، نیز قوم کا غلام ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔''

(٣٤٩٢) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ:) اَنَّهَا قَالَتْ: اَخْبَرَنِي مِهْرَانُ اَنَّهُ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ: ((يَا مَيْمُوْنُ اَوْ يَا مِهْرَانُ! إِنَّا اَهْلَ بَيْتٍ نُهِيْنَا عَنِ الصَّدَقَةِ، وَإِنَّ مَوَالِيَنَا مِنْ اَنْفُسِنَا وَلَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ۔)) (مسند احمد: ١٦٥١٢)

(دوسری سند) انھوں نے مجھے کہا: مجھے مہران نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا، آپ ﷺ نے اسے بلاتے ہوئے کہا: میمون! یا مہران! ہم ایسے اہل بیت ہیں کہ ہم کو صدقات سے روکا گیا ہے۔ ہمارے غلام بھی ہم میں سے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کھاتے۔''

(٣٤٩٣) عَنْ اَبِي رَافِعٍ (مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ و رضی اللہ عنہ) قَالَ: مَرَّ عَلَيَّ الْاَرْقَمُ الزُّهْرِيُّ، اَوِ ابْنُ اَبِي الْاَرْقَمِ وَاَسْتُعْمِلَ عَلَى الصَّدَقَاتِ قَالَ: فَاسْتَتْبَعَنِي (وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ: اِصْحَبْنِي كَيْمَا تُصِيْبَ مِنْهَا) قَالَ: فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: ((يَا اَبَا رَافِعٍ! إِنَّ الصَّدَقَةَ حَرَامٌ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، وَإِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔)) (مسند احمد: ٢٤٣٦٤)

مولائے رسول سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ارقم زہری یا ابن ابی ارقم کا میرے پاس سے گزر ہوا، وہ صدقات کی وصولی پر مامور تھے۔ انہوں نے مجھے بھی ساتھ لے لیا ایک اور روایت میں ہے۔ وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے تاکہ میں بھی اس میں سے کچھ حاصل کر سکوں۔ میں نے واپس آ کر نبی کریم ﷺ سے اس کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لئے صدقہ حرام ہے اور قوم کا غلام انہی میں شمار ہوتا ہے۔

(٣٤٩٤) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِطَعَامٍ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ فَقُلْتُ: هٰذِهِ صَدَقَةٌ، فَاَمَرَ اَصْحَابَهُ فَاَكَلُوْا وَلَمْ

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں غلام تھا، ایک دن میں کھانا لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: یہ صدقہ ہے، (یہ سن کر) آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو

(٣٤٩٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٤٩٣) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابوداود: ١٦٥٠، والترمذي: ٦٥٧ (انظر: ٢٣٨٦٣)

(٣٤٩٤) حديث صحيح۔ اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار": ٢/ ٨، والطبراني: ٦٠٦٦ (انظر: ٢٣٧٢٢)

يَأْكُلُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ: هٰذِهِ هَدِيَّةٌ، أَهْدَيْتُهَا لَكَ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ بِهَا فَإِنِّي رَأَيْتُكَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ فَأَكَلُوْا وَأَكَلَ مَعَهُمْ۔ (مسند احمد: ۲٤۱۲۳)

(کھانے کا) حکم دیا، پس انہوں نے کھا لیا اور آپ ﷺ نے خود نہ کھایا۔ پھر ایک دن میں کھانا لے کر حاضر ہوا اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو عزت دے، یہ ہدیہ ہے، جو میں آپ کیلئے لے کر آیا ہوں، کیونکہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے۔ پاس آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا، پس انہوں نے بھی کھایا اور آپ ﷺ نے بھی ان کے ساتھ کھایا۔

فوائد: ......راجح قول کے مطابق آلِ محمد ﷺ سے مراد بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم ہیں، اور بنو ہاشم سے مراد سیدنا علی، سیدنا عباس، سیدنا عقیل اور سیدنا حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔ مذکورہ بالا بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے غلاموں کے لیے بھی صدقہ حلال نہیں ہے، حنفی مذہب میں بھی یہی قول معروف ہے، البتہ ابن ملک کا قول اس کے مخالف ہے، لیکن علامہ ملا علی قاری نے (مرقاۃ المفاتیح: ۲/ ٤٤٨۔ ٤٤٩) میں اس پر ردّ کیا ہے، اس کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔ (صحیحہ: ۱۶۱۳) آج بھی جن لوگوں کا نسب ان مذکورہ بالا ہستیوں سے ملتا ہے، ان کو اس معاملے انتہائی محتاط رہنا چاہیے۔

اَلْغُلُوْلُ فِي الصَّدَقَةِ وَوَعِيْدُ مَنْ فَعَلَهُ

صدقہ میں خیانت کرنے اور ایسا کرنے والے کے لئے وعید کا بیان

(٣٤٩٥) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحُبَابِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُنَيْسٍ رضی اللہ عنہ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَذَاكَرُوْا هُوَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَوْمًا الصَّدَقَةَ، فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: أَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ ذَكَرَ غُلُوْلَ الصَّدَقَةِ، أَنَّهُ مَنْ غَلَّ فِيْهَا بَعِيْرًا أَوْ شَاةً، أُتِيَ بِهِ يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ: بَلٰى۔ (مسند احمد: ١٦١٦٠)

سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک روز میرے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مابین صدقہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں سنا تھا کہ جب آپ ﷺ نے صدقہ میں خیانت کا ذکر کیا تو اس وقت یہ بھی فرمایا تھا: ''جس نے صدقہ کے مال میں ایک اونٹ یا ایک بکری کی خیانت کی، تو وہ قیامت والے دن اسے اٹھا کر حاضر ہوگا؟ سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی بالکل۔

(٣٤٩٦) عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے بنو ازد

(٣٤٩٥) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه ابن ماجه: ١٨١٠ (انظر: ١٦٠٦٣)

(٣٤٩٦) تخريج: اخرجه البخاري: ٢٥٩٧، ٧١٧٤، ومسلم: ١٨٣٢ (انظر: ٢٣٥٩٨)

قَالَ: اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً مِنَ الْاَزْدِ، يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ، عَلٰى صَدَقَةٍ فَجَاءَ فَقَالَ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ إِلَيَّ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: ((مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَجِيْءُ، فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ إِلَيَّ، اَفَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ اَبِيْهِ وَأُمِّهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدٰى إِلَيْهِ اَمْ لَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَأْتِي اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَهُ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعِرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا، وَزَادَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ سَمِعَ اُذُنِي وَاَبْصَرَ عَيْنِي وَسَلُوْا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ۔ (مسند احمد: ۲۳۹۹۶)

کے ایک شخص ابن لُتْبِیَّہ کو صدقہ کی وصولی کیلئے عامل بنایا، جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا: یہ چیز تمہارے لئے ہے اور یہ چیز مجھے ہدیہ دی گئی ہے، بات یہ ہے کہ وہ اپنی ماں یا باپ کے گھر بیٹھا رہتا پھر دیکھتے کہ اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! تم میں سے جو آدمی صدقہ میں خیانت کرے گا، وہ اسے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر حاضر ہوگا، اگر وہ اونٹ ہوا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، اگر وہ گائے ہوئی تو ڈکار رہی ہوگی اور اگر وہ بکری ہوئی تو ممیا رہی ہو گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اس قدر بلند کیا کہ ہمیں آپ کے بازوؤں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! کیا میں نے لوگوں تک پیغام پہنچا دیا ہے۔'' آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ بات ارشاد فرمائی۔ (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے کانوں نے یہ حدیث سنی اور میری آنکھوں نے اس کا مشاہدہ کیا، بہرحال تم سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھ لو۔

(۳۴۹۷) وَعَنْهُ اَيْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ۔)) (مسند احمد: ۲۳۹۹۹)

سیدنا ابو حمید رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عاملینِ زکوۃ کے تحفے خیانت ہیں۔''

(۳۴۹۸) عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ رضی اللہ عنہ (مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ) قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ رُبَمَا ذَهَبَ إِلٰى بَنِي عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَيَتَحَدَّثُ حَتّٰى يَنْحَدِرَ لِلْمَغْرِبِ،

مولائے رسول سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ عصر کی نماز کے بعد بنو عبد الاشہل کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور غروب آفتاب تک وہیں گفتگو میں مگن رہتے۔ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دفعہ (وہاں

(۳۴۹۷) تخريج: اسناده ضعيف، اسماعيل بن عياش حمصي صدوق في روايته عن اهل بلده، مخلّط في غيرهم، وروايته هنا عن يحيى بن سعيد الانصاري حجازي۔ اخرجه ابو عوانة: ۷۰۷۳، والبزار في "مسنده": ۳۷۲۳، والبيهقي: ۱۰/ ۱۳۸ (انظر: ۲۳۶۰۱)

(۳۴۹۸) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة حال منبوذ، ثم ان في سماع الفضل عن جده ابي رافع نظراً۔ خرجه النسائي: ۲/ ۱۱۵ (انظر: ۲۷۱۹۲)

قَالَ: فَقَالَ أَبُوْ رَافِعٍ فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُسْرِعًا إِلَى الْمَغْرِبِ إِذْ مَرَّ بِالْبَقِيْعِ، فَقَالَ: ((أُفٍّ لَكَ، أُفٍّ لَكَ۔)) مَرَّتَيْنِ فَكَبُرَ فِي ذَرْعِي، وَتَأَخَّرْتُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيْدُنِي، فَقَالَ: ((مَالَكَ؟ اِمْشِ۔)) قَالَ: قُلْتُ: أَحْدَثْتُ حَدَثًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قُلْتُ: أَفَّفْتَ بِي، قَالَ: ((لَا، وَلٰكِنْ هٰذَا قَبْرُ فُلَانٍ بَعَثْتُهُ سَاعِيًا عَلَى بَنِي فُلَانٍ فَغَلَّ نَمِرَةً، فَدُرِّعَ الْآنَ مِثْلُهَا مِنْ نَارٍ۔)) (مسند احمد: ٢٧٧٣٤)

سے فارغ ہو کر) آپ ﷺ مغرب کے لیے جلدی جلدی چلے آ رہے تھے، کہ آپ ﷺ نے بقیع سے گزرتے وقت یہ فرمانا شروع کر دیا: ''تیرے لیے اف ہے، تیرے لیے اف ہے۔'' میں نے سمجھا کہ آپ ﷺ مجھے یہ کلمات کہہ رہے ہیں اس لیے یہ بات میرے دل پر بڑی گراں گزری اور میں پیچھے کو ہٹنا شروع ہو گیا، لیکن آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آگے چلو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمہاری مراد کیا ہے؟'' میں نے کہا: آپ ﷺ مجھ اف کہہ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، دراصل بات یہ ہے کہ یہ فلاں آدمی کی قبر ہے، میں نے اس کو فلاں قبیلہ کی طرف زکوۃ کا عامل بنا کر بھیجا تھا اور اس نے ایک چادر کی خیانت کی تھی، اب اس کو اس کی بقدر آگ کی قمیص پہنا دی گئی ہے۔''

(٣٤٩٩) عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ يَعُوْدُهُ فَقَالَ: مَالَكَ لَا تَدْعُوْ لِي؟ قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَقْبَلُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ۔)) وَقَدْ كُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ يَعْنِي عَامِلًا۔ (مسند احمد: ٥٤١٩)

سیدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن عامر کی تیمار داری کرنے کے لیے گئے، ابن عامر نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا بات ہے، آپ میرے حق میں دعا کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواباً کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ: ''اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور خیانت والے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔'' اور تم تو بصرہ کے عامل رہ چکے ہیں (اور ممکن ہے کہ تم سے گڑ بڑ ہو گئی ہو)۔

(٣٥٠٠) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُ: ((قُمْ عَلَى صَدَقَةِ بَنِي فُلَانٍ، وَانْظُرْ لَا

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اٹھو اور فلاں قبیلہ سے زکوۃ وصول کر کے لاؤ اور خیال کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن

(٣٤٩٩) تخريج: اخرجه مسلم: ٢٢٤ (انظر: ٥٤١٩)

(٣٥٠٠) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه البزار ٣٧٣٧، والطبراني: ٥٣٦٣ (انظر: ٢٢٤٦١)

تَاتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِبَکْرٍ تَحْمِلُهُ عَلٰی عَاتِقِكَ اَوْ عَلٰی کَاهِلِكَ لَهُ رُغَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔)) قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِصْرِفْهَا عَنِّی، فَصَرَفَهَا عَنْهُ۔ (مسند احمد: ۲۲۸۲۸)

اس حال میں آؤ کہ اپنے کندھے پر بلبلاتا ہوا اونٹ اٹھا رکھا ہو۔'' یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ یہ ذمہ داری مجھ سے ہٹا لیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے اس ذمہ داری کو ختم کر دیا۔

(۳۵۰۱) عَنْ سِمَاكٍ (بْنِ حَرْبٍ) قَالَ: سَمِعْتُ قَبِیْصَةَ بْنَ هُلْبٍ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَکَرَ الصَّدَقَةَ فَقَالَ: ((لَا یَجِیْئَنَّ اَحَدُکُمْ بِشَاةٍ لَهَا یُعَارٌ۔)) (مسند احمد: ۲۲۳۲۹)

سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے کوئی آدمی قیامت کے دن اس حالت میں نہ آئے کہ ممیاتی ہوئی بکری بھی اس کے ساتھ ہو۔''

فوائد: ...... ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خیانت کتنا بڑا جرم ہے، اس بارے میں خلاصہ یہ ہے کسی سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت کے تعین کے وقت جو شروط و قیود طے ہو جائیں، ان کا پاس و لحاظ کرنا انتہائی ضروری ہے، نیز درج ذیل حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بطورِ عامل اور ساعی صدقہ و زکوۃ وصول کرنے کے لیے جاتے ہیں، اس سفر میں جو چیز ان کو بطورِ تحفہ دی جائے گی، وہ بھی ان کے لیے جائز نہیں ہوگی: سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ازد قبیلہ کے ابن لتبیہ نامی ایک آدمی کو زکوۃ کی وصولی کا عامل بنایا، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ مال تو تمہارا ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

((مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَیَجِیْءُ فَیَقُوْلُ: هٰذَا لَکُمْ وَهٰذَا اُهْدِیَ لِیْ، هَلَّا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اُمِّهٖ اَوْ اَبِیْهِ فَیَنْظُرَ اَیُهْدٰی لَهٗ اَمْ لَا، لَا یَاْتِیْ اَحَدٌ مِنْکُمْ بِشَیْءٍ مِنْ ذَالِكَ اِلَّا جَاءَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اِنْ کَانَ بَعِیْرًا فَلَهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةٌ فَلَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةٌ تَیْعَرُ۔))

''اس عامل کو کیا ہو گیا ہے، جس کو ہم بھیجتے ہیں، لیکن جب وہ واپس آتا ہے تو کہتا ہے: یہ چیز تو تمہاری ہے اور یہ چیز مجھے بطورِ تحفہ دی گئی۔ ذرا وہ اپنی ماں یا باپ کے گھر میں بیٹھے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو تحفہ ملتا ہے یا نہیں، جو آدمی اس میں سے جو چیز بھی لے گا، وہ قیامت کے روز اس کو اپنے ساتھ لائے گا، اگر وہ اونٹ ہوا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، اگر وہ گائے ہوئی تو وہ ڈکار رہی ہوگی اور اگر وہ بکری ہوئی تو ممیا رہی ہوگی۔''

(۳۵۰۱) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه الطیالسی: ۱۰۸۶ (انظر: ۲۱۹۸۰)

اَلنَّهْیُ عَنِ السُّؤَالِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ
لوگوں سے سوال کرنے کی ممانعت اور اس سے متعلقہ مسائل کا بیان

نَهْيُ الْغَنِيِّ عَنِ السُّؤَالِ وَحَدُّ الْغِنٰى وَمَنْ لَا تَحِلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ
مالدار کو سوال سے منع کرنے، غنٰی کی حد اور ان لوگوں کا بیان، جن کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

تنبیہ: یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے اور کافی لوگ اس معاملے میں انتہائی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ غنٰی کی وہ کون سی حد ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے لوگوں سے سوال نہیں کیا جا سکتا ہے؟ مختلف احادیث میں مختلف باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے، آپ بغور مطالعہ کریں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، ہر شخص سوال کرنے سے بچے، اگر وہ ایسا اقدام کرتا ہے تو اس کے پاس عذر ہونا چاہیے، جسے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر سکے، بہر حال کسی اشد ضرورت کی بنا پر لوگوں سے سوال کرنا درست ہے، جیسا کہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، اِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِيْ أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ۔)) (ترمذی: ٦٨١، ابوداود: ١٦٣٩) ''سوال کرنا، نوچنا ہے۔ اس کے ذریعے سے آدمی اپنا چہرہ نوچتا ہے، الا یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے کہ جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو۔''

(٣٥٠٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ) رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيْهِ جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُدُوْشًا أَوْ كُدُوْشًا فِيْ وَجْهِهِ۔)) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا غِنَاهُ؟ قَالَ: ((خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا أَوْ حِسَابُهَا مِنَ الذَّهَبِ)) (مسند احمد: ٤٢٠٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مانگنے سے مستغنی ہونے کے باوجود مانگتا ہے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! غنٰی کی حد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پچاس درہم یا اس کے برابر سونا۔''

(٣٥٠٢) تخریج: حسن، وھذا اسناد ضعیف لضعف حکیم بن جبیر۔ اخرجه ابوداود: ١٦٢٦، الترمذی: ٦٥١، والنسائی: ٥/ ٩٧، وابن ماجه: ١٨٤٠ (انظر: ٤٢٠٦)

فوائد: ......اس حدیث میں (۵۰) درہموں کو غنٰی کی حد قرار دیا گیا ہے، یہ تقریباً (۱۲ ، ۱۳) تولے چاندی بنتی ہے۔

(۳۵۰۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔)) (مسند احمد: ۸۸۹۵)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مال دار اور تندرست و توانا کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

فوائد: ......تندرست آدمی کے لیے اس وقت زکوۃ لینا اور سوال کرنا جائز ہوگا، جب کوشش کے باوجود کوئی کام نہیں مل رہا ہوگا، بہرحال وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور ہونا چاہیے اور کوئی معیار اس کے سامنے آڑ نہ بننے پائے۔

(۳۵۰٤) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ۔ (مسند احمد: ٦٥٣٠)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(۳۵۰۵) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَأَلَ وَلَهُ أُوْقِيَّةٌ أَوْ عَدْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافًا۔)) (مسند احمد: ١٦٥٢٤)

بنو اسد کا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ایک اوقیہ یا اس کے مساوی چیز کا مالک ہو اور وہ سوال کرے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) اس نے اصرار کے ساتھ اور چمٹ کر سوال کیا (جو اس کا حق نہیں ہے)۔''

فوائد: ......اصرار کے ساتھ سوال نہ کرنا اچھے لوگوں کی صفت ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَّمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۷۳)......

''صدقات کے مستحق صرف وہ غرباء ہیں، جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے، جو زمین میں چل پھر نہیں سکتے، نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرتے ہیں، آپ ان کے چہرے دیکھ کر قیافہ سے انہیں پہنچان لیں گے، وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے، تم جو کچھ مال خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح جاننے والا ہے۔'' (۴۰) درہموں کا ایک اوقیہ ہوتا ہے، یہ تقریباً (۱۰) تولے چاندی بنتی ہے۔

(۳۵۰۳) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابن ماجه: ۱۸۳۹، والنسائی: ٥/ ۹۹ (انظر: ۸۹۰۸)

(۳۵۰٤) تخریج: اسناده قوی۔ اخرجه ابوداود: ١٦٣٤، والترمذی: ٦٥٢ (انظر: ٦٥٣٠)

(۳۵۰۵) تخریج: اسناده صحیح۔ اخرجه ابوداود: ١٦٢٧، والنسائی: ٥/ ٩٨ (انظر: ١٦٤١١)

(۳۵۰۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ اَبِی سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَرَّحَتْنِی أُمِّیْ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَسْاَلُهُ فَاَتَیْتُهُ فَقَعَدْتُ، قَالَ: فَاسْتَقْبَلَنِیْ فَقَالَ: ((مَنِ اسْتَغْنٰی اَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَمَنِ اسْتَعَفَّ اَعَفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنِ اسْتَكْفٰی كَفَاهُ اللّٰهُ، وَمَنْ سَاَلَ وَلَهُ قِیْمَةُ اَوْقِیَةٍ فَقَدْ اَلْحَفَ۔)) قَالَ: فَقُلْتُ: نَاقَتِی الْیَاقُوْتَةُ مَعِیَ خَیْرٌ مِنْ اُوْقِیَةٍ، فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَسْاَلْهُ۔ (مسند احمد: ۱۱۰۷۵)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری والدہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تا کہ میں آپ ﷺ سے کوئی چیز مانگ کر لے آؤں، میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر وہاں بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ''جو غنی ہونا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا، جو (لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلانے) سے پاکدامنی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے پاکدامن بنا دے گا، جس نے اللہ تعالیٰ سے کفایت چاہی، اللہ تعالیٰ اسے کفایت کرے گا اور اگر ایک اوقیہ کی قیمت کا مالک سوال کرے گا تو وہ اصرار کے ساتھ سوال کرے گا (جو اس کا حق نہیں ہے)۔'' یہ سن کر سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سوچا کہ میری یاقوتہ اونٹنی ایک اوقیہ سے بہتر ہے، اس لیے میں لوٹ گیا اور سوال نہیں کیا۔

(۳۵۰۷) عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیٍّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ رَجُلَانِ، اَنَّهُمَا اَتَیَا النَّبِیَّ ﷺ فِی حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَسْاَلَانِهِ الصَّدَقَةَ، قَالَ: فَرَفَعَ فِیْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ فَرَآهُمَا رَجُلَیْنِ جَلْدَیْنِ، فَقَالَ: ((إِنْ شِئْتُمَا اَعْطَیْتُكُمَا مِنْهَا وَلَا حَظَّ فِیْهَا لِغَنِیٍّ وَلَا لِقَوِیٍّ مُكْتَسِبٍ۔)) (مسند احمد: ۱۸۱۳۵)

عبید اللہ بن عدی کہتے ہیں: دو صحابہ نے مجھے بتلایا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور صدقہ کا سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے (ان کو دیکھنے کے لیے) ان کی طرف نظر اٹھائی اور پھر اسے نیچے کی طرف کیا، آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ دونوں مضبوط اور قوی آدمی ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ''اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں صدقہ میں سے کچھ دے دیتا ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی مال دار اور کما سکنے والے قوی آدمی کا صدقہ میں کوئی حصہ نہیں ہے۔''

(۳۵۰۸) عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو

(۳۵۰۶) تخریج: اسناده قوی۔ اخرجه النسائی: ۵/ ۹۸ (انظر: ۱۱۰۶۰)
(۳۵۰۷) تخریج: اسناده صحیح علی شرط الشیخین۔ اخرجه ابوداود: ۱۶۳۳ (انظر: ۱۷۹۷۲)
(۳۵۰۸) اسناده ضعیف جدا، حسن بن ذکوان ضعیف، وهو لم یسمع من حبیب بن ابی ثابت، بینهما عمرو بن خالد القرشی مولاهم المتهم بالکذب۔ اخرجه الدارقطنی: ۲/ ۱۲۱ (انظر: ۱۲۵۳)

اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَأَلَ مَسْأَلَةً عَنْ ظَهْرِ غِنًى، اِسْتَكْثَرَ بِهَا مِنْ رَضْفِ جَهَنَّمَ۔)) قَالُوْا: مَا ظَهْرُ غِنًى؟ قَالَ: ((عَشَاءُ لَيْلَةٍ۔)) (مسند احمد: ۱۲۵۳)

شخص غنٰی کے باوجود لوگوں سے مانگتا ہو، وہ اپنے لئے جہنم کے گرم پتھروں میں اضافہ کرتا ہے۔'' صحابہ نے پوچھا: غنٰی کی مقدار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شام کا کھانا۔''

(۳۵۰۹) عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَأَلَ مِنْ غَيْرِ فَقْرٍ فَكَأَنَّمَا يَأْكُلُ الْجَمْرَ)) (مسند احمد: ۱۷٦٤۹)

سیدنا حبشی بن جنادہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی بغیر کسی ضرورت کے سوال کرتا ہے، وہ گویا کہ آگ کے انگارے کھاتا ہے۔''

(۳۵۱۰) عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ الْأَنْصَارِيِّ ؓ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعَ سَأَلَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ أَنْ يَكْتُبَ بِهِ لَهُمَا فَفَعَلَ وَخَتَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَمَرَ بِدَفْعِهِ إِلَيْهِمَا، فَأَمَّا عُيَيْنَةُ فَقَالَ: مَا فِيْهِ؟ فَقَالَ: ((فِيْهِ الَّذِي أُمِرْتُ بِهِ فَقَبَّلَهُ۔)) وَعَقَدَهُ فِي عِمَامَتِهِ وَكَانَ أَحْكَمَ الرَّجُلَيْنِ، وَأَمَّا الْأَقْرَعُ فَقَالَ: أَحْمِلُ صَحِيْفَةً لَا أَدْرِيْ مَا فِيْهَا كَصَحِيْفَةِ الْمُتَلَمِّسِ، فَأَخْبَرَ مُعَاوِيَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِقَوْلِهِمَا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَمَرَّ بِبَعِيْرٍ مُنَاخٍ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، ثُمَّ مَرَّ بِهِ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ عَلَى حَالِهِ فَقَالَ: ((أَيْنَ صَاحِبُ هٰذَا الْبَعِيْرِ؟)) فَابْتُغِيَ، فَلَمْ يُوْجَدْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ، ثُمَّ ارْكَبُوْهَا صِحَاحًا

انصاری صحابی سیدنا سہل بن حنظلیہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ عیینہ اور اقرع دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا، آپ ﷺ نے سیدنا معاویہ ؓ کو حکم دیا کہ وہ (ان کے علاقے کے عامل کے نام) ان کے حق میں کچھ لکھے، سیدنا معاویہ ؓ نے تحریر لکھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر مہر لگائی، آپ ﷺ نے سیدنا معاویہ ؓ کو حکم دیا کہ وہ یہ تحریر ان کے سپرد کر دے۔ عیینہ نے پوچھا کہ اس میں لکھا ہوا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس میں وہی کچھ لکھا ہوا ہے جس کا میں نے حکم دیا۔'' اس نے اس تحریر کا بوسہ لیا اور اس کو اپنی پگڑی میں باندھ لیا، وہ ان میں سے دانا اور عقلمند آدمی تھا۔ اقرع نے کہا: میں نے ایک تحریر اٹھائی ہوئی ہے، مجھے علم نہیں ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے، یہ تو "مُتَلَمِّس" کے صحیفے کی طرح کی بات ہے۔ سیدنا معاویہ ؓ نے ان دونوں کی باتیں رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں۔ آپ ﷺ کسی کام کی غرض سے باہر تشریف لے گئے، دن کے شروع میں آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا، جسے مسجد کے دروازے پر بٹھایا گیا تھا، جب آپ ﷺ وہاں سے دن کے آخر میں گزرے تو

(۳۵۰۹) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجہ الطبرانی فی "الکبیر": ۳۵۰٦ (انظر: ۱۷۵۰۸)

(۳۵۱۰) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ مختصرا ابوداود: ۱٦۲۹، ۲۵٤۸ (انظر: ۱۷٦۲۵)

وَارْكَبُوْهَا سِمَانًا كَالْمُتَسَخِّطِ أَنَفًا، إِنَّهُ مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ۔)) قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا يُغْنِيْهِ؟ قَالَ: ((مَا يُغَدِّيْهِ وَ يُعَشِّيْهِ۔)) (مسند احمد: ١٧٧٧٥)

وہ اونٹ اسی جگہ پر اسی طرح بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا ''اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟'' اسے تلاش تو کیا گیا مگر وہ نہ ملا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جب تم ان پر سوار ہو تو یہ تندرست ہونے چاہئیں، پھر جب تم ان پر سواری کرو تو یہ موٹے تازے ہونے چاہئیں۔'' آپ ﷺ نے یہ باتیں غصے کی حالت میں ارشاد فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص غنی کے باوجود مانگتا ہے، وہ جہنم کی آگ میں اضافہ کرتا ہے۔'' صحابہ نے کہا: کتنی چیز اسے کفایت کرے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چیز کی اتنی مقدار ہو کہ صبح اور شام کا کھانا بن جائے۔''

فوائد: ...... اس حدیثِ مبارکہ میں دو وقت کے کھانے یا اس کی قیمت کو غنٰی کی مقدار قرار دیا گیا ہے۔

(٣٥١١) عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ سَأَلَ مَسْأَلَةً وَهُوَ عَنْهَا غَنِيٌّ كَانَتْ شَيْنًا فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (مسند احمد: ٢٢٧٨٤)

مولائے رسول سیدنا ثوبان سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ایک چیز سے غنی ہونے کے باوجود (لوگوں سے) اس کا سوال کرتا ہے تو قیامت کے روز اس کے چہرے پر عیب ہوگا۔''

(٣٥١٢) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَسْأَلَةُ الْغَنِيِّ شَيْنٌ فِي وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (مسند احمد: ٢٠٠٥٩)

سیدنا عمران بن حصین ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غنی کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر عیب ہو گا۔''

(٣٥١٣) عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ ؓ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ نَبِيِّنَا ﷺ إِذَا أَعْرَابِيٌّ قَدْ أَلَحَّ عَلَيْهِ فِي الْمَسْأَلَةِ، يَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَطْعِمْنِي، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعْطِنِي،

سیدنا عائذ بن عمرو مزنی ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ایک دفعہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو آیا اور وہ خوب اصرار اور ضد کے ساتھ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے کھلائیں، اے

(٣٥١١) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه الدارمي: ١٦٤٥، والبزار: ٩٢٣، والطحاوي في "شرح معاني الآثار": ٢/ ٢٠، والطبراني في "الكبير": ١٤٠٧ (انظر: ٢٢٤٢٠)

(٣٥١٢) صحيح لغيره۔ اخرجه الطبراني في "الكبير": ١٨/ ٣٦٢، وفي "الاوسط": ٨١٧٣ (انظر: ١٩٨٢١)

(٣٥١٣) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ٢٠٦٤٦)

قَالَ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلَ الْمَنْزِلَ وَاَخَذَ بِعِضَادَتَيِ الْحُجْرَةِ وَاَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ فِي الْمَسْاَلَةِ مَا سَاَلَ رَجُلٌ رَجُلًا وَهُوَ يَجِدُ لَيْلَةً تُبِيْتُهُ۔)) فَاَمَرَ لَهُ بِطَعَامٍ۔ (مسند احمد: ۲۰۹۲۲)

اللہ کے رسول! مجھے کچھ دیں، آپ ﷺ اٹھے اور گھر تشریف لے گئے، پھر آپ ﷺ نے چوکھٹ کے دو بازوؤں کو پکڑا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! سوال کرنے اور بھیک مانگنے کے (انجام کے بارے میں) جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر تم بھی اسے جان لو تو جس کے پاس ایک شام کا کھانا موجود ہو، وہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کے لیے کھانے کا حکم دیا۔

فوائد: ......اس حدیثِ مبارکہ میں ایک وقت کے کھانے کو سوال نہ کرنے کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے۔

(۳۵۱٤) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا، فَاِنَّمَا يَسْاَلُ جَمْرًا، فَلْيَسْتَقِلَّ مِنْهُ اَوْ لِيَسْتَكْثِرْ)) (مسند احمد: ۷۱۶۳)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے، وہ دراصل آگ کے انگارے جمع کر رہا ہے، یہ اب اس کی مرضی ہے وہ تھوڑے جمع کر لے یا زیادہ۔''

فوائد: ......مقدار کے بارے میں مزید ایک حدیث یہ ہے: مزنی قبیلے کے ایک آدمی کو اس کی ماں نے کہا: کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں جاتا، تا کہ آپ سے کچھ مانگ لائے، جیسا کہ لوگ سوال کرتے رہتے ہیں؟ میں (ان کے کہنے پر) کچھ مانگنے کے لیے چلا گیا، میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے مخاطب تھے اور فرما رہے تھے: ((مَنِ اسْتَعَفَّ أَعَفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنِ اسْتَغْنٰى أَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ عِدْلُ خَمْسِ أَوَاقٍ، فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافاً۔)) ''جس نے پاکدامنی اختیار کی، اللہ تعالیٰ اسے پاکدامن کر دے گا اور جس نے (لوگوں سے) بے نیاز ہونا چاہا، اللہ اسے بے نیاز کر دے گا۔ (یاد رکھو کہ) جس کے پاس پانچ اوقیے ہوں اور وہ پھر بھی سوال کرے تو اس کا سوال اصرار سے ہو گا۔'' میں نے اپنے دل میں ہی کہا: ہماری اونٹنی پانچ اوقیوں سے تو بہتر ہے اور ایک اونٹنی میرے غلام کی بھی ہے وہ بھی پانچ اوقیوں سے بہتر ہے۔ اس بنا پر میں لوٹ آیا اور آپ ﷺ سے کوئی سوال نہ کیا۔ (مسند احمد: ٤/ ۱۳۸، صحیحہ: ۲۳۱٤) درج بالا احادیثِ مبارکہ میں جہاں سوال کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے، وہاں درج ذیل مختلف پانچ مقداروں کو غنٰی کی حد اور سوال کرنے سے مانع قرار دیا گیا ہے:

(۱)......پچاس درہم یعنی (۱۲ ، ۱۳) تولے چاندی

(۲)......چالیس درہم یعنی (۱۰) تولے چاندی

(۳۵۱٤) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰٤۱ (انظر: ۷۱۶۳)

(۳)......دو وقت کا کھانا

(۴)......ایک وقت کا کھانا

(۵)...... پانچ اوقیہ، یعنی (۲۰۰) درہم، جو کہ تقریبا (۵۲) تولے چاندی بنتی ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ قوانین علی الاطلاق نہیں ہیں، بلکہ مقید ہیں، مثال کے طور پر جس آدمی کی زندگی کے اخراجات چالیس درہموں کے ساتھ پورے ہو سکتے ہوں، وہ کسی صورت میں سوال نہیں کر سکتا، مثلا ایک مزدور جو روزانہ آٹھ نو درہم کماتا ہے اور اس کے پاس چالیس درہم موجود بھی ہوں تو وہ لوگوں سے بھیک نہیں مانگ سکتا، اگر چہ بسا اوقات اسے کام نہ ملتا ہو، یہی معاملہ چھابڑی فروشوں اور معمولی درجے کے دوکانداروں کا ہے۔ لیکن ایک آدمی کے پاس رہنے کے لیے گھر اور دودھ کے لیے بکری موجود ہے، لیکن ان دو چیزوں سے اس کے گھر کے اخراجات کا سلسلہ تو قطعی طور پر جاری نہیں رہ سکتا، حالانکہ وہ چالیس درہم سے زیادہ مال کا مالک ہے، اس لیے وہ لوگوں سے سوال کر سکتا ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ جس کی زندگی کا سرکل چالیس درہم یا اس سے کم قیمت کے مال سے چل سکتا ہو، وہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلا سکتا۔ مقصودِ شریعت یہ ہے کہ جس آدمی کی آمدن اس کے اور اس کے اہل خانہ کے ضروری اخراجات پورے کر رہی ہو، وہ لوگوں سے سوال نہیں کر سکتا، بصورتِ دیگر اس کے جواز کی رائے دی جا سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْيَدُ الْعُلْيَا وَالْيَدُ السُّفْلٰى

اوپر والے ہاتھ اور نیچے والے ہاتھ کا بیان

(۳۵۱۵) عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ ﷛ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهٖ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ، لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔)) (مسند احمد: ۱۵٦۵۹)

سیدنا حکیم بن حزام ﷛ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے مجھے دیا، میں نے پھر سوال کر دیا، آپ ﷺ نے میرا مطالبہ پورا کر دیا، میں نے تیسری بار مطالبہ کر دیا، پھر بھی آپ ﷺ نے دے دیا، لیکن یہ بھی فرمایا: ''یہ مال دلکش اور دل پسند چیز ہے، جو کوئی اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا، اس کے لیے اس میں برکت کی جائے گی اور جو شخص حریص بن کر اس کو لے گا، اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوگی، اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا، جو کھانا کھانے کے باوجود سیر نہیں ہوتا، بہر حال اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔''

(۳۵۱۵) تخريج: اخرجه البخاري: ۱٤٤۱، ومسلم: ۱۰۳۵ (انظر: ۱۵۵۷٤)

(٣٥١٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَالِ فَأَلْحَفْتُ، فَقَالَ: ((يَا حَكِيْمُ! مَا أَكْثَرَ مَسْأَلَتَكَ! يَا حَكِيْمُ! إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّهُ مَعَ ذٰلِكَ أَوْسَاخُ أَيْدِي النَّاسِ، وَيَدُ اللّٰهِ فَوْقَ يَدِ الْمُعْطِي، وَيَدُ الْمُعْطِي فَوْقَ يَدِ الْمُعْطٰى وَأَسْفَلُ الْأَيْدِيْ يَدُ الْمُعْطٰى۔)) (مسند احمد: ١٥٣٩٥)

(دوسری سند) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور خوب اصرار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے حکیم! تم کس قدر کثرت سے سوال کر رہے ہو! اے حکیم! یہ مال دلکش اور دل پسند ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور دینے والے کا ہاتھ لینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور لینے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہوتا ہے۔''

فوائد: ......اس موضوع کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کو دنیوی زندگی گزارنے کے لیے مختلف اسباب کی ضرورت تو ہے، لیکن وہ حسبِ استطاعت محنت کر کے ان اسباب کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور آزادانہ شب و روز کو گزارتے ہوئے کسی کے مال و دولت کی طرف حریصانہ نگاہ سے مت دیکھے۔ خدانخواستہ اگر اسے دستِ سوال پھیلانا پڑ جاتا ہے تو اس کو بھی اپنا حق سمجھ کر ضرورت پورا ہونے تک استعمال کرے اور اپنی عزت و غیرت میں کمی نہ آنے دے۔

(٣٥١٧) عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَلْيَبْدَأْ أَحَدُكُمْ بِمَنْ يَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ۔)) فَقُلْتُ: وَمِنْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ قَالَ: ((وَمِنِّي۔)) قَالَ حَكِيْمٌ: لَا تَكُوْنُ يَدِي تَحْتَ يَدِ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ أَبَدًا۔ (مسند احمد: ١٥٦٦٣)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور تم میں سے ہر کوئی اپنے زیر کفالت افراد پر خرچ کرنا شروع کرے، سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو غِنٰی (یعنی ذاتی ضروریات پوری کرنے) کے بعد کیا جائے اور جو آدمی لوگوں سے مستغنی ہونا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا، اور جو آدمی مانگنے سے بچنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچا دے گا۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سے بھی مانگنے کا یہی حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، مجھ سے بھی ایسے ہی ہے۔'' یہ سن کر سیدنا حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میرا ہاتھ کسی بھی عربی کے ہاتھ کے نیچے نہیں ہو گا۔

(٣٥١٦) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه الحاكم: ٣/ ٤٨٤، والطبرانی فی "الكبير" ٣٠٩٥، وانظر الحديث السابق(انظر: ١٥٣٢١)

(٣٥١٧) اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه البخاري: ١٤٢٧، ومسلم: ١٠٣٤ (انظر: ١٥٥٧٨)

فوائد:......یعنی یہ کوئی بات نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یا کسی نیک بزرگ سے مانگنا باعث برکت ہو۔

(۳۵۱۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْاَیْدِیْ ثَلَاثَةٌ، فَیَدُ اللّٰهِ الْعُلْیَا، وَیَدُ الْمُعْطِی الَّتِیْ تَلِیْهَا، وَیَدُ السَّائِلِ السُّفْلٰی۔)) (مسند احمد: ۴۲۶۱)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاتھ تین قسم کے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے، اس سے نیچے دینے والے کا ہاتھ اور مانگنے والے کا ہاتھ تو سب سے نیچے ہے۔''

(۳۵۱۹) وَعَنْ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلَهُ وَزَادَ: ((فَاَعْطِ الْفَضْلَ وَلَا تَعْجَزْ عَنْ نَفْسِكَ۔)) (مسند احمد: ۱۵۹۸۵)

سیدنا مالک بن نضلہ ؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی حدیث کی طرح کی روایت بیان کی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''تم زائد چیز صدقہ کر دو اور اپنے نفس سے عاجز نہ آ جاؤ۔''

فوائد:......''اپنے نفس سے عاجز نہ آ جاؤ'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے آپ کو کنگال نہ کر دو، بلکہ اپنی ذات سے متعلقہ اہم امور کے لیے کچھ سرمایہ بچا کر رکھو، وگرنہ اپنے زیر کفالت افراد کی کفالت کرنے سے بھی عاجز آ جاؤ گے اور لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلانا پڑے گا۔

(۳۵۲۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی، اَلْیَدُ الْعُلْیَا الْمُنْفِقَةُ، وَالْیَدُ السُّفْلٰی السَّائِلَةُ۔)) (مسند احمد: ۵۳۴۴)

سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔''

(۳۵۲۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ غِنًی، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔)) (مسند احمد: ۱۰۵۱۸)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی ذاتی ضروریات کے بعد ہی صدقہ کیا جائے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل اور بہتر ہے اور تم اپنے زیر کفالت افراد سے آغاز کرو۔''

(۳۵۱۸) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه ابن خزیمة: ۲۴۳۵، والحاکم: ۱/ ۴۰۸، والبیهقی: ۴/ ۱۹۸ (انظر: ۴۲۶۱)

(۳۵۱۹) تخریج: اسناده صحیح۔ اخرجه ابوداود: ۱۶۴۹ (انظر: ۱۵۸۹۰)

تخریج: ابو داود، صحیح ابن خزیمه، المتدرك للحاکم

(۳۵۲۰) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۴۲۹، ومسلم: ۱۰۳۳ (انظر: ۵۳۴۴)

(۳۵۲۱) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۴۲۸ بلفظ: ((خیر الصدقة......)) (انظر: ۱۰۵۱۱)

(۳۵۲۲) عَنْ اَبِی رِمْثَہَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((یَدُ الْمُعْطِی الْعُلْیٰ، اُمَّكَ وَاَبَاكَ وَاُخْتَكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ۔)) فَقَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ھٰؤُلَاءِ بَنُوْ یَرْبُوْعٍ قَتَلَةُ فُلَانٍ، قَالَ: ((اَلَا لَا تَجْنِی نَفْسٌ عَلٰی اُخْرٰی۔)) وَقَالَ اَبِی: قَالَ اَبُوْ النَّضْرِ فِی حَدِیْثِہٖ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَخْطُبُ وَیَقُوْلُ: ((یَدُ الْمُعْطِی الْعُلْیَا۔)) (مسند احمد: ۷۱۰۵)

سیدنا ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دینے والے کا ہاتھ بلند ہے، تم پہلے اپنی ماں پر خرچ کرو، پھر باپ پر، پھر اپنی بہن پر، پھر جس طرح قریبی بنتے ہیں۔'' ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بنو یربوع ہیں، یہ فلاں شخص کے قاتل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی نفس دوسرے کے حق میں جرم نہیں کرے گا۔'' ابو نضر نے اپنی حدیث میں کہا: میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، جس میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ''دینے والے کا ہاتھ بلند ہے۔''

فوائد: ...... دورِ جاہلیت میں قصاص لینے کے لیے قاتل کے بجائے اس کے قبیلے کے کسی بندے کو بھی قتل کر دیتے تھے، لگتا ہے کہ سائل اس قسم کی بات کرنا چاہتا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے اس کا ردّ کر دیا کہ ہر مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔

''سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو غِنٰی (یعنی ذاتی ضروریات پوری کرنے) کے بعد کیا جائے۔'' اور ''اپنے زیر کفالت افراد سے آغاز کیا جائے۔'' ان دو جملوں سے مراد وہ خود ساختہ پرتکلف زندگی نہیں ہے، جو اس وقت سرمایہ دار اور ان سے متأثر ہونے والے لوگوں کا معیار بن چکی ہے، لوگوں کو ان کے مزاجوں نے اس قدر ستا رکھا ہے کہ ان کے گھروں کے اخراجات لاکھوں روپوں پر مشتمل ہیں۔ لیکن روایت کے مطابق ایک ماہ میں چار پانچ سو یا ایک ہزار روپے کا صدقہ کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں، اگر نبی کریم ﷺ کی مختلف عبادات کی مقدار کو دیکھا جائے تو سب سے زیادہ مقدار صدقہ وخیرات کی نظر آئے گی۔

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے روحانی بیٹے بننے کو اعزاز سمجھیں، جنہوں نے مدینہ منورہ کے غریب مسلمانوں کو پینے کا پانی مہیا کرنے کے لیے بیس ہزار درہم کا بئر رومہ خریدا تھا، یہ (۵۲۴۰) تولے چاندی بنتی ہے۔

(۳۵۲۲) تخریج: اسنادہ حسن۔ اخرجہ ابوداود: ٤٤٩٥ بلفظ مختلف منه وفیه: ((اما انه لا یجنی علیك، ولا تجنی علیه۔)) ، وأخرجه النسائی: ٤٨٣٢ بلفظ ابی داود المذکوره فقط (انظر: ۷۱۰۵)

تَرْكُ التَّكَسُّبِ اِتِّكَالًا عَلَى السُّؤَالِ وَوَعِيْدُ فَاعِلِهِ

بھیک مانگنے پر اکتفا کرتے ہوئے کمائی کو ترک کر دینے اور ایسا کرنے والے کی مذمت کا بیان

(٣٥٢٣) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَاَنْ يَاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَذْهَبَ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ، ثُمَّ يَاْتِيَ بِهِ يَحْمِلُهُ عَلٰى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهُ فَيَاْكُلَ خَيْرٌ لَهُ، مِنْ اَنْ يَسْاَلَ النَّاسَ، وَلَاَنْ يَاْخُذَ تُرَابًا فَيَجْعَلَهُ فِي فِيْهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَجْعَلَ فِي فِيْهِ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔)) (مسند احمد:٧٤٨٢)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی آدمی رسی لے کر پہاڑ کی طرف جائے اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر لاد کر لائے اور اسے فروخت کر کے کھائے، تو یہ اس کے حق میں لوگوں سے بھیک مانگنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کو منہ میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ بندہ مٹی اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لے۔''

فوائد: ......آخری جملے کا مطلب یہ بنتا ہے کہ بندہ حلال کھانے کی کوشش کرے، اگرچہ وہ سالن کے بغیر جو کی روٹی ہی ہو، مٹی کا ذکر بطورِ مبالغہ کیا گیا ہے، کیونکہ اس کو کھایا تو نہیں جاتا، رہا مسئلہ حرام کے کھانے کا تو وہ دل کو اندھا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض۔

(٣٥٢٤) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَاللّٰهِ! لَاَنْ يَاْخُذَ اَحَدُكُمْ حَبْلًا فَيَحْتَطِبَ فَيَحْمِلَهُ عَلٰى ظَهْرِهِ فَيَاْكُلَ اَوْ يَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَاْتِيَ رَجُلًا اَغْنَاهُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ فَيَسْاَلَهُ اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهُ، ذٰلِكَ بِاَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔)) (مسند احمد:٧٣١٥)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی آدمی رسی لے کر جائے اور لکڑیاں کاٹ کر اپنی کمر پر لاد کر لائے اور اس طرح (ان کی قیمت سے) کھانا بنائے یا صدقہ کر دے تو یہ کام اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسے بندے کے پاس جا کر سوال کرے، جس کو اللہ تعالیٰ نے غنی کر رکھا ہو، آگے سے اس کی مرضی کہ کچھ دے دے یا نہ دے، یہ اس وجہ سے ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

(٣٥٢٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَفْتَحُ الْاِنْسَانُ

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی بھی اپنے لیے سوال اور بھیک کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے

(٣٥٢٣) تخريج: حديث صحيح بالطرق، لكن قوله: ((ولأن ياخذ......۔)) ضعيف بعنعنة محمد بن اسحاق المدلس۔ اخرجه البخارى: ١٤٧٠، ومسلم: ١٠٤٢ دون الجملة الاخيرة الضعيفة (انظر: ٧٤٩٠)

(٣٥٢٤) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين، وانظر الحديث بالطريق الاول

(٣٥٢٥) تخريج: اسناده قوى، وانظر الحديث بالطريق الاول

عَلٰی نَفْسِهِ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ، يَأْخُذُ الرَّجُلُ حَبْلَهُ فَيَعْمِدُ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبُ عَلٰى ظَهْرِهِ، فَيَأْكُلُ بِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ مُعْطًى أَوْ مَمْنُوْعًا۔)) (مسند احمد: ۹۴۱۱)

فقیری اور حاجت کا دروازہ کھول دیتا ہے، اگر ایک آدمی رسی لے کر پہاڑ کی طرف نکل جائے اور اپنی کمر پر ایندھن کاٹ کر لائے اور (اس کے ذریعے) کھانا کھائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور کہیں اسے کوئی چیز دے دی جائے اور کہیں محروم کر دیا جائے۔''

فوائد: ......ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو حلال کمائی کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہیے اور لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلانے سے بچنا چاہیے۔

(۳۵۲٦) عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ، حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ۔)) (مسند احمد: ٤٦٣٨)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو بندہ بھی ہمیشہ بھیک مانگتا رہے گا، وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔''

(۳۵۲۷) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْمَسْأَلَةُ كُدُوْحٌ فِي وَجْهِ صَاحِبِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ شَاءَ فَلْيَسْتَبْقِ عَلٰى وَجْهِهِ، وَأَهْوَنُ الْمَسْئَلَةِ مَسْأَلَةُ ذَوِي الرَّحِمِ، تَسْأَلُهُ فِي حَاجَةٍ، وَخَيْرُ الْمَسْأَلَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔)) (مسند احمد: ٥٦٨٠)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بھیک مانگنا تو قیامت والے دن مانگنے والے کے چہرے پر خراشوں کا سبب ہوگا، لہٰذا اب جو آدمی چاہتا ہے، ان خراشوں کو اپنے چہروں پر باقی رکھے، اس سلسلے میں سب سے آسان سوال تو رشتہ داروں سے مانگ لینا ہے، لیکن وہ بھی ضرورت کے وقت ہونا چاہیے، اور سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد کیا جائے اور خرچ کرتے وقت اپنے زیر کفالت افراد سے آغاز کرو۔''

(۳۵۲۸) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عُقْبَةَ الْفَزَارِي قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى الْحَجَّاجِ بْنِ يُوْسُفَ فَقُلْتُ:

یزید بن عقبہ فزاری کہتے ہیں: میں حجاج بن یوسف کے ہاں گیا اور کہا: اللہ تعالیٰ امیر کے احوال کی اصلاح فرمائے، کیا میں

(۳۵۲٦) تخریج: اخرجه البخاری: ١٤٧٤، ومسلم: ١٠٤٠ (انظر: ٤٦٣٨)

(۳۵۲۷) تخریج: اسناده صحيح على شرط الشيخين (انظر: ٥٦٨٠)

(۳۵۲۸) اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ١٦٣٩، والترمذی: ٦٨١، والنسائی: ٥/ ١٠٠ (انظر: ٢٠١٠٦)

اَصْلَحَ اللّٰهُ الْاَمِيْرَ، اَلاَ اُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ سَمْرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: بَلٰى، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمَسَائِلُ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ اَبْقٰى عَلٰى وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ إِلَّا اَنْ يَسْاَلَ رَجُلٌ ذَا سُلْطَانٍ، اَوْ يَسْاَلَ فِي اَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ۔)) (مسند احمد: ٢٠٣٦٦)

آپ ﷺ کو ایک حدیث سناؤں جو مجھے سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے، اس نے کہا: جی ہاں۔ یزید نے کہا: میں نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سوال کرنا خراش ہے، جس کے ذریعے بندہ اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے، اب جو آدمی چاہتا ہے وہ اپنے چہرے کو بچا لے اور جو چاہتا ہے تو وہ اسے چھوڑ دے۔ ہاں انسان کو چاہیے کہ وہ حکمران سے سوال کر لے یا کوئی ایسی ضرورت پوری کرنی ہو، جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو۔''

فوائد:...... (۱) یعنی سوال کر کے زخمی نہ کرے اور چہرہ زخموں سے محفوظ رکھے۔ (۲) یعنی سوال نہ کر کے چہرے پر جو رونق رہتی ہے اور چہرہ زخمی نہیں ہوتا اس کیفیت کو چھوڑے یعنی سوال کرے اور چہرہ زخمی کرے۔ (عون المعبود: ۲/ ۳۹)۔ (عبداللہ رفیق)

(٣٥٢٩) عَنْ اَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدْ سَمِعْتُ فُلَانًا وَ فُلَانًا يُحْسِنَانِ الثَّنَاءَ، يَذْكُرَانِ اَنَّكَ اَعْطَيْتَهُمَا دِيْنَارَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لٰكِنْ وَاللّٰهِ! فُلَانًا مَا هُوَ كَذٰلِكَ، لَقَدْ اَعْطَيْتُهُ مِنْ عَشَرَةٍ إِلٰى مِائَةٍ، فَمَا يَقُوْلُ ذَاكَ، اَمَا وَاللّٰهِ! إِنَّ اَحَدَكُمْ لَيُخْرِجُ مَسْاَلَتَهُ مِنْ عِنْدِي يَتَاَبَّطُهَا يَعْنِي تَكُوْنَ تَحْتَ إِبْطِهِ يَعْنِي نَارًا۔)) قَالَ: قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَ تُعْطِيْهَا إِيَّاهُمْ؟ قَالَ: ((فَمَا اَصْنَعُ؟ يَاْبَوْنَ إِلَّا ذَاكَ وَيَاْبَى اللّٰهُ لِيَ الْبُخْلَ۔)) (مسند احمد: ١١٠١٧)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں اور فلاں آدمی کو سنا، وہ آپ ﷺ کا ذکرِ خیر کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے انہیں دو دینار دیئے تھے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! فلاں آدمی تو اس طرح کا نہیں ہے، میں نے تو اسے دس سے سو دینار دیئے ہیں، لیکن اس نے تو (احسان مند ہونے کی اور اچھے کلمات کہنے کی) کوئی بات ہی نہیں کی۔ خبردار! اللہ کی قسم ہے کہ تم میں سے ایک آدمی کا سوال مجھ سے کوئی مال نکال تو لیتا ہے، پھر بغل میں دبا کر چلا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اپنی بغل کے نیچے آگ دے رہا ہوتا ہے۔'' یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کو دیتے کیوں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیا کروں، وہ مانگنے سے باز نہیں آتے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بخل

(٣٥٢٩) تخريج: اسناده صحيح على شرط البخاري۔ اخرجه البزار: ٩٢٥، وابن حبان: ٣٤١٢، ٣٤١٤، والحاكم: ١/ ٤٦ (انظر: ١١٠٠٤)

نہیں کرنے دیتا۔''

فوائد: ......آخری جملے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کو نہ دیں تو وہ زبان درازی شروع کر دیں اور آپ ﷺ کو بخیل کہنا شروع کر دیں گے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کی فطرت اور جبلّت میں سخاوت رکھ دی ہے۔

(۳۵۳۰) عَنْ مُعَاوِيَةَ (بْنِ اَبِی سُفْيَانَ رضی اللہ عنہما) سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تُلْحِفُوا فِي الْمَسْاَلَةِ فَوَاللّٰهِ! لَا يَسْاَلُنِي اَحَدٌ شَيْئًا فَتَخْرُجَ لَهُ مَسْاَلَتُهُ، فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ۔)) (مسند احمد: ۱۷۰۱۷)

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مانگنے پر اصرار نہ کیا کرو، اللہ کی قسم! جو بندہ بھی مجھ سے سوال کرے گا اور پھر اس کا سوال مجھ سے مال بھی نکال لے گا تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں کی جائے گی۔''

فوائد: ......صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَوَاللّٰهِ! لَا يَسْاَلُنِي اَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهُ مَسْاَلَتُهُ مِنِّي شَيْئًا وَاَنَا لَهُ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهُ فِي مَا اَعْطَيْتُهُ۔)) یعنی: ''اللہ کی قسم! جو بندہ بھی مجھ سے سوال کرتا ہے اور اس کا سوال مجھ سے مال بھی نکال لیتا ہے، جبکہ میں ناپسند کرنے والا ہوں، تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں کی جائے گی۔''

(۳۵۳۱) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ وَإِنَّمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، فَمَنْ اَعْطَيْتُهُ عَطَاءً بِطِيْبِ نَفْسٍ فَإِنَّهُ يُبَارَكُ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ اَعْطَيْتُهُ عَطَاءً بِشَرَهِ نَفْسٍ وَشَرَهِ مَسْاَلَةٍ فَهُوَ كَالَّذِي يَاْكُلُ فَلَا يَشْبَعُ)) (مسند احمد: ۱۷۰۴۵)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو خزانچی (اور تقسیم کرنے والا) ہوں، دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، میں جس آدمی کو بخوشی کوئی چیز دوں گا تو اس کے لئے اس میں برکت کی جائے گی اور میں جس کو اس کے نفس اور سوال کی شدید حرص کے ساتھ دوں گا تو وہ اس شخص کی طرح ہوگا، جو کھاتا تو ہے، لیکن سیر نہیں ہوتا۔''

(۳۵۳۲) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَاللّٰهِ مَا اُوْتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَا اَمْنَعُكُمُوْهُ، إِنْ اَنَا إِلَّا خَازِنٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ۔)) (مسند احمد: ۸۱۴۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہیں نہ کوئی چیز دے سکتا ہوں اور نہ کسی چیز سے محروم کر سکتا ہوں، میں تو محض خزانچی (اور تقسیم کرنیوالا) ہوں، مجھے جیسے حکم ملتا ہے، میں اس کے مطابق کر دیتا ہوں۔''

(۳۵۳۰) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۳۸(انظر: ۱۶۸۹۳)

(۳۵۳۱) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۳۷(انظر: ۱۶۹۲۱)

(۳۵۳۲) تخریج: اسناده صحیح علی شرط الشیخین۔ اخرجه ابوداود: ۲۹۴۹(انظر: ۸۱۵۵)

(٣٥٣٣) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هٰذِهِ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ آتَيْنَاهُ مِنْهَا شَيْئًا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنَّا وَطِيْبِ طُعْمَةٍ، وَلَا إِشْرَاهٍ، بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ آتَيْنَاهُ مِنْهَا شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ مِنَّا وَغَيْرِ طِيْبِ طُعْمَةٍ وَإِشْرَاهٍ مِنْهُ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ۔)) (مسند احمد: ٢٤٨٩٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے، ہم جسے خوش دلی سے اور اس کی حرص کے بغیر اس کے حصہ سے زائد بھی دے دیں تو اس کے لئے اس میں برکت ہوتی ہے اور ہم جسے بادل ناخواستہ اور اس کی حرص کی بنا پر کچھ دیں گے تو اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوتی۔''

فوائد: ...... جہاں اس باب میں لوگوں سے سوال کرنے کی سخت مذمت کی گئی ہے، وہاں مجبوری میں اس چیز کو جائز بھی قرار دیا ہے، لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ ان احادیثِ مبارکہ کا ہماری زندگیوں سے کیا تعلق ہے، یہ فرمودات عالیہ ہمیں کیا سمجھا کر ہماری کس چیز کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، اس چیز کو محسوس کرنے کے لیے یقیناً بڑے ضمیر کی ضرورت ہے، جو اس چیز کو پا لینے کی اہلیت رکھتا ہو کہ معاشرے میں عزت کے کیا تقاضے ہیں اور بے عزتی کی کون سی صورتیں ہیں، مصیبت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جن لوگوں کی نگاہیں دوسروں کے جیبوں پر جمی ہوئی ہیں، وہ اسلامی غیرت اور معاشرتی عزت کو محسوس کرنے سے ہی عاری ہیں اور بے شعور زندگی گزار رہے ہیں، اس معاملے میں مساجد و مدارس سے متعلقہ مذہبی طبقے کے بعض افراد کو بھی کافی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اَلتَّعَفُّفُ عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَفَضْلُ ذَالِكَ

سوال کرنے سے بچنے اور اس کی فضیلت کا بیان

(٣٥٣٤) عَنْ هِلَالِ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: نَزَلْتُ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ فَضَمَّنِي وَإِيَّاهُ الْمَجْلِسُ، قَالَ: فَحَدَّثَ اَنَّهُ اَصْبَحَ ذَاتَ يَوْمٍ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى بَطْنِهِ حَجَرًا مِنَ الْجُوْعِ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ اَوْ اُمُّهُ: اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاسْاَلْهُ فَقَدْ اَتَاهُ فُلَانٌ

ہلال بن حصین کہتے ہیں: میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہاں جا کر ٹھہرا، ہم ایک مجلس میں جمع ہوئے، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا، ان کی اہلیہ یا والدہ نے ان سے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ ﷺ سے کچھ مانگ کر لاؤ، جب فلاں آدمی نے جا کر

(٣٥٣٣) تخريج: حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف لضعف شريك۔ اخرجه ابن حبان: ٣٢١٥، والبزار: ٩٢٠ (انظر: ٢٤٣٩٤)

(٣٥٣٤) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف۔ اخرجه الطيالسي: ٢٢١١، وابن ابي شيبة: ٣/ ٢١١، والبيهقي في "شعب الايمان": ٣٥٠٤ (انظر: ١١٤٠١)

فَسَأَلَهُ فَأَعْطَاهُ وَأَتَاهُ فُلَانٌ فَسَأَلَهُ فَأَعْطَاهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: حَتّٰى أَلْتَمِسَ شَيْئًا، قَالَ: فَالْتَمَسْتُ فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يَخْطُبُ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ وَهُوَ يَقُولُ: ((مَنِ اسْتَعَفَّ يُعِفُّهُ اللّٰهُ، وَمَنِ اسْتَغْنٰى يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ سَأَلَنَا إِمَّا أَنْ نَبْذُلَ لَهُ وَإِمَّا أَنْ نُوَاسِيَهُ، وَمَنْ يَسْتَعِفُّ عَنَّا أَوْ يَسْتَغْنِي أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّنْ يَسْأَلُنَا۔)) قَالَ: فَرَجَعْتُ فَمَا سَأَلْتُهُ شَيْئًا، فَمَا زَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَرْزُقُنَا حَتّٰى مَا أَعْلَمُ فِي الْأَنْصَارِ أَهْلَ بَيْتٍ أَكْثَرَ أَمْوَالًا مِنَّا۔ (مسند احمد: ١١٤٢١)

آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے دیا تھا، اسی طرح فلاں نے بھی آپ ﷺ کے پاس جا کر مانگا تھا، آپ ﷺ نے اسے بھی عطا کیا تھا۔ میں (ابوسعید) نے جواباً کہا: میں پہلے (کسی اور ذریعہ سے) کوئی چیز حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، پھر میں نے ایسے ہی کیا، مگر مجھے (کہیں سے) کچھ بھی نہ ملا۔ بالآخر میں آپ ﷺ کے پاس چلا گیا، اس وقت آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ اس وقت یہ بات ارشاد فرما رہے تھے: ''جو آدمی مانگنے سے بچے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا اور جس نے غِنٰی اختیار کیا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا اور جو آدمی ہم سے کوئی چیز مانگے گا تو ہم اسے کچھ نہ کچھ دے دیں گے، بہرحال جو شخص ہم سے مانگنے سے بچے گا اور غِنٰی اختیار کرے گا تو وہ ہمیں سوال کرنے والے آدمی کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہوگا۔'' سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث سن کر میں واپس چلا آیا اور میں نے آپ ﷺ سے کوئی سوال نہیں کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قدر رزق دیا کہ میں نہیں جانتا کہ انصار کے کسی گھر والے ہم سے زیادہ مال دار ہوں۔

فوائد:...... سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے جس غیرت کے ساتھ حدیثِ مبارکہ کے تقاضے پورے کیے، اس کی برکتوں کا سلسلہ لامتناہی ہے، لیکن اس کی ابتداء بندے کے صبر سے ہوتی ہے۔ حقیقی رزّاق اللہ تعالیٰ ہے، ساری مخلوق اسی کی محتاج ہے اور وہ سب سے غنی ہے، اس نے ہر ایک کو رزق دینا ہے، ہمیں چاہیے کہ اچھے انداز میں اس سے اپنا رزق وصول کریں۔

(٣٥٣٥) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَا أَجِدُ لَكُمْ رِزْقًا أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔)) (مسند احمد: ١١١٠٧)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبر سے کام لیا، اللہ اسے صابر بنا دے گا، جس نے استغنا اختیار کیا، اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دے گا اور جو مانگنے سے بچے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا اور میں تمہارے لئے صبر سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا۔''

(٣٥٣٥) تخريج: اخرجه البخاری: ٦٤٧٠، ومسلم: ١٠٥٣ (انظر: ١١٠٩١)

(۳۵۳٦) عَنْ حِبَّانَ بْنِ بُحِّ الصُّدَائِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ قَوْمِي كَفَرُوْا، فَأُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَهَّزَ لَهُمْ جَيْشًا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ قَوْمِي عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: ((أَكَذٰلِكَ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاتَّبَعْتُهُ لَيْلَتِي إِلَى الصَّبَاحِ فَأَذَّنْتُ بِالصَّلَاةِ لَمَّا أَصْبَحْتُ وَأَعْطَانِي إِنَاءً تَوَضَّأْتُ مِنْهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ أَصَابِعَهُ فِي الْإِنَاءِ فَانْفَجَرَ عُيُوْنًا، فَقَالَ: ((مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَلْيَتَوَضَّأْ۔)) فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ وَأَمَّرَنِي عَلَيْهِمْ وَأَعْطَانِي صَدَقَتَهُمْ، فَقَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: فُلَانٌ ظَلَمَنِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا خَيْرَ فِي الْإِمْرَةِ لِمُسْلِمٍ۔)) ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ صَدَقَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الصَّدَقَةَ صُدَاعٌ فِي الرَّأْسِ وَحَرِيْقٌ فِي الْبَطْنِ أَوْ دَاءٌ۔)) فَأَعْطَيْتُهُ صَحِيْفَتِي أَوْ صَحِيْفَةَ إِمْرَتِي وَصَدَقَتِي، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُكَ؟)) فَقُلْتُ: كَيْفَ أَقْبَلُهَا وَقَدْ سَمِعْتُ مِنْكَ مَا سَمِعْتُ، فَقَالَ: ((هُوَ مَا سَمِعْتَ۔))

(مسند احمد: ۱۷٦۷۷)

صحابیٔ رسول حبان بن بح صدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میری قوم کے بعض لوگ کافر ہو گئے ہیں تو مجھے اطلاع دی گئی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا ہے، میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری قوم تو اسلام ہی پر ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا واقعی بات ایسے ہی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں صبح تک یعنی رات بھر آپ ﷺ کے ساتھ رہا، صبح کو میں نے نماز کے لئے اذان کہی، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے ایک برتن دیا تاکہ میں وضو کر لوں، جب آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں اس برتن میں ڈالیں تو ان سے چشمے پھوٹ پڑے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی وضو کرنا چاہتا ہے کر لے۔)) چنانچہ میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنی قوم کا امیر بنایا اور ان کی طرف سے ادا کیے گئے صدقات مجھے عطا کر دیئے، ایک آدمی اٹھا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا، اس نے کہا: فلاں آدمی نے مجھ پر ظلم کیا ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے لئے امارت میں کوئی خیر نہیں ہے۔'' اس کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے آپ ﷺ سے صدقے کا سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ سر کی درد اور پیٹ کی جلن یا بیاری کا سبب ہے۔'' آپ ﷺ کے یہ فرامین سن کر میں نے اپنی امارت اور صدقات وصول کرنے کا عہدہ آپ ﷺ کو واپس لوٹا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے کہا: میں اس ذمہ داری کو کیسے قبول کروں، جبکہ آپ اس کے بارے میں یہ کچھ فرما چکے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بات تو وہی ہے جو تم سن چکے ہو۔''

(۳۵۳٦) اسناده ضعيف من اجل ابن لهيعة۔ اخرجه الطبرانی فی "الكبير": ۳۵۷۵ (انظر: ۱۷۵۳٦)

اَلْبَیْعَةُ عَلٰی عَدْمِ السُّؤَالِ
سوال نہ کرنے پر بیعت کرنا

(۳۵۳۷) عَنْ اَبِی الْیَمَانِ وَ اَبِی الْمُثَنّٰی اَنَّ اَبَا ذَرٍّ ؓ قَالَ: بَایَعَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسًا، وَاَوْثَقَنِیْ سَبْعًا، وَاَشْهَدَ اللّٰهَ عَلَیَّ تِسْعًا اَنْ لا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لائِمٍ، ثُمَّ قَالَ اَبُوْ الْمُثَنّٰی: قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ ؓ فَدَعَانِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((هَلْ لَكَ إِلٰی بَیْعَةٍ وَلَكَ الْجَنَّةُ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: وَبَسَطْتُ یَدِی، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ یَشْتَرِطُ عَلَیَّ: ((اَنْ لَّا تَسْاَلِ النَّاسَ شَیْئًا۔)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((وَلَا سَوْطَكَ إِنْ یَسْقُطْ مِنْكَ حَتّٰی تَنْزِلَ إِلَیْهِ فَتَاْخُذَهُ۔)) (مسند احمد: ۲۱۸٤۱)

سیدنا ابوذر ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اس بات پر پانچ دفعہ بیعت لی، سات مرتبہ پختہ عہد لیا اور نو بار اللہ تعالیٰ کو مجھ پر گواہ بنایا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔ ابومثنّٰی کہتے ہیں کہ سیدنا ابوذر ؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا: ''کیا تم ایک ایسی میری بیعت کرنے پر تیار ہو جاؤ گے، جس کے عوض تم کو جنت ملے گی؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں، پھر میں نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا، آپ ﷺ نے مجھ پر اس شرط کا تعین کرتے ہوئے فرمایا: ''تم نے لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرنا۔'' میں نے کہا: جی ٹھیک ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوڑا بھی گر جائے تو اس کا سوال بھی نہیں کرنا، بلکہ خود اتر کر اٹھانا ہے۔''

(۳۵۳۸) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الاَشْجَعِیِّ ؓ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فِی سِتَّةِ نَفَرٍ اَوْ سَبْعَةٍ اَوْ ثَمَانِیَةٍ، فَقَالَ لَنَا: ((بَایِعُوْنِی۔)) فَقُلْتُ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ! قَدْ بَایَعْنَاكَ، قَالَ: ((بَایِعُوْنِی۔)) فَبَایَعْنَاهُ فَاَخَذَ عَلَیْنَا فِیْمَا اَخَذَ عَلَی النَّاسِ ثُمَّ اَتْبَعَ ذٰلِكَ كَلِمَةً خَفِیَّةً، فَقَالَ: ((لا تَسْاَلُوْا النَّاسَ شَیْئًا۔)) (مسند احمد: ۲٤٤۹۳)

سیدنا عوف بن مالک اشجعی ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم چھ یا سات یا آٹھ افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''تم میری بیعت کرو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم تو آپ کی بیعت کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''تم میری بیعت کرو۔'' پس ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی، آپ ﷺ نے ہم سے ان ہی امور کی بیعت لی، جو دوسروں سے لی تھی، اس کے بعد آپ ﷺ نے مخفی سے انداز میں ایک کلمہ ارشاد فرمایا اور وہ یہ تھا کہ: ''تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔''

(۳۵۳۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، ابو الیمان و ابو المثنی فی عداد المجھولین، لکن تشھد لھاتین الجملتین احادیث اخری: "اَنْ لا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لائِمٍ" و "اَنْ لَّا تَسْاَلِ النَّاسَ شَیْئًا" (انظر: ۲۱۵۰۹)
(۳۵۳۸) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰٤۳ (انظر: ۲۳۹۹۳)

فوائد: ...... صحیح مسلم کی روایت میں درج ذیل وضاحت موجود ہے: سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے آپ ﷺ کی نئی نئی بیعت کی تھے، اس لیے جب آپ ﷺ نے بیعت کا مطالبہ کیا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی بیعت کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کیا تم اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرو گے؟'' آپ ﷺ نے تین دفعہ ایسے فرمایا اور صحابۂ کرام بھی آگے سے یہی بات کہتے رہے کہ ہم تو آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آخری مرتبہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک دفعہ تو ہم آپ کی بیعت کر چکے ہیں، اب ہم کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچ نمازیں ادا کرو گے اور اطاعت کرو گے۔'' پھر آپ ﷺ نے پست آواز میں یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا: ''اور تم لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔'' میں نے دیکھا کہ اگر ان لوگوں سے سواری کے اوپر سے چھڑی گر جاتی، تو وہ کسی سے یہ مطالبہ بھی نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کو اٹھا کر دے دے۔

(۳۵۳۹) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ ثَوْبَانَ (مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ رضی اللہ عنہ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَتَقَبَّلُ، (وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ يَتَكَفَّلُ) لِي بِوَاحِدَةٍ وَأَتَقَبَّلُ (وَفِي رِوَايَةٍ: وَأَتَكَفَّلُ) لَهُ بِالْجَنَّةِ؟)) قَالَ: قُلْتُ: أَنَا، قَالَ: ((لَا تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئًا۔)) فَكَانَ ثَوْبَانُ يَقَعُ سَوْطُه وَهُوَ رَاكِبٌ فَلَا يَقُوْلُ لِأَحَدٍ نَاوِلْنِيهِ حَتّٰى يَنْزِلَ فَيَتَنَاوَلَهُ۔ (مسند احمد: ۲۲۷٤٤)

مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو مجھے ایک چیز کی ضمانت دے، اور میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا؟ میں نے کہا: ''جی میں (حاضر ہوں)۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تم نے لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرنا۔'' جب سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہوتے اور ان کی لاٹھی گر جاتی تو وہ کسی سے نہیں کہتے تھے کہ وہ ان کو اٹھا کر دے دے، بلکہ خود سواری سے اتر کر اس کو اٹھاتے تھے۔

فوائد: ...... ہمیں اندازہ کر لینا کہ ہمارے مذہب کے نزدیک ہماری عزت اور غیرت کس قدر قیمتی چیز ہے کہ اس کا ہلکا سا متأثر ہونا بھی ہماری شریعت کو گوارا نہیں ہے، جو لوگ شریعت کے اس قانون کے بارے میں محتاط نہیں رہتے، معاشرے میں ان کی قدر گھٹ جاتی ہے، بلکہ وہ خود عزتِ نفس میں کمی ہوتی ہوئی محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں اس بارے میں اپنے ضمیر کے ساتھ یہ پکا فیصلہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی شخص سے کوئی مطالبہ نہیں کرنا اور کسی بشر سے کوئی حرص اور لالچ وابستہ نہیں رکھنی، زندگی کا مزہ بھی آئے گا اور اللہ تعالیٰ خیر و برکت بھی عطا کرے گا۔

(۳۵۳۹) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابن ماجه: ۱۸۳۷، والنسائی: ٥/ ٩٦، (انظر: ۲۲۳۸٥)

جَوَازُ قُبُوْلِ الْعَطَاءِ اِذَا كَانَ عَنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ، وَسُؤَالُ الصَّالِحِيْنَ اِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ السُّؤَالِ

اگر بن مانگے کچھ مل جانے تو اسے قبول کر لینے اور اگر مانگنے کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر لینے کا بیان

(۳۵۴۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ: اَعْطِهِ اَفْقَرَ مِنِّيْ، حَتّٰى اَعْطَانِيْ مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ: اَعْطِهِ اَفْقَرَ مِنِّي، قَالَ: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ، وَتَصَدَّقْ بِهِ، فَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ، وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَالَا، فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔)) (مسند احمد: ۱۳۶)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ مجھے کوئی چیز دیتے تھے تو میں کہتا تھا کہ آپ یہ چیز اس کو دیں، جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے مال دیا اور میں نے کہا: آپ ﷺ یہ مال مجھ سے زیادہ حاجت مند کو دیں۔'' لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ لے لو اور اس کے مالک بنو اور (پھر چاہو تو) اسے صدقہ کر دو، جو مال لالچ اور سوال کے بغیر مل جائے، وہ لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ ملے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے نہ لگایا کرو۔''

(۳۵۴۱) عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ بَعَثَ إِلٰى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا بِنَفَقَةٍ وَكِسْوَةٍ، فَقَالَتْ لِلرَّسُوْلِ: إِنِّي يَا بُنَيَّ لَا اَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ شَيْئًا، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ: رُدُّوْهُ عَلَيَّ، فَرَدُّوْهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي ذَكَرْتُ شَيْئًا قَالَهُ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! مَنْ اَعْطَاكِ عَطَاءً بِغَيْرِ مَسْاَلَةٍ فَاقْبَلِيْهِ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ عَرَضَهُ اللّٰهُ لَكِ۔)) (مسند احمد: ۲۶۷۶۳)

مطلب بن حطب کہتے ہیں: عبد اللہ بن عامر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کچھ خرچہ اور لباس بھیجا، لیکن انہوں نے قاصد سے کہا: میرے پیارے بیٹے! میں کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتی، جب وہ چلا گیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اسے واپس بلاؤ۔ جب لوگوں نے اسے واپس بلایا تو انھوں نے کہا: مجھے ایک بات یاد آئی، جو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمائی تھی کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا! جو آدمی بن مانگے کوئی چیز تمہیں دے دے تو وہ لے لیا کرو، کیونکہ یہ تو ایسا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔''

(۳۵۴۲) عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ اَنَّ عَبْدَالْعَزِيْزِ بْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

قعقاع بن حکیم کہتے ہیں کہ عبد العزیز بن مروان نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ ان کی کوئی ضرورت ہو

(۳۵۴۰) تخريج: اخرجه البخاری: ۷۱۶۴، ومسلم: ۱۰۴۵ (انظر: ۱۳۶)

(۳۵۴۱) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه البيهقی: ۶/ ۱۸۴ (انظر: ۲۶۲۳۳)

(۳۵۴۲) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه بلفظ المرفوع منه فقط البخاری: ۱۴۲۹، ومسلم: ۱۰۳۳ وأخرجه بتمامه ابويعلی: ۵۷۴۰، والبيهقی فی "الشعب": ۳۵۴۹ (انظر: ۶۴۰۲)

عُمَرَ أَنِ ارْفَعْ إِلَيَّ حَاجَتَكَ، قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((اِبْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى)) وَإِنِّي لَأَحْسِبُ الْيَدَ الْعُلْيَا الْمُعْطِيَةَ وَالسُّفْلٰى السَّائِلَةَ، وَإِنِّي غَيْرُ سَائِلِكَ شَيْئًا وَلَا رَادٌّ رِزْقًا سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيَّ مِنْكَ۔ (مسند احمد: ٦٤٠٢)

تو وہ پیش کریں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''خرچ کرتے وقت اپنے زیر کفالت افراد سے ابتدا کیا کرو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' میں سمجھتا ہوں کہ اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا سوال کرنے والا ہے، لہٰذا میں آپ سے کچھ نہیں مانگتا اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے مجھے کوئی چیز بھجوا دے تو اسے واپس نہیں کروں گا۔

(٣٥٤٣) عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ أَنَّ الْفِرَاسِيَّ رضی اللہ عنہ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: أَسْأَلُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: لَا، وَإِنْ كُنْتَ سَائِلًا لَا بُدَّ فَاسْأَلِ الصَّالِحِيْنَ۔)) (مسند احمد: ١٩١٥٣)

ابن فراسی سے روایت ہے کہ سیدنا فراسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا میں مانگ سکتا ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، اور اگر سوال کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر لیا کر۔''

فوائد: ...... حدیث نمبر (۳۵۲۸) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آدمی حکمرانوں سے سوال کر سکتا ہے اور اشد ضرورت میں، جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو، ہر خاص و عام سے سوال کر سکتا ہے، بہر حال مختلف مزاجوں کو دیکھ کر بعض لوگوں سے بچ کر بعض کو ترجیح دی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے در کا محتاج رکھے۔

(٣٥٤٤) عَنْ خَالِدِ بْنِ عَدِيٍّ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ بَلَغَهُ مَعْرُوفٌ عَنْ أَخِيهِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ فَلْيَقْبَلْهُ وَلَا يَرُدَّهُ، فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ۔)) (مسند احمد: ١٨١٠١)

سیدنا خالد بن عدی جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے بن مانگے اور بغیر حرص کے اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے (ہدیہ، عطیہ، ہبہ وغیرہ جیسی) کوئی چیز ملے تو وہ اسے قبول کر لے اور واپس نہ لوٹائے، کیونکہ وہ اللہ کا رزق ہے، جو وہ اس کی طرف کھینچ کر لایا ہے۔''

فوائد: ...... اس ضمن میں یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ بعض لوگوں کو جب کوئی تحفہ دیا جاتا ہے یا ان کی ضیافت

(٣٥٤٣) تخريج: اسناده ضعيف، لجهالة مسلم بن مخشى وابن الفراسى۔ اخرجه ابوداود: ١٦٤٦، والنسائى: ٥/ ٩٥ (انظر: ١٨٩٤٥)

(٣٥٤٤) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابو يعلى: ٩٢٥، وابن حبان: ٣٤٠٤، ٥١٠٨، والحاكم: ٢/ ٦٢، والطبرانى فى "الكبير": ٤١٢٤ (انظر: ١٧٩٣٦)

وغیرہ کی جاتی ہے، تو وہ اسے قبول کرنے میں اتنا تکلف برتتے ہیں کہ تحفہ پیش کرنے والا بیچارہ پریشان ہو جاتا ہے اور اس کا سارا مزہ بے مزہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس قسم کی کوئی چیز پیش کر رہا ہے تو ایک دفعہ بڑی خوشی کے ساتھ قبول کر کے شکریہ ادا کرنا چاہیے، ہاں اگر واضح طور پر معلوم ہو رہا ہو کہ دینے والے کا مقصد خوشامد ہے یا وہ صرف رکھ رکھاؤ کے لیے اپنی حیثیت سے بڑھ کر یہ کام کر رہا ہے تو اسے بعد میں اچھے انداز میں سمجھا دینا چاہیے۔

اَلْبِرُّ بِالسَّائِلِ وَتَحْسِيْنُ الظَّنِّ وَاِعْطَائُهُ وَاِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ

سائل کے ساتھ حسن سلوک کرنے، اس کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور خواہ وہ گھوڑے پر آئے، اس کو کچھ نہ کچھ دینے کا بیان

(۳۵۴۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ اَبِیْ يَحْيٰى عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ عَنْ اَبِيْهَا، قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَاِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ۔)) (مسند احمد: ۱۷۳۰)

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سائل کا حق ہے، اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔''

(۳۵۴۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بُجَيْدٍ عَنْ جَدَّتِهِ اُمِّ بُجَيْدٍ ﷞ اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْتِيْنَا فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَاَتَّخِذُ لَهُ سَوِيْقَةً فِیْ قَعْبَةٍ لِیْ فَاِذَا جَاءَ سَقَيْتُهَا اِيَّاهُ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهُ يَاْتِيْنِیْ السَّائِلُ فَاَتَزَهَّدُ لَهُ بَعْضَ مَا عِنْدِیْ، (وَفِیْ رِوَايَةٍ فَلَا اَجِدُ فِیْ بَيْتِیْ مَا اَرْفَعُ فِیْ يَدِهِ) فَقَالَ: ((ضَعِیْ فِیْ يَدِ الْمِسْكِيْنِ وَلَوْ ظِلْفًا مُحْرَقًا۔)) (مسند احمد: ۲۷۶۹۲)

سیدہ ام بُجَید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں تشریف لایا کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لکڑی کے ایک پیالہ میں ستو بناتی تھی، جب آپ تشریف لاتے تو میں وہ انہیں پلاتی۔ (ایک دن) میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات ایک سائل میرے پاس آتا ہے اور میں اسے اس بنا پر کچھ نہیں دیتی کہ جو کچھ میرے پاس ہوتا ہے، میں اسے بہت معمولی سمجھتی ہوں، ایک روایت میں ہے: اس کو دینے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی، (ایسی صورت میں میں کیا کروں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم مسکین کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ رکھ دیا کرو، خواہ

(۳۵۴۵) اسناده ضعيف لجهالة يعلى بن ابى يحيى۔ أخرجه أبوداود: ۱۶۶۵، ۱۶۶۶ (انظر: ۱۷۳۰)

(۳۵۴۶) حديث حسن۔ اخرجه ابوداود: ۱۶۶۷، والترمذى: ۶۶۵، والنسائى: ۵/ ۸۶ (انظر: ۲۷۱۵۱)

وہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔''

فوائد: ......آخری جملے کا مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی انتہائی کم قیمت چیزوں کا مالک ہو تو اسے چاہیے کہ ان ہی سے مسکین کا مطالبہ پورا کرنے کی کوشش کرے۔

(۳۵٤۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) اَنَّهُ حَدَّثَتْهُ جَدَّتُهُ، وَهِيَ أُمُّ بُجَيْدٍ وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ: وَاللّٰهِ إِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقُوْمُ عَلٰى بَابِيْ، فَمَا اَجِدُ لَهُ شَيْئًا أُعْطِيْهِ إِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ لَمْ تَجِدِيْ لَهُ شَيْئًا تُعْطِيْنَهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا فَادْفَعِيْهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ۔)) (مسند احمد: ۲۷٦۹۱)

(دوسری سند) سیدہ ام بُجَید رضی اللہ عنہا، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی، نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اللہ کی قسم! مسکین میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہو جاتا ہے، لیکن اس کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اسے دینے کے لئے تمہارے پاس جلائے ہوئے کھر کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو وہی اس کے ہاتھ میں تھما دیا کرو۔''

(۳۵٤۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ مُعَاذٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ: إِنَّ سَائِلًا وَقَفَ عَلٰى بَابِهِمْ فَقَالَتْ لَهُ جَدَّتُهُ حَوَّاءُ: اَطْعِمُوْهُ تَمْرًا، قَالُوْا: لَيْسَ عِنْدَنَا، قَالَتْ: فَاسْقُوْهُ سَوِيْقًا، قَالُوْا: اَلْعَجَبُ لَكِ نَسْتَطِيْعُ اَنْ نُطْعِمَهُ مَا لَيْسَ عِنْدَنَا؟ قَالَتْ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تَرُدُّوْا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ۔)) (مسند احمد: ۲۷۹۹۸)

سیدنا عمرو بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک سائل ان کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا، ان کی دادی سیدہ حواء رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اس کو کھجور دے دو، گھر والوں نے کہا: ہمارے پاس کھجوریں نہیں ہیں، اس نے پھر کہا: تو پھر اسے ستو پلا دو، اہل خانہ نے کہا: تجھ پر بھی تعجب ہے، جو چیز ہمارے پاس نہیں ہے، ہم اسے کیسے دیں؟ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''کسی سائل کو (خالی ہاتھ) واپس نہ لوٹنے دو، اگرچہ جو چیز اسے دی جائے، وہ جلایا ہوا کھر ہی ہو۔''

(۳۵٤۹) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ سَائِلًا سَالَ، قَالَتْ: فَاَمَرْتُ الْخَادِمَ فَاَخْرَجَ لَهُ شَيْئًا (وَفِي رِوَايَةٍ: فَاَمَرَتْ بَرِيْرَةَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک سائل نے آ کر ان سے سوال کیا، انہوں نے خادم سے کہا: اسے کچھ دے دو، پس وہ خادم اسے دینے کے لئے کوئی چیز لایا۔ دوسری روایت میں

(۳۵٤۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۵٤۸) تخریج: حدیث حسن وھذا اسناد ضعیف لجھالۃ عمرو بن معاذ الانصاری۔ اخرجه الطبرانی فی "الکبیر": ۲٤/ ۵۵۸، وابن سعد: ۸/ ۳٦۰ (انظر: ۲۷٤۵۱)

(۳۵٤۹) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجه ابوداود: ۱۷۰۰، والنسائی: ۵/ ۷۳ (انظر: ۲٤٤۱۸)

اَنْ تَأْتِيَهَا، فَتَنْظُرَ إِلَيْهِ) قَالَتْ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَهَا: ((يَا عَائِشَةُ! لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ۔)) (مسند احمد: ٢٤٩٢٢)

ہے: سیدہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پہلے وہ چیز ان کے پاس لے کر آ تا کہ وہ اس چیز کی مقدار کو دیکھ لے۔ (یہ سن کر) نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''عائشہ! گن گن کر مت دیا کرو، پھر اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔''

فوائد: ......سنن نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک دفعہ میرے پاس ایک سائل آیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے، میں نے اسے کچھ دینے کا حکم دیا، لیکن پہلے میں نے دینے والے کو بلایا اور اس چیز کو دیکھا (کہ وہ کیا دے رہا ہے اور کتنی مقدار میں دے رہا ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَمَا تُرِيْدِيْنَ اَنْ لَّا يَدْخُلَ بَيْتَكِ شَيْءٌ وَلَا يَخْرُجُ اِلَّا بِعِلْمِكِ؟)) ''کیا تیرا ارادہ یہ ہے کہ تیرے گھر میں جو چیز لائی جائے اور جو نکالی جائے، اس کا تجھے علم ہونا چاہیے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَهْلًا يَا عَائِشَةُ! لَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكِ۔)) ''ٹھہرو عائشہ! گن گن کر مت دیا کرو، پھر اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔'' اس حدیثِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا نہ ہونے پائے کہ آدمی صدقہ کی ہوئی چیزوں کا حساب کرے اور پھر ان کو زیادہ اور کافی سمجھ کر مزید صدقہ نہ کرے، اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی رزق کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ آدمی حیثیت کے مطابق صدقہ کرتا رہے اور صدقے کی بڑی بڑی مقداروں کو مد نظر رکھ کر آئندہ صدقہ کرنے سے رک نہ جائے اور اللہ تعالیٰ سے فقیری کا ڈر نہ رکھے۔

(٣٥٥٠) عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَأَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ، قَالَ: فَجَعَلَ لَا يَسْأَلُهُ اَحَدٌ مِنْهُمْ، إِلَّا اَعْطَاهُ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ اَنْفَقَ كُلَّ شَيْءٍ بِيَدِهِ: ((وَمَا يَكُوْنُ عِنْدَنَا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ نَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَلَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا اَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ۔)) (مسند احمد: ١١٩١٢)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ انصاری لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا اور آپ ﷺ نے انہیں عطا فرما دیا، ان میں سے جو آدمی بھی آپ ﷺ سے سوال کرتا رہا، آپ ﷺ اسے وہ چیز دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا، وہ ختم ہو گیا، جب آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا، ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ''ہمارے پاس جو مال بھی ہو گا، ہم اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھیں گے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی مانگنے سے بچے گا، اللہ تعالیٰ اسے مانگنے سے بچا لے گا، جو لوگوں سے استغناء کا اظہار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے مستغنی کر دے گا اور جو صبر کو اپنائے گا، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق سے نواز دے گا اور

(٣٥٥٠) تخریج: اخرجه البخاری: ٦٤٧٠، ومسلم: ١٠٥٣ (انظر: ١١٨٩٠)

تم (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کوئی بھلائی نہیں دیئے جاؤ گے جو
صبر سے بڑھی وسعت والی ہو۔''

فوائد: ......کوئی مانے یا نہ مانے، اس وقت امتِ مسلمہ پر مسلّط بڑی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت یہ ہے کہ سوالی کے حق کی معرفت اور شناخت نہیں رہی، یتامی وفقراء ومساکین کے معاملے میں انتہائی لا پرواہی برتی جا رہی ہے، بلکہ بات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ بعض مالدار لوگ اپنے ماحول میں غریبوں کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے ہی تیار نہیں، جبکہ ان ہی کے محلّوں میں اللہ تعالیٰ کی قابل ترس مخلوق فاقہ میں شب و روز گزار رہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ. وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ.﴾ (سورۂ ضحیٰ: ۹،۱۰)) ...... ''پس یتیم پر تو سختی نہ کیا کر اور سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کر۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر سوالیوں سے نرمی کرنے اور ان کا حق ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ ایک اہم مسئلہ عصر حاضر کے سوالیوں اور بھکاریوں کا ہے، اگر کوئی آدمی کسی سائل کی تحقیق کرنا چاہتا ہو تو اس معاملے میں قطعی طور پر اس کو سختی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اور اگر اس کی تحقیق کے مطابق وہ سائل مستحق ثابت نہیں ہوتا تو اسے چاہیے کہ حسنِ اخلاق کے ساتھ اس کو سمجھا دے، تا کہ بات اس کے دل میں گھر کر جائے، جیسا کہ حدیث نمبر (۳۵۰۷) کا تقاضا ہے۔

اَلسُّؤَالُ بِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کے نام پر یا اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرنے کا بیان

(۳۵۵۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوْهُ وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللّٰهِ فَأَعْطُوْهُ.)) (مسند احمد: ۲۲٤٨)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے، تم اسے پناہ دے دو اور جو کوئی تم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے، تم اسے وہ چیز دے دو۔''

(۳۵۵۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ((مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوْهُ وَمَنْ سَأَلَكُمْ (وَفِي رِوَايَةٍ: وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللّٰهِ) فَأَعْطُوْهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيْبُوْهُ، وَمَنْ أَتَى عَلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْهُ، فَادْعُوْا لَهُ حَتّٰى تَعْلَمُوْا أَنْ قَدْ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیا کرو، جو تم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرے تو اسے وہ چیز دے دیا کرو، جو تمہیں دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کیا کرو اور جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو تم اس کو بدلہ دو، اگر بدلہ دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ نہ ہو

(۳۵۵۱) تخریج: اسناده حسن۔ اخرجه ابوداود: ۵۱۰۸ (انظر: ۲۲٤٨)
(۳۵۵۲) تخریج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ۵۱۰۹، والنسائی: ۵/ ۸۲ (انظر: ۵۳٦۵)

كَافَأْتُمُوْهُ۔)) (مسند احمد: ٥٣٦٥) تو تم اس کے لیے اتنی دعا کرو کہ تمہیں اندازہ ہو جائے کہ تم نے بدلہ چکا دیا ہے۔''

فوائد: ......ابن جریج کہتے ہیں: امام عطا نے اللہ تعالیٰ کے نام یا قرآن مجید کا واسطہ دے کر سوال کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ (۴/ ٦٨) بہر حال اگر اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کوئی جائز مطالبہ کرتا ہے تو اس کا مطالبہ پورا کرنا چاہیے۔ اس مقام پر درج ذیل حدیث اور اس کے تقاضوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ مَنْزِلَةً؟)) قُلْنَا: بَلٰى قَالَ: ((رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ، أَوْ قَالَ: فَرَسٍ، فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَمُوْتَ أَوْ يُقْتَلَ۔)) قَالَ: ((فَأُخْبِرُكُمْ بِالَّذِيْ يَلِيْهِ؟)) فَقُلْنَا: نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((امْرُؤٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ شَعْبٍ، يُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَعْتَزِلُ النَّاسَ۔)) قَالَ: ((فَأُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً؟))نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((اَلَّذِيْ يُسْأَلُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ۔)) (نسائی: ١/ ٣٥٨، ترمذی: ٣/ ١٤، صحیحہ: ٢٥٥)

''کیا میں تمھیں اس شخص کے بارے میں بتاؤں جو مرتبے کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے؟'' ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کا سر تھاما ہوا ہے، (یعنی لڑنے کے لیے گھوڑے سمیت تیار ہے) حتی کہ وہ مر جاتا ہے یا اسے شہید کر دیا جاتا ہے۔'' پھر فرمایا: ''اب کیا میں تمھیں اس شخص کے بارے میں بتلاؤں جو اس کے قریب مرتبے والا ہے؟'' ہم نے کہا: جی ہاں، اے رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی ہے جو کسی گھاٹی میں سکونت پذیر ہے اور نماز قائم کرتا ہے، زکاۃ ادا کرتا ہے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے۔'' پھر فرمایا: ''اب کیا میں تمھیں اس شخص کے بارے میں بھی بتلا دوں جو مرتبے کے لحاظ سے سب سے برا ہے؟'' ہم نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہے جس سے اللہ، جو عظمتوں والا ہے، کے نام پر سوال کیا جائے، لیکن وہ پھر بھی نہ دے۔''

اس حدیث کے آخری حصے میں جس بد بخت کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے دو افراد میں سے ایک مراد ہے، اگر آخری جملے کو ''اَلَّذِيْ يُسْأَلُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ۔'' (وہ ہے جس سے اللہ، جو عظمتوں والا ہے، کے نام پر سوال کیا جائے، لیکن وہ پھر بھی نہ دے) پڑھا جائے، تو اس سے مراد وہ شخص ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جس سے کچھ مانگا جائے، لیکن وہ پھر بھی کچھ نہ دے۔ اگر اس جملے کو ''اَلَّذِيْ يَسْأَلُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يُعْطٰى بِهٖ۔'' (وہ شخص ہے جو عظیم اللہ کے نام پر سوال کرتا ہے، لیکن اس کو پھر کچھ نہیں دیا جاتا) پڑھا جائے، تو اس سے سوال کرنے والا خود مراد ہو گا، جو لوگوں سے کچھ مانگنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام استعمال کرتا ہے، لیکن پھر بھی اسے کچھ نہیں دیا جاتا۔ امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے دنیوی چیزوں کا سوال کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی

ذات کا واسطہ دینا حرام ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے دے، اسے کچھ نہ دینا حرام ہے۔ امام سندھی رحمہ اللہ ، سنن النسائی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: اگر صیغۂ معلوم کے ساتھ "اَلَّذِی یَسْأَلُ بِاللّٰہِ" پڑھا جائے تو دو قباحتیں جمع ہو جاتی ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنا اور (۲) اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرنے والے کو کچھ نہ دینا۔ قباحت کی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کی حرمت کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن صیغۂ مجہول کے ساتھ "اَلَّذِی یُسْأَلُ" پڑھنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلے میں اس بندے کا تو کوئی دخل اور قصور نہیں ہے کہ سائل جس سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کر رہا ہے۔ پس اس مقام پر اس کے اور نہ دینے کے مابین کوئی مناسبت نظر نہیں آ رہی۔ لیکن میں (البانی) کہتا ہوں: جس آدمی سے اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کیا جائے، تو اس کے مبارک نام کا لحاظ نہ کرتے ہوئے ایسے سائل کو کچھ نہ دینا بھی حرام ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰہِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ سَأَلَکُمْ بِوَجْہِ اللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ۔)) (ابوداود، مسند احمد، صحیحہ: ۲۵۳)……

''جو آدمی تم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر پناہ طلب کرے، اسے پناہ دے دو اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرے، اسے دے دیا کرو۔''

یہی متن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، دیکھیں: (صحیحہ: ۲۵۴) جبکہ امام عطا رحمہ اللہ خود اس چیز کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا قرآن کا واسطہ دے کر کسی دنیوی چیز کا سوال کیا جائے، جیسا کہ ابھی یہ قول گزر چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام پر سوال کرنا حرام ہے، اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یُسْأَلُ بِوَجْہِ اللّٰہِ اِلَّا الْجَنَّۃُ۔))

''اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر صرف جنت کا سوال کیا جائے۔''

لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے، جیسا کہ علامہ منذری وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے، بہرحال اس کو بطورِ شاہد پیش کیا جا سکتا ہے، کیونکہ سابقہ بحث سے یہ تو عیاں ہو چکا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر سوال کرے، اس کا مطالبہ پورا کرنا ضروری ہے، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ سائل کا سوال مسئول کو اس حدیث کی مخالفت میں مبتلا کر دے اور یوں وہ اس کا مطالبہ پورا نہ کر کے حرام کا ارتکاب کر بیٹھے گا اور یہ قانون مسلّمہ ہے کہ جو چیز حرام کا سبب بنتی ہے، وہ بھی حرام ہوتی ہے، مزید آپ خود غور و فکر کر لیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پیش کر کے جس چیز کا سوال کیا جائے، اس کی ادائیگی اس وقت واجب ہوتی ہے، جب مسئول دینے پر قادر ہو اور اسے یا اس کے اہل و عیال کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو، بصورتِ دیگر سائل کا مطالبہ پورا کرنا اس پر واجب نہیں ہو گا۔ واللہ اعلم۔ (صحیحہ: ۲۵۵)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ نہ دیا جائے، وگرنہ اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے ہر ممکنہ صورت میں سائل کا مطالبہ پورا کیا جائے۔

نَهْيُ الْمُتَصَدِّقِ عَنْ مُشْتَرِىْ مَا تَصَدَّقَ بِهٖ

صدقہ کرنے والے کے لیے اپنی صدقہ کی ہوئی چیز خریدنے سے ممانعت کا بیان

(۳۵۵۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنْ عُمَرَ ؓ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَاٰهَا اَوْ بَعْضَ نِتَاجِهَا يُبَاعُ فَاَرَادَ شِرَاءَهُ فَسَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((اُتْرُكْهَا تُوَافِكَ اَوْ تَلْقَهَا جَمِيْعًا۔)) وَقَالَ مَرَّةً: فَنَهَاهُ وَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهٖ وَلَا تَعُدْ فِى صَدَقَتِكَ۔)) (مسند احمد:١٦٦)

سیدنا عمر ؓ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کیا تھا، پھر جب انھوں نے دیکھا کہ اس کو یا اس کے بچے کو فروخت کیا جا رہا ہے تو انھوں نے اس کو خرید لینے کا ارادہ کیا اور نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب اس کو نہ خریدو، تاکہ (قیامت کے روز) وہ تجھے پورا پورا ملے (یا پھر راوی نے کہا) تم اس کا پورا اجر پا سکو۔'' ایک دفعہ راوی نے کہا: آپ ﷺ نے ان کو منع کیا اور فرمایا: ''اسے مت خریدو اور اپنی صدقہ کی ہوئی چیز میں مت لوٹو۔''

(۳۵۵٤) (وَعَنْهُ اَيْضًا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ قَالَ: حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ صَاحِبُهُ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَاعَهُ وَظَنَنْتُ اَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَقُلْتُ: حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَبْتَعْهُ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَاِنَّ الَّذِى يَعُوْدُ فِى صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِى قَيْئِهٖ۔)) (مسند احمد: ٢٨١)

(دوسری سند) سیدنا عمر بن خطاب ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا، لیکن اس کے مالک نے اس کو ضائع کر دیا، اس لیے میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا، جبکہ مجھے یہ توقع بھی تھی کہ وہ اسے سستے داموں بیچ دے گا، پھر میں نے سوچا کہ پہلے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کر لوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے مت خریدو، خواہ وہ تمہیں ایک درہم کے عوض دے دے، صدقہ کر کے اسے واپس لینے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔''

فوائد:...... آپ ﷺ نے نجس ترین مخلوق کی سب سے گندی حالت بیان کر کے اس جرم سے نفرت دلائی ہے۔

(۳۵۵۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ اَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ رَآهَا تُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَشْتَرِيَهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَعُدْ فِى صَدَقَتِكَ)) (مسند احمد: ٤٩٠٣)

سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر ؓ نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا اور بعد میں دیکھا کہ اسے فروخت کیا جا رہا ہے، اس لیے انہوں نے اسے خریدنا چاہا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اپنے صدقہ میں مت لوٹو۔''

(۳۵۵۳) تخريج: اخرجه البخارى: ٢٦٣٦، ٢٩٧٠، ومسلم: ١٦٢٠ (انظر:)

(۳۵۵٤) ايضًا (۳۵۵۵) تخريج: اخرجه البخارى: ١٤٨٩، ومسلم: ١٦٢١ (انظر: ٤٩٠٣)

(٣٥٥٦) عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ يُقَالُ لَهَا غَمْرَةُ اَوْ غَمْرَاءُ، وَقَالَ: فَوَجَدَ فَرَسًا اَوْ مُهْرًا يُبَاعُ فَنُسِبَ إِلَى تِلْكَ الْفَرَسِ فَنُهِيَ عَنْهَا۔ (مسند احمد: ١٤١٠)

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے غمرہ یا غمراء نامی ایک گھوڑی کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا، بعد میں اس نے دیکھا کہ اسی گھوڑی کو یا اس کے بچے، جو اسی گھوڑی کی طرف منسوب کیا گیا، کو فروخت کیا جا رہا تھا، لیکن اسے ایسے کرنے سے منع کر دیا گیا۔

(٣٥٥٧) عَنْ اَبِي عَرِيفِ بْنِ سَرِيعٍ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما فَقَالَ: يَتِيمٌ كَانَ فِي حَجْرِي تَصَدَّقْتُ عَلَيْهِ بِجَارِيَةٍ ثُمَّ مَاتَ وَاَنَا وَارِثُهُ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو: سَأُخْبِرُكَ بِمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، حَمَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، ثُمَّ وَجَدَ صَاحِبَهُ قَدْ اَوْقَفَهُ يَبِيعُهُ فَاَرَادَ اَنْ يَشْتَرِيَهُ فَسَاَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ، فَنَهَاهُ عَنْهُ وَقَالَ: ((إِذَا تَصَدَّقْتَ بِصَدَقَةٍ فَاَمْضِهَا۔)) (مسند احمد: ٦٦١٦)

ابو عریف بن سریع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا: میری کفالت میں ایک یتیم بچہ تھا، میں نے اسے ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی، پھر وہ بچہ فوت ہو گیا اور میں ہی اس کا وارث ہوں، (اب اس لونڈی کا کیا بنے گا)؟ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا: میں تمہیں ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے، بات یہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا، پھر جب انھوں نے دیکھا کہ اس آدمی نے اس کو بیچنے کے لیے ایک مقام پر پیش کر دیا، تو انھوں نے اس کو خرید لینے کا ارادہ کیا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا: ''جب ایک دفعہ صدقہ کر دو تو جاری کر دیا کرو (یعنی کسی طرح سے واپس لینے کا نہ سوچا کرو)۔''

فوائد: ...... یہ حدیث ضعیف ہے ہاں اگلی حدیث کی روشنی میں یہ کہنا ٹھیک ہے کہ بطورِ صدقہ دی ہوئی چیز اگر میراث کے ذریعے واپس آ جائے تو اس کو لے لینا جائز ہے۔

(٣٥٥٨) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ، سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون، نبی

(٣٥٥٦) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه ابن ماجه: ٢٣٩٣ (انظر: ١٤١٠)
(٣٥٥٧) تخريج: اسناده ضعيف، رشدين بن سعد ضعيف، و عريف بن سريع لم يوثقه غير ابن حبان ولم يرو عنه غير توبه بن نمر، وقصة حمل عمر على فرس صحيحة۔ اخرجه البخاري في "تاريخه": ٢/ ١٥٢ (انظر: ٦٦١٦)
(٣٥٥٨) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٤٩ (انظر: ٢٢٩٥٦)

(بُرَيْدَةَ الْاَسْلَمِيّ) ‌رضی اللہ عنہ اَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتِ النَّبِيَّ ‌ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّيْ بِجَارِيَةٍ فَمَاتَتْ وَإِنَّهَا رَجَعَتْ إِلَيَّ فِي الْمِيرَاثِ، قَالَ: ((قَدْ آجَرَكِ اللّٰهُ، وَرَدَّ عَلَيْكِ فِي الْمِيْرَاثِ.)) قَالَتْ: فَإِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَلَمْ تَحُجَّ فَيُجْزِئُهَا اَنْ اَحُجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ.)) قَالَتْ: فَإِنَّ أُمِّيْ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَيُجْزِئُهَا اَنْ اَصُوْمَ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ.)) (مسند احمد: ٢٣٣٤٤)

کریم ‌ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی والدہ کو ایک لونڈی بطور صدقہ دی تھی، لیکن ہوا یوں کہ میری امی جان فوت ہو گئی ہیں اور وہ لونڈی میراث میں مجھے مل گی ہے۔ آپ ‌ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجر بھی دے دیا ہے اور اسی لونڈی کو میراث کی صورت میں تمہیں واپس کر دیا ہے۔ اسی خاتون نے کہا: میری والدہ حج کئے بغیر فوت ہوگئی ہیں، اب اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو یہ اُن کو کفایت کرے گا؟ آپ ‌ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' اس نے پھر کہا: میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے بھی تھے، اگر میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں تو آیا ان کو کفایت کریں گے؟ آپ ‌ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔''

فوائد: ......اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ جب ایک چیز بطورِ صدقہ دے دی جائے، تو اس کی واپسی کا خیال ترک کر دیا جائے، اگر چہ وہ خرید لینے کی صورت میں ہو۔ دراصل جب آدمی ایک چیز کو اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کی ملکیت میں دے دیتا ہے، تو پھر اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوبارہ اس چیز کا مالک بنے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مہاجرین کو مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہیں تھی، کیونکہ وہ اس گھر کو اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ چکے تھے۔ اس باب سے تو یہ ثابت ہوا کہ ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس نہیں لیا جا سکتا، اس سے منع بھی کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والے کی گندی مثال بیان کی گئی ہے، لیکن اس موضوع سے متعلقہ درج ذیل حدیث قابل توجہ ہے: سیدنا عبد اللہ بن عمرو ‌رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ‌ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِيْ يَسْتَرِدُّ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْءُ فَيَأْكُلُ قَيْئَهُ، فَإِذَا اسْتَرَدَّ الْوَاهِبُ فَلْيُوَقَّفْ فَلْيُعَرَّفْ بِمَا اسْتَرَدَّ ثُمَّ لِيُدْفَعْ إِلَيْهِ مَا وَهَبَ)) (ابوداود: ٣٥٤٠، نسائی: ٣٦٨٩)

''جو آدمی ہبہ دینے کے بعد اس کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے، وہ اس کتے کی مانند ہے، جو قے کر کے اس کو چاٹنا شروع کر دیتا ہے، لیکن جب ہبہ کرنے والا ہبہ کی واپسی کا مطالبہ کر دے تو اس کو کھڑا کیا جائے اور اس سے پوچھا جائے کہ وہ کیوں واپس لے رہا ہے، پھر جو چیز اس نے ہبہ میں دی تھی، وہ اسے واپس کر دی جائے۔''

شارح ابوداود علامہ عظیم آبادی نے اس حدیث کا دو مفہوم بیان کیے ہیں:

(۱) ہبہ کرنے والے شخص سے پوچھا جائے کہ وہ واپسی کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے، پھر اس کی چیز اس کو واپس لوٹا دی جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے متبادل لینے کے لیے یہ چیز ہبہ کی ہو، اب اگر اسے متبادل مل جائے تو وہ یہ چیز واپس

نہیں لے گا، وگرنہ واپس لے لے گا۔

(۲) ہبہ کی واپسی کا مطالبہ کرنے والے شخص کو کھڑا کر کے ہبہ کا مسئلہ سمجھایا جائے، تا کہ اس کی جہالت ختم ہو جائے، پھر اسے کہا جائے کہ تیری مثال فلاں کتے کی طرح ہے، اب اگر تو کتے کی مشابہت سے بچنا چاہتا ہے تو اپنے مطالبہ سے باز آ جا، اور اگر تو چاہتا ہے کہ ہبہ واپس لے کر قے کو چاٹنے والے کتے کی طرح ہو جائے تو واپس لے لے، اگر پھر بھی وہ اپنے مطالبے پر ڈٹا رہے تو اس کی چیز اس کو واپس کر دی جائے۔ (عون المعبود: ۲/ ۱۶۰۹)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السُّوْءِ، اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ)) (ترمذی: ۱۲۹۸، نسائی: ۳۶۹۸)

''ہمارے لیے بری مثال نہیں ہے، ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے، جو اپنی قے کو چاٹنا شروع کر دیتا ہے۔''

امام مبارکپوری نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے کہا: ہم مسلمانوں کی جماعت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ایسی قابل مذمت صفات کو اپنا لیں، کہ جن کی وجہ سے ہمیں گھٹیا ترین مخلوق کی انتہائی گھٹیا حالت سے تشبیہ دے دی جائے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾

''آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کی مثال بری ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے تو اعلیٰ مثال (بہت بلند صفت) ہے۔''

ایسے معلوم ہوتا ہے ایسے فعل سے ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور اس کو حرام قرار دینے کا یہ انداز اس طرح کہنے سے زیادہ بلیغ ہے: ''لَا تَعُوْدُوْا فِي الْهِبَةِ۔'' (ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہ لو)۔ (تحفۃ الاحوذی: ٤/ ٤٣٥) مؤخر الذکر حدیثِ مبارکہ اور اس کی تشریح سے معلوم ہوا کہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس لینا ناجائز ہے۔

زَكَاةُ الْفِطْرِ

صدقۂ فطر کے ابواب

صدقۂ فطر: اس سے مراد ماہِ رمضان کے اختتام پر نمازِ عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہے، تا کہ روزے لغو باتوں اور فحش گوئیوں سے پاک ہو جائیں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جا سکے۔ فطرانہ کی ادائیگی کے لیے صاحبِ نصابِ زکوۃ کی شرط لگانا درست نہیں ہے، یہ صدقہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو متعلقہ جنس کا ایک صاع صدقہ کرنے پر قدرت رکھتا ہو، وگرنہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾، آنے والے چار ابواب کا تعلق صدقۂ فطر سے ہے، اس لیے اس سے متعلقہ تمام مسائل کے لیے چاروں ابواب کا مطالعہ کریں۔

مَشْرُوْعِيَّتُهَا وَحُكْمُهَا وَعَلٰى مَنْ تَجِبُ

صدقہ فطر کی مشروعیت اور حکم کا اور جن لوگوں پر یہ فرض ہے، ان کا بیان

(٣٥٥٩) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (مسند احمد: ٦٢١٤)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان، وہ آزاد ہو یا غلام اور مرد ہو یا عورت، پر ایک صاع کھجور یا جو کی صورت میں رمضان کا صدقۂ فطر فرض کیا ہے۔

(٣٥٦٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ۔ (مسند احمد: ٥١٧٤)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے اور آزاد و غلام پر کھجور یا جو کا ایک ایک صاع بطور صدقۂ فطر فرض کیا ہے۔

فوائد: ......ایک صاع کا وزن دو کلو اور سو گرام ہے، تخمینی وزن اڑھائی کلو بتا دیا جاتا ہے۔ جو کہ درست نہیں۔ حدیث نمبر (٣٣٨٢) میں صاع کی مقدار کی مکمل تفصیل بیان کی گئی ہے، قارئین کو اُس مفید بحث کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

(٣٥٦١) عَنْ اَبِىْ عَمَّارٍ قَالَ: سَاَلْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ فَقَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ اَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ، ثُمَّ نَزَلَتِ الزَّكَاةُ فَلَمْ نُنْهَ عَنْهَا وَلَمْ نُؤْمَرْ بِهَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ وَسَاَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ، ثُمَّ نَزَلَ رَمَضَانُ فَلَمْ نُؤْمَرْ بِهِ وَلَمْ نُنْهَ عَنْهُ وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ۔ (مسند احمد: ٢٤٣٤١)

ابو عمار کہتے ہیں: میں نے سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے صدقۂ فطر کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں زکوۃ کی فرضیت سے پہلے تو صدقۂ فطر کی ادائیگی کا حکم دیا تھا، البتہ جب زکوۃ (کی فرضیت) نازل ہو گئی تو اس کے بعد نہ اس صدقہ سے ہمیں روکا گیا اور نہ ازسرِ نو اس کا حکم دیا گیا، البتہ ہم ادا کرتے آ رہے ہیں۔ پھر میں نے ان سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد جب ماہِ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو نہ ہمیں ازسرِ نو

(٣٥٥٩) تخريج: اخرجه البخاری: ١٥١٢، ومسلم: ٩٨٤ (انظر: ٦٢١٤)

(٣٥٦٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٥٦١) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه النسائی: ٥/ ٤٩ (انظر: ٢٣٨٤٠)

اس روزے کا حکم دیا گیا اور نہ اس سے منع کیا گیا، البتہ ہم اس کا روزہ رکھتے ہیں۔

فوائد: ......صدقۂ فطراب بھی مشروع ہے، زکوۃ کی فرضیت سے اس کی فرضیت میں کوئی فرق نہیں پڑا، زکوۃ کے حکم کے نزول کے بعد آپ ﷺ کا صدقۂ فطر کے بارے میں از سرِ نو حکم نہ دینا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مِقْدَارُهَا وَاَصْنَافُهَا

صدقۂ فطر کی مقدار اور اجناس کا بیان

(۳۵۶۲) عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیّ ﷺ قَالَ: كُنَّا نُؤَدِّیْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَاعًا مِنْ شَعِیْرٍ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، صَاعًا مِنْ زَبِیْبٍ، صَاعًا مِنْ اَقِطٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِیَةُ ﷺ جَاءَتِ السَّمْرَاءُ فَرَاٰی اَنَّ مُدًّا یَعْدِلُ مُدَّیْنِ۔ (مسند احمد: ۱۱۷۲۱)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جو، کھجور، منقی اور پنیر کا ایک ایک صاع بطور صدقۂ فطر ادا کیا کرتے تھے، لیکن جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنے دور میں حج یا عمرہ ادا کرنے کے لیے) تشریف لائے تو اس وقت شامی گندم بھی آ گئی تھی، انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ گندم کا ایک مُدّ دیگر اجناس کے دو مُد کے برابر ہے۔

(۳۵۶۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِیْقٍ ثَانٍ) قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ إِذَا كَانَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِیْرٍ، اَوْ صَاعًا مِنْ زَبِیْبٍ اَوْ صَاعًا مِنْ اَقِطٍ، فَلَمْ نَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰی قَدِمَ عَلَیْنَا مُعَاوِیَةُ ﷺ۔ (مسند احمد: ۱۱۹۵۴)

(دوسری سند) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب ہم میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے تو ہم کھانے، کھجور، جو، منقیٰ اور پنیر کا ایک ایک صاع بطور صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہمارے پاس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

فوائد: ......گندم میں سے پورا یا نصف صاع صدقہ فطر دیا جائے گا؟ یہ صحابہ کرام میں بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جس طرح ہمارے ہاں پاکستان میں گندم سستی اور کھجور مہنگی ہے، اسی طرح اُس وقت عرب میں کھجور سستی اور گندم مہنگی ہوتی تھی۔ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرے کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لائے، تو

(۳۵۶۲) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۵۰۵، ۱۵۰۸، ومسلم: ۹۸۵ (انظر: ۱۱۶۹۸)

(۳۵۶۳) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۵۶۴) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۵۱۱، ومسلم: ۹۸۴ (انظر: ٤٤٨٦)

لوٹنے سے پہلے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا: میرا خیال ہے کہ شام کی گندم کا نصف صاع (قیمت میں) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے، لہٰذا آئندہ گندم کا نصف صاع ادا کیا کریں گے۔ لیکن سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اسی طرح (ایک صاع) ہی ادا کرتا رہوں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ (مسلم) اس حدیث سے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ گندم کا نصف صاع بطورِ صدقۂ فطر ادا کرنا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے۔ اگلے باب میں اس مسئلہ کی وضاحت آ رہی ہے۔

(٣٥٦٤) حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اَبِي ثَنَا إِسْمَاعِيلُ اَنَا اَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعَ تَمْرٍ اَوْ صَاعَ شَعِيْرٍ۔ قَالَ: فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ بَعْدُ نِصْفَ صَاعِ بُرٍّ۔ قَالَ اَيُّوْبُ: وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي التَّمْرَ، إِلَّا عَامًا وَاحِدًا اَعْوَزَ التَّمْرُ، فَاَعْطَى الشَّعِيْرَ۔ (مسند احمد: ٤٤٨٦)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مذکر و مونث اور آزاد و غلام پر کھجور یا جو کا ایک ایک صاع بطورِ صدقۂ فطر فرض کیا ہے، بعد میں لوگوں نے گندم کے نصف صاع کو ان اجناس کے ایک صاع کے مساوی قرار دیا تھا۔ امام نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ صدقۂ فطر کے سلسلہ میں کھجور ہی ادا کیا کرتے تھے، لیکن ایک سال کھجور کی قلت ہوگئی تھی، اس لیے انھوں نے جو عطا کیے تھے۔

مَنْ رَوٰى نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ
گندم کے نصف صاع کی روایت بیان کرنے والے

(٣٥٦٥) حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اَبِي ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَكَانَ مَعْمَرٌ يَقُوْلُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ ذَكَرٍ وَاُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ فَقِيْرٍ اَوْ غَنِيٍّ، صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ اَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، قَالَ مَعْمَرٌ وَبَلَغَنِي اَنَّ الزُّهْرِيَّ كَانَ يَرْوِيْهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ۔ (مسند احمد: ٧٧١٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر آزاد و غلام، مرد و زن، چھوٹے بڑے اور فقیر اور غنی پر کھجور کا ایک صاع اور گندم کا نصف صاع بطورِ صدقۂ فطر فرض ہے۔ معمر کہتے ہیں: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امام زہری اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کرتے تھے۔

(٣٥٦٥) تخريج: رجاله ثقات رجال الشيخين، وهو موقوف۔ اخرجه عبد الرزاق: ٥٧٦١، والدارقطني: ٢/ ١٤٩، والبيهقي: ٤/ ١٦٤ (انظر: ٧٧٢٤)

(٣٥٦٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ كَذَا وَكَذَا وَنِصْفَ صَاعٍ بُرًّا۔ (مسند احمد: ٢٠١٨)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کے سلسلہ میں فلاں فلاں جنس کا ایک ایک صاع اور گندم کا نصف صاع مقرر فرمایا ہے۔

(٣٥٦٧) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فِي آخِرِ رَمَضَانَ، فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْبَصْرَةِ! أَدُّوا زَكَاةَ صَوْمِكُمْ، قَالَ: فَجَعَلَ النَّاسُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: مَنْ هٰهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ؟ قُومُوا فَعَلِّمُوا إِخْوَانَكُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَرَضَ صَدَقَةَ رَمَضَانَ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى۔ (مسند احمد: ٣٢٩١)

حسن بصری کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ماہِ رمضان کے آخری دنوں میں خطبہ دیا اور کہا: اے اہل بصرہ! تم اپنے روزوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ سن کر لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، انہوں نے کہا: یہاں مدینہ منورہ سے تعلق رکھنے والے افراد کون ہیں؟ اٹھو ذرا اور اپنے بھائیوں کو یہ تعلیم دو کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر غلام و آزاد اور مرد و زن پر صدقۂ فطر کے سلسلہ میں گندم کا نصف صاع اور جو اور کھجور کا ایک ایک صاع فرض کیا ہے۔

(٣٥٦٨) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ الْعُذْرِيِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ فَقَالَ: أَدُّوا صَاعًا مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ (وَفِي رِوَايَةٍ: عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ) أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ وَعَبْدٍ وَصَغِيرٍ وَكَبِيرٍ۔ (مسند احمد: ٢٤٠٦٣)

سیدنا عبد اللہ بن ثعلبہ عذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر سے دو روز قبل لوگوں سے خطاب کیا اور اس میں فرمایا: ''تم ہر دو آدمیوں کی طرف سے گندم کا ایک صاع اور کھجور اور جو کی صورت میں ہر ایک کی طرف ایک ایک صاع ادا کرو، یہ صدقہ ہر آزاد و غلام اور چھوٹے بڑے پر ہے۔''

(٣٥٦٦) تخریج: اسناده ضعيف، الحسن بن ابی الحسن البصری مدلس وقد عنعن۔ اخرجه النسائی: ٥/ ٥٠ (انظر: ٢٠١٨)

(٣٥٦٧) تخريج: اسناده ضعيف لانقطاعه، الحسن لم يسمع من ابن عباس، جزم كثير من العلماء على هذا۔ اخرجه النسائی: ٣/ ١٩٠ (انظر:)

(٣٥٦٨) تخريج: قال الالبانی: صحيح، وللحديث شواهد كثيرة (الصحيحة: ١١٧٧)۔ اخرجه ابوداود: ١٦٢١ (انظر: ٢٣٦٦٣)

(۳۵۶۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَدُّوا صَاعًا مِنْ قَمْحٍ اَوْ صَاعًا مِنْ بُرٍّ وَشَكَّ حَمَّادٌ، عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ، غَنِيٍّ اَوْ فَقِيْرٍ، اَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيْهِ اللّٰهُ وَاَمَّا فَقِيْرُكُمْ، فَيَرُدُّ عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِمَّا يُعْطِي.)) (مسند احمد: ۲٤۰٦٤)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم ہر چھوٹے بڑے، مرد و زن، آزاد و غلام اور امیر و غریب میں سے ہر دو کی طرف سے گندم کا ایک صاع صدقۂ فطر ادا کرو، رہا مسئلہ امیر کا تو اللہ تعالیٰ اسے پاک کر دے گا اور رہا مسئلہ غریب کا تو اللہ تعالیٰ (دوسرے لوگوں کے ذریعے) اسے اس مقدار سے زیادہ واپس کرے گا، جو وہ صدقہ میں دے گا۔''

(۳۵۷۰) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ: كُنَّا نُؤَدِّيْ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ بِالْمُدِّ الَّذِي تَقْتَاتُوْنَ بِهِ. (مسند احمد: ۲۷۵۳۵)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک آدمی کی طرف سے گندم کے دو مُد بطورِ صدقۂ فطر ادا کرتے تھے، یہ وہی مُد ہے، جس کے ساتھ تم غلے کا لین دین کرتے ہو۔

فوائد: ......اس باب کی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ گندم کا نصف صاع بطورِ صدقۂ فطر کفایت کرتا ہے، ایک حدیث یہ بھی ہے: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((...... مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ اَوْ صَاعٍ مِمَّا سِوَاهُ مِنَ الطَّعَامِ.)) (دار قطنی: ۲۲۰، ۲۲۱ من طریقین عن ابن جریج عنه، صحیحہ: ۱۱۷۹) ......''گندم سے دو مدّ اور اس کے علاوہ باقی کھانوں سے ایک صاع۔'' سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا معاویہ، سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم، یہ سب اس بات کے قائل تھے کہ گندم کا نصف صاع صدقۂ فطر میں دیا جائے گا۔ ہمارے ہاں عام طور پر عید الفطر کے موقع پر مروّجہ جنس کی قیمت کی صورت میں صدقۂ فطر ادا کر دیا جاتا ہے۔ جواز کی حد تک تو اس کا قائل ہوا جا سکتا ہے، بہرحال اصل شرعی مسئلہ یہی ہے کہ سنت کے مطابق جنس ادا کی جائے، اسی میں مساکین لوگوں کا زیادہ فائدہ ہے۔ اس موقع پر ایک چیز کی وضاحت ضروری ہے، بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جنس کی قیمت ادا کرنا زیادہ مناسب ہے، وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مساکین اپنی ضرورت کے مطابق عید سے متعلقہ مختلف چیزیں خرید سکیں گے۔ ان لوگوں کا یہ فہم دو وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے، ایک یہ کہ وہی صورت زیادہ مناسبت کا حق رکھتی ہے، جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اختیار کی گئی ہو اور دوسرے یہ کہ کیا مسکینوں، بے سہاروں اور بے کسوں کی عیدوں کی خوشیاں صرف ہمارے صدقۂ فطر کے

(۳۵٦۹) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول، لكن انفرد نعمان بن راشد فى هذا الحديث بايجاب صدقة الفطر على الغنى و الفقير، وهو ضعيف لسوء حفظه

(۳۵۷۰) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابن خزيمة: ۲٤۰۱، وابن ابى شيبة: ۳/ ۱۷٦، والطبرانى فى "الكبير": ۲٤/ ۲۱۹ (انظر: ۲٦۹۹٥)

پچاس ساٹھ روپوں میں پنہاں ہیں۔ ایسے لوگ عید کے موقع پر جب اپنے بچوں کے لیے قسماقسم کے کپڑے، جوتے، کھلونے اور کھانے کی چیزیں خرید رہے ہوتے ہیں، کیا اس وقت یہ خیال ان کو بے چین نہیں کرتا کہ ہمارے معاشرے میں سینکڑوں ایسے بچے موجود ہیں، جو ایسے موقعوں پر حاجت مند آنکھوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کا منہ تک رہے ہوتے ہیں، لیکن ان بے چاروں کی جیب ان کے بچوں کے یہ تقاضے پورے کرنے سے عاجز ہوتی ہے۔ یہ کیسی کھوٹی اور ردّی سوچ ہے کہ ایسے محتاج صرف صدقۂ فطر سے اپنی زندگی کا سارا سرکل چلائیں۔

وَقْتُ اِخْرَاجِهَا

صدقۂ فطر دینے کے وقت کا بیان

(۳۵۷۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ۔ (مسند احمد: ۵۳٤۵)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگوں کے عید کے لئے جانے سے پہلے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا جائے۔

(۳۵۷۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) مِثْلُهُ إِلَّا اَنَّهُ قَالَ: قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الْمُصَلّٰى، وَقَالَ مَرَّةً: إِلَى الصَّلَاةِ۔ (مسند احمد: ٦٣٨٩) وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ، فَقَالَ: ((اَدُّوا صَاعًا مِنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ، وَتَقَدَّمَ اَيْضًا فِي حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

(دوسری سند) سابق حدیث کی مانند ہی ہے، البتہ اس میں یہ صراحت ہے: آپ ﷺ نے لوگوں کے عیدگاہ کو جانے سے پہلے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم دیا، ایک روایت میں ہے: نماز عید کے لئے جانے سے پہلے پہلے۔ سیدنا عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے، اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عید الفطر سے دو روز قبل لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: ''تم ہر دو افراد کی طرف سے گندم کا ایک صاع صدقۂ فطر ادا کرو۔'' نیز سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا صدقۂ فطر فرض کیا۔

فوائد: ...... ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ صدقۂ فطر کا وقت نمازِ عید کی طرف جانے پہلے کا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصِّيَامِ لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ، مَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ، وَمَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ۔...... رسول اللہ ﷺ نے روزے دار کے روزوں کو لغو باتوں اور

(۳۵۷۱) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۵۰۳، ۱۵۰۹، ومسلم: ۹۸٦(انظر: ۵۳٤۵)

(۳۵۷۲) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

فحش گوئیوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھلانے کے لیے صدقۂ فطر فرض کیا ہے، جو آدمی نمازِ عید سے پہلے اس کی ادائیگی کرے گا تو یہ مقبول زکاۃ ہوگی اور جو آدمی نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات کی طرح صدقہ ہوگا۔ (ابوداود: ۱۶۰۹، ابن ماجه: ۱۸۲۷) اگر حکومت کی طرف سے صدقۂ فطر وصول کرنے کے لیے عاملین کا تقرر کیا جائے، تو عید کے دن سے پہلے بھی ان کو یہ صدقہ جمع کروایا جا سکتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وَکَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِحِفْظِ زَکٰوۃِ رَمَضَانَ۔ …… آپ ﷺ نے رمضان کی زکوۃ یعنی صدقۂ فطر کی حفاظت کے لیے میرا تقرر کیا۔ (صحیح بخاری) اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ پہلے یہ صدقہ جمع کروا دیتے تھے۔ اسی طرح جنابِ نافع کہتے ہیں: وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما یُعْطِیْھَا الَّذِیْنَ یَقْبَلُوْنَھَا، وَکَانُوْا یُعْطَوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ۔ …… سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما حکومت کی طرف سے قبول کرنے والوں کو صدقہ دیتے تھے اور ان کو اختتامِ رمضان سے ایک دو دن پہلے یہ صدقہ دیا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری)

صدقۂ فطر کو نمازِ عید سے مؤخر نہیں کرنا چاہیے، بہرحال اہل علم کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ تاخیر ہو جانے کی صورت میں اس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا، بلکہ ادائیگی تک اس کی صورت قرضے والی رہے گی۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ابتدائے رمضان سے ہی بھکاری قسم کے یا حقیقی مسکین لوگوں کو بطورِ صدقۂ فطر پانچ دس دس روپے دینا شروع کر دیتے ہیں، یہ انتہائی غیر مناسب بات ہے، جس کی بنیاد بخل اور کنجوسی ہے، لوگوں کو چاہیے کہ وہ دورانِ رمضان نبی کریم ﷺ کی طرح کثرت سے صدقہ کیا کریں اور عید والے دن نمازِ عید سے پہلے فطرانہ ادا کیا کریں۔ فطرانہ کی رقم کے لیے معاشرے کے فقراء و مساکین کو ہی ترجیح دینی چاہیے۔

صَدَقَاتُ التَّطَوُّعِ
نفلی صدقات کا بیان

اَلْحَثُّ عَلَيْهَا وَفَضْلُهَا
نفلی صدقات کی ترغیب اور فضیلت کا بیان

تنبیہ: اس باب کی اکثر احادیث محتاجِ وضاحت نہیں ہیں، عام آدمی حدیثِ مبارکہ کے متن سے ہی آپ ﷺ کا مقصود سمجھ جاتا ہے۔

(۳۵۷۳) عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رضی اللہ عنہ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي صَدْرِ النَّهَارِ، قَالَ: فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِالْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِمَا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، قَالَ: فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾، وَقَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي فِي آخِرِ الْحَشْرِ:

سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، ابھی دن شروع ہو رہا تھا، آپ ﷺ کے ہاں کچھ ایسے لوگ آئے جن کے پاؤں میں جوتے اور جسم پر پورا لباس نہیں تھا، انھوں نے کمبل یا چوغے لپیٹے ہوئے تھے اور تلواریں کندھوں سے لٹکائی ہوئی تھیں، ان میں سے اکثر بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سارے افراد قبیلہ مضر سے تھے، جب آپ ﷺ نے ان کی تنگ دستی کی یہ صورتحال دیکھی تو آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے، پھر جب باہر آئے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان اور اقامت کہیں، پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ آیتیں تلاوت کیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا

(۳۵۷۳) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۰۱۷ (انظر: ۱۹۱۷٤)

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِيْنَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ، حَتّٰى قَالَ: وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔)) قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتّٰى رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَعْنِي كَاَنَّهُ مُذْهَبَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔)) (مسند احمد: ۱۹۳۸۸)

رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ یعنی: ''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔'' سورۂ حشر والی یہ آیت تلاوت کی: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔﴾ یعنی: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر فرد دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے دن کے لئے کیا کچھ آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، جو تم عمل کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' یہ خطاب سن کر کوئی دینار لے کر آیا، کوئی درہم، کوئی کپڑا، کوئی گندم کا صاع اور کوئی کھجور کا صاع لے کر آیا اور کسی نے کھجور کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ اتنے میں ایک انصاری ایک تھیلی اٹھا کر لایا، (وہ اس قدر وزنی تھی کہ) قریب تھا کہ اس کا ہاتھ عاجز آ جائے گا، بلکہ وہ عاجز آ گیا، یہ منظر دیکھ کر لوگوں نے پے در پے صدقات پیش کرنا شروع کر دیئے، یہاں تک کہ خوراک اور لباس کے دو ڈھیر لگ گئے، اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چمک رہا تھا اور وہ سنہری رنگ کا لگ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اسے اپنے اس عمل کا اجر بھی ملے گا اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ اس پر عمل کریں گے، ان سب کے برابر بھی اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی

کمی نہیں آئے گی اور جو کوئی اسلام میں برا طریقہ جاری کرے گا، اسے اپنے عمل کا اور اس کے بعد جتنے بھی لوگ اس پر عمل کریں گے، ان سب کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوگی۔''

(۳۵۷٤) عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ (بُرَيْدَةَ الأَسْلَمِيِّ) ؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا يُخْرِجُ رَجُلٌ شَيْئًا مِنَ الصَّدَقَةِ حَتّٰى يَفُكَّ عَنْهَا لَحْيَيْ سَبْعِينَ شَيْطَانًا۔)) (مسند احمد: ۲۳۳۵۰)

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی کوئی آدمی صدقہ کرتا ہے تو وہ ستر شیطانوں کے جبڑے توڑتا ہے۔''

فوائد:..... معلوم ہوا کہ شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمان کو کنجوسی اور بخیلی جیسی گھٹیا صفات میں جکڑ دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ صدقہ و خیرات کرنے سے اس کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے ربّ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اور اسے خوش کرتے ہوئے اور اپنے ابدی دشمن شیطان کو ستاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلم معاشرے میں صدقہ و خیرات کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور یہ بڑی اصلاح کا سبب ہے، اس سے جہاں صدقہ کرنے والا خود پاکیزہ ہوتا ہے اور اپنے مال میں برکت حاصل کرتا ہے، وہاں صدقہ وصول کرنے والا بھی اپنے حالات کو سنوار لیتا ہے۔ کاش کہ ہمارے ہاں بھی صدقہ و خیرات کا یہ نظام منظم بن جاتا اور سرمایہ دار اس چیز کو اپنے لیے اعزاز کا باعث سمجھ لیتے۔

(۳۵۷۵) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ عَمَّنْ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلَا يَرٰى إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، وَيَنْظُرُ عَمَّنْ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلَا يَرٰى إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، وَيَنْظُرُ أَمَامَهُ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ۔)) قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا ربّ گفتگو کرے گا، اس حال میں کہ اس کے اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، پس جب وہ بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے وہی کچھ نظر آئے گا، جو اس نے آگے بھیجا ہوگا، پھر جب وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اسے اُدھر بھی وہی کچھ نظر آئے گا، جو وہ آگے بھیج چکا ہوگا، جب وہ اپنے

(۳۵۷٤) تخريج: قال الالباني: صحيح، انظر الصحيحة: ۱۲٦۸۔ اخرجه ابن خزيمة: ۲٤۵۷، والحاكم: ۱/ ٤۱۷، والبيهقي: ٤/ ۱۸۷ (انظر: ۲۲۹٦۲)

(۳۵۷۵) تخريج: أخرجه البخاري: ٦۵۳۹، ۷۵۱۲، ومسلم: ۱۰۱٦ (انظر: ۱۹۳۷۳)

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّقِيَ وَجْهَهُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَلْيَفْعَلْ۔)) (مسند احمد: ١٩٥٩٠)

سامنے دیکھے گا تو اُدھر اس کے سامنے آگ ہوگی۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جس آدمی میں اپنے چہرے کو آگ سے بچانے کیلئے جو استطاعت ہے، وہ استعمال کر دے، اگر چہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کرنے کی صورت میں ہو۔''

فوائد:...... صدقہ وخیرات کا تعلق مالداری سے نہیں ہے، سخاوت والے مزاج سے ہے۔

(٣٥٧٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَّقِيَ النَّارَ فَلْيَتَصَدَّقْ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔)) (مسند احمد: ١٨٤٣٧)

(٣٥٧٦) (دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی آگ سے بچنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ صدقہ کرے، خواہ وہ کھجور کے ایک حصے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو اور جسے وہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کے ذریعے (جہنم سے بچنے کی کوشش کرے)۔''

فوائد: ...... اچھی بات سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی اور حسن اخلاق سے پیش آنا چاہیے اور اس معاملے میں معرفت اور عدم معرفت کی بنا پر فرق نہیں کرنا چاہیے۔

(٣٥٧٧) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَنَّ اَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ ﷺ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((كُلُّ امْرِیءٍ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهِ، حَتّٰى يُفْصَلَ بَيْنَ النَّاسِ اَوْ قَالَ: يُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ۔)) قَالَ يَزِيْدُ: وَكَانَ اَبُوْ الْخَيْرِ لَايُخْطِئُهُ يَوْمٌ إِلَّا تَصَدَّقَ فِيْهِ بِشَيْءٍ وَلَوْ كَعْكَةً، اَوْ بَصَلَةً اَوْكَذَا۔ (مسند احمد: ١٧٤٦٦)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر شخص اپنے اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔'' یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں: ابو خیر مرثد ہر روز کسی نہ کسی چیز کا صدقہ کیا کرتے تھے، خواہ وہ ایک کیک یا ایک پیاز یا اس قسم کی کوئی چیز ہوتی۔

(٣٥٧٨) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: كَانَ مَرْثَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَايَجِيْءُ إِلَى الْمَسْجِدِ إِلَّا وَمَعَهُ شَيْءٌ يَتَصَدَّقُ بِهِ، قَالَ: فَجَاءَ

(دوسری سند) یزید کہتا ہے: مرثد بن عبد اللہ جب بھی مسجد کی طرف آتے تو صدقہ کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی نہ کوئی چیز ہوتی تھی۔ ایک دن جب وہ آئے تو ان کے پاس ایک پیاز

(٣٥٧٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٥٧٧) اسناده صحيح۔ اخرجه ابن خزيمة: ٢٤٣١، وابن حبان: ٣٣١٠، والحاكم: ١/ ٤١٦ (انظر: ١٧٣٣٣)

(٣٥٧٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

ذَاتَ یَوْمٍ إِلَی الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ بَصَلٌ؟ فَقُلْتُ لَهُ: اَبَا الْخَيْرِ مَا تُرِيْدُ إِلٰى هٰذَا يُنْتِنُ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ؟ قَالَ: يَا ابْنَ اَخِيْ! إِنَّهُ وَاللّٰهِ! مَا كَانَ فِي مَنْزِلِيْ شَيْءٌ اَتَصَدَّقُ بِهِ غَيْرَهُ، إِنَّهُ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ظِلُّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ۔)) (مسند احمد: ٢٣٨٨٦)

تھا، میں نے کہا: ابو الخیر! آپ اس کو کیا کریں گے؟ یہ تو آپ کے کپڑوں کو بدبودار کر دے گا۔ انہوں نے کہا: بھتیجے! اللہ کی قسم! آج میرے گھر میں صدقہ کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔ مجھے ایک صحابی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مومن پر اس کا صدقہ سایہ فگن ہوگا۔''

فوائد: ......جس طرح ہر انسان کی ضروریات اور اہل وعیال کے تقاضے ہوتے ہیں، اسی طرح صدقہ و خیرات ہماری زندگی کی ایک ضرورت اور تقاضا ہے، لیکن یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ لوگوں نے اپنے بال بچوں میں خوش رہنے اور بیوی بچوں کی ہر قسم کی خواہش پورے کرنے کو ہی مقصدِ حیات سمجھ لیا، ہمارے ہاں سعادت اور خوش بختی یہی علامت ہے، بے سہارا اور فقر و فاقہ سے دوچار لوگوں کا پرسانِ حال کوئی نہیں ہے۔

(٣٥٧٩) عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ حَدَّثَنِي بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدَقَتُهُ)) (مسند احمد: ١٨٢٠٧)

ایک صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔''

(٣٥٨٠) عَنْ اَبِي اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ اِنْ تَبْذُلِ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى الْكَفَافِ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔)) (مسند احمد: ٢٢٦٢١)

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد چیز اللہ کی راہ میں خرچ کر دے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر اسے بچا کر رکھے گا تو یہ تیرے لیے برا ہوگا، البتہ بقدر حاجت بچا کر رکھنے پر تجھے ملامت نہیں کیا جائے گا، اور خرچ کرتے وقت ان افراد سے ابتدا کر، جو تیری کفالت میں ہیں، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے (یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے) بہتر ہے۔''

(٣٥٧٩) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار": ٣٨٣٧، وانظر الحديث السابق لأن هذا الصحابي المبهم هو عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ (انظر: ١٨٠٤٣)

(٣٥٨٠) تخريج: اخرجه مسلم: ١٠٣٦ (انظر: ٢٢٢٦٥)

(۳۵۸۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد: ۷۱۵۵)

سیدنا ابوہریرہ ؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے گزشتہ حدیث کی طرح کی ایک روایت بیان کی ہے۔

فوائد:...... سیدنا ابوہریرہ ؓ سے اس حدیث کی روایت میں امام احمد منفرد ہیں۔

(۳۵۸۲) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مَلَكًا بِبَابٍ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ يَقُوْلُ: مَنْ يُقْرِضُ الْيَوْمَ يُجْزٰى غَدًا، وَمَلَكًا بِبَابٍ آخَرَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَعَجِّلْ لِمُمْسِكٍ تَلَفًا۔)) (مسند احمد: ۸۰۴۰)

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ایک فرشتہ یوں آواز دیتا ہے: کون آج قرض دے گا، تاکہ اسے کل (قیامت والے دن) بدلہ دیا جا سکے، اور ایک دوسرے دروازے پر ایک فرشتہ یوں کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بہترین متبادل عطا فرما اور بخیل کے مال کو ہلاک کر دے۔''

فوائد:...... اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ امیری اور غریبی نسل در نسل چلنے والی چیزیں نہیں ہے، آج جو لوگ بڑے سرمایہ دار ہیں، ان کے بڑے کوئی سونے کا چمچ لے کر پیدا نہیں ہوئے تھے، اسی طرح آج جو لوگ فقیر اور محتاج بن گئے ہیں، ان کے ماضی قریب کا فقر اور غربت سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے اور بندے آہستہ آہستہ اپنی اوقات کو بھول کر راہِ اعتدال سے ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور قارون کی طرح اپنی دولت کو اپنی ذات، ہنر اور برادری کا کمال اور اعزاز سمجھنے لگتے ہیں تو آسمان والا یا تو کچھ عرصے کے لیے ان کو ڈھیل دینا شروع کر دیتا ہے یا پھر ان کو اس نعمت سے محروم کرنے کی کاروائی شروع کر دیتا ہے، قرآن مجید کے درج ذیل اقتباس پر غور فرمائیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ أَكْرَمَنِ۔ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ أَهَانَنِ۔ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ۔ وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ۔ وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا۔ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔﴾ ''انسان (کا یہ حال ہے کہ) جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت ونعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا۔ اور جب وہ اس کو اس طرح آزماتا ہے کہ اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ تم ہی لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔ اور مسکینوں کے کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور (مردوں کی) میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو۔ اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو۔'' (سورۂ فجر: ۱۵ تا ۲۰)

(۳۵۸۱) تخريج: اخرجه البخاري: ۱۴۲۸، ومسلم: (انظر: ۷۱۵۵)

(۳۵۸۲) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۰۱۰ (انظر: ۸۰۵۴)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دولت کا رخ پھر جانے کے چار اسباب بیان کیے ہیں: (۱) یتیموں کی عزت نہ کرنا، (۲) مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب نہ دلانا، (۳) رشتہ داروں کی میراث سمیٹ لینا اور (۴) مال سے بہت محبت کرنا۔

جب کسی سرمایہ دار میں یہ خباثتیں آ جاتی ہیں تو دولت کا رخ تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ یا تو چند سالوں کے بعد حالات بالکل تبدیل ہو جاتے ہیں، نہیں تو اس کے کیے کا بھگتان اس کی اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے کئی افراد اس وقت میری نگاہوں کے سامنے گھوم رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دس بارہ بارہ سالوں کے اندر ایسے ایسے پلٹے دیئے کہ ان بیچاروں کو بھی سمجھ نہ آئی کہ ان کے ساتھ کیا پالیسی اختیار کی جا رہی ہے، کسی کو اس کی عیاشی نے، کسی کو اس کے بخل نے، کسی کو غریبوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے نے، کسی کو دولت ہی کو ذلت وعزت کا معیار سمجھنے نے، کسی کو سودی نظام نے، کسی کو غریبوں کے سنجیدہ مسائل پر بے حسی کا ثبوت دینے نے، کسی کو مجبوروں کو دیکھ کر تیوڑی چڑھانے نے، ......علی ہذا القیاس۔ یہ ایسے اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دولت کا رخ تبدیل کر دیتے ہیں۔ میں یہی التماس کروں گا: سرمایہ دارو! دولت ڈھلتی چھاؤں ہے، کبھی بھی اپنی اوقات کو نہ بھولنے پاؤ، تمہارے خزانوں کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے، اسی کے نظام کو اپنے مزاجوں اور گھروں میں رواج دو، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں ''غنی'' کا لقب پاؤ گے، وگرنہ فرشتوں کی بددعاؤں کا مصداق بن جاؤ گے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے پتہ چل رہا ہے۔

(۳۵۸۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهَا: ((يَا عَائِشَةُ! اِسْتَتِرِیْ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنَّهَا تَسُدُّ مِنَ الْجَائِعِ مَسَدَّهَا مِنَ الشَّبْعَانِ۔)) (مسند احمد: ۲۵۰۰۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''عائشہ! آگ سے بچ (اس کے لیے اسباب پیدا کر)، اگرچہ وہ کھجور کا ایک حصہ دینے کی صورت میں ہی ہو، یہ سیر آدمی کی طرح ہی بھوکے آدمی کو فائدہ دیتا ہے۔''

(۳۵۸٤) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ) رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِيَتَّقِ اَحَدُكُمْ وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَةٍ۔)) (مسند احمد: ۳٦۷۹)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر آدمی اپنے چہرے کو آگ سے بچائے، اگرچہ وہ کھجور کا ایک حصہ صدقہ کرنے کی صورت میں ہو۔''

(۳۵۸۵) عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((تَصَدَّقُوْا

سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ کرو، کیونکہ قریب ہے کہ ایک

(۳۵۸۳) صحیح، وهذا اسناد منقطع، المطلب بن عبد الله لم یدرك عائشة، لكن قوله ((استتری من النار، ولو بشق تمرة)) صحیح بسند آخر، وقوله: ((فانها تسد من الجائع مسدها من الشبعان)) له شاهد من حدیث ابی بكر الصدیق عند ابی یعلی: ۸۵، والبزار فی "البحر الزخار": ۱/ ۱۹۵(انظر: ۲٤۵۰۱)

(۳۵۸٤) تخریج: صحیح لغیره۔ اخرجه ابو نعیم فی "الحلیة": ۸/ ۲۱٤(انظر: ۳٦۷۹)

(۳۵۸۵) تخریج: اخرجه البخاری: ۱٤۱۱، ۱٤۲٤، ومسلم: ۱۰۱۱(انظر:)

فَيُوْشِكُ الرَّجُلُ يَمْشِي بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُوْلُ الَّذِيْ أُعْطِيَهَا: لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْاَمْسِ قَبِلْتُهَا، وَاَمَّا الْآنَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا)) (مسند احمد: ۱۸۹۳۳)

آدمی صدقہ لے کر چلے اور جسے وہ دینا چاہے، وہ آگے سے کہے: اگر تو کل لے آتا تو میں قبول کر لیتا، اب تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، پس اسے ایسا آدمی نہیں ملے گا، جو اس کے صدقے کو قبول کرے۔''

فوائد: ...... اگر کوئی آدمی مالدار ہے اور اس کے اردگرد مستحق لوگ موجود ہے، تو وہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر صدقہ و خیرات سے محروم نہ رہے، کیونکہ قریب ہے کہ اس کو مستحقین کی فہرست میں شامل کر دیا جائے، یا اس کے قرب و جوار والے سارے ہی اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔

(۳۵۸٦) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي نَخْلِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ: ((يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! هَلَكَ الْمُكْثِرُوْنَ، إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى بِكَفِّهِ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ، وَقَلِيْلٌ مَا هُمْ.)) (مسند احمد: ۸۰۷۱)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک کھجوروں کے باغ میں چل رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! زیادہ مال والے ہلاک ہو گئے، ما سوائے ان لوگوں کے جو مال کو اِدھر خرچ کرتے ہیں، اُدھر دیتے ہیں اور اس طرف لٹاتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلی سے دائیں، بائیں اور سامنے کی طرف اشارہ کیا، لیکن ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔''

(۳۵۸۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ) ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟)) قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا مِنَّا اَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهِ۔ قَالَ: ((اِعْلَمُوْا اَنَّهُ لَيْسَ مِنْكُمْ اَحَدٌ إِلَّا مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ، مَالَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا قَدَّمْتَ، وَمَالُ وَارِثِكَ مَا اَخَّرْتَ۔)) (مسند احمد: ۳٦۲٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کا مال زیادہ پیارا ہو؟ صحابہ ؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو اس کے وارث کی بہ نسبت اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر یاد رکھو کہ تم میں سے ہر ایک کو اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کا مال زیادہ پیارا ہے، تمہارا مال تو صرف وہ ہے، جسے تم خرچ کر کے آگے بھیج دیا اور جو پیچھے چھوڑا، وہ تمہارے وارث کا مال ہے۔''

(۳۵۸۸) عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً،

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے ایک بکری ذبح کی

(۳۵۸٦) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ الحاکم: ۱/ ۵۱۷ (انظر: ۸۰۸۵)

(۳۵۸۷) تخریج: اخرجہ البخاری: ٦٤٤۲ (انظر: ۳٦۲٦)

(۳۵۸۸) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ الترمذی: ۲٤۷۰ (انظر: ۲٤۲٤۰)

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا بَقِيَ إِلَّا كَتِفُهَا، قَالَ: ((كُلُّهَا قَدْ بَقِيَ إِلَّا كَتِفُهَا۔)) (مسند احمد: ٢٤٧٤٤)

(اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا)، پھر میں نے آپ ﷺ کو بتلاتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! اس بکری کا صرف ایک کندھے کا گوشت باقی بچا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''حقیقت میں وہ ساری بچ گئی ہے، ماسوائے اس کندھے کے (جو گھر میں پڑا ہوا ہے)۔''

فوائد: ...... یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا تصور تھا کہ بندے کا حقیقی خزانہ وہ ہے، جسے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مستحق افراد میں تقسیم کر دے۔ سبحان اللہ! جو گوشت لوگوں میں تقسیم کر دیا، وہ اللہ تعالیٰ کے بینک میں جمع ہو گیا، جس میں اتنا اضافہ کر دیا جاتا ہے کہ ایک کھجور، پہاڑ کی مانند بن جاتی ہے۔

(٣٥٨٩) وَعَنْهَا أَيْضًا أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الصَّدَقَةِ فَذَكَرَتْ شَيْئًا قَلِيْلًا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: ((أَعْطِي وَلَا تُوعِي، فَيُوعَى عَلَيْكِ۔)) (مسند احمد: ٢٥٧٨١)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے صدقہ کے معاملے میں کوئی سوال کیا اور تھوڑی سی چیز کا ذکر کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''دے دو اور کنجوسی نہ کر، وگرنہ تجھ سے کنجوسی کر لی جائے گی۔''

فوائد: ...... یہ مصیبت ہمارے دور میں بھی بدرجۂ اتم پائی جا رہی ہے کہ لوگوں نے صدقہ وخیرات کی انتہائی معمولی مقدار کو اپنے لیے کافی وشافی سمجھ لیا ہے، اگر کوئی آدمی کسی فقیر کو سو پچاس دے دیتا ہے، وہ کئی دنوں تک اس کو بھولنے نہیں پاتا۔ قارئین کرام! کوئی مانے یا نہ مانے، ابھی تک عملی طور پر ہم یہ عقیدہ اور نظریہ قائم نہ کر سکے کہ سخاوت کی وجہ سے خزانوں میں اضافہ ہوتا ہے اور کئی نسلیں اس کی برکت سے مستفید ہوتی رہتی ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ جون ۲۰۱۲ء میں ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی، چند برس پہلے اس کے پاس پانچ کروڑ روپیہ اور بہترین کاروبار موجود تھا، لیکن ۲۵ جون کو ایک ہزار روپے کی بھیک مانگ کر اسے دیا گیا، تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے، جبکہ اس کا دعوی یہ ہے کہ اس کو کوئی سمجھ آئی کہ اس کی اتنی بھاری رقم کہاں دفن ہو گئی۔ بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کنجوسی ہونے لگ جائے تو بندہ کرتا تو کچھ اور ہے، لیکن ہوتا کچھ اور ہے، آدمی اپنے لیے خود گڑھے کھودنے لگ جاتا ہے۔ العیاذ باللہ

(٣٥٩٠) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَظَرَ إِلَى رَجُلٍ يَصْرِفُ رَاحِلَتَهُ فِي نَوَاحِي الْقَوْمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں کی ایک طرف اپنی سواری کو گھما رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی کے پاس

(٣٥٨٩) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابوداود: ١٧٠٠، والنسائي: ٥/ ٧٣ (انظر: ٢٥٢٦٧)

(٣٥٩٠) تخريج: اخرجه مسلم: ١٧٢٨ (انظر: ١١٢٩٣)

((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلٌ مِنْ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ۔)) حَتَّى رَأَيْنَا اَنْ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ۔ (مسند احمد: ۱۱۳۱۳)

زائد سواری ہو تو وہ ایسے آدمی کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد زادِ راہ ہو تو وہ ایسے آدمی کو دے دے جس کے پاس زاد نہیں ہے۔'' آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ہمیں یہ خیال آنے لگا کہ ضرورت سے زائد چیز میں ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔

فوائد: ......لیکن کیا مجھے اپنے ضمیروں سے یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے کہ کیا ہم نے کسی محتاج کو تلاش کر کے اور اس پر ترس کھا کر اسے بھی سائیکل، موٹر سائیکل، رکشہ یا موٹر کار کا مستحق سمجھا ہو؟! یا اس کے گھر میں بھی راشن پہنچانے کو اپنے لیے باعثِ اعزاز سمجھا ہو؟! ہرگز نہیں، ممکن ہے کہ ہمارا نظریہ ہی یہ ہو کہ اس قسم کا محتاج تو ہمارے معاشرے پایا ہی نہیں جاتا، جبکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ رزق کی تنگیوں نے لوگوں کے سکون کو اس طرح تباہ کیا ہو کہ وہ مستقل طور پر کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہوں۔

اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ

سب سے زیادہ فضیلت والے صدقے کا بیان

(۳۵۹۱) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ((اَنْ تَصَدَّقَ، وَاَنْتَ شَحِيْحٌ صَحِيْحٌ تَأْمُلُ الْعَيْشَ، وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بِالْحُلْقُوْمِ قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ (وَفِي لَفْظٍ) اَلَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔)) (مسند احمد: ۹۷٦۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! بہترین صدقہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا اس وقت اور اس حال میں صدقہ کرنا کہ جب تم حریص اور صحت مند ہو، زندگی کی امید ہو اور فقیری کا ڈر ہو اور اس قدر تاخیر نہ کرو کہ جب روح حلق تک آن پہنچے تو تم کہنا شروع کر دو کہ فلاں کو اتنا دے دینا، فلاں کو اس قدر دے دینا، حالانکہ اس وقت تو وہ مال دوسروں کا ہو چکا ہوتا ہے۔''

فوائد: ...... جب انسان کو مال و دولت کی زیادہ ضرورت اور حرص ہوتی ہے' اس وقت انسان کا صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے' کیونکہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی کے حصول کے لئے اپنے نفس کو شکست دینا صبر آزما اور مشکل کام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نفس کو مغلوب کرنا ہی مقصودِ الٰہی ہے۔ موت کے غرغرہ (یعنی جان کنی) کے وقت انسان کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا' اس وقت کے نیک اعمال' وصیتیں اور صدقہ و خیرات بے اثر' بے فائدہ اور بے نتیجہ ہو جاتے ہیں' لہٰذا ہم کو چاہئے کہ اپنی عمر کے ابھرتے اور نمایاں دور میں اپنی مالی حالت کے مطابق صدقہ و خیرات کر کے توشۂ آخرت تیار کریں۔

(۳۵۹۱) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۷٤۸، ومسلم: ۱۰۳۲ (انظر: ۹۷٦۸)

(۳۵۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِیْ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَیْرُ الصَّدَقَةِ مَا کَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًی، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔)) قُلْتُ لِاَیُّوْبَ: مَا عَنْ ظَهْرِ غِنًی؟ قَالَ: عَنْ فَضْلِ غِنَاكَ۔ (مسند احمد: ۷۷۲۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے اور خرچ کرتے وقت ان لوگوں سے ابتدا کرو جن کی کفالت کا تو ذمہ دار ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' معمر کہتے ہیں: میں نے ایوب سے کہا: ''عَنْ ظَهْرِ غِنًی'' کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا: جو تیری ضرورت اور غنٰی سے زائد ہو۔

(۳۵۹۳) (وَمِنْ طَرِیْقٍ ثَانٍ) عَنْ اَبِی صَالِحٍ عَنْ اَبِی هُرَیْرَہ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((خَیْرُ الصَّدَقَةِ مَا کَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًی، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔)) قَالَ: سُئِلَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ: مَا مَنْ تَعُوْلُ؟ قَالَ: اِمْرَاَتُكَ تَقُوْلُ اَطْعِمْنِی اَوْ اَنْفِقْ عَلَیَّ شَكَّ اَبُوْ عَامِرٍ اَوْ طَلِّقْنِیْ وَخَادِمُكَ یَقُوْلُ اَطْعِمْنِی وَاسْتَعْمِلْنِی وَابْنَتُكَ تَقُوْلُ: إِلٰی مَنْ تَذَرُنِی۔ (مسند احمد: ۱۰۷۹۵)

(دوسری سند) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، جو افراد تیری کفالت میں ہیں، تو ان سے خرچ کرنا شروع کیا کر۔'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ زیر کفالت افراد سے مراد کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: تمہاری بیوی جو کہتی ہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ اور نان ونفقہ دو، وگرنہ مجھے طلاق دے دو، تمہارا خادم جو کہتا ہے کہ مجھے پہلے خوراک دو، تب مجھ سے کام لو اور تمہاری بیٹی جو کہتی ہے کہ اگر تم خود میری ضرورت پوری نہیں کرو گے، تو مجھے کس کے حوالے کرو گے۔''

(۳۵۹٤) وَعَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ۱۵۳۹۱)

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(۳۵۹۵) عَنْ اَبِی هُرَیْرَہ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کونسا صدقہ سب سے زیادہ

(۳۵۹۲) تخریج: اخرجه البخاری: ۱٤۲۸ (انظر: ۷۷٤۱)

(۳۵۹۳) تخریج: اخرجه البخاری: ۵۳۵۵ (انظر: ۱۰۷۸۵)

(۳۵۹٤) تخریج: اخرجه البخاری: ۱٤۲۷، ومسلم: ۱۰۳٤ (انظر: ۱۵۳۱۷)

(۳۵۹۵) تخریج: اسناده صحیح۔ اخرجه ابوداود: ۱٦۷۷ (انظر: ۸۷۰۲)

((جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔)) (مسند احمد: ۸٦۸۷)

فضیلت والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کم سرمائے والے آدمی کی محنت کا صدقہ افضل ہے اور جن افراد کی کفالت کا تو ذمہ دار ہے، (مال خرچ کرنے کے سلسلے میں) ان کے ساتھ ابتدا کیا کر۔''

فوائد: ......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۂ ملک: ۲) یعنی: ''اس اللہ) نے موت وحیات کا (نظام) پیدا کیا تا کہ تم (انسانوں) کو آزمائے کہ تم میں کون ہے جو اچھے عمل کرے گا۔''

بڑی شاندار حدیثِ مبارکہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ۔)) قَالُوْا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: ((لِرَجُلٍ دِرْهَمَانِ تَصَدَّقَ بِاَحَدِهِمَا وَانْطَلَقَ رَجُلٌ اِلٰى عَرْضِ مَالٍ فَأَخَذَ مِنْهُ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَتَصَدَّقَ بِهٖ۔)) ......ایک درہم، ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا۔'' صحابہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کے پاس دو درہم تھے، اس نے ایک درہم صدقہ کر دیا اور ایک آدمی اپنے بڑی مقدار والے مال کی طرف گیا اور اس میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔'' (نسائی: ۲۵۲۷)
دراصل اللہ تعالیٰ کی قدردان نگاہ سب سے پہلے عمل کے حسن پر پڑتی ہے اور پھر عمل کی کثرت پر، ایک غریب آدمی نے محنت و مشقت کر کے معمولی مقدار میں مال و دولت اکٹھا کیا اور بمشکل اپنے اخراجات پورے کر کے اس کی انتہائی معمولی مقدار اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس تڑپ سے خرچ کی کہ اس کا نام بھی صدقہ کرنے والوں کی فہرست میں آ جائے۔ ایسے آدمی کے عمل کی قدر بہر حال ایک امیر زادے کے عمل سے زیادہ ہے، جو نعمتوں کی فراوانیوں کے ماحول میں پالا پوسا گیا ہو اور وہ اپنی آمدن کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے۔

اَلْمَنِیْحَةُ
عاریۃً دی ہوئی چیز کا بیان

(۳۵۹٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَتَدْرُوْنَ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟)) قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: ((الْمَنِيْحَةُ، اَنْ يَمْنَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ الدِّرْهَمَ اَوْ ظَهْرَ الدَّابَّةِ اَوْ لَبَنَ الشَّاةِ اَوْ لَبَنَ الْبَقَرَةِ۔)) (مسند احمد: ٤٤١٥)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ سب سے افضل صدقہ کونسا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو کوئی چیز عاریۃً دے دینا، مثلاً تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کو درہم یا سواری یا بکری کا دودھ یا گائے کا دودھ دے دے۔''

(۳۵۹٦) تخریج: حسن لغیرہ۔ اخرجه ابویعلی: ۵۱۲۱، والبزار: ۹٤۷ (انظر: ٤٤١٥)

فوائد: ……کوئی چیز عاریۃً دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو کچھ عرصہ کے لیے کوئی چیز اس نیت سے دی جائے کہ وہ یہ اس عرصہ میں اس کی منفعت سے فائدہ اٹھاتا رہے، جیسے دودھ کے لیے جانور، کھیتی باڑی کرنے کے لیے زمین، پھل کے لیے پھلدار درخت اور سواری کے لیے سواری والا جانور عارضی طور پر دینا۔ اس سے مستقل دی ہوئی چیز کی اہمیت کا اندازہ لگالینا چاہیے۔

(۳۵۹۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((خَیْرُ الصَّدَقَةِ الْمَنِیْحَةُ تَغْدُوْا بِاَجْرٍ وَ تَرُوْحُ بِاَجْرٍ، مَنِیْحَةُ النَّاقَةِ كَعَتَاقَةِ الْاَحْمَرِ، وَمَنِیْحَةُ الشَّاةِ كَعَتَاقَةِ الْاَسْوَدِ۔)) (مسند احمد: ۸٦۸٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو کوئی چیز عاریۃً دے دینا بہترین صدقہ ہے، وہ چیز صبح بھی اجر کا سبب بنتی ہے اور شام کو بھی، کسی کو اونٹنی عاریۃً دے دینا سرخ رنگ کا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور کسی کو بکری عاریۃً دے دینا سیاہ رنگ کے غلام کو آزاد کرنے کی مانند ہے۔''

فوائد: ……تخریج میں دیئے گئے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے الفاظ کا بالترتیب ترجمہ یہ ہے:

''سب سے بہترین چیز، جو عاریۃً دی جائے، وہ اونٹنی ہے، جس نے نیا بچہ دیا ہوا ہو اور زیادہ دودھ والی ہے اور وہ بکری ہے، جو زیادہ دودھ والی ہو اور صبح کو ایک پیالہ دودھ کا دے دیتی ہو اور ایک شام کو۔'' ''کیا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے، جو کسی گھر والوں کو ایک اونٹنی بطورِ عاریہ دے دے، جو ایک بڑا پیالہ صبح کو دودھ کا دے دے اور ایک شام کو، اس عمل کا اجر بہت زیادہ ہے۔''

(۳۵۹۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَرْبَعُوْنَ حَسَنَةً، اَعْلَاهُنَّ مَنِیْحَةُ الْعَنْزِ، لَا یَعْمَلُ الْعَبْدُ بِحَسَنَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ۔)) (مسند احمد: ٦٤٨٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چالیس نیکیاں ہیں، ان میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ دودھ والی بکری کسی کو عاریۃً دے دی جائے، جو آدمی ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور وعدہ کی ہوئی چیز کی تصدیق کرتے ہوئے ان چالیس میں سے ایک نیکی بھی سر انجام دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔''

فوائد: ……صحیح بخاری اور سنن ابو داود میں ان الفاظ کی زیادتی ہے: راویٔ حدیث حسان بن عطیہ نے کہا: دودھ

(۳۵۹۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، عبید اللہ بن صبیحۃ فی عداد المجھولین، ومثلہ محمد بن عبد اللہ، وفلیح لیس بذاك، یعتبر بہ فی الشواھد والمتابعات۔ اخرجہ البخاری: ۲٦۲۹، بلفظ: ((نعم المنیحۃ اللقحۃ الصفی منحۃ، والشاۃ الصفی تغدو باناء وتروح باناء۔)) ومسلم: ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ولفظہ فی روایۃ: ((الا رجل یمنح اھل بیت ناقۃ بغدو یعس وتروح بعس، ان اجرھا لعظیم۔)) (انظر: ۸۷۰۱)

(۳۵۹۸) تخریج: اخرجہ البخاری: ۲٦۳۱ (انظر: ٦٤٨٨)

والی بکری عاریۃً دینا، ہم نے اس نیکی سے کم مرتبہ نیکیوں کو شمار کیا، مثلا سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کو ''یَرْحَمُكَ اللّٰه'' کہنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، وغیرہ وغیرہ، لیکن ہم پندرہ سے زائد نیکیاں شمار نہ کر سکے۔

یقیناً آپ ﷺ کو ان چالیس نیکیوں کا علم ہوگا، لیکن ان کو ذکر نہ کرنا ہمارے لیے زیادہ فائدہ مند ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم ان چالیس اعمالِ صالحہ کے پابند ہو جائیں اور باقی نیکیوں کو ترک کر دیں، جبکہ شریعتِ مطہرہ میں ہر قسم کی نیکی اور اس کے اجر و ثواب کا تعین کر دیا گیا ہے، انسان پر کوئی ایسی حالت طاری نہیں ہو سکتی، جس میں وہ یہ شکوہ کر سکے کہ اس ہیئت میں کوئی نیکی نہیں کی جا سکتی۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو صدقہ کرتے وقت یا کوئی مالی احسان کرتے وقت اپنے عزم کے اندر مختلف انداز میں پاکیزگی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا اس عمل سے مقصود کیا ہے۔

فَضْلُ الصَّدَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان

(۳۵۹۹) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَلِلْجَنَّةِ اَبْوَابٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلَاةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ۔)) فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: وَاللّٰهِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَلٰى اَحَدٍ مِنْ ضَرُوْرَةٍ مِنْ اَيِّهَا دُعِيَ، فَهَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا اَحَدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ وَاِنِّي اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ۔)) (مسند احمد: ۷۶۲۱)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اپنے مال میں سے کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی، جنت کے کئی دروازے ہیں، جو آدمی نمازی ہوگا، اسے ''بَابُ الصَّلَاة'' سے بلایا جائے گا، جو آدمی صدقہ کرتا ہوگا، اسے ''بَابُ الصَّدَقَة'' سے بلایا جائے گا، جو آدمی جہاد کرتا ہوگا، اسے ''بَابُ الْجِهَاد'' سے بلایا جائے گا اور جو آدمی روزہ رکھتا ہوگا، اسے ''بَابُ الرَّيَّان'' سے بلایا جائے گا۔'' یہ سن کر سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! اس کی تو کسی کو کوئی حاجت نہیں ہوگی کہ اسے جنت کے جس دروازے سے مرضی بلا لیا جائے (کیونکہ مقصود جنت میں داخل ہونا ہوگا)، لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا، جس کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی

(۳۵۹۹) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۸۹۷، ومسلم: ۱۰۲۷ (انظر: ۷۶۳۳)

(۳۶۰۰) تخریج: اسناده صحيح على شرط الشيخين (انظر: ۸۷۹۰)

ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم بھی انہی میں سے ہو گے۔''

(۳۶۰۰) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَنْفَقَ زَوْجًا اَوْ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: يَا مُسْلِمُ! هٰذَا خَيْرٌ هَلُمَّ إِلَيْهِ۔ (مسند احمد: ۸۷۷۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا، اسے جنت کے دربان یوں آواز دیں گے: اے مسلمان! یہ دروازہ بہتر ہے، ادھر آ جاؤ۔''

فوائد:...... جوڑے کی وضاحت اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

(۳۶۰۱) عَنْ صَعْصَعَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهُ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوْهُ إِلٰى مَا عِنْدَهُ۔)) قُلْتُ: وَكَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: ((اِنْ كَانَتْ رِجَالًا فَرَجُلَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ إِبِلًا فَبَعِيْرَيْنِ، وَإِنْ كَانَتْ بَقَرًا فَبَقَرَتَيْنِ۔)) (مسند احمد: ۲۱۶۶۸)

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان اپنے ہر مال میں سے ایک ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے اور سب ہی اسے اپنی طرف بلائیں گے۔'' میں نے کہا: جوڑا خرچ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مثال کے طور پر اگر وہ غلاموں کا مالک ہے تو دو غلام، اگر وہ اونٹوں کا مالک ہے تو دو اونٹ اور اگر وہ گائیوں کا مالک ہے تو دو گائیں۔''

(۳۶۰۲) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِصُرَّةٍ مِنْ ذَهَبٍ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ اَصَابِعِهِ، فَقَالَ: هٰذِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ قَامَ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَاَعْطٰى، ثُمَّ قَامَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَاَعْطٰى، ثُمَّ قَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ فَاَعْطَوْا، قَالَ: فَاَشْرَقَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى رَاَيْتُ الْإِشْرَاقَ فِي وَجْنَتَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ سَنَّ سُنَّةً صَالِحَةً فِي الْإِسْلَامِ فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كَانَ بِهِ مِثْلُ اُجُوْرِهِمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ

سیدنا جریر بن عبد اللہ بَجَلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری، نبی کریم صلی اللہ علیٰ وآلہ وسلم کی خدمت میں سونے سے بھری ہوئی ایک تھیلی لئے ہوئے آیا، اس تھیلی نے اس آدمی کی مٹھی کو بھرا ہوا تھا۔ اس نے آ کر کہا: یہ تھیلی اللہ کی راہ میں وقف ہے، پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی کوئی چیز صدقہ کی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور بطورِ صدقہ کچھ دیا، پھر مہاجرین کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی صدقہ کیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اس حد تک دمک اٹھا کہ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر چمکنے کے آثار نظر آ رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری

(۳۶۰۱) تخریج: اسناده صحيح۔ اخرجه النسائي: ۴/ ۲۴ (انظر: ۲۱۳۴۱)

(۳۶۰۲) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۱۷ (انظر: ۱۹۱۸۳)

يَنْتَقِصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَوزَارِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔)) (مسند احمد: ١٩٣٩٧)

کرے اور پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اسے ان تمام عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا، جبکہ ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں آئے گی، اسی طرح جو کوئی اسلام میں برا طریقہ رائج کرے اور پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اس کو ان تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا، جبکہ ان کے گناہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔''

(٣٦٠٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَثَّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ فَأَبْطَأَ النَّاسُ، حَتّٰى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ (وَقَالَ مَرَّةً: بَانَ) ثُمَّ إِنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ بِصُرَّةٍ فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ فَأَعْطَوْا حَتّٰى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ السُّرُوْرُ فَقَالَ: ((مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً.........۔)) فَذَكَرَ نَحْوَ الْحَدِيْثِ الْمُتَقَدِّمِ۔ (مسند احمد: ١٩٤١٦)

(دوسری سند) سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اس میں صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی، لیکن لوگوں نے صدقہ کرنے میں تاخیر کی، اس وجہ سے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر غصے کے آثار نظر آنے لگے، پھر ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی، اس کے بعد لوگ پے در پے صدقہ کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرہ پر خوشی کے اثرات نمایاں ہونے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اچھا طریقہ جاری کرتا ہے، ....۔'' سابقہ حدیث کی طرح کی حدیث ذکر کی۔

(٣٦٠٤) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَوْ خِدْمَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔)) (مسند احمد: ٢٢٦٧٧)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سائے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا ہوا خیمہ یا خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا ہوا خادم یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی ہوئی اونٹنی۔''

(٣٦٠٥) عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً تَصَدَّقَ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَأْتِيَنَّ أَوْ

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہ ایک آدمی نے مہار والی ایک اونٹنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کی، رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: ''یہ اونٹنی ایسی ہی

(٣٦٠٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٦٠٤) حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف۔ اخرجه الترمذي: ١٦٢٦، ١٦٢٧ (انظر: ٢٢٦٢١)

(٣٦٠٥) تخريج: اخرجه مسلم: ١٨٩٢ (انظر: ٢٢٣٥٧)

لَتَأْتِيَنَّ بِسَبْعِمِائَةِ نَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ۔)) (مسند احمد: ۲۲۷۱٤)

سات سو اونٹنیاں لے کر آئے گی۔‘‘

فوائد: ......اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی جہاد میں خرچ کرنا باعث اجر عظیم ہے، آخری حدیث مبارکہ اس معاملے میں انتہائی واضح ہے۔

خِصَالٌ تُعَدُّ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَا جَاءَ فِيْ صَدَقَةِ الْجَسَدِ

صدقہ میں شمار کئے جانے والے اعمال اور جسم کے صدقے کا بیان

(۳٦۰٦)عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْكَلِمَةُ اللَّيِّنَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَمْشِيْهَا إِلَى الصَّلَاةِ اَوْ قَالَ: إِلَى الْمَسْجِدِ صَدَقَةٌ۔)) (مسند احمد: ۸۰۹٦)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’نرم بات بھی صدقہ ہے اور نماز کے لئے یا مسجد کی طرف اٹھا ہوا قدم بھی صدقہ ہے۔‘‘ آدمی پاؤں پر چل کر جائے وہ بھی صدقہ ہے۔‘‘

فوائد: ......نرم بات، نیکی کے جلیل القدر اعمال میں سے ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ’’برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سراسر بھلائی والا ہو۔‘‘ (سورۂ مؤمنون: ۹٦) اور یہ طریقہ کبھی فعل کے ذریعے اختیار کیا جاتا ہے اور کبھی قول کے ذریعے۔ نرم بات کو صدقہ کیوں کہا گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے صدقہ وصول کرنے والے کا دل مال سے خوش ہو جاتا ہے اور دینے والے کے بارے میں اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح نرم بات کے نتائج ہوتے ہیں۔ صدقہ کا ایک مفہوم ہمارے ہاں مروّج ہے، جس کا تعلق مادی چیزوں سے ہے، سوال یہ ہے کہ دوسرے عام نیکیوں کو صدقہ کیوں کہا جاتا ہے، جیسا کہ اس باب کی احادیث سے بھی معلوم ہو رہا ہے؟ اس کے دو جوابات دیئے جا سکتے ہیں: ایک یہ ہے کہ جیسے صدقے کا اجر وثواب ہوتا ہے، اسی طرح دوسری نیکیوں کا اجر وثواب ہوتا ہے، کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام ہیں، اس لیے اس مشابہت کی وجہ سے دوسری نیکیوں کو بھی صدقہ کہہ دیا جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ بندہ عام نیکیوں کے ذریعے اپنے نفس پر صدقہ کرتا ہے، اس وجہ سے ان کو صدقہ کہا جاتا ہے۔

نیکی کو صدقہ کہنے کی یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ صدقہ صدق (سچ بولنا) سے ہے اور ہر نیکی آدمی کے دل کی سچائی کی علامت ہوتی ہے۔ (عبداللہ رفیق)

(۳٦۰۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُّ مَعْرُوْفٍ

سیدنا جابر بن عبد اللہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہر نیکی صدقہ ہے اور یہ بھی نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی

(۳٦۰٦) تخريج: اخرجه البخاری: ۲۷۰۷، ۲۸۹۱، ومسلم: ۱۰۰۹ (انظر: ۸۱۱۱)

(۳٦۰۷) تخريج: صحيح بطرقه و شواهده۔ اخرجه الترمذی: ۱۹۷۰، وأخرجه البخاری: ٦۰۲۱ بلفظ: ((كل معروف صدقة۔)) (انظر: ۱٤۷۰۹)

صَـدَقَةٌ، وَمِـنَ الْـمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِـوَجْـهٍ طَـلْـقٍ، وَاَنْ تُـفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَائِهِ۔)) (مسند احمد: ١٤٧٦٦)

کو کشادہ روئی کے ساتھ ملو اور اپنے ڈول میں سے اس کے برتن میں پانی ڈال دو۔''

فوائد: ...... نیکی کے بارے میں اس قانون کو کبھی بھی نہیں بھلانا چاہیے کہ ہر قسم کی نیکی کو سرانجام دینے کی کوشش کی جائے، اس کو چھوٹا سمجھا جا رہا ہو یا بڑا، آخر پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بدکار عورت کو بخش دیا گیا تھا۔

(٣٦٠٨) عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَـالَ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ ﷺ: ((كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ)) (مسند احمد: ١٨٩٤٨)

سیدنا عبد اللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نیکی صدقہ ہے۔''

(٣٦٠٩) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ، عَـنْ جَدِّهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((عَلٰى كُـلِّ مُسْـلِـمٍ صَدَقَةٌ۔)) قَالَ: اَفَرَاَيْتَ إِنْ لَمْ يَـجِـدْ، قَـالَ: ((يَـعْـمَـلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَـصَـدَّقُ۔)) قَالَ: اَفَرَاَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَـفْـعَـلَ، قَـالَ: ((يُـعِيْـنُ ذَا الْحَـاجَةِ الْـمَـلْهُـوْفَ۔)) قَـالَ: اَرَاَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَـالَ: ((يَـاْمُـرُ بِـالْخَيْرِ اَوْ بِالْعَدْلِ۔)) قَالَ: اَفَـرَاَيْـتَ إِنْ لَـمْ يَسْتَـطِـعْ اَنْ يَـفْعَلَ؟ قَالَ: ((يُـمْسِكُ عَـنِ الشَّـرِّ فَـإِنَّـهُ لَـهُ صَدَقَةٌ۔)) (مسند احمد: ١٩٧٦٠)

سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صدقہ کرے۔'' اس نے کہا: اگر آدمی میں صدقہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔'' اس نے کہا: اگر کسی میں کام کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ پھر کسی مجبور ضرور مند کی مدد کر دے۔'' اس نے کہا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اچھائی کا یا عدل کا حکم دے دیا کرے۔'' اس نے کہا: اگر اس میں اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ برائی سے بچے، یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہی ہے۔''

فوائد: ...... دور کوئی بھی ہو، مزاج اور حالات جیسے بھی ہوں، شریعت نے ہر زمان و مکاں سے نپٹنے کے لیے اہل اسلام کی مکمل رہنمائی کی ہے، انہی حالات وظروف کو مدنظر رکھ کر ہر انسان سے باز پرس کی جائے گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جن حالات سے گزر رہے ہوں، ان کا احکامِ شریعت کے ساتھ موازنہ کریں اور اپنے لیے راہِ نجات تلاش کریں۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت زبان سے مجبوریوں کا، شکووں کا اور حالات کے ناسازگار ہونے کا اظہار کرتے رہتے ہیں، ایسے بے صبروں کو عقل کے ناخن لینے چاہئیں اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زبان سے ادا کر دی

(٣٦٠٨) تخريج: اسناده قوي۔ اخرجه ابن ابي شيبة: ٨/ ٥٤٩ (انظر: ١٨٧٤١)

(٣٦٠٩) تخريج: اخرجه البخاري: ١٤٤٥، ٦٠٢٢، ومسلم: ١٠٠٨ (انظر: ١٩٥٣١)

جانے والی مجبوریوں اور شکووں کو اخروی زندگی میں بطورِ بہانہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ان لوگوں کو چاہیے کہ اسلامی احکام کی روشنی میں اپنے حالات کے مطابق کوئی راہِ ہدایت تلاش کریں اور اس معاملے میں کسی اہل علم سے رابطہ کریں۔
اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کم از کم مسلمان کے شایانِ شان یہ بات ہے کہ وہ شرّ سے رکا رہے۔
"اَلْمَلْهُوْف" کا معنی ستم رسیدہ، حسرت زدہ، مجبور اور مظلوم ہے۔

(٣٦١٠) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْمَعْرُوْفُ كُلُّهُ صَدَقَةٌ۔)) (مسند احمد: ٢٣٦٤١)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نیکی صدقہ ہے۔''

صَدَقَةُ الْجَسَدِ
جسم کے صدقہ کا بیان

(٣٦١١) عَنْ بُرَيْدَةَ الْاَسْلَمِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((فِی الْإِنْسَانِ سِتُّوْنَ وَثَلَاثُمِائَةِ مَفْصِلٍ فَعَلَيْهِ اَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهَا صَدَقَةً۔)) قَالُوْا: فَمَنِ الَّذِي يُطِيْقُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ قَالَ: ((اَلنُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيْقِ، فَإِنْ لَمْ تَقْدِرْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُ عَنْكَ۔)) (مسند احمد: ٢٣٣٨٦)

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسانی جسم میں (٣٦٠) جوڑ ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے اتنا صدقہ کون کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں پڑی ہوئی تھوک کو وہیں دبا دینا بھی صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اگر تجھے یہ اعمال کرنے کی طاقت بھی نہ ہو تو چاشت کی دو رکعتیں تجھ سے کفایت کریں گی (اور سارے جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جائے گا)۔''

فوائد: ......انسان کے اندر جوڑوں کا نظام، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، اسی نظام کی وساطت سے انسان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پکڑنا، بولنا وغیرہ ممکن ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے، جس کی مقدار ایک آسان سی نیکی ہے اور اس صدقہ کی سب سے بہترین صورت نماز چاشت کی دو رکعتیں ہیں۔

(٣٦١٢) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَا اَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ سُلَامٰى مِنْ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم پر لازم ہے کہ وہ ہر روز صبح کے وقت اپنے ہر جوڑ کی

(٣٦١٠) تخريج: اخرجه مسلم: ١٠٠٥ (انظر: ٢٣٢٥٢)
(٣٦١١) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه ابوداود: ٥٢٤٢ (انظر: ٢٢٩٩٨)
(٣٦١٢) تخريج: اخرجه البخاري: ٢٧٠٧، ٢٨٩١، ٢٩٨٩، ومسلم: ١٠٠٩ (انظر: ٨٣٥٤)

ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ حِينَ يُصْبِحُ۔)) فَشَقَّ ذَالِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((إِنْ سَلَامَكَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ صَدَقَةٌ ، وَإِمَاطَتُكَ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ ، وَإِنَّ اَمْرَكَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيَكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ۔)) وَحَدَّثَ بِأَشْيَاءَ مِنْ نَحْوِ هٰذَا لَمْ اَحْفَظْهَا۔ (مسند احمد: ۸۳۳٦)

طرف سے صدقہ کرے۔'' یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم پر شاق گزری، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا لوگوں کو سلام کہنا بھی صدقہ ہے، ایذا دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، کسی کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس طرح کی کئی نیکیوں کا ذکر کیا، لیکن مجھے وہ یاد نہیں ہیں۔

(۳٦۱۳) وَعَنْهُ اَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: ((كُلُّ نَفْسٍ كُتِبَ عَلَيْهَا الصَّدَقَةُ كُلَّ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ ، فَمِنْ ذَالِكَ اَنْ يَعْدِلَ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَاَنْ يُعِيْنَ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلَهُ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَيَرْفَعُ مَتَاعَهُ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَمْشِي إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ۔)) (مسند احمد: ۸۵۹۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ صدقہ کرے، اس کی بعض صورتیں یہ ہیں: دو آدمیوں کے مابین عدل کرنا صدقہ ہے، سوار ہوتے وقت کسی کی مدد کرنا اور اس کو اس کی سواری پر بٹھا دینا صدقہ ہے، کسی کا سامان اس کی سواری پر رکھ دینا صدق ہے، راستے سے ایذا دینے والی چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف چلنے والا ہر قدم بھی صدقہ ہے۔''

فوائد: ......''سوار ہوتے وقت کسی کی مدد کرنا اور اس کو اس کی سواری پر بٹھا دینا'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی مریض یا کمزور ہے یا اس کی سواری بغاوت اور شرارت والی ہو، ایسی صورت میں دوسرے مسلمانوں کو اس کا تعاون کرنا چاہیے۔ اس سے ہمیں یہ اندازہ کر لینا چاہیے کہ حقوق العباد کے بارے میں اسلام کا ہم سے کیا مطالبہ ہے۔ لیکن ہماری صورتحال یہ ہے کہ اگر راستے میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑھی ہے تو ممکن ہو گا کہ پیدل چلنے والے کو خیال آ جائے اور وہ اس چیز کو ہٹا دے، لیکن اگر کسی سائیکل سوار کی اس چیز پر نظر پڑ جاتی ہے تو یہ مشکل ہو گا کہ وہ اتر کر یہ نیکی کرے، موٹر سائیکل والے کے لیے یہ عمل اور مشکل ہو جائے گا اور موٹر کار والے کے لیے ناممکن ہو جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہمیں دھوکہ ہو گیا ہے اور ان نعمتوں کی وجہ سے ہم نیکیوں والے مزاج سے دور ہو گئے ہیں۔

(۳٦۱۳) تخريج: انظر الحديث السابق

(٣٦١٤) عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ اَبِى سَلَّامٍ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ فِى كُلِّ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ صَدَقَةٌ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهِ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مِنْ اَيْنَ اَتَصَدَّقُ وَلَيْسَ لَنَا اَمْوَالٌ؟ قَالَ: ((لِاَنَّ مِنْ اَبْوَابِ الصَّدَقَةِ التَّكْبِيْرَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، وَتَاْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ، وَتَعْزِلُ الشَّوْكَ عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَالْعَظْمَ وَالْحَجَرَ، وَتَهْدِى الْاَعْمٰى ـ وَتُسْمِعُ الْاَصَمَّ وَالْاَبْكَمَ حَتّٰى يَفْقَهَ، وَتَدُلُّ الْمُسْتَدِلَّ عَلٰى حَاجَةٍ لَهُ قَدْ عَلِمْتَ مَكَانَهَا وَتَسْعٰى بِشِدَّةِ سَاقَيْكَ إِلَى اللَّهْفَانِ الْمُسْتَغِيْثِ، وَتَرْفَعُ بِشِدَّةِ ذِرَاعَيْكَ مَعَ الضَّعِيْفِ، كُلُّ ذٰلِكَ مِنْ اَبْوَابِ الصَّدَقَةِ مِنْكَ عَلٰى نَفْسِكَ، وَلَكَ فِى جِمَاعِ زَوْجَتِكَ اَجْرٌ ـ)) قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: كَيْفَ يَكُوْنُ لِى اَجْرٌ فِىْ شَهْوَتِىْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ وَلَدٌ فَاَدْرَكَ وَرَجَوْتَ خَيْرَهُ فَمَاتَ اَكُنْتَ تَحْتَسِبُ بِهِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَاَنْتَ خَلَقْتَهُ؟)) قَالَ: بَلِ اللّٰهُ خَلَقَهُ، قَالَ: ((فَاَنْتَ هَدَيْتَهُ؟)) قَالَ: بَلِ اللّٰهُ هَدَاهُ، قَالَ: ((فَاَنْتَ تَرْزُقُهُ؟)) قَالَ: بَلِ اللّٰهُ كَانَ يَرْزُقُهُ ـ

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کی یہ بات دوہرائی کہ ''ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ روزانہ اپنے اوپر صدقہ کرے۔'' اور پھر کہا: اے اللہ کے رسول! میں صدقہ کیسے کروں، ہمارے پاس تو مال ہی نہیں ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہنا بھی صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اورلوگوں کے راستے سے کانٹے، ہڈی اور پتھر وغیرہ کو ہٹا دینا، نابینا آدمی کو رہنمائی کر دینا، کسی گونگے بہرے کو بات سمجھا دینا، اگر تجھے علم ہو تو کسی ضرورت کے لیے رہنمائی طلب کرنے والے کی رہنمائی کرنا، مدد کے لیے پکارنے والے مصیبت زدہ کی مدد کے لیے تیزی کے ساتھ دوڑ کر جانا اور کمزور کی خوب مدد کرنا، یہ سارے امور تمہاری طرف سے تمہارے لیے صدقہ ہیں، بلکہ اپنی اہلیہ سے جماع کرنا بھی باعثِ اجر ہے۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے میری شہوت میں اجر کیسے ہو گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا تم مجھے بتلاؤ کہ اگر تمہارا بیٹا ہو، وہ بالغ ہو جائے اور تمہیں اس کی طرف سے خیر کی امید ہو، لیکن وہ فوت ہو جائے تو کیا تم اس پر صبر کرو گے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اسے تم نے پیدا کیا؟'' میں نے کہا: جی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اسے ہدایت دی؟'' میں نے کہا: جی نہیں، بلکہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اسے رزق دیتے رہے؟'' میں نے کہا: جی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بات ایسے ہی ہے، جس طرح بچے کی تمام ضروریات و حاجات اللہ

(٣٦١٤) تخريج: أخرجه مسلم: ١٠٠٦ (انظر: ٢١٤٨٤)

قَالَ: ((کَذَالِكَ فَضَعْهُ فِي حَلَالِهِ وَجَنِّبْهُ حَرَامَهُ، فَإِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَحْيَاهُ وَإِنْ شَاءَ أَمَاتَهُ وَلَكَ أَجْرٌ۔)) (مسند احمد: ٢١٨١٦)

تعالیٰ نے پوری کیں مگر تمہیں اس کی وفات پر اجر و ثواب ہوا پس اسی طرح تم اپنی شرم گاہ کو حلال مقام پر استعمال کرو اور حرام سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اسے بچا لے گا اور اگر اس نے چاہا تو اسے موت دے دے گا اور تمہیں ثواب ملے گا۔

فوائد: ...... پوری حدیث مبارکہ واضح ہے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کی کے معمولات کا اس سے موازنہ کرے، آخری مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ ایک باپ نہ تو اپنے بچے کو پیدا کرتا ہے، نہ اس کو رزق دیتا ہے، نہ اس کو ہدایت دیتا ہے، تو پھر اس کی وفات پر وہ اجر کا مستحق کیوں ہے، اس سوال کے جواب میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ گویا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ چونکہ وہ بحیثیت باپ اپنے بچے کے وجود کا سبب ہیں، اس لیے ان کو بھی اجر ملنا چاہیے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے بچے کی وفات پر ثواب کی نیت سے صبر کرنے پر اجر ملتا ہے، اسی طرح بیوی سے ہم بستری کے وقت یہ نیت ہونی چاہیے کہ اس تعلق سے مسلمان بچہ پیدا ہو گا اور وہ میاں بیوی اس حق زوجیت کی وجہ سے زنا اور اس کے لوازمات و مقدمات سے محفوظ رہیں گے، ان وجوہات کی بنا پر میاں بیوی کو مجامعت میں ثواب بھی ملے گا۔

(٣٦١٥) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ عَنْ جَسَدِهِ بِشَيْءٍ كَفَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِ۔)) (مسند احمد: ٢٣١٨٠)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جوشخص اپنے جسم کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کی اتنی ہی مقدار کے لیے کفارہ بنا دے گا۔''

فوائد: ...... ان دو ابواب کی احادیث میں جتنے حقوق العباد کا ذکر کیا گیا ہے، اِس وقت امت مسلمہ ان حقوق کی ادائیگی سے بری طرح غافل ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ لوگوں کو اپنے سے کم تر خلق اللہ کے حقوق کا شعور ہی نہیں ہے، بیس بیس اور چالیس چالیس لاکھ کی گاڑیوں میں سفر کرنے والوں کے ذہنوں میں اس فکر کی گنجائش ہی نہیں کہ کس غریب کو سائیکل وغیرہ کی ضرورت ہے،، موٹر سائیکل اور رکشہ کی تو بات کرنا ہی فضول ہے، کن لوگوں کے بچے تعلیم حاصل کرنے کیلئے دور دور سے پیدل چل کر آتے ہیں، کن گھروں کے بچے سکول فیس اور تعلیمی اخراجات برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے گلی محلوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں، بلکہ مستقبل کے لیے خوشحال لوگوں کیلئے بڑا خطرہ کی علامت بھی ہیں۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے، لوگوں نے اپنے ذہن کے مطابق چند عبادات کو حقیقی اسلام سمجھ لیا، اس سلسلے میں ان کے ذہنوں پر جمود سوار ہے، ان کو اپنی عادات میں تبدیلی لانا گوارا ہی نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے بارے میں یہ گزارشات پیش کی جا رہی ہیں، سرے سے وہ ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں، کیونکہ جب تک ہم یہ حقیقت سمجھ نہیں پائیں گے کہ اسلام کا ہم سے مطالبہ کیا ہے، اس وقت تک ہم بزعم خود کامل مسلمان ہوں گے اور درج بالا حقائق کو بے سروپا سمجھیں گے۔

(٣٦١٥) تخریج: صحیح بالشواھد۔ اخرجه النسائی فی "الکبری": ١١١٤٦ (انظر: ٢٢٧٩٤)

مَنْ تَصَدَّقَ بِعُشْرِ مَالِهِ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِثُلُثِهِ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِنَاقَةٍ

مال کا دسویں حصے، ایک تہائی حصے اور ایک اونٹنی کے صدقے کا بیان

(٣٦١٦) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ جَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَحَدُهُمْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَانَتْ لِي مِائَةُ دِيْنَارٍ فَتَصَدَّقْتُ مِنْهَا بِعَشَرَةِ دَنَانِيْرَ، وَقَالَ الْآخَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَانَتْ لِي عَشَرَةُ دَنَانِيْرَ فَتَصَدَّقْتُ مِنْهَا بِدِيْنَارٍ، وَقَالَ الْآخَرُ: كَانَ لِي دِيْنَارٌ فَتَصَدَّقْتُ بِعُشْرِهِ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُّكُمْ فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ كُلُّكُمْ تَصَدَّقَ بِعُشْرِ مَالِهِ۔)) (مسند احمد: ٧٤٣)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس ایک سو دینار تھے اور میں نے ان میں سے دس دینار صدقہ کر دیئے، دوسرے نے کہا: اللہ کے رسول! میرے پاس دس دینار تھے، میں نے ان میں سے ایک دینار صدقہ کر دیا۔'' تیسرے نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار تھا، میں نے اس کا دسواں حصہ صدقہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا: ''ثواب کے لحاظ سے تم سب برابر ہو، کیونکہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا۔''

فوائد: ......معنوی اعتبار سے اس حدیثِ مبارکہ میں بیان شدہ مسئلہ درست ہے، کئی احادیث میں کم سرمائے والے آدمی کے معمولی مقدار کے صدقہ کو افضل قرار دیا گیا ہے، درج ذیل حدیثِ مبارکہ بھی اسی حقیقت کی غماز ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ۔)) قَالُوْا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: ((لِرَجُلٍ دِرْهَمَانِ تَصَدَّقَ بِاَحَدِهِمَا وَانْطَلَقَ رَجُلٌ اِلٰى عَرْضِ مَالٍ فَأَخَذَ مِنْهُ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَتَصَدَّقَ بِهِ۔)) ......ایک درہم، ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا۔'' صحابہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی کے پاس دو درہم تھے، اس نے ایک درہم صدقہ کر دیا اور ایک آدمی اپنے بڑی مقدار والے مال کی طرف گیا اور اس میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔'' (نسائی: ٢٥٢٧) معلوم ہوا کہ فقیر اور کم سرمائے والے آدمی کو بھی اپنی حیثیت کے مطابق اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہیے۔

(٣٦١٧) عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ اَبِي لُبَابَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ لَمَّا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي اَنْ اَهْجُرَ دَارَ قَوْمِي وَأُسَاكِنَكَ وَاَنْ

سیدنا ابو لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری توبہ قبول ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا گھر چھوڑ دوں، آپ ﷺ کے ساتھ رہوں اور اپنا تمام مال اللہ اور اس

(٣٦١٦) تخریج: اسنادہ ضعیف، لضعف ثویر بن ابی فاختہ۔ اخرجہ البزار: ٧٧٥ (انظر: ٧٤٣)

(٣٦١٧) تخریج: اسنادہ ضعیف، الحسین بن السائب، رَوٰی عنہ اثنان، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات"۔ اخرجہ ابوداود: ٣٣١٩، ٣٣٢٠ (انظر: ١٦٠٨٠)

أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُجْزِيءُ عَنْكَ الثُّلُثُ۔)) (مسند احمد: ١٦١٧٨)

کے رسول کے لئے صدقہ کر دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک تہائی مال صدقہ کر دینا تجھے کفایت کرے گا۔''

فوائد: ...... جب سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تھی تو انھوں نے بھی سارے مال کا صدقہ کرنے کا اظہار کیا تھا، لیکن آپ ﷺ نے مقدار کو کم کرنے کی ترغیب دی تھی، پھر ان کی بات مال کی ایک تہائی مقدار کو صدقہ کرنے پر طے ہوئی تھی۔ (ملاحظہ ہو: بخاری: ٤٤١٨، مسلم: ٢٧٦٩، ابو داود: ٣٣٢١) زندگی میں نصف، دو تہائی بلکہ سارا مال بھی صدقہ کر دینا درست ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ صدقہ وصول کرنے والا حاکم یا اس کا مسئول حکیم، دانا اور عاقبت اندیش ہو، وہ یہ سمجھتا ہو کہ اس آدمی کا مزاج کیسا ہے، یہ بڑی مقدار میں صدقہ کرنے پر کیوں آمادہ ہو گیا ہے، بظاہر اس کے حق میں اس کا کیا انجام ہوگا، اس کے بعد اس کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے، یہ کتنے اور کون کون سے لوگوں کا کفیل ہے، اِن چیزوں کو مدنظر رکھ کر حاکم خود ایک مقدار کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

مال خرچ کرنے والے کو اپنے ورثاء کا لحاظ رکھنا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو اپنے ورثاء کو مالدار حالت میں چھوڑے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو ان کو اس طرح چھوڑے کہ وہ تنگ دست اور فقیر ہوں۔ اور وہ لوگوں کے آگے دست سوال دراز کریں۔ (بخاری: ۲۷۴۲، مسلم: ۱۶۲۸)

آپ نے یہ بھی فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی کے پاس مال باقی رہے۔ (بخاری: ۱۴۲۶)

صدقہ وصول کرنے والے کو بھی مال خرچ کرنے والے کے حالات کو سامنے رکھ کر اچھا مشورہ دینا چاہیے جیسا کہ صاحب فوائد فاضل بھائی نے بھی آگے لکھا ہے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعہ (ترمذی: ۳۶۷۵) سے سارا مال خرچ کرنے کا استدلال کرتے ہیں لیکن اس میں یہ ہے کہ انہوں نے گھر میں موجود سارا مال پیش کیا تھا نہ کہ گھر سمیت تمام جائیداد پیش کی تھی۔ اس لیے سارا مال خرچ کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ (عبداللہ رفیق)

(٣٦١٨) عن أَبِي السَّلِيْلِ قَالَ: وَقَفَ عَلَيْنَا رَجُلٌ فِي مَجْلِسِنَا بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِيْ أَوْ عَمِّي أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((مَنْ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ أَشْهَدُ لَهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ: فَحَلَلْتُ مِنْ عِمَامَتِي لَوْثًا أَوْ لَوْثَيْنِ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ

ابو سلیل کہتے ہیں: ہم بقیع میں تھے کہ ہمارے پاس ایک آدمی آ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میرے والد یا چچا نے مجھے بیان کیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بقیع مقام پر دیکھا، جبکہ آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: ''کیا کوئی ہے جو صدقہ کرے، تاکہ میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دوں؟'' میرے والد یا چچا نے کہا: میں نے بھی اپنی پگڑی کے ایک دو

(٣٦١٨) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة الراوي عنه ابو السليل، واذا كان هذا مجهولا فأبوه أو عمه مجهول مثله (انظر: ٢٠٣٦٠)

أَتَصَدَّقَ بِهِمَا، فَأَدْرَكَنِي مَا يُدْرِكُ بَنِي آدَمَ، فَعَقَدْتُ عَلَيَّ عِمَامَتِي، فَجَاءَ رَجُلٌ وَلَمْ أَرَ بِالْبَقِيعِ رَجُلاً أَشَدَّ سَوَادًا أَصْفَرَ مِنْهُ وَلَا آدَمَ يَعْبُرُ بِنَاقَةٍ لَمْ أَرَ بِالْبَقِيعِ نَاقَةً أَحْسَنَ مِنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَصَدَقَةٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قَالَ: دُونَكَ هٰذِهِ النَّاقَةَ، قَالَ: فَلَمَزَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هٰذَا يَتَصَدَّقُ بِهٰذِهِ؟ فَوَاللّٰهِ! لَهِيَ خَيْرٌ مِنْهُ، قَالَ: فَسَمِعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى وآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((كَذَبْتَ، بَلْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَمِنْهَا۔)) ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ قَالَ: ((وَيْلٌ لِأَصْحَابِ الْمِئِينَ مِنَ الْإِبِلِ۔)) ثَلَاثًا، قَالُوْا: إِلَّا مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا۔)) وَجَمَعَ بَيْنَ كَفَّيْهِ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((قَدْ أَفْلَحَ الْمُزْهِدُ الْمُجْهِدُ۔)) (مسند احمد: ٢٠٦٣٠)

بل کھولے تا کہ وہی صدقہ کر دوں، لیکن پھر مجھے اسی چیز نے آ لیا، جو بنو آدم کو گھیر لیتی ہے، چنانچہ میں نے وہی پگڑی دوبارہ سر پر لپیٹ لی۔ اتنے میں ایک آدمی آیا، میں نے بقیع میں اس سے زیادہ کالے اور گندمی رنگ کا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا، اس کے پاس ایک عمدہ اونٹنی تھی، میں نے بقیع کے علاقہ میں اس سے زیادہ عمدہ اور خوبصورت اونٹنی نہیں دیکھی تھی۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کا ارادہ صدقے کا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' اس نے کہا: تو پھر یہ اونٹنی قبول فرمایئے۔ ایک آدمی نے کہا: کیا یہ شخص اتنی عمدہ اونٹنی صدقہ کر رہا ہے، اللہ کی قسم ہے کہ اس کی اونٹنی اس سے زیادہ عمدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن لی اور تین بار فرمایا: ''تو غلط کہہ رہا ہے، بلکہ وہ صدقہ کرنے والا تجھ سے بھی بہتر ہے اور اس اونٹنی سے بھی بہتر ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''سینکڑوں اونٹوں والوں کے لئے ہلاک ہے۔'' یہ بھی تین مرتبہ فرمایا، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ان میں سے مستثنیٰ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جو آدمی اپنا مال اس طرح تقسیم کرتا ہے، اس طرح لٹاتا ہے۔'' اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے دائیں بائیں ڈالا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ فرد کامیاب ہو گیا، جو تھوڑے مال والا ہے اور عبادت میں اپنے آپ کو کھپا دینے والا ہے۔''

فوائد: ...... ''لیکن پھر مجھے اسی چیز نے آ لیا، جو بنو آدم کو گھیر لیتی ہے۔'' اس کا مفہوم حریص ہونا اور معمولی مقدار کا ناکافی سمجھنا ہے۔ ان لوگوں کی مذمت ہے جو کثیر المال ہونے کے باوجود بخل کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، مال کی کثرت کا تقاضا یہ ہے کہ صدقہ کی مقدار بھی زیادہ ہو، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

مَنْ تُصُدِّقَ عَلَيْهِ بِثَوْبَيْنِ فَاَلْقٰى اَحَدَهُمَا يُرِيْدُ التَّصَدُّقَ بِهِ
اس آدمی کا بیان جسے دو کپڑے بطورِ صدقہ دیئے گئے، لیکن اس نے ان میں سے ایک کپڑا صدقہ کی نیت سے ڈال دیا

(۳۶۱۹) عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ؓ قَالَ: دَخَلَ رَجُلُ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَدَعَاهُ فَاَمَرَهُ اَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ الْجُمُعَةَ الثَّانِيَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَدَعَاهُ فَاَمَرَهُ، ثُمَّ دَخَلَ الْجُمُعَةَ الثَّالِثَةَ فَاَمَرَهُ اَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: ((تَصَدَّقُوْا۔)) فَفَعَلُوْا، فَاَعْطَاهُ ثَوْبَيْنِ مِمَّا تَصَدَّقُوْا، ثُمَّ قَالَ: ((تَصَدَّقُوْا۔)) فَاَلْقٰى اَحَدَ ثَوْبَيْهِ، فَانْتَهَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكَرِهَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ قَالَ: ((اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا فَاِنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فِي هَيْئَةٍ بَذَّةٍ، فَدَعَوْتُهُ فَرَجَوْتُ اَنْ تُعْطُوْا لَهُ فَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ وَتَكْسُوْهُ فَلَمْ تَفْعَلُوْا، فَقُلْتُ: تَصَدَّقُوْا فَتَصَدَّقُوْا، فَاَعْطَيْتُهُ ثَوْبَيْنِ مِمَّا تَصَدَّقُوْا، ثُمَّ قُلْتُ: تَصَدَّقُوْا فَاَلْقٰى اَحَدَ ثَوْبَيْهِ، خُذْ ثَوْبَكَ۔)) وَانْتَهَرَهُ۔ (مسند احمد: ۱۱۲۱۵)

سیدنا ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کے روز ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، جبکہ نبی کریم ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے اسے بلایا اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا، وہ اگلے جمعہ کو بھی آیا تھا، اس وقت بھی آپ ﷺ منبر پر تھے، آپ ﷺ نے پہلے کی طرح اسے بلایا اور (دو رکعت نماز پڑھنے کا) حکم دیا، پھر وہ تیسرے جمعہ کو بھی آیا، اس وقت بھی آپ ﷺ نے اسے دو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ کرو۔'' لوگوں نے ایسے ہی کیا، آپ ﷺ نے جمع شدہ صدقات میں سے دو کپڑے اس شخص کو بھی دیئے۔ جب آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''صدقہ کرو۔'' تو اس نے بھی انہیں ہی دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا صدقہ میں دے دیا، لیکن آپ ﷺ نے اسے ڈانٹا اور اس کے فعل پر ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا: ''اس کو دیکھو، یہ انتہائی کسمپرسی والی حالت میں مسجد میں آیا، میں نے اس کو بلایا، کیونکہ مجھے یہ امید تھی کہ تم اس کی حالت دیکھ کر اس پر صدقہ کرتے ہوئے اسے کچھ دو گے اور اسے لباس عطا کرو گے، لیکن تم نے ایسے نہیں کیا، اس لیے میں نے تمہیں کہا: صدقہ کرو، پھر تم نے جو صدقہ کیا، اس میں سے میں نے اس کو دو کپڑے دیئے، میں نے پھر تم سے کہا کہ صدقہ کرو، اب کی بار اس نے بھی ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا صدقے میں دیا۔ پکڑ لے اپنا کپڑا۔'' پھر آپ ﷺ نے اس کو ڈانٹا۔

(۳۶۱۹) تخریج: اسناده قوی۔ اخرجه ابوداود: ۱۶۷۵، والترمذی: ۵۱۱، والنسائی: ۳/ ۱۰۶، وابن ماجه: ۱۱۱۳ (انظر: ۱۱۱۹۷)

فوائد: ……دونوں موقعوں پر آپ ﷺ کا اس بندے کو حکم دینا کہ وہ دو رکعتیں ادا کر کے بیٹھے، اس سے تحیۃ المسجد کی اہمیت ثابت ہو رہی ہے کہ آپ ﷺ دورانِ خطبہ حکم دے رہے ہیں اور خطبہ کے باوجود اس کو یہ حق ادا کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ فقیروں کے ساتھ نرم اور ان کی مصلحتوں کے حریص تھے، اس لیے اس فقیر پر صدقہ کرنے کی لوگوں کو ترغیب دلائی۔ اسی فقیر کو صدقہ کرنے کی وجہ سے آپ ﷺ کا اس کو ڈانٹ دینا، اس سے درج ذیل دو اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۲) اگر کوئی شخص کسی چیز کا خود حقیقی محتاج ہو تو وہ اس کا صدقہ نہ کرے۔

(۱) حاکم کو دانا اور حکیم ہونا چاہیے تاکہ وہ اس مسئلے میں یہ فیصلہ کر سکے کہ کون سے آدمی سے کس قسم کا صدقہ نہیں لینا چاہیے۔

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الزَّوْجِ وَالْاَقَارِبِ وَتَقْدِيْمُهُمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَمَرَاتِبُ الْمُسْتَحِقِّيْنَ

شوہر اور رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور ان کو دوسروں پر مقدم کرنے اور مستحق لوگوں کے مراتب کا بیان

(۳۶۲۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ اَنَّهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِلنِّسَاءِ: ((تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ (وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَتْ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَاِنَّكُنَّ اَكْثَرُ اَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَتْ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ خَفِيْفَ ذَاتِ الْيَدِ، فَقَالَتْ لَهُ: اَيَسَعُنِيْ اَنْ اَضَعَ صَدَقَتِيْ فِيْكَ، وَفِيْ بَنِيْ اَخِيْ اَوْ بَنِيْ اَخٍ لِيْ يَتَامٰى، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: سَلِيْ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاِذَا عَلٰى بَابِهِ امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ تَسْاَلُ عَمَّا اَسْاَلُ عَنْهُ، فَخَرَجَ اِلَيْنَا بِلَالٌ ؓ فَقُلْنَا: اِنْطَلِقْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَلْهُ عَنْ ذٰلِكَ وَلَا تُخْبِرْ مَنْ نَحْنُ،

عمرو بن حارث کہتے ہیں کہ سیدہ زینب زوجہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا: ''صدقہ کیا کرو، اگرچہ وہ تمہارے زیورات کی صورت میں ہو، ایک روایت میں ہے: وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو، اگرچہ وہ اپنے زیورات سے ہی دینا پڑے، کیونکہ قیامت کے دن جہنم کی اکثریت تم ہو گی۔'' سیدہ زینب ؓ کہتی ہیں: میرے شوہر سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ تنگ دست تھے، ایک دن میں نے ان سے کہا: کیا یہ ہو سکتا ہے میں اپنا صدقہ آپ اور اپنے یتیم بھتیجوں کو دے دوں؟ انھوں نے جواباً کہا: تم یہ بات نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر آؤ، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس چلی گئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر زینب نامی ایک انصاری خاتون پہلے سے بیٹھی تھی، اس کا سوال بھی وہی تھا، جس کے بارے میں میں پوچھنے گئی تھی، بہرحال سیدنا بلال ؓ باہر آئے اور ہم نے ان سے کہا:

(۳۶۲۰) تخریج: اخرجه البخاري: ۱۴۶۶، ومسلم: ۱۰۰۰ (انظر: ۱۶۰۸۲)

فَانْطَلَقَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هُمَا؟)) فَقَالَ: زَيْنَبُ، فَقَالَ: ((اَيُّ الزَّيَانِبِ؟)) فَقَالَ: زَيْنَبُ اِمْرَاَةُ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَيْنَبُ الْاَنْصَارِيَّةُ، فَقَالَ: ((نَعَمْ لَهُمَا اَجْرَانِ، اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ۔)) (مسند احمد: ١٦١٨٠)

تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ہمارے اس مسئلے کے بارے میں دریافت کرو، لیکن آپ ﷺ کو ہمارے بارے میں نہیں بتانا کہ ہم کون ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں چلے گئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''یہ عورتیں کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: سیدہ زینب، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کونسی زینب؟'' انھوں نے کہا: ایک تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہے اور دوسری زینب انصاری ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، وہ اپنے شوہروں کو صدقہ دے سکتی ہیں، بلکہ انہیں دو اجر ملیں گے، ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقہ کرنے کا۔''

فوائد: ......سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام زینب تھا، لیکن ان کو رائطہ بھی کہتے تھے، اس نام کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔ مالدار لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے صدقہ کے لیے محتاج رشتہ داروں کو ترجیح دیں، اگرچہ عصر حاضر کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے، آج کل جو جتنا بڑا سرمایہ دار ہوگا، وہ اتنا ہی اپنے غریب رشتہ داروں سے دور ہونے کی کوشش کرے گا۔ بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ کا مال دے سکتی ہے، لیکن شوہر اپنی زکوۃ کی رقم بیوی پر خرچ نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ وہ اس کی کفالت کا شرعی طور پر ذمہ دار ہے۔

(٣٦٢١) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ رَائِطَةَ اِمْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاُمِّ وَلَدِهِ وَكَانَتِ امْرَاَةً صَنَّاعَ الْيَدِ، قَالَ: فَكَانَتْ تُنْفِقُ عَلَيْهِ وَعَلٰى وَلَدِهِ مِنْ صَنْعَتِهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ: لَقَدْ شَغَلْتَنِيْ اَنْتَ وَوَلَدُكَ عَنِ الصَّدَقَةِ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَتَصَدَّقَ مَعَكُمْ بِشَيْءٍ، فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللّٰهِ: وَاللّٰهِ! مَا اُحِبُّ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ اَجْرٌ اَنْ تَفْعَلِيْ، فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّيْ اِمْرَاَةٌ ذَاتُ صَنْعَةٍ اَبِيْعُ مِنْهَا وَلَيْسَ لِيْ

سیدہ رائطہ زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، جو کہ ان کے بچوں کی ماں بھی تھیں، سے مروی ہے کہ وہ ایک ہنر مند خاتون تھی اور اپنے ہنر کی کمائی میں سے اپنے خاوند اور اس کی اولاد پر خرچ کرتی تھی، وہ کہتی ہیں: ایک دن میں نے اپنے خاوند سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے اور آپ کی اولاد نے مجھے صدقہ کرنے سے محروم کر رکھا ہے، آپ لوگوں کی وجہ سے میں کوئی چیز صدقہ نہیں کر سکتی۔ آگے سے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تمہیں اس میں اجر نہیں ملتا کہ میں تمہارے لیے اس صدقہ کو پسند نہیں کرتا، یہ سن کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلی گئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایک ہنر خاتون ہوں اور چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں، لیکن میری اور

(٣٦٢١) تخريج: انظر الحديث السابق، وهذا نحوه

وَلَالِوَلَدِیْ وَلَا لِزَوْجِیْ نَفَقَةٌ غَيْرُهَا، وَقَدْ شَغَلُوْنِیْ عَنِ الصَّدَقَةِ، فَمَا اَسْتَطِيْعُ بِشَیْءٍ فَهَلْ لِیْ مِنْ اَجْرٍ فِيْمَا اَنْفَقْتُ؟ قَالَ: فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَنْفِقِیْ عَلَيْهِمْ فَإِنَّ لَكِ فِیْ ذَالِكِ اَجْرٌ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.)) (مسند احمد: ١٦١٨٤)

میری اولاد اور شوہر کا اس کے علاوہ کوئی ذریعۂ آمدن نہیں ہے، اس لیے میں ان لوگوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے صدقہ کرنے سے محروم رہتی ہوں، تو کیا ان لوگوں پر خرچ کرنے سے مجھے اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان پر خرچ کیا کرو، کیونکہ تم ان پر جس قدر خرچ کرو گی، تمہیں ثواب ملے گا۔''

(٣٦٢٢) عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا اَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا اَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا اَطْعَمْتَ زَوْجَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا اَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ.)) (مسند احمد: ١٧٣١١)

سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو جو کھلاؤ گے، وہ تمہارے لیے صدقہ ہوگا، تم اپنی اولاد کو جو کچھ کھلاؤ گے، وہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہوگا، تم اپنی بیوی کو جو کچھ کھلاؤ گے، وہ بھی تمہارا صدقہ ہوگا اور تم اپنے خادم کو جو کچھ کھلاؤ گے، وہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہوگا۔''

فوائد:...... جب آدمی اپنی ذات اور بالخصوص اپنی اولاد، بیوی اور خادم پر خرچ کرے تو اس کے ذہن میں یہ تصور ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ماتحت افراد کی کفالت کر رہا ہے، ان اخراجات کو محض متعلقہ لوگوں کے مطالبات کا تقاضا نہیں سمجھنا چاہیے۔

(٣٦٢٣) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فَقِيْرًا، فَلْيَبْدَاْ بِنَفْسِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ فَعَلٰى عِيَالِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ فَعَلٰى ذَوِیْ قَرَابَتِهِ اَوْ قَالَ، عَلٰى ذَوِیْ رَحِمِهِ، وَإِنْ كَانَ فَضْلٌ فَهَاهُنَا وَهٰهُنَا)) (مسند احمد: ١٤٣٢٤)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی خود ضرورت مند ہو تو وہ اپنے آپ پر خرچ کرنے سے ابتدا کرے، اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے، اگر پھر بھی مال بچ جائے تو دوسرے رشتہ داروں پر خرچ کرے اور اگر مزید گنجائش ہو تو ادھر ادھر دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کرے۔''

(٣٦٢٤) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَصَدَّقُوْا.)) قَالَ: رَجُلٌ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! صدقہ کرو۔'' ایک آدمی نے کہا: میرے پاس ایک

(٣٦٢٢) تخريج: حديث حسن۔ اخرجه ابن ماجه: ٢١٣٨ (انظر: ١٧١٧٩)

(٣٦٢٣) تخريج: اخرجه مسلم: ٩٩٧ (انظر: ١٤٢٧٣)

(٣٦٢٤) تخريج: اسناده قوی۔ اخرجه ابوداود: ١٦٩١ (انظر: ٧٤١٩)

عِنْدِي دِيْنَارٌ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى نَفْسِكَ۔)) قَالَ: عِنْدِي دِيْنَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى زَوْجَتِكَ۔)) قَالَ: عِنْدِي دِيْنَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى وَلَدِكَ۔)) قَالَ عِنْدِي دِيْنَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((تَصَدَّقْ بِهِ عَلٰى خَادِمِكَ۔)) قَالَ: عِنْدِي دِيْنَارٌ آخَرُ، قَالَ: ((اَنْتَ اَبْصَرُ۔)) (مسند احمد: ٧٤١٣)

دینار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو اپنے آپ پر خرچ کر۔'' اس نے کہا، میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنی بیوی پر صدقہ کرو۔'' اس نے کہا: میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اپنی اولاد پر صدقہ کر۔'' اس نے کہا: میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے اپنے خادم پر خرچ کر۔'' اس نے کہا: میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب تو خود بہتر جانتا ہے۔''

فوائد: ...... ''اب تو خود بہتر جانتا ہے۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو یہ علم ہوتا ہے کہ اس کے رشتہ داروں میں کون کس قدر محتاج ہے یا شریعت کی روشنی میں کس کو ترجیح دینی چاہیے یا دوسری نیکیوں کی کیا صورتحال ہے۔ اپنی بیوی بچوں سے اخراجات کا سلسلہ شروع کرنے سے ان کا پر تکلف طرزِ حیات مراد نہیں ہے، جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں جتنی عبادات سرانجام دیں، ان میں سب سے زیادہ مقدار صدقہ و خیرات کی تھی۔

(٣٦٢٥) عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِي الْقَرَابَةِ اثْنَتَانِ، صِلَةٌ وَصَدَقَةٌ۔)) (مسند احمد: ١٦٣٣١)

سیدنا سلیمان بن عامر ضبی ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسکین پر صدقہ کرنے سے صرف صدقے کا ثواب ملتا ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے سے دو اجر ملتے ہیں، ایک صلہ رحمی کا اور دوسرا صدقے کا۔''

اِسْتِحْبَابُ اِعْطَاءِ الصَّدَقَةِ لِلصَّالِحِيْنَ وَكَرَاهَةِ اِعْطَائِهَا للقلقين

نیک لوگوں کو صدقہ دینے کے مستحب ہونے اور بے عمل لوگوں کو دینے کے مکروہ ہونے کا بیان

(٣٦٢٦) عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْإِيْمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي آخِيَّتِهِ، يَجُوْلُ

سیدنا ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن اور ایمان کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جسے اس کے کھونٹے پر باندھ دیا گیا ہو، وہ اِدھر اُدھر چکر کاٹ کر

(٣٦٢٥) حديث صحيح لغيره۔ اخرجه الترمذي: ٦٥٨، ٦٩٥، ابن ماجه: ١٨٤٤، والنسائي: ٥/ ٩٢ (انظر: ١٦٢٢٧)

(٣٦٢٦) اسناده ضعيف، ابو سليمان الليثي مجهول، وعبد الله بن الوليد لين الحديث، قاله ابن حجر وقال الدار قطني: لايُعتبر به۔ اخرجه ابن حبان: ٦١٦، والبيهقي في "الشعب": ١٠٩٦٤ (انظر: ١١٥٢٦)

ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى آخِيَّتِهِ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْهُو ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى الْإِيمَانِ فَأَطْعِمُوا طَعَامَكُمْ الْأَتْقِيَاءَ وَأَوْلُوا مَعْرُوفَكُمُ الْمُؤْمِنِينَ.)) (مسند احمد: ١١٥٤٦)

کھونٹے کے پاس آ کر کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح مومن بھی بھول تو جاتا ہے، لیکن پھر وہ ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے، تم نیک لوگوں کو کھانا کھلایا کرو اور اہل ایمان کو ہر قسم کی نیکی سے نوازا کرو۔''

فوائد: ......مؤمن کا اصل ایمان تو ثابت ہی رہتا ہے، بسا اوقات بھول جاتا ہے اور اپنے مرکز کو چھوڑ کر گنا ہوں کی گھاٹیوں میں پھرنے لگتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے، لیکن پھر جب اسے اصل احساس ہوتا ہے تو اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ربّ کی طرف واپس آ جاتا ہے۔

(٣٦٢٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ اَخْرَجَ صَدَقَةً فَلَمْ يَجِدْ إِلَّا بَرْبَرِيًّا، فَلْيَرُدَّهَا.)) (مسند احمد: ٧٠٦٤)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی صدقہ کرنے کا ارادہ کرے، لیکن اگر اسے صرف بے دین قسم کا بندہ ہی ملے تو وہ اپنا صدقہ واپس لے جائے۔''

فوائد: ......تالیفِ قلبی کی نیت سے برے لوگوں بلکہ کافروں کی بھی صدقہ و زکوۃ سے امداد کی جا سکتی ہے، تالیفِ قلبی کی صورتوں کی وضاحت حدیث نمبر (٣٤٦٧) والے باب میں ہو چکی ہے۔

صَدَقَةُ الْمَرْأَةِ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا بِغَيْرِ اِذْنِهِ

بیوی کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے صدقہ کرنے کا بیان

(٣٦٢٨) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہما اَنَّهَا سَاَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: إِنَّ الزُّبَيْرَ رَجُلٌ شَدِيْدٌ وَيَأْتِيْنِي الْمِسْكِيْنُ فَأَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((اِرْضَخِيْ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.)) (مسند احمد: ٢٧٥٢٤)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ میرا شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سخت مزاج آدمی ہے، تو کیا جب میرے پاس کوئی مسکین آ جائے تو میں اس کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے تھوڑی سی چیز دے دیا کرو اور بخل نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر بخل کرنے لگے گا۔''

(٣٦٢٩) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَتْ:

(دوسری سند) سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے نبی کریم ﷺ

(٣٦٢٧) تخريج: اسناده ضعيف، ابن لهيعة سيئ الحفظ (انظر: ٧٠٦٤)

(٣٦٢٨) تخريج: اخرجه البخارى: ١٤٣٣، ومسلم: ١٠٢٩ (انظر: ٢٦٩٨٤)

(٣٦٢٩) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: لَيْسَ لِيْ إِلَّا مَا اَدْخَلَ الزُّبَيْرُ بَيْتِي؟ قَالَ: ((اَنْفِقِيْ وَلَا تُوْكِيْ فَيُوْكٰى عَلَيْكِ۔)) (مسند احمد: ٢٧٤٥١)

سے کہا: میرے پاس وہی کچھ ہے جو میرا خاوند سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ میرے گھر میں لاتا ہے، (تو کیا میں اس سے صدقہ کر دیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”خرچ کیا کرا اور نہ رک، وگرنہ تجھ سے بھی روک لیا جائے گا۔“

(٣٦٣٠) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ:) اِنْفَحِي اَوْ اِرْضَخِي اَوْ اَنْفِقِي وَلَا تُوْعِيْ فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ)) (مسند احمد: ٢٧٤٦١)

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خرچ کیا کر اور بچا بچا کر نہ رکھا کر، وگرنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے بچا بچا کر رکھے گا، اور گن گن کر نہ دے، وگرنہ اللہ تعالیٰ بھی گن گن کر تجھے دے گا۔“

فوائد: ...... گن گن کر دینے سے مراد معمولی چیز کا صدقہ کرنا ہے، یعنی مسلمان کو چاہیے کہ وہ دل کھول کر اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا کرے۔ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر مال و دولت میں تصرّف کر سکتی ہے یا نہیں، پہلے آپ دوسری احادیث بھی ملاحظہ کر لیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، لَمْ تَجُزْ عَطِيَّتُهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ۔)) ”جب مرد (نکاح کے ذریعے) کسی عورت کا مالک بن جاتا ہے تو خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا (کسی کو) عطیہ دینا جائز نہیں ہوتا۔“ (ابو داود: ١/ ١١٠، والنسائی: ١/٣٥٢، صحیحہ: ٢٥٧١)

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع والے سال اپنے خطبہ میں فرمایا: ((لَا تُنْفِقُ اِمْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا۔)) قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ: (ذٰلِكَ مِنْ اَفْضَلِ اَمْوَالِنَا۔)) ”کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے۔“ کسی نے کہا: اے اللہ رسول! کسی کو کھانا بھی نہیں دے سکتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو ہمارے افضل (اور قیمتی) اموال میں سے ہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَصَدَّقُ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا اِلَّا بِإِذْنِهِ۔)) ”عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہ کرے۔“ (المعجم الاوسط للطبراني وفيه رشيدين بن كريب ضعفه احمد و جماعة، لكن له شواهد)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَمَا أَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَإِنَّ نِصْفَ أَجْرِهِ لَهُ۔)) ”جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرتی ہے تو اسے نصف اجر ملتا ہے۔“ (بخاری، مسلم، واللفظ لہ)

(٣٦٣٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

ان احادیث میں جمع تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جن احادیث میں عورت کو خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ان کا تعلق ان معمولی چیزوں سے ہے جو عام طور پر صدقہ کی جاتی ہیں یا جن کے بارے میں بیوی کو یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ خاوند بھی رضامند ہو جائے گا، اسی طرح اگر خاوند بہت سخت مزاج اور بخیل ہو تو پھر بھی اس کے فائدے کے لیے اس کی بیوی کو تھوڑا بہت خرچ کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ حدیث نمبر (۳۶۲۸) سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا دو صورتیں نہ ہوں تو ہر صورت میں عورت کو پہلے اپنے خاوند سے اجازت لینی چاہیے۔ اس موضوع پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک خوبصورت بحث کی ہے، ہم قارئین کے فائدے کے لیے اس کو نقل کر دیتے ہیں: آپ کو علم ہونا چاہیے کہ کہ بعض سلف نے اس حدیث پر عمل کیا ہے، جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے (شرح المعانی: ۲/ ۴۰۳) میں وضاحت کی ہے اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے (المحلی: ۸/ ۳۱۰۔ ۳۱۱) میں سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما، امام طاوس، امام حسن اور امام مجاہد رحمہم اللہ کے نام ذکر کیے ہیں، مزید انھوں نے کہا: ''لیث بن سعد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، وہ اس چیز کو جائز نہیں سمجھتے کہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر مالی معاملات میں تصرف کرے، ہاں معمولی چیز کی گنجائش موجود ہے، جو صلہ رحمی یا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔''

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے دوسرے علماء کے اقوال ذکر کیے اور ان کے دلائل کا مناقشہ بھی کیا ہے، وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ بیوی اپنے ذاتی مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتی ہے۔ انھوں نے اپنے مسلک کے حق میں بعض احادیثِ صحیحہ پیش کی ہیں، جیسے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کے خطبہ میں عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی انگوٹھیاں اور کڑے وغیرہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال دے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ ابن حزم کی بیان کردہ ان احادیثِ مبارکہ میں ان کے مسلک کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی، کیونکہ یہ مخصوص واقعات پر مشتمل ہیں اور اس باب کی درج ذیل اور دوسری احادیث سے متعارض نہیں ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((إِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ، لَمْ تَجُزْ عَطِيَّتُهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ۔)) (صحیحہ: ۲۵۷۱)..... ''جب مرد (نکاح کے ذریعے) کسی عورت کا مالک بن جاتا ہے تو خاوند کی اجازت کے بغیر اس کا (کسی کو) عطیہ دینا جائز نہیں ہوتا۔''

آپ خود سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں عید کا ذکر ہے، پر غور کریں، اس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صدقہ کیا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ان کو خاوندوں کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت نہ تھی، بلکہ یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ انھوں نے ان کو منع کر رکھا تھا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخصوص موقع پر ان کو براہِ راست حکم دیا، تو انھوں نے اس حکم نبوی کی تعمیل کی۔ اب کیا کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ خاوندوں کی پابندی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مقدم تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعی عورتوں کو ان کے

خاوندوں کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے سے منع کیا، لیکن جب آپ ﷺ کسی مناسبت کی وجہ سے ان کو صدقہ کرنے کا حکم صادر فرمائیں گے، تو اس حکم کو خاوندوں کی نہی پر مقدم سمجھا جائے گا، حالانکہ کوئی ایسی دلیل بھی نہیں ہے کہ انھوں نے اپنی بیویوں کو منع کر رکھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام ابن حزم نے جو مسلک اختیار کیا ہے، ممکن ہے کہ ان کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جائے کہ ان کے نزدیک وہ احادیث درجۂ صحت کو نہ پہنچ سکتی ہوں، جن میں بیویوں کے صدقہ و خیرات کو خاوندوں کی اجازت کے ساتھ معلق کیا گیا ہے، وگرنہ امام صاحب ان کی فوراً تعمیل کرتے، کیونکہ یہ ایک مخصوص اور زائد حکم پر مشتمل ہیں، جس سے ان کی بیان کردہ احادیث خالی ہیں۔ لیکن انھوں نے عمرو بن شعیب عن ابیہ ...... کی اس حدیث کو اس بنا پر معلول قرار دیا ہے کہ یہ صحیفہ منقطع ہے، جبکہ امام احمد سمیت جمہور علمائے حدیث کے نزدیک عمرو بن شعیب کا صحیفہ موصول ہے۔ پھر ابن حزم نے یہ کہا کہ اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو اسے منسوخ سمجھا جائے گا، اس کا جواب دیا جا چکا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جزء، کل کو اور خاص، عام کو منسوخ کر دے؟ کافروں کی تہذیبوں کی موافقت کے خواہاں اور اسلام میں حقوقِ نسواں پر بحث کرنے والے نام نہاد مسلمان اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے غافل اور جاہل ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ علمی اعتبار سے ابن حزم کا مذہب ان کے نزدیک راجح ہے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کی ہدایات کو مغربی کلچر کے قریب تر کر دیا جائے، اس کی ایک شقّ یہ ہے کہ عورت اپنے مال میں خود تصرف کرے۔ لیکن ان بیچاروں کو علم ہونا چاہیے کہ ان دلائل سے ان کو ذرہ برابر فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ وہ تو عورت کو غیر کے مال میں بھی تصرف کرنے اور اسے اولیا کی اجازت کے بغیر شادی کرنے اور اسے ہم راز اور یار بنانے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ ہمارے اللہ نے سچ فرمایا: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۲۰) ...... ''یہودی اور عیسائی اس وقت تک آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے، جب تک آپ ان کی ملت کی پیروی نہیں کریں گے۔'' (صحیحہ: ۲۵۷۱)

صَدَقَةُ السِّرِّ
مخفی طور پر صدقہ کرنے کی فضیلت

(۳۶۳۱) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَاَءَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے افراد کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن صرف اسی کا سایہ ہو گا: (۱) عادل حکمران، (۲) وہ نوجوان، جو جوانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا رہے، (۴) وہ دو آدمی، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک

(۳۶۳۱) تخریج: اخرجه البخاری: ۶۶۰، ۱۴۲۳، ومسلم: ۱۰۳۱ (انظر: ۹۶۶۵)

اَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلٰى نَفْسِهَا، فَقَالَ: اَنَا اَخَافُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔)) (مسند احمد: ٩٦٦٣)

دوسرے سے محبت کی، وہ اسی بنیاد پر جمع ہوئے اور اسی پر ایک دوسرے سے الگ ہوئے، (۵) وہ آدمی جو اس قدر مخفی طور پر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہ ہو سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، (۶) وہ آدمی، جس نے علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور (۷) وہ آدمی جسے منصب و جمال والی کوئی عورت اپنی طرف برائی کی دعوت دے، لیکن وہ یہ کہہ کر باز رہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔''

فوائد: ......''جوانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ زندگی کا یہ مرحلہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزرنا چاہیے، عبادات ہوں یا معاملات، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، اپنوں کا مسئلہ ہو یا بیگانوں کا، صلہ رحمی کا مسئلہ ہو یا قطعی رحمی کا، دنیا کا معاملہ ہو یا آخرت کا، ایسا نوجوان اپنی زندگی سے متعلقہ ہر چیز کو شریعت کی روشنی میں سرانجام دیتا ہے۔ قارئین کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ایسا جوان انتہائی آسان اور سہولت آمیز زندگی گزارتا ہے اور دلی فرحت و مسرت محسوس کرتا ہے۔ ''وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ لگا رہے۔'' یہ کسی بڑے عمل کا نام نہیں ہے، صرف ایک فکر کا نام ہے، دو آدمی نمازِ ظہر ادا کر کے اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے، پھر نمازِ عصر پر اکٹھے ہوئے، لیکن ان میں سے ایک کا دل مسجد سے لگا رہا اور دوسرا اس کا تصور ہی نہ کر سکا، پھر اول الذکر فرصت کے لمحات میں سے کچھ وقت مسجد میں بیٹھنے کے لیے صرف کرتا ہے، سیدھی سی بات یہ ہے کہ ایسی رغبت کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے، یہ دل کی چاہت کا مسئلہ ہے، جس سے عوام الناس کی اکثریت غافل ہے۔

دائیں کا خرچ کرنا اور بائیں کو علم نہ ہونا، یہ بات مبالغہ کے طور پر بیان کی گئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ کسی دوسرے بندے کو پتہ نہ چلے، اگر صدقہ کرنے والا ایسا طریقہ اختیار کرے کہ صدقہ لینے والے کو بھی پتہ نہ چلے تو یہ بہت بہتر ہو گا، مثلاً منی آڈر وغیرہ کے ذریعے۔ مخفی صدقہ اخلاص کے زیادہ قریب اور ریاکاری سے زیادہ دور ہوتا ہے۔

(٣٦٣٢) عَنْ اَبِي ذَرٍّ ﷛ وَقَدْ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْهَا الصَّدَقَةُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَالصَّدَقَةُ؟ فَقَالَ:

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد سوالات کئے، ان میں سے ایک سوال صدقہ کے بارے میں تھا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول!

(٣٦٣٢) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة عبيد بن الخشخاش ولضعف ابى عمر الدمشقى، وقال الدارقطنى: المسعودى عن ابى عمر الدمشقى متروك۔ اخرجه الطيالسى: ٤٧٨، والبزار فى "مسنده": ٤٠٣٤، والبيقهى فى "الشعب": ٣٥٧٦ (انظر: ٢١٥٥٢)

((اَضْعَافٌ مُضَاعَفَةٌ۔)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَيُّهَا أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((جُهْدٌ مِنْ مُقِلٍّ أَوْ سِرٌّ إِلَى فَقِيْرٍ، ......۔ الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ۲۱۸۸۵)

صدقہ کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کی کون سی صورت سب سے زیادہ فضیلت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کم سرمائے والے آدمی کی محنت کا صدقہ یا فقیر کو پوشیدہ انداز میں صدقہ دینا افضل ہے۔''

(۳۶۳۳) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔)) (مسند احمد: ۱۷۵۸۱)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلند آواز میں قرآن پڑھنے والا اس آدمی کی مانند ہے جو اعلانیہ صدقہ کرتا ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو مخفی طور پر صدقہ کرنے والا ہے۔''

فوائد: ......معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سرّی تلاوت افضل ہے، اگر کوئی آدمی ایسے مقام پر جہری تلاوت کرتا ہے، جہاں اس کو سننے یا دیکھنے والا کوئی بشر نہیں ہوتا تو اس کا حکم بھی سرّی تلاوت والا ہوگا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، اجر وثواب والے امور کو مخفی رکھنا چاہیے، جیسا کہ درج ذیل، حدیث سے معلوم ہوتا ہے: سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ خَبْءٌ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ فَلْيَفْعَلْ۔)) ''جس میں عملِ (صالح) کو مخفی رکھنے کی استطاعت ہو تو وہ اسے مخفی ہی رکھے۔'' (الخطيب في "التاريخ": ۱۱/۲۶۳، والضياء في "الاحاديث المختارة": ۱/ ۳۹۶الخطيب في "التاريخ": ۱۱/۲۶۳، صحيحه: ۲۳۱۳)

ریاکاری اور نمود ونمائش اعمالِ صالحہ کو راکھ کر دینے والے عناصر میں سے ہیں، لہٰذا بندے کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے اعمال کو مخفی رکھے، مثلا صدقہ وخیرات کرنا، نفلی نماز پڑھنا، حج وعمرہ کرنا، نفلی روزے رکھنا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جن اعمال کا تعلق جماعت سے یا لوگوں سے ہے، ان میں کوئی اخفاء نہیں ہے، مثال کے طور پر فرضی نماز، نمازِ عیدین، خوش خلقی، وغیرہ۔ عصرِ حاضر میں بعض نیکیوں کے موقعوں پر مبارکباد کے سلسلے میں اعمالِ صالحہ کی اتنی شہرت ہو جاتی ہے کہ عامل کے عمل کے ضائع ہونے کے خطرات وشبہات لاحق ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حج وعمرہ کے لیے روانگی اور واپسی کے موقع پر، قرآن مجید کا حفظ مکمل کرنے پر، رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت کی تکمیل پر اور اعتکاف سے واپسی پر، عقیقہ کے موقع پر، وغیرہ وغیرہ۔ فی الحال ہمارے ہاں ان مواقع پر جو کچھ ہوتا ہے، شاید وہ روحِ اسلام کے منافی ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ

(۳۶۳۳) اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ۱۳۳۳، والترمذي: ۲۹۱۹، والنسائي: ۵/ ۸۰ (انظر: ۱۷۴٤٤)

لَّکُمْ﴾ ''اگر تم صدقہ وخیرات کو ظاہر کرو تو وہ اچھا ہے اور اگر تم انہیں پوشیدہ طور پر مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہت اچھا ہے۔'' معلوم ہوا کہ عام حالات میں خفیہ طور پر صدقہ کرنا افضل ہے، سوائے کسی ایسی صورت کے کہ علانیہ صدقہ دینے میں لوگوں کے لیے ترغیب کا پہلو ہو، اگر ریاکاری کا جذبہ شامل نہ ہو تو ایسے موقعوں پر پہل کرنے والے جو خاص فضیلت حاصل کر سکتے ہیں، وہ احادیث سے واضح ہے، تاہم اس قسم کی مخصوص صورتوں کے علاوہ دیگر مواقع پر خاموشی سے صدقہ وخیرات کرنا ہی بہتر ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ مخفی رکھنے کی فضیلت صرف نفلی صدقات تک محدود ہے، زکوۃ کی ادائیگی میں اظہار بہتر ہے، لیکن قرآن وحدیث کا عموم صدقات نافلہ اور واجبہ دونوں کو شامل ہے، اس لیے اگر اظہار واعلان میں کوئی بڑی مصلحت نظر نہ آ رہی ہو تو سرّی عمل کو ہی ترجیح دی جائے۔

اَلصَّدَقَةُ الْجَارِيَةُ

صدقہ جاریہ کا بیان

(٣٦٣٤) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ، اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ۔)) (مسند احمد: ٨٨٣١)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین عمل باقی رہتے ہیں: (۱) صدقہ جاریہ، (۲) ایسا علم، جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور (۳) نیک اولاد، جو اس کے لیے دعا کرے۔''

فوائد:...... دوسرے لوگوں کی دعائیں بھی فائدہ بخش ہوتی ہیں، نیک اولاد کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ اولاد زیادہ رغبت کے ساتھ دعا کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ اولاد کو ایسا کرنے پر آمادہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ انھوں نے ہی زیادہ عرصہ تک اپنے والدین کو یاد رکھنا ہے۔

(٣٦٣٥) عَنْ اَبِی أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَرْبَعٌ تَجْرِیْ عَلَيْهِمْ أُجُوْرُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ، رَجُلٌ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَاَجْرُهُ يَجْرِیْ عَلَيْهِ مَا عُمِلَ بِهِ، وَرَجُلٌ اَجْرٰی صَدَقَةً فَاَجْرُهَا يَجْرِیْ عَلَيْهِ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا

سیدنا ابو امامہ باہلی ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار قسم کے آدمیوں کو ان کی موت کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے: (۱) وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر گیا، (۲) وہ آدمی جو لوگوں کو علم سکھائے، تو جب تک اس پر عمل ہوتا رہے گا، اسے اجر ملتا رہے گا، (۳) وہ آدمی جو صدقہ کرے تو جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اسے اجر وثواب ملتا رہے گا اور (۴) وہ آدمی جو نیک اولاد چھوڑ

(٣٦٣٤) تخريج: اخرجه مسلم: ١٦٣١ (انظر: ٨٨٤٤)

(٣٦٣٥) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه الطبرانی فی "الکبير": ٧٨٣١ (انظر: ٢٢٣١٨)

يَدْعُوْ لَهُ۔)) (مسند احمد: ٢٢٦٧٤)

جائے، جو اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔''

فوائد: ......پہلی صورت یعنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے اثرات بھی عام طور پر آدمی کے بعد باقی رہتے ہیں، اخلاص کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہادت کے مرتبے پر فائز ہونے سے بعد والے لوگوں ایمانی حرارت اور کافروں کے خلاف غیظ وغضب کے جذبات میں تیزی آتی ہے، ایمان والوں کی عملی زندگیوں میں تبدیلیاں آتی ہیں، وہ اسلام کے لیے قربانیاں دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور دعوت و جہاد کے راستے کھلتے ہیں۔

(٣٦٣٦) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهِ؟ فَيَقُوْلُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔)) (مسند احمد: ١٠٦١٨)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کا جنت میں درجہ بلند کرے گا، تو وہ پوچھے گا: اے میرے رب! یہ درجہ میرے لیے کہاں سے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے حق میں تمہارے بیٹے کی دعائے مغفرت کی وجہ سے۔''

فوائد: ......اتنی بڑی منقبت کے باوجود عصرِ حاضر میں عجلت پسندی اور مفاد پرستی کا ایسا بھوت رقص کناں ہے کہ لوگوں نے اپنے آباء و اجداد اور امہات و جدات کو بری طرح بھلا دیا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ جن کے لب اپنے باپ اور ماں کی وفات کے دوسرے دن بھی ان کے حق میں حرکت نہیں کر سکتے۔

(٣٦٣٧) عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ ﷺ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ بَنٰى بُنْيَانًا مِنْ غَيْرِ ظُلْمٍ وَلَا اعْتِدَاءٍ اَوْ غَرَسَ غَرْسًا فِي غَيْرِ ظُلْمٍ وَلَا اعْتِدَاءٍ، كَانَ لَهُ اَجْرٌ جَارٍ مَا انْتُفِعَ بِهِ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى۔)) (مسند احمد: ١٥٧٠١)

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی آدمی ظلم و زیادتی کے بغیر کوئی عمارت تعمیر کرتا ہے یا ظلم و زیادتی کے بغیر کوئی درخت لگاتا ہے، تو جب تک اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی، اسے اجر ملتا رہے گا۔''

(٣٦٣٨) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنْ رَجُلٍ يُنْعِشُ لِسَانَهُ حَقًّا يُعْمَلُ بِهِ بَعْدِهِ إِلَّا اَجْرَى اللّٰهُ عَلَيْهِ اَجْرَهُ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی زبان کو ایسی نیکی کے لیے استعمال کرتا ہے کہ جس پر اس کے بعد بھی عمل کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے

(٣٦٣٦) تخريج: اسناده حسن۔ اخرجه ابن ماجه: ٣٦٦٠ (انظر: ١٠٦١٠)

(٣٦٣٧) تخريج: اسناده ضعيف لضعف زبان بن فائد، سهل بن معاذ فى رواية زبان عنه، وابن لهيعة۔ اخرجه الطبرانى فى "الكبير": ٢٠/ ٤١٠، والطحاوى فى "شرح مشكل الآثار": ٩٥٧ (انظر: ١٥٦١٦)

(٣٦٣٨) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه البيهقى فى "الشعب": ٨٦٨٠ (انظر: ١٣٨٠٣)

إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ، ثُمَّ وَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَوَابَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔)) (مسند احمد: ۱۳۸۳۹)

قیامت کے دن تک ثواب سے نوازتا رہتا ہے اور قیامت کے روز اسے پورا پورا ثواب عطا کرے گا۔''

فوائد: ...... حافظ سیوطی نے مختلف احادیث سے ثابت ہونے والے دس ایسے اعمال کو نظم کی صورت میں پیش کیا ہے، جن کا ثواب انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، وہ اشعار درج ذیل ہیں:

إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجْرِیْ عَلَيْهِ مِنْ فِعَالٍ غَيْرِ عَشْرٍ
عُلُوْمٌ بَثَّهَا وَ دُعَاءُ نَجْلٍ وَغَرْسُ النَّخْلِ وَ الصَّدَقَاتُ تَجْرِیْ
وِرَاثَةُ مُصْحَفٍ وَرِبَاطُ ثَغْرٍ وَحَفْرُ الْبِئْرِ اَوْاِجْرَاءُ نَهْرٍ
وَبَيْتٌ لِّلْغَرِيْبِ بَنَاهُ يَأْوِیْ اِلَيْهِ اَوْبِنَاءُ مَحَلِّ ذِكْرٍ
وَ تَعْلِيْمٌ لِقُرْآنٍ كَرِيْمٍ فَخُذْهَا مِنْ اَحَادِيْثَ بِحَصْرٍ

ترجمہ: ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کو صرف دس اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے ایسا علم جو وہ لوگوں کو سکھا جائے، اولاد کی دعا، درخت لگانا، صدقہ جاریہ، قرآن کریم کی وراثت، اللہ کی راہ میں پہرہ دینا، کنواں کھدوا نا، نہر کھدوا دینا، کسی غریب کے لئے مکان بنا دینا، تا کہ وہ اس میں پناہ لے سکے یا ذکرِ الٰہی کا محل بنا دینا قرآن مجید کی تعلیم دینا، لیجیے صرف یہ احادیث سے ثابت ہیں۔ صدقہ جاریہ کی تمام اقسام میت کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔''

كِتَابُ الصِّيَامِ
روزوں کے احکام ومسائل

اَلصِّيَام (اَلصَّوْم): لغوی معنی: رکنا، امساک

اصطلاحی تعریف:...... اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے، جس میں ایک مسلمان طلوع فجر سے غروبِ آفتاب تک تمام مفطرات سے رکا رہتا ہے۔

فَضْلُ الصِّيَامِ وَعِدَّتُهُ وَالنِّيَّةُ فِيْهِ
روزوں کی فضیلت، تعداد اور نیت کا بیان
فَضْلُ الصِّيَامِ مُطْلَقًا
مطلق طور پر روزوں کی فضیلت کا بیان

(٣٦٣٩) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِی وَاَنَا اَجْزِی بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَصْخَبْ (وَفِی رِوَايَةٍ وَلَايَجْهَلْ بَدَلَ وَلَايَصْخَبْ) فَإِنْ شَاتَمَهُ اَحَدٌ، اَوْقَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّی امْرُؤٌ صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا، إِذَا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے، ماسوائے روزہ کے، وہ تو میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، روزہ (جہنم سے بچانیوالی) ڈھال ہے، جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو وہ نہ فحش کلامی کرے، نہ شور مچائے اور نہ جاہلانہ کلام کرے، اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ کہے: میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ محبوب اور پاکیزہ ہوگی، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، وہ

(٣٦٣٩) تخريج: اخرجه البخاری: ١٩٠٤، ومسلم: ١١٥١ (انظر: ٧٦٩٣)

اَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَرِحَ بِصِيَامِهِ۔)) (مسند احمد: ٧٦٧٩)

ان کی وجہ سے خوش ہوتا ہے، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو افطاری کی وجہ سے خوش ہوتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔''

فوائد: ......اس حدیث مبارکہ کے شروع کے حصے پر غور کریں، صرف روزے کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا، حالانکہ ساری عبادات ہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں، اس نسبت کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) کسی دور میں کسی باطل معبود کی تعظیم روزے کی صورت میں نہیں کی گئی، جبکہ مختلف مشرکوں کو نماز، سجدہ، صدقہ اور ذکر وغیرہ کے ذریعے معبودانِ باطلہ کا قرب حاصل کرتے ہوئے پایا گیا۔

(۲) روزہ، ریاکاری جیسی خرابی سے دور ہوتا ہے، جبکہ نماز، حج، صدقہ اور جہاد وغیرہ میں اس عنصر کے پائے جانے کا شبہ رہتا ہے، اس سے ملتی جلتی ایک اور بات بھی ہے کہ ممکن ہے کہ روزہ کے علاوہ دیگر عبادات میں کسی اور کا ڈر اور خوف بھی کارفرما ہو، مثلا بعض لڑکوں کو دیکھا گیا کہ وہ والدین اور اساتذہ کے ڈر اور پوچھ گچھ کی وجہ سے نماز پڑھتے ہیں، وگرنہ وہ نماز کو ترک کر لینے میں کوئی عار نہیں سمجھتے، لیکن روزے کا اس قسم کے ڈر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ اس چیز کا قطعی طور پر امکان ہے کہ ایسے لوگ بظاہر اپنے آپ کو روزے دار ثابت کرتے رہیں، جبکہ خلوت میں کھانے پینے کی چیزیں استعمال کر لیتے ہوں، اس لیے جو آدمی روزہ پورا کرے گا، اس کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہوگا۔

(۳) اس کے ثواب کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، باقی عبادات کے اجر وثواب کا تعین کر دیا گیا ہے۔

(٣٦٤٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ:) ((يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كُلُّ عَمَلِ بْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَهُوَ لِيْ وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، إِنَّمَا يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ مِنْ أَجْلِي، فَصِيَامُهُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصِّيَامَ فَهُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ)) (مسند احمد: ١٠٥٤٧)

(دوسری سند) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے، سوائے روزہ کے، وہ تو میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، کیونکہ وہ میری وجہ سے کھانا پینا چھوڑتا ہے، اس لیے اس کا روزہ بھی میرے لئے ہوتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے، لیکن روزہ ایسی عبادت ہے، جو میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''

فوائد: ......روزے دار لوگوں سے متعلقہ ایک اہم گزارش یہ ہے کہ روزے کا تعلق صرف کھانے پینے کو ترک کر دینے سے نہیں ہے، غور کریں کہ روزے دار نہ شور مچا سکتا ہے اور نہ جاہلانہ گفتگو کر سکتا ہے، اگر کوئی اسے گالی دیتا ہے یا اس سے لڑتا ہے تو وہ یوں جواب دیتا ہے: میں تو روزہ دار ہوں، میں تو روزہ دار ہوں، اس وجہ سے میں گالی کا گالی کی

(٣٦٤٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

صورت میں اورلڑائی کا جواب لڑائی کی صورت میں نہیں دوں گا۔ بھلا کیا ایسے روزہ داروں کا وجود ملتا ہے؟ الا ماشاء اللہ

(۳٦٤۱) عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰـهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَـالَ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الـلّٰـهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ حَسَنَةَ ابْنِ آدَمَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَّا الصَّوْمَ، وَالصَّوْمُ لِـيْ وَأَنَـا اَجْـزِي بِـهِ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَـرْحَةٌ عِـنْـدَ إِفْـطَارِهِ وَفَرْحَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَـخُـلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔)) (مسند احمد: ٤٢٥٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم کی ہر نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک مقرر کر رکھا ہے، ماسوائے روزے کے، کیونکہ روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی روزہ افطار کرنے کے وقت ہوتی ہے اور دوسری قیامت کے دن ہو گی، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے۔''

(۳٦٤۲) عَـنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَاَبِي سَعِيْدٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِـثْـلُـهُ، وَفِيْهِ: ((إِنَّ لِلصَّائِمِ فَـرْحَتَيْـنِ، إِذَا اَفْـطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ اللّٰهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ۔ (مسند احمد: ٧١٧٤)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ اور سیدنا ابو سعید ؓ نے نبی کریم ﷺ کی اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اور وہ اس کو بدلہ دے گا تو یہ خوش ہوگا۔''

فوائد:......افطاری کے وقت خوشی کا سبب عبادت کا مکمل ہونا، مفسدات سے پاک ہونا اور اجر وثواب کی امید ہونا اور مختلف ماکولات ومشروبات سے بھوک پیاس کو دور کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت خوشی کا سبب اس عمل کی جزا کو دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرنا ہے، جس کی وجہ سے اس عبادت کی توفیق ملی تھی۔

(۳٦٤۳) عَـنْ عَـائِشَةَ ؓ قَـالَـتْ: قَـالَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالَّـذِي نَـفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَـدِهِ لَـخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ)) (مسند احمد: ٢٦٥٦٣)

سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے۔''

(۳٦٤۱) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه من قوله ((الصوم لی)) الطبرانی فی "الکبیر": ١٠٠٧٨، ومن قوله: ((لخلوف فم))البزار: ٩٦٤، و من قوله ((للصائم فرحتان)) عبد الرزاق: ٧٨٩٨

(۳٦٤۲) تخریج: اخرجه مسلم: ١١٥١ (انظر: ٧١٧٤)

(۳٦٤۳) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه النسائی: ٤/ ١٦٧ (انظر: ٢٦٠٣٥)

(٣٦٤٤) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي هِنْدٍ اَنَّ مُطَرِّفًا رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيَّ رضي الله عنه دَعَا لَهُ بِلَبَنٍ لِيَسْقِيَهُ، قَالَ مُطَرِّفٌ: اِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ((اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ كَجُنَّةِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ۔)) (مسند احمد: ١٦٣٨٧)

سعید بن ابی ہند کہتے ہیں: بنو عامر کے ایک آدمی مطرف نے بیان کیا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص ثقفی نے اسے پلانے کے لیے دودھ منگوایا، لیکن مطرف نے کہا کہ وہ تو روزے دار ہے تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ''جہنم سے بچنے کے لیے روزہ ایسی ہی ڈھال ہے، جیسے لڑائی میں آدمی ڈھال استعمال کرتا ہے۔''

فوائد: ......روزہ ڈھال ہے، اس کے ذریعے بندہ دنیا میں بدگوئی، فحش کلامی، گناہوں اور جہنم کے دوسرے اسباب سے اور آخرت میں آگ کے عذاب سے بچتا ہے۔ روزہ جہنم سے بچنے کے لیے اس طرح سے ڈھال بھی ہے کہ جہنم کے اردگرد شہوات کا گھیرا ہے اور روزہ سرے سے شہوات سے ہی روکتا ہے، اس طرح مسلمان روزے کے سبب سے جہنم سے دور رہ جاتا ہے۔

(٣٦٤٥) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عنهما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((قَالَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ: اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ وَهُوَ لِيْ وَاَنَا اَجْزِي بِهِ۔ (مسند احمد: ١٥٣٣٧)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے رب کا ارشاد ہے: روزہ ایک ڈھال ہے، جس کے ذریعہ بندہ جہنم سے بچتا ہے اور یہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔''

(٣٦٤٦) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ لِلْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، قَالَ: يُقَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ، هَلُمُّوا اِلَى الرَّيَّانِ، فَاِذَا دَخَلَ آخِرُهُمْ، اُغْلِقَ ذٰلِكَ الْبَابُ۔)) (مسند احمد: ٢٣٢٠٦)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے ایک دروازے کا نام رَیَّان ہے، قیامت کے دن یہ اعلان کیا جائے گا کہ روزے دار کہاں ہیں؟ اِدھر بابِ ریان کی طرف آ جاؤ، جب ان کا آخری بندہ گزر جائے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔''

(٣٦٤٤) تخریج: اسناده صحیح۔ اخرجه النسائی: ٤/ ١٦٧ وابن ماجه: ١٦٣٩ (انظر: ١٦٢٧٨)
(٣٦٤٥) تخریج: حدیث صحیح بطرقه و شواهده (انظر: ١٥٢٦٤)
(٣٦٤٦) تخریج: اخرجه البخاری: ١٨٩٦، ٣٢٥٧، ومسلم: ١١٥٢ (انظر: ٢٢٨١٨)

فوائد: ...... "رَیَّان" کے معانی سیر وسیراب کے ہیں، یہ "عَطْشَان" (پیاسے) کی ضد ہے، اس اعتبار سے روزے داروں کے دروازے کا لفظاً اور معنًی یہی نام مناسب تھا۔

(۳٦٤٧) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ:) فَإِذَا دَخَلُوْهُ أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ غَيْرُهُمْ۔ (مسند احمد: ٢٣٢٠٧)

(دوسری سند) اس میں ہے: "جب روزے دار اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی اس سے اندر داخل نہیں ہو سکے گا۔"

(۳٦٤٨) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِكُلِّ أَهْلِ عَمَلٍ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يُدْعَوْنَ بِذَالِكَ الْعَمَلِ، وَلِأَهْلِ الصِّيَامِ بَابٌ يُدْعَوْنَ مِنْهُ يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ۔)) فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ أَحَدٌ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ۔)) (مسند احمد: ٩٧٩٩)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر عمل کرنے والوں کے لئے جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک مخصوص دروازہ ہو گا، کہ ان کو جس سے داخل ہونے کی آواز دی جائے گا، روزے داروں کے لئے بھی ایک رَیَّان نامی مستقل دروازہ ہو گا، اس سے ان کو بلایا جائے گا۔" سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو گا، جسے جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں اور اے ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو گے۔"

فوائد: ...... چونکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ میں ہر قسم کی عبادت بدرجۂ اتم موجود تھی، اس۔لیے امید ہے کہ جنت کے ہر دروازے سے بلائے جانے والوں کی فہرست میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہو گا۔

(۳٦٤٩) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَصُوْمُ عَبْدٌ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذَالِكَ الْيَوْمِ النَّارَ عَنْ وَجْهِهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔)) (مسند احمد: ١١٢٢٨)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے روزے کے سبب سے اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت جتنا دور کر دے گا۔"

فوائد: ...... "فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ" (اللہ تعالیٰ کی راہ) سے مراد جہاد ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت؟ حافظ ابن حجر نے کہا: اول الذکر معنی راجح ہے، کیونکہ میں نے "فوائد ابی الطاهر الذهلی" میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ

(۳٦٤٧) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳٦٤٨) تخریج: حديث صحيح۔ اخرجه ابن ابی شيبة: ٣/ ٧، ١٢/ ٢٠ (انظر: ٩٨٠٠)

(۳٦٤٩) تخریج: اخرجه البخاری: ٢٨٤٠، ومسلم: ١١٥٣ (انظر: ١١٢١٠)

کے ساتھ مروی ایک حدیث دیکھی ہے: ((مَا مِنْ مُرَابِطٍ يُرَابِطُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَصُوْمُ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ......)) ''جو آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحدوں پر مقیم رہتا ہے اور ایک اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھتا ہے،......۔'' ابن دقیق العید نے کہا: عرفِ اکثر میں اس لفظ کا استعمال جہاد کے لیے ہی ہوتا ہے۔ (فتح الباری: ٦/ ٥٩) یہ بات علیحدہ ہے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے والے کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ اس میں ایسی کمزوری پیدا نہ ہو جائے جو لڑتے وقت نقصان کا سبب بن سکے، بہر حال جس کو اللہ تعالیٰ نے عزم اور قوت سے نواز رکھا ہو، وہ دونوں فضیلتوں کو جمع کر سکتا ہے کہ شب و روز راہِ جہاد میں گزر رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے جان بوجھ کر کھانا پینا بھی چھوڑ رکھا ہو۔

(٣٦٥٠) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ؓ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: مُرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عِدْلَ لَهُ۔)) ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: ((عَلَيْكَ بِالصِّيَامِ۔)) (مسند احمد: ٢٢٥٠١)

سیدنا ابو امامہ ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل کرنے کا حکم دیں کہ جو مجھے جنت میں پہنچا دے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزے رکھا کرو، کیونکہ کوئی دوسرا عمل اس کے مثل نہیں ہے۔'' جب میں دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور (یہی مطالبہ رکھا تو) آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزے رکھا کرو۔''

فوائد:...... آپ ﷺ نے اس آدمی کے حق میں روزے کو ہی افضل سمجھا کہ دونوں دفعہ اسی کا حکم دیا، جبکہ اس قسم کے مواقع پر آپ ﷺ نے دوسرے سائلین کے لیے روزوں کے علاوہ دوسرے اعمال کی نشاندہی کی، دراصل آپ ﷺ حکیم تھے اور ایک طبیب کی طرح تھے، ہر انسان کی کیفیت کے مطابق دوا تجویز کرتے تھے۔

(٣٦٥١) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ: اَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ۔)) (مسند احمد: ٦٦٢٦)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے حق میں سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن کے اوقات میں کھانے پینے اور شہوات سے روکے رکھا تھا، لہٰذا تو اب اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، اور قرآن کہے گا: میں نے رات کے وقت اس کو سونے سے روکے رکھا تھا، لہٰذا اب تو اس کے حق میں میری

(٣٦٥٠) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه النسائى: ٤/ ١٦٥ (انظر: ٢٢١٤٩)
(٣٦٥١) تخريج: اسناده ضعيف، ابن لهيعة و حيى بن عبد الله كلاهما ضعيف۔ اخرجه الحاكم: ١/ ٥٥٤، والبيهقى فى "الشعب": ١٩٩٤، والطبرانى فى "الكبير" (انظر: ٦٦٢٦)

سفارش قبول فرما، نتیجتاً دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

(٣٦٥٢) عَنْ اُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيَّةِ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَدَعَتْ لَهُ بِطَعَامٍ فَقَالَ لَهَا: ((كُلِي۔)) فَقَالَتْ: اِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُكِلَ عِنْدَهُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يَفْرُغُوا رُبَّمَا قَالَ: حَتّٰى يَقْضُوا اَكْلَهُمْ۔)) (مسند احمد: ٢٧٦٠١)

سیدہ ام عمارہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اورانہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا منگوا کر پیش کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم بھی کھاؤ۔'' لیکن انھوں نے کہا: ''جی میں تو روزے سے ہوں۔'' یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب روزے دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو جب تک کھانا کھانے والے فارغ نہ ہو جائیں، اس وقت تک فرشتے اس کے حق میں دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔''

(٣٦٥٣) عَنْ حَبِيْبِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مَوْلَاتِهِ لَيْلٰى عَنْ عَمَّتِهِ اُمِّ عُمَارَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، قَالَ: وَثَابَ اِلَيْهَا رِجَالٌ مِنْ قَوْمِهَا، قَالَ: فَقَدَّمَتْ اِلَيْهِمْ تَمْرًا فَاَكَلُوْا فَتَنَحّٰى رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا شَانُهُ؟)) فَقَالَ: اِنِّي صَائِمٌ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((اَمَا اِنَّهُ مَا مِنْ صَائِمٍ يَاْكُلُ عِنْدَهُ فَوَاطِرُ اِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يَقُوْمُوْا۔)) (مسند احمد: ٢٧٥٩٩)

سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے اور ان کی قوم کے بہت سے لوگ ان کے ہاں جمع ہو گئے، انھوں نے ان کی خدمت میں کھجوریں پیش کیں، جب وہ کھانے لگے تو ایک آدمی ایک طرف کو ہو گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''اسے کیا ہوا ہے؟'' اس نے کہا: جی میں روزے سے ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی روزہ دار کے پاس دوسرے لوگ کھانا کھاتے ہیں تو ان کے کھانے سے فارغ ہونے تک فرشتے اس کے حق میں رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔''

(٣٦٥٤) عَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ الْجُمَحِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ الْغَنِيْمَةُ الْبَارِدَةُ۔)) (مسند احمد: ١٩١٦٧)

سیدنا عامر بن مسعود جمحی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سردیوں کے روزے تو بلا مشقت حاصل ہونے والی غنیمت ہیں۔''

(٣٦٥٢) اسناده ضعيف لجهالة ليلى مولاة حبيب۔ اخرجه الترمذي: ٧٨٥، وابن ماجه: ١٧٤٨ (انظر: ٢٧٠٦١)

(٣٦٥٣) تخريج: انظر الحديث السابق

(٣٦٥٤) تخريج: اسناده ضعيف، نمير بن عريب مجهول، وعامر بن مسعود الجمحي ليست له صحبة، فروايته عن النبي ﷺ مرسلة، ثم انه مجهول الحال۔ اخرجه الترمذي: ٧٩٧ (انظر: ١٨٩٥٩)

فوائد:......اس حقیقت کو ہر کوئی سمجھتا ہے کہ سردیوں کے دن بہت چھوٹے ہوتے ہیں، موسم کی وجہ سے آدمی پیاس سے بھی محفوظ رہتا ہے، لیکن اس غنیمت سے مستفید ہونے والے لوگ کم ہیں۔

فَضْلُ صِیَامِ رَمَضَانَ وَقِیَامِهِ

رمضان کے روزوں اور قیام کی فضیلت کا بیان

(۳۶۵۵) عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (زَادَ فِی رِوَایَةٍ: وَمَا تَأَخَّرَ)۔)) (مسند احمد: ۱۰۵٤٤)

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایمان کی حالت میں اجر وثواب کے حصول کے لئے ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

فوائد: ......کسی نیکی کی قبولیت کے لیے ایمان کا شرطِ اوّل ہونا تو واضح ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ ہر نیکی کی بنیاد اجر وثواب کا حصول ہو، اس سلسلے میں ریاکاری، مفاد پرستی، دنیا پرستی اور خوشامد جیسے امور سے محفوظ رہنا چاہیے

(۳۶۵٦) وَعَنْهُ أَیْضًا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُرَغِّبُ فِی قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ أَنْ یَأْمُرَهُمْ بِعَزِیْمَةٍ، فَیَقُوْلُ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِیْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔)) (مسند احمد: ۷۷۷)

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو رمضان کے قیام کی رغبت ضرور دلاتے تھے، البتہ حتمی حکم نہیں دیتے تھے، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جو شخص ایمان کی حالت میں اجر وثواب کی خاطر رمضان کا قیام کرے گا، اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

(۳۶۵۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِیْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِیْهِ:) وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى الْقِیَامِ۔ (مسند احمد: ۷۸٦۸)

(دوسری سند) اس میں ہے: جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خود لوگوں کو قیام کے لیے جمع نہیں کیا تھا۔

فوائد:......قیامِ رمضان کے لیے مستقل جماعت کا سلسلہ سیدنا عمر ؓ نے شروع کیا تھا۔

(۳۶۵۸) عَنْ أَبِی سَلْمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَیْرَةَ ؓ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَامَ

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایمان کی حالت میں اور اجر وثواب کے

(۳۶۵۵) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۰۱٤، ومسلم: ۷٦۰ (انظر: ۱۰۵۳۷)

(۳۶۵٦) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۰۰۸، ومسلم: ۷۵۹ (انظر: ۷۷۸۷)

(۳۶۵۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۶۵۸) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۰۱، ومسلم: ۷٦۰ (انظر: ۱۰۱۱۷)

رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔)) (مسند احمد: ۱۰۱۲۱)

حصول کی نیت رمضان کا قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اسی طرح جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی خاطر شبِ قدر کا قیام کیا تو اس کے بھی پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

(۳۶۵۹) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَعَرَفَ حُدُوْدَهُ، وَتَحَفَّظَ مِمَّا كَانَ يَنْبَغِي بِهِ أَنْ يَتَحَفَّظَ فِيْهِ، كَفَّرَ مَا كَانَ قَبْلَهُ۔)) (مسند احمد: ۱۱۵۴۴)

سیدنا ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس آدمی نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اس کی حدود کا خیال رکھا اور جن امور سے بچنا چاہیے، ان سے بچ کر رہا، تو اس کا یہ عمل اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

فوائد: ...... ''اس کی حدود کا خیال رکھا'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ حصولِ ثواب کی رغبت رکھتے ہوئے اور عذاب سے ڈرتے ہوئے روزے رکھے۔

(۳۶۶۰) عَنْ ثَوْبَانَ (مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ فَشَهْرٌ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ، وَصِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ، فَذٰلِكَ تَمَامُ صِيَامِ السَّنَةِ۔)) (مسند احمد: ۲۲۷۷۶)

مولائے رسول سیدنا ثوبان ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ماہِ رمضان کے روزے رکھے گا تو یہ ایک ماہ کے روزے (اجر میں) دس مہینوں کے روزوں کے برابر جائیں گے، پھر جس نے عید الفطر کے بعد (شوال کے) چھ روزے رکھے تو یہ سارا عمل سال بھر کے روزوں کے برابر ہو جائے گا۔''

فوائد: ...... یہ کل پینتیس چھتیس روزے بن جاتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا تو ہوتا ہی ہے، اس اعتبار سے روزوں کی اس مقدار کا ثواب (۳۵۰) یا (۳۶۰) روزوں تک جا پہنچتا ہے، اس اعتبار سے اس حدیث میں سال بھر کے روزوں کے ثواب کی بات کی گئی ہے۔

(۳۶۶۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ لَقِيَ

سیدنا معاذ بن جبل ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اس حال میں اللہ تعالیٰ کو ملتا ہے کہ اس نے اس

(۳۶۵۹) تخريج: حديث حسن۔ اخرجه ابويعلى: ۱۰۵۸، وابن حبان: ۳۴۳۳، والبيهقى: ٤/ ۳۰٤ (انظر: ۱۱۵۲٤)

(۳۶۶۰) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابن ماجه: ۱۷۱۵، (انظر: ۲۲٤۱۲)

(۳۶۶۱) تخريج: حديث صحيح (انظر: ۲۲۰۲۸)

اللّٰہَ لَا یُشْرِكُ بِهِ شَیْئًا، یُصَلِّی الْخَمْسَ وَیَصُوْمُ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهُ۔)) قُلْتُ: أَفَلَا أُبَشِّرُهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!؟ قَالَ: ((دَعْهُمْ یَعْمَلُوْا۔)) (مسند احمد: ۲۲۳۷۸)

کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوتا اور پانچ نمازوں کا پابند ہوتا ہے اور اور ماہِ رمضان کے روزے بھی رکھتا ہے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو یہ بیان کر کے خوشخبری نہ دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چھوڑ دو ان کو، تا کہ وہ عمل کرتے رہیں۔''

فوائد:......اس حدیثِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہوا کہ مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ عبادات کی اپنی مخصوص عادت کو اپنے حق میں کافی سمجھنے لگے، دیکھیں اگر ایک آدمی اس حدیث کو سامنے رکھ کر مشرف باسلام ہوتا ہے، نماز ادا کرتا ہے اور رمضان کے روزے رکھتا ہے، اس کو بخش دیا جاتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے یہ حدیث لوگوں کو بیان کرنے سے روک دیا، تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ ان تین اعمال کے ہی ہو کر رہ جائیں اور مزید کوئی عمل نہ کریں۔

(۳۶۶۲) عَنْ عِکْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِی عَرِیْفٌ مِنْ عُرَفَاءِ قُرَیْشٍ حَدَّثَنِیْ أَبِی أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ فَلْقِ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَشَوَّالًا وَالْأَرْبِعَاءَ وَالْخَمِیْسَ وَالْجُمُعَةَ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔)) (مسند احمد: ۱۵۵۱۳)

ایک قریشی سردار کے باپ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے یہ کلمات سنے تھے: ''جس نے رمضان اور شوال کے مہینوں اور پھر بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزے رکھے، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

فوائد: ......''فَلْقِ فِیْ'' میں ''فَلْق'' کے معانی پھٹن اور شگاف کے اور ''فِيْ'' کے معانی منہ کے ہیں، صحابی کا مقصود یہ ہے کہ اس نے یہ الفاظ براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں۔

(۳۶۶۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ عَنِ الْأَعْرَابِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ، وَثَلَاثَةِ أَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ یُذْهِبْنَ وَحَرَ الصَّدْرِ۔)) (مسند احمد: ۲۳۴۵۸)

ایک بدّو بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صبر والے مہینے کے روزے اور ہر ماہ کے تین روزے سینے کے کینے اور وسوسے کو ختم کر دیتے ہیں۔''

فوائد:......صبر والے مہینے سے مراد ماہِ رمضان ہے۔ ہر عبادت کی برکت ہوتی ہے، جب آدمی روزے کی وجہ

(۳۶۶۲) تخریج: اسنادہ ضعیف، فیه راو لم یسم، وهو شیخ عکرمة بن خالد۔ اخرجه البیهقی فی "الشعب": ۳۸۷۰ (انظر: ۱۵۴۳٤)

(۳۶۶۳) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجه النسائی: ۷/ ۱۳٤ (انظر: ۲۳۰۷۰)

سے جھوٹ اور غیبت اور دوسرے حرام امور سے اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی جائز خواہشات تک کو کنٹرول کرتا ہے، تو اس سے مزید نیکی کی طرف رجحان پیدا ہوتا ہے اور اس سے بندہ کئی برائیوں کو ترک کرنے کا اور کئی نیکیوں کو سرانجام دینے کا عزم کر لیتا ہے۔

فَضْلُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالْعَمَلِ فِيْهِ

ماہِ رمضان اور اس میں کیے گئے عمل کی فضیلت کا بیان

(۳٦٦٤) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا حَضَرَ رَمَضَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَدْ جَاءَ كُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ، وَتُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ، فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔)) (مسند احمد: ۹٤۹۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ماہِ رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان شروع ہو چکا ہے، یہ ایک بابرکت مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس ماہ کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو بھی قید کر دیا جاتا ہے، اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے کہ وہ ایک ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، جو اس رات کی برکت سے محروم رہا، وہ محروم قرار پائے گا۔''

فوائد: ...... جنت کے دروازوں کا کھلنا، جہنم کے دروازوں کا بند ہونا اور شیطانوں کا قید ہو جانا۔ ان الفاظ کو حقیقی معنوں پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ صرف مؤخر الذکر چیز سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شیطانوں کو قید کر لیا جاتا ہے تو پھر ماہِ مقدس میں نافرمانیوں کا سلسلہ کیوں جاری رہتا ہے؟

اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں: مثلا:

(۱) شیطانوں کے علاوہ بھی شرّ اور معصیت کے اسباب موجود ہیں، مثال کے طور پر نفوسِ خبیثہ، عاداتِ قبیحہ اور انسانی شیطان۔

(۲) بعض شیطانوں کو قید کر لیا جاتا ہے، سب کو نہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ((صُفِّدَتْ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ)) ...... ''بڑے سرکش شیطانوں کو قید کر لیا جاتا ہے۔''

(۳) شیطانوں کو جکڑنا ان روزے داروں کے حق میں ہے، جو روزے کی شروط، قیود اور آداب کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطانوں کا شرّ کم ہو جاتا ہے، وہ اس طرح لوگوں کو گمراہ نہیں کر سکتے، جس طرح کہ دوسرے مہینوں میں کر لیتے ہیں، یا تو ان کے اختیار سلب کر لیے جاتے ہیں یا مومنوں کے ایمان میں قوت پیدا کر دی

(۳٦٦٤) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد منقطع۔ اخرجه النسائی: ٤/ ١٢٩ (انظر: ٩٤٩٧)

جاتی ہے۔ عملی طور پر ہمارے معاشرے کے افراد تیسرے اور چوتھے معنوں کے مصداق نظر آتے ہیں، زیادہ مناسبت تیسرے معنی میں محسوس ہو رہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس حدیثِ مبارکہ کا آخری جملہ بھی قابل غور ہے کہ شبِ قدر کا قیام نفلی عبادت ہے، لیکن اس کو ترک کرنے والے محروم اور بدنصیب ہے، مقصودِ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کرتے ہوئے ایک رات کی عبادت کو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے، لیکن کیا مسلمان کے مزاج میں نیکی کی اتنی رغبت بھی نہیں رہی کہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کو وصول کر سکے، پس جس کے مزاج میں اتنی بہتری بھی نہیں ہوگی، وہ محروم اور بدبخت قرار پائے گا، سمجھ لینا چاہیے کہ ایسے افراد میں نیکی کے مزاج کا شدید فقدان ہے۔

(۳۶۶۵) عَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ رَمَضَانَ قَالَ: فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَلَمَّا رَآهُ عُتْبَةُ هَابَهُ فَسَكَتَ، قَالَ: فَحَدِّثْ عَنْ رَمَضَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((فِي رَمَضَانَ تُغْلَقُ أَبْوَابُ النَّارِ وَتُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُصَفَّدُ فِيهِ الشَّيَاطِينُ قَالَ: وَيُنَادِي فِيهِ مَلَكٌ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَبْشِرْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقْصِرْ، حَتَّى يَنْقَضِيَ رَمَضَانُ۔)) (مسند احمد: ۱۹۰۰۲)

عرفجہ کہتے ہیں: میں عتبہ بن فرقد کی مجلس میں موجود تھا، وہ ماہِ رمضان کے حوالے سے بیان کر رہے تھے، اتنے میں ایک صحابی تشریف لے آئے، جب عتبہ نے انہیں دیکھا تو وہ مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے اور کہا: آپ ماہِ رمضان کے بارے میں بیان کریں، اس صحابی نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ''ماہِ رمضان میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو مقید کر دیا جاتا ہے اور اس ماہ ایک فرشتہ یہ آواز دیتا رہتا ہے: اے نیکی کے متلاشی! خوش ہو جا اور اے برائی کو چاہنے والے! اب تو باز آ جا، یہاں تک رمضان گزر جاتا ہے۔''

فوائد: ......رمضان المبارک اس اعتبار سے منفرد مہینہ ہے کہ اس میں کئی لوگوں کو ان کے مزاج برائیوں سے دور کر کے نیکیوں کی طرف راغب کر دیتے ہیں۔ نیکی کے متلاشی کو خوشخبری دینے کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ آسانی کے ساتھ نیکیوں کی مقدار میں اضافہ ہو جائے گا، اور دوسری یہ کہ نیکی کا کئی گنا زیادہ ثواب ملے گا، اس پر مستزاد یہ کہ نیکیوں کا ماحول اور معاشرے سے طبعی شرم و حیا بھی راہِ راست پر چلنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ برائی کو چاہنے والے کو آواز دینے کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اب تو برائیوں سے رک جا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر، کیونکہ یہ توبہ کی قبولیت کا زمانہ ہے اور مغفرت کے اسباب کے لیے مستعد ہو جانے کا وقت ہے، ایسے موسم میں تجھے زیب نہیں دیتا کہ تو اپنی برائیوں پر اڑا رہے۔

ملا علی قاری نے کہا: ممکن ہے کہ رمضان میں اطاعت کرنے والوں کی اطاعت، گنہگاروں کی توبہ اور نافرمانوں کے

(۳۶۶۵) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه النسائی: ٤/ ۱۳۰ (انظر: ۱۸۷۹۵)

رجوع الی اللہ کا سبب یہی دو ندائیں ہوں، آپ خود دیکھتے ہیں کہ بچوں اور بچیوں سمیت مسلمانوں کی اکثریت رمضان کے روزے رکھنا شروع کر دیتی ہے، حالانکہ ان میں کافی سارے لوگ بے نمازی ہوتے ہیں اور روزہ نماز سے کئی گناہ مشکل بھی ہے، اس سے جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، جو عام طور پر عبادت سے سستی اور نیند کی کثرت کا سبب بنتی ہے، لیکن اس کے باوجود قیام اللیل کے وقت مساجد بھری ہوئی نظر آتی ہیں، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ (مرقاة المفاتيح: ٦/ ٢٠٣)

(٣٦٦٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقٰى جِبْرِيْلَ، وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، قَالَ: فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔ (مسند احمد: ٢٦١٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ویسے تو رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے ہی سہی، لیکن جب ماہِ رمضان میں آپ ﷺ کی ملاقات جبریل علیہ السلام سے ہوتی تو آپ ﷺ بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ ماہِ رمضان کی ہر رات کو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے، رسول اللہ ﷺ بھیجی ہوئی ہوا سے بھی بڑھ کر مال کی سخاوت کیا کرتے تھے۔

فوائد: ...... ویسے تو سخاوت، آپ ﷺ کا مستقل وصف تھا، لیکن جب سید الملائکہ جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی، نئے علوم و تجلیات سے واسطہ پڑتا، مزاج میں مزید رفعت پیدا ہو جاتی، مُحسنِ حقیقی کے مخصوص احسانات وصول ہوتے تو آپ ﷺ میں موجود جود و سخا والے عنصر کو ترقی ملتی اور بندگانِ خدا کے ساتھ انعام و احسان کا سلسلہ پہلے سے بڑھ کر شروع ہو جاتا، اس وصف میں اضافے کا سبب خود ماہِ رمضان بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جبرائیل رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے آپ ﷺ کے احساس اور مزاج میں کیا تبدیلی پیدا ہوتی تھی، اس چیز کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ جنسیں مختلف ہیں، ایک طرف سے سید البشر ہیں اور دوسری طرف سے سید الملائکہ ہیں، جب کہ ہم صرف اپنے ہم جنسوں سے مانوس ہونے کا تجربہ رکھتے ہیں۔

عام طور پر ہمارے ہاں لوگوں نے زکوۃ کے لیے ماہِ رمضان کا تعین کر رکھا ہے، اس لیے لوگوں کی اکثریت صرف زکوۃ کی ادائیگی کو ہی کافی سمجھتی ہے، جبکہ آپ ﷺ کے اس وصف کا تعلق نفلی صدقہ و خیرات سے تھا، زکوۃ تو اللہ تعالیٰ کا قرض ہے، جو بہر صورت ادا کرنا ہے، سخاوت کا تعلق نفلی صدقہ و خیرات سے ہے۔ دورِ قرآن کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے حفظ و اتقان میں مزید پختگی پیدا ہو جائے۔

(٣٦٦٦) تخريج: اخرجه البخاري: ٦، ٣٢٢٠، ٣٥٥٤، ومسلم: ٢٣٠٨ (انظر: ٢٦١٦)

(۳۶۶۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ، خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُفْطِرُوْا وَيُزَيِّنُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّةً، ثُمَّ يَقُوْلُ: يُوشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ أَنْ يُلْقُوْا عَنْهُمُ الْمَئُوْنَةَ وَالْأَذٰى وَيَصِيْرُوا إِلَيْكِ، وَيُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، فَلَا يَخْلُصُوا إِلٰى مَا كَانُوْا يَخْلُصُوْنَ فِي غَيْرِهِ، وَيَغْفِرُلَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ۔)) قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: ((لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفّٰى أَجْرَهُ إِذَا قَضٰى عَمَلَهُ۔)) (مسند احمد: ۷۹۰۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کو ماہِ رمضان میں پانچ ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں تھیں، ان کی تفصیل یہ ہے: (۱) روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے، (۲) روزہ افطار کرنے تک فرشتے ان کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں، (۳) اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی جنت کو مزین کرتا ہے اور اس سے فرماتا ہے: قریب ہے کہ میرے نیک بندے اپنی مشقتوں اور تکلیفوں سے دست بردار ہو کر تیری طرف آ جائیں، (۴) اس مہینے میں سرکش شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور جس طرح وہ عام دنوں میں کارروائیاں کرتے ہیں، اس مہینے میں نہیں کر سکتے، اور (۵) اللہ تعالیٰ اس مہینے کی آخری رات میں میری امت کو بخش دیتا ہے۔“ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ شب ِ قدر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، نہیں، بات یہ ہے کہ مزدور کو اس وقت مزدوری دی جاتی ہے، جو وہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے۔“

(۳۶۶۸) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ فَانْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ)) (مسند احمد: ۷۴۴۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جائے، جس نے ماہِ رمضان کو پایا، لیکن یہ مہینہ اس کی بخشش سے پہلے گزر گیا۔“

فوائد: ...... رمضان المبارک، اللہ تعالیٰ کی بخشش کے کئی اسباب سے متصف ہے، لیکن جو آدمی اس ماہِ مقدس میں بھی یہ اسباب جمع نہ کر سکا، وہ اس اہل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے بددعا کریں۔

(۳۶۶۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماہِ رجب شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! ہمارے

(۳۶۶۷) تخريج: اسناده ضعيف جدا، هشام بن ابى هشام متفق على ضعفه، ومحمد بن محمد بن الاسود مجهول الحال۔ اخرجه البزار: ۹۶۳، والبيهقى فى "الشعب": ۳۶۰۲(انظر: ۷۹۰۴)

(۳۶۶۸) تخريج: صحيح۔ اخرجه الترمذى: ۳۵۴۵(انظر: ۷۴۵۱)

(۳۶۶۹) تخريج: اسناده ضعيف، زائدة بن ابى الرقاد، قال البخارى والنسائى: منكر الحديث۔ اخرجه البزار: ۶۱۶، والبيهقى فى "الشعب": ۳۸۱۵(انظر: ۲۳۴۶)

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَارِكْ لَنَا فِي رَمَضَانَ۔)) وَكَانَ يَقُوْلُ: ((لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ غَرَّاءُ وَيَوْمُهَا أَزْهَرُ۔)) (مسند احمد: ٢٣٤٦)

لئے رجب اور شعبان میں برکت فرما اور ہمارے لیے رمضان کو مبارک بنا۔'' اور آپ ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: ''جمعہ کی رات روشن اور اس کا دن چمک دار ہے۔''

(٣٦٧٠) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بِمَحْلُوْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا أَتٰى عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ شَهْرٌ خَيْرٌ لَهُمْ مِنْ رَمَضَانَ، وَلَا أَتٰى عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ شَهْرٌ شَرٌّ لَهُمْ مِنْ رَمَضَانَ، وَذٰلِكَ لِمَا يُعِدُّ الْمُؤْمِنُوْنَ فِيْهِ مِنَ الْقُوَّةِ لِلْعِبَادَةِ، وَمَا يُعِدُّ فِيْهِ الْمُنَافِقُوْنَ مِنْ غَفَلَاتِ النَّاسِ وَعَوْرَاتِهِمْ، هُوَ غُنْمٌ لِلْمُؤْمِنِ يَغْتَنِمُهُ الْفَاجِرُ۔)) (مسند احمد: ٨٣٥٠)

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کی قسم اٹھائی، اسی کی قسم! مسلمانوں کے لئے ماہِ رمضان سے بہتر کوئی مہینہ نہیں اور منافقین کے لئے اس سے زیادہ برا مہینہ کوئی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان اس مہینے میں عبادت کے لئے قوت تیار کرتے ہیں، جبکہ منافق اس ماہ میں لوگوں کے عیوب اور کوتاہیاں ڈھونڈنے میں مگن ہو جاتے ہیں، یہ مہینہ مومن کے لئے بھی غنیمت ہے اور فاجر کے لئے بھی فرصت کا موقع ہے۔''

(٣٦٧١) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَظَلَّكُمْ شَهْرُكُمْ هٰذَا بِمَحْلُوْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا مَرَّ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شَهْرٌ خَيْرٌ لَهُمْ مِنْهُ وَلَا بِالْمُنَافِقِيْنَ شَهْرٌ شَرٌّ لَهُمْ مِنْهُ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَكْتُبُ أَجْرَهُ وَنَوَافِلَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُدْخِلَهُ، وَيَكْتُبُ إِصْرَهُ وَشَقَاءَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُدْخِلَهُ وَذَاكَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ يُعِدُّ فِيْهِ الْقُوَّةَ لِلْعِبَادَةِ مِنَ النَّفَقَةِ، وَيُعِدُّ الْمُنَافِقُ اِبْتِغَاءَ غَفَلَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رسول اللہ کی قسم اٹھائی ہوئی چیز کی قسم! تمہارے اوپر یہ مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اہل ایمان کے لئے اس سے بہتر کوئی مہینہ نہیں اور اہل نفاق کے لئے اس سے زیادہ برا کوئی مہینہ نہیں، اللہ تعالیٰ اس مہینہ کی آمد سے پہلے ہی اس کا اور اس کے نوافل کا ثواب بھی لکھ دیتا ہے اور اس کے گناہ، سزا اور بدبختی بھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن اس میں عبادت کرنے کے لیے نفقہ کی قوت تیار کرتا ہے اور منافق لوگوں کی غفلت اور عیوب تلاش کرتا رہتا ہے، اس طرح یہ ماہ مومن کے لئے بھی غنیمت ہے اور فاجر کے لیے بھی

(٣٦٧٠) تخريج: اسناده ضعيف، كثير بن زيد ليس بالقوى، يكتب حديثه للمتابعات، وعمرو بن تميم، قال البخارى عن حديثه هذا: فيه نظر، وابوه تميم مجهول۔ اخرجه ابن خزيمة: ١٨٨٤، وابن ابى شيبة: ٣/ ٢، والبيهقى: ٤/ ٣٠٤ (انظر: ٨٣٦٨)

(٣٦٧١) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

وَعَوْرَاتِهِمْ، فَهُوَ غُنْمٌ لِلْمُؤْمِنِ، يَغْتَنِمُهُ الْفَاجِرُ.)) (مسند احمد: ١٠٧٩٣) غنیمت ہے۔''

فوائد: ......مؤمن کی روٹین یہ ہوتی ہے کہ وہ ماہِ رمضان میں ضرورت پڑنے والے اسبابِ معیشت کا پہلے سے ہی انتظام و انصرام کر لیتا ہے، تاکہ ماہِ مبارک کے حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ ہو جائے۔ مثلا: سحری و افطاری، صدقہ و خیرات، رات کا قیام، اعتکاف اور مزید فرائض ونوافل۔ لیکن مؤمن کی اس ظاہری غفلت سے فائدہ اٹھانے کے لیے منافق بیچارہ اپنے شرّ میں اضافے کے بارے میں سوچتا ہے کہ اہل ایمان کو کس کس انداز میں نقصان پہنچا سکتا ہے یا پریشان کرسکتا ہے۔

وَعِيْدُ مَنْ تَهَاوَنَ بِصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْعَمَلِ فِيْهِ

ماہِ رمضان کے روزوں اوراس میں کیے جانے والے دوسرے اعمال میں سستی کرنے والے کے لیے وعید کا بیان

(٣٦٧٢) عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللّٰهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَمَنْ جَاءَ بِثَلَاثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا، حَتّٰى يَأْتِيَ بِهِنَّ جَمِيْعًا، اَلصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ.)) (مسند احمد: ١٧٩٤٢)

سیدنا زیاد بن نعیم خضرمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار امور فرض کیے ہیں، جو آدمی ان میں سے تین پرعمل کرتا ہے، تو وہ اسے اس وقت تک کفایت نہیں کریں گے، جب تک وہ ان سب پر عمل نہیں کرے گا، (وہ چار امور یہ ہیں:) نماز، زکوۃ، ماہِ رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔''

فوائد:......مشرف باسلام ہونے کے بعد یہی چار فرائض ہیں، جن سے مسلمان کا سب سے پہلے واسطہ پڑتا ہے۔

اَلْاَحْوَالُ الَّتِيْ عُرِضَتْ لِلصِّيَامِ وَوُجُوْبُ صِيَامِ رَمَضَانَ وَمَبْدَأُ فَرْضِهِ

روزے کی فرضیت میں پیش آنے والے مختلف احوال، رمضان کے روزوں کے وجوب اوران کی فرضیت کی ابتدا کا بیان

(٣٦٧٣) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ: اُحِيْلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ اَحْوَالٍ وَاُحِيْلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ اَحْوَالٍ، فَاَمَّا اَحْوَالُ الصَّلَاةِ فَإِنَّ

سیدنا معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ تین مراحل میں نماز کی فرضیت اور تین مراحل میں ہی روزے کی فرضیت ہوئی، نماز کے مراحل یہ ہیں: جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ

(٣٦٧٢) تخريج: اسناده ضعيف، ابن لهيعة سيىء الحفظ، ثم زياد بن نعيم الحضرمي تابعي، فالحديث مرسل ايضا (انظر: ١٧٧٨٩)

(٣٦٧٣) تخريج: قال الالباني: صحيح۔ اخرجه ابوداود:٥٠٧ (انظر: ٢٢١٢٤)

النَّبِیِّ ﷺ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ وَهُوَ یُصَلِّیْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا إِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ (الْحَدِیْثَ) قَالَ: وَاَمَّا اَحْوَالُ الصِّیَامِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَجَعَلَ یَصُوْمُ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، وَقَالَ یَزِیْدُ: فَصَامَ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ إِلٰی رَمَضَانَ، مِنْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، وَصَامَ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَضَ عَلَیْهِ الصِّیَامَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (إِلٰی هٰذِهِ الآیَةِ) وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهُ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ﴾ قَالَ: فَکَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَطْعَمَ مِسْکِیْنًا فَاَجْزَأَ ذَالِكَ عَنْهُ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْزَلَ الْآیَةَ الْاُخْرٰی: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ (إِلٰی قَوْلِهِ) فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ﴾ فَاَثْبَتَ اللّٰهُ صِیَامَهُ عَلَی الْمُقِیْمِ الصَّحِیْحِ، وَرَخَّصَ فِیْهِ لِلْمَرِیْضِ وَالْمُسَافِرِ وَثَبَّتَ الإِطْعَامَ لِلْکَبِیْرِ الَّذِیْ لَا یَسْتَطِیْعُ الصِّیَامَ فَهٰذَانِ حَالَانِ، قَالَ: وَکَانُوْا یَاْکُلُوْنَ وَیَشْرَبُوْنَ، وَیَاْتُوْنَ النِّسَاءَ مَالَمْ یَنَامُوْا فَإِذَا نَامُوْا اِمْتَنَعُوْا، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَهُ صِرْمَةُ، ظَلَّ یَعْمَلُ صَائِمًا حَتّٰی اَمْسٰی فَجَاءَ إِلٰی اَهْلِهِ فَصَلَّی الْعِشَاءَ ثُمَّ نَامَ فَلَمْ یَاْکُلْ، وَلَمْ یَشْرَبْ حَتّٰی اَصْبَحَ

منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ سترہ ماہ تک بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے رہے، .... (کتاب الصلاۃ میں مکمل حدیث گزر چکی ہے) روزے کے مراحل یہ ہیں: جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے، یزید راوی کہتا ہے: ربیع الاول سے لے کر ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت تک کل سترہ ماہ کے دوران آپ ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے رہے، نیز آپ ﷺ نے دس محرم کا روزہ بھی رکھا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ماہِ رمضان کے روزے فرض کر دیئے اور یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔﴾ (اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح کہ تم سے پہلے والے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔") نیز فرمایا: ﴿وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهُ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ﴾ (اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیا کریں۔) ان آیات پر عمل کرتے ہوئے جو آدمی چاہتا وہ روزہ رکھ لیتا اور جو کوئی روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ بطورِ فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا اور یہی چیز اس کی طرف سے کافی ہو جاتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ﴾ (ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں لوگوں کو ہدایت کے لئے اور ہدایت کے واضح دلائل بیان کرنے کے لئے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے، اب تم میں

فَأَصْبَحَ صَائِمًا، قَالَ: فَرَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ جَهِدَ جَهْدًا شَدِيْدًا، قَالَ: ((مَالِي أَرَاكَ قَدْ جَهِدْتَ جَهْدًا شَدِيْدًا؟)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي عَمِلْتُ أَمْسِ فَجِئْتُ حِيْنَ جِئْتُ فَأَلْقَيْتُ نَفْسِي فَنِمْتُ وَأَصْبَحْتُ حِيْنَ أَصْبَحْتُ صَائِمًا، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ قَدْ أَصَابَ مِنَ النِّسَاءِ مِنْ جَارِيَةٍ أَوْ مِنْ حُرَّةٍ بَعْدَ مَانَامَ، وَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ (إِلٰى قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ) ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ۔﴾

(مسند احمد: ۲۲٤۷٥)

سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔) اس طرح اللہ تعالیٰ نے مقیم اور تندرست آدمی پر اس مہینے کے روزے فرض کر دیئے، البتہ مریض اور مسافر کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دے دی اور روزہ کی طاقت نہ رکھنے والے عمر رسیدہ آدمی کے لیے روزہ کا یہ حکم برقرار رکھا کہ وہ بطورِ فدیہ مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے، یہ دو حالتیں ہو گئیں، تیسری حالت یہ تھی کہ لوگ رات کو سونے سے پہلے تک کھا پی سکتے تھے اور بیویوں سے ہم بستری کر سکتے تھے، لیکن جب نیند آ جاتی تو اس کے بعد یہ سب کچھ ان کے لئے ممنوع قرار پاتا تھا، ایک دن یوں ہوا کہ ایک صرمہ نامی انصاری صحابی، روزے کی حالت میں سارا دن کام کرتا رہا، جب شام ہوئی تو اپنے گھر پہنچا اور عشاء کی نماز پڑھ کر کچھ کھائے پیے بغیر سو گیا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس طرح اس کا روزہ بھی شروع ہو چکا تھا، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا کہ وہ کافی نڈھال ہو چکا ہے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ: ''بہت نڈھال دکھائی دے رہے ہو، کیا وجہ ہے؟'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کل سارا دن کام کرتا رہا، جب گھر آیا تو ابھی لیٹا ہی تھا کہ سو گیا(اور اس طرح میرے حق میں کھانا پینا حرام ہو گیا اور) جب صبح ہوئی تو میں نے تو روزے کی حالت میں ہی ہونا تھا۔ اُدھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بھی ایک معاملہ تھا کہ انھوں نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنی بیوی یا لونڈی سے ہم بستری کر لی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ساری بات بتلا دی تھی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ .... ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ۔﴾ (روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری

پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کرتم سے درگزر فرما لیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے، پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔)

فوائد: ...... مسلمانوں پر جو روزے فرض ہیں، ان کی موجودہ صورتحال یہ ہے: سال کے بارہ مہینوں میں صرف رمضان کے روزے فرض ہے، روزے کا دورانیہ طلوع فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے، روزہ نہ رکھ سکنے والا مستقل مریض اور کمزور بزرگ ایک روزہ ترک کرنے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، مسافر اور شفا کی امید رکھنے والے مریض کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر وہ اس سفر اور بیماری کے دوران روزے نہ رکھ سکیں تو بعد میں قضائی دے دیں۔ لیکن روزوں کو درج بالا صورت دینے سے پہلے بالترتیب درج ذیل مراحل سے گزارا گیا:

(۱) ہر ماہ میں تین روزے رکھنا اور یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ رکھنا، سترہ مہینوں تک یہ عمل جاری رہا۔

(۲) رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے، لیکن یہ اختیار دیا گیا کہ جو چاہتا ہے، روزے رکھ لے اور جو چاہتا ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

(۳) مقیم اور صحت مند آدمی پر رمضان کے روزے فرض کر دیئے گئے، مریض اور مسافر کو مخصوص رخصت دی گئی، ......۔ یعنی روزوں کی موجودہ صورت۔ بیچ میں ایک تبدیلی یہ بھی ہوئی کہ شروع میں سحری کی رخصت نہیں تھی، بلکہ غروبِ آفتاب کے بعد افطاری سے لے کر رات کو سونے سے پہلے تک کھانے پینے اور مجامعت کی اجازت ہوتی تھی، جونہی کسی کی آنکھ لگ جاتی، اس کا روزہ شروع ہو جاتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب سے طلوع فجر تک کھانے پینے اور مجامعت کی اجازت دے دی۔

(٣٦٧٤) عَنِ النَّضْرِ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: لَقِيْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ (يَعْنِي ابْنَ عَوْفٍ) قُلْتُ: حَدِّثْنِي عَنْ شَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ أَبِيْكَ سَمِعَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ: نَعَمْ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَضَ

نضر بن شیبان کہتے ہیں: میں ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے ملا اور ان سے کہا: مجھے ماہِ رمضان کے بارے کوئی ایسی حدیث بیان کرو جو تم نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، انھوں نے کہا: جی ہاں، میرے باپ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان

(٣٦٧٤) تخريج: اسناده ضعيف، النضر بن شيبان الحراني، قال ابن معين: ليس حديثه بشيء، وقال البخاري في حديثه هذا: لم يصح۔ اخرجه ابن ماجه: ١٣٢٨، والنسائي: ٤/ ١٥٨ (انظر: ١٦٦٠)

صِیَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ قِیَامَهُ، فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ اِحْتِسَابًا خَرَجَ مِنَ الذُّنُوْبِ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.)) (مسند احمد: ١٦٦٠)

کے روزے فرض کئے ہیں اور میں رمضان کے قیام کو مسنون قرار دیتا ہوں، جو کوئی اجر وثواب کے حصول کی خاطر اس مہینے کے روزے رکھے گا اور اس کا قیام کرے گا تو وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہو جائے گا، جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہے۔‘‘

(٣٦٧٥) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الصَّوْمُ؟ قَالَ: ((قَرْضٌ مَجْزِيٌّ)) (مسند احمد: ٢١٦٩٢)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! روزہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ قرض ہے، جس کا بدلہ دیا جائے گا۔‘‘

فوائد:...... یعنی یہ نیک عمل ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا۔

ثُبُوْتُ الشَّهْرِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ فِي الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ وَإِكْمَالِ الْعِدَّةِ ثَلَاثِيْنَ إِنْ كَانَ غَيْمٌ

ماہِ رمضان کا آغاز اور اختتام چاند کو دیکھ کر کرنے اور بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آنے کی صورت میں تیس دن پورے کرنے کا بیان

(٣٦٧٦) عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ هٰذِهِ الْأَهِلَّةَ مَوَاقِيْتَ لِلنَّاسِ، صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَتِمُّوا الْعِدَّةَ)) (مسند احمد: ١٦٤٠٣)

سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ نے اس چاند کو لوگوں کے اوقات کی علامت بنایا ہے، لہٰذا چاند دیکھ کر روزے شروع کیا کرو اور اسے دیکھ کر ہی روزے چھوڑا کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔‘‘

فوائد:...... رمضان کے روزے، شعبان کے روزے، ذوالحجہ کے پہلے دس دن، یوم عاشوراء، حج، حج کے مہینوں، عید الفطر، عید الاضحیٰ جیسی مہینوں سے متعلقہ اسلامی عبادات کے وقت کا تعین چاند کے ذریعے کیا جائے گا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ ...... ’’لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں (کی عبادات) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لیے ہے۔‘‘ (سورۂ بقرہ: ۱۸۹) وقت سے پہلے اسلامی کیلنڈر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، تعین نہیں کیا جا سکتا ہے، اس لیے ہر مہینے سے متعلقہ عبادت کا یہ تقاضا ہے کہ از سر نو اس ماہ کا چاند دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ چاند دیکھنے کا جو طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رائج تھا اور جدید مشینوں کی ایجاد سے پہلے تک جاری رہا، آج بھی اسی کے مطابق فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ افق کی

(٣٦٧٥) تخريج: حسن لغيره (انظر: ٢١٣٦٥)

(٣٦٧٦) تخريج: حديث صحيح لغيره۔ اخرجه الطبرانی فی "الكبير": ٨٢٣٧ (انظر: ١٦٢٩٦)

قسمیں بنا کر ان میں چاند کو تلاش کرتے رہنا، سمندر کے پانی میں دیکھنے کا اہتمام کرنا، انتہائی حساس دوربینیں استعمال کرنا اورغروبِ آفتاب کے دو دو گھنٹے بعد چاند کے نظر آنے یا نہ آنے کی اطلاع دینا، افق پر بادلوں کے باوجود مختلف طریقوں سے کوشش کرنا، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بظاہر ان سب طریقوں میں تکلف پایا جاتا ہے۔

(۳۶۷۷) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ، فَاَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ۔)) (مسند احمد: ۹۴۵۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے ترک کیا کرو، ہاں اگر بادل کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔''

(۳۶۷۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ۔ (مسند احمد: ۱۴۵۸۰)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

(۳۶۷۹) عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ قَالَ: اَهْلَلْنَا هِلَالَ رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ، قَالَ: فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهُ فَسَاَلَهُ قَالَ هَاشِمٌ: فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ مَدَّ رُؤْيَتَهُ قَالَ: هَاشِمٌ لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ اُغْمِیَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ۔)) (مسند احمد: ۳۰۲۱)

ابو بختری کہتے ہیں: ہم نے ذاتِ عرق کے مقام پر رمضان کا چاند دیکھا، پھر ہم نے ایک آدمی کو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس کے بارے میں سوال کرنے کے لیے بھیجا، جب اس نے سوال کیا: ہاشم کہتے ہیں تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کی رؤیت کو لمبا کر دیا ہے، اگر بادل ہوں تو (شعبان) کی گنتی پوری کر لو۔''

فوائد: ......اس حدیث کے پہلے جملے کے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعبان کی مدت کو رمضان کا چاند نظر آنے تک لمبا کر دیا ہے، یعنی اگر کسی وجہ سے شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن کو اسی ماہ کی ۳۰ تاریخ سمجھ لی جائے۔

(۳۶۸۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: عَجِبْتُ مِمَّنْ يَتَقَدَّمُ الشَّهْرَ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ، اَوْ قَالَ: صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ۔)) (مسند احمد: ۱۹۳۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جو مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی روزے رکھنا شروع کر دیتا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''اس وقت تک روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو۔''

(۳۶۷۷) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۰۸۱ (انظر: ۹۴۷۲)

(۳۶۷۸) اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابويعلى: ۲۲۴۸، والبيهقى: ۴/ ۲۰۶ (انظر: ۱۴۵۲۶)

(۳۶۷۹) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۰۸۸ (انظر: ۳۰۲۱)

(۳۶۸۰) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه النسائى: ۴/ ۱۳۵ (انظر: ۱۹۳۱)

(٣٦٨١) عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقَدَّمُوْا الشَّهْرَ حَتّٰى تُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ أَوْ تَرَوُا الْهِلَالَ وَصُوْمُوْا وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ أَوْ تَرَوُا الْهِلَالَ۔)) (مسند احمد: ١٩٠٣١)

ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزے رکھنا شروع نہ کرو، بلکہ اس وقت روزہ رکھو جب سابقہ مہینے کی گنتی پوری ہو جائے یا چاند نظر آ جائے، پھر روزے جاری رکھو، یہاں تک کہ رمضان کی گنتی پوری کر لو یا چاند دیکھ لو۔“

فوائد: ......اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر (۲۹) تاریخ کو چاند نظر آ جائے تو ٹھیک، وگرنہ (۳۰) دن مکمل ہو جانے کا انتظار کیا جائے۔

(٣٦٨٢) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ، فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ۔)) قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا) إِذَا مَضٰى مِنْ شَعْبَانَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ يَبْعَثُ مَنْ يَنْظُرُ، فَإِنْ رُءِيَ فَذَاكَ، وَإِنْ لَمْ يُرَ وَلَمْ يَحُلْ دُوْنَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ أَوْ قَتَرٌ، أَصْبَحَ مُفْطِرًا وَإِنْ حَالَ دُوْنَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ أَوْ قَتَرٌ أَصْبَحَ صَائِمًا۔ (مسند احمد: ٤٤٨٨)

نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مہینہ تو (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے، لیکن تم اس وقت تک ماہِ رمضان کا روزہ نہ رکھو، جب تک چاند کو نہ دیکھ لو، پھر اس وقت تک روزہ ترک نہ کرو، جب تک (شوال کا) چاند نظر نہ آ جائے، اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کرو۔“ نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ جب شعبان کی (۲۹) تاریخ ہوتی تو وہ چاند دیکھنے کے لیے بعض افراد کو بھیجتے، اگر چاند نظر آ جاتا تو بہتر، اور اگر چاند نظر نہ آتا اور کوئی بادل اور غبار وغیرہ بھی نہ ہوتا تو وہ اگلے دن کا روزہ نہ رکھتے، لیکن اگر مطلع غبار آلود یا بادل والا ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیتے تھے۔

فوائد: ......آخر میں بیان شدہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شک والے دن روزہ رکھنے کے قائل تھے، آنے والے تیسرے باب میں اس مسئلہ کی وضاحت کی جائے گی۔

(٣٦٨٣) عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مہینہ (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے

(٣٦٨١) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٢٦، والنسائي: ٤/ ١٣٥ (انظر: ١٨٨٢٥)

(٣٦٨٢) تخريج: اخرجه مسلم: ١٠٨٠ (انظر: ٤٤٨٨)

(٣٦٨٣) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٠٧، ومسلم: ١٠٨٠ (انظر: ٤٨٦٦)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ)) وَصَفَّقَ بِيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ صَفَّقَ الثَّالِثَةَ وَقَبَضَ إِبْهَامَهُ، (وَفِي رِوَايَةٍ: فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ) فَقَالَتْ عَائِشَةُ رضي الله عنها غَفَرَ اللّٰهُ لِأَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: إِنَّهُ وَهِلَ، إِنَّمَا هَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءَهُ شَهْرًا، فَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ نَزَلْتَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ، فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ٤٨٦٦)

سمجھانے کے لئے دو دفعہ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا اور تیسری دفعہ انگوٹھا بند کر لیا۔ایک روایت میں ہے: جب لوگوں نے یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی تو انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے، ان کو مغالطہ لگ گیا ہے۔اصل بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ کے لئے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کی تھی، آپ (۲۹)ویں دن (بالا خانے سے) نیچے تشریف لے، لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا: آپ ﷺ تو انتیسویں دن نیچے تشریف لے آئے ہیں، (حالانکہ آپ نے تو ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کی تھی)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک یہ مہینہ (۲۹) دنوں کا ہے۔''

فوائد: ......اس حدیث مبارکہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے محسوس ہو رہا ہے کہ مہینہ صرف (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے، اسی چیز کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان پر انکار کیا، لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ مہینہ کبھی (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے اور کبھی (۳۰) دنوں کا، جیسے کہ اگلی حدیث سے واضح ہو رہا ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال بھی یہی تھا۔ بیویوں سے علیحدگی کی وجہ یہ تھی کہ امہات المؤمنین نے نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ کی استطاعت سے بڑھ کر نان ونفقہ کا مطالبہ کیا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ایک ماہ علیحدہ رہنے کی قسم اٹھالی تھی، اس کی تفسیر سورۂ احزاب میں آئے گی۔

(٣٦٨٤) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا۔)) وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ، ((وَالشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا۔)) يَعْنِي تَمَامَ ثَلَاثِيْنَ۔ (مسند احمد: ٥٠١٧)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہم ایک ''اُمّی'' امت ہیں، ہم لکھنا جانتے ہیں نہ حساب کرنا جانتے ہیں، مہینہ اتنے دنوں کا ہوتا ہے اور اتنوں کا اور اتنوں کا۔'' تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے انگوٹھا بند کر لیا، (یعنی ۲۹ دنوں کا)۔ پھر فرمایا: ''مہینہ اتنے دنوں کا ہوتا ہے اور اتنوں کا اور اتنوں کا۔'' یعنی پورے (۳۰) دنوں کا۔

فوائد: ......آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر دس کا اشارہ دے رہے تھے۔

(٣٦٨٤) تخریج: اخرجه البخاري: ١٩١٣، ومسلم: ١٠٨٠ (انظر: ٥٠١٧)

مَا جَاءَ خَاصًّا بِاِكْمَالِ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا اِذَا غُمَّ عَلٰى هِلَالِ رَمَضَانَ

جب بادلوں کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنے کا خصوصی طور پر بیان

(٣٦٨٥) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سَحَابٌ فَكَمِّلُوْا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ، وَلَا تَسْتَقْبِلُوْا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالًا۔)) قَالَ حَاتِمٌ: يَعْنِي عِدَّةَ شُعْبَانَ۔ (مسند احمد: ١٩٨٥)

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے چھوڑا کرو، اگر تمہارے اور چاند کے درمیان بادل حائل ہو جائیں تو سابقہ ماہ کی (تیس کی) گنتی پوری کر لیا کرو، اور (ماہِ رمضان کی آمد سے) بالکل پہلے روزے نہ رکھا کرو۔'' حاتم راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ شعبان کی گنتی پوری کی جائے۔

(٣٦٨٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ، مِثْلُهُ وَفِيْهِ:) فَإِنْ حَالَ دُوْنَهُ غَيَابَةٌ، فَأَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ، وَالشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ۔)) يَعْنِي اَنَّهُ نَاقِصٌ۔ (مسند احمد: ٢٣٣٥)

(دوسری سند) اس میں ہے: ''اگر تمہارے اور چاند کے درمیان کوئی بدلی حائل ہو جائے تو گنتی پوری کر لیا کرو اور مہینہ (۲۹) دن کا بھی ہوتا ہے۔'' یعنی تیس (۳۰) سے ایک دن کم کا بھی ہو جاتا ہے۔

(٣٦٨٧) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ هِلَالِ شَعْبَانَ مَالَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ، ثُمَّ يَصُوْمُ بِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ۔ (مسند احمد: ٢٥٦٧٦)

سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے چاند کا جس قدر خیال رکھتے تھے، اتنا کسی دوسرے مہینہ کے چاند کا نہ رکھتے تھے، پھر جب رمضان کا چاند نظر آ جاتا تو روزہ رکھنا شروع کر دیتے اور اگر مطلع ابر آلود ہوتا تو (شعبان) کی تیس دنوں کی گنتی پوری کر لیتے، اور پھر روزہ شروع کرتے۔

مَا جَاءَ خَاصًّا بِاِكْمَالِ رَمَضَانَ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا اِذَا غُمَّ عَلٰى هِلَالِ شَوَّالٍ

جب بادلوں کی وجہ سے شوال کا چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کرنے کا خصوصی طور پر بیان

(٣٦٨٨) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ

سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے

(٣٦٨٥) تخريج: صحيح۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٢٧، والترمذي: ٦٨٨، والنسائي: ٤/ ١٣٦ (انظر:)

(٣٦٨٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٦٨٧) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٢٥ (انظر: ٢٥١٦١)

(٣٦٨٨) تخريج: اخرجه مسلم: ١٠٨١ (انظر:)

اللّٰهِ ﷺ قَالَ. ((إِذَارَأَيْتُمُ انْهِلَالَ فَصُومُوْا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ، فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا)) (مسند احمد: ٧٥٠٧)

فرمایا: ''تم چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا چھوڑا کرو اور اگر چاند دکھائی نہ دے تو تمیں روزے پورے کیا کرو۔''

(٣٦٨٩) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: ((فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا۔)) (مسند احمد: ١٤٥٨٠)

سیدنا جابر بن عبد اللہ ؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے سابق حدیث کی طرح ایک حدیث بیان کی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ: ''اگر چاند نظر نہ آئے تو تمیں دن شمار کر لیا کرو۔''

(٣٦٩٠) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَاتَقَدَّمُوْا الشَّهْرَ بِيَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ أَحَدُكُمْ صَوْمًا كَانَ يَصُوْمُهُ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَتِمُّوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا، ثُمَّ أَفْطِرُوْا)) (مسند احمد: ١٠٤٥٥)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے مت رکھو، ہاں اگر کوئی ایسا دن آ جائے جس میں تم میں سے کوئی آدمی روزہ رکھا کرتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے، چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا ترک کیا کرو، اگر فضا ابر آلود ہو تو تمیں دن پورے کر کے روزہ ترک کیا کرو۔''

فوائد: …… ماہِ رمضان سے متصل پہلے روزے رکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس کی وضاحت اگلے باب میں ہوگی۔

اِسْتِقْبَالُ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ وَحُكْمُ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ

ماہِ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزے رکھنے اور شک والے دن کا روزہ رکھنے کا بیان

(٣٦٩١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَاتَقَدَّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا رَجُلًا كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ۔)) (مسند احمد: ٧١٩٩)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان سے پہلے ایک دو دنوں کے روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی آدمی کسی متعین دن کا روزہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھ کرلے۔''

فوائد: …… اگر کوئی آدمی پہلے سے عادت کے ساتھ بعض روزے رکھ رہا ہو تو وہ اس مناسبت سے رمضان سے پہلے روزہ رکھ سکتا ہے، مثلا ایک آدمی کی یہ عادت ہو کہ وہ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتا ہو، جبکہ جمعرات کا دن (٢٩) یا (٣٠) شعبان کو آ جائے تو ایسا آدمی روزہ رکھ سکتا ہے۔

(٣٦٨٩) اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابو يعلى: ٢٢٤٨، والبيهقى: ٤/ ٢٠٦ (انظر: ١٤٥٢٦)

(٣٦٩٠) تخريج: اخرجه البخارى: ١٩١٤، ومسلم: ١٠٨٢ (انظر: ١٠٤٥١)

(٣٦٩١) تخريج: اخرجه البخارى: ١٩١٤، ومسلم: ١٠٨٢ (انظر: ٧٢٠٠)

(۳۶۹۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی مُوْسٰی قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ عَنِ الْیَوْمِ الَّذِی یُخْتَلَفُ فِیْهِ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَتْ: لَاَنْ اَصُوْمَ یَوْمًا مِنْ شَعْبَانَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُفْطِرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ وَ اَبَا هُرَیْرَةَ ﷺ فَکُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَالَ: اَزْوَاجُ النَّبِیِّ ﷺ اَعْلَمُ بِذَاكَ مِنَّا۔ (مسند احمد: ۲۵۴۵۸)

عبد اللہ بن ابی موسیٰ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہِ رمضان کے مشکوک دن میں روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا؟ انہوں نے کہا: شعبان کا ایک روزہ رکھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں رمضان کا ایک روزہ ترک کر دوں۔ میں یہ سن کر وہاں سے نکل پڑا اور سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے یہی سوال کیا، انھوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کی بیویاں ان امور کو زیادہ جانتی ہیں۔

فوائد: ......مشکوک دن سے مراد شعبان کی (۳۰) تاریخ والا دن ہے، اس دن کو روزہ رکھنا درست نہیں ہے، اگر شعبان کی (۲۹) تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن کو ہر صورت میں شعبان کی (۳۰) تاریخ سمجھی جائے گی، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بطورِ احتیاط اس دن کو روزہ رکھنے کی قائل تھیں اور درج بالا حدیث میں وہ یہی بات کہنا چاہتی ہیں، لیکن اس باب کی پہلی اور درج ذیل دو احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان سے متصل پہلے رمضان کی مناسبت سے یا احتیاط کے طور پر روزہ رکھنا درست نہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ، وَلَا تَخْلِطُوْا بِرَمَضَانَ، إِلَّا أَنْ یُوَافِقَ ذٰلِكَ صِیَاماً كَانَ یَصُوْمُهُ أَحَدُكُمْ، وَصُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهِ، فَإِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَإِنَّهَا لَیْسَتْ تُغْمٰی عَلَیْكُمُ الْعِدَّةُ۔)) ''رمضان کے لیے شعبان کے چاند (کی تاریخ کو) شمار کر کے رکھو اور اُس کو رمضان کے ساتھ نہ ملا دو، ہاں اگر کوئی آدمی (باقاعدہ کسی مخصوص) دن کا روزہ رکھتا ہو اور وہ اس دن سے موافقت کر جائے (تو روزہ رکھا جا سکتا ہے)۔ چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو، اگر (انتیس تاریخ کی شام کو) چاند بادلوں میں یا کہر میں چھپ جائے تو گنتی تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی (اس کا اعتبار کر کے تیس دن پورے کر لو)۔'' (ترمذی: ۱/ ۱۳۳، صحیحه: ۵۶۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهِ، وَأَفْطِرُوْا الرُّؤْیَتَهُ، فَإِنْ حَالَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُ سَحَابٌ أَوْ ظُلْمَةٌ أَوْ هَبْوَةٌ، فَأَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ، لَاتَسْتَقْبِلُوْا الشَّهْرَ اسْتِقْبَالاً وَلَا تَصِلُوْا رَمَضَانَ بِیَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ۔)) ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔ اگر تمہارے اور چاند کے درمیان بادل، اندھیرا یا گرد و غبار حائل ہو جائے تو پھر (شعبان کی تیس کی) گنتی پوری کر لو۔ مہینے کا استقبال نہ کرو اور نہ ہی رمضان کو شعبان کے دن کے ساتھ ملاؤ۔'' (نسائی: ۱/۳۰۶، صحیحه: ۱۹۱۷)

اس باب سے متعلقہ مزید احادیث اور جمع تطبیق کی صورتیں درج ذیل ہیں: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ

(۳۶۹۲) تخریج: ضعیف۔ اخرجه البیهقی: ٤/ ۲۱۱ (انظر: ۲٤۹٤۵)

زَیْدٍ (وَلَمْ یَقُلِ النَّسَائِیُ: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ) قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَاكَ تَصُوْمُ فِی شَهْرٍ لَمْ أَرَكَ تَصُوْمُ فِی شَهْرٍ مِثْلَ مَاتَصُوْمُ فِیْهِ؟ قَالَ: ((أَیُّ شَهْرٍ؟)) قُلْتُ: شَعْبَانَ. قَالَ: ((شَعْبَانُ بَیْنَ رَجَبَ وَرَمَضَانَ، یَغْفِلُ النَّاسُ عَنْهُ، تُرْفَعُ فِیْهِ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، فَأُحِبُّ أَنْ لَّایُرْفَعَ عَمَلِی إِلَّا وَأَنَا صَائِمٌ۔)) سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، امام نسائی نے ابو ہریرہ کا نام ذکر نہیں کیا، سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ ایک مہینے میں بہت روزے رکھتے ہیں، جبکہ دوسرے کسی ماہ میں اتنے روزے نہیں رکھتے، (کیا وجہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون سا مہینہ؟'' میں نے کہا: شعبان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شعبان، جو رجب اور رمضان کا درمیانی مہینہ ہے، سے لوگ غافل ہوتے ہیں۔ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال (آسمانوں کی طرف) اٹھائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔'' (صحیحہ: ۱۸۹۸، نسائی: ۱/ ۳۲۲)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ (رمضان کے علاوہ) سال کے کسی دوسرے مکمل مہینے کے روزے نہیں رکھتے تھے، مگر شعبان کے، اس ماہ کو تو آپ ﷺ رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔ (ابوداود: ۲۳۳۶، ترمذی: ۷۳۶، نسائی: ۲۱۷۵، ابن ماجہ: ۱۶٤۸) دوسری روایات سے واضح ہوتا ہے کہ مکمل شعبان سے مراد اس مہینے کے اکثر دنوں کے روزے رکھنے ہیں۔

لیکن سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوا.)) ''جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھا کرو۔'' اس حدیث کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کے ساتھ تعارض ہے، اس کی تطبیق یہ دی گئی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے جس کی پندرہ شعبان سے پہلے سے روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو، ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ شعبان کے دوسرے نصف میں بھی روزے نہ رکھے۔

مَنْ یُکْتَفٰی بِشَهَادَتِهٖ بِرُؤْیَةِ الْهِلَالِ فِی الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ
روزہ رکھنے اور ترک کرنے کے بارے میں چاند کی رؤیت کے سلسلے میں کیسے افراد کی گواہی پر اکتفا کیا جائے؟

(۳۶۹۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهُ خَطَبَ فِی الْیَوْمِ الَّذِی یُشَكُّ فِیْهِ، فَقَالَ: اَلَا إِنِّی قَدْ جَالَسْتُ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسَأَلْتُهُمْ، اَلَا وَإِنَّهُمْ حَدَّثُوْنِی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

عبد الرحمٰن بن زید بن خطاب کہتے ہیں: میں نے ایسے دن میں خطبہ دیا کہ جس کے بارے میں یہ شک کیا جا رہا تھا کہ (وہ شعبان کا ہے یا رمضان کا)، میں نے کہا: میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا ہوں اور ان سے سوالات کیے ہیں، انہوں نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چاند دیکھ کر

(۳۶۹۳) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجہ النسائی: ٤/ ۱۳۲ (انظر: ۱۸۸۹۵)

((صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَانْسُكُوْا لَهَا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَتِمُّوْا ثَلَاثِيْنَ، وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ، فَصُوْمُوا وَاَفْطِرُوْا)) (مسند احمد: ١٩١٠١)

روزے رکھا کرو اور چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنا ترک کیا کرو اور اسی کے حساب سے دوسری عبادات ادا کرو، اگر کسی وجہ سے چاند چھپ جائے، تو تیس دن پورے کر لو اور اگر دو مسلمان چاند کے نظر آنے یا نہ آنے کی گواہی دے دیں تو اس بنیاد پر روزہ رکھنا شروع کر دو اور ترک کر دو۔''

(٣٦٩٤) عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَصْبَحَ النَّاسُ لِتَمَامِ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا، فَجَاءَ اَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا اَنَّهُمَا اَهَلَّاهُ بِالْاَمْسِ عَشِيَّةً، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ اَنْ يُفْطِرُوْا۔ (مسند احمد: ١٩٠٢٩)

ایک صحابی سے روایت ہے کہ لوگوں نے رمضان کی تیس تاریخ کو روزے کی حالت میں صبح کی، اتنے میں دو بدو آئے اور انھوں نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا تھا، اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اسی وقت روزہ افطار کرنے کا حکم دے دیا۔

(٣٦٩٥) عَنْ اَبِي عُمَيْرِ بْنِ اَنَسٍ حَدَّثَنِي عُمُوْمَةٌ لِي مِنَ الْاَنْصَارِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: غُمَّ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَاَصْبَحْنَا صِيَامًا، فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُفْطِرُوْا مِنْ يَوْمِهِمْ وَاَنْ يَخْرُجُوْا لِعِيْدِهِمْ مِنَ الْغَدِ۔ (مسند احمد: ٢٠٨٦٠)

ابو عمیر بن انس کہتے ہیں: مجھے میرے انصاری چچوں، جو کہ صحابہ میں سے تھے، نے بیان کیا کہ (٢٩ رمضان کو) ان کو شوال کا چاند نظر نہ آیا، اس لیے لوگوں نے صبح کو روزہ رکھ لیا، پھر دن کے پچھلے پہر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ گواہی دی کہ انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور اگلے دن عید کے لیے نکلیں۔

فوائد: ......ان احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر چاند کی خبر ملنے پر نماز عید کا وقت ختم ہو چکا ہو تو دوسرے دن یہ نماز ادا کی جائے گی۔

(٣٦٩٦) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ عُمُوْمَةً لَهُ شَهِدُوا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى رُؤْيَةِ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے چچوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس چاند نظر آ جانے کی گواہی دی، اس

(٣٦٩٤) تخریج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٣٩ (انظر: ١٨٨٢٣)
(٣٦٩٥) اسناده جيّد۔ اخرجه ابوداود: ١١٥٧، والنسائی: ٣/ ١٨٠، وابن ماجه: ١٦٥٣ (انظر: ٢٠٥٨٤)
(٣٦٩٦) صحيح لغيره۔ اخرجه البزار: ٩٧٢، وابن حبان: ٣٤٥٦، والبيهقی: ٤/ ٢٤٩ (انظر: ١٣٩٧٤)

الْهِلَالِ، فَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوْا وَأَنْ يَخْرُجُوْا لِعِيْدِهِمْ مِنَ الْغَدِ۔ (مسند احمد:۱۴۰۱۹)

لیے آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور کل کو عید کے لیے نکلیں۔

(۳۶۹۷) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: كُنْتُ مَعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ هِلَالَ شَوَّالٍ۔ فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْطِرُوْا۔ (مسند احمد: ۱۹۳)

عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں: میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا کہ اس نے کل شوال کا چاند دیکھ لیا تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! روزہ توڑ دو۔

فوائد: ......اس باب کی صحیح اور مرفوع احادیث سے معلوم ہوا کہ رؤیتِ ہلال کے لیے کم از کم دو عادل مسلمانوں کی شہادت ضروری ہے، لیکن درج ذیل حدیث سے ایک مسلمان کی شہادت کی قبولیت کا ثبوت مل رہا ہے:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي رَأَيْتُهُ، فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ۔ لوگوں نے (رمضان کا) چاند دیکھنے کی کوشش کی، میں نے اللہ کے رسول کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے، پس آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (ابوداود: ۲۳۴۲)

اب رؤیتِ ہلال کے لیے ایک شخص پر اعتبار کیا جائے یا دو کی گواہی ضروری ہے، اس بارے میں کل تین آراء سامنے آ گئیں:

(۱) ایک مسلمان کی شہادت بھی جائز اور درست ہے، کیونکہ جن احادیث میں دو افراد کی گواہی کا حکم دیا ہے گیا، ان کا مفہوم یہ ہے کہ ایک کی شہادت قبول نہ کی جائے، جبکہ مذکورہ بالا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا منطوق یہ ہے کہ ایک کی گواہی بھی قبول کی جا سکتی ہے اور اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب مفہوم اور منطوق میں تضاد آ جائے تو منطوق کو ترجیح دی جائے گی۔

(۲) دو افراد کی شہادت ضروری ہے، جیسا کہ اس باب کی احادیث کا تقاضہ ہے، جن احادیث میں ایک فرد کی گواہی کا ذکر ہے، اِن کے نزدیک ان کی تاویل کی جاتی ہے کہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو دوسرے لوگوں نے بھی چاند کے نظر آنے کی اطلاع دی ہو۔

(۳) ابتدائے رمضان کے لیے ایک فرد کی شہادت کافی ہے، لیکن انتہائے رمضان کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، تاکہ جھوٹ کی تہمت کا شبہ دور ہو جائے، کیونکہ طبعی طور پر لوگوں کا میلان یہ ہوتا ہے کہ رمضان (۲۹) تاریخ

(۳۶۹۷) تخريج: اسناده ضعيف، لضعف عبد الاعلى بن عامر الثعلبي، ثم هو منقطع، عبد الرحمن بن ابي ليلى لم يسمع من عمر رضی اللہ عنہ، قوله في هذا الحديث "كنت مع عمر......" وهم من عبد الاعلى۔ اخرجه البيهقي: ٤/ ٢٤٩، والدارقطني: ٢/ ١٦٨، والبزار: ٢٤٠ (انظر: ١٩٣)

کی شام کو ہی ختم ہو جائے۔ ہمارے نزدیک پہلا قول راجح ہے، دوسرے مسلک والوں نے ایک فرد کی شہادت والی احادیث کی جو تاویل کی ہے، یہ خواہ مخواہ کا احتمال ہے، اِن احادیث کے ظاہری الفاظ اس کی اجازت نہیں دیتے، اسی طرح رمضان کی ابتداء وانتہاء میں فرق کرنا بلا دلیل ہے، جیسے ایک فرد کی شہادت کی بنا پر رمضان کو شروع کیا جا سکتا ہے، اسی طرح ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔

عادل: اس شخص کو عادل کہتے ہیں، جو مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو اور فسق و فجور سے محفوظ ہو۔

اِذَا رُؤِيَ الْهِلَالُ فِيْ بَلَدٍ دُوْنَ غَيْرِهٖ هَلْ يَلْزَمُ بَقِيَّةَ الْبِلَادِ الصَّوْمُ أَمْ لَا؟

اس بات کا بیان کہ جب ایک علاقے میں چاند نظر آ جائے اور دوسرے میں نہ آئے تو کیا دوسرے علاقے والوں کے لیے روزہ رکھنا لازم ہوگا یا نہیں؟

تنبیه: یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے، بالخصوص اس دور میں، جس میں ملکوں کی تقسیم کو بڑا امتیاز مسئلہ سمجھ لیا گیا ہے، اس معاملے میں ایک ایک ملک کے باشندے حتمی فیصلہ نہ کر سکے اور ان کی بڑی بڑی عبادات کے شروع ہونے میں فرق آ گیا۔

(۳۶۹۸) عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَاَنَا بِالشَّامِ فَرَاَيْنَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ، فَسَاَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ: مَتٰى رَاَيْتُمُوْهُ؟ فَقُلْتُ: رَاَيْنَا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: اَنْتَ رَاَيْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ، فَقَالَ: لٰكِنَّا رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰى نُكْمِلَ ثَلَاثِيْنَ اَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ: اَوَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ؟ فَقَالَ: لَا، هٰكَذَا اَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ۔ (مسند احمد: ۲۷۸۹)

کریب کہتے ہیں: سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے مجھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف شام میں بھیجا، میں وہیں تھا کہ ماہِ رمضان کا چاند نظر آ گیا، ہم نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا تھا، میں اسی مہینے کے آخر میں مدینہ منورہ واپس آ گیا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کچھ امور کے بارے میں پوچھا اور پھر چاند کا ذکر ہونے لگا، انھوں نے مجھ سے کہا: تم نے کب چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا: جمعہ کی رات کو دیکھا تھا، انھوں نے کہا: تو نے خود بھی دیکھا تھا، میں نے کہا: جی ہاں اور لوگوں نے بھی دیکھا تھا، پھر سب لوگوں نے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا تھا۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: لیکن ہم نے ہفتہ کی شام کو دیکھا تھا، اس لیے ہم تو روزہ رکھتے رہیں گے، یہاں تک تیس دن پورے ہو جائیں یا چاند نظر آ جائے، میں نے کہا: کیا آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور روزے کو معتبر نہیں سمجھیں گے؟ انھوں نے کہا: یہ بات نہیں ہے، اصل میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۳۶۹۸) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۸۷ (انظر: ۲۷۸۹)

فوائد: …… یہ بات تو سمجھ آ گئی کہ شام میں جمعہ کی شام کو اور مدینہ میں ہفتہ کی شام کو چاند دیکھا گیا تھا، جبکہ اس وقت اور عرصۂ دراز سے شام اور سعودی عرب چاند کی تاریخ کے سلسلے میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول ''یہ بات نہیں ہے، اصل میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔'' سے کیا مراد ہے؟ اگرچہ اس کے بارے میں مختلف باتیں کی گئی ہیں، لیکن زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ ان کی مراد آپ ﷺ کی یہ حدیث تھی: ((لَاتَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ۔)) ''تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو، اس طرح اس وقت تک روزہ نہ چھوڑو، جب تک چاند نظر نہ آ جائے۔'' اس حدیث سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ استدلال کیا کہ ہم خود چاند دیکھ کر فیصلہ کریں گے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ رؤیتِ ہلال کا فیصلہ کیسے کیا جائے؟ ہماری مراد یہ ہے کہ اگر ایک ملک کے مسلمانوں کو چاند نظر آ جاتا ہے تو ان ممالک کے باشندے کیا کریں گے، جن میں کوشش کے باوجود چاند نہیں دیکھا جا سکا؟

سب سے پہلے دو تنبیہات پیش کرنا ضروری ہیں:

(أ) جن احادیث میں رمضان کی ابتداء وانتہاء کے لیے چاند کو معیار قرار دینے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر (٣٦٧٦) والے باب اور اس کے بعد والے دو ابواب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے، گزارش ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کی جماعت کو دیا گیا ہے، نہ کہ ہر ملک والوں کو علیحدہ علیحدہ، اگر ایک علاقے والے چاند دیکھ لیتے ہیں تو دوسروں پر بھی لازم ہو جائے گا کہ وہ ان مسلمانوں کی شہادت قبول کر کے چاند کے نظر آ جانے کا اعلان کریں۔

(ب) عصر حاضر میں مختلف ممالک کی حدبندی کا رؤیتِ ہلال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ انڈیا کے مسلمان تب روزہ رکھیں گے، جب انڈیا میں چاند نظر آئے گا، پاکستان کو لوگ تب عید منائیں گے، جب پاکستان میں چاند نظر آئے اور ایران کے باشندے دس ذوالحجہ کو تب قربانی کریں گے، جب ایران میں چاند نظر آئے گا۔ تقریباً پندرہ سولہ برس پہلے کی بات ہے کہ انڈیا میں عید الفطر کا چاند نظر آ گیا تھا، لیکن اہل پاکستان نے چاند نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے عید الفطر کا اعلان نہیں کیا تھا، اب ٢٠١٢ء ہے۔

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ رؤیتِ ہلال کے بارے میں زیادہ سے زیادہ درج ذیل دو آراء میں سے کسی ایک کا سہارا لیا جا سکتا ہے:

(اول) مطلع کے فرق کو مدنظر رکھ کر زمین کے خطوں کا تعین کر لیا جائے، مثلاً اگر سعودی عرب میں چاند نظر آ جاتا ہے تو دو چیزیں سامنے آئیں گی، مغرب کی سمت کے تمام ممالک میں چاند کے نظر آ جانے کا اعلان کر دیا جائے، اگرچہ وہاں نظر نہ بھی آئے، لیکن مشرق کی طرف والا معاملہ تھوڑا مختلف ہے، دیکھا جائے کہ چاند نظر آنے کے بعد کتنی دیر کے بعد غروب ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک گھنٹہ تک چاند مطلع پر موجود رہتا ہے، تو سعودی عرب سے مشرق کی طرف جن جن ممالک کا فرق ایک گھنٹے سے کم ہو، وہاں رؤیتِ ہلال کا اعلان کر دیا جائے، کیونکہ ان علاقوں میں چاند موجود تھا،

لیکن وہ دیکھ نہ پائے۔

اس نظریے کا یہ تقاضا بھی ہے کہ پاکستان اور سعودیہ کے مابین چاند کی تاریخ میں دو دنوں کا فرق نہیں پڑ سکتا، کیونکہ اگر پاکستان میں رمضان کی (۲۸) تاریخ ہو اور سعودی عرب میں (۲۹)، جبکہ سعودی عرب میں اسی تاریخ کو چاند نظر آ جائے، تو دوسرے دن اہل پاکستان کو رؤیت ِ ہلال کا اعلان کر دینا چاہیے، کیونکہ سعودی عرب میں چاند نظر آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ چاند افق پر موجود ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ دوسرے دن اہل پاکستان کو نظر آ جائے۔

(دوم) جب کسی ایک علاقے کے مسلمان رؤیت ِ ہلال کی شہادت دے دیں، تو تمام اسلامی ممالک چاند کے نظر آنے کا اعلان کر دیں، جیسا کہ شیخ البانی ‫رحمہ اللہ‬ کہتے ہیں: اس بحث سے مسلمانوں کی ایک بڑی مشکل آسان ہو سکتی ہے، اور وہ ہے مختلف مطالع کی وجہ سے ہلال رمضان کے نظر آنے یا نہ آنے میں باہمی اختلاف۔ ظاہر بات ہے کہ اگر چاند ایک علاقے میں نظر آ جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ ہر علاقے والے اس کو دیکھ سکیں۔ مثلا: اگر چاند مغرب میں نظر آتا ہے تو ناممکن ہوگا کہ تمام مشرق والوں کو بھی نظر آ سکے۔ کچھ علمائے اسلام کا یہ خیال ہے کہ درج ذیل حدیث: ((...... صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ......)) (صحیحہ: ۵۶۵) ...... ''چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو۔''

اپنے عموم پر باقی ہے اور مختلف مطالع کے ساتھ اس کو مقیّد کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ مطالع کا سلسلہ غیر محدود اور غیر معین ہے، شرعاً اور عقلاً یہی بات درست معلوم ہوتی ہے، لہٰذا اس حدیث کو مقید کر دینا درست نہیں ہے، جبکہ عصرِ حاضر میں تو یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ایک ملک میں چاند نظر آ جاتا ہے تو میڈیا کے ذریعے تمام اسلامی ممالک کو مطلع کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں جس کو رؤیت ِ ہلال کی خبر ہوگی، وہ روزہ رکھے گا، اگرچہ یہ خبر کیم رمضان کو غروبِ آفتاب سے کچھ وقت پہلے موصول ہو، اس پر کوئی قضا نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے اپنی استطاعت کے مطابق اس واجب کو ادا کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ وہ کسی کی طاقت سے بڑھ کر اس کو تکلیف نہیں دیتا۔ بہرحال ہمارا خیال ہے کہ تمام اسلامی حکومتیں روزہ رکھنے اور عید منانے کے دن کو متحد و مربوط کریں، جیسا کہ حج کا معاملہ ہے، ہم یہ نہ دیکھنے پائیں کہ کسی علاقے والے اپنے ملک کے ساتھ اور دوسرے علاقے والے دوسرے ملک کے ساتھ روزہ رکھ رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے، جو توفیق دیتا ہے۔ (صحیحہ: ٢٦٢٤) مؤخر الذکر نظریہ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے، یہی سہولت آمیز اور اتحاد بین المسلمین کی علامت ہے، حدیث نمبر (۳۶۹۵) سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب قافلے والوں نے دن کے پچھلے پہر یہ شہادت دی کہ انھوں نے تو کل شام کو چاند دیکھ لیا تھا تو آپ ‫صلی اللہ علیہ وسلم‬ نے لوگوں کو روزہ توڑ دینے کا اور اگلے دن نمازِ عید کے لیے جانے کا حکم دیا اور آپ ‫صلی اللہ علیہ وسلم‬ نے اس قافلے سے نہ یہ تفصیل پوچھی کہ انھوں نے کس مقام پر چاند دیکھا تھا اور نہ مطلع کے اختلاف کے مسئلہ کی وضاحت کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حج تو ایک جگہ ہوتا ہے اور تمام مسلمان مکہ میں جا کر حج کرتے ہیں۔ یہ واضح اور ایک وقت میں حج میں کوئی رکاوٹ اور الجھن نہیں۔ لیکن پوری دنیا میں تمام مسلمانوں کا ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ہی چھوڑنا کیسے ممکن ہے۔ جبکہ مختلف

ممالک میں چاند طلوع ہونے کے اوقات مختلف ہیں اور ایک یا دو دن کا فرق بھی عام ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس معاملہ میں اتحاد ممکن نہیں لہٰذا حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے ہر ہر علاقے کی اپنی اپنی رؤیت کا اعتبار ہونا چاہیے۔ (عبداللہ رفیق)

قافلے والوں نے رات چاند دیکھا اور اگلے دن مدینہ پہنچ کر چاند طلوع ہونے کی خبر دی۔ ظاہر ہے کہ قافلوں کا سفر عام طور پر اونٹوں وغیرہ پر ہوتا تھا۔ ہوائی جہازوں کی رفتار کی طرح تو نہیں ہوتا تھا۔ وہ رات سے اگلے دن تک کتنا سفر طے کر کے آئے ہوں گے۔ یہ واضح تھا اور اس سے اختلاف مطالع کی صورت نہیں بنتی تھی۔ اس لیے آپ نے وضاحت کرانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اب اس صورت حال سے پوری دنیا کے اندر ایک وقت میں چاند کے طلوع ہونے کا اعتبار کر لینا عقلی طور پر بہت زیادہ بعید ہے۔ اور واقعاتی طور پر ایسا ہونا ناممکن ہے۔ بشریت نے تمام مسلمانوں کو ایک ہی دن روزہ رکھنے اور ایک ہی دن چھوڑنے کا مکلف بنایا بھی نہیں۔ شرعی لحاظ سے ایک چیز کی پابندی نہیں اور واقعاتی لحاظ سے پوری دنیا میں ایک وقت میں چاند کا طلوع ہونا ممکن بھی نہیں تو پھر اس معاملہ میں زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (عبداللہ رفیق)

مَا جَاءَ خَاصًّا بِنَقْصِ الشَّهْرِ مَعَ قَوْلِهِ ﷺ: ((شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ))

خاص طور پر مہینے کا (۲۹) دنوں کا ہونے اور آپ ﷺ کے فرمان ''دو مہینے ناقص نہیں ہوتے'' کے درمیان جمع و تطبیق کا بیان

(۳۶۹۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((تَمَّ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ۱۸۸۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام، نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: ''یہ مہینہ (۲۹) دن کا پورا ہو چکا ہے۔''

فوائد: ...... پوری حدیث یوں ہے: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: هَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءَهُ شَهْرًا، فَلَمَّا مَضٰى تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ، اَتَاهُ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ: قَدْ بَرَّتْ يَمِيْنُكَ وَقَدْ تَمَّ الشَّهْرُ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لی تھی، جب (۲۹) دن گزر گئے تو جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ''آپ کی قسم پوری ہوگئی ہے، کیونکہ مہینہ گزر گیا ہے۔ (مسند احمد: ۱/ ۲۳۵)

(۳۷۰۰) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قِيْلَ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رُؤِيَ هٰذَا الشَّهْرُ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ، قَالَتْ: وَمَا

سعید کہتے ہیں: کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المومنین! اس ماہ کا چاند تو (۲۹) تاریخ کو نظر آ گیا ہے۔ انہوں نے کہا: تمہیں اس پر تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ میں نے رسول

(۳۶۹۹) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه النسائي: ٤/ ١٣٨ (انظر: ١٨٨٥)

(۳۷۰۰) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه البيهقي: ٤/ ٢٥٠، والدارقطني: ٢/ ١٩٨، والطبراني في "الاوسط": ٥٢٤٥ (انظر: ٢٤٥١٨)

يُعْجِبُكُمْ مِنْ ذَاكَ؟ لَمَا صُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ اَكْثَرُ مِمَّا صُمْتُ ثَلَاثِيْنَ۔ (مسند احمد: ۲۰۰۲۳)

اللہ ﷺ کے ساتھ جو روزے رکھے، ان میں (۳۰) ایام کی بہ نسبت (۲۹) دن والے رمضان کے مہینے زیادہ تھے۔

(۳۷۰۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ: مَا صُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ اَكْثَرُ مِمَّا صُمْتُ مَعَهُ ثَلَاثِيْنَ۔ (مسند احمد: ۳۷۷٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو روزے رکھے، ان میں (۳۰) دنوں کی بہ نسبت (۲۹) ایام والے رمضان کے مہینے زیادہ تھے۔

فوائد: ...... یوں تو اسلامی مہینہ (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے یا (۳۰) دنوں، درج بالا روایات اور تجربات سے معلوم ہوا کہ رمضان اور ذوالحجہ بھی (۲۹،۲۹) اور (۳۰،۳۰) دنوں کے ہوتے رہتے ہیں، تو پھر درج ذیل حدیث کا کیا معنی ہوگا۔

(۳۷۰۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((شَهْرَانِ لَايَنْقُصَانِ، فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عِيْدٌ، رَمَضَانُ وَذُوْالْحِجَّةِ)) (مسند احمد: ۲۰۷۵۹)

سیدنا ابو بکرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دو مہینے ناقص نہیں ہوتے، ان میں سے ہر ایک میں عید ہوتی ہے، وہ رمضان اور ذوالحجہ ہیں۔''

فوائد: ......عید الفطر کا مہینہ شوال ہے، نہ کہ رمضان، چونکہ یہ عید رمضان کی مناسبت کی وجہ سے اور رمضان کے متصل بعد ہوتی ہے، اس لیے رمضان کو عید والا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ رمضان اور ذوالحجہ ناقص نہیں ہوتے، اس جملے کے مختلف مفاہیم بیان کیے گئے ہیں، درج ذیل دو اقوال زیادہ معتبر ہیں:

(۱) ان کی بیان شدہ فضیلت اور اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ (۲۹) دنوں کے ہوں یا (۳۰) کے۔

(۲) آپ ﷺ کا مقصود ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے گئے اعمال کی فضیلت بیان کرنا ہے، یعنی ان کا اجر و ثواب بھی ماہِ رمضان سے کم نہیں ہوتا۔

(۳۷۰۱) تخریج: حسن لغیرہ۔ اخرجه ابوداود: ۲۳۲۲، والترمذی: ٦٨٩ (انظر: ۳۷۷٦)

(۳۷۰۲) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۱۲، ومسلم: ۱۰۸۹ (انظر: ۲۰٤۸٥)۔ اخرجه (انظر:)

وُجُوبُ النِّيَّةِ فِي الصَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ وَحُكْمُ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الصَّوْمُ فِي أَثْنَاءِ الشَّهْرِ أَوِ الْيَوْمِ

رات کو روزے کی نیت کر لینے کے وجوب اور اس شخص کے حکم کا بیان کہ جس پر رمضان کے مہینے یا اس کے کسی دن کے دوران روزے فرض ہو جاتے ہیں

(۳۷۰۳) عَنْ حَفْصَةَ (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَ رضی اللہ عنہا) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ مَعَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ.)) (مسند احمد: ٢٦٩٨٩)

زوجۂ رسول سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے فجر کے ساتھ روزے کی نیت نہیں کی، اس کا کوئی روزہ نہیں ہوگا۔''

فوائد: ......ابوداود اور ترمذی میں ''مَعَ الْفَجْرِ'' کی بجائے ''قَبْلَ الْفَجْرِ'' کے الفاظ ہیں۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کرے گا، اس کا روزہ نہیں ہوگا، لیکن اگلی روایات اور ان کی شرح سے یہ معلوم ہوگا کہ اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے، جس نے فرضی روزہ رکھنا ہو اور اس کو اس روزے کا علم بھی ہو اور وہ جاگ بھی رہا ہو۔ مزید آپ بغور اگلی روایات اور ان کی شرح کا مطالعہ کریں گے۔

(۳۷۰٤) عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْتِيَهَا وَهُوَ صَائِمٌ، فَيَقُوْلُ: ((أَصْبَحَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ تُطْعِمُوْنِيْهِ؟)) فَتَقُوْلُ: لَا، مَا أَصْبَحَ عِنْدَنَا شَيْءٌ كَذَاكَ، فَيَقُوْلُ: ((إِنِّي صَائِمٌ.)) ثُمَّ جَاءَهَا بَعْدَ ذَلِكَ (وَفِي رِوَايَةٍ: ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا آخَرَ) فَقَالَتْ: أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ فَخَبَأْنَاهَا لَكَ، قَالَ: ((مَا هِيَ؟)) قَالَتْ: حَيْسٌ، قَالَ: ((قَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا.)) فَأَكَلَ. (مسند احمد: ٢٤٧٢٤)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں میرے ہاں تشریف لاتے اور پوچھتے: ''تمہارے ہاں کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے کھلا سکو؟ میں کہتی: جی نہیں، ہمارے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے، یہ سن کر آپ ﷺ فرماتے: ''تو پھر میں روزے دار ہوں۔'' پھر ایک دن آپ ﷺ میرے پاس آئے اور میں نے کہا: ہمیں ایک ہدیہ دیا گیا تھا، ہم نے آپ کے لیے چھپا رکھا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' میں نے کہا: حَیس ہے، (یعنی کھجور، گھی اور پنیر کا حلوہ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج تو میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے اسے کھا لیا۔

فوائد: ......سنن نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب آپ ﷺ نے وہ کھانا کھا لیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو

(۳۷۰۳) تخريج: اسناده ضعيف، فيه ابن لهيعة سيىء الحفظ، ثم انه اختلف عليه۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٥٤، والترمذي: ٧٣٠، والنسائي: ٤/ ١٩٦، وابن ماجه: ١٧٠٠ (انظر: ٢٦٤٥٧)

(۳۷۰٤) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٥٤ (انظر: ٢٤٢٢٠)

بڑا تعجب ہوا اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے پاس روزے کی حالت میں تشریف لائے، لیکن آپ ﷺ نے حَیس کھا لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، یَا عَائِشَةُ! اِنَّمَا مَنْزِلَةُ مَنْ صَامَ فِیْ غَیْرِ رَمَضَانَ أَوْ غَیْرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ اَوْ فِیْ التَّطَوُّعِ بِمَنْزِلَةِ رَجُلٍ اَخرجَ صَدَقَةَ مَالِهِ فَجَادَ مِنْهَا بِمَا شَاءَ فَاَمْضَاهُ وَبَخِلَ مِنْهَا بِمَا بَقِیَ فَاَمْسَکَهُ۔)) ''جی ہاں، عائشہ! جس آدمی نے رمضان اور قضائے رمضان کے علاوہ کوئی نفلی روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال میں سے صدقہ کے لیے (کچھ رقم) نکالے، لیکن پھر اس میں سے جتنی مقدار چاہے صدقہ کر دے اور جتنی مقدار چاہے روک لے۔'' نسائی کی ایک اور روایت میں ہے: فَاَکَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّمَا مِثْلُ صَوْمِ الْمُتَطَوِّعِ مِثْلُ الرَّجُلِ یُخْرِجُ مِنْ مَالِهِ الصَّدَقَةَ فَاِنْ شَاءَ اَمْضَاهَا وَاِنْ شَاءَ حَبَسَهَا۔) پس آپ ﷺ نے وہ کھانا کھایا اور فرمایا: ''نفلی روزہ رکھنے والے کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال سے صدقہ کے لیے کچھ مال نکالتا ہے، لیکن پھر چاہے تو اسے صدقہ کر دے اور چاہے تو روک لے۔'' اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی صدقہ کی نیت سے اپنے مال میں سے کچھ مال علیحدہ کرتا ہے، لیکن ابھی تک اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سارے معین مال کا صدقہ کر دے یا سارے کو روک لے، یا کچھ روک لے اور کچھ صدقہ کر دے۔ بالکل اسی طرح نفلی روزہ رکھنے والے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ روزہ توڑ بھی سکتا ہے اور پورا بھی کر سکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت طلوع فجر کے بعد بھی کسی جا سکتی ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہوگا کہ متعلقہ آدمی نے سحری سے لے کر اس وقت تک کھایا پیا نہ ہو اور دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نفلی روزہ بلا عذر توڑا جا سکتا ہے، اگرچہ افضل یہی ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔

درج ذیل احادیث میں ایک انتہائی مسئلے کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ جس آدمی پر سحری کے وقت کے گزر جانے کے بعد روزہ فرض ہو، مثلا: سحری کا وقت گزر جانے کے بعد کسی وقت میں پاگل کی دیوانگی کا دور ہو جانا، بچے کا بالغ ہو جانا، کافر کا مشرّف باسلام ہونا اور رمضان کے چاند کے نظر آنے کی اطلاع موصول ہونا، ایسی صورتوں میں متعلقہ لوگ کیا کریں گے؟ درج ذیل احادیث میں ان سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۷۰۵) عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَکْوَانَ قَالَ: سَاَلْتُ الرُّبَیِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رضی اللہ عنہا عَنْ صَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ: ((مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمْ صَائِمًا؟)) قَالَ: قَالُوْا: مِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ، قَالَ: ((فَاَتِمُّوا بَقِیَّةَ یَوْمِکُمْ وَاَرْسِلُوْا اِلٰی مَنْ

خالد بن ذکوان کہتے ہیں: میں نے سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے یوم عاشور کے روزے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن پوچھا تھا: ''تم میں سے کس کس نے روزہ رکھا ہوا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہوا ہے اور کسی نے نہیں رکھا ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بقیہ دن کا روزہ پورا کرو اور مدینہ

(۳۷۰۵) اسناده ضعیف لضعف علی بن عاصم الواسطی، لکن انظر الحدیث بالطریق الثانی (انظر: ۲۷۰۲٦)

حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ فَلْيُتِمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ۔)) (مسند احمد: ٢٧٥٦٦)

منورہ کے گرد و نواح میں بھی اعلان کرا دو کہ وہ بھی بقیہ دن کا روزہ رکھ لیں۔

(٣٧٠٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: حَدَّثَتْنِي رُبَيِّعُ بِنْتُ مُعَوِّذٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ قُرَى الْاَنْصَارِ قَالَ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ اَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ عَشِيَّةِ يَوْمِهِ۔)) (مسند احمد: ٢٧٥٦٥)

(دوسری سند) سیدہ ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی بستیوں میں یہ اعلان کرنے کے لیے ایک بندے کو بھیجا: ''جس نے روزہ رکھا ہوا ہو، وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے کچھ کھا پی لیا ہو، وہ بھی دن کے پچھلے پہر یعنی بقیہ حصے کا روزہ رکھ لے۔''

(٣٧٠٧) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ٨٧٠١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے گزشتہ حدیث جیسی حدیث بیان کی ہے۔

(٣٧٠٨) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبِي الْمِنْهَالِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْخُزَاعِيِّ عَنْ عَمِّهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِاَسْلَمَ: ((صُوْمُوا الْيَوْمَ۔)) قَالُوْا: اِنَّا قَدْ اَكَلْنَا قَالَ: ((صُوْمُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ۔)) يَعْنِي يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ۔ (مسند احمد: ٢٠٥٩٥)

ابو منہال عبد الرحمٰن اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یوم عاشورا کو بنو اسلم کے قبیلہ کے لوگوں سے فرمایا: ''آج روزہ رکھو۔'' انہوں نے کہا: ہم نے تو کھا پی لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بقیہ دن کا روزہ رکھ لو۔''

فوائد:...... شیخ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیثِ مبارکہ دو اہم فوائد پر مشتمل ہے:

(اول):...... ابتدائے اسلام میں عاشورا (محرم کی دس تاریخ) کا روزہ فرض تھا، جیسا کہ اس کے لیے کیے گئے اہتمام اور کھانا کھا لینے والوں کو دن کے باقی حصے کا روزہ رکھنے کے حکم سے عیاں ہو رہا ہے، کیونکہ نفلی روزے میں اس قسم کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا کہ صبح کھانا کھا لینے کے بعد اس کی تکمیل کی جائے، جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے (تہذیب السنن: ۳/ ۳۲۷) میں اس کی وضاحت کی ہے۔ نیز اس موضوع کی دیگر احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عاشورا کا روزہ فرض تھا، رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشورا کا روزہ مستحب قرار دیا گیا۔

(دوم):...... جس آدمی پر روزہ سحری کے وقت کے گزر جانے کے بعد فرض ہو، مثلا: سحری کا وقت گزر جانے کے بعد کسی وقت پاگل کی دیوانگی کا دور ہو جانا، بچے کا بالغ ہو جانا، کافر کا مشرّف باسلام ہونا اور رمضان کے چاند کے نظر

(٣٧٠٦) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٦٠، ومسلم: ١١٣٦ (انظر: ٢٧٠٢٥)

(٣٧٠٧) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ٨٧١٦)

(٣٧٠٨) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٤٧، والنسائي: ٢٨٥٠ (انظر: ٢٠٣٢٩)

آنے کی اطلاع موصول ہونا۔ ان تمام صورتوں میں ان تمام افراد پر جب روزہ فرض ہوگا، اسی وقت ان کا نیت کر لینا کافی ہوگا، اگرچہ انھوں نے کھا پی بھی لیا ہو، مجبوری کی یہ حالتیں درج ذیل حدیث سے مستثنی ہوں گی: ((مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ۔)) ''جس نے طلوع فجر سے پہلے پہلے روزے کی نیت نہ کی، اس کا کوئی روزہ نہیں ہوگا۔'' یہ صحیح حدیث ہے، میں نے (صحيح أبي داود: ۲۱۱۸) میں اس کی تحقیق پیش کی ہے۔ ہم نے اس حدیث سے جو استدلال پیش کیا ہے، امام ابن حزم، امام ابن تیمیہ امام شوکانی اور دیگر محققین کی بھی یہی رائے ہے۔

اعتراض: ......اس حدیث کا تعلق تو یوم عاشورا سے ہے، جبکہ اس سے استدلال کر کے رمضان کے بارے میں جو دعوی پیش کیا گیا ہے، وہ عام ہے؟

جواب: ......لفظوں کی حد تک یہ اعتراض درست ہے، حقیقت یہ ہے کہ عاشورا کا روزہ بھی فرض تھا اور رمضان کے روزے بھی فرض ہیں، دونوں کا مشترک وصف فرضیت ہے، اس لیے ہمارا استدلال درست ہے۔ ابوالحسن سندھی نے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں کہا: جو احادیث عاشورا کے روزے کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے، جس کے مطابق آپ ﷺ نے اس روزے کا اتنا اہتمام کیا کہ اس سے اس کا فرض ہونا لازم آتا ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ دوسری احادیث اس روزے کے منسوخ ہونے کی شہادت دیتی ہیں اور اس کی منسوخیت پر علمائے امت کا اتفاق ہے۔ لیکن اس روزے کے منسوخ ہونے کے باوجود اس سے یہ استدلال کرنا درست ہے کہ دن کو فرضی روزے کی نیت کی جا سکتی ہے۔ اس استدلال کے جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ عاشورا کا روزہ تو منسوخ ہو چکا ہے، اس لیے اس حدیث سے کوئی استدلال کرنا بے معنی ہوگا، کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دو امور پر دلالت کرتی ہے:

(۱) عاشورا کا روزہ فرض ہے اور

(۲) دن کو بھی فرضی روزے کی نیت کی جا سکتی ہے۔

پہلا حکم منسوخ ہو چکا ہے، لیکن اس کے نسخ سے دوسرے حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا۔

ابھی تک ایک مسئلہ باقی ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں پر رات کو روزے کی نیت کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے، جب ان کو روزے کا علم ہو، اگر طلوع فجر کے بعد دن کے کسی حصے میں پتہ چلے کہ آج تو یکم رمضان ہے، تو ایسی صورت میں اسی وقت نیت کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اگر رات کو ہی رمضان کا چاند نظر آنے کا علم ہو جائے تو سحری سے پہلے روزے کی نیت کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ مختلف نصوصِ شرعیہ میں یہی جمع و تطبیق حق ہے۔ امام ابن حزم کی (المحلى: ٦/ ١١٦) میں پیش کی گئی بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے، انھوں نے اپنی بحث کے آخر میں کہا: سلف کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے، جیسا کہ عبدالکریم جزری بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے یکم رمضان کی صبح ہو جانے کے بعد یہ گواہی دی کہ انھوں نے رات کو چاند دیکھا تھا۔ ان کی اس شہادت کو معتبر سمجھتے ہوئے عمر بن عبدالعزیز نے یہ حکم نافذ کیا: جس نے کچھ کھا پی لیا

ہے، وہ دن کے بقیہ حصے میں (کھانے پینے سے) رکا رہے اور جس نے کھایا پیا نہیں، وہ اس دن کا روزہ پورا کرے۔
(المصنف لابن ابی شیبه: ۳/ ٦٩ وسنده صحيح على شرط الشيخين)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے، وہ (الاختيارات العلمية: ٤/ ٦٣) میں کہتے ہیں: دن کو فرض روزے کی نیت کر لینا بھی درست ہے، لیکن یہ حکم اس شخص کے لیے جسے رات کو روزوں کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا اور طلوع فجر کے بعد دن کے کسی وقت میں شہادتوں کے ذریعے رات کو رمضان کا چاند نظر آنے کا پتہ چلا، ایسا شخص بقیہ دن کا روزہ پورا کرے، اس پر کوئی قضا نہیں ہوگی، اگرچہ اس نے کچھ کھا پی بھی لیا ہو۔''

پھر امام ابن قیم اور امام شوکانی نے بھی یہی مسلک اختیار کیا، تفصیلی بحث کا خواہشمند درج ذیل کتب کا مطالعہ کرے:
مجموع الفتاوى: ٢٥/ ١٠٩، ١١٧۔ ١١٨، زاد المعاد: ١/ ٢٣٥، تهذيب السنن: ٣/ ٣٢٨، نيل الاوطار: ٤/ ١٦٧ (صحيحه: ٢٦٢٤)

اَلْإِفْطَارُ وَالسُّحُوْرُ وَآدَابُهُمَا
افطار وسحری کے مسائل اور آداب

وَقْتُ جَوَازِ الْإِفْطَارِ
روزہ افطار کرنے کا وقت

(۳۷۰۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی اَوْفٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی سَفَرٍ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ: ((انْزِلْ يَا فُلَانُ، فَاجْدَحْ لَنَا۔)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلَيْكَ نَهَارٌ، قَالَ: ((انْزِلْ فَاجْدَحْ۔)) قَالَ: فَفَعَلَ، فَنَاوَلَهُ فَشَرِبَ، فَلَمَّا شَرِبَ اَوْمَا بِيَدِهِ إِلَى الْمَغْرِبِ فَقَالَ: ((إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ هٰهُنَا جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔)) (مسند احمد: ۱۹۶۱٤)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ماہِ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر پر تھے، جب سورج غروب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! اترو اور ہمارے لیے ستو تیار کرو۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابھی دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ''اترو اور ستو تیار کرو۔'' چنانچہ اس نے یہ کام کیا۔ آپ ﷺ نے ستو لے کر پیئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہاتھ سے مغرب کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''جب اس طرف سورج غروب ہو جائے اور اُدھر (مشرق) سے رات آ جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔''

(۳۷۱۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَدَعَا صَاحِبَ شَرَابِهِ بِشَرَابٍ، فَقَالَ صَاحِبُ شَرَابِهِ: لَوْ اَمْسَيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: لَوْ اَمْسَيْتَ ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُوْلُ

(دوسری سند) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، چونکہ آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا اس لیے (افطاری کے وقت) آپ ﷺ نے پینے کا انتظام کرنے والے کو بلایا اور مشروب لانے کا حکم دیا۔ آگے سے اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! شام تو ہو لینے دیں۔

(۳۷۰۹) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۵۵، ۱۹۵٦، ومسلم: ۱۱۰۱ (انظر: ۱۹۳۹۵)
(۳۷۱۰) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ حَلَّ الْإِفْطَارُ أَوْ كَلِمَةً هٰذَا مَعْنَاهَا (وَفِي لَفْظٍ) إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔)) (مسند احمد: ١٩٦٣٣)

آپ ﷺ نے اسے دوبارہ بلایا، اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! شام تو ہو لینے دیں۔ تین بار ایسے ہوا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب (مشرق) سے رات آ جائے تو افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔'' ایک روایت میں ہے: ''جب تم دیکھو کہ (مشرق) سے رات آ گئی ہے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔''

فوائد: ......ابوداود کی روایت میں وضاحت ہے کہ آپ ﷺ کی یہ خدمت کرنے والے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ ''شام تو ہو لینے دیں۔'' یہ جملہ کہنے والے کا خیال تھا کہ جو روشنی اور سرخی نظر آ رہی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورج ابھی تک غروب نہیں ہوا، لیکن آپ ﷺ نے وضاحت کر دی کہ دن ختم ہو چکا ہے اور رات شروع ہو چکی ہے۔ یہ حدیثِ مبارکہ یہ درج ذیل تین اہم امور پر دلالت کرتی ہے: رسول اللہ ﷺ نے روزہ افطار کرنے میں غروبِ آفتاب کے فوراً بعد اس قدر جلدی فرمائی کہ صحابی یہ سمجھ رہا تھا کہ سورج ابھی تک غروب نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی تین دفعہ مراجعت کے باوجود حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا اور ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے نرمی و ملاطفت سے کام لیا۔ اگر کسی آدمی کو یہ اندیشہ ہونے لگے کہ عالم سے نسیان یا غلطی ہو رہی ہے اور اس بنا پر وہ یاددہانی کرائے تو عالم کو چاہیے کہ اگر اس آدمی کو ہونے والے اشکال کی گنجائش موجود ہو تو اس کی بات محسوس نہ کرے اور اصل مسئلہ کی وضاحت کر دے۔

(٣٧١١) عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَقَالَ مَرَّةً جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَذَهَبَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ)) يَعْنِي الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ۔ (مسند احمد: ١٩٢)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رات (مشرق) سے آ جائے اور دن (مغرب) کی طرف سے چلا جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہو جاتا ہے۔'' آپ ﷺ کی مراد مشرق اور مغرب تھی۔

(٣٧١٢) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ

(دوسری سند) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب رات آ جائے، دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کی افطاری کا وقت ہو جاتا ہے۔''

(٣٧١١) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٥٤، ومسلم: ١١٠٠ (انظر: ١٩٢)

(٣٧١٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

اَفْطَرَ الصَّائِمَ۔)) (مسند احمد: ۳۳۸)

(۳۷۱۳) عَنْ قُطْبَةَ بْنِ قَتَادَةَ ؓ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یُفْطِرُ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ۱۶۸۳۸)

سیدنا قطبہ بن قتادہ ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب سورج غروب ہو جاتا تو آپ ﷺ روزہ افطار کر لیتے تھے۔

فوائد: ......''جب رات آ جائے، دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے'' ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے اور اول الذکر دونوں چیزوں کا انحصار غروبِ آفتاب پر ہے، جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو مشرق سے رات کی آمد شروع ہو جاتی اور دن تو ویسے ہی ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ جب سورج کی ٹکیہ غروب ہو جائے تو اسی وقت روزہ افطار کر دینا چاہیے اور مزید انتظار نہیں کرنا چاہیے، وگرنہ یہودیوں اور عیسائیوں سے مشابہت لازم آئے گی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ حنفی لوگ سورج غروب ہو جانے کے بعد مزید انتظار کرتے ہیں، بلکہ ایک حنفی عالم کو ہم نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مزید انتظار کرنا تقوی ہے۔ لیکن یہ عجیب تقوی ہے، جو احادیثِ رسول پر عمل کرنے میں کوتاہی کا سبب بن رہا ہے۔ ہر کوئی یہ کلیہ تو تسلیم کرتا ہے کہ افطاری کا وقت یہی ہے، لیکن معلوم نہیں کہ عملاً تاخیر کرنے کا سبب کیا ہے۔

فَضْلُ تَعْجِيْلِ الْفِطْرِ وَمَا يُسْتَحَبُّ الْإِفْطَارُ بِهِ

روزہ جلدی افطار کرنے کی فضیلت اور اس امر کا بیان کہ کس چیز سے افطاری کرنا پسندیدہ ہے

(۳۷۱۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَاعَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ)) (مسند احمد: ۹۸۰۹)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے، دین غالب رہے گا، یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کر دیتے ہیں۔''

(۳۷۱۵) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((يَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: إِنَّ أَحَبَّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا)) (مسند احمد: ۷۲٤۰)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''میرے بندوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو سب سے جلدی روزہ افطار کرتے ہیں۔''

فوائد: ......سیدنا سہل بن سعد ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔)) (بخاری: ۱۹۵۷، مسلم: ۱۰۹۸) ''لوگ اس وقت تک خیر و بھلائی پر رہیں گے، جب تک

(۳۷۱۳) تخریج: اسنادہ ضعیف لابہام الرجل الراوی عن قطبۃ بن قتادۃ، ومحمد بن بن ثعلبۃ مستور الحال۔ اخرجہ الطبرانی فی "الکبیر": ۱۹/ ۳۸ (انظر: ۱۶۷۱۸)

(۳۷۱۴) تخریج: صحیح۔ اخرجہ ابوداود: ۲۳۵۳، وابن ماجہ: ۱۶۹۸ (انظر: ۹۸۱۰)

(۳۷۱۵) تخریج: اسنادہ ضعیف، قرۃ بن عبد الرحمن المعافری، الجمہور علی تضعیفہ، وتساہل بعضہم فوثقہ۔ اخرجہ الترمذی: ۷۰۰، ۷۰۱ (انظر: ۷۲٤۱)

جلدی افطاری کریں گے۔"

اور مسند احمد میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ((وَاَخَّرُوا السحور)) کے الفاظ بھی ہیں، یعنی افطاری میں جلدی کرنے کے ساتھ ساتھ وہ سحری میں تاخیر بھی کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((بَكِّرُوْا بِالْإِفْطَارِ، وَأَخِّرُوْا السُّحُوْرَ۔)) "افطاری میں جلدی کرو، لیکن سحری میں تاخیر کرو۔"

(السيوطي في "الجامع الكبير"، الديلمي: ٢/ ١/ ٣، صحيحه: ١٧٧٣)

سو معلوم ہوا کہ غروبِ آفتاب کے بعد فوراً افطاری کر لینی چاہیے، سحری میں تاخیر کرنے کا یہ معنی ہے کہ اس کو آخری وقت میں کھایا جائے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض فرقوں کی یہ عادت ہے کہ وہ افطاری کو غروبِ آفتاب سے مؤخر کرتے ہیں اور سحری کے بند ہونے کا اعلان وقت سے پہلے کر دیتے ہیں۔ ان روایات سے معلوم ہوا جو لوگ غروبِ آفتاب کے فوراً بعد افطاری کرتے ہیں، وہ خیر و بھلائی پر ہیں۔

(٣٧١٦) عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ كَانَ اَحْيَانًا يَبْعَثُهُ وَهُوَ صَائِمٌ فَيُقَدِّمُ لَهُ عَشَاءَهُ وَقَدْ نُوْدِيَ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ تُقَامُ وَهُوَ يَسْمَعُ فَلَا يَتْرُكُ عَشَاءَهُ وَلَا يَعْجَلُ حَتّٰى يَقْضِيَ عَشَاءَهُ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ، قَالَ: وَقَدْ كَانَ يَقُوْلُ: قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ إِذَا قُدِّمَ إِلَيْكُمْ)) (مسند احمد: ٦٣٥٩)

امام نافع کہتے ہیں: بسا اوقات ایسے ہوتا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روزہ سے ہوتے اور وہ مجھے کھانا لانے کے لیے بھیجتے، مغرب کی اذان اور پھر اقامت بھی ہو جاتی اور وہ سن رہے ہوتے مگر نہ کھانا چھوڑتے تھے اور نہ جلدی کرتے تھے، اطمینان سے کھانا کھانے کے بعد جا کر مغرب کی نماز ادا کرتے، اور وہ کہتے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "جب شام کا کھانا پیش کر دیا آ جائے تو جلدی نہ کیا کرو۔"

فوائد:...... عہد نبوی میں لوگ شام کا کھانا مغرب سے پہلے کھاتے تھے۔

(٣٧١٧) عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى مَاءٍ فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ)) (وَفِي لَفْظٍ:) فَإِنَّهُ لَهُ طَهُوْرٌ (وَفِيْ لَفْظٍ آخَرَ) فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ۔)) (مسند احمد: ١٦٣٣٥)

سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی روزہ افطار کرے تو وہ کھجور کے ساتھ افطاری کرے، اگر کھجور دستیاب نہ ہو تو پانی سے افطاری کر لے، بیشک یہ خوب پاک کرنے والا ہے۔"

(٣٧١٦) تخريج: أخرجه البخاري: ٦٧٣، ومسلم: ٥٥٩ (انظر: ٦٣٥٩)

(٣٧١٧) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة الرباب۔ اخرجه الترمذي: ٦٩٥ (انظر: ١٦٢٣١)

فوائد: ......لیکن یہ ترتیب آپ ﷺ کی فعلی سنت سے ثابت ہے: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: كَانَ ﷺ يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلٰى تَمَرَاتٍ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ۔ نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے تازہ کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں کے ساتھ اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔ (سنن اربعہ، صحیحہ: ۲۸۴۰)

فَضْلُ وَقْتِ الْإِفْطَارِ وَمَا يُقَالُ عِنْدَهُ وَفَضْلُ مَنْ اَفْطَرَ صَائِمًا

افطار کے وقت کی فضیلت، افطاری کے وقت کی دعا اور روزہ دار کو افطاری کرانے کی فضیلت کا بیان

(۳۷۱۸) عَنْ اَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ۔)) (مسند احمد: ۲۲۵۵۵)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔''

فوائد: ......رمضان کا مہینہ انتہائی باسعادت ہے، اللہ تعالیٰ کے راضی ہو جانے، جنت کے مل جانے اور جہنم سے دور ہو جانے کا اس مہینہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے، جب روزے دار بڑی خوشی کے ساتھ افطاری کر رہے ہوتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ جہنم سے آزادیاں عطا کر رہا ہوتا ہے۔

(۳۷۱۹) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ الصَّائِمِ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْءٌ)) (مسند احمد: ۱۷۱۵۸)

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی کسی روزہ دار کا روزہ افطار کراتا ہے تو اسے بھی روزے دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی بھی نہیں ہوتی۔''

فوائد: ......معلوم ہوا کہ روزے دار کو روزہ افطار کرانا بھی انتہائی مبارک اور فضیلت والا عمل ہے۔ مؤلف نے افطاری کی کسی دعا کا ذکر نہیں کیا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے: بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر افطاری کی جائے جیسا کہ کھانے کے آداب والی احادیث سے پتہ چلتا ہے، پھر افطاری کر کے درج ذیل دعائیں پڑھی جائیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اَفْطَرَ قَالَ: ((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔)) جب نبی کریم ﷺ افطاری کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ''ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ

(۳۷۱۸) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه الطبرانی فی "الکبیر": ۸۰۸۸، والبیهقی فی "الشعب": ۳۶۰۵ (انظر: ۲۲۲۰۲)

(۳۷۱۹) تخریج: حسن بالشواهد۔ اخرجه مطولا ومختصرا الترمذی: ۸۰۷، ۱۶۳۰۱، وابن ماجه: ۲۷۵۹ (انظر: ۱۷۰۱۱)

اَلْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔" (پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔) (ابوداود، نسائی)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاں روزہ افطار کیا اور یہ دعا کی: ((اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ۔)) (تمہارے ہاں روزے دار افطاری کرتے رہیں، نیکوکار لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور فرشتوں تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے رہیں)۔

(ابو داود، ابن ماجه) عوام الناس میں معروف دعا "اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ......" کی تمام اسانید میں ضعف پایا جاتا ہے۔

مَا جَاءَ مُشْتَرِكًا فِيْ تَعْجِيْلِ الْفِطْرِ وَتَأْخِيْرِ السُّحُوْرِ

روزہ جلدی افطار کرنے اور سحری دیر سے کھانے (دونوں چیزوں) کا اکٹھا بیان

(۳۷۲۰) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا تَزَالُ اُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوْا الْفِطْرَ وَاَخَّرُوا السُّحُوْرَ۔)) (مسند احمد: ۲۱۶۳۷)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت اس وقت تک خیر و بھلائی پر رہے گی، جب تک روزہ افطار کرنے میں جلدی اور سحری کھانے میں تاخیر کرتی رہے گی۔"

(۳۷۲۱) عَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقُلْنَا لَهَا: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ قَالَ: فَقُلْتُ: اَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: قُلْنَا: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ: كَذَالِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَالْآخَرُ اَبُوْ مُوْسٰى۔ (مسند احمد: ۲۴۷۱۶)

ابو عطیہ کہتے ہیں: میں اور مسروق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے ام المومنین! صحابہ کرام میں سے دو آدمی ہیں، ان میں سے ایک روزہ جلدی افطار کرتا ہے اور نماز جلدی ادا کرتا ہے اور دوسرا آدمی روزہ بھی دیر سے افطار کرتا ہے اور نماز بھی تاخیر سے پڑھتا ہے۔انہوں نے پوچھا: ان میں سے وہ کون ہے جو روزہ افطار کرنے میں اور نماز ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے؟ ہم نے کہا: وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے، دوسرا (تاخیر کرنے والا صحابی) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہے۔

(۳۷۲۲) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: قُلْنَا لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ

(دوسری سند) ابو عطیہ کہتے ہیں: ہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ایک صحابی نماز مغرب پڑھنے میں اور افطار کرنے میں

(۳۷۲۰) تخریج: متن الحديث صحيح بالاحاديث الاخرى، وهذا اسناد ضعيف (انظر: ۲۱۳۱۲)

(۳۷۲۱) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۹۹ (انظر: ۲۴۲۱۲)

(۳۷۲۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاوّل.

مُحَمَّدٍ ﷺ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَيُعَجِّلُ الإِفْطَارَ، وَالآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُؤَخِّرُ الإِفْطَارَ فَذَكَرَهُ۔ (مسند احمد: ٢٤٧١٨)

جلدی کرتا ہے، اور دوسرا صحابی نماز مغرب بھی تاخیر سے پڑھتا ہے اور روزہ بھی دیر سے افطار کرتا ہے،............۔

فوائد:...... حدیث نمبر (۳۷۱۴) والے باب میں اِس باب کے مسئلے کی وضاحت ہو چکی ہے۔

فَضْلُ السُّحُوْرِ وَالْأَمْرُ بِهِ
سحری کی فضیلت اور اس کا حکم

(٣٧٢٣) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً۔)) (مسند احمد: ١٠١٨٨)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سحری کھایا کرو، بیشک سحری کے کھانے میں برکت ہے۔''

(٣٧٢٤) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَرَكَةِ فِي السُّحُوْرِ وَالثَّرِيْدِ۔ (مسند احمد: ٧٧٩٤)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سحری اور ثرید میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔

فوائد:...... یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن درج ذیل حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے:
سیدنا سلمان فارسی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَلْبَرَكَةُ فِي ثَلَاثٍ: اَلْجَمَاعَاتِ وَالثَّرِيْدِ وَالسَّحُوْرِ۔)) ''تین چیزوں میں برکت ہے، جماعتوں میں، ثرید میں اور سحری کے کھانے میں۔'' (الشعب للبيهقي: ٢/٤٢٦/٢، المعجم الكبير، صحيحه: ١٠٤٥) روٹی کو چور کر شوربے میں بھگو کر بنائے ہوئے کھانے کو ثرید کہتے ہیں، یہ زود ہضم ہوتا ہے اور کھانے کی زیادہ مقدار سے کفایت کرتا ہے، مثلا ایک انسان دو روٹیوں کی بھوک محسوس کر رہا ہے، لیکن ایک روٹی کا بنا ہوا ثرید اسے سیر کر سکتا ہے۔ اسی طرح سحری کا کھانا بھی بابرکت چیز ہے۔ کھانے میں ''برکت'' کے معانی اس میں زیادہ خیر کے ہونے کے ہیں۔

(٣٧٢٥) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ؓ اَنَّهُ دَخَلَ

ایک صحابی رسول سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت گئے، جب آپ ﷺ سحری کا کھانا کھا رہے تھے،

(٣٧٢٣) تخريج: حديث صحيح بطرقه وشواهده۔ اخرجه النسائی: ٤/ ١٤١ (انظر: ١٠١٨٥)
(٣٧٢٤) تخريج: اسناده ضعيف لضعف ابن ابی ليلی۔ اخرجه عبد الرزاق: ١٩٥٧١، وابويعلی: ٦٣٦٧ (انظر: ٧٨٠٧)
(٣٧٢٥) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه النسائی: ٤/ ١٤٥ (انظر: ٢٣١١٣)

عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ یَتَسَحَّرُ فَقَالَ: ((إِنَّهُ بَرَكَةٌ، أَعْطَاكُمُوهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَلَا تَدَعُوهُ۔)) (مسند احمد: ۲۳۵۰۱)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ برکت والا کھانا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے، پس اس کو نہ چھوڑو۔''

(۳۷۲۶) عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: دَعَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى السَّحُوْرِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: ((هَلُمَّ إِلَى هٰذَا الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ۔)) (مسند احمد: ۱۷۲۷۳)

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان میں مجھے سحری کی دعوت دی اور فرمایا: ''اس بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔''

(۳۷۲۷) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلسَّحُوْرُ أَكْلَةٌ بَرَكَةٌ فَلَا تَدَعُوْهُ وَلَوْ أَنْ يَجْرَعَ أَحَدُكُمْ جَرْعَةً مِنْ مَاءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ۱۱۴۱۶)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سحری کا کھانا بابرکت ہے، اس لیے اس کو نہ چھوڑا کرو، خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت کرتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت کے نزول کی دعا کرتے ہیں۔

فوائد: ......عجیب بات ہے کہ بندہ کھانا کھا رہا ہے اور اس کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیج رہا ہے اور فرشتے اس پر نزولِ رحمت کی دعا کر رہے ہیں، دراصل یہ روزے کی برکات ہیں اور روزے سے متعلقہ ہر چیز میں برکت آجاتی ہے۔

(۳۷۲۸) عَنْ جَابِرٍ (بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَرَادَ أَنْ يَصُوْمَ فَلْيَتَسَحَّرْ بِشَيْءٍ)) (مسند احمد: ۱۵۰۱۳)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کا روزہ رکھنے کا ارادہ ہو تو وہ کسی نہ کسی چیز کے ساتھ سحری کیا کرے۔''

(۳۷۲۹) عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ كَانَ يَسْرُدُ الصَّوْمَ وَقَلَّمَا يُصِيْبُ مِنَ الْعَشَاءِ أَوَّلَ اللَّيْلِ

ابوقیس بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے، وہ شام کو رات کے ابتدائی حصہ میں کھانا کم ہی کھاتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زیادہ تر سحری ہی

(۳۷۲۶) حدیث حسن بالشواهد۔ اخرجه ابوداود: ۲۳۴۴، والنسائی: ۴/ ۱۴۵ (انظر: ۱۷۱۴۳)

(۳۷۲۷) تخریج: حدیث صحیح (انظر: ۱۱۳۹۸)

(۳۷۲۸) تخریج: حسن لغیره۔ اخرجه ابن ابی شیبة: ۳/ ۸، وابویعلی: ۱۹۳۰، والطبرانی فی "الاوسط": ۳۷۶۹ (انظر: ۱۴۹۵۰)

(۳۷۲۹) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۰۹۶ (انظر: ۱۷۷۷۱)

اَكْثَرَ مَا كَانَ يُصِيبُ مِنَ السَّحَرِ، قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ فَصْلًا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ)) (مسند احمد: ۱۷۹۲۳)

کرتے تھے، میں نے ان سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کرنا ہے۔''

فوائد: ......معلوم ہوا کہ اگر طبیعت کھانا کھانے پر آمادہ نہ ہو رہی ہو تو پھر بھی کھانے پینے کی معمولی مقدار استعمال کر کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے۔

وَقْتُ السُّحُوْرِ وَاسْتِحْبَابُ تَأْخِيْرِهٖ

سحری کے وقت اور اس کو تاخیر سے کھانے کے مستحب ہونے کا بیان

(۳۷۳۰) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ (الطَّائِيِّ) رضی اللہ عنہ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ، قَالَ: ((صَلِّ كَذَا وَكَذَا وَصُمْ، فَإِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ فَكُلْ وَاشْرَبْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ، وَصُمْ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا إِلَّا اَنْ تَرَى الْهِلَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ۔)) فَاَخَذْتُ خَيْطَيْنِ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ وَاَبْيَضَ، فَكُنْتُ اَنْظُرُ فِيْهِمَا فَلَا يَتَبَيَّنُ لِيْ، فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ وَقَالَ: ((يَا ابْنَ حَاتِمٍ إِنَّمَا ذَاكَ بَيَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّيْلِ۔)) (مسند احمد: ۱۹۵۹۳)

سیدنا عدی بن حاتم طائی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے نماز اور روزہ کی تعلیم دی، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''فلاں فلاں نماز پڑھا کرو اور (اس طرح) روزے رکھا کرو، جب سورج غروب ہو جائے تو (ساری رات) کھا پی سکتے ہو، یہاں تک کہ سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے اور (رمضان کے) پورے تیس روزے رکھا کرو، الّا یہ کہ چاند اس سے پہلے نظر آ جائے۔'' پس میں نے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگہ لیا اور (سحری کے وقت) ان کی طرف دیکھنے لگا، لیکن وہ میرے لیے واضح نہیں ہو رہے تھے، اس لیے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتلائی، آپ ﷺ یہ سن کر مسکرا پڑے اور فرمایا: ''سفید دھاگے سے مراد (طلوع فجر کے وقت) دن کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ممتاز ہونا ہے۔''

فوائد: ......مسند احمد کی ایک روایت اس طرح ہے: سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (اور سحری کے وقت کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ سیاہ دھاگے سے سفید دھاگہ واضح ہو جائے) (سورۂ بقرہ: ۱۸۷) تو میں نے دو رسیاں لیں، ایک سیاہ تھی اور دوسری سفید، میں نے ان کو اپنے تکیے کے نیچے رکھا، پھر ان کو دیکھنے لگا، لیکن نہ تو میرے لیے سفید سے سیاہ رسی اور نہ سیاہ سے سفید رسی واضح ہو رہی تھی، جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو اپنے کیے کے

(۳۷۳۰) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه الترمذی: ۲۹۷۰، ۲۹۷۱ (انظر: ۱۹۳۷۵)

بارے میں بتلایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنْ كَانَ وِسَادُكَ لَعَرِيضًا ، إِنَّمَا ذَالِكَ بَيَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّيْلِ)) ''تیرا تکیہ تو پھر بڑا وسیع ہوا، ارے اس سے مراد تو رات کی سیاہی سے دن کی سفیدی کا واضح ہونا ہے۔'' اس کو امام بخاری (۱۹۱۶) اور امام مسلم (۱۰۹۰) نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کو سمجھنے کیلئے صرف عقل کافی نہیں ہے، بلکہ دوسری آیات و احادیث کی طرف رجوع کرنا بھی ضروری ہے۔

(۳۷۳۱) عَنْ أَبِي ذَرٍّ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ ‌ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَبِيْتَ عِنْدَكَ اللَّيْلَةَ فَأُصَلِّيْ بِصَلَاتِكَ ، قَالَ: ((لَا تَسْتَطِيْعُ صَلَاتِي۔)) فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْتَسِلُ فَيُسْتَرُ بِثَوْبٍ وَأَنَا مُحَوَّلٌ عَنْهُ ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ فَعَلْتُ مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَقُمْتُ مَعَهُ حَتّٰى جَعَلْتُ أَضْرِبُ بِرَأْسِي الْجُدْرَانَ مِنْ طُوْلِ صَلَاتِهِ ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ لِلصَّلَاةِ فَقَالَ: ((أَفَعَلْتَ؟)) قَالَ: نَعَمْ ، قَالَ: ((يَا بِلَالُ! إِنَّكَ لَتُؤَذِّنُ إِذَا كَانَ الصُّبْحُ سَاطِعًا فِي السَّمَاءِ وَلَيْسَ ذَالِكَ الصُّبْحُ ، إِنَّمَا الصُّبْحُ هٰكَذَا مُعْتَرِضًا۔)) ثُمَّ دَعَا بِسَحُوْرٍ فَتَسَحَّرَ۔ (مسند احمد: ۲۱۸۳۵)

سیدنا ابوذر ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ ‌ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: میں آج رات آپ کے ہاں بسر کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ ﷺ کی اقتدا میں رات کی نماز پڑھ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے والی نماز کی استطاعت نہیں رکھتے۔'' بہرحال رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور کپڑے کی اوٹ میں غسل کیا، جبکہ میرا رخ دوسری جانب تھا، پھر میں نے بھی اسی طرح کیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز شروع کر دی، (اور اتنا لمبا قیام کیا کہ) میں (تھکاوٹ یا نیند کے غلبہ کی وجہ) سے اپنا سر دیوار پر مارتا تھا، پھر سیدنا بلال ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ ‌ نے نماز کے لیے اذان کہی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اذان دے چکے ہو؟'' انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلال! تم جس وقت اذان کہتے ہو اس وقت روشنی آسمان کی طرف سیدھی جا رہی ہوتی ہے اور اس وقت صبح صادق نہیں ہوتی، صبح صادق تو اس وقت ہوتی ہے کہ جب روشنی (افق کے کناروں پر) پھیلتی ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے کھانا منگوا کر سحری کھائی۔

فوائد:...... یہ روایت تو ضعیف ہے، بہرحال آپ ﷺ واقعی طویل قیام کرتے تھے اور فجر کی بھی دو ہی اقسام ہیں: فجر کاذب اور فجر صادق۔ نمازِ فجر اور روزہ کے وقت کی ابتدا فجر صادق سے ہوتی ہے، فجر کاذب تو رات کا ہی حصہ ہے، جس میں سحری کرنا جائز ہوتا ہے اور نماز فجر ادا کرنا حرام، درج ذیل دو احادیث میں ان دو اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ ‌ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الْفَجْرُ فَجْرَانِ ، فَجْرٌ يُقَالُ لَهُ: ذَنَبُ السَّرْحَانِ ، وَهُوَ الْكَاذِبُ يَذْهَبُ طُوْلاً ، وَلَا يَذْهَبُ عَرْضاً ، وَالْفَجْرُ الْآخَرُ يَذْهَبُ

(۳۷۳۱) تخريج: اسناده ضعيف، رشدين بن سعد ضعيف، وسليمان بن ابى عثمان و حاتم بن ابى عدى مجهولان (انظر: ۲۱۵۰۳)

عَـرْضـاً وَلَا يَذْهَبُ طُوْلاً۔)) ''فجر کی دو قسمیں ہیں: ایک فجرِ کاذب ہے، جس میں روشنی بھیڑیے کی دم کی طرح اوپر کو اٹھتی ہے، نہ کہ چوڑائی میں اور دوسری فجرِ (صادق) ہے جس میں روشنی عرضاً پھیلتی ہے، نہ کہ طولاً۔''

(بیھقي: ۱/۳۷۷، صحیحه: ۲۰۰۲)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلْـفَـجْرُ فَجْرَان: فَجْرٌ يَحْرُمُ فِيْـهِ الطَّعَامُ، وَتَحِلُّ فِيْهِ الصَّلَاةُ، وَفَجْرٌ تَحْرُمُ فِيْهِ الصَّلَاةُ، وَيَحِلُّ فِيْهِ الطَّعَامُ۔)) ''فجر کی دو قسمیں ہیں: (۱) فجر (صادق) ہے، جس میں (سحری کا کھانا) کھانا حرام ہوتا ہے اور نمازِ (فجر) پڑھنا درست ہوتا ہے اور (۲) فجرِ (کاذب) ہے، جس میں نمازِ (فجر) کی ادائیگی حرام ہوتی ہے اور (سحری کا کھانا) کھانا درست ہوتا ہے۔'' (صحیح ابن خزیمة: ۱/۵۲/۲، حاکم: ۱/۴۲۵، بیھقی: ۱/۳۷۷، ۴۵۷، ۴/۲۱۶، صحیحه: ۶۹۳)

(۳۷۳۲) عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: تَسَحَّرْتُ ثُـمَّ انْـطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَمَرَرْتُ بِمَنْزِلِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ ﷺ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَأَمَرَ بِـلَقْحَةٍ، فَحُلِبَتْ وَبِقِدْرٍ فَسُخِّنَتْ ثُمَّ قَالَ: أُدْنُ فَـكُلْ فَقُلْتُ: إِنِّي أُرِيْدُ الصَّوْمَ، فَقَالَ: وَ أَنَـا أُرِيْـدُ الصَّوْمَ، فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ أَتَيْنَا الْمَسْجِدَ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ قَالَ حُذَيْفَةُ: هٰـكَـذَا فَـعَـلَ بِي رَسُوْلُ اللّٰـهِ ﷺ (وَفِي رِوَايَةٍ) هٰكَذَا صَنَعْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَصَنَعَ بِـي النَّبِيُّ ﷺ ۔ قُـلْـتُ: أَبَعْدَ الصُّبْحِ؟ قَالَ: نَـعَـمْ، هُـوَ الـصُّبْـحُ غَيْـرَ أَنْ لَـمْ تَـطْلُعِ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ۲۳۷۵۳)

زر بن حبیش کہتے ہیں: میں نے سحری کا کھانا کھایا اور اس کے بعد مسجد کی طرف چل دیا، میرا گزر سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سے ہوا، میں ان کے ہاں چلا گیا، انہوں نے حال میں ہی بچہ جنم دینے والی ایک اونٹنی کا دودھ دوہنے اور ہنڈیا کو گرم کرنے کا حکم دیا اور مجھ سے کہا: قریب آؤ اور کھانا کھاؤ۔ میں نے کہا: میں آج روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا: میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں، سو ہم نے کھانا کھایا اور دودھ پیا اور پھر ہم مسجد کی طرف چلے گئے، اتنے میں نماز کی اقامت کہہ دی گئی (اور ہم نے نماز پڑھی)، پھر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس کے ساتھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایسے ہی کیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ایسے ہی کیا تھا۔ میں نے کہا: کیا صبح ہو جانے کے بعد؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، صبح ہو چکی تھی، بس ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔

فـوائد: ...... ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اِس حدیث کا مذکورہ بالا آخری جملہ، حدیث کا آخری حصہ نہیں ہے، بلکہ

(۳۷۳۲) تـخـريـج: رجاله ثقات غير عاصم بن بهدلة، فهو صدوق حسن الحديث، لكنه قد خولف في رفـع الـحـديـث، فـقـد رواه من هو اوثق منه فوقفه۔ اخرجه النسائی: ٤/ ١٤٢، ورواه ابن ماجه: ١٦٩٥ مختصرا (انظر: ٢٣٣٦١)

اس حدیث کا آخری حصہ یہ ہے: قال: وَبَيْنَ بَيْتِ حُذَيْفَةَ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ كَمَا بَيْنَ مَسْجِدِ ثَابِتٍ وَبُسْتَان حُوْطٍ۔ راوی نے کہا: اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور مسجد کے درمیان اتنا فاصلہ تھا، جیسا سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ کی مسجد اور حوط کے باغ کے درمیان ہے۔ آنے والی دو احادیث بھی مذکورہ بالا حدیث ہی ہیں، لہذا ان کو بھی اس جملے کی روشنی میں سمجھا جائے۔

(۳۷۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا مُؤَمَّلٌ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ نَصْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ بِلَالٌ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَسَحَّرُ وَإِنِّي لَأُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِي، قُلْتُ: أَبَعْدَ الصُّبْحِ؟ قَالَ: بَعْدَ الصُّبْحِ إِلَّا أَنَّهَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ۲۳۷۸٤)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ اس وقت سحری کھا رہے ہوتے تھے، جبکہ میں اس وقت اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو بھی دیکھ سکتا تھا، میں (نصر) نے کہا: کیا صبح کے بعد؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، صبح کے بعد، البتہ ابھی سورج طلوع نہ ہوا ہوا تھا۔

(۳۷۳٤) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ: قُلْتُ لِحُذَيْفَةَ: أَيُّ سَاعَةٍ تَسَحَّرْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: هُوَ النَّهَارُ إِلَّا أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَطْلُعْ۔ (مسند احمد: ۲۳۷۹۲)

(دوسری سند) عاصم نے کہا: میں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی؟ انہوں نے کہا: بس دن ہو چکا تھا، البتہ سورج طلوع نہ ہوا تھا۔

فوائد:...... ان احادیث کی سندوں میں کچھ کلام ہے، بہرحال ان کے ظاہری مفہوم کا ادراک نہیں کیا جا رہا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ممکن ہے کہ سحری کے آخری وقت کھانے کو مبالغہ اس انداز سے بیان کر دیا ہو کہ بس سمجھو کہ سورج ہی چڑھ چکا تھا جبکہ حقیقت میں سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۷۳۵) عَنْ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رضي الله عنه قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أُوْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ قَالَ:

سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں

(۳۷۳۳) تخريج: انظر الحديث السابق

(۳۷۳٤) تخريج: انظر الحديث السابق

(۳۷۳۵) تخريج: رجاله ثقات رجال الشيخين، الا ان عبد الله بن معقل المزنی لایعرف له سماع من بلال۔ اخرجه الطبرانی: ۱۰۸۲ (انظر: ۲۳۸۸۹)

أَبُوْ أَحْمَدَ، وَهُوَ يُرِيْدُ الصِّيَامَ فَدَعَا بِقَدَحٍ فَشَرِبَ وَسَقَانِي، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لِلصَّلَاةِ فَقَامَ يُصَلِّي بِغَيْرِ وُضُوْءٍ يُرِيْدُ الصَّوْمَ۔ (مسند احمد: ٢٤٣٨٦)

حاضر ہوا، جبکہ آپ کا روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، اس لیے آپ ﷺ نے پیالہ منگوا کر خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا، اس کے بعد آپ ﷺ نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور وضو کے بغیر نماز پڑھنے لگے، آپ ﷺ روزے کا ارادہ رکھتے تھے۔

فوائد:...... وضو کے بغیر نماز پڑھنا، یہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا اپنا فہم ہے، وگرنہ آپ ﷺ نے یا تو سونے سے پہلے وضو کیا ہوا ہوگا، جبکہ نیند سے آپ ﷺ کا وضو متأثر نہیں ہوتا تھا، یا ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے بیدار ہونے کے بعد وضو کیا ہو، لیکن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ نہ چل سکا ہو۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ روزے کی ابتداء و انتہاء سے متعلقہ انتہائی واضح احکام موجود ہیں، ان کی روشنی میں ہی اس قسم کی احادیث کی تاویل کی جائے گی، مثلاً اس حدیث کی یہ تاویل ممکن ہے کہ آپ ﷺ روزہ رکھنے کا قصد رکھتے ہوں، لیکن وقت پر بیدار نہ ہو سکے ہوں، اس لیے جب آنکھ کھلی تو چونکہ وقت ختم ہو چکا تھا، لیکن اس رخصت سے مستفید ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے مختصر سی سحری کھالی، جس رخصت کا ذکر حدیث نمبر (۳۷۲۷) اور اس کے فوائد میں کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(٣٧٣٦) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَذَالِكَ فِي السَّحَرِ: ((يَا أَنَسُ! إِنِّي أُرِيْدُ الصِّيَامَ فَأَطْعِمْنِي شَيْئًا۔)) قَالَ: فَجِئْتُهُ بِتَمْرٍ وَإِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ بَعْدَ مَا أَذَّنَ بِلَالٌ، فَقَالَ: ((يَا أَنَسُ! أُنْظُرْ إِنْسَانًا يَأْكُلُ مَعِي۔)) قَالَ: فَدَعَوْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي شَرِبْتُ شَرْبَةَ سَوِيْقٍ فَأَنَا أُرِيْدُ الصِّيَامَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((وَأَنَا أُرِيْدُ الصِّيَامَ۔)) فَتَسَحَّرَ مَعَهُ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ۔ (مسند احمد: ١٣٠٦٤)

سیدنا قتادہ سے روایت ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے سحری کے وقت فرمایا: ''انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں، مجھے کوئی چیز کھلاؤ۔'' میں آپ ﷺ کی خدمت میں کھجور اور پانی کا برتن لے کر حاضر ہوا، جبکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان کہہ چکے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''انس! کوئی آدمی ڈھونڈ کر لاؤ جو میرے ساتھ کھانا کھائے۔'' میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر لایا، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو ستو پی چکا ہوں اور میرا روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔'' چنانچہ انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں ادا کی، اس کے بعد نکلے اور نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی۔

فوائد:...... اذانِ بلال سے مراد پہلی اذان ہے، جو فجر صادق کے طلوع ہونے سے کچھ وقت پہلے دی جاتی تھی۔

(٣٧٣٦) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه النسائي: ٤/ ١٤٧ (انظر: ١٣٠٣٣)

(۳۷۳۷) عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ: سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ عنہ عَنِ الرَّجُلِ یُرِیْدُ الصِّیَامَ وَالْاِنَاءُ عَلٰی یَدِہٖ لِیَشْرَبَ مِنْہُ فَیَسْمَعُ النِّدَاءَ؟ قَالَ جَابِرٌ: کُنَّا نُحَدَّثُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((لِیَشْرَبْ۔)) (مسند احمد: ۱٤۸۱٤)

ابوزبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک آدمی روزہ رکھنا چاہتا ہے اور کوئی چیز پینے کے لیے برتن اس کے ہاتھ میں ہے، لیکن اسی وقت اذان کی آواز آ جاتی ہے (تو وہ کیا کرے)؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں یہ بیان کیا جاتا تھا کہ (ایسی صورت حال کے بارے میں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''وہ پی لے۔''

فوائد: ......اس موضوع سے متعلقہ درج ذیل روایت زیادہ واضح ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا سَمِعَ اَحَدُکُمُ الْاَذَانَ وَالْاِنَاءُ عَلٰی یَدِہٖ، فَلَا یَدَعْہُ حَتّٰی یَقْضِیَ مِنْہُ۔)) ''جب تم میں سے سحری کھانے والا اذان سنے، جبکہ پیالہ اس کے ہاتھ پر ہو، تو وہ ضرورت پوری کرنے تک اسے نہ رکھے۔'' (مسند احمد: ۲/ ٤۲۲، ابوداود: ۲۳۵۰)

(۳۷۳۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَحَرَّمَ الطَّعَامَ، وَکَانَ لَا یُؤَذِّنُ حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ۔ (مسند احمد: ۲٦۹٦۲)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب موذن اذان کہتا تو آپ ﷺ دو رکعتیں ادا فرماتے اور (روزے دار کے لیے) کھانا حرام کر دیتے، اور جب تک صبح (صادق) طلوع نہ ہو جاتی تھی، اس وقت تک اذان نہیں دی جاتی تھی۔

صِفَةُ الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَالْفَجْرِ الْکَاذِبِ وَمَا جَاءَ فِیْ اَذَانِ بِلَالٍ وَابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ
صبح صادق اور کاذب کی کیفیت اور سیدنا بلال اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذانوں کا بیان

(۳۷۳۹) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((لَا یَمْنَعَنَّکُمْ مِنْ سَحُوْرِکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ، وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِیْلُ، وَلٰکِنِ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِیْرُ فِی الْاُفُقِ۔)) (مسند احمد: ۲۰٤۲۰)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اور صبح کاذب تم کو سحری کھانے سے نہ روکے، ہاں جب افق میں پھیلنے والی روشنی یعنی صبح صادق ہو جائے (تو کھانے سے رک جاؤ)۔''

فوائد: ......کیونکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پہلی اذان دیتے تھے، جو طلوع فجر سے کچھ دیر پہلے رات کو دی جاتی ہے۔

(۳۷۳۷) تخریج: حسن لغیرہ (انظر: ۱٤۷۵۵)

(۳۷۳۸) حدیث صحیح۔ اخرجہ البخاری: ۱۱۸۱، ومسلم: ۷۲۳ دون ذکر تحریم الطعام (انظر: ۲٦٤۳۰)

(۳۷۳۹) تخریج: اخرجہ مسلم: ۱۰۹٤ (انظر: ۲۰۱۵۸)

سُحُوْرِهَا فَتَقُوْلُ لِبِلَالٍ: أَمْهِلْ حَتّٰى أَفْرُغَ مِنْ سُحُوْرِي۔ (مسند احمد: ٢٧٩٨٦)

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہتی: ذرا رک جاؤ، تاکہ میں سحری سے فارغ ہو جاؤں۔

فوائد: ......ان احادیث کا مفہوم تو یہی ہے کہ اِن دو اذانوں میں معمولی وقفہ ہوتا تھا، لیکن الفاظ ایسے ہیں کہ اس وقفے کی مقدار کا تعین نہیں کیا جا سکتا، البتہ درج ذیل حدیث، جس میں اس اذان کا مقصد بیان کیا گیا ہے، اس سے اس وقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَ لِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ۔)) ''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کسی کو سحری سے نہ روکنے پائے، کیونکہ وہ تو رات کو اس لیے اذان دیتے ہیں، تاکہ قیام کرنے والے کو لوٹا دے اور سونے والوں کو بیدار کر دے۔'' (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ اذان اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ قیام کرنے والے قیام بند کر دیں اور سونے والے نماز فجر کی تیاری کے لیے جاگ جائیں۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ فجر کی دو اذانوں کے مؤذن سیدنا بلال اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما تھے، اس باب کی اکثر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سحری والی اذان دیتے تھے، لیکن سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا سحری والی اذان دینا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا فجر والی اذان دینا بھی ثابت ہے۔

مِقْدَارُ مَا بَيْنَ الْفَرَاغِ مِنَ السُّحُوْرِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ

سحری سے فراغت اور نماز فجر کے درمیان کے وقفہ کی مقدار کا بیان

(٣٧٤٦) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلّٰى فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يَقْرَأُ رَجُلٌ خَمْسِيْنَ آيَةً۔ (مسند احمد: ١٢٧٦٩)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی، پھر جب وہ سحری سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ قتادہ کہتے ہیں: ہم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان کا سحری سے فارغ ہونے اور نماز شروع کرنے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے کہا: ایک آدمی کا پچاس آیات پڑھ لینے کے برابر وقفہ تھا۔

فوائد: ......سحری سے فراغت اور نمازِ فجر کے آغاز کے درمیان پچاس آیتوں کے برابر وقفہ تھا، تقریبا (۱۲، ۱۳) منٹوں میں اتنی تلاوت کی جا سکتی ہے، دوسری نصوص کی روشنی میں سحری اور نماز کے اوقات معین ہیں، لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی اذان اور جماعت میں تھوڑا سا وقفہ ہوتا تھا اور یہ اس وقت ممکن ہے جب لوگ اس نماز کے وقت سے پہلے بیدار ہو چکے ہوں اور اسی مقصد کے لیے پہلی اذان دی جاتی تھی۔

(٣٧٤٦) تخريج: اخرجه البخاري: ١١٣٤ (انظر: ١٢٧٣٩)

(۳۷۴۷) وَعَنْهُ اَيْضًا عَنْ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، قُلْتُ: (وَفِي رِوَايَةٍ قُلْتُ لِزَيْدٍ:) كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً۔ (مسند احمد: ۲۱۹۱۸)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کی، اس کے بعد ہم مسجد میں چلے گئے اور وہاں نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ میں نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ان دونوں کاموں کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے کہا: اتنا کہ جتنی دیر میں ایک آدمی پچاس آیات پڑھ لیتا ہے۔

مَا يُبْطِلُ الصَّوْمَ وَمَا يُكْرَهُ وَمَا يُبَاحُ

روزے کو باطل کردینے والے اور دورانِ روزہ مکروہ اور مباح امور کا بیان

ان امور کے ابواب جن سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور ان امور کا بیان جو روزہ کی حالت میں مکروہ یا مباح ہیں۔

اَلْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کے لیے سینگی لگوانے کا بیان

(۳۷۴۸) عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ مَرَّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ زَمَنَ الْفَتْحِ عَلٰى رَجُلٍ يَحْتَجِمُ بِالْبَقِيْعِ لِثَمَانِيْ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي فَقَالَ: ((اَفْطَرَ الْحَاجِمُ الْمَحْجُوْمُ۔)) (مسند احمد: ۱۷۲۴۱)

سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو بقیع مقام پر سینگی لگوا رہا تھا، یہ اٹھارہ رمضان کا واقعہ تھا اور آپ ﷺ نے میرا ہاتھ بھی پکڑا ہوا تھا، (اسے دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔''

(۳۷۴۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيَّ وَاَنَا اَحْتَجِمُ فِي ثَمَانِيْ عَشْرَةَ خَلَوْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ)) (مسند احمد: ۱۷۲۵۹)

(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے، جبکہ میں سینگی لگوا رہا تھا، یہ اٹھارہ رمضان کی بات تھی، آپ نے فرمایا: ''سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔''

(۳۷۵۰) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ سِنَانٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ

سیدنا معقل بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(۳۷۴۷) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۲۱، ومسلم ۱۰۹۷ (انظر: ۲۱۵۸۵)

(۳۷۴۸) تخریج: اسناده صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ۲۳۶۹ (انظر: ۱۷۱۱۲)

(۳۷۴۹) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۷۵۰) تخریج: صحیح لغیره۔ اخرجه ابن ابی شیبة: ۳/ ۴۹، والطبرانی فی "الکبیر": ۲۰/ ۵۴۷، والنسائی فی "الکبری": ۳۱۶۷، والبزار: ۱۰۰۱ (انظر: ۱۵۹۴۴)

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ لِثَمَانِيْ عَشْرَةَ، قَالَ: ((اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ)) (مسند احمد: ١٦٠٤٠)

اس کے پاس سے گزرے، جبکہ وہ سینگی لگوا رہا تھا، اس دن ماہِ رمضان کی اٹھارہ تاریخ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ افطار ہو گیا۔''

(٣٧٥١) عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰى عَلٰى رَجُلٍ يَحْتَجِمُ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ: ((اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ۔)) (مسند احمد: ٢٢٧٤١)

مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو ماہِ رمضان میں سینگی لگوا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔''

(٣٧٥٢) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ۔)) (مسند احمد: ١٥٩٢٢)

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ افطار کر دیا ہے۔''

(٣٧٥٣) وَعَنْ بِلَالِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد:)

سیدنا بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

(٣٧٥٤) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد: ٢٢٦١)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(٣٧٥٥) وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد: ٩٥٧٦)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ سے یہی حدیث بیان کی ہے۔

فوائد:...... یہ حدیث متواتر ہے، اٹھارہ صحابہ کرام نے اس کو روایت کیا ہے، جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ اس حدیث کے درج ذیل دو معانی میں سے ایک معنی مراد لیا جا سکتا ہے:

(۱) یہ منسوخ ہو گئی ہے، اس دعوے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ واقعہ فتح مکہ کے موقع کا ہے، جو ۸ھ میں پیش آیا تھا اور اگلے باب کی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا واقعہ حجۃ الوداع کے موقع کا ہے، جو ۱۰ھ میں پیش آیا تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سینگی لگوانے کی کراہت والا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں سینگی لگوا رہے تھے، وہاں سے نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ''ان دو افراد نے تو روزہ توڑ دیا ہے۔'' لیکن پھر

(٣٧٥١) اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٦٧، وابن ماجه: ١٦٨٠ (انظر: ٢٢٣٨٢)

(٣٧٥٢) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه الترمذي: ٧٧٤ (انظر: ١٥٨٢٨)

آپ ﷺ نے روزے دار کو سینگی لگانے کی اجازت دے دی تھی۔ اسی لیے سیدنا انس روزے کی حالت میں سینگی لگوا لیتے تھے۔ (سنن دارقطنی)

(۲) یہ حدیث محکم ہے، لیکن اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے دو آدمی روزہ توڑنے کے درپے ہو گئے ہیں اور وہ اس طرح کہ سینگی لگانے والے کے پیٹ میں خون اتر سکتا ہے اور لگوانے والا اتنا کمزور ہو سکتا ہے کہ بعد میں ممکن ہے کہ اسے روزہ توڑنا پڑے۔ اگلے باب کی پہلی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرا معنی راجح ہے اور اگر مفسداتِ روزہ پر غور کیا جائے تو پھر بھی یہی معنی مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک آدمی کا خون نکالا جا رہا ہے اور نکالنے والا منہ کے ذریعے چوس کر باہر پھینک دیتا ہے اور ان دونوں چیزوں کا روزہ کے ٹوٹ جانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اَلرُّخْصَةُ فِی ذَالِكَ
روزے کی حالت میں سینگی لگوانے کی رخصت کا بیان

(۳۷۵٦) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی لَيْلٰی عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِی الصِّيَامِ وَالْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ إِبْقَاءً عَلٰی اَصْحَابِهِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا (وَفِی لَفْظٍ:) وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا عَلٰی اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِهِ۔ (مسند احمد: ۲۳٤۵۹)

ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے انہیں روزے میں وصال کرنے اور روزہ دار کو سینگی لگوانے سے منع تو فرمایا ہے، لیکن آپ ﷺ نے ان کاموں کو حرام نہیں کیا۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ ﷺ نے ان دونوں کاموں کو اپنے کسی صحابی پر حرام نہیں فرمایا۔

(۳۷۵۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجَمَ صَائِمًا مُحْرِمًا، فَغُشِیَ عَلَيْهِ، قَالَ: فَلِذَالِكَ كَرِهَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ۔ (مسند احمد: ۲۲۲۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے روزے اور احرام کی حالت میں سینگی لگوائی، پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی تھی، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے روزے دار کے لیے سینگی لگوانے کو ناپسند کیا ہے۔

(۳۷۵۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَهِ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ۱۹٤۳)

(دوسری سند) انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے روزہ اور احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سینگی لگوائی، (جبکہ آپ ﷺ سفر پر تھے)۔

(۳۷۵٦) تخریج: اسنادہ صحیح۔ اخرجہ ابوداود: ۲۳۷٤ (انظر: ۲۳۰۷۱)

(۳۷۵۷) تخریج: اسنادہ ضعیف، نصربن باب ضعیف، والحجاج بن ارطاة مدلس وقد عنعن۔ اخرجہ بویعلی: ۲٤٤۹، والطبرانی: ۱۱۳۲۰، والبزار: ۱۰۱۵ (انظر: ۲۲۲۸)

(۳۷۵۸) تخریج: اسنادہ ضعیف لضعف یزید بن ابی زیاد۔ اخرجہ الترمذی: ۷۷۷ (انظر: ۱۹٤۳)

(٣٧٥٩) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجَمَ بِالْقَاحَةِ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ٢١٨٦)

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے ''قاحہ'' مقام پر سینگی لگوائی، جبکہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے۔

فوائد:...... مدینہ کے جنوب مغرب میں (۹۵) کلومیٹر فاصلے پر ''قاحہ'' مقام واقع ہے۔

(٣٧٦٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ رَابِعٍ) قَالَ: اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِحْتِجَامَةً فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٢٤٣)

(چوتھی سند) رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں سر پر سینگی لگوائی تھی۔

فوائد:...... تمام روایات کا حکم آپ کے سامنے ہے، صحیح بخاری کی روایت کا درج ذیل متن اس معاملے میں فیصلہ کن ہے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ، وَاحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ آپ ﷺ نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی اور احرام کی حالت میں سینگی لگوائی۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں علیحدہ اور روزے کی حالت میں علیحدہ سینگی لگوائی، ان دو چیزوں کو ایک حالت پر محمول کرنا وہم ہے۔

(٣٧٦١) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ وَحَسَنٌ قَالَا ثَنَا ثَابِتٌ ثَنَا هِلَالُ بْنُ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَاَلْتُ عِكْرِمَةَ عَنِ الصَّائِمِ اَيَحْتَجِمُ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا كُرِهَ لِلضُّعْفِ، ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ مِنْ اَكْلَةٍ اَكَلَهَا مِنْ شَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ سَمَّتْهَا امْرَاَةٌ مِنْ اَهْلِ خَيْبَرَ۔ (مسند احمد: ٣٥٤٧)

ہلال بن عکرمہ کہتے ہیں: میں نے عکرمہ سے پوچھا کہ کیا روزے دار سینگی لگوا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: کمزور ہو جانے کی وجہ سے اس کو ناپسند کیا گیا ہے، پھر انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں سینگی تو لگوائی تھی، لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے زہریلی بکری کا گوشت کھا لیا تھا، جو خیبر والوں کی ایک عورت نے آپ ﷺ کو کھلائی تھی۔

فوائد:...... دونوں ابواب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ روزے دار سینگی لگوا سکتا ہے۔

(٣٧٥٩) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه الطبراني: ١٢٠٥٣ (انظر: ٢١٨٦)

(٣٧٦٠) تخريج: اخرجه البخاري: ٥٧٠٠ (انظر: ٢٢٤٣)

(٣٧٦١) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه الطبراني: ١١٦٩٩ (انظر: ٣٥٤٧)

اَلْقَيْءُ لِلصَّائِمِ
روزہ دار کو قے آ جانے کا بیان

(٣٧٦٢) عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاءَ فَافْطَرَ، قَالَ: فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ: اِنَّ اَبَا الدَّرْدَاءِ اَخْبَرَنِي اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاءَ فَافْطَرَ قَالَ: صَدَقَ، اَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوْءَهُ۔ (مسند احمد: ٢٢٧٤٠)

معدان بن ابی طلحہ کہتے ہیں: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی اور اس طرح روزہ افطار کر دیا۔ اس کے بعد میں دمشق کی جامع مسجد میں مولائے رسول سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کو ملا اور ان سے کہا: ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قے آ گئی تھی، اس طرح آپ ﷺ نے روزہ افطار کر دیا تھا۔ انھوں نے کہا: جی، انہوں نے درست کہا، پھر میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی بہایا تھا۔

(٣٧٦٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: اسْتَقَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَفْطَرَ فَاُتِيَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ۔ (مسند احمد: ٢٨٠٨٧)

(دوسری سند) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے از خود قے کی تھی، اس طرح آپ ﷺ نے روزہ افطار کر لیا، اس کے بعد پانی لایا گیا اور آپ ﷺ نے وضو کیا۔

(٣٧٦٤) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْئُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ۔)) (مسند احمد: ١٠٤٦٨)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس روزے دار پر قے غالب آ جائے تو اس پر کوئی قضائی نہیں، لیکن جو از خود قے کرے تو وہ روزے کی قضائی دے۔''

(٣٧٦٥) عَنْ اَبِي مَرْزُوْقٍ عَنْ فَضَالَةَ الْاَنْصَارِيِّ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فِي يَوْمٍ كَانَ يَصُوْمُهُ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ فَشَرِبَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ كُنْتَ تَصُوْمُهُ، قَالَ: ((اَجَلْ

سیدنا فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں ایک ایسے دن میں تشریف لائے، جس کا آپ ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن ہوا یوں کہ آپ ﷺ نے پانی والا برتن منگوایا اور پانی پی لیا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ تو اس دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے

(٣٧٦٢) تخريج: حديث صحيح۔ أخرجه ابوداود: ٢٣٨١، والترمذي: ٨٧، (انظر: ٢٢٣٨١)

(٣٧٦٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٧٦٤) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٨٠، والترمذي: ٧٢٠، ابن ماجه: ١٦٧٦، (انظر: ١٠٤٦٣)

(٣٧٦٥) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابن ماجه: ١٦٧٥ (انظر: ٢٣٩٣٥)

وَلٰكِنْ قِئْتُ۔)) (مسند احمد: ٢٤٤٣٢)

فرمایا: ''جی ہاں، لیکن میں نے قے کر دی تھی۔''

(٣٧٦٦) عَنْ اَبِي الْجُوْدِيِّ عَنْ بَلْجٍ عَنْ اَبِي شَيْبَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ وَكَانَ قَاصَّ النَّاسِ بِقُسْطَنْطِيْنِيَّةَ، قَالَ: قِيْلَ لِثَوْبَانَ حَدِّثْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَاءَ فَاَفْطَرَ۔ (مسند احمد: ٢٢٧٣٠)

ابو شیبہ مہری، جو قسطنطنیہ میں لوگوں کے واعظ (معتبر قصہ گو) تھے، کہتے ہیں: کسی نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کریں، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے قے کی اور اس طرح روزہ افطار کر دیا۔

فوائد: ......جن روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قے مطلق طور پر روزے کو توڑ دیتی ہے، ان کو حدیث نمبر (٣٧٦٤) کی روشنی میں سمجھیں گے، یعنی اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر قے کر دیتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور وہ قضائی دے گا، لیکن جس آدمی پر قے غالب آ جائے تو اس کا روزہ سالم رہے گا۔

جَوَازُ السِّوَاكِ وَالْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ وَالْاِغْتِسَالِ مِنَ الْحَرِّ لِلصَّائِمِ

روزے دار کے لیے مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی چڑھانے اور گرمی کی وجہ سے غسل کرنے کے جواز کا بیان

(٣٧٦٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا لَا اَعُدُّ وَلَا اُحْصِي، يَسْتَاكُ (وَفِي لَفْظٍ يَتَسَوَّكُ) وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ١٥٧٧٦)

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے بے شمار مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ہے۔

(٣٧٦٨) عَنْ (عَمْرٍو) بْنِ عَبَسَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ فِي رَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ١٧١٤٢)

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہِ رمضان میں کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے دیکھا تھا۔

(٣٧٦٩) عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْكُبُ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ سقیا مقام پر آپ کے سر پر گرمی یا پیاس کی وجہ سے پانی ڈالا جا رہا تھا، جبکہ آپ ﷺ روزے دار تھے، پھر آپ ﷺ

(٣٧٦٦) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه الطيالسي: ٩٩٣، وابن ابي شيبة: ٣/ ٣٩، والبيهقي: ٤/ ٢٢٠ (انظر: ٢٢٣٧٢)

(٣٧٦٧) تخريج: حسن لغيره۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٦٤، والترمذي: ٧٢٥ (انظر: ١٥٦٨٨)

(٣٧٦٨) تخريج: اسناده ضعيف لانقطاعه، كثير بن زياد لم يدرك عمرو بن عبسة (انظر: ١٧٠١٧)

(٣٧٦٩) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٦٥ (انظر: ٢٣١٩٠)

عَلٰی رَأْسِهِ الْمَاءَ بِالسُّقْیَا، إِمَّا مِنَ الْحَرِّ وَإِمَّا مِنَ الْعَطَشِ، وَهُوَ صَائِمٌ، ثُمَّ لَمْ یَزَلْ صَائِمًا حَتّٰی اَتٰی کَدِیْدًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَاَفْطَرَ وَاَفْطَرَ النَّاسُ وَهُوَ عَامُ الْفَتْحِ۔ زَادَ فِی رِوَایَةٍ: قَالَ الَّذِی حَدَّثَنِی فَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰی رَأْسِهِ مِنَ الْحَرِّ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٣٥٧٧)

نے روزہ قائم رکھا، یہاں تک کہ کدید مقام تک پہنچ گئے، وہاں آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور روزہ افطار کر دیا اور لوگوں نے بھی روزہ توڑ دیا، یہ فتح مکہ (کے سفر کے دوران کا) واقعہ ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: مجھے بیان کرنے والے نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گرمی کی شدت کی وجہ سے سر پر پانی ڈال رہے تھے، جبکہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے۔

فوائد: ......نہانا، سر پر پانی ڈالنا، کلی کرنا، مسواک کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا، ان سب امور کا روزہ کے ٹوٹنے سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ ناک میں پانی چڑھاتے وقت مبالغہ نہیں کرنا چاہیے، تا کہ ایسا نہ ہو کہ پانی حلق میں اتر جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَبَالِغْ فِی الْاِسْتِنْشَاقِ، اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا۔)) ''ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کر، الا یہ کہ تو روزے دار ہو۔'' (سنن اربعہ) اس حدیث سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کلی اور مسواک کرتے وقت بداحتیاطی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح آنکھوں میں سرمہ ڈالنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ کسی شرعی دلیل کے ذریعے روزے دار پر اس کی پابندی نہیں لگائی گئی اور جن احادیث میں سرمہ ڈالنے کی ترغیب دلائی گئی، ان کو کسی تخصیص یا قید کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا، البتہ ایسے قطروں کے ڈالنے سے بچنا جائے جن کے حلق پر اتر جانے کا خطرہ ہو۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ چونکہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور محبوب ہوتی ہے، اس لیے روزہ کی حالت میں مسواک نہیں کرنا چاہیے، تا کہ وہ بو زائل نہ ہو جائے، تو گزارش ہے کہ اس بو کا تعلق معدے کے خالی ہو جانے سے ہے، مسواک وغیرہ کے ذریعے منہ کی صفائی اور بات ہے اور معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے منہ کی بو کا متغیر ہو جانا اور بات ہے۔

اَلْقُبْلَةُ لِلصَّائِمِ

روزے دار کا (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا

(٣٧٧٠) عَنْ مَیْمُوْنَةَ (بِنْتِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہا) مَوْلَاةِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ قَبَّلَ اِمْرَاَتَهُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَ: ((قَدْ اَفْطَرَ۔)) (مسند احمد: ٢٨١٧٧)

نبی کریم ﷺ کی خادمہ سیدہ میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تو روزہ افطار کر دیا ہے۔''

(٣٧٧٠) تخریج: اسنادہ ضعیف، ابویزید الضبی مجهول۔ اخرجه ابن ماجه: ١٦٨٦ (انظر: ٢٧٦٢٥)

(۳۷۷۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَ شَابٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُقَبِّلُ وَأَنَا صَائِمٌ؟ قَالَ: ((لَا۔)) فَجَاءَ شَيْخٌ فَقَالَ: أُقَبِّلُ وَأَنَا صَائِمٌ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) فَنَظَرَ بَعْضُنَا إِلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَدْ عَلِمْتُ لِمَ نَظَرَ بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ إِنَّ الشَّيْخَ يَمْلِكُ نَفْسَهُ۔)) (مسند احمد: ۷۰۵٤)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے،ایک نوجوان نے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' اتنے میں ایک بوڑھا آدمی آیااور اس نے بھی یہی سوال کیا کہ وہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' یہ جواب سن کر ہم نے (ازراہِ تعجب) ایک دوسرے کی طرف دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ تم نے ایک دوسرے کی طرف کیوں دیکھا ہے،بات یہ ہے کہ بوڑھا آدمی اپنے اوپر کنٹرول کر سکتا ہے۔''

(۳۷۷۲) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ الْعُذْرِيِّ رضی اللہ عنہ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ مَسَحَ عَلٰى وَجْهِهِ وَأَدْرَكَ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كَانُوْا يَنْهَوْنِي عَنِ الْقُبْلَةِ تَخَوُّفًا أَنْ أَتَقَرَّبَ لِأَكْثَرَ مِنْهَا، ثُمَّ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَوْمَ يَنْهَوْنَ عَنْهَا وَيَقُوْلُ قَائِلُهُمْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَهُ مِنْ حِفْظِ اللّٰهِ مَا لَيْسَ لِأَحَدٍ۔ (مسند احمد: ۲٤۰٦۹)

سیدنا عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر عذری رضی اللہ عنہ ،جن کے چہرے پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیرا تھا اور انہوں نے بہت سے صحابہ کو پایا تھا، سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: صحابہ کرام اس اندیشہ کی بناء پر مجھے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینے سے منع کیا کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے اگلی چیز کی طرف تجاوز کر جاؤں اور آج کے مسلمان (تابعین) بھی اس سے (مطلق طور پر) منع کرتے ہیں اور (بطورِ دلیل) یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حفاظت حاصل تھی، وہ کسی دوسرے کے لیے تو نہیں ہے۔

(۳۷۷۱) صححه الالبانی بالشواهد (صحيحه: ۱٦۰٦)۔ اخرجه الطبرانی فی "الكبير"(انظر: ۷۰۵٤)
(۳۷۷۲) تخريج: اسناده صحيح على شرط البخاری۔ اخرجه بنحوه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۲/ ۹۵ (انظر: ۲۳٦٦۹)

اَلرُّخْصَةُ فِي الْقُبْلَةِ وَالْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ إِلَّا لِمَنْ يَخَافُ عَلٰى نَفْسِهِ

روزے دار کے لیے (بیوی کا) بوسہ لینے اور اس کے ساتھ مباشرت کرنے کی رخصت ہے، ماسوائے اس شخص کے جسے اپنے نفس پر کوئی اندیشہ ہو

مباشرت: مباشرت کا اصل معنی ہے مرد کے چمڑے کا عورت کے چمڑے کو چھونا، وہ میاں بیوی کا مل کر بیٹھ جانے کی صورت میں ہو یا اکٹھا لیٹ جانے کی صورت میں، اس باب میں اس لفظ کا یہی معنی مراد ہے، اگرچہ اس کا اطلاق ''جماع'' پر بھی ہوتا ہے، جو کہ یہاں مراد نہیں ہے۔

(۳۷۷۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: هَشَشْتُ يَوْمًا فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضْمَضْتَ بِمَاءٍ وَأَنْتَ صَائِمٌ؟)) قُلْتُ: لَا بَأْسَ بِذَالِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَفِيمَ۔)) (مسند احمد: ۱۳۸)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن مجھے راحت اور نشاط محسوس ہوا، سو میں نے اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، جبکہ میں روزے کی حالت میں تھا، پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آج میں نے ایک بہت بڑا کام کر بیٹھا ہوں اور وہ یہ کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کرلو تو اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہو گا؟'' میں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو (پھر اس بوسے کے بارے میں) کیا پوچھتے کیا ہو؟'' یعنی بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

فوائد: ......کوئی بھی مشروب ہو، اس کو نوش کرنے کے لیے اسے منہ میں ڈالا جاتا ہے، گویا منہ میں پانی ڈالنا پانی پینے کا داعیہ اور چابی ہے، لیکن کلی کے لیے منہ میں یہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا، یہی معاملہ بیوی کا بوسہ لینے کے حکم ہے، کہ یہ جماع کا داعیہ اور چابی ہے، لیکن صرف بوسہ لینے سے روزہ متاثر نہیں ہو گا۔

(۳۷۷٤) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ يَجْعَلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا ثَوْبًا تَعْنِي الْفَرْجَ۔ (مسند احمد: ۲٤٨١٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کے ساتھ) مباشرت کرتے یعنی جسم کے ساتھ جسم ملا لیتے تھے، البتہ اپنے اور اس کی شرمگاہ کے درمیان کپڑا رکھ لیتے تھے۔

(۳۷۷۳) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ۲۳۸۵ (انظر: ۱۳۸)

(۳۷۷٤) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه مسلم: ۱۱۰٦ بلفظ ان رسول الله ﷺ كان يباشر وهو صائم (انظر: ۲٤۳۱٤)

(٣٧٧٥) عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ: خَرَجَ عَلْقَمَةُ وَأَصْحَابُهُ حُجَّاجًا فَذَكَرَ بَعْضُهُمْ: اَلصَّائِمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، قَدْ قَامَ سَنَتَيْنِ وَصَامَهُمَا هَمَمْتُ أَنْ آخُذَ قَوْسِي فَأَضْرِبَكَ بِهَا قَالَ: فَكُفُّوا حَتّٰى تَأْتُوْا عَائِشَةَ ﷞، فَدَخَلُوْا عَلٰى عَائِشَةَ ﷞ فَسَأَلُوْهَا عَنْ ذَالِكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ ﷞: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ، قَالُوْا: يَا أَبَا شِبْلٍ! سَلْهَا، قَالَ: لَا أَرْفُثُ عِنْدَهَا الْيَوْمَ، فَسَأَلُوْهَا فَقَالَتْ: كَانَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٤٦٣١)

علقمہ اور ان کے ساتھی حج کے لیے روانہ ہوئے، کسی نے کہا: روزے دار (اپنی بیوی کا) بوسہ لے سکتا ہے اور اس کے ساتھ لیٹ بھی سکتا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی دو سال کے قیام اور روزوں کا اہتمام کر چکا تھا، اس نے یہ سن کر کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنی کمان لے کر تمہیں دے ماروں۔ علقمہ نے کہا: سیدہ عائشہ ؓ کے پاس پہنچنے تک اس مسئلہ سے رک جاؤ۔ بالآخر وہ سارے لوگ سیدہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا، سیدہ عائشہ ؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ بھی لے لیتے تھے اور مباشرت بھی کر لیا کرتے تھے، بہرحال آپ ﷺ تم سب لوگوں سے زیادہ اپنی حاجت پر قابو پانے والے تھے۔ ساتھیوں نے کہا: ابوشبل! اب سیدہ ؓ سے خود پوچھ لو۔ لیکن اس نے کہا: میں آج ان کے ہاں اس قسم کی گفتگو نہیں کروں گا۔ پھر انھوں نے سوال کیا تو سیدہ عائشہ ؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ بھی لے لیتے اور مباشرت بھی کر لیا کرتے تھے۔''

(٣٧٧٦) عَنْ عَائِشَةَ ﷞ قَالَتْ: أَهْوٰى إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِيُقَبِّلَنِي فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ: وَأَنَا صَائِمٌ، قَالَتْ: فَأَهْوٰى إِلَيَّ فَقَبَّلَنِيْ۔ (مسند احمد: ٢٥٥٣٦)

سیدہ عائشہ ؓ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے بوسہ دینے کے لیے میری طرف جھکے، میں نے کہا: میں تو روزہ دار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے۔'' پھر آپ ﷺ میری طرف جھکے اور میرا بوسہ لیا۔

(٣٧٧٧) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَ اِمْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ۔ (مسند احمد: ٢٦٢٥١)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ ؓ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی اہلیہ کا بوسہ لیا، جب کہ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں تھے، پھر سیدہ عائشہ ؓ ہنس پڑیں۔

(٣٧٧٥) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٠٦ (انظر: ٢٤١٣٠)

(٣٧٧٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٩٢٧، ١٩٢٨، ومسلم: ١١٠٦ (انظر: ٢٥٠٢٢)

(٣٧٧٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٧٧٨) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) قَالَ: إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَظَلُّ صَائِمًا ثُمَّ يُقَبِّلُ مَا شَاءَ مِنْ وَجْهِي حَتّٰى يُفْطِرَ۔ (مسند احمد: ٢٥٢٠٦)

(تیسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ روزہ رکھتے اور پھر افطار کرنے تک جس قدر چاہتے میرے چہرے کے بوسے لیتے۔

(٣٧٧٩) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اَبِي ثَنَا عَفَّانُ قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ مِصْدَعٍ اَبِي يَحْيَى الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَيَمُصُّ لِسَانَهَا۔ قُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ (مسند احمد: ٢٥٤٢٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے اور ان کی زبان کو چوس لیا کرتے تھے۔ عفان کہتے ہیں: میں نے محمد بن دینار سے پوچھا کہ کیا تو نے یہ حدیث سعد بن اوس سے خود سنی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔

فوائد: ......اگر کوئی خاوند روزے کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان کو چوس لے تو ضروری ہے کہ ایک کا لعاب دوسرے کے پیٹ میں نہ جائے۔

(٣٧٨٠) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي اَبِي ثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ: اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ فَسَكَتَ هُنَيَّةً، ثُمَّ قَالَ: نَعَمْ۔ (مسند احمد: ٢٤٦١١)

امام سفیان نے عبد الرحمٰن بن قاسم سے کہا: کیا تو نے اپنے باپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے، جبکہ آپ ﷺ روزے دار ہوتے تھے؟ یہ سن کر عبدالرحمٰن بن القاسم کچھ دیر خاموش رہے، پھر کہا: جی ہاں۔

(٣٧٨١) عَنْ اَبِي قَيْسٍ قَالَ: اَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ اَسْاَلُهَا،

ابو قیس کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مجھے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا تا کہ میں ان سے سوال کروں کہ

(٣٧٧٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٧٧٩) تخريج: حديث صحيح دون قوله: ويمص لسانها، وهذا اسناد ضعيف لضعف محمد بن دينار۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٨٦ (انظر: ٢٤٩١٦)

(٣٧٨٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٩٢٧، ١٩٢٨، ومسلم: ١١٠٦ (انظر: ٢٤١١٠)

(٣٧٨١) تخريج: اسناده ضعيف، فقد تفرد به موسى بن عُلَيّ اللخمي وهو ليس بحجة اذا انفرد۔ اخرجه النسائي في "الكبرى": ٣٠٧٢، والطبراني في "الكبير": ٢٣/ ٣٨٩ (انظر: ٢٦٥٣٣)

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ؟ فَإِنْ قَالَتْ: لَا. فَقُلْ لَهَا إِنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تُخْبِرُ النَّاسَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ؟ قَالَ: فَسَأَلَهَا اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ؟ قَالَتْ: لَا، قُلْتُ: اِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تُخْبِرُ النَّاسَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ: لَعَلَّهُ إِيَّاهَا، كَانَ لَا يَتَمَالَكُ عَنْهَا حُبًّا، اَمَّا إِيَّايَ فَلَا۔ (مسند احمد: ٢٧٠٦٨)

کیا رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے؟ اگر وہ نفی میں جواب دیں تو ان کو یہ کہو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو لوگوں کو یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ پس میں گیا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی نہیں، میں نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو لوگوں کو یہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: ممکن ہے کہ آپ ﷺ ان کا بوسہ لے لیتے ہوں، کیونکہ آپ ﷺ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی، رہا مسئلہ میرا تو آپ ﷺ نے اس حالت میں میرا بوسہ نہیں لیا تھا۔

(٣٧٨٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَرُّوْخٍ اَنَّ اِمْرَاَةً سَاَلَتْ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: اِنَّ زَوْجِيْ يُقَبِّلُنِيْ وَهُوَ صَائِمٌ وَاَنَا صَائِمَةٌ، فَمَا تَرَيْنَ؟ فَقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُنِيْ وَهُوَ صَائِمٌ وَاَنَا صَائِمَةٌ۔ (مسند احمد: ٢٧٠٣٣)

عبد اللہ بن فروخ کہتے ہیں کہ ایک خاتون نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کا شوہر اس کا بوسہ لے لیتا ہے، جب کہ وہ دونوں روزے دار ہوتے ہیں، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ بھی میرا بوسہ لے لیا کرتے تھے، جبکہ آپ ﷺ بھی روزے کی حالت میں ہوتے اور میں بھی روزے دار ہوتی۔

(٣٧٨٣) عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٦٩٧٨)

سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

(٣٧٨٤) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنَالُ مِنْ وَجْهِ بَعْضِ نِسَائِهِ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٦٩٧٧)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

(٣٧٨٢) تخريج: اخرجه البخاري: ٣٢٢، ومسلم: ٢٩٦، ٢٣٤ (انظر: ٢٦٥٠٠)

(٣٧٨٣) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٠٧ (انظر: ٢٦٤٤٦)

(٣٧٨٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٧٨٥) عَــنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ عَنْهَا) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٧٢٩٨)

زوجۂ رسول سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

(٣٧٨٦) عَــنْ اَيُّوْبَ عَــنْ شَيْـخٍ مِـنْ بَنِي سَدُوْسٍ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصِيْبُ مِنَ الرُّؤُوْسِ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ٣٣٩١)

بنو سدوس کے ایک شیخ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روزے دار کے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں سروں (والے اعضاء) کو استعمال کر لیتے تھے۔

(٣٧٨٧) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَ عَطَاءً: اَنَّهُ قَبَّلَ اِمْرَاَتَهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ ذَالِكَ۔)) فَاَخْبَرَتْهُ امْرَاَتُهُ فَقَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يُرَخَّصُ لَهُ فِي اَشْيَاءَ، فَارْجِعِي اِلَيْهِ، فَقُوْلِي لَهُ، فَرَجَعَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: قَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ يُرَخَّصُ لَهُ فِي اَشْيَاءَ، فَقَالَ: ((اَنَا اَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَعْلَمُكُمْ بِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔)) (مسند احمد: ٢٤٠٨٢)

عطاء بن یسار کہتے ہیں: ایک انصاری آدمی نے مجھے بیان کیا کہ اس نے عہد رسالت میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا تھا، جب اس کی بیوی نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ کا رسول بھی ایسے کر لیتا ہے۔'' جب اس کی بیوی نے اسے جا کر بتایا تو اس نے کہا: نبی کریم ﷺ کو تو بعض چیزوں کی (خصوصی طور پر) رخصت دی جاتی ہے،تو جا اور دوبارہ پوچھ۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹی اور جا کر کہا: میرا شوہر کہتا ہے کہ آپ کو ﷺ کو تو بعض امور میں خصوصی اجازت دے دی جاتی ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ کی حدود کو جاننے والا ہوں۔''

فوائد: ......درج بالا دو ابواب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خاوند روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے، اس ضمن میں حدیث نمبر (۳۷۷۱) اور (۳۷۷۵) سب سے زیادہ فیصلہ کن ہیں، یعنی بوسہ لینے

(٣٧٨٥) تخـريـج: حديث صحيح، والصواب فيه شتير بن شكل عن حفصة، وهو الحديث السابق۔ اخرجه النسائي في "الكبرى": ٣٠٨٤، والطبراني في "الكبير": ٢٣/ ٤٩٢ (انظر: ٢٦٧٦٢)

(٣٧٨٦) تخـريـج: صحيح، وهذا اسناد ضعيف لجهالة الشيخ من بني سدوس۔ اخرجه الطحاوي: ٢/ ٩٠ (انظر: ٣٣٩١)

(٣٧٨٧) اسناده صحيح۔ اخرجه عبد الرزاق: ٧٤١٢، ومالك في "المؤطا": ١/ ٢٩١ (انظر: ٢٣٧٣٢)

کا جواز تو ہر خاوند کے لیے ہے، لیکن جو شخص اپنی شہوت پر کنٹرول نہ کر سکتا ہو اور بوسے کی وجہ سے جماع تک معاملہ پہنچ جانے کا خطرہ ہو، وہ ہر صورت میں بوسہ لینے سے گریز کرے۔

مَنْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ نَاسِيًا اَوْ مُتَأَوِّلًا

بھول کر یا تاویل کر کے کھا پی لینے والے کا بیان

(٣٧٨٨) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا صَامَ اَحَدُكُمْ يَوْمًا فَنَسِيَ فَاَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔)) (مسند احمد: ٩١٢٥)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ اور سیدنا حسن ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی آدمی نے روزہ رکھا ہوا ہو اور وہ بھول کر کھا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔''

فوائد:...... اس حکم کا تعلق فرضی اور نفلی دونوں روزوں سے ہے۔

(٣٧٨٩) عَنْ اُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ دِينَارٍ عَنْ مَوْلَاتِهَا اُمِّ إِسْحَاقَ ؓ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاُتِيَ بِقَصْعَةٍ مِنْ ثَرِيدٍ فَاَكَلَتْ مَعَهُ وَمَعَهُ ذُوْالْيَدَيْنِ فَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَرْقًا، فَقَالَ: ((يَا اُمَّ إِسْحَاقَ! اَصِيبِي مِنْ هٰذَا)) فَذَكَرْتُ اَنِّي كُنْتُ صَائِمَةً فَبَرَدَتْ يَدِي لَا اُقَدِّمُهَا وَلَا اُؤَخِّرُهَا فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((مَالَكِ؟)) قَالَتْ: كُنْتُ صَائِمَةً فَنَسِيتُ فَقَالَ ذُوْالْيَدَيْنِ: الْآنَ بَعْدَ مَاشَبِعْتِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَتِمِّي صَوْمَكِ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ إِلَيْكِ)) (مسند احمد: ٢٧٦٠٩)

ام حکیم بیان کرتی ہیں کہ سیدہ ام اسحاق ؓ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی، آپ ﷺ کے پاس ثرید کا پیالہ لایا گیا، میں نے اور سیدنا ذوالیدین ؓ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ وہ کھانا کھایا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے گوشت والی ایک ہڈی دی اور فرمایا: ''ام اسحاق! یہ بھی کھا لو۔'' اس وقت مجھے یاد آیا کہ میرا تو روزہ تھا۔ میرا ہاتھ تو وہیں رک گیا، میں اسے آگے کر سکتی تھی نہ پیچھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے کیا ہو گیا ہے؟'' میں نے کہا: ''میرا تو روزہ تھا اور میں بھول گئی تھی۔ سیدنا ذوالیدین ؓ نے کہا: اب یاد آیا تجھے، سیر ہونے کے بعد۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنا روزہ پورا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ رزق تم کو مہیا کیا ہے۔''

(٣٧٩٠) عَنْ اَسْمَاءَ (بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ) ؓ

سیدہ اسماء بنت ابی بکر ؓ سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: رسول

(٣٧٨٨) تخريج: اخرجه البخاري: ٦٦٦٩، ومسلم: ١١٥٥ (انظر: ٩١٣٦)

(٣٧٨٩) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة ام حكيم بنت دينار و بشار بن عبد الملك ضعيف۔ اخرجه الطبراني في "الكبير": ٢٥/ ٤١١ (انظر: ٢٧٠٦٩)

(٣٧٩٠) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٥٩ (انظر: ٢٦٩٢٧)

قَالَتْ: اَفْطَرْنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی یَوْمِ غَیْمٍ فِی رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قُلْتُ لِهِشَامٍ: أُمِرُوا بِالْقَضَاءِ قَالَ: وَبُدٌّ مِنْ ذَاكَ۔ (مسند احمد: ۲۷۴۶۶)

اللہ ﷺ کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں ایک دن بادل چھا گئے، (ہم نے سمجھا کہ سورج غروب ہوگیا) اس لیے ہم نے روزہ افطار کر لیا، لیکن بعد میں سورج نظر آنے لگ گیا۔ میں (ابواسامہ) نے ہشام سے کہا: تو پھر لوگوں کو اس روزہ کی قضاء کا حکم دیا گیا تھا؟ انھوں نے کہا: کیا اس کے بغیر بھی کوئی چارہ ہے؟

فوائد: ...... حدیث کا آخری جملہ ''کیا اس کے بغیر بھی کوئی چارہ ہے؟'' ہشام بن عروہ کا اپنا استدلال ہے، وگرنہ ایسی صورتحال میں ایسی خطا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ فوراً اپنی خطا سے باز آ کر روزہ مکمل کریں، کیونکہ یہ بھی بھولنے کی ہی ایک قسم ہے، ہم نے حدیث نمبر (۳۷۰۵ یا ۳۷۰۸) میں جس مسئلے پر بحث کی ہے، اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر کسی آدمی کو سحری کا وقت گزر جانے کے بعد دن میں کسی وقت رمضان کا چاند نظر آنے کی خبر ملتی ہے تو وہ اسی وقت سے روزہ کی نیت کر لے گا اور اس پر کوئی قضائی نہیں ہوگی، اس حدیث میں مذکورہ مسئلہ بھی اسی قسم کا ہے۔

حُكْمُ مَنْ اَصْبَحَ جُنُبًا وَهُوَ صَائِمٌ

جنابت کی حالت میں صبح کرنے والے، جبکہ وہ روزے دار بھی ہو، کا بیان

(۳۷۹۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نُودِیَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ وَاَحَدُکُمْ جُنُبٌ فَلَا یَصُمْ یَوْمَئِذٍ۔)) (مسند احمد: ۸۱۳۰)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب صبح کی اذان ہو جائے اور تم میں سے کوئی جنبی ہو تو وہ اس دن کا روزہ نہ رکھے۔''

فوائد: ...... اس باب کی دیگر احادیث سے پتہ چلے گا کہ آپ ﷺ جنابت کی حالت میں روزہ رکھ کر بعد میں غسل کر لیا کرتے تھے، تو پھر اس حدیث کا کیا معنی ہوا؟ امام خطابی کہتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ ؓ کی اس روایت کو منسوخ سمجھا جائے، دراصل یہ حکم ابتدائے اسلام میں اس وقت تھا، جب رات کو سونے کے بعد کھانے پینے کی طرح جماع حرام ہو جاتا تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے طلوعِ فجر تک جماع کو جائز قرار دیا تو جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا بھی جائز ہوگیا، اس لیے اس حدیث کے اس حصے کہ ''جو جنابت کی حالت میں صبح کرے، وہ روزہ نہ رکھے'' کی یہ تاویل کی جائے گی کہ جو آدمی سونے کے بعد روزے کی حالت میں جماع کر لے، تو اس دن کا روزہ اسے کفایت نہیں کرے گا، سیدنا ابو ہریرہ ؓ نے شروع شروع میں سیدنا فضل بن عباس ؓ سے سنی ہوئی روایت کے مطابق فتوی دیا تھا، دراصل اس وقت ان کو نسخ کا علم نہیں تھا، پھر جب ان کو سیدنا عائشہ ؓ اور سیدہ ام سلمہ ؓ کی روایات کا پتہ چلا تو انھوں نے پہلے قول سے رجوع کر لیا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم (۱۱۰۹) سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ابن ابی شیبہ (۳/۸۱) میں ہے کہ سعید

(۳۷۹۱) تخریج: صحیح۔ اخرجه ابن ماجه: ۱۷۰۲ (انظر: ۸۱۴۵)

بن مسیب نے کہا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا کہ جو آدمی اس حال میں صبح کرے کہ وہ جنبی ہو تو وہ روزہ نہ رکھے۔

(۳۷۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِی ثَنَا إِسْمَاعِیْلُ اَنْبَاَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَیْوَةَ قَالَ: بَنٰی یَعْلَی بْنُ مُنَبِّهٍ فِی رَمَضَانَ فَاَصْبَحَ هُوَ جُنُبٌ، فَلَقِیَ اَبَا هُرَیْرَةَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ: اَفْطِرْ، قَالَ: اَفَلَا اَصُوْمُ هٰذَا الْیَوْمَ وَاُجْزِئُهُ مِنْ یَوْمٍ آخَرَ، قَالَ: اَفْطِرْ، فَاَتٰی مَرْوَانَ فَحَدَّثَهُ فَاَرْسَلَ اَبَا بَکْرِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ إِلٰی اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَسَاَلَهَا فَقَالَتْ: قَدْ کَانَ ﷺ یُصْبِحُ فِینَا جُنُبًا مِنْ غَیْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ یُصْبِحُ صَائِمًا فَرَجَعَ إِلٰی مَرْوَانَ فَحَدَّثَهُ فَقَالَ: الْقَ بِهَا اَبَا هُرَیْرَةَ! فَقَالَ: جَارٌ جَارٌ، فَقَالَ: اَعْزِمُ عَلَیْكَ، لِتَلْقَ بِهِ، فَلَقِیَهُ فَحَدَّثَهُ فَقَالَ: إِنِّی لَمْ اَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ إِنَّمَا اَنْبَاَنِیْهِ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ ذَالِكَ لَقِیْتُ رَجَاءَ فَقُلْتُ: حَدِیْثُ یَعْلٰی مَنْ حَدَّثَکَهُ، فَقَالَ: إِیَّایَ حَدَّثَهُ۔ (مسند احمد: ۱۸۲۶)

رجاء بن حیوہ کہتے ہیں کہ یعلیٰ بن منبہ نے رمضان میں شادی کی، اس طرح اس کی جناب والی حالت میں ہی صبح ہوگئی، پس وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے یہ سوال کیا، انہوں نے جواباً کہا: روزہ افطار کردو۔ یعلیٰ نے کہا: کیا اس طرح نہ ہو جائے کہ میں آج کا روزہ بھی مکمل کرلوں اور اس کے عوض ایک اور روزہ بھی رکھ لوں۔ انہوں نے کہا: افطار کر کر دے۔ یعلی، مروان کے پاس پہنچ گیا اور یہ واقعہ ذکر کیا، مروان نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، پس انھوں نے سیدہ سے سوال کیا اور انہوں نے یہ جواب دیا: رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے اور آپ ﷺ کا روزہ بھی ہوتا تھا اور آپ ﷺ یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی، ابو بکر بن عبدالرحمٰن نے واپس جا کر مروان کو یہ حدیث بیان کی۔ اس نے کہا: جا کر یہ بات سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتاؤ۔ ابو بکر بن عبدالرحمٰن نے کہا:: وہ تو میرے ہمسائے ہیں، میرے ہمسائے ہیں (اس لیے میں ان کو یہ بات نہیں بتلا سکوں گا)۔ لیکن مروان نے کہا: میں تمہیں حتمی حکم دیتا ہوں کہ جا کر ان کو ملو اور (انہیں یہ حدیث بیان کرو)، پس وہ گیا اور ان سے جا ملا اور ان کو یہ حدیث بیان کر دی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے خود تو یہ بات نبی کریم ﷺ سے نہیں سنی تھی، البتہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلائی تھی۔ ابن عوف کہتے ہیں: اس کے بعد جب میری ملاقات رجاء سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ سے یعلیٰ والی حدیث کس نے بیان کی تھی؟ انہوں نے کہا: خود یعلی نے مجھے بیان کی تھی۔

(۳۷۹۲) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۳۰، ومسلم: ۱۱۰۹ (انظر: ۱۸۲۶)

(۳۷۹۳) عَنْ اَبِی قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَتَّابٍ قَالَ: كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: مَنْ اَصْبَحَ جُنُبًا فَلَا صَوْمَ لَهُ، قَالَ: فَاَرْسَلَنِیْ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَنَا وَرَجُلًا آخَرَ إِلٰی عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلْمَةَ رضی اللہ عنہما نَسْاَلُهُمَا عَنِ الْجُنُبِ يُصْبِحُ فِی رَمَضَانَ قَبْلَ اَنْ يَغْتَسِلَ، قَالَ: فَقَالَتْ إِحْدَاهُمَا: قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيُتِمُّ صِيَامَ يَوْمِهِ، وَقَالَتِ الْاُخْرٰی: كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَحْتَلِمَ ثُمَّ يُتِمُّ صَوْمَهُ، قَالَ: فَرَجَعَا فَاَخْبَرَا مَرْوَانَ بِذَالِكَ، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: اَخْبِرْ اَبَا هُرَيْرَةَ بِمَا قَالَتَا، فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: كَذَا كُنْتُ اَحْسَبُ وَكَذَا كُنْتُ اَظُنُّ قَالَ: فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: بِاَظُنُّ وَبِاَحْسَبُ تُفْتِی النَّاسَ۔ (مسند احمد: ۲۶۰۲۴)

عبدالرحمن بن عتاب کہتے ہیں: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی، اس کا کوئی روزہ نہیں۔ مروان بن حکم نے مجھے اور ایک اورآدمی کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا تاکہ ہم ان سے ماہِ رمضان میں غسلِ جنابت سے قبل جنابت کی حالت میں صبح کرنے والے کے بارے میں سوال کریں۔ان میں سے ایک نے کہا: رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے، لیکن بعد میں غسل کر کے اس دن کا روزہ پورا کرتے تھے۔ دوسری نے کہا: آپ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے، لیکن یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی، پھر آپ ﷺ اپنا روزہ پورا کرتے تھے۔ وہ دونوں لوٹے اور مروان کو یہ حدیث بیان کی۔ مروان نے عبد الرحمن سے کہا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان دونوں (امہات المومنین) کی حدیث بتلاؤ، یہ سن کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا تو یہی گمان تھا، میرا تو یہی خیال تھا۔مروان نے ان سے کہا: کیا آپ گمان اور ذاتی خیال کی روشنی میں لوگوں کو فتوے دیتے ہیں۔

(۳۷۹٤) عَنْ اَبِی بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا ثُمَّ يَغْتَسِلُ ثُمَّ يَغْدُو إِلَی الْمَسْجِدِ وَرَاْسُهُ يَقْطُرُ ثُمَّ يَصُوْمُ ذَالِكَ الْيَوْمَ، فَاَخْبَرْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ بِقَوْلِهَا فَقَالَ

عبدالرحمن بن حارث کہتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے، پھر آپ ﷺ غسل کر کے مسجد کی طرف تشریف لے جاتے، جبکہ آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہوتے اور آپ ﷺ اس دن کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ جب میں نے مروان بن حکم کو یہ حدیث

(۳۷۹۳) تخریج: حدیث صحیح بغیر هذه السیاقة، وهذا اسناد ضعیف لضعف علی بن عاصم الواسطی۔ اخرجه النسائی فی "الکبری": ۲۹٤۳ (انظر: ۲۵۵۰۹)

(۳۷۹٤) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۲٦، ۱۹۳۰، ومسلم: ۱۱۰۹، وهو حدیث بعضهم رووه مطولا و بعضهم مختصرا (انظر: ۲٤٦۸۱)

لِی: اَخْبِرْ اَبَا هُرَيْرَةَ بِقَوْلِ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: إِنَّهُ لِی صَدِيْقٌ فَأُحِبُّ اَنْ تُعْفِيَنِی، فَقَالَ: عَزَمْتُ عَلَيْكَ لَمَا انْطَلَقْتَ اِلَيْهِ، فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَهُوَ إِلٰى اَبِی هُرَيْرَةَ فَاَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِهَا، فَقَالَ: عَائِشَةُ إِذَنْ اَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۲۵۱۸۸)

بیان کی تو انھوں نے مجھ سے کہا: جاؤ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتلا کر آؤ۔ میں نے کہا: وہ تو میرے دوست ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس سلسلے میں معاف کر دیں۔ لیکن انھوں نے کہا: میں تمہیں تاکیداً کہتا ہوں کہ تم جاؤ۔ چنانچہ میں اور وہ دونوں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات ان کو بتلائی، وہ کہنے لگے: (اس کا مطلب ہے کہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں زیادہ جانتی ہے۔

(۳۷۹۵) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِی عَلٰى عَائِشَةَ وَ اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہما، فَقَالَتَا إِنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا ثُمَّ يَصُوْمُ۔ (مسند احمد: ۲٤٥٦۳)

(دوسری سند) ابو بکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں اور میرے والد ہم دونوں سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گئے، ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے اور روزہ بھی رکھ لیتے تھے۔

(۳۷۹٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ وَ اُمُّ سَلَمَةَ زَوْجَا النَّبِیِّ ﷺ قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ مِنْ اَهْلِهِ جُنُبًا فَيَغْتَسِلُ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّیَ الْفَجْرَ ثُمَّ يَصُوْمُ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِاَبِی هُرَيْرَةَ فَقَالَ: لَا اَدْرِی اَخْبَرَنِیْ ذَالِكَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ۔ (مسند احمد: ۱۸۰٤)

(تیسری سند) وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی بیویوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کی وجہ سے جنابت کی حالت میں صبح کرتے، پھر نماز فجر ادا کرنے سے پہلے غسل کرتے اور اس دن کا روزہ بھی رکھتے۔ وہ کہتے ہیں: جب میں نے یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی تو انہوں نے کہا: ''میرے علم میں تو یہ حدیث نہیں ہے، البتہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے وہ حدیث بیان کی تھی۔

فوائد: ......صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: كَذَالِكَ حَدَّثَنِی الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ اَعْلَمُ، یعنی: سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے اسی طرح بیان کیا تھا اور وہی اس بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔
پیچھے حدیث گزر گئی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا تھا کہ جو آدمی جنبی حالت میں صبح کرے وہ روزہ نہ رکھے اور یہ بات ان کو فضل بن عباس نے بیان کی تھی یہی بات ادھر مراد ہے۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث

(۳۷۹۵) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۷۹٦) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

ملنے پر اپنے پہلے موقف سے رجوع کر لیا تھا۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۷۹۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ رَابِعٍ) بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ: كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ الْاِحْتِلَامِ ثُمَّ يَصُوْمُ وَقَالَتْ فِي حَدِيْثِ عَبْدِرَبِّهِ: فِي رَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ۲٤٥٧٥)

(چوتھی سند) گزشتہ حدیث کی مانند ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی کریم ﷺ جماع کی وجہ سے جنابت کی حالت میں صبح کرتے، نہ کہ احتلام کی وجہ سے، پھر اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ عبدربہ کی حدیث میں رمضان کا ذکر بھی ہے۔

(۳۷۹۸) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: لَا وَرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ! مَا اَنَا قُلْتُ: مَنْ اَصْبَحَ جُنُبًا فَلَا يَصُوْمُ ، مُحَمَّدٌ ﷺ وَرَبِّ الْبَيْتِ قَالَهُ، مَا اَنَا نَهَيْتُ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، مُحَمَّدٌ ﷺ نَهٰى عَنْهُ وَرَبِّ الْبَيْتِ! (مسند احمد: ۷۳۸۲)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: اس گھر کے رب کی قسم! میں نے نہیں کہا کہ ''جو آدمی جنابت کی حالت میں صبح کرے وہ روزہ نہ رکھے۔'' رب کعبہ کی قسم! یہ بات تو محمد ﷺ نے فرمائی ہے۔ ربّ کعبہ کی قسم! میں نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ محمد ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

فوائد:...... اس باب کی پہلی حدیث کے فوائد میں اس حدیث کا مفہوم بیان کیا جا چکا ہے۔

(۳۷۹۹) عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَاَنَا جُنُبٌ وَاَنَا اُرِيْدُ الصِّيَامَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَاَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَاَنَا جُنُبٌ وَاَنَا اُرِيْدُ الصِّيَامَ فَاَغْتَسِلُ ثُمَّ اَصُوْمُ۔)) فَقَالَ الرَّجُلُ: اِنَّا لَسْنَا مِثْلَكَ، فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: ((وَاللّٰهِ! اِنِّي لَاَرْجُو اَنْ اَكُوْنَ اَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَعْلَمَكُمْ بِمَا اَتَّقِي۔)) (مسند احمد: ۲٤٨٨٩)

سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میں جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور مجھے نماز فجر پا لیتی ہے، جبکہ میرا روزہ رکھنے کا بھی ارادہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(میرے ساتھ بھی ایسے ہوتا ہے کہ) میں جنبی ہوتا ہوں اور مجھے نماز پا لیتی ہے، جبکہ روزہ رکھنے کا ارادہ بھی ہوتا ہے، تو میں غسل کرتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔'' اس بندے نے کہا: ہم تو آپ ﷺ جیسے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غصے میں آ گئے اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے

(۳۷۹۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۷۹۸) تخریج: صحیح۔ اخرجه ابن ماجه: ۱۷۰۲ (انظر: ۷۳۸۸)

(۳۷۹۹) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۱۰ (انظر: ۲٤۳۸٥)

ڈرنے والا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ مجھے کن باتوں سے بچنا چاہیے۔‘‘

فوائد: ......’’مجھے نماز فجر پالیتی ہے‘‘ کا مفہوم یہ ہے کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔اس آدمی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں، اس لیے آپ ﷺ کے ساتھ احکام میں نرمی کی جا سکتی ہے، لیکن آپ ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ آپ ﷺ تو اس فضیلت ومنقبت کے باوجود تقوی کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر کام میں رسول اللہ ﷺ کے افعال کی اقتدا کرنی چاہیے، ماسوائے ان امور کے جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہوں۔

(۳۸۰۰) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُدْرِكُهُ الصُّبْحُ وَهُوَ جُنُبٌ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ۔ (مسند احمد: ۲٤٦٠٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب صبح ہوتی تو نبی کریم ﷺ جنابت کی حالت میں ہوتے ، پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔‘‘

(۳۸۰۱) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ، بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) كَانَ تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ يُصْبِحُ جُنُبًا ثُمَّ يَغْتَسِلُ ثُمَّ يَغْدُو إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْمَعُ قِرَائَتَهُ وَيَصُوْمُ۔ (مسند احمد: ۲٤۹۳۳)

(دوسری سند)اسی طرح حدیث مروی ہے،البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی کریم ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے، پھر آپ ﷺ غسل کر کے نماز کے لیے تشریف لے جاتے (اور لوگوں کو نماز پڑھاتے اور) میں آپ ﷺ کی قراءت کی آواز سن رہی ہوتی اور آپ ﷺ اس دن روزہ بھی رکھ لیتے تھے۔

فوائد: ......تمام احادیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آدمی جنابت کی حالت میں روزے کی نیت کر کے روزہ بند کر کے طلوع فجر کے بعد غسل جنابت کر سکتا ہے۔روزے کے دوران جماع حرام ہے، لیکن جنابت والی حالت میں روزے کی ابتداء کی جا سکتی ہے، جیسا کہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

تَحْذِيْرُ الصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَالْغِيْبَةِ وَاَنَّ ذَالِكَ مُبْطِلٌ لِثَوَابِ الصَّوْمِ

روزے دار کو لغو، فحش کلامی اور غیبت سے متنبہ کرنے اور ان امور کا روزے کے ثواب کو ضائع کر دینے کا بیان

(۳۸۰۲) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی آدمی روزے سے ہو تو وہ اس دن

(۳۸۰۰) تخريج: اخرجه البخاري: ۱۹۲٦، ۱۹۳۰، ومسلم: ۱۱۰۹ (انظر: ۲٤۱۰٤)

(۳۸۰۱) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۸۰۲) تخريج: اخرجه البخاري: ۱۹۰٤، ومسلم: ۱۱۵۱ (انظر: ۲٦۰٦۹)

اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ یَوْمَئِذٍ وَلَا یَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهُ اَحَدٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ۔)) (مسند احمد: ٢٦٥٩٧)

نہ فحش گوئی کرے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی آدمی اسے گالی دے یا اس سے لڑے ہے تو وہ اسے جواباً اتنا کہے کہ میں روزے دار ہوں۔''

(٣٨٠٣) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ وَرُبَّ قَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ قِيَامِهِ السَّهَرُ۔)) (مسند احمد: ٨٨٤٣)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ جن کو روزے کے عوض صرف بھوک پیاس نصیب ہوتی ہے اور قیام کرنے والے بھی کئی لوگ ایسے ہیں، جن کو قیام کے عوض صرف بیداری ملتی ہے۔''

فوائد: ......یعنی وہ مشقت اٹھانے کے باوجود اجر وثواب سے محروم رہتے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ جو کوئی مسلمان عبادت والے امور سر انجام دینا چاہے تو وہ اس کے تمام تقاضے پورا کرنے کی کوشش کرے، وگرنہ وہ ایسا بیچارہ بن جائے گا کہ جو بڑا صبر کر کے دن کو روزہ رکھتا ہے، رات کو قیام کرتا ہے، لیکن تقسیم اجر کے وقت اس کو خالی ہاتھ واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔العیاذ باللہ۔

(٣٨٠٤) وَعَنْهُ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَ لَا جَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔)) (مسند احمد: ٩٨٣٨)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی جھوٹی بات، اس پر عمل اور جہالت کو نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔''

(٣٨٠٥) عَنْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّ اِمْرَاَتَيْنِ صَامَتَا وَاَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ هَاهُنَا اِمْرَاَتَيْنِ قَدْ صَامَتَا وَاَنَّهُمَا قَدْ كَادَتَا اَنْ تَمُوْتَا مِنَ الْعَطَشِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ اَوْ سَكَتَ، ثُمَّ عَادَ، وَاُرَاهُ قَالَ: بِالْهَاجِرَةِ؟ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّهُمَا وَاللّٰهِ! قَدْ مَاتَتَا اَوْ

مولائے رسول سیدنا عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا اور ایک آدمی نے ان کے بارے میں یہ بتلایا: اے اللہ کے رسول! یہاں دو عورتیں ہیں، انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے لیکن وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے مرنے کے قریب ہیں۔ آپ ﷺ نے اس آدمی سے منہ موڑ لیا یا خاموش ہو رہے۔اس نے اپنی بات دہرائی، اور میرا خیال ہے کہ وہ دوپہر

(٣٨٠٣) تخريج: اسناده جيّد۔ اخرجه ابن ماجه: ١٦٩٠ (انظر: ٨٨٥٦)

(٣٨٠٤) تخريج: اخرجه البخاری: ١٩٠٣، ٦٠٥٧ (انظر: ٩٨٣٩)

(٣٨٠٥) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة الراوی عن عبيد۔ اخرجه البخاری فی "تاريخه": ٥/ ٤٤٠، وابويعلى: ١٥٧٦ (انظر: ٢٣٦٥٣)

كَـادَتَـا اَنْ تَمُوْتَا ، قَالَ: ((اُدْعُهُمَا۔)) قَالَ: فَجَاءَ تَا ، قَالَ: فَجِيْءَ بِقَدْحٍ اَوْ عُسٍّ ، فَقَالَ لِاِحْدَاهُمَا: ((قِيْئِيْ۔)) فَقَاءَ تْ قَيْحًا اَوْ دَمًا وَ صَـدِيْـدًا وَ لَـحْـمًا ، حَتّٰى قَاءَ تْ نِصْفَ الْـقَدَحِ ، ثُمَّ قَالَ لِلْاُخْرٰى: ((قِيْئِيْ۔)) فَقَاءَ تْ مِـنْ قَيْـحٍ وَدَمٍ وَصَـدِيْـدٍ وَلَـحْـمٍ عَبِيْطٍ وَغَيْـرِهِ حَتّٰى مَلَاَتِ الْقَدَحَ ، ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّ هَـاتَيْنَ صَامَتَا عَمَّا اَحَلَّ اللّٰهُ وَاَفْطَرَتَا عَلٰى مَـا حَـرَّمَ الـلّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمَا ، جَلَسَتْ اِحْـدَاهُـمَـا اِلَـى الْاُخْـرَى فَجَعَلَتَا يَاْكُلَانِ لُحُوْمَ النَّاسِ۔)) (مسند احمد: ۲٤٠٥۳)

کی شدت کی گرمی کا وقت تھا۔ اس نے کہا: اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! وہ دونوں مر چکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں بلاؤ۔'' وہ دونوں آ گئیں اور ایک پیالہ بھی لایا گیا، آپ ﷺ نے ایک خاتون سے فرمایا: ''اس میں قے کرو۔'' اس نے خون، پیپ اور گوشت ملی قے کی، آدھا پیالہ بھر گیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری عورت سے فرمایا: ''تم بھی قے کرو۔'' اس نے بھی پیپ، خون اور تازہ گوشت کے لوتھڑوں وغیرہ کی قے کی، اب کی بار پیالہ بھر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے جس چیز کو حلال کیا ہے، انہوں نے اسے تو چھوڑ کر روزہ رکھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو ان پر حرام کیا ہے، اس کے ساتھ انہوں نے روزے کو ضائع کر دیا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ دونوں بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں یعنی غیبت کرتی رہیں۔''

(۳۸۰٦) (وَمِـنْ طَـرِيْـقٍ ثَانٍ): عَنْ عُثْمَانَ بْـنِ غِيَاثٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ اَبِيْ عُثْمَانَ ، قَالَ: فَـقَـالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ ثَنَا سَعْدٌ اَوْ عُبَيْدٌ ، (عُثْـمَـانُ بْـنُ غِيَـاثٍ الَّـذِيْ يَشُكُّ) مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُـمْ اُمِرُوْا بِصِيَامٍ ، قَالَ: فَـجَـاءَ رَجُـلٌ بَعْضَ النَّهَارِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ الـلّٰهِ اِنَّ فُلَانًـا وَفُلَانَةَ قَدْ بَلَغَهُمَا الْجَهْدُ ، فَـذَكَـرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ يَزِيْدَ وَ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ۔ (مسند احمد: ۲٤٠٥٥)

مولائے رسول سیدنا سعد یا سیدنا عبید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا، ایک آدمی دن کے دوران آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں مرد اور عورت روزہ کی وجہ سے بڑی مشقت میں ہیں۔ اس سے آگے سلیمان والی حدیث کا مفہوم بیان کیا۔

فوائد:...... پچھلی روایت میں شک کے بغیر عبید رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے اور ظاہر ہے کہ شک کے بغیر والی روایت ہی زیادہ اہمیت والی ہوتی ہے۔

(۳۸۰٦) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۸۰۷) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَعْدٌ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ أَنَّهُمْ أُمِرُوا بِصِيَامِ يَوْمٍ فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْضَ النَّهَارِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ فُلَانَةَ وَفُلَانَةَ بَلَغَهُمَا الْجَهْدُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٢٤٠٥٦)

مولائے رسول بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو ایک دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا، دن کے کسی حصہ میں ایک آدمی نے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں فلاں عورتیں (روزے کی وجہ سے) بڑی مشقت سے دو چار ہیں، لیکن آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا،......۔

فوائد: ......فحش گوئی، شور شرابا، گالی گلوچ، سب وشتم، لعن طعن، چغلی وغیبت، لڑائی جھگڑے، کذب بیانی، جہالت والے امور، بلاشبہ ان برے کاموں سے روزہ باطل تو نہیں ہوتا ہے، لیکن اس کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ سارا اجر ضائع ہو جائے، جیسا کہ حدیث نمبر (۳۸۰۳) سے معلوم ہوتا ہے۔

❁❁❁❁

(۳۸۰۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

اَلْوِصَالُ لِلصَّائِمِ
روزے دار کا وصال کرنا

اَلنَّهْيُ عَنْهُ وَإِبَاحَتُهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُصُوصِيَّةً لَهُ
وصال سے منع کرنے اور نبی کریم ﷺ کے لیے اس کا بطور خصوصیت جائز ہونے کا بیان

وصال: غروبِ آفتاب کے بعد روزہ افطار نہ کرنا اور اس کو رات کے کچھ حصے تک یا ساری رات تک یا کئی دنوں تک جاری رکھنا وصال کہلاتا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اس باب سمیت کل تین ابواب کا بغور مطالعہ کریں اور مختلف مفہوم رکھنے والی احادیث کو ذہن نشین کریں۔

(۳۸۰۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ)) قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالُوْا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!، قَالَ: ((إِنَّكُمْ لَسْتُمْ فِي ذَالِكَ مِثْلِي، إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّي وَيَسْقِيْنِيْ فَاكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُوْنَ)) (مسند احمد: ۷۱۶۲)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''وصال سے بچو۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ خود تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس معاملے میں تم میری طرح نہیں ہو، میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے، تم اتنا عمل کیا کرو، جس کی تمہیں طاقت ہو۔''

فوائد: ..... وصال کے دوران آپ ﷺ کو کھلانے پلانے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: (۱) آپ ﷺ کے لیے جنت کے ماکولات و مشروبات پیش کیے جاتے تھے اور ان سے وصال متاثر نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا حکم دنیوی کھانوں سے مختلف ہے۔ (۲) اس سے مراد وہ راحت، لذت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے نصیب ہوتی تھی اور اس وجہ سے آپ ﷺ کی کھانے پینے سے توجہ ہٹ جاتی تھی۔

(۳۸۰۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ، فَقِيْلَ لَهُ:

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے وصال سے منع فرمایا تو کسی نے آپ ﷺ کو کہا: آپ

(۳۸۰۸) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۶۶، ومسلم: ۱۱۰۳ (انظر: ۷۱۶۲)
(۳۸۰۹) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۲۲، ومسلم: ۱۱۰۲ (انظر: ۴۷۵۲)

إِنَّكَ تَفْعَلُهُ، فَقَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ إِنِّي أَظَلُّ، يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي.))
(مسند احمد: ٤٧٥٢)

خود تو وصال کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میری صورتحال تو یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔''

(٣٨١٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاصَلَ فِي رَمَضَانَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَنَهَاهُمْ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقٰى.))
(مسند احمد: ٥٧٩٥)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان میں وصال کیا، سو لوگوں نے بھی وصال شروع کر دیا، لیکن جب آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا تو کسی نے آپ ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ خود تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم جیسا نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا پلایا بھی جاتا ہے۔''

(٣٨١١) عَنْ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةٌ عَائِشَةَ ؓ وَأَنَا شَاهِدَةٌ عَنْ وَصْلِ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ لَهَا: أَتَعْمَلِيْنَ كَعَمَلِهِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَكَانَ عَمَلُهُ نَافِلَةً لَهُ.
(مسند احمد: ٢٦٦٥٤)

سیدہ معاذہ ؓ کہتی ہیں: ایک عورت نے سیدہ عائشہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بلا افطار کے تسلسل کے ساتھ روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا، میں بھی وہاں موجود تھی، تو سیدہ ؓ نے کہا: کیا تم آپ ﷺ کی طرح کا عمل کرلو گی؟ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے تھے اور آپ ﷺ کا عمل تو نفلی ہوتا تھا۔

(٣٨١٢) عَنْ عَلِيٍّ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُوَاصِلُ مِنَ السَّحَرِ إِلَى السَّحَرِ. (مسند احمد: ١١٩٥)

سیدنا علی ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سحری سے دوسری سحری تک وصال کرتے تھے۔

(٣٨١٣) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ.
(مسند احمد: ٢٥١٣١)

سیدہ عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا ہے۔

(٣٨١٤) عَنْ لَيْلٰى اِمْرَأَةِ بَشِيْرٍ، قَالَتْ: أَرَدْتُ أَنْ أَصُوْمَ يَوْمَيْنِ مُوَاصَلَةً فَمَنَعَنِي

سیدہ لیلیٰ زوجہ بشیر ؓ کہتی ہیں: میں نے دو دن کا بلا افطار متواتر روزہ رکھنا چاہا، لیکن میرے شوہر بشیر نے مجھے ایسا کرنے

(٣٨١٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٣٨١١) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابويعلى: ٤٥٨٠ (انظر: ٢٦١٢٥)
(٣٨١٢) تخريج: حسن لغيره۔ اخرجه عبد الرزاق: ٧٧٥٢ (انظر: ١١٩٥)
(٣٨١٣) تخريج: اخرجه البخارى: ١٩٦٤، ومسلم: ١١٠٥ (انظر: ٢٤٦٢٤)
(٣٨١٤) اسناده صحيح۔ اخرجه الطيالسى: ١١٢٥، والطبرانى فى "الكبير": ١٢٣١ (انظر: ٢١٩٥٥)

بَشِيْرٌ وَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْهُ، وَقَالَ: ((يَفْعَلُ ذَالِكَ النَّصَارٰى وَلٰكِنْ صُوْمُوْا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ، فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ فَاَفْطِرُوْا۔)) (مسند احمد: ۲۲۳۰۱)

سے روک دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کر دیا ہے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اس طرح تو عیسائی کرتے ہیں، تم اسی طرح روزے رکھا کرو، جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، یعنی رات تک روزہ مکمل کیا کرو، جب رات ہو جائے تو افطاری کر لیا کرو۔''

مُوَاصَلَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِأَصْحَابِهِ يَوْمَيْنِ وَلَيْلَتَيْنِ حِيْنَ اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا كَالْمُنَكِّلِ بِهِمْ

صحابہ کے وصال سے باز آنے سے انکار کرنے پر ان کو عبرت سکھانے کے لیے یا ان کے فعل پر انکار کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے ان کے ساتھ دو دنوں اور دو راتوں تک وصال کرنے کا بیان

(۳۸۱۵) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تُوَاصِلُوْا۔)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تُوَاصِلُ، إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي اَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي۔)) قَالَ: فَلَمْ يَنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ، فَوَاصَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَيْنِ وَلَيْلَتَيْنِ ثُمَّ رَاَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَاَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ۔)) كَالْمُنَكِّلِ بِهِمْ۔ (مسند احمد: ۷۷۷۳)

سیدنا سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وصال نہ کرو۔'' لیکن صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ خود تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔'' بہر حال لوگ تو وصال سے باز نہ آئے۔ (جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ) نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ مسلسل دو دنوں اور دو راتوں تک وصال کیا، اس کے بعد چاند نظر آ گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر چاند نظر نہ آتا تو میں مزید وصال کرتا۔'' دراصل آپ ﷺ اس کو ان کے لیے عبرتناک سزا بنا رہے تھے۔

فوائد: ......سوال یہ ہے کہ اس حدیث سے وصال کے جواز کا استدلال کیا جائے یا عدم جواز کا؟ اگر اس نقطے کو سامنے رکھا جائے کہ اگر یہاں نہی حرمت کے لیے ہوتی تو آپ ﷺ صحابہ کو وصال پر برقرار نہ رکھتے تو جواز کا استدلال کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر اس اعتبار سے غور کیا جائے کہ جس چیز کی اجازت اس لیے دی گئی ہے، تاکہ اس کو عبرتناک سزا بنا دیا جائے تو عدم جواز کا مفہوم کشید کیا جائے گا۔ زیادہ رجحان پہلے خیال کی طرف جاتا ہے، جیسا کہ ایک صحابی کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے سینگی اور وصال سے منع کیا، اپنے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کو حرام قرار نہیں دیا۔ (ابوداود: ۲۳۷٤)

(۳۸۱۵) تخریج: اخرجه البخاري: ۱۹٦٥، ٦٨٥۱، ۷۲۹۹، ومسلم: ۱۱۰۳ (انظر: ۷۷۸٦)

(٣٨١٦) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاصَلَ فِي رَمَضَانَ، فَوَاصَلَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَالِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ مُدَّ لِيَ الشَّهْرُ، لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ، إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِيْ رَبِّي وَيَسْقِيْنِي۔)) (مسند احمد: ١٣٦٩١)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں وصال کیا، پس صحابہ نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا، جب نبی کریم ﷺ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مہینہ مزید لمبا ہوتا تو میں وصال کو مزید لمبا کرتا، تاکہ غلو کرنے والے متشدد لوگ اپنے غلو اور تشدد سے باز آ جاتے، میری صورتحال تو یہ ہے کہ مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔''

(٣٨١٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُوْسٰى، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ وَاصَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا رَأَوُا الْهِلَالَ أَخْبَرُوْا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ زَادَ لَزِدْتُّ۔)) فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَالِكَ أَوْ شَيْئًا نَحْوَهُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّي وَيَسْقِيْنِيْ۔ (مسند احمد: ٢٥٤٥٨)

عبداللہ بن ابی موسیٰ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے وصال کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے کہا: احد کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے وصال کیا تھا، لیکن ان کو اس سے مشقت ہوئی، جب چاند نظر آیا تو تب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مہینہ مزید لمبا ہوتا تو میں بھی وصال کو لمبا کر دیتا۔'' کسی نے کہا: آپ ﷺ خود بھی وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔''

اَلرُّخْصَةُ فِي الْوِصَالِ إِلَى السَّحَرِ
سحری تک وصال کرنے کی رخصت

(٣٨١٨) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ)) فَقَالُوْا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنِّي أَبِيْتُ، لِيْ مُطْعِمٌ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم وصال نہ کرو اور جو آدمی ایسا کرنا ہی چاہے تو وہ سحری تک وصال کر لیا کرے۔'' صحابہ نے کہا: آپ ﷺ خود تو وصال کر لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہاری مانند نہیں ہوں، میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے

(٣٨١٦) تخريج: اخرجه البخاري: ٧٢٤١، ومسلم: ١١٠٤ (انظر: ١٣٦٥٦)
(٣٨١٧) تخريج: حديث صحيح (انظر: ٢٤٩٤٥)
(٣٨١٨) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٦٣، ١٩٦٧ (انظر: ١١٠٥٥)

يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِيْ)) (مسند احمد: ۱۱۰۷۰) ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا پلاتا ہے۔''

فوائد: ......اس موضوع سے متعلقہ درج ذیل حدیث، جو پہلے گزر چکی ہے، بھی قابل توجہ ہے: ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصِّيَامِ وَالْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ إِبْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا (وَفِي لَفْظٍ:) وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِهِ۔

ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے انہیں روزے میں وصال کرنے اور روزہ دار کو سینگی لگوانے سے منع تو فرمایا، لیکن آپ ﷺ نے ان کاموں کو حرام نہیں کیا۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ ﷺ نے ان دونوں کاموں کو اپنے کسی صحابی پر حرام نہیں فرمایا۔ (ابوداود: ۲۳۷۴، ملاحظہ ہو: حدیث نمبر ۳۷۵۶) مذکورہ بالا تین ابواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اصل پسند اور رغبت یہ ہے کہ لوگ وصال نہ کریں، اگر کوئی وصال کرنا چاہے تو وہ حدیث نمبر (۳۸۱۸) کی روشنی میں سحری تک وصال کر لے، اس سے زیادہ وصال کرنے کی گنجائش تو مل سکتی ہے، لیکن کرنا نہیں چاہیے۔ ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ وصال کے معاملے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی احادیث کی فوراً تعمیل کیوں نہیں کی، جبکہ وہ تو آپ ﷺ کے اشاروں پر جان تک نچھاور کر دینے والے تھے؟ جواب یہ ہے کہ اس قسم کے مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ اصل حکم وصال کا ہی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ عمل کرتے تھے، لیکن چونکہ آپ ﷺ اُن کے حق میں تخفیف، نرمی اور عدم مشقت کو پسند کرتے تھے، لیکن صحابہ کرام کا نظریہ یہ تھا کہ وہ بھی اجر وثواب کے حصول کے لیے مشکل سے مشکل امور میں آپ ﷺ کی پیروی کریں گے، پھر آپ ﷺ نے اپنے اور صحابہ کے مابین فرق کی وضاحت کر کے مسئلہ کو واضح کر دیا۔

كَفَّارَةُ مَنْ جَامَعَ فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ
رمضان کے دن میں مجامعت کرنے والے کے کفارہ کا بیان

(۳۸۱۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ يَلْطِمُ وَجْهَهُ وَيَنْتِفُ شَعْرَهُ، وَيَقُوْلُ: مَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ هَلَكْتُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَمَا أَهْلَكَكَ؟)) قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: ((أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُعْتِقَ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا، قَالَ: ((أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا، قَالَ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے اور بالوں کو نوچتے ہوئے ایک بدو نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور یہ کہنے لگا: میرا خیال تو یہی ہے کہ میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا ہے؟'' اس نے کہا: میں ماہِ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ایک گردن (غلام یا

(۳۸۱۹) تخريج: أخرجه البخاري: ۶۷۰۹، ۶۷۱۱، ومسلم: ۱۱۱۱ (انظر: ۱۰۶۸۸)

((اَتَسْتَطِيعُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟)) قَالَ: لاَ، وَذَكَرَ الْحَاجَةَ، قَالَ: فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِزِنْبِيْلٍ، وَهُوَ الْمِكْتَلُ فِيْهِ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا اَحْسَبُهُ تَمْرًا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((اَيْنَ الرَّجُلُ؟)) قَالَ: ((اَطْعِمْ هٰذَا۔)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَابَيْنَ لَا بَتَيْهَا اَحَدٌ اَحْوَجُ مِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ۔ قَالَ: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهُ، قَالَ: ((اَطْعِمْ اَهْلَكَ۔))
(مسند احمد: ١٠٦٩٩)

لونڈی) آزاد کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟'' اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟'' اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟'' اس نے کہا: جی نہیں، پھر اس نے اپنے فقرو فاقہ کا بھی ذکر کیا، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا لایا گیا، جس میں پندرہ صاع کھجور تھی۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''وہ آدمی کہاں ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کھجوریں (مسکینوں کو) کھلا دو۔'' آگے سے اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مدینہ کے دوحروں (سیاہ پتھروں والے میدان) کے درمیان کوئی بھی گھر والے مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہیں۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کی داڑھیں دکھائی دینے لگیں اور پھر فرمایا: ''تو پھر اپنے اہل خانہ کو کھلا دو۔''

فوائد: ...... آپ ﷺ کے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ جب یہ آدمی، آپ ﷺ کے پاس آیا تھا تو اپنے آپ کو ہلاک ہونے والا سمجھ رہا تھا، چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے اور بال نوچتے ہوئے آیا، اپنے نفس کے بارے میں ڈر رہا تھا اور جیسے ممکن ہو اس جرم کی تلافی کرنا چاہتا تھا، لیکن جب اس کو رخصت والا معاملہ نظر آیا تو کفارے کے لیے دیئے گئے مال کو خود کھا جانے کا حریص بن گیا۔

(٣٨٢٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ يَنْتِفُ شَعْرَهُ وَيَدْعُو وَيْلَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَالَكَ؟)) قَالَ: قَدْ وَقَعَ عَلَى امْرَاَتِهِ فِي رَمَضَانَ، قَالَ: ((اَعْتِقْ رَقَبَةً۔)) قَالَ: لاَاَجِدُهَا، قَالَ: ((صُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ۔)) قَالَ: لاَ اَسْتَطِيْعُ، قَالَ: ((اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا۔)) قَالَ: لاَ

(دوسری سند) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی اپنے بالوں کو نوچتا ہوا اور اپنی ہلاکت کی خبر دیتا ہوا آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تجھے ہوا کیا ہے؟'' اس نے کہا: میں ماہِ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک غلام یا لونڈی آزاد کرو۔'' اس نے کہا: میں یہ نہیں کر سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو۔'' اس نے کہا: مجھ میں اتنی طاقت

(٣٨٢٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

اَجِدُ، قَالَ: فَأُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعَرَقٍ، فِیْہِ خَمْسَۃَ عَشَرَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، قَالَ: ((خُذْ ھٰذَا فَاَطْعِمْہُ عَنْكَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا۔)) قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا اَھْلُ بَیْتٍ اَفْقَرُ مِنَّا۔ قَالَ: ((کُلْہُ اَنْتَ وَعِیَالُكَ۔)) (مسند احمد: ٦٩٤٤)

بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔'' اس نے کہا: میں تو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا، اس میں پندرہ صاع کھجور تھی، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''یہ لے جاؤ اور ساٹھ مساکین کو کھلا دو۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مدینہ منورہ کے ان دو حرّوں (سیاہ پتھروں والے میدان) میں کوئی بھی گھر والے مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تم اور تمہارا اہل خانہ ہی کھا لے۔''

(٣٨٢١) (وَعَنْہُ مِنْ طَرِیْقٍ ثَالِثٍ) بِمِثْلِہِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَزَادَ بَدَنَۃً، وَقَالَ: عَمْرٌو فِیْ حَدِیْثِہِ: وَاَمَرَہُ اَنْ یَصُوْمَ یَوْمًا مَکَانَہُ۔ (مسند احمد: ٦٩٤٥)

(تیسری سند) اسی طرح کی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں ایک اونٹ کا صدقہ کرنے کے حکم کا اضافہ ہے۔ عمرو نے اپنی روایت میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اس کے عوض ایک روزہ بھی رکھے۔

فوائد: ......مؤطا امام مالک کی روایت کے مطابق اس زیادتی کی وضاحت یہ ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا، لیکن جب اس نے عدمِ استطاعت کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے ایک اونٹ صدقہ کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد روزوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی بات ہوئی۔

(٣٨٢٢) (وَعَنْہُ مِنْ طَرِیْقٍ رَابِعٍ) بِنَحْوِ حَدِیْثِ ابْنِ اَبِیْ حَفْصَۃَ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ وَفِیْہِ، فَأُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِعَرَقٍ وَالْعَرَقُ الْمِکْتَلُ فِیْہِ تَمْرٌ، قَالَ: ((اِذْھَبْ فَتَصَدَّقْ بِھَا......)) اَلْحَدِیْثَ۔ (مسند احمد: ٧٧٧٢)

(چوتھی سند) اس میں ہے: نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا، اس میں کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اور یہ صدقہ کر دو......۔''

فوائد: ...... ''عَرَق'' اور ''زِنْبِیل'' ایک پیمانہ ہے، جس میں پندرہ صاع کھجوریں آتی ہیں، ہم نے آسانی کے لیے اس کا معنی ''ٹوکرا'' کیا ہے، ایک صاع کا وزن دوکلوسوگرام ہوتا ہے۔

(٣٨٢٣) وَعَنْہُ اَیْضًا ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رمضان

(٣٨٢١) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٣٨٢٢) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٣٨٢٣) تخریج: انظر الحدیث السابق

رَجُلاً اَفْطَرَ فِی رَمَضَانَ اَنْ یُعْتِقَ رَقَبَةً اَوْ یَصُوْمَ شَهْرَیْنِ اَوْ یُطْعِمَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا۔ (مسند احمد: ۷۶۷۸)

میں روزہ توڑ دیا تھا، آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے یا دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

فوائد: ...... دوسری روایات میں ان تین چیزوں کو ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا، اس حدیثِ میں ''اَوْ'' کا لفظ تقسیم کے لیے ہے، نہ کہ تخییر کے لیے۔

مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ غلام یا لونڈی آزاد کر یا دو ماہ کے روزے رکھ یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا۔ لیکن دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے اسے فرمایا ایک گردن آزاد کر۔ جب اس نے کہا میرے پاس اس کی طاقت نہیں تو آپ نے فرمایا، دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ۔ اس نے اس کی طاقت بھی نہ ہونے کی بات کی تو آپ نے فرمایا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا گویا رمضان کے روزے کی حالت میں کوئی جماعت کر لے تو وہ ایک گردن آزاد کرے، اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ یہ کفارہ ہیں کہ ان تین کاموں میں سے جو چاہے ایک کام کر لے۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۸۲٤) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ، حَدَّثَهُ اَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَا هُوَ جَالِسٌ فِی ظِلِّ فَارِعِ اُجُمِ حَسَّانَ، جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: اِحْتَرَقْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((مَا شَاْنُكَ؟)) قَالَ: وَقَعْتُ عَلَی امْرَاَتِی وَاَنَا صَائِمٌ، قَالَ: وَذَاكَ فِی رَمَضَانَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِجْلِسْ۔)) فَجَلَسَ فِی نَاحِیَةِ الْقَوْمِ فَاَتٰی رَجُلٌ بِحِمَارٍ عَلَیْهِ غِرَارَةٌ، فِیْهَا تَمْرٌ۔ قَالَ: هٰذِهِ صَدَقَتِی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَیْنَ الْمُحْتَرِقُ آنِفًا؟)) فَقَالَ: هَا هُوَ ذَا اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((خُذْ هٰذَا، فَتَصَدَّقْ بِهِ۔)) قَالَ: وَاَیْنَ الصَّدَقَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِلَّا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو جل گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''بات کیا ہے؟'' اس نے کہا: میں ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کا ارتکاب کر بیٹھا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ۔'' وہ لوگوں کی ایک طرف بیٹھ گیا، اتنے میں ایک آدمی اپنے گدھا پر ایک بورا لاد کر لایا، اس میں کھجوریں تھیں اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میری طرف سے صدقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جلنے والا کہاں ہے، جو ابھی بات کر رہا تھا؟'' وہ خود بولا: جی اے اللہ کے رسول! وہ یہ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ لے جاؤ اور صدقہ کر دو۔'' اس نے کہا: اللہ کے رسول! صدقہ کہاں ہوگا، مگر مجھ پر اور میرے لیے، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے

(۳۸۲٤) تخریج: اخرجه البخاری: ۶۸۲۲، ومسلم: ۱۱۱۲ (انظر: ۲۶۳۵۹)

عَلَیَّ وَلِی، فَوَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ اَنَا وَعِیَالِی شَیْئًا، قَالَ: ((فَخُذْهَا۔)) فَاَخَذَهَا۔ (مسند احمد: ۲۶۸۹۱)

ساتھ مبعوث کیا ہے! میرے اور میرے گھر والوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اس کو لے جاؤ۔'' پس وہ لے کر چلا گیا۔

فوائد: ...... یہ روایت یہاں مختصر ہے، صحیح بخاری میں غلام کو آزاد کرنے اور دو ماہ کے روزے رکھنے کا ذکر موجود ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہونے والے احکام درج ذیل ہیں:

(۱) جو آدمی روزے کی حالت مجامعت کرے گا، اس پر یہ کفارہ لازم آئے گا: ایک غلام آزاد کرنا، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے لگا تار روزے رکھنا اور اگر ان کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ حدیث نمبر (۳۸۲۱) سے معلوم ہوا کہ غلام کو آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھنے والا اونٹ کا صدقہ کردے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو روزوں والا حکم اختیار کرے، حسن بصری نے اس کفارے میں اونٹ کے ثبوت کا فتوی دیا ہے۔

(۲) یہ کفارہ روزے کی حرمت کو پامال کرنے کا ہے، اس لیے اس کی ادائیگی کے باوجود روزے کی قضائی دینا پڑے گی۔

(۳) اگر کسی آدمی میں کفارہ کی کوئی شق پوری کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ کچھ کیے بغیر بریٔ الذمہ ہو جائے گا، اس حدیث مبارکہ سے بھی اسی چیز کا ثبوت ملتا ہے اور ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ میں بیان کیے گئے قانون کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(۴) ایک انتہائی مسئلہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت پر کفارہ پڑے گا یا نہیں؟ اور اگر کفارہ پڑے گا تو اس حدیث میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ بلا شک وشبہ جس جرم کی وجہ سے خاوند کو یہ کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے، وہی جرم عورت میں بھی پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ زانی مرد وزن، وہ شادی شدہ ہوں یا کنوارے، سب کی سزا برابر برابر ہے (یعنی مرد اور عورت کی حیثیت میں زنا کی سزا ایک ہے، مختلف نہیں، ہاں یہ بات الگ ہے کہ کنوارے اور شادی شدہ کی سزا میں فرق ہے)، اس لیے روزے کی حالت میں مجامعت کرنے والی خاتون الگ سے اپنا کفارہ ادا کرے گی، رہا یہ سوال اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بیوی کے کفارے کا ذکر کیوں نہیں کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جو مجرم آپ ﷺ کے دربار میں کھڑا ہوتا تھا، آپ ﷺ اپنی توجہ کو اسی پر مرکوز کرتے تھے اور اس سے متعلقہ دوسرے مجرم کی تفتیش از خود نہیں کرتے تھے، کتاب الحدود میں زنا سے متعلقہ اس قسم کی مثالوں کا ذکر آئے گا، کتاب الحدود کا آغاز حدیث نمبر (۶۶۲۱) سے ہوگا، ہاں اگر دوسرے مجرم کا واضح الفاظ میں ذکر کر دیا جاتا تو پھر آپ ﷺ اس کی بھی تفتیش کرتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے سیدنا انیس رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر ایک خاتون کی طرف بھیجا کہ اگر وہ اعتراف جرم کرے تو اسے رجم کر دینا۔ اس تحقیق کی وجہ یہ تھی کہ اس موقع پر دو دفعہ اس خاتون کا بطورِ مجرمہ

تذکرہ کیا گیا، ایسے میں حاکم کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ دوسرے مجرم کے معاملے کو بھی سنجیدگی سے لے۔ اب چونکہ روزے کی حالت میں مجامعت کرنے والے اس مرد نے اپنی بیوی کا بطورِ مجرمہ کوئی تذکرہ نہیں، بلکہ ایک روایت کے الفاظ تو یہ ہیں کہ اس بندے نے کہا: ''میں نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے، جبکہ میں روزے دار تھا۔'' جبکہ اس چیز کا بھی احتمال ہے کہ بیوی نے کسی عذر کی بنا پر روزہ ہی نہ رکھا ہوا ہو، یا خاوند کے سامنے مجبور ہو گئی ہو، یا وقتی طور پر روزے کو بھول گئی ہو، امام خطابی نے بھی یہ وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابوثور اور امام ابن منذر اور ایک روایت کے مطابق امام احمد اسی نظریے کے قائل ہیں کہ بیوی پر الگ سے کفارہ ہوگا۔

(۵) ان احادیث سے یہ بھی اندازہ لگا لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرعی حدود کی کتنی اہمیت ہے کہ جب خاوند روزے کا پاس و لحاظ رکھے بغیر اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھتا ہے تو اسے اتنا بڑا کفارہ دینے کا مکلف بنایا جاتا ہے۔

مَایُبِیْحُ الْفِطْرَ وَاَحْکَامُ الْقَضَاءِ

روزہ چھوڑنے کو جائز کر دینے والے امور اور قضاء کے احکام کا بیان

جَوَازُ الْفِطْرِ وَالصَّوْمِ فِیْ السَّفَرِ

سفر میں روزہ چھوڑنے اور روزہ رکھنے کے جواز کا بیان

(۳۸۲۵) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: جَاءَ حَمْزَةُ (بْنُ عَمْرٍو) الْاَسْلَمِیُّ رضی اللہ عنہ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّی رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ، أَفَأَصُوْمُ فِی السَّفَرِ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ)) (مسند احمد: ۲۶۱۸٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں لگاتار روزے رکھتا ہوں، آیا میں سفر میں روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔''

(۳۸۲٦) عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی سَفَرٍ، وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلٰی رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا مِنَّا صَائِمٌ إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ۔ (مسند احمد: ۲۲۰۳۹)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، اس قدر شدید گرمی تھی کہ ہم میں سے بعض اپنے سروں پر ہاتھ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہم میں کوئی بھی روزے دار نہیں تھا۔

(۳۸۲۵) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹٤۲، ۱۹٤۳، ومسلم: ۱۱۲۱ (انظر: ۲۵٦٦۵)

(۳۸۲٦) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹٤۵، ومسلم: ۱۱۲۲ (انظر: ۲۱٦۹٦)

(۳۸۲۷) عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْمَحَبَّقِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ حَمُوْلَةٌ تَأْوِي إِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ۔)) (مسند احمد: ١٦٠٠٧)

سیدنا سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کے پاس ایسی سواری ہو جو اسے کھانے کی جگہ تک پہنچا سکتی ہو تو رمضان جہاں بھی اسے پا لے، وہ روزہ رکھے۔''

(۳۸۲۸) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ، يَرَوْنَ أَنَّهُ يَعْنِي أَنَّهُ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَإِنَّ ذَالِكَ حَسَنٌ، وَيَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَأَفْطَرَ فَإِنَّ ذَالِكَ حَسَنٌ۔ (مسند احمد: ١١٠٩٩)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ کرتے تھے، ہم میں سے کوئی روزہ رکھ لیتا تھا اور کوئی نہیں رکھتا تھا، روزہ دار، روزہ نہ رکھنے والوں پر اور روزہ نہ رکھنے والے، روزہ دار پر کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا تھا، ان کا یہ خیال تھا کہ جو شخص سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور وہ روزہ رکھ لے تو یہ اچھا ہے اور جو کمزوری محسوس کرتا ہو اور وہ روزہ نہ رکھے تو یہ اس کے لیے اچھا ہے۔

(۳۸۲۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: لَا تَعِبْ عَلٰى مَنْ صَامَ فِي السَّفَرِ وَلَا عَلٰى مَنْ أَفْطَرَ، قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ۔ (مسند احمد: ٢٠٥٧)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نہ تو سفر میں روزہ رکھنے والے پر کوئی عیب لگا اور نہ روزہ چھوڑنے والے پر، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور ترک بھی کیا ہے۔

(۳۸۳۰) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: سَافَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى مَكَّةَ، وَنَحْنُ صِيَامٌ، قَالَ: فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوٰى لَكُمْ، فَكَانَتْ رُخْصَةً، فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ، ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلًا آخَرَ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ مُصَبِّحُوْا

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا، جبکہ ہم روزہ کی حالت میں تھے، ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم دشمن کے قریب پہنچ چکے ہو، تمہارے لیے زیادہ طاقت روزہ نہ رکھنے میں ہے۔'' چونکہ یہ رخصت تھی، اس لیے ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، اس کے بعد جب ہم نے ایک دوسرے مقام پر پڑاؤ ڈالا تو پھر آپ ﷺ

(۳۸۲۷) تخریج: اسناده ضعيف لجهالة حبيب بن عبد الله، وابنه عبد الصمد قال البخاري: لين الحديث، وضعفه احمد، وقال ابن معين: ليس به بأس۔ اخرجه ابوداود: ٢٤١٠ (انظر: ١٥٩١٢)

(۳۸۲۸) تخريج: اخرجه مسلم: ١١١٦ (انظر: ١١٠٨٣)

(۳۸۲۹) تخريج: اخرجه مسلم: ١١١٣ (انظر: ٢٠٥٧)

(۳۸۳۰) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٢٠ (انظر:)

عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ اَقْوٰى لَكُمْ فَافْطِرُوْا، فَكَانَتْ عَزِيْمَةً فَافْطَرْنَا، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا نَصُوْمُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ ذَالِكَ فِي السَّفَرِ۔ (مسند احمد: ١١٣٢٧)

نے فرمایا: ''تم صبح کو دشمنوں پر حملہ کرنے والے ہو اور تمہارے لیے زیادہ قوت روزہ نہ رکھنے میں ہے، لہٰذا تم روزہ نہ رکھو۔'' یہ آپ ﷺ کا لازمی حکم تھا اس لیے ہم سب نے روزہ رکھنا ترک کر دیا، بہر حال میں نے دیکھا کہ اس کے بعد بھی ہم صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

(٣٨٣١) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مَرَّ الظَّهْرَانِ آذَنَنَا بِلِقَاءِ الْعَدُوِّ، فَاَمَرَنَا بِالْفِطْرِ فَافْطَرْنَا اَجْمَعُوْنَ۔ (مسند احمد: ١١٢٦٢)

(دوسری سند) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ ﷺ مرالظہر ان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے ہمیں دشمن کے مقابلہ کی خبر دی اور روزہ ترک کرنے کا حکم دیا، پس ہم سب نے روزہ چھوڑ دیا۔

(٣٨٣٢) عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَامَ فِي سَفَرٍ عَامَ الْفَتْحِ وَاَمَرَ اَصْحَابَهُ بِالْإِفْطَارِ، وَقَالَ: ((إِنَّكُمْ تَلْقَوْنَ عَدُوَّكُمْ فَتَقَوَّوْا۔)) فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَامُوْا لِصِيَامِكَ فَلَمَّا اَتَى الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ، قَالَ الَّذِي حَدَّثَنِي فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰى رَاْسِهِ مِنَ الْحَرِّ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (مسند احمد: ١٦٧١٩)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے سال دورانِ سفر روزہ رکھا، لیکن صحابہ کو روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''تم دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہو، لہٰذا (روزہ ترک کر کے) قوت حاصل کرو۔'' کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کے روزہ رکھنے کی بنیاد پر لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے، پس جب آپ ﷺ کدید مقام پر پہنچے تو روزہ توڑ دیا۔ مجھے بیان کرنے والے نے یہ بھی کہا: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈالتے تھے، جبکہ آپ ﷺ روزے کی حالت میں تھے۔

فوائد:...... ان تین احادیث میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مجاہدین کی مکمل رہنمائی کی گئی ہے۔

(٣٨٣٣) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ فِي رَمَضَانَ، فَاُتِيَ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ماہِ رمضان میں سفر میں تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں ایک

(٣٨٣١) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٨٣٢) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٦٥ (انظر: ١٦٦٠٢)

(٣٨٣٣) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه ابو يعلى: ٣٨٠٦، ٣٨٠٧، وابن خزيمة: ٢٠٣٩، والطحاوى: ٢/ ٦٦ (انظر: ١٢٢٦٩)

بِإِنَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ فَلَمَّا رَآهُ النَّاسُ أَفْطَرُوْا۔ (مسند احمد: ١٢٢٩٤)

برتن پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ پر رکھا، جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے بھی روزہ توڑ دیا۔

(٣٨٣٤) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ، وَالْفَتْحُ فِي رَمَضَانَ فَأَفْطَرْنَا فِيْهَا۔ (مسند احمد: ١٤٠)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماہِ رمضان میں غزوہ کے لیے گئے، اور فتح مکہ بھی ماہ رمضان میں ہوئی تھی، بہرحال ہم نے ان دونوں غزووں میں روزہ نہیں رکھا تھا۔

مَنْ رَأَى أَفْضَلِيَّةَ الْفِطْرِ فِي السَّفَرِ
سفر میں روزہ نہ رکھنے کو افضل قرار دینے والوں کے دلائل کا بیان

(٣٨٣٥) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، قَالُوْا: هٰذَا رَجُلٌ صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تَصُوْمُوْا فِي السَّفَرِ۔)) (مسند احمد: ١٤٢٤٢)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر کے دوران ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کے اردگرد جمع تھے، اس کے اوپر سایہ کیا گیا تھا اور لوگ بتا رہے تھے کہ یہ روزے دار آدمی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ نیکی نہیں ہے کہ تم لوگ سفر میں روزہ رکھو۔''

فوائد: ......اگر روزے کی وجہ سے روزے دار کو سفر میں اس قدر تکلیف ہونے لگ جائے تو یہ روزہ باعث اجر نہیں گا۔

(٣٨٣٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَزَادَ) فَدَعَاهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُفْطِرَ فَقَالَ: ((أَمَا يَكْفِيْكَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تَصُوْمَ۔)) (مسند احمد: ١٤٥٦٢)

(دوسری سند) یہی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو بلوایا، اسے روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور اس سے فرمایا: ''کیا تیرے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ تو اللہ کے رسول کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلا ہوا ہے کہ تو پھر روزہ بھی رکھ رہا ہے۔''

(٣٨٣٧) عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ

سیدنا کعب بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ، جو اصحاب سقیفہ میں سے

(٣٨٣٤) تخريج: حديث قوي۔ اخرجه الترمذي: ٧١٤ (انظر: ١٤٠)
(٣٨٣٥) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٤٦، ومسلم: ١١١٥ (انظر: ١٤١٩٣)
(٣٨٣٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٣٨٣٧) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابن ماجه: ١٦٦٤، والنسائي: ٤/ ١٧٤ (انظر: ٢٣٦٧٩)

رضی اللہ عنہ وَكَانَ مِنْ اَصحَابِ السَّقِيفَةِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيْسَ مِنَ امْبِرِّ امْصِيَامُ فِي امْسَفَرِ)) (مسند احمد: ۲٤٠٧٩)

تھے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔''

فوائد:...... بعض اہل یمن کی لغت کے مطابق حدیث کے الفاظ میں تین دفعہ آنے والے لام تعریف کو میم سے بدلہ گیا ہے۔

(۳۸۳۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ۔)) (مسند احمد: ۲٤٠٨١)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔''

(۳۸۳۹) عَنْ اَبِي طُعْمَةَ اَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّي اَقْوٰى عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ لَمْ يَقْبَلْ رُخْصَةَ اللّٰهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ جِبَالِ عَرَفَةَ۔)) (مسند احمد: ۵۳۹۲)

ابوطعمہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ایک آدمی نے آ کر کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں (تو کیا میں روزہ رکھ لیا کروں)؟ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کرتا، اسے عرفہ کے پہاڑوں جتنا گناہ ملتا ہے۔''

(۳۸٤٠) عَنْ بِشْرِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: مَا تَقُوْلُ فِي الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ؟ قَالَ: تَاْخُذُ إِنْ حَدَّثْتُكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ للّٰهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنْ هٰذِهِ الْمَدِيْنَةِ قَصَرَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يَصُمْ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْهَا۔ (مسند احمد: ۵۷۵۰)

بشر بن حرب کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا: اگر میں تم کو بیان کروں تو تسلیم کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب اس مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو واپس آنے تک نماز بھی قصر کرتے تھے اور روزہ بھی ترک کر دیتے تھے۔

(۳۸۳۸) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول۔ اخرجه (انظر:)

(۳۸۳۹) تخریج: اسناده ضعیف لضعف ابن لهیعة (انظر: ۵۳۹۲)

(۳۸٤٠) تخریج: اسناده ضعیف، الحارث بن عبید، وبشر بن حرب فیهما ضعف۔ اخرجه الطیالسی: ۱۸٦۳ (انظر: ۵۷۵۰)

فوائد: ...... مزید کچھ احادیث اور ان کی فقہ ملاحظہ فرمائیں: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِرَجُلٍ یُقَلِّبُ ظَهْرَهُ لِبَطْنِهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ؟ فَقَالُوْا: صَائِمٌ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ، فَدَعَاهُ فَأَمَرَهُ أَنْ یُّفْطِرَ فَقَالَ: ((أَمَا یَكْفِیْكَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی تَصُوْمَ۔)) رسول اللہ ﷺ ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں پوچھا؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ روزے دار ہے۔ آپ نے اسے بلایا اور روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''کیا تجھے یہ (نیک عمل) کافی نہیں ہے کہ تو رسول اللہ کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے کہ تو نے روزہ رکھنا بھی شروع کر دیا۔'' (أحمد: ٣/٣٢٧، وله طرق اخری عن جابر بنحوه فی "الصحیحین" وغیرهما،الصحیحة: ٢٠٩٥)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیثِ مبارکہ میں بڑی واضح دلالت موجود ہے کہ اس وقت سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہوگا، جب مسافر کو اس کی وجہ سے تکلیف ہوگی، اسی پر آپ ﷺ کی درج ذیل دو احادیث کو محمول کیا جائے گا: ((لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ اَلصِّیَامُ فِی السَّفَرِ۔)) ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔'' اور آپ ﷺ نے سفر میں روزہ نہ توڑنے والوں کے بارے میں کہا تھا: ((أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ۔)) ''یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' جس آدمی کو دورانِ سفر روزہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف نہ ہو رہی ہو تو اسے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے، یہ اس باب کی مختلف احادیث کا خلاصہ اور جمع و تطبیق ہے۔ (صحیحه: ٢٠٩٥) سیدنا حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَیُّ ذٰلِكَ عَلَیْكَ أَیْسَرُ فَافْعَلْ۔)) ''جو تمہارے لیے آسان ہے وہ کرلو۔'' (تمام في "الفوائد" ق ١/١٦١، صحیحه: ٢٨٨٤)

اس حدیثِ مبارکہ میں مسافر کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی رخصت دینے کا سبب بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے لوگوں کو آسانی فراہم کرنا۔ بلا شک و شبہ لوگوں کی قدرتوں اور طبیعتوں کو دیکھا جائے تو ''آسانی'' کا کوئی معین کلیہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رمضان میں لوگوں کے ساتھ روزہ رکھ لینا آسان ہے اور بعد میں قضائی دینا مشکل ہے، اسی لیے وہ دورانِ سفر بھی روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، جبکہ بعض کا خیال ہے کہ بعد میں قضائی دینا کوئی پریشان کن معاملہ نہیں ہے، اس لیے وہ رخصت پر عمل کرتے ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۵۸)...... ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتے ہیں، نہ کہ مشکل کا۔''

شیخ البانی نے کہا: سفر میں رمضان کے روزے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں علماء و فقہاء کے اقوال معروف ہیں۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ دورانِ سفر روزہ ترک کرنا رخصت ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہی عمل محبوب ہے، الا یہ کہ روزے کی قضا دینا مشکل سمجھی جاتی ہو، ایسی صورت میں روزہ رکھ لینا ہی پسندیدہ عمل ہوگا۔ واللہ اعلم۔ اس موضوع پر وسیع مطالعہ کے خواہش مندوں کو نیل الاوطار اور اہل علم و تحقیق کی دوسری کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (صحیحہ: ۹۳۲) سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، (اگر میں ایسے کروں تو) کیا مجھ پر

کوئی گناہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: ((هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ أَخَذَبِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُوْمَ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔)) ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس کو قبول کرے گا، سو اچھی بات ہوگی اور جو روزہ رکھنا چاہے، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔'' (صحیح مسلم)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (المنتقی) میں کہا: اس حدیث میں قوی دلالت پائی جاتی ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(روزہ رکھنے والے پر) کوئی گناہ نہیں ہوگا۔'' ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ دورانِ سفر روزہ رکھنے کی بہ نسبت روزہ نہ رکھنا راجح اور افضل ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس حدیث کا یہ ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے، کیونکہ یہاں گناہ کی نفی سے مراد یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ایسا کرنے والے پر کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ درج ذیل حدیث سے یہ استدلال کرنا ممکن ہے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰى رُخَصُهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ تُؤْتٰى مَعْصِيَتُهُ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: كَمَا يُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰى عَزَائِمُهُ۔)) ''بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے، جیسے وہ ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانیوں کا ارتکاب کیا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے: جیسے وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لازمی امور پر عمل کیا جائے۔''

اس حدیث سے یہ استدلال کرنا بالکل درست ہے کہ دورانِ سفر روزہ نہ رکھنا افضل ہے، لیکن ممکن ہے کہ حکم اس آدمی کے بارے میں ہو جو قضا دیتے وقت تنگی محسوس نہ کرتا ہو اور سفر میں روزہ کی وجہ سے اسے کوئی مشقت پیش آتی ہو، وگرنہ رخصت کا مقصود فوت ہو جائے گا۔ مزید آپ خود سوچ لیں۔ آپ تقریباً سترہ اٹھارہ احادیث اور بعض کے فوائد کا مطالعہ کر چکے ہیں، ہر قاری کے لیے فیصلہ کرنا بہت آسان ہو گیا ہے، اگر سفر کے موجودہ ذرائع اور سہولیات کو دیکھا جائے تو روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے، الّا یہ کہ کوئی بڑی مشقت لاحق ہونے کا خطرہ ہو، بہرحال ہر سفر میں بندے کو روزہ ترک کرنے کا اختیار حاصل ہے، اور اگر کوئی آدمی حضر کی بہ نسبت سفر کے روزہ میں بہت زیادہ تکلیف محسوس کرے، تو اس کا یہ عمل (سفر میں روزہ رکھنا) قابل مذمت ہوگا۔

مَنْ شَرَعَ فِي الصَّوْمِ ثُمَّ اَفْطَرَ فِيْ يَوْمِهِ ذَالِكَ فِي السَّفَرِ

جو آدمی روزہ تو رکھ لے، لیکن پھر اسی دن اس کو سفر کی وجہ سے توڑ دے، اس کا بیان

(۳۸٤۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ (وَفِي لَفْظٍ لِعَشْرٍ مَضَيْنَ مِنْ رَمَضَانَ) فَصَامَ حَتّٰى مَرَّ بِغَدِيْرٍ فِي الطَّرِيْقِ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال ماہِ رمضان میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تھے، ایک روایت میں ہے کہ ماہِ رمضان کے دس دن گزر چکے تھے، آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا، عین دوپہر

(۳۸٤۱) تخريج: اخرجه البخاري: ٤٢٧٦، ومسلم: ١١١٣ (انظر: ٣٤٦٠)

وَذَالِكَ فِي نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ، قَالَ: فَعَطِشَ النَّاسُ وَجَعَلُوْا يَمُدُّوْنَ اَعْنَاقَهُمْ وَتَتُوْقُ اَنْفُسُهُمْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَاَمْسَكَهُ عَلٰى يَدِهٖ حَتّٰى رَآهُ النَّاسُ ثُمَّ شَرِبَ فَشَرِبَ النَّاسُ۔ (مسند احمد: ٣٤٦٠)

کے وقت آپ ﷺ پانی کے ایک تالاب کے پاس سے گزرے، چونکہ لوگ پیاسے تھے، اس لیے وہ گردنیں لمبی کر کے دیکھ رہے تھے اور ان کے نفس پانی کو چاہ رہے تھے، پس رسول اللہ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھ لیا، پھر آپ ﷺ اسے نوش فرمایا اور لوگوں نے بھی پانی پی لیا۔

(٣٨٤٢) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ وَصَامَ الْمُسْلِمُوْنَ مَعَهُ، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْكَدِيْدِ دَعَا بِمَاءٍ فِي قَعْبٍ، وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ فَشَرِبَ، وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ، يُعْلِمُهُمْ اَنَّهُ قَدْ اَفْطَرَ فَاَفْطَرَ الْمُسْلِمُوْنَ۔ (مسند احمد: ٢٣٦٣)

(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے سال ماہِ رمضان میں سفر پر روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے اور دوسرے مسلمانوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب کدید کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے لکڑی کے پیالے میں پانی منگوایا، جبکہ آپ ﷺ سواری پر تھے، پھر آپ ﷺ نے وہ پانی پی اور لوگ آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے، دراصل آپ ﷺ لوگوں کو یہ بتلانا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ نے تو روزہ توڑ دیا ہے، پھر آپ ﷺ کو دیکھ کر لوگوں نے بھی روزہ افطار کر لیا۔

فوائد: ...... کدید مقام، مدینہ منورہ سے سات دنوں کی مسافت پر ہے، اس کے قریب ہی قُدَید مقام ہے اور یہ دونوں عسفان کے ماتحت انتظامی علاقے ہیں۔

(٣٨٤٣) وَعَنْهُ اَيْضًا ﷺ قَالَ: صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ حَتّٰى اَتٰى قُدَيْدًا فَاُتِيَ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَاَفْطَرَ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يُفْطِرُوْا۔ (مسند احمد: ٣٢٧٩)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے (سفر میں) دن روزہ رکھا ہوا تھا، جب آپ قدید مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس سے روزہ توڑ دیا اور لوگوں کو بھی افطار کرنے کا حکم دے دیا۔

(٣٨٤٤) عَنْ طَاوُوْسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(٣٨٤٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٨٤٣) تخريج: اخرجه البخارى: ٢٩٥٣، ومسلم: ١١١٣ (انظر: ٣٢٧٩)

(٣٨٤٤) تخريج: اخرجه البخارى: ٤٢٧٩، ومسلم: ١١١٣ (انظر: ٢٣٥٠)

قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ يُرِيْدُ مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى اَتٰى عُسْفَانَ، قَالَ: فَدَعَا بِإِنَاءٍ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهِ حَتّٰى نَظَرَالنَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ اَفْطَرَ، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔ (مسند احمد: ۲۳۵۰)

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب آپ ﷺ عسفان کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک برتن منگوایا اوراسے اپنے ہاتھ پر رکھا، یہاں تک کہ سب لوگوں نے آپ ﷺ کو اس طرح دیکھ لیا، پھر آپ ﷺ نے روزہ توڑ دیا۔ اسی لیے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ (سفر میں) جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے افطار کر لے۔

(۳۸٤۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَصَامَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْكَدِيْدِ اَفْطَرَ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔ قِيْلَ لِسُفْيَانَ: قَوْلُهُ "إِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ" مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ اَوْ قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: كَذَا فِي الْحَدِيْثِ۔ (مسند احمد: ۱۸۹۲)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ والے دن سفر پر روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب آپ ﷺ کدید مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے روزہ توڑ دیا۔ (قانون یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔ کسی نے سفیان سے پوچھا: یہ الفاظ "رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔" امام زہری کے ہیں یا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے؟ انہوں نے کہا: اسی طرح اس حدیث میں ہے۔

فوائد:...... صحیح بخاری کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہیں کہ یہ آخری الفاظ امام زہری کے ہیں۔

(۳۸٤٦) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى نَهَرٍ مِنَ السَّمَاءِ، وَالنَّاسُ صِيَامٌ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ مُشَاةً وَنَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهُ فَقَالَ: ((اشْرَبُوْا اَيُّهَا النَّاسُ!)) قَالَ: فَاَبَوْا، قَالَ: ((إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي اَيْسَرُكُمْ، إِنِّي رَاكِبٌ۔)) فَاَبَوْا، قَالَ: فَثَنٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخِذَهُ فَنَزَلَ فَشَرِبَ وَشَرِبَ النَّاسُ وَمَا

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ (سفر کے دوران) بارانی پانی کی ایک نہر پر پہنچے، گرمی سخت تھی اور لوگ روزے سے تھے اور پیدل سفر کر رہے تھے، البتہ آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگو! پانی پی لو۔" لیکن لوگوں نے پانی نہ پیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں تم میں سب سے زیادہ آسانی والا ہوں، میں تو سوار ہوں۔" لیکن لوگ (روزہ نہ توڑنے پر) اڑے رہے، آپ ﷺ نے اپنی ران موڑی، نیچے اترے

(۳۸٤۵) تخريج: اخرجه البخاری: ۱۹٤٤، ۲۹۵۳، ٤۲۷۵، ومسلم: ۱۱۱۳ (انظر: ۱۸۹۲)

(۳۸٤٦) اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابويعلى: ۱۰۸۰، وابن حبان: ۳۵۵٦ (انظر: ۱۱٤۲۳)

كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَشْرَبَ۔ (مسند احمد: ۱۱۴۴۳) اور پانی پی لیا اور (یہ منظر دیکھ کر) لوگوں نے بھی پانی پی لیا، دراصل آپ ﷺ کا ارادہ پانی پینے کا نہیں تھا۔

فوائد:......اس باب کے دو مسائل تو بالکل واضح ہیں، ایک یہ کہ دوران رمضان سفر کے لیے جانا درست ہے، آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر رمضان کی گیارہ تاریخ کو مدینہ منورہ سے نکلے تھے اور بیس تاریخ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے، دوسرا یہ کہ رمضان کا دورانِ سفر رکھا ہوا روزہ توڑا جا سکتا ہے، درج بالا احادیث کے مطابق آپ ﷺ نے جس روزے کو توڑا ہے، اس کی ابتداء بھی سفر سے ہوئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ ایک آدمی حضر میں روزے کا آغاز کرتا ہے، پھر وہ دن کے کسی حصے میں سفر پر چلا جاتا ہے، کیا ایسے شخص کو روزہ توڑنے کا یا پورا کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ ظاہر بات تو یہی ہے کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے، امام احمد اور امام اسحٰق کی یہی رائے ہے، اس مسلک پر دلالت کرنے والی درج ذیل دلیلیں ہیں:

(۱) نصوصِ شرعیہ میں سفر اور مرض کو مطلق طور پر روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر قرار دیا گیا ہے، اب یہ قید لگانا درست نہیں ہے کہ یہ رخصت اس شخص کے لیے ہے جو سحری سے پہلے سفر شروع کر دے، کیونکہ یہ تو بلا دلیل مطلق کو مقید کرنے والی بات ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس رخصت کا سبب مشقت ہے اور وہ اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

(۲) جیسے روزے کے دوران بیمار ہو جانے والے کو روزہ چھوڑنے کا اختیار ہوتا ہے، اسی طرح کا معاملہ سفر شروع کرنے والے کا ہے۔ اب اس میں یہ فرق کرنا درست نہیں ہے کہ مرض کا روزے دار کے اختیار کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جبکہ سفر تو اختیاری چیز ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ سفر اختیاری ہی ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ شریعت نے مرض اور سفر کو عذر قرار دیا ہے اور اختیار و اجبار کا کوئی فرق نہیں کیا۔

(۳) محمد بن کعب کہتے ہیں: اَتَيْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ يُرِيْدُ سَفَرًا ، وَقَدْ رُحِلَتْ لَهُ رَاحِلَتُهُ، وَلَبِسَ ثِيَابَ السَّفَرِ ، فَدَعَا بِطَعَامٍ فَاَكَلَ۔ فَقُلْتُ لَهُ: سُنَّةٌ؟ قَالَ: سُنَّةٌ، ثُمَّ رَكِبَ۔ میں ماہِ رمضان میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، جبکہ وہ سفر پر جانا چاہتے تھے، ان کی سواری تیاری کی گئی تھی اور وہ سفر کے کپڑے پہن چکے تھے، پس انھوں نے کھانا منگوا کر کھایا۔ میں نے پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، سنت ہے، پھر وہ سوار ہو کر سفر کے لیے نکل پڑے۔ (ترمذی: ۷۹۹)

(۴) جعفر بن جبر کہتے ہیں: میں صحابی رسول سیدنا ابو بصرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ماہِ رمضان میں وہ کشتی میں سوار ہو کر فسطاط سے نکلے، ابھی تک انھوں نے اس شہر کے گھروں سے تجاوز نہیں کیا تھا کہ انھوں نے دستر خوان منگوایا اور مجھے کہا: قریب آ جاؤ (اور کھانا کھاؤ)۔ میں نے کہا: کیا آپ کو گھر نظر نہیں آ رہے؟ انھوں نے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بے رغبتی کرنا چاہتے ہو۔ پس انھوں نے کھانا کھا لیا۔ (ابوداود: ۲۴۱۲) اگلے باب کی پہلی حدیث یہی ہے۔

جمہور اہل علم کے نزدیک ایسے مسافر کو روزہ توڑنے کا اختیار حاصل نہیں ہے، لیکن یہ قول مرجوح ہے۔

مَتٰى يُفْطِرُ الْمُسَافِرُ إِذَا خَرَجَ وَمِقْدَارُ الْمَسَافَةِ الَّتِي تُبِيحُ لَهُ الْفِطْرَ

جب مسافر (اپنے علاقے سے) باہر نکل جائے تو کب روزہ چھوڑ سکتا ہے، نیز افطار کو جائز قرار دینے والی مسافت کی مقدار کا بیان

(٣٨٤٧) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: رَكِبْتُ مَعَ أَبِي بَصْرَةَ (الْغِفَارِيِّ ﷺ) مِنَ الْفُسْطَاطِ إِلَى الإِسْكَنْدَرِيَّةِ فِي سَفِينَةٍ فَلَمَّا دَفَعْنَا مِنْ مَرْسَانَا أَمَرَ بِسُفْرَتِهِ، فَقُرِّبَتْ ثُمَّ دَعَا إِلَى الْغَدَاءِ وَذَالِكَ فِي رَمَضَانَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَصْرَةَ! وَاللّٰهِ! مَا تَغَيَّبَتْ عَنَّا مَنَازِلُنَا بَعْدُ؟ فَقَالَ: أَتَرْغَبُ عَنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَكُلْ، فَلَمْ نَزَلْ مُفْطِرِينَ حَتّٰى بَلَغْنَا مَاحَوَّزَنَا۔ (مسند احمد: ٢٧٧٧٥)

عبید بن جبیر کہتے ہیں: میں سیدنا ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فسطاط سے اسکندریہ جانے کے لیے ایک کشتی پر سوار ہوا، جب ہم اپنی بندرگاہ سے روانہ ہوئے تو انہوں نے دستر خوان منگوایا، پس وہ ان کے قریب کیا گیا، پھر انہوں نے مجھے کھانے کی دعوت دی، یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ میں نے کہا: ابو بصرہ! اللہ کی قسم! ابھی تو ہمارے مکانات ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے؟ یہ سن کر انہوں نے کہا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اعراض کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی نہیں۔ انہوں نے کہا: تو پھر کھاؤ، پھر ہم نے اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنے تک کوئی روزہ نہ رکھا۔

(٣٨٤٨) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): قَالَ: رَكِبْتُ مَعَ أَبِي بَصْرَةَ السَّفِينَةَ وَهُوَ يُرِيدُ الْإِسْكَنْدَرِيَّةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔ (مسند احمد: ٢٧٧٧٦)

(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: میں ابو بصرہ کے ساتھ ایک کشتی پر سوار ہوا، وہ اسکندریہ جا رہے تھے،......۔

فوائد: ......اس حدیث اور پچھلے باب کی حدیث (۳۸۴۶) کے فوائد میں مذکورہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جب ایک آدمی طلوع فجر کے بعد کسی وقت سفر کا قصد رکھتا ہو تو وہ اس دن کا روزہ ترک کر سکتا ہے، یہ بات بالکل ایسے ہی ہے، جیسے روزے کی صلاحیت رکھنے والے ایک آدمی کے بارے میں ڈاکٹر حضرات نے یہ فیصلہ کر دیا ہو کہ فلاں دن اس شخص کا آپریشن کیا جائے گا، تو اس دن نہ وہ آدمی روزہ رکھے گا اور نہ کوئی اسے رکھنے دے گا۔

(٣٨٤٩) عَنْ مَنْصُورٍ الْكَلْبِيِّ عَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيفَةَ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْ قَرْيَتِهِ إِلَى

منصور کلبی کہتے ہیں: سیدنا دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں اپنی بستی سے عقبہ بستی کے نواح میں جانے کے لیے روانہ

(٣٨٤٧) تخريج: حسن لغيره۔ اخرجه ابوداود: ٢٤١٢ (انظر: ٢٧٢٣٣)

(٣٨٤٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٨٤٩) تخريج: حسن لغيره۔ اخرجه ابوداود: ٢٤١٣ (انظر: ٢٧٢٣١)

قَرِيبٍ مِنْ قَرْيَةِ عُقْبَةَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ إِنَّهُ أَفْطَرَ وَأَفْطَرَ مَعَهُ النَّاسُ، وَكَرِهَ آخَرُوْنَ أَنْ يُفْطِرُوْا، قَالَ: فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى قَرْيَتِهِ قَالَ: وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنْ أَرَاهُ، إِنْ قَوْمًا رَغِبُوْا عَنْ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَأَصْحَابِهِ، يَقُوْلُ ذَالِكَ لِلَّذِينَ صَامُوْا، ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذَالِكَ: اَللّٰهُمَّ اقْبِضْنِي إِلَيْكَ۔ (مسند احمد: ٢٧٧٧٣)

ہوئے، انہوں نے بھی روزہ رکھنا ترک کر دیا اور ان کے ساتھ والے بعض لوگوں نے بھی، جبکہ بعض نے روزہ چھوڑنے کو پسند نہ کیا، جب وہ اپنی بستی میں واپس پہنچے تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے آج ایسی چیز دیکھی ہے کہ مجھے جس کو دیکھنے کی توقع نہ تھی، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عمل سے اعراض کیا ہے۔ دراصل وہ یہ بات ان لوگوں کے متعلق کہہ رہے تھے جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، پھر یہ دعا کرنے لگے: اے اللہ! مجھے اپنی طرف اٹھا لے۔

فوائد: ......ہم حدیث نمبر (٢٣٥٧) کے باب میں قصر کی مسافت پر سیر حاصل بحث کر آئے ہیں، یہ مسئلہ بھی اسی مسافت سے متعلقہ ہے، اس لیے قارئین کو اس بحث کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

حُكْمُ الصِّيَامِ لِلْمَرِيْضِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ
مریض، بوڑھے، حاملہ اور مرضعہ کے روزے کے حکم کا بیان

(٣٨٥٠) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ: وَلَيْسَ بِالْأَنْصَارِيِّ) قَالَ: أَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (وَفِي لَفْظٍ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي إِبِلٍ لِجَارِيْ أُخِذَتْ) فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يَتَغَدّٰى، فَقَالَ: ((أُدْنُ فَكُلْ۔)) قُلْتُ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: ((اجْلِسْ أُحَدِّثْكَ عَنِ الصَّوْمِ أَوِ الصِّيَامِ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنِ الْمُسَافِرِ وَالْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ أَوِ الصِّيَامَ۔)) وَاللّٰهِ! لَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كِلَاهُمَا أَوْ أَحَدَهُمَا، فَيَا لَهْفَ نَفْسِي، هَلَّا كُنْتُ طَعِمْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ١٩٢٥٦)

بنو عبداللہ بن کعب کے ایک آدمی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جو کہ انصاری نہیں ہیں، کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھڑ سواروں نے ہمارے قبیلے پر چڑھائی کر دی، ایک روایت میں ہے: میرے ہمسائے کا اونٹ لوٹ لیا گیا تھا، میں اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''قریب آ جاؤ اور کھانا کھاؤ۔'' میں نے عرض کیا: میں تو روزے سے ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ، میں تمہیں روزے کے متعلق بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مسافر کو آدھی نماز کی اور مسافر، حاملہ اور دودھ پلانے والی کو روزوں کی رخصت دی ہے۔'' اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے حاملہ اور مرضعہ دونوں کا یا کسی ایک کا ذکر کیا تھا، ہائے افسوس! میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھایا تھا۔

(٣٨٥٠) حديث حسن۔ اخرجه الترمذی: ٧١٥، وابن ماجه: ١٦٦٧، ٣٢٩٩، والنسائی: ٥/ ١٩٠ (انظر: ١٩٠٤٧)

فوائد: ......اس حدیث کے راوی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ انس بن مالک نہیں ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور عام روایات میں جن کا نام آتا ہے۔

(۳۸۵۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ تَقَدَّمَ فِي بَابِ الْاَحْوَالِ الَّتِي عُرِضَتْ لِلصِّيَامِ رَقَم (۳۱) صَفحة (۲۳۹) مِنَ الْجُزْءِ التَّاسِعِ قَالَ: ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَنْزَلَ الْآيَةَ الْاُخْرٰى ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ قَالَ: فَاَثْبَتَ اللّٰهُ صِيَامَهُ عَلَى الْمُقِيْمِ الصَّحِيْحِ وَرَخَّصَ فِيْهِ لِلْمَرِيْضِ وَالْمُسَافِرِ، وَثَبَتَ الْإِطْعَامُ لِلْكَبِيْرِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيْعُ الصِّيَامَ۔ (مسند احمد: ۲۲۴۷۵)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے، جو جز نمبر ۹، حدیث نمبر (۳۱) اور صفحہ نمبر (۲۳۹) میں ''باب الاحوال التی عرضت للصیام'' میں گزر چکی ہے، اس میں ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي.... شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۸۵) یعنی: ''ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں لوگوں کو ہدایت کے لئے اور ہدایت کے واضح دلائل بیان کرنے کے لئے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے، اب تم میں سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔'' تو اللہ نے تندرست اور مقیم آدمی پر روزہ فرض کر دیا اور مریض اور مسافر کو رخصت دے دی اور جو عمر رسیدہ آدمی روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے (مسکین کو) کھانا کھلانا مشروع ٹھہرا۔

فوائد: ...... یہ حوالہ مصنف کا ہے، آپ اگر پوری حدیث پڑھنا چاہیں تو کتاب الصیام کی حدیث نمبر (۳۶۷۳) کا مطالعہ کریں۔ مسافر، شفاء کی امید رکھنے والے مریض، مستقل مریض اور روزہ کی طاقت نہ رکھنے والا عمر رسیدہ آدمی، ان چاروں افراد کے احکام واضح ہیں کہ اول الذکر دو افراد قضائی دیں گے اور مؤخر الذکر ہر روزے کے عوض ایک ایک مسکین کھانا کھلا کر کفارہ دیں گے۔ ہماری مراد وہ مریض ہے، جس کے لیے روزہ رکھنا بہت مشکل ہو یا روزے کی وجہ سے اس کی بیماری بڑھ سکتی ہو یا شفا میں زیادہ تاخیر ہو سکتی ہو۔

حَامِلَه (حمل والی) اور مُرْضِعَه (دودھ پلانے والی) خواتین کے بارے میں سوال یہ ہے کہ وہ روزوں کی قضائی دیں گی یا کفارہ ادا کریں گی؟ اس مسئلے کا دارومدار اس بات پر بھی ہے کہ درج ذیل آیت منسوخ ہے یا محکم: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ ''اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیا کریں۔'' اس کے بارے میں دو آراء ہے، ایک رائے یہ کہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور درج ذیل آیت اس کی ناسخ ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ ''اب تم میں سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔''

(۳۸۵۱) تخریج: قال الالبانی: صحیح (ابوداود: ۵۰۶، ۵۰۷)۔ اخرجه ابوداود: ۵۰۷ (انظر: ۲۲۱۲۴)

اس دعوی کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں: سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ تو جو چاہتا (روزہ رکھ لیتا اور) جو چاہتا روزہ چھوڑ دیتا اور فدیہ دے دیتا، یہاں تک کہ اس سے بعد والی آیت کے نازل اور اس نے اس کو منسوخ کر دیا۔ (بخاری: ۴۵۰۷، مسلم: ۱۱۴۵) بعد والی آیت سے مراد ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ کے الفاظ ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت الفاظ اس طرح پڑھے ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْن﴾ اور کہا: یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، .... پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ماہِ رمضان کے روزے فرض کر دیئے اور یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔﴾ (اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح کہ تم سے پہلے والے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔'') نیز فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیا کریں۔) ان آیات پر عمل کرتے ہوئے جو آدمی چاہتا وہ روزہ رکھ لیتا اور جو کوئی روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ بطورِ فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا اور یہی چیز اس کی طرف سے کافی ہو جاتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں لوگوں کو ہدایت کے لئے اور ہدایت کے واضح دلائل بیان کرنے کے لئے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والا ہے، اب تم میں سے جو آدمی اس مہینہ کو پائے وہ روزے رکھے۔) اس طرح اللہ تعالیٰ نے مقیم اور تندرست آدمی پر اس مہینے کے روزے فرض کر دیئے، البتہ مریض اور مسافر کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دے دی اور روزہ کی طاقت نہ رکھنے والے عمر رسیدہ آدمی کے لیے روزہ کی جگہ یہ حکم برقرار رکھا کہ وہ بطورِ فدیہ مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔ (یہ حدیث تفصیل کے ساتھ اس نمبر (۳۶۷۳) میں گزر چکی ہے)

لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال ہے کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ نہیں ہوئی، جیسا کہ عطاء کہتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت یوں پڑھی: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے سے کلفت و مشقت ہوتی ہو، وہ (روزہ کی بجائے) ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیا کریں۔) اور پھر کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے، یہ عمر رسیدہ مرد اور بڑی عمر کی خاتون کے بارے میں ہے، جو روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے، ان کو چاہیے کہ وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ (صحیح بخاری: ٤٥٠٥) اسی نظریے کو سامنے رکھ کر ہی سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا: اَلْحَامِلُ وَ الْمُرْضِعُ تُفْطِرُ وَ لَا تَقْضِيْ۔ حاملہ اور مرضعہ روزہ ترک کر دیں گی اور قضائی بھی نہیں دیں گی، (یعنی کفارہ ادا کریں گی)۔ (سنن دارقطنی: ۲/۲۰۷)

لیکن درج ذیل تین وجوہات کی بنا پر اول الذکر یعنی اس آیت کے منسوخ ہو جانے کی رائے قوی معلوم ہوتی ہے:

(۱) اکثر کی قراءت "يُطِيْقُوْنَه" ہے، نہ کہ "يُطَوَّقُوْنَهُ"

(۲) ابن منذر نے کہا: اگر یہ الفاظ روزے کی طاقت نہ رکھنے والے لوگوں کے بارے میں ہوتے تو اسی آیت کے آخری کلمات ﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (اور تمہارا روزہ رکھ لینا بہتر ہے) کی کوئی مناسبت باقی نہ رہتی۔ اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کیا ہوا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کا روزہ رکھنا بہتر ہے، دراصل شروع شروع میں یہ رخصت تھی کہ جو لوگ روزہ کی صلاحیت ہونے کے باوجود روزہ نہیں رکھنا چاہتے تھے، وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے تھے، ان کو کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ کفارے کی بجائے روزہ رکھ لیں تو بہتر ہے۔

(۳) اول الذکر رائے رکھنے والوں کی روایات بڑی واضح ہیں، جن سے واضح طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ الفاظ منسوخ ہو گئے ہیں: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ اس باب کی پہلی حدیث میں آپ ﷺ نے حاملہ اور مرضعہ کو مسافر کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان کا حکم بھی مسافر والا ہے۔ ابراہیم نخعی اور حسن بصری نے کہا: جب حاملہ اور مرضعہ کو اپنی جانوں کا یا اپنے بچوں کا ڈر ہو تو وہ روزہ چھوڑ دیں، لیکن پھر قضائی دیں۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۴۵۰۵ سے پہلے) اس بحث کا خلاصہ یہ کہ حاملہ اور مرضعہ کا حکم مسافر اور شفا کی امید رکھنے والے مریض کا ہے، کسی نقصان سے بچنے کے لیے وہ روزہ ترک کر سکتی ہیں، لیکن بعد میں قضائی دیں گی۔ اگر کسی خاتون کی یہ صورتحال ہو کہ وہ ایک رمضان میں حاملہ ہوتی ہے اور اگلے رمضان میں مرضعہ، اگر اس کا لگاتار چھ سات سالوں تک یہی مسئلہ بنتا رہے اور اتنے برسوں کے روزے رہ جائیں تو وہ کیا کرے؟ اسے چاہیے کہ وہ اہل علم سے رابطہ کرے، اپنی صورت حال سے آگاہ کرے اور اہل علم غور کریں کہ کیا اتنے روزوں کی قضائی دینا اس کے بس کی بات ہے یا نہیں، اس مجلس میں قضائی یا کفارے کا فیصلہ کر دیا جائے۔

اهم تنبیه: اس بحث میں حاملہ اور مرضعہ سے مراد وہ خواتین ہیں کہ اگر وہ روزہ رکھیں تو ان کو یا ان کے بچوں کو کوئی نقصان ہونے کا خطرہ ہو یا عام روزے داروں کی بہ نسبت کوئی بڑی مشقت اٹھانا پڑتی ہے، ہم نے کئی ایسی خواتین کو دیکھا کہ آرام سے اپنا روزہ پورا کر لیتی ہیں، بہر حال بعض شہری خواتین ضرورت سے زیادہ نرم مزاج والی بن جاتی ہیں اور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کفارے والی رخصت ان کو مل جائے، ان سے گزارش ہے کہ کم از کم ان میں اتنا عذر ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو معذور ثابت کر سکیں۔

مسکین کو کھانا کھلانا، اس کے بارے میں دو سوالات باقی ہیں:

(۱) یہ بات معلوم ہے کہ ایک روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا، لیکن کیا ایک وقت کا کھانا کافی ہے یا دو وقتوں کا؟

(۲) اس کھانے کی مقدار کیا ہونی چاہیے؟ رہا مسئلہ ایک یا دو وقت کے کھانے کا، تو نصوص کے الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک روزے کے عوض ایک مسکین کا ایک وقت کا کھانا مطلوب ہے۔ ایوب بن ابی تمیمہ کہتے ہے: جب

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو انھوں نے ایک بڑے برتن میں ثرید کا کھانا تیار کروایا اور تیس مساکین کو بلا کر ان کو کھلا دیا۔ (ابو یعلی: ۷/ ۲۰۴، واسنادہ منقطع)

قتادہ کہتے ہیں: جب سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے ایک سال قبل روزے رکھنے سے کمزور ہو گئے تو انھوں نے روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور ہر روز کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا۔ (معجم کبیر: ۱/ ۲۴۲)

ایوب بن ابی تمیمہ ہی کہتے ہیں: جب ایک سال سیدنا انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے کمزور ہو گئے تو انھوں نے ایک بڑے برتن میں کھانا بنوایا اور تیس مسکینوں کو بلا کر ان کو سیر و سیراب کر دیا۔ (سنن دارقطنی: ۲/ ۲۰۷)

کھانے کی مقدار معلوم کرنے کے لیے درج ذیل بحث کو سمجھنا ضروری ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ ''البتہ تم میں سے جو بیمار ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو اس پر فدیہ ہے، خواہ روزے رکھ لے، خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۶) اس آیت میں حج و عمرہ سے متعلقہ احکام بیان کیے جا رہے ہیں، جب ایک صحابی کو جوؤں کی وجہ سے تکلیف ہوئی، جبکہ اس نے عمرے کا احرام پہن رکھا تھا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ((اِحْلِقْ ثُمَّ اذْبَحْ شَاةً نُسُكًا اَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ۔)) (بخاری: ۱۸۱۴، ۱۸۱۶، مسلم: ۱۲۰۱، واللفظ لابی داود، وفی روایة للبخاری: ((اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ۔)) ''تو اپنا سر مونڈ دے اور بطورِ قربانی ایک بکری ذبح کر دے، یا تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو کھجوروں کے تین صاع کھلا دے۔'' ایک روایت میں ہے: ''یا چھ مساکین کو کھانا کھلا دے، ہر مسکین کو نصف صاع۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بطورِ کفارہ کسی مسکین کو کھانا کھلانا پڑ جائے تو اس کی مقدار نصف صاع (تقریباً ایک کلو پچاس گرام) ہونی چاہیے، لیکن حدیث نمبر (۳۸۱۹) والے باب کے مطابق جس آدمی نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا تھا، آپ ﷺ نے اس کو یہ مقصد پورا کرنے کے لیے پندرہ صاع کھجوریں دی تھیں، اس طرح سے ہر مسکین کو صاع کا چوتھائی حصہ (تقریباً ۵۲۵ گرام) آتا ہے، جبکہ ہمارے ہاں کھانا کھلانے کا معیار ہی اس سے مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ویسے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم میں سے کسی پر اس قسم کا کوئی کفارہ پڑ جائے تو وہ مروجہ کھانوں میں سے کوئی کھانا مساکین کو اس طرح کھلائے کہ وہ خوب سیر و سیراب ہو جائیں، بعض صحابہ کے عمل سے یہی بات ثابت ہوتی ہے، ہمارے ہاں روٹی اور سالن کو ترجیح دینی چاہیے۔ اگر کسی کا ذہن اس بات پر مطمئن نہ ہو تو وہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ''یا چھ مساکین کو کھانا کھلا دے، ہر مسکین کو نصف صاع'' پر عمل کرتے ہوئے ہر مسکین کو نصف صاع کے بقدر کھانا کھلا دے۔ باقی مذکورہ بالا دو احادیثِ مبارکہ آپ کے سامنے ہیں، آپ خود فیصلہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

قَضَاءُ الصَّوْمِ عَنْ رَمَضَانَ وَوَقْتُهُ

رمضان کے روزوں کی قضاء اور اس کے وقت کا بیان

(۳۸۵۲) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ وَعَلَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ شَيْءٌ لَمْ يَقْضِهِ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنْهُ، وَمَنْ صَامَ تَطَوُّعًا وَعَلَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ شَيْءٌ، لَمْ يَقْضِهِ فَإِنَّهُ لَا يُتَقَبَّلُ مِنْهُ حَتّٰى يَصُوْمَهُ۔)) (مسند احمد: ۸۶۰۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ماہِ رمضان کو پالے، جبکہ سابقہ رمضان کے روزوں کی قضاء اس کے ذمے باقی ہو تو اس کے اِس رمضان کے روزے قبول نہیں ہوں گے، اسی طرح جو آدمی نفلی روزے رکھ رہا ہو، جبکہ اس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضا ہو تو اس وقت تک یہ نفلی روزے قبول نہیں ہو گے جب تک وہ اُن کی قضائی نہ دے لے۔''

(۳۸۵۳) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَا كُنْتُ اَقْضِیْ مَا يَكُوْنُ عَلَيَّ مِنْ رَمَضَانَ إِلَّا فِی شَعْبَانَ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۲۵۵۱۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میرا معمول یہ تھا کہ میں ماہ رمضان کے روزوں کی قضا شعبان میں دیا کرتی تھی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے۔

فوائد: ......رمضان میں رہ جانے والے روزوں کی قضائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ''دوسرے دنوں میں گنتی کو پورا کرنا ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۸۴) یہ آیت مطلق ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں لگائی گئی، جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دس ماہ کے بعد شعبان میں روزوں کی قضائی دیا کرتی تھیں، اس لیے کسی وقت بھی قضائی دی جا سکتی ہے، اگلے رمضان کے بعد تک تاخیر کی جا سکتی ہے، لیکن اس بات پر علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے اگلے رمضان کے بعد تک تاخیر کر دینا مکروہ ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ کئی آیات اور احادیث یہ رغبت دلائی گئی ہے کہ اس قسم کی ذمہ داریوں کو جلدی جلدی ادا کر لینا چاہیے، کیونکہ موت اور بیماری کا کوئی علم نہیں۔

قَضَاءُ الصَّوْمِ عَنِ الْمَيِّتِ

فوت شدہ کی طرف سے روزوں کی قضاء دینے کا بیان

(۳۸۵۴) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَيُّمَا مَيِّتٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ فَلْيَصُمْهُ عَنْهُ وَلِيُّهُ)) (مسند احمد: ۲۴۹۰۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ میں روزے ہوں تو اس کا رشتہ دار اس کی طرف سے روزے رکھے۔''

(۳۸۵۲) اسناده ضعيف، ابن لهيعة سيىء الحفظ۔ اخرجه الطبرانی فی "الاوسط": ۳۳۰۸ (انظر: ۸۶۲۱)

(۳۸۵۳) تخريج: اخرجه البخاری: ۱۹۵۰، ومسلم: ۱۱۴۶ (انظر: ۲۴۹۹۹)

(۳۸۵۴) تخريج: اخرجه البخاری: ۱۹۵۲، ومسلم: ۱۱۴۷ (انظر: ۲۴۴۰۲)

(۳۸۵۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ اِمْرَاَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، اَفَاَقْضِي عَنْهَا؟ قَالَ: فَقَالَ: ((اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ اَمَا كُنْتِ تَقْضِيْنَهُ؟)) قَالَ: بَلٰى، قَالَ: ((فَدَيْنُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَحَقُّ۔)) (مسند احمد: ۱۹۷۰)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میری امی فوت ہوگئی ہے، جبکہ اس کے ذمہ میں ایک مہینہ کے روزے تھے، کیا اب میں اس کی طرف سے روزوں کی قضائی دے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہاری والدہ پر قرضہ ہوتا تو کیا تم نے وہ ادا کرنا تھا؟'' اس نے کہا: جی کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرض اس امر کا زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔''

فوائد:...... صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ اس خاتون پر نذر کے روزے تھے۔

(۳۸۵٦) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَقْضِيْهِ عَنْهَا؟ فَقَالَ: ((لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكَ دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهِ عَنْهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُقْضٰى۔)) (مسند احمد: ۲۳۳٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، جبکہ اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے، تو کیا میں اس کی طرف سے قضائی دے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہاری والدہ کے ذمے قرض ہوتا تو کیا تم نے اسے ادا کرنا تھا؟'' اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔''

فوائد:......ابن قیم کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد نذر کے روزے ہیں، لیکن صحیحین کی روایت عام ہے، اس لیے اس سے مراد ہر وہ روزہ ہے، جو میت کے ذمے ہو، وہ نذر کا ہو یا رمضان کا۔ جیسا کہ خطابی نے کہا: اس حدیث میں میت کا وہ روزہ مراد ہے، جو اس پر فرض تھا، وہ نذر کی صورت میں ہو یا رمضان کے روزوں کی قضا دینے کی صورت میں۔

(۳۸۵۵) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۱٤۸، وعلقه البخاری: ۱۹۵۳ (انظر: ۱۹۷۰)
(۳۸۵٦) تخريج: انظر الحديث السابق (انظر: ۲۳۳٦)

اَلْاَيَّامُ الْمَنْهِيُّ عَنْ صِيَامِهَا

ان دنوں کا بیان جن میں روزہ رکھنا منع ہے

اَلنَّهْيُ عَنْ صَوْمِ يَوْمَيِ الْعِيْدَيْنِ

عیدین کے دو دنوں کا روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

(٣٨٥٧) عَنْ اَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ (بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ) فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، وَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ صِيَامِ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ، اَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَفِطْرُكُمْ مِنْ صَوْمِكُمْ، وَاَمَّا يَوْمُ الْاَضْحٰى فَكُلُوا مِنْ نُسُكِكُمْ۔ (مسند احمد: ١٦٣)

ابوعبید کہتے ہیں: عید کے موقع پر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں موجود تھا، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے عید کے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، (اس کی وجہ یہ ہے کہ) عید الفطر (ایک ماہ کے) روزوں سے تمہاری افطاری کا دن ہوتا ہے اور عید الاضحیٰ ویسے قربانی کا دن ہے، اس لیے اس میں قربانی کا گوشت کھایا کرو۔

(٣٨٥٨) عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَ يَوْمِ الْاَضْحٰى۔ (مسند احمد: ١١٨٢٦)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

(٣٨٥٩) عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَاَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ وَهُوَ يَمْشِي بِمِنًى، فَقَالَ: نَذَرْتُ اَنْ اَصُوْمَ كُلَّ يَوْمِ ثُلَاثَاءَ اَوْ اَرْبِعَاءَ، فَوَ فَقَتْ هٰذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ النَّحْرِ، فَمَا تَرٰى؟ قَالَ: اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِوَفَاءِ النَّذْرِ، وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ اَوْ قَالَ: نُهِيْنَا اَنْ نَصُوْمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: فَظَنَّ الرَّجُلُ اَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ اَنْ اَصُوْمَ كُلَّ يَوْمِ ثُلَاثَاءَ اَوْ اَرْبِعَاءَ، فَوَافَقَتْ هٰذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ النَّحْرِ۔ فَقَالَ: اَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَانَا

زیاد بن جبیر کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ منی میں چل رہے تھے کہ ایک آدمی نے ان سے ایک سوال کرتے ہوئے کہا: میں نے نذر مانی ہوئی ہے کہ ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھا کروں گا، لیکن اب یہ دن عید الاضحیٰ کے دن آ رہا ہے، اس کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تو نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے۔ اس آدمی کو یہ خیال آیا کہ شاید انھوں نے اس کا سوال نہیں سنا تھا، اس لیے اس نے دوبارہ کہا: میں نے ہر منگل یا بدھ کو روزہ رکھنے کی نذر مانی ہوئی ہے، لیکن اس دفعہ یہ دن عید الاضحیٰ کے

(٣٨٥٧) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٩٠، ٥٥٧١، ومسلم: ١١٣٧ (انظر: ١٦٣)

(٣٨٥٨) تخريج: اخرجه البخاري: ١١٩٧، ١٨٦٤، ١٩٩٥، ومسلم: ٨٢٧ (انظر: ١١٨٠٤)

(٣٨٥٩) تخريج: اخرجه البخاري: ٦٧٠٥، ٦٧٠٦، ومسلم: ١١٣٩ (انظر: ٦٢٣٥)

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْ قَالَ: نُهِيْنَا اَنْ نَصُوْمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ: فَمَا زَادَهُ عَلٰى ذَالِكَ حَتّٰى اَسْنَدَ فِي الْجَبَلِ۔ (مسند احمد: ٦٢٣٥)

دن آرہا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے، انہوں نے اس سے زیادہ کچھ نہ کہا حتی کہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔

فوائد: ......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو ہر قسم کا روزہ رکھنا منع ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ آخری حدیث میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نذر کو پورا کرنے والا حکم عام ہے اور عید کے دن کا روزہ رکھنے سے ممانعت کا حکم خاص ہے، اور قانون یہ ہے کہ خاص کو عام پر مقدم کیا جاتا ہے۔

اَلنَّهْيُ عَنْ صَوْمِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ
ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت

ایام تشریق: ان سے مراد عید الاضحیٰ کے بعد والے تین دن ہیں، یعنی ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ، حاجی لوگ ان دنوں میں منیٰ میں قیام کرتے ہیں، اس لیے ان کو ایام منیٰ بھی کہتے ہیں۔

(٣٨٦٠) عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اُمِّهِ قَالَتْ: بَيْنَمَا نَحْنُ بِمِنًى إِذَا عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هٰذِهِ اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ، فَلَا يَصُوْمُهَا اَحَدٌ۔)) وَاتَّبَعَ النَّاسَ عَلٰى جَمَلِهِ يَصْرُخُ بِذَالِكَ۔ (مسند احمد: ٥٦٧)

ام عمرو کہتی ہیں: ہم منیٰ میں تھے، اچانک سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ کھانے پینے کے دن ہیں، لہذا کوئی آدمی ان دنوں کا روزہ نہ رکھے۔'' وہ اونٹ پر سوار تھے، لوگوں کو اپنے پیچھے لگا رکھا تھا اور بآواز بلند یہ اعلان کرتے جا رہے تھے۔

(٣٨٦١) عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ (سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ) قَالَ: اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اُنَادِيَ اَيَّامَ مِنًى (وَفِي لَفْظٍ: ((يَا سَعْدُ! قُمْ فَاَذِّنْ بِمِنًى) اَنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ فَلَا صَوْمَ فِيْهَا۔)) يَعْنِيْ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ۔ (مسند احمد: ١٤٥٦)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: منیٰ کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا یا آپ ﷺ نے فرمایا: ''سعد! اٹھو اور منی میں یہ اعلان کرو کہ یہ کھانے کے پینے کے دن ہیں، اس لیے ان دنوں میں کوئی روزہ نہیں ہے۔'' آپ ﷺ کی مراد ایام تشریق تھے۔

(٣٨٦٠) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه النسائي في "الكبرى": ٢٨٩٠ (انظر: ٥٦٧)

(٣٨٦١) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه البزار: ١٠٦٧ (انظر: ١٤٥٦)

(٣٨٦٢) عَنْ اَبِی الشَّعْثَاءِ قَالَ: اَتَیْنَا ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فِی الْیَوْمِ الْاَوْسَطِ مِنْ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ، قَالَ: فَأُتِیَ بِطَعَامٍ فَدَنَا الْقَوْمُ وَتَنَحّٰی ابْنٌ لَهُ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ: اُدْنُ فَاطْعَمْ، قَالَ: فَقَالَ: إِنِّی صَائِمٌ، قَالَ: فَقَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّهَا اَيَّامُ طُعْمٍ وَذِكْرٍ۔)) (مسند احمد: ٤٩٧٠)

ابوشعثاء کہتے ہیں: ہم ایام تشریق کے درمیانی دن کو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اتنے میں کھانا لایا گیا اور لوگ کھانے کے قریب ہوئے، لیکن ان کا ایک بیٹا ذرا دور ہو گیا، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: قریب ہو کر کھانا کھاؤ۔ لیکن اس نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ یہ سن کر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''یہ کھانے پینے اور ذکر کے دن ہیں۔''

(٣٨٦٣) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَاَيَّامُ التَّشْرِيْقِ عِيْدُنَا اَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهُنَّ اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ)) (مسند احمد: ١٧٥١٤)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

فوائد: ...... اس حدیث مبارکہ میں عرفہ کے دن یعنی (۹) ذوالحجہ کو بھی عید کا دن قرار دیا گیا ہے، لیکن اس دن کو روزہ رکھنا افضل ہے، اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

(٣٨٦٤) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ حُذَافَةَ يَطُوْفُ فِی مِنًى: ((اَنْ لَا تَصُوْمُوْا هٰذِهِ الْاَيَّامَ فَإِنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔)) (مسند احمد: ١٠٦٧٤)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ منی میں گھوم پھر کر یہ اعلان کریں کہ ''لوگو! ان دنوں کا روزہ نہ رکھو، کیونکہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں۔''

(٣٨٦٥) عَنْ مَسْعُوْدِ بْنِ الْحَكَمِ (الزُّرَقِيِّ) الْاَنْصَارِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

ایک صحابی رسول کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ منی والے دنوں میں اپنی

(٣٨٦٢) تخريج: حسن بالمتابعات والشواهد۔ اخرجه النسائی فی "الکبری": ٢٩٠٣، وابن ابی شيبة: ٤/ ٢٠، وابن خزيمة: ٢١٤٨ (انظر: ٤٩٧٠)

(٣٨٦٣) تخريج: اسناده صحيح علی شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ٢٤١٩، والنسائی: ٥/ ٢٥٢، والترمذی: ٧٧٣ (انظر: ١٧٣٧٩)

(٣٨٦٤) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف۔ اخرجه النسائی فی "الکبری": ٢٨٨٣، ومالك فی "المؤطا": ١/ ٣٧٦ (انظر: ١٠٦٦٤)

(٣٨٦٥) تخريج: مرفوعه صحيح لغيره۔ اخرجه النسائی فی "الکبری": ٢٨٨٠، والطحاوی: ٢/ ٢٤٦، ومالك فی "المؤطا": ١/ ٣٧٦، والدار قطنی: ٢/ ٢١٢ (انظر: ٢١٩٥٠)

قَالَ: اَمَر رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ حُذَافَةَ السَّهْمِيَّ اَنْ يَرْكَبَ رَاحِلَتَهُ اَيَّامَ مِنًى فَيَصِيْحُ فِي النَّاسِ: ((لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدٌ فَإِنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ۔)) قَالَ: فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ يُنَادِي بِذَالِكَ۔ (مسند احمد: ٢٢٢٩٦)

سواری پر سوار ہو کر بآواز بلند یہ اعلان کریں کہ ''کوئی آدمی بھی ان دنوں میں روزہ نہ رکھے کیونکہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔'' پھر میں نے ان کو دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہو کر یہ اعلان کر رہے تھے۔

(٣٨٦٦) عَنْ اَبِي مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِيءٍ اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَلٰى اَبِيْهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ فَقَرَّبَ إِلَيْهِمَا طَعَامًا فَقَالَ: كُلْ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: عَمْرٌو: كُلْ فَهٰذِهِ الْاَيَّامُ الَّتِي كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُنَا بِفِطْرِهَا وَيَنْهٰى عَنْ صِيَامِهَا۔ قَالَ: مَالِكٌ: وَهِيَ اَيَّامُ التَّشْرِيقِ۔ (مسند احمد: ١٧٩٢٠)

مولائے ام ہانی ابو مرّہ کہتے ہیں: میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے والد سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے، انہوں نے ان کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور کہا: کھاؤ۔ اس نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کھاؤ، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان دنوں میں افطار کرنے کا حکم دیا ور ان کا روزہ رکھنے سے منع کر دیا۔ امام مالک نے کہا: یہ ایامِ تشریق تھے۔

(٣٨٦٧) عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ بَعَثَ بِشْرَ بْنَ سُحَيْمٍ فَاَمَرَهُ اَنْ يُنَادِيَ: ((اَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنٍ (وَفِي لَفْظٍ: اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَفِي لَفْظٍ آخَرَ: إِلَّا مُؤْمِنٌ) وَإِنَّهَا اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ)) يَعْنِيْ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ۔ (مسند احمد: ١٥٥٠٧)

ایک صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا بشر بن سحیم رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ ''خبردار! جنت میں صرف مومن ہی جائے گا اور یہ دن کھانے پینے کے ہیں۔'' آپ ﷺ کی مراد ایامِ تشریق تھی۔

(٣٨٦٨) عَنْ يُوْنُسَ بْنِ شَدَّادٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ صَوْمِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ۔ (مسند احمد: ١٦٨٢٦)

سیدنا یونس بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

(٣٨٦٦) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه ابوداود: ٢٤١٨ (انظر: ١٧٧٦٨)

(٣٨٦٧) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابن ماجه: ١٧٢٠ (انظر: ١٥٤٢٩)

(٣٨٦٨) تخريج: حديث صحيح لغيره۔ اخرجه البزار: ١٠٦٨ (انظر: ١٦٧٠٦)

فوائد: ......اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے۔ حج تمتع میں ایک ہدی (یعنی ایک بکری یا پھر اونٹ یا گائے کے ساتویں حصے) کی قربانی دینی پڑتی ہے، لیکن جس حاجی کو قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو، وہ کل دس روزے رکھے، تین ایام حج میں اور سات واپس گھر لوٹ کر، جبکہ ایام حج، جن میں روزے رکھنے ہیں، وہ ذوالحجہ کی (۹) تاریخ اور ایام تشریق ہیں۔ اس لیے ایسا حاجی ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، امام مالک، امام احمد، امام اوزاعی اور امام اسحاق کی بھی یہی رائے ہے۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کتاب الحج میں آئے گی۔

اَلنَّهْيُ عَنْ اِفْرَادِ يَوْمَيِ الْجُمُعَةِ وَالسَّبْتِ بِالصِّيَامِ
صرف جمعہ اور ہفتہ کو روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

(٣٨٦٩) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمُ عِيْدٍ، فَلَا تَجْعَلُوْا يَوْمَ عِيْدِكُمْ يَوْمَ صِيَامِكُمْ إِلَّا اَنْ تَصُوْمُوْا قَبْلَهُ اَوْ بَعْدَهُ۔)) (مسند احمد: ٨٠١٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک جمعہ کا دن، عید کا دن ہے، پس تم اِس عید کے دن روزہ نہ رکھو کرو، الّا یہ کہ اس سے پہلے ایک دن روزہ رکھ لو یا بعد والے دن۔''

فوائد: ......صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
((وَلَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخْتَصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ۔))
''جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ اور جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ خاص نہ کرو، الّا یہ کہ جمعہ کا دن کسی کی عادت والے روزے میں آ جائے۔''

اس موضوع سے متعلقہ تمام احادیث کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس آدمی کے لیے جمعہ کا روزہ رکھنا جائز ہے، جو جمعرات یا ہفتہ کو بھی روزہ رکھے، اسی طرح وہ شخص بھی جمعہ کے دن کا روزہ رکھ سکتا ہے، جس کی عادت میں جمعہ کا دن آ جائے، مثلا ایک آدمی ہر سال عرفہ کے دن یعنی (۹) ذوالحجہ کا روزہ رکھتا ہے، اگر اتفاق سے یہ دن جمعہ کا بھی ہو تو اس کیلئے روزہ رکھنا جائز ہوگا۔ جمعہ کا دن اس اعتبار سے عید ہے کہ اس میں ہفتے کے باقی دنوں کی بہ نسبت کئی خصوصیات پائی جاتی ہیں، لوگ نمازِ عید کی طرح نمازِ جمعہ میں جمع ہوتے ہیں اور عید کے خطبے کی طرح اس میں خطبۂ جمعہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نہانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور اچھے کپڑے پہننا، یہ امور بھی عید سے مشابہت پیدا کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(٣٨٦٩) تخريج: اسناده حسن۔ اخرجه الحاكم: ١/ ٤٣٧، وابن خزيمة: ٢١٦١ (انظر: ٨٠٢٥)

(٣٨٧٠) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه الطحاوي: ١/ ٥١١، وابن راهويه: ٢٣٧ (انظر: ٨٧٧٢)

(۳۸۷۰) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِي أَيَّامٍ۔ (مسند احمد: ۸۷۵۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، الّا یہ کہ دوسرے دنوں کی عادت چل رہی ہو۔

فوائد: ...... صحیح بخاری (۱۹۸۵) اور صحیح مسلم (۱۱۴۴) میں بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے، لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں: ((لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ اَوْ بَعْدَهُ)) ''تم میں سے کوئی آدمی جمعہ کے روز کا روزہ نہ رکھے، الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔''

(۳۸۷۱) عَنْ اِيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ قَالَ: سَمِعْتُ لَيْلٰى اِمْرَاَةَ بِشْرٍ تَقُوْلُ: إِنَّ بَشِيْرًا سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ اَصُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَا اُكَلِّمُ ذَالِكَ الْيَوْمَ اَحَدًا؟ فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَصُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا فِي اَيَّامٍ هُوَ اَحَدُهَا اَوْ فِي شَهْرٍ، وَاَمَّا اَنْ لَا تُكَلِّمَ اَحَدًا فَلَعَمْرِيْ! لَاَنْ تَكَلَّمَ بِمَعْرُوْفٍ وَتَنْهٰى عَنْ مُنْكَرٍ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَسْكُتَ۔)) (مسند احمد: ۲۲۳۰۰)

سیدہ لیلیٰ زوجہ بشیر کہتی ہیں کہ سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا اور اس دن کسی سے کلام نہیں کروں گا، (یہ جائز ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''صرف جمعہ کے دن روزہ نہیں رکھنا، الّا یہ کہ دوسرے دنوں میں یا مہینے میں (ایک عادت کے ساتھ) روزے رکھے جا رہے ہوں اور یہ جمعہ کا دن بھی ان میں سے ایک ہو جائے، باقی رہا مسئلہ تمہارے خاموش رہنے کا تو میری عمر کی قسم! تمہارا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے لیے بولنا خاموش رہنے سے بہتر ہے۔''

(۳۸۷۲) عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! اَنْتَ نَهَيْتَ النَّاسَ اَنْ يَصُوْمُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: لَا، لَعَمْرُ اللّٰهِ! غَيْرَ اَنِّي وَرَبِّ هٰذِهِ الْحُرْمَةِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا فِي اَيَّامٍ يَصُوْمُهُ فِيْهَا۔)) (مسند احمد: ۹۴۴۸)

بنو حارث بن کعب کے ایک فرد سے روایت ہے، وہ کہتا ہے: میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ایک آدمی نے آ کر پوچھا: ابو ہریرہ! آپ نے لوگوں کو جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی عمر کی قسم! البتہ اس حرمت کے ربّ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کوئی بھی جمعہ کے دن روزہ ہرگز نہ رکھے، الّا یہ کہ یہ دن ایسے دوسرے دنوں میں آ جائے، جن کے وہ روزے رکھ رہا ہو۔''

(۳۸۷۱) اسناده صحيح۔ اخرجه الطبراني في "الكبير": ۱۲۳۲، والبيهقي: ۱۰/ ۷۵ (انظر: ۲۱۹۵٤)

(۳۸۷۲) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه الطحاوي: ۱/ ۵۱۱، وابن راهويه: ۲۳۷ (انظر: ۹٤٦۷)

(٣٨٧٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰی جُوَیْرِیَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ ؓ، وَهِیَ صَائِمَةٌ فِی یَوْمِ جُمُعَةٍ، فَقَالَ لَهَا: ((اَصُمْتِ اَمْسِ؟)) فَقَالَتْ: لَا، قَالَ: ((اَتُرِیْدِیْنَ اَنْ تَصُوْمِیْ غَدًا؟)) فَقَالَتْ: لَا، قَالَ: ((فَاَفْطِرِیْ إِذًا۔)) (مسند احمد: ٦٧٧١)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن سیدہ جویریہ بنت حارث ؓ کے ہاں تشریف لے گئے، انھوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟'' انہوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر روزہ توڑ دو۔''

(٣٨٧٤) عَنْ اَبِی اَیُّوْبَ الْهَجَرِیِّ عَنْ جُوَیْرِیَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰی جُوَیْرِیَةَ فِی یَوْمِ جُمُعَةٍ وَهِیَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ لَهَا: ((اَصُمْتِ اَمْسِ؟)) قَالَتْ: لَا، قَالَ: تَصُوْمِیْنَ (وَفِی لَفْظٍ اَتُرِیْدِیْنَ اَنْ تَصُوْمِیْ) غَدًا؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: ((فَاَفْطِرِیْ۔)) (مسند احمد: ٢٧٢٩١)

سیدہ جویریہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن ان کے ہاں تشریف لائے، جبکہ وہ روزہ سے تھی، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟'' انہوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''کیا تمہارا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟'' انھوں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر روزہ افطار کرلو۔''

فوائد: ......ان دو احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنے کی بھی نیت رکھتا ہو، بصورتِ دیگر جب اس کو اس مسئلے کا پتہ چلے گا، تو وہ روزہ توڑ دے گا۔

(٣٨٧٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَصُوْمُوْا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَحْدَهُ۔)) (مسند احمد: ٢٦١٥)

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھا کرو۔''

(٣٨٧٦) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّهُ سَاَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ ؓ وَهُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ: اَسَمِعْتَ النَّبِیَّ ﷺ

محمد بن عباد سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری ؓ سے سوال کیا، جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، کہ کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کو جمعہ کے دن روزہ

(٣٨٧٣) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابن ابی شیبة: ٣/ ٤٣، وابن خزیمة: ٢١٦٢، وابن حبان: ٣٦١١، والنسائی فی ''الکبری'': ٢٧٥٣ (انظر: ٦٧٧١)

(٣٨٧٤) تخریج: اخرجه البخاری: ١٩٨٦ (انظر: ٢٦٧٥٥)

(٣٨٧٥) تخریج: حسن لغیره (انظر: ٢٦١٥)

(٣٨٧٦) تخریج: اخرجه البخاری: ١٩٨٤، ومسلم: ١١٤٣ (انظر: ١٤١٥٤)

يَـنْهٰـى عَـنْ صِيَـامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ وَرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ! (مسند احمد: ١٤٢٠١)

رکھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، اس گھر کے رب کی قسم!

فــوائــد: ......ان روایات کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا منع ہے، البتہ درج ذیل روایت قابل غور ہے: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ بیشک نبی کریم ﷺ ہر مہینے کے ہر ماہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھتے تھے اور جمعہ کے دن تو کم ہی افطار کرتے تھے۔ (ابن ماجه، نسائی) اگر درج بالا روایات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرلیا جائے کہ آپ ﷺ صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہیں رکھتے ہوں گے، بلکہ اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ ملاتے ہوں گے، تو بہتر ہوگا اور اس سے ساری نصوص پر عمل ہو جائے گا۔

(٣٨٧٧) عَـنْ حَسَّـانَ بْـنِ نُوْحٍ الْحِمْصِيِّ قَـالَ: رَاَيْـتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ ؓ يَقُوْلُ: تَرُوْنَ كَفِّي هٰذِهِ؟ فَاَشْهَدُ اَنِّيْ وَضَعْتُهَا عَلٰى كَفِّ مُحَمَّدٍ ﷺ (وَفِي رِوَايَةٍ: بَـايَعْتُ بِهَا رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ ﷺ) وَنَهٰـى عَـنْ صِيَـامِ يَوْمِ السَّبْـتِ إِلَّا فِـي فَـرِيْـضَةٍ، وَقَالَ: ((إِنْ لَّمْ يَـجِـدْ اَحَـدُكُـمْ إِلَّا لِـحَـاءَ شَجَرَةٍ فَلْيُفْطِرْ عَلَيْهِ۔)) (مسند احمد: ١٧٨٤٢)

حسان بن نوح حمصی کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن بسر کو دیکھا، انھوں نے کہا: لوگو! تم میری یہ ہتھیلی دیکھ رہے ہو؟ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس کو اپنے نبی محمد ﷺ کی ہتھیلی پر رکھ کر آپ ﷺ کی بیعت کی تھی، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کر دیا ہے الا یہ کہ فرضی روزہ ہو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کھانے کے لیے کچھ نہ ملے، ماسوائے درخت کے چھلکے کے، تو وہی کھا کر (روزہ نہ ہونے کی نشاندہی کر دینی چاہیے)۔

(٣٨٧٨) عَـنْ عَبْـدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ ؓ عَنْ اُخْتِهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَصُوْمُوْا يَـوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ إِلَّا عُوْدَعِنَبٍ اَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهَا۔)) (مسند احمد: ٢٧٦١٥)

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''ہفتہ کا روزہ نہ رکھا کرو، الا یہ کہ یہ ان دنوں میں آ جائے کہ جن کے روزے تم پر فرض ہیں، اگر اس دن کوکسی کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہو، ماسوائے انگور کی لکڑی یا درخت کے چھلکے کے، تو اسی کو چبا لے۔''

فوائد: ......ان دو احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایسے نہ ہو کہ ہفتہ کا دن کھائے پیے بغیر گزر جائے۔

(٣٨٧٩) عَنْ عُبَيْدِ نِ الْاَعْرَجِ قَالَ: حَدَّثَتْنِيْ

عبید اعرج کہتے ہیں: مجھے میری دادی نے بیان کیا کہ وہ رسول

(٣٨٧٧) قال الالبانی: صحیح، اخرجه ابوداود: ١٧٢٦، وابن ماجه: ١٧٢٦، والترمذی: ٧٤٤ (انظر: ١٧٦٩٠)
(٣٨٧٨) قال الالبانی: صحیح۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٢١، وانظر الحدیث السابق (انظر: ٢٧٠٧٥)
(٣٨٧٩) تخریج: اسناده ضعیف للاختلاف فیه علی ابن لهیعة (انظر: ٢٧٠٧٦)

جَدَّتِیْ اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَتَغَدّٰی وَذَالِكَ يَوْمَ السَّبْتِ، فَقَالَ: ((تَعَالَی فَكُلِی۔)) فَقَالَتْ: اِنِّی صَائِمَةٌ، فَقَالَ لَهَا: ((صُمْتِ اَمْسِ؟)) فَقَالَتْ: لَا، قَالَ: ((فَكُلِی فَإِنَّ صِيَامَ يَوْمِ السَّبْتِ لَا لَكِ وَلَا عَلَيْكِ۔)) (مسند احمد: ٢٧٦١٦)

اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور آپ ﷺ اس وقت کھانا کھا رہے تھے، یہ ہفتہ کا دن تھا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''آ ؤ کھانا کھاؤ۔'' لیکن انہوں نے کہا: میں تو روزے سے ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟'' اس نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر کھا لو، کیونکہ ہفتہ کے دن کے روزہ کا نہ ثواب ملتا ہے اور نہ گناہ ہوتا ہے۔''

فوائد:...... ثواب اور گناہ کا نہ ملنا اس صورت میں ہے، جب آدمی جہالت کی وجہ سے روزہ رکھ لے، وگرنہ اگر علم ہونے کے بعد یا بطورِ تعظیم ہفتہ کا روزہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے، لیکن حدیث نمبر (٣٨٦٩) اور (٣٨٧٣) وغیرہ سے معلوم ہوا کہ جمعہ اور ہفتہ، دو دنوں کا لگا تار روزہ رکھا جا سکتا ہے، اس رخصت سے یہ استدلال کرنا بھی ممکن ہے کہ ہفتہ اور اتوار کا لگا تار روزہ رکھنا جائز ہے، حدیث نمبر (٣٩٦٨) سے بھی یہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے، جیسے آپ ﷺ نے یوم عاشوراء کے ساتھ (٩) محرم کا روزہ رکھنے کا بھی عزم کیا تھا، آپ ﷺ کا مقصد یہودیوں کی مخالفت کرنا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے آئندہ سال نو محرم کا روزہ رکھنے کا عزم ظاہر کیا تھا نہ کہ دس کے ساتھ نو محرم کا بھی۔ اس کی مزید وضاحت عاشورا کے روزے کے بارے مستقل عنوان کے تحت آ رہی ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ (عبداللہ رفیق)

اَلنَّهْیُ عَنْ صَوْمِ الْاَبَدِ يَعْنِیَ الدَّهْرَ
ہمیشہ کے روزے رکھنے سے ممانعت کا بیان

(٣٨٨٠) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ ؓ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ)) (مسند احمد: ٦٥٢٧)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمیشہ کے روزے رکھے، اس نے حقیقت میں کوئی روزہ نہیں رکھا۔''

(٣٨٨١) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ ؓ قَالَتْ: اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِشَرَابٍ فَدَارَ عَلَی الْقَوْمِ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ صَائِمٌ، فَلَمَّا بَلَغَهُ، لَهُ: اِشْرَبْ، فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهُ لَيْسَ

سیدہ اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک مشروب لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کو لوگوں کو پلانے کے لیے پیش کیا، ان میں ایک آدمی روزے دار تھا، جب وہ مشروب اس کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

(٣٨٨٠) تخريج: اخرجه البخاری: ١٩٧٩، ومسلم: ١١٥٩ (انظر: ٦٥٢٧)

(٣٨٨١) تخريج: مرفوعه صحيح لغيره۔ اخرجه الطبرانی فی "الكبير": ٢٤/ ٤٥٣ (انظر: ٢٧٥٧٦)

يُفْطِرُ الدَّهْرَ، فَقَالَ يَعْنِي رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ۔)) (مسند احمد: ٢٨١٢٨)

"پیو۔" لیکن کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو روزہ ترک ہی نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمیشہ روزے رکھے، اس نے کوئی روزہ نہیں رکھا۔"

(٣٨٨٢) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ اَبِيْهِ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَسُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَصُوْمُ الدَّهْرَ، قَالَ: ((لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ)) (مسند احمد: ١٦٤١٧)

سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا، جو ہمیشہ روزے رکھتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ اس کو ترک کیا۔"

(٣٨٨٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَوْمِ الدَّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ۔)) اَوْ قَالَ: ((لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ)) (مسند احمد: ١٦٤٢٧)

(دوسری سند) ان کے باپ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ اسے ترک کیا۔"

(٣٨٨٤) عَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ الدَّهْرَ ضُيِّقَتْ عَلَيْهِ جَهَنَّمُ هٰكَذَا۔)) وَقَبَضَ كَفَّهُ۔ (مسند احمد: ١٩٩٥١)

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہمیشہ روزے رکھے، اس کے اوپر جہنم کو اس طرح تنگ کر دیا جائے گا۔" اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ہتھیلی کو بند کر کے کیفیت بیان کی۔

(٣٨٨٥) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ فُلَانًا لَا يُفْطِرُ نَهَارًا الدَّهْرَ، فَقَالَ: ((لَا اَفْطَرَ وَلَا صَامَ۔)) (مسند احمد: ٢٠٠٦٣)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں آدمی کسی دن کے روزے کا ناغہ نہیں کرتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہ اس نے افطار کیا اور نہ اس نے روزہ رکھا ہے۔"

فوائد: ..... "نہ اس نے افطار کیا اور نہ اس نے روزہ رکھا۔" افطار نہ کرنے کا مفہوم تو واضح ہے کہ وہ کھانے پینے سے رکا رہا، روزہ نہ رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے اس معاملے میں مسنون طریقے کی مخالفت کی، اجر و ثواب کا مستحق نہیں ٹھہرا اور اپنے آپ کو ایسے تکلیف دینے کے درپے ہو گیا کہ ممکن ہے کہ اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالے اور جہاد اور کئی

(٣٨٨٢) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابن ماجه: ١٧٠٥ (انظر: ١٦٣٠٨)
(٣٨٨٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٣٨٨٤) تخريج: موقوفه صحيح۔ اخرجه النسائي (انظر: ١٩٧١٣)
(٣٨٨٥) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه النسائى: ٤/ ٢٠٦ (انظر: ١٩٨٢٥)

دوسرے حقوق سے عاجز آ جائے۔

اس مسئلہ سے متعلقہ ایک فقہی بحث

اگلے باب کی پہلی اور اس موضوع سے متعلقہ دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کے نبی داود علیہ السلام کے روزوں کو سب سے زیادہ فضیلت والا قرار دیا، یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا۔ سوال یہ ہے کہ اس باب میں مذکورہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیشہ کے روزے ناجائز ہیں۔ امام اسحاق، اہل ظاہر اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کی رائے یہ ہے کہ ان روزوں کا حکم کراہت کا ہے۔ ابن حزم اس انداز کے حرام ہونے کے قائل ہے اور قاضی عیاض نے کہا: جمہور اہل علم کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور تین ایام تشریق کے روزے نہ رکھے تو اس کے لیے باقی تمام دنوں کے روزے رکھنا جائز ہے۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا: جب آدمی دونوں عیدوں اور ایام تشریق کے روزے نہ رکھے تو اس کے لیے باقی دنوں کے لگاتار روزے رکھنا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ نہ اسے کوئی ضرر لاحق ہو اور کوئی دوسرا حق فوت ہو، بصورتِ دیگر اس کے لیے یہ روزے مکروہ ہوں گے، ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ، أَفَأَصُوْمُ فِي السَّفَرِ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ۔)) اے اللہ کے رسول! میں لگاتار روزے رکھتا ہوں، آیا میں سفر میں روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔'' (بخاری: ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، مسلم: ۱۱۲۱) وجۂ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس صحابی کو لگاتار روزے رکھنے پر برقرار رکھا، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدہ عائشہ، سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہم اور کئی سلف بھی لگاتار روزے رکھا کرتے تھے۔

اس رائے کے قائلین نے اس باب کی احادیث کے درج ذیل جوابات دیئے:

(۱) ان احادیث کو ان کے حقیقی معانی پر محمول کیا جائے گا، یعنی ان سے مراد یہ ہے کہ دونوں عیدوں اور ایام تشریق سمیت ہمیشہ کے روزے رکھے جائیں۔

(۲) یا ان احادیث کا مصداق وہ شخص ہے، جس کو اس طرح روزے رکھنے سے کوئی ضرر لاحق ہو جاتا ہے یا اس سے کوئی حق فوت ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: ((لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ۔)) ''اس نے روزہ نہیں رکھا، جس نے ہمیشہ روزے رکھے۔'' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ یہ صحابی ان روزوں سے عاجز آ جائیں گے اور ایسے ہی ہوا کہ آپ ﷺ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو جن روزوں کی اجازت دی تھی، وہ بھی ان کے لیے مشکل ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے وہ اس بات پر ندامت کا اظہار کرتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کیوں نہیں کی تھی۔

جبکہ آپ ﷺ نے سیدنا حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لگاتار روزے رکھنے کی اجازت دے دی تھی، کیونکہ آپ ﷺ کو یہ اندازہ تھا کہ یہ صحابی ضرر سے محفوظ رہے گا۔

(۳)"لَا صَامَ" کے الفاظ اس آدمی کے حق میں بمعنی خبر ہیں، نہ کہ بمعنی دعا، جو ان روزوں سے بڑی مشقت محسوس کرتا ہے۔ رہا اس آدمی کا مسئلہ جو نہ مشقت محسوس کرتا اور نہ کوئی دوسرا حق فوت ہونے دیتا ہے اور نہ ممنوعہ دنوں کے روزے رکھتا ہے تو اس کے لیے تو لگاتار روزے مستحب ہوں گے، جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انھوں نے کہا: کنا نعد اولئک فینا من السابقین۔..... ہم اپنے اندر ایسے لوگوں کو آگے بڑھ جانے والوں میں شمار کرتے تھے۔ (سنن بیہقی)

عروہ کہتے ہیں: سفر ہو یا حضر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ کے روزے رکھتی تھیں۔ (سنن بیہقی) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جہاد کی وجہ سے عہدِ نبوی میں روزے نہیں رکھتے تھے، جب آپ ﷺ فوت ہوئے تو میں نے ان کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ روزہ ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری) امام نووی نے "المجموع" میں دو عیدوں اور ایام تشریق کے علاوہ ہمیشہ کے روزے رکھنے والوں کے نام ذکر کیے ہیں، ان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو امامہ اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ سعید بن مسیّب، ابو عمرو بن حماس، سعید بن ابراہیم، اسود بن یزید وغیرہ نے بھی ہمیشہ کے روزے رکھے، سعید بن ابراہیم نے چالیس سال لگاتار روزے رکھے تھے۔ جمہور اہل علم کا مسلک راجح معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

جَامِعٌ لِبَعْضِ مَا يُسْتَحَبُّ صَوْمُهُ وَمَا يُكْرَهُ
ان ایام کا بیان کہ جن میں روزہ رکھنا مستحب یا مکروہ ہے

(٣٨٨٦) عَنْ اَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَوْمِهِ فَغَضِبَ، فَقَالَ: عُمَرُ رضی اللہ عنہ: رَضِيْتُ اَوْ قَالَ: رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، قَالَ: وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَدْ قَالَ: وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلاً وَبِبَيْعَتِنَا بَيْعَةً، قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ اَوْ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَجُلٌ صَامَ الْاَبَدَ، قَالَ: ((لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ مَا صَامَ وَمَا اَفْطَرَ۔)) قَالَ: صَوْمُ يَوْمَيْنِ وَاِفْطَارُ يَوْمٍ؟ قَالَ: ((وَمَنْ

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے روزوں کے بارے میں سوال کیا، اس پر آپ ﷺ کو غصہ آ گیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اپنی بیعت کے حق ہونے پر راضی ہیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یا کوئی دوسرا آدمی اٹھا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی ہمیشہ کے روزے رکھتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ نہ روزہ رکھتا ہے اور نہ افطار کرتا ہے۔" اس نے پوچھا: دو دن روزہ اور ایک دن ناغہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

(٣٨٨٦) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٦٢ (انظر: ٢٢٥٣٧)

يُطِيقُ ذَالِكَ؟)) قَالَ: لَيْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَوَّانَا لِذَالِكَ ، قَالَ: صَوْمُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ؟ قَالَ: ذَاكَ صَوْمُ اَخِيْ دَاوُدَ، قَالَ: صَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ؟ قَالَ: ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُّ فِيْهِ، وَاُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ، قَالَ: صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَمَضَانَ إِلٰى رَمَضَانَ؟ قَالَ: ((صَوْمُ الدَّهْرِ وَإِفْطَارُهُ۔)) قَالَ: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ قَالَ: ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ۔)) قَالَ: صَوْمُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ؟ قَالَ: ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ۔)) (مسند احمد: ٢٢٩٠٥)

''اس کی استطاعت کون رکھتا ہے؟ کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اتنی طاقت دے دیتا۔'' اس نے پوچھا: ایک دن روزہ اور ایک دن ناغہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بھائی داود علیہ السلام کا روزہ اسی طرح ہوتا تھا۔'' اس نے پوچھا: سوموار اور جمعرات کے روزے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس دن کو میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔'' اس نے پوچھا: ہر مہینہ میں تین روزے اور رمضان کے روزے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ہمیشہ کے روزے بھی ہیں اور ہمیشہ کا افطار بھی ہے۔'' اس نے پوچھا: عرفہ کے دن کا روزہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔'' اس نے پوچھا: یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔''

فوائد: ...... حدیث کے شروع والے حصے پر غور کریں، دراصل سائل کو اس طرح سوال کرنا چاہیے تھا کہ وہ کتنے اور کیسے روزے رکھے، تاکہ آپ ﷺ اس کی ذات کا اندازہ کر کے اس کے بارے میں کسی لائحہ عمل کی خبر دیتے۔ اس کا براہِ راست یہ سوال کر دینا کہ اس معاملے میں آپ ﷺ کی عادت کیا ہے، جس کی وضاحت میں مصلحتیں نہیں ہیں، مثلاً آپ ﷺ بسا اوقات وصال کر رہے ہوتے ہیں، جو امت کے لیے ناپسندیدہ ہے، بسا اوقات آپ ﷺ لگا تار روزے رکھ رہے ہوتے ہیں، جو عام آدمی کے مشکل ہیں اور بسا اوقات آپ ﷺ تسلسل کے ساتھ روزے ترک کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس کی وضاحت سے سائل کو یہ نقصان ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ زندگی بھر آپ ﷺ کی اسی رخصت کو اپنائے رکھے، جبکہ آپ ﷺ تو اس وقت مسلمانوں، مہمانوں اور اپنی بیویوں کے دوسرے حقوق اور مصلحتوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے رات کے قیام کو دیکھیں، جس میں آپ ﷺ نے زیادہ سے زیادہ تیرہ اور کم از کم سات رکعتیں ادا کی ہیں، کم رکعتوں کی وجہ آپ ﷺ کی عمر رسیدگی تھی، اس لیے ہر خواہش مند کو دیکھنا یہ چاہیے کہ آپ ﷺ نے فلاں مسئلے کے بارے میں مختلف احادیث کے ذریعے کون سا شرعی قانون پیش کیا ہے، اس میں رخصت و عزیمت اور اختیار و اجبار کی صورتوں کو کیسے مدنظر رکھا گیا، ان امور کو سامنے رکھ کر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

(٣٨٨٧) عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَاَتِهِ

ایک ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

(٣٨٨٧) ضعيف لاضطرابه۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٣٧، والنسائي: ٤/ ٢٠٥، ٢٢٠ (انظر: ٢٦٤٦٨)

عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ، وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ۔ قَالَ: عَفَّانُ: اَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَخَمِيْسَيْنِ۔ (مسند احمد: ٢٧٠٠١)

نو ذوالحجہ، یومِ عاشورا اور ہر ماہ کے تین روزے رکھا کرتے تھے، یعنی ہر ماہ کا پہلا سوموار اور دو جمعراتیں۔

(٣٨٨٨) وَعَنْهُ اَيْضًا عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: اَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ صِيَامَ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرَ وَثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ۔ (مسند احمد: ٢٦٩٩١)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار کاموں کو ترک نہیں کرتے تھے: یوم عاشوراء، عشرہ ذوالحجہ اور ہر ماہ میں سے تین دنوں کے روزے اور نماز فجر سے پہلے والی دو سنتیں۔

(٣٨٨٩) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَاَيَّامُ التَّشْرِيْقِ عِيْدُنَا اَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهُنَّ اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ۔)) (مسند احمد: ١٧٥١٤)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایامِ تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

فوائد: ......عرفہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے، بلکہ افضل ہے، اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے، کھانے پینے کے دن عید اور تشریق کے دن ہیں، اغلبی طور پر اس کو بھی ساتھ ذکر کر دیا گیا۔ یہ دن بھی جمعہ کی طرح مسلمانوں کے لیے عید ہے، اگر حجاج کرام کو دیکھا جائے تو وہ اس دن کو عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں، دوسرے لوگ عید اور قربانیوں کی تیاری میں عجیب فرحت و مسرت کے ساتھ یہ دن گزارتے ہیں، نیز یہ دن کئی فضائل سے بھی متصف ہے۔ نبی کریم ﷺ کئی انداز اور ترتیب کے ساتھ نفلی روزے رکھا کرتے تھے، احادیث کی دوسری کتابوں میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

(٣٨٨٨) تخريج: حديث ضعيف دون الركعتين قبل الغداة، فهو صحيح بالشواهد، ابو اسحاق الاشجعي مجهول۔ اخرجه النسائي: ٤/ ٢٢٠ (انظر: ٢٦٤٥٩)

(٣٨٨٩) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ٢٤١٩، والنسائي: ٥/ ٢٥٢ (انظر: ١٧٣٧٩)

صِيَامُ التَّطَوُّعِ وَمَا يُسْتَحَبُّ صَوْمُهُ مِنَ الْاَيَّامِ
نفلی روزوں اوران ایام کا بیان، جن میں نفلی روزے رکھنا مستحبّ ہیں

صَوْمُ التَّطَوُّعِ فِيْ السَّفَرِ
سفر میں نفلی روزہ رکھنا

(۳۸۹۰) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زَحْزَحَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ بِذَالِكَ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔)) (مسند احمد: ۷۹۷۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت دور کر دیتا ہے۔''

(۳۸۹۱) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد: ۱۱۵۸۱)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے۔

فوائد: ......اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((لَا يَصُوْمُ عَبْدٌ يَوْمًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذَالِكَ الْيَوْمِ النَّارَ عَنْ وَجْهِهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔)) ''جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے، تو وہ اس کے عوض آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دیتا ہے۔''

''فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ'' (اللہ تعالیٰ کی راہ) سے مراد جہاد ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت؟ حافظ ابن حجر نے کہا: اول الذکر معنی راجح ہے، کیونکہ میں ''فوائد ابی الطاہر الذھلی'' میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ایک حدیث دیکھی ہے: ((مَا مِنْ مُرَابِطٍ يُرَابِطُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَصُوْمُ يَوْمًا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ......۔)) ''جو آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحدوں پر مقیم رہتا ہے اور اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھتا ہے،......۔'' ابن دقیق العید نے کہا: عرفِ اکثر میں اس لفظ کا استعمال جہاد کے لیے ہی ہوتا ہے۔ (فتح الباری: ٦/ ٥٩) یہ بات علیحدہ ہے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنے والے کو یہ فکر کرنی چاہیے کہ اس میں ایسی کمزوری پیدا نہ ہو جائے جولڑتے وقت نقصان کا سبب بن سکے، بہرحال جس کو اللہ تعالیٰ نے عزم اور قوت سے نواز رکھا ہو، وہ دونوں فضیلتوں کو جمع کر سکتا ہے کہ شب و روز بھی راہِ جہاد میں گزر رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے جان بوجھ کر کھانا پینا بھی چھوڑ رکھا ہو۔

(۳۸۹۲) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''مَرُّ الظَّهْرَانِ'' کے مقام پر نبی

(۳۸۹۰) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه النسائی: ٤/ ١٧٢، وابن ماجه: ١٦٩٠، والترمذی: ١٦٢٢ (انظر: ٧٩٩٠)

(۳۸۹۱) تخريج: اخرجه البخاری: ٢٨٤٠، ومسلم: ١١٥٣ (انظر: ١١٥٦٠)

(۳۸۹۲) تخريج: قال الالبانی: صحيح (نسائی: ٢٢٦٤)۔ أخرجه النسائی: ٤/ ١٧٧ (انظر: ٨٤٣٦)

بِطَعَامٍ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ: ((اُدْنُيَا فَكُلَا۔)) قَالَا: إِنَّا صَائِمَانِ، قَالَ: ((اَرْحِلُوْا لِصَاحِبَيْكُمْ، اِعْمَلُوا لِصَاحِبَيْكُمْ۔)) (مسند احمد: ٨٤١٧)

کریم ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''قریب ہو جاؤ اور کھانا کھاؤ۔'' انہوں نے کہا: ہم تو روزے دار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اپنے اِن ساتھیوں کو سواریاں دو اور ان کے حصے کا کام بھی کرو۔''

فوائد: ......آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ چونکہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما روزے سے تھے، اس لیے دوسرے صحابہ کو چاہیے کہ وہ اِن کی خدمت کریں۔

(٣٨٩٣) عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيْدُ ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ وَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْبُرْدَةَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّ رضی اللہ عنہ مِرَارًا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا۔)) (مسند احمد: ١٩٩١٥)

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں اکٹھے ہو گئے، یزید تو سفر میں روزے رکھتا تھا، سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوئی بار یہ بیان کرتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو اسے اتنا ہی اجر ملتا رہتا ہے، جتنا اجر اسے اس عمل کا ملتا تھا، جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔''

فوائد: ......جس آدمی کی نفلی عبادت اس کی بیماری یا سفر کی وجہ متأثر ہو جائے، تو بغیر عمل کے اس کو اجر وثواب ملتا رہے گا۔

لَاتَصُوْمُ الْمَرْأَةُ تَطَوُّعًا وَزَوْجُهَا حَاضِرٌ بِغَيْرِ اِذْنِهِ
خاوند کی موجودگی میں بیوی کا اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھنے کا بیان

(٣٨٩٤) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَصُمِ الْمَرْأَةُ يَوْمًا وَاحِدًا وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ، إِلَّا رَمَضَانَ۔)) (مسند احمد: ٩٧٣٢)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر ایک روزہ بھی نہ رکھے، الّا یہ کہ رمضان ہو۔''

(٣٨٩٣) تخريج: اخرجه البخاري: ٢٩٩٦ (انظر: ١٩٦٧٩)

(٣٨٩٤) تخريج: اخرجه البخاري: ٥١٩٥، ومسلم: ١٠٢٦ (انظر: ٩٧٣٤)

(۳۸۹۵) وَعَنْهُ أَيْضًا يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَالسِّوَاكِ مَعَ الصَّلَاةِ، وَلَا تَصُومُ امْرَأَةٌ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا وَاحِدًا غَيْرَ رَمَضَانَ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔)) (مسند احمد: ۷۳۳۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے اپنی امت پر مشقت ڈالنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں حکم دے دیتا کہ عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کی جائے اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کی جائے اور جس عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر ایک دن کا روزہ بھی نہ رکھے، الّا یہ کہ ماہِ رمضان ہو۔''

فوائد: ......ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب بیوی نفلی روزہ رکھنا چاہے یا فرضی روزے کی قضائی دینا چاہے، دونوں صورتوں میں اس کو چاہیے کہ وہ خاوند سے اجازت لے، کیونکہ خاوند کا حق ان حقوق میں سے ہے، جو فوراً واجب ہو جاتے ہیں، جبکہ نفلی روزوں کو ترک کیا جا سکتا ہے اور فرض روزوں کی قضائی کو مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بیویوں کو اندازہ کر لینا چاہیے کہ ان کے خاوندوں کا ان پر کتنا حق ہے۔ خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے کی ممانعت کی وجہ وظیفۂ زوجیت ہے۔

اِنَّ صَوْمَ التَّطَوُّعِ لَا يَلْزَمُ بِالشُّرُوْعِ فِيْهِ
نفلی روزہ شروع کر دینے سے اس کے واجب نہ ہو جانے کا بیان

(۳۸۹۶) عَنْ أُمِّ هَانِیءٍ (بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہا) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَرِبَ شَرَابًا فَنَاوَلَهَا لِتَشْرَبَ، فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ وَلٰكِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَرُدَّ سُؤْرَكَ، فَقَالَ: يَعْنِي ((إِنْ كَانَ قَضَاءً مِنْ رَمَضَانَ فَاقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ، وَإِنْ كَانَ تَطَوُّعًا فَإِنْ شِئْتِ فَاقْضِي وَإِنْ شِئْتِ فَلَا تَقْضِي۔ (مسند احمد: ۲۷۴۴۹)

سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک مشروب پیا اور مجھے بھی دیا۔ میں نے بعد میں کہا: میں تو روزے سے تھی، لیکن آپ کے جوٹھے کو چھوڑنا گوارا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ روزہ ماہِ رمضان کی قضاء کا تھا تو اس کے عوض ایک روزہ رکھ لینا اور اگر یہ نفلی تھا تو تمہاری مرضی ہے کہ قضائی دو یا نہ دو۔''

(۳۸۹۷) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ حَتّٰى قَعَدَتْ عَنْ يَسَارِهِ، وَجَاءَتْ أُمُّ هَانِئٍ

(دوسری سند) سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: فتح مکہ والے دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا آ کر دائیں جانب بیٹھ گئیں، اتنے میں ایک لونڈی کوئی مشروب لائی، پہلے آپ ﷺ نے

(۳۸۹۵) تخریج: انظر الحدیث السابق (انظر: ۷۳۴۲، ۷۳۴۳)

(۳۸۹۶) تخریج: قال الالبانی: صحیح (صحیحہ:۲۸۰۲)۔ اخرجه الترمذی: ۷۳۱(انظر: ۲۶۹۱۰)

(۳۸۹۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

فَقَعَدَتْ عَنْ يَمِيْنِهِ وَجَاءَتِ الْوَلِيْدَةُ بِشَرَابٍ فَتَنَاوَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَشَرِبَ، ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمَّ هَانِئٍ عَنْ يَمِيْنِهِ فَقَالَتْ: لَقَدْ كُنْتُ صَائِمَةً، فَقَالَ لَهَا: ((اَشَيْءٌ تَقْضِيْنَهُ عَلَيْكِ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: ((لَا يَضُرُّكِ إِذًا۔)) (مسند احمد: ٢٧٤٣٦)

خود پیا اور پھر سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کو دیا، اس نے (پینے کے بعد) کہا: میرا تو روزہ تھا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''کیا یہ قضاء کا روزہ تھا؟ اس نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر یہ تجھے نقصان نہیں دے گا (یعنی کوئی حرج نہیں ہے)۔''

(٣٨٩٨) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْفَتْحِ فَأُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَنِيْ، فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ الْمُتَطَوِّعَ اَمِيْرٌ عَلٰى نَفْسِهِ، فَإِنْ شِئْتِ فَصُوْمِي وَإِنْ شِئْتِ فَأَفْطِرِي۔)) (مسند احمد: ٢٧٤٤٨)

(تیسری سند) سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے میرے ہاں تشریف لائے، آپ کی خدمت میں ایک مشروب پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا اور پھر مجھے دے دیا، میں نے کہا: میں تو روزے دار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نفلی عبادت کرنے والا اپنا امیر خود ہوتا ہے، اس لیے اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو افطار کر دو۔''

(٣٨٩٩) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: أُهْدِيَتْ لِحَفْصَةَ شَاةٌ وَنَحْنُ صَائِمَتَانِ، فَفَطَّرَتْنِي فَكَانَتِ ابْنَةَ اَبِيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذَالِكَ لَهُ فَقَالَ: ((اَبْدِلَا يَوْمًا مَكَانَهُ۔)) (مسند احمد: ٢٦٥٣٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک بکری کا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا، جبکہ ہم دونوں روزے سے تھیں، انہوں نے میرا روزہ افطار کرا دیا، آخر وہ اپنے (عظیم باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) ہی کی بیٹی تھیں، جب رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ سے اس چیز کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے عوض ایک ایک روزہ رکھ لینا۔''

فوائد: ...... اس مسئلہ سے متعلقہ مزید احادیث: سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ اور چند صحابہ کے لیے کھانا تیار کیا، جب کھانا لگا دیا گیا تو ایک آدمی نے کہا: میرا تو روزہ ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ذَالِكُمْ اَخُوكُمْ وَتَكَلَّفَ لَكُمْ۔)) ثُمَّ قَالَ لَهُ: ((اَفْطِرْ، وَصُمْ مَكَانَهُ يَوْمًا اِنْ شِئْتَ۔)) یہ تمہارا بھائی ہے اور اس نے تمہارے لیے تکلف کیا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس آدمی فرمایا: ''تو اب روزہ

(٣٨٩٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٨٩٩) اسناده ضعيف، سفيان بن حسين الواسطى ضعيف فى الزهرى، وقد اختلف على الزهرى فى وصله وارساله، وارساله هو الصواب۔ اخرجه ابوداؤد: ٢٤٥٧، والترمذى: ٧٣٥ (انظر: ٢٦٠٠٧)

توڑ دے اور اگر تیری چاہت ہو تو اس کی جگہ پر ایک دن روزہ رکھ لینا۔" (سنن بیهقی: ٤/ ٢٧٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَاْتِیهَا وَهُوَ صَائِمٌ، فَیَقُوْلُ: ((اَصْبَحَ عِنْدَکُمْ شَیْءٌ تُطْعِمُوْنِیهِ؟)) فَتَقُوْلُ: لَا، مَا اَصْبَحَ عِنْدَنَا شَیْءٌ کَذَاكَ، فَیَقُوْلُ: ((اِنِّی صَائِمٌ۔)) ثُمَّ جَاءَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ (وَفِی رِوَایَةٍ: ثُمَّ جَاءَ یَوْمًا آخَرَ) فَقَالَتْ: اُهْدِیَتْ لَنَا هَدِیَّةٌ فَخَبَأْنَاهَا لَكَ، قَالَ: ((مَا هِیَ؟)) قَالَتْ: حَیْسٌ، قَالَ: ((قَدْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا۔)) فَاَکَلَ۔ نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں میرے ہاں تشریف لاتے اور پوچھتے: "تمہارے ہاں کوئی ایسی چیز ہے جو مجھے کھلا سکو؟ میں کہتی: جی نہیں، ہمارے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے، یہ سن کر آپ ﷺ فرماتے: "تو پھر میں روزے دار ہوں۔" پھر ایک دن آپ ﷺ میرے پاس آئے اور میں نے کہا: ہمیں ایک ہدیہ دیا گیا تھا، ہم نے آپ کے لیے چھپا رکھا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: "وہ کیا ہے؟" میں نے کہا: حَیس ہے، (یعنی کھجور، گھی اور پنیر کا حلوہ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آج تو میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔" پھر آپ ﷺ نے اسے کھا لیا۔ (مسلم: ١١٥٤، مسند احمد: ٢٤٧٢٤)

سنن نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب آپ ﷺ نے وہ کھانا کھا لیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا تعجب ہوا اور انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے پاس روزے کی حالت میں تشریف لائے، لیکن آپ ﷺ نے حَیس کھا لیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، یَا عَائِشَةُ! اِنَّمَا مَنْزِلَةُ مَنْ صَامَ فِی غَیْرِ رَمَضَانَ اَوْ غَیْرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ اَوْ فِی التَّطَوُّعِ بِمَنْزِلَةِ رَجُلٍ اَخْرَجَ صَدَقَةَ مَالِهِ فَجَادَ مِنْهَا بِمَا شَاءَ فَاَمْضَاهُ وَبَخِلَ مِنْهَا بِمَا بَقِیَ فَاَمْسَکَهُ۔)) "جی ہاں، عائشہ! جس آدمی نے رمضان اور قضائے رمضان کے علاوہ کوئی نفلی روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال میں سے صدقہ کے لیے (کچھ رقم) نکالے، لیکن پھر اس میں سے جتنی مقدار چاہے صدقہ کر دے اور جتنی مقدار چاہے روک لے۔"

نسائی کی ایک اور روایت میں ہے: فَاَکَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّمَا مِثْلُ صَوْمِ الْمُتَطَوِّعِ مِثْلُ الرَّجُلِ یُخْرِجُ مِنْ مَالِهِ الصَّدَقَةَ فَاِنْ شَاءَ اَمْضَاهَا وَاِنْ شَاءَ حَبَسَهَا۔)) پس آپ ﷺ نے وہ کھانا کھایا اور فرمایا: "نفلی روزہ رکھنے والے کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جو اپنے مال سے صدقہ کے لیے کچھ مال نکالتا ہے، لیکن پھر چاہے تو اسے صدقہ کر دے اور چاہے تو روک لے۔"

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی صدقہ کی نیت سے اپنے مال میں سے کچھ مال علیحدہ کرتا ہے، لیکن ابھی تک اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سارے معین مال کا صدقہ کر دے یا سارے کو روک لے، یا کچھ روک لے اور کچھ صدقہ کر دے۔ بالکل اسی طرح نفلی روزہ رکھنے والے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ روزہ توڑ بھی سکتا ہے اور پورا بھی کر سکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت طلوع فجر کے بعد بھی کی جا سکتی ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہوگا کہ متعلقہ آدمی نے سحری سے لے کر اس وقت تک کھایا پیا نہ ہو۔ اس باب سے ثابت ہوا کہ نفلی روزہ بلا عذر توڑا جا سکتا

ہے اور اس کی قضاء بھی لازم نہیں ہے، مستحب ہے، سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ نفلی روزے کو پورا کرنا ضروری ہے اور بلا عذر اس کو افطار نہیں کر سکتا اور اس نے کسی عذر کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو اس کی قضائی لازم ہوگی۔ لیکن یہ مسلک مرجوح ہے۔

صَوْمُ شَهْرِ اللّٰهِ الْمُحَرَّمِ وَفَضْلُهُ

اللہ کے مہینے محرم کے روزے اور ان کی فضیلت

(٣٩٠٠) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِعَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ: مَا سَمِعْتُ أَحَدًا سَأَلَ عَنْ هٰذَا بَعْدَ رَجُلٍ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ بَعْدَ رَمَضَانَ؟ فَقَالَ ﷺ: ((إِنْ كُنْتَ صَائِمًا شَهْرًا بَعْدَ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَإِنَّهُ شَهْرُ اللّٰهِ، وَفِيهِ يَوْمٌ تَابَ عَلٰى قَوْمٍ، وَيَتُوبُ فِيهِ عَلٰى قَوْمٍ۔)) (مسند احمد: ١٣٢٢)

نعمان بن سعد کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ مجھے رمضان کے بعد کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیں گے؟ انہوں نے کہا: میں نے کسی کو یہ سوال کرتے ہوئے نہیں سنا، ماسوائے ایک آدمی کے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! ماہِ رمضان کے بعد آپ مجھے کس مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم رمضان کے بعد روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہِ محرم کے روزے رکھو، یہ اللہ کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی ماہ میں ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور ایک قوم کی توبہ قبول کرے گا۔''

فوائد:...... تعظیم کے لیے ماہِ محرم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔

جیسے بیت اللہ (اللہ کا گھر) کعبہ کے لیے ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے لیے اور روح اللہ (اللہ کی روح) عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بولتے ہیں۔ (عبداللہ رفیق)

(٣٩٠١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ؟ قَالَ: ((اَلصَّلَاةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ۔)) قِيلَ: أَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رات کے کسی بھی وقت میں نماز۔'' پھر کسی نے کہا: رمضان کے بعد کونسے روزے افضل ہیں؟

(٣٩٠٠) تخريج: اسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن اسحاق الواسطي وجهالة النعمان بن سعد۔
اخرجه الترمذي: ٧٤١ (انظر: ١٣٢٢)

(٣٩٠١) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٦٣ (انظر: ٨٠٢٦)

رَمَضَانَ؟ قَالَ: ((شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِی تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمَ۔)) (مسند احمد: ۸۰۱۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے اس مہینے کے، جسے تم محرم کہتے ہو۔''

فوائد: ……سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَۃِ الصَّلَاۃُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ، وَاَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَہْرُ اللّٰہِ الَّذِیْ تَدْعُوْنَہُ الْمُحَرَّمَ۔)) ''بیشک فرضی نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کے کسی بھی حصے میں پڑھی جانے والی نماز ہے اور رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ تعالیٰ کے اس ماہ کے روزے ہیں، جس کو تم محرم کہتے ہیں۔'' (معجم کبیر: ۲/ ۱۶۹)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ رمضان کے بعد ماہِ محرم کے روزے افضل ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ محرم کی بہ نسبت ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے؟ اس سوال کا جواب اس درج ذیل حدیث ِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے: سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! أَرَاکَ تَصُوْمُ فِی شَہْرٍ لَمْ أَرَکَ تَصُوْمُ فِی شَہْرٍ مِثْلَ مَاتَصُوْمُ فِیْہِ؟ قَالَ: ((أَیُّ شَہْرٍ؟)) قُلْتُ: شَعْبَانَ. قَالَ: ((شَعْبَانُ بَیْنَ رَجَبَ وَرَمَضَانَ، یَغْفِلُ النَّاسُ عَنْہُ، تُرْفَعُ فِیْہِ أَعْمَالُ الْعِبَادِ، فَأُحِبُّ أَنْ لَّا یُرْفَعَ عَمَلِی إِلَّا وَأَنَا صَائِمٌ۔)) اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ ایک مہینے میں بہت روزے رکھتے ہیں، جبکہ دوسرے کسی بھی ماہ میں اتنے روزے نہیں رکھتے، (کیا وجہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون سا مہینہ؟'' میں نے کہا: شعبان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شعبان، جو رجب اور رمضان کا درمیانی مہینہ ہے، سے کئی لوگ غافل ہیں۔ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال (آسمانوں کی طرف) اٹھائے جاتے ہیں، میں چاہتا ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزے دار ہوں۔'' (صحیحہ: ۱۸۹۸، نسائی: ۱/ ۳۲۲)

آپ ﷺ نے ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی جو وجہ بیان فرمائی ہے، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے میں شعبان اور ذوالحجہ کا آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے، یعنی اپنی جگہ پر ہر ایک کی فضیلت مسلّم ہے، لیکن مطلق طور پر ذوالحجہ کی فضیلت زیادہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ ذوالحجہ میں کسی عذر کی بنا پر روزے نہ رکھتے ہوں۔

بنیادی طور پر اس حدیث میں دن کے مقابلہ میں رات کی نفلی نماز کی فضیلت بیان ہو رہی ہے یہ بات الگ ہے کہ رات کے کون سے حصہ میں نفلی نماز پڑھنا زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔ وہ احادیث سے ثابت ہے کہ رات کا آخری تہائی حصہ اس حوالہ سے زیادہ اہمیت وفضیلت والا ہے۔ (عبداللہ رفیق)

يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ
یوم عاشوراء

فَضْلُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَتَأْكِيْدُ صَوْمِهِ قَبْلَ نُزُوْلِ رَمَضَانَ
یوم عاشوراء کی فضیلت اور فرضیتِ رمضان سے قبل اس کے روزے کی تاکید کا بیان

(٣٩٠٢) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ، سَنَةٍ مَاضِيَةٍ وَسَنَةٍ مُسْتَقْبِلَةٍ، وَيَوْمُ عَاشُوْرَاءَ كَفَّارَةُ سَنَةٍ)) (مسند احمد: ٢٢٩٥٨)

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عرفہ کے دن کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کا کفارہ ہے اور عاشوراء کا روزہ گزشتہ ایک سال کا کفارہ ہے۔''

(٣٩٠٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَرَأَيْتَ صِيَامَ عَرَفَةَ؟ قَالَ ﷺ: ((أَحْتَسِبُ عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ۔)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ صَوْمَ عَاشُوْرَاءَ؟ قَالَ ﷺ: ((أَحْتَسِبُ عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ۔)) (مسند احمد: ٢٢٩٩٧)

(دوسری سند) ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: عرفہ کے روزہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزے کو گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنائے گا۔'' اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! عاشوراء کے روزے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزے کو گزشتہ ایک سال کا کفارہ بنائے گا۔''

فوائد: ...... یوم عاشورا سے مراد محرم کا دسواں دن ہے، ابتدائے اسلام میں یہ روزہ فرض تھا اور صرف ایک سال یعنی دو سن ہجری کی ابتداء میں اس کی فرضیت کا مسئلہ پیش آیا تھا، کیونکہ اسی سن کے رمضان میں روزے فرض ہو گئے تھے اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد عاشورا کا روزہ مستحب قرار دیا گیا تھا، اس کی مزید وضاحت اگلی احادیث میں آ رہی ہے۔

(٣٩٠٢) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٦٢ (انظر: ٢٢٥٨٨)

(٣٩٠٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

عرفہ کے دن سے مراد (۹) ذوالحجہ کا دن ہے، جس دن حجاج کرام عرفہ کے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔

(۳۹۰٤) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِأُنَاسٍ مِنَ الْيَهُودِ قَدْ صَامُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: ((مَا هٰذَا مِنَ الصَّوْمِ؟)) قَالُوا: هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي نَجَّى اللّٰهُ مُوسٰى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْغَرَقِ وَغَرَّقَ فِيهِ فِرْعَوْنَ، وَهٰذَا يَوْمٌ إِسْتَوَتْ فِيهِ السَّفِينَةُ عَلَى الْجُودِيِّ فَصَامَهُ نُوحٌ وَمُوسٰى شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَنَا أَحَقُّ بِمُوسٰى وَأَحَقُّ بِصَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ.)) فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالصَّوْمِ. (مسند احمد: ۸۷۰۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہودی لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، انہوں نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیسا روزہ ہے؟'' انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو غرق ہونے سے بچایا اور فرعون کو غرق کر دیا اور اسی دن کو نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پر آ کر ٹھہری تھی، اس لیے نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا تھا، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں موسیٰ علیہ السلام اور اس دن کے روزے کا زیادہ حقدار ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔

(۳۹۰٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: ((مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَ؟)) قَالُوا: هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسٰى علیہ السلام۔ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنَا أَحَقُّ بِمُوسٰى مِنْكُمْ.)) قَالَ: فَصَامَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَمَرَ بِصَوْمِهِ. (مسند احمد: ۲۸۳۱)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور دیکھا کہ یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے پوچھا: ''یہ دن کون سا ہے، جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ بڑا مبارک دن ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حقدار ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی صادر فرمایا۔

فوائد:...... رسالت، دینی بھائی چارے اور ظاہری قرابت کے اعتبار سے آپ ﷺ، موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس مسئلے میں آپ ﷺ نے یہودیوں کی مخالفت کیوں نہیں کی؟ اس کا بہترین جواب یہی ہے کہ اس مسئلے میں آپ ﷺ کو مخالفت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، لیکن آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری سال میں اس خواہش کا اظہار کر دیا تھا کہ اگر آپ ﷺ زندہ رہے تو (۹) ذوالحجہ کو روزہ رکھیں گے۔ آپ ﷺ

(۳۹۰٤) تخریج: اسناده ضعیف لضعف عبد الصمد بن حبیب وجهالة ابیه (انظر: ۸۷۱۷)

(۳۹۰٥) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۰۰٤، ومسلم: ۱۱۳۰ (انظر: ۲۸۳۱)

ربیع الاول کے مہینے میں مدینہ منورہ پہنچے تھے، پھر جب محرم کا مہینہ آیا تو یہ صورتحال پیدا ہوئی۔

(۳۹۰۶) عَنْ ثُوَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ فَصُوْمُوْهُ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِصَوْمِهِ۔ (مسند احمد: ۱۶۲۳۱)

ثویر کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا: یہ یوم عاشوراء ہے، تم اس دن کا روزہ رکھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(۳۹۰۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بِيَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَنْ نَصُوْمَهُ، وَقَالَ: هُوَ يَوْمٌ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَصُوْمُهُ۔ (مسند احمد: ۱۴۷۱۸)

سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دس محرم کو روزہ رکھنے کا حکم دیا، اس دن کو یہودی روزہ رکھا کرتے تھے۔

تنبیہ: آنے والی آٹھ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ شروع میں یہ روزہ فرض تھا، کیونکہ دن کے کچھ حصے میں کھانا کھا لینے کے بعد پھر روزہ رکھ لینا، یہ تصور نفلی روزے میں نہیں پایا جاتا، نیز ہم ان احادیث کی فقہ پر حدیث نمبر (۳۷۰۸) میں بحث کر آئے ہیں۔

(۳۹۰۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى أَهْلِ قَرْيَةٍ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعَةِ فَرَاسِخَ، أَوْ قَالَ: فَرْسَخَيْنِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَأَمَرَ مَنْ أَكَلَ أَنْ لَا يَأْكُلَ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ أَنْ يُتِمَّ صَوْمَهُ۔ (مسند احمد: ۲۰۵۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کو چار چار یا دو دو فرسخ تک بستیوں میں پیغام بھیجا کہ جس آدمی نے کچھ کھا لیا ہو وہ بقیہ دن میں کچھ نہ کھائے اور جس نے تا حال کچھ نہیں کھایا وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

فوائد:......اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرضیت رمضان سے قبل یوم عاشوراء کے روزے کا خاصا اہتمام کیا تھا، ایک فرسخ تقریبا سات آٹھ کلومیٹر کا ہوتا ہے۔

(۳۹۰۹) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاشوراء کے دن بنو اسلم قبیلے کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ

(۳۹۰۶) تخریج: اسناده ضعیف جدا لضعف ثویر بن ابی فاختہ۔ اخرجه البزار: ۱۰۵۰، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۲/ ۷۶، والطبرانی فی "الکبیر": ۲۹۳ (انظر: ۱۶۲۳۰)

(۳۹۰۷) تخریج: صحیح لغیره۔ اخرجه الطبرانی فی "الاوسط": ۲۰۰۱ (انظر: ۱۴۶۶۳)

(۳۹۰۸) تخریج: حسن لغیره۔ اخرجه الطبرانی: ۱۱۸۰۴ (انظر: ۲۰۵۸)

(۳۹۰۹) تخریج: اخرجه البخاری: ۱۹۲۴، ۲۰۰۷، ومسلم: ۱۱۳۵ (انظر: ۱۶۵۰۷)

النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ: ((مَنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، وَمَنْ كَانَ اَكَلَ فَلَا يَاْكُلْ شَيْئًا وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ۔)) (مسند احمد: ١٦٦٢١)

لوگوں میں یہ اعلان کرے: ''جس نے آج روزہ رکھا ہوا ہے، وہ اسے پورا کرے اور جو کچھ کھا پی چکا ہے، وہ بھی اب کچھ نہ کھائے پیے اور اس طرح روزہ مکمل کرے۔''

(٣٩١٠) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِيِّ نِ الْاَنْصَارِيِّ ؓ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: ((اَصُمْتُمْ يَوْمَكُمْ هٰذَا؟)) فَقَالَ: بَعْضُهُمْ: نَعَمْ، وَقَالَ: بَعْضُهُمْ: لَا، قَالَ: ((فَاَتِمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔)) وَاَمَرَهُمْ اَنْ يُؤْذِنُوْا اَهْلَ الْعَرُوْضِ اَنْ يُتِمُّوا يَوْمَهُمْ ذَالِكَ۔ (مسند احمد: ١٩٦٨٠)

سیدنا محمد بن صیفی انصاری ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء کو ہمارے ہاں تشریف لائے اور پوچھا: ''کیا تم لوگوں نے آج روزہ رکھا ہے؟ بعض نے کہا: جی ہاں، اور بعض نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بہرحال بقیہ دن کا روزہ پورا کرو۔'' نیز آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اہلِ عَروض کو بھی اطلاع کر دیں کہ وہ بھی اس دن کا روزہ مکمل کریں۔

فوائد: ...... ''عَروض'' کے تعین کے بارے میں دو اقوال ہیں: (۱) اس کا اطلاق مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ان کے پڑوس والے شہروں پر ہوتا ہے اور (۲) مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن کو عَروض کہتے ہیں۔

(٣٩١١) عَنْ هِنْدِ بْنِ اَسْمَاءَ ؓ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى قَوْمِي مِنْ اَسْلَمَ، فَقَالَ: ((مُرْ قَوْمَكَ فَلْيَصُوْمُوا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَمَنْ وَجَدْتَهُ مِنْهُمْ قَدْ اَكَلَ فِي اَوَّلِ يَوْمِهِ فَلْيَصُمْ آخِرَهُ۔)) (مسند احمد: ١٦٠٥٨)

سیدنا ہند بن اسماء ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے قبیلہ بنو اسلم کی طرف بھیجا اور فرمایا: ''اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ آج یوم عاشوراء کا روزہ رکھیں، اگر ان میں سے کوئی آدمی کھا پی چکا ہو تو وہ بھی دن کے آخری یعنی بقیہ حصے کا روزہ رکھے۔''

(٣٩١٢) عَنْ يَحْيَى بْنِ هِنْدٍ، عَنْ اَسْمَاءَ بْنِ حَارِثَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَهُ، فَقَالَ: ((مُرْ قَوْمَكَ بِصِيَامِ هٰذَا الْيَوْمِ۔))

سیدنا اسماء بن حارثہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''اپنی قوم کو آج کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم دو۔'' انھوں نے کہا: اگر وہ کھانا کھا چکے ہوں تو

(٣٩١٠) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابن ماجه: ١٧٣٥، والنسائي: ٤/ ١٩٢ (انظر: ١٩٤٥١)

(٣٩١١) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه الطبراني في "الكبير": ٢٢/ ٥٤٥ (انظر: ١٥٩٦٢)

(٣٩١٢) تخريج: صحيح لغيره۔ اخرجه الطبراني في "الكبير": ٨٦٩، والبزار: ١٠٤٨، وابن حبان: ٣٦١٨، والحاكم: ٣/ ٥٩٢ (انظر: ١٥٩٦٣)

قَالَ: اَرَاَیْتَ إِنْ وَجَدْتُّهُمْ قَدْ طَعِمُوا، قَالَ: ((فَلْیُتِمُّوا آخِرَ یَوْمِهِمْ)) (مسند احمد: ۱۶۰۵۹)

پھر آپ کی رائے کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر بھی وہ دن کے آخری یعنی بقیہ حصے کا روزہ رکھ لیں۔''

(۳۹۱۳) (وَمِنْ طَرِیْقٍ ثَانٍ): عَنْ اَسْمَاءَ بْنِ حَارِثَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَهُ، فَقَالَ: ((مُرْ قَوْمَكَ فَلْيَصُوْمُوْا هٰذَا الْيَوْمَ۔)) قَالَ: اَرَاَیْتَ إِنْ وَجَدْتُّهُمْ قَدْ طَعِمُوْا؟ قَالَ: ((فَلْیُتِمُّوْا بَقِیَّةَ یَوْمِهِمْ۔)) (مسند احمد: ۱۶۸۳۶)

(دوسری سند) سیدنا اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بھیجا اور فرمایا: ''اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ آج کے دن کا روزہ رکھیں۔'' انھوں نے کہا: اگر وہ کھانا کھا چکے ہوں تو آپ کیا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر وہ بقیہ دن کا روزہ رکھ لیں۔''

فوائد: ......ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا اسما بن حارثہ کو ان کے بیٹے سیدنا ہند کے ساتھ ان کی قوم کی طرف بھیجا ہو اور ہر ایک نے صرف اپنا اپنا تذکرہ کر دیا ہو۔

پہلے ایک حدیث میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہند بن اسماء کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے ہند کے باپ اسماء کو بھیجا تھا۔فوائد میں اس ظاہری تعارض کی توجیہ پیش کی گئی ہے۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۹۱٤) عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُمْ يَوْمًا: ((هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ فَصُوْمُوْا۔)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي تَرَكْتُ قَوْمِي مِنْهُمْ صَائِمٌ، وَمِنْهُمْ مُفْطِرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اِذْهَبْ إِلَيْهِمْ فَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ۔)) (مسند احمد: ۲۸۱۹۸)

بعجہ کے باپ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان سے فرمایا: ''آج یومِ عاشوراء ہے، اس دن کا روزہ رکھو۔'' بنوعمرو بن عوف کے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان میں سے کسی نے روزہ رکھا ہوا ہے اور کسی نے نہیں رکھا ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی طرف جاؤ اور ان کو کہو کہ جس نے روزہ نہیں رکھا ہوا وہ بقیہ دن کا روزہ رکھ لے۔''

(۳۹۱۵) عَنْ مَزِيْدَةَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ: قَالَتْ أُمِّي: كُنْتُ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ وَعَلَيْنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رضی اللہ عنہ

مزیدہ بن جابر کہتے ہیں: میری والدہ نے بیان کیا ہے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوفہ کی مسجد میں تھیں، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہاں کے حاکم تھے، انھوں نے ایک دن کہا:

(۳۹۱۳) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۳۹۱٤) اسنادہ صحیح۔ اخرجه البزار: ۱۰٤۹، والطبرانی فی "الاوسط": ۵٦۷۹ (انظر: ۲۷٦٤٦)

(۳۹۱۵) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه الطبرانی فی "الاوسط": ۲٦٤۲، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار": ۲/ ۷٦ (انظر: ۱۹۷۲۱)

قَالَ: فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ بِصَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، فَصُوْمُوْا۔ (مسند احمد: ۱۹۹۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا، اس لیے تم اس دن کا روزہ رکھو۔

(۳۹۱٦) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَ يَأْمُرُ بِهِ۔ (مسند احمد: ۱۰٦۹)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء کا خود بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔

(۳۹۱۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ اَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي يَزِيْدَ مُنْذُ سَبْعِيْنَ سَنَةً، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَامَ يَوْمًا يَتَحَرّٰى فَضْلَهُ عَلَى الْاَيَّامِ غَيْرَ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرٰى: إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَعْنِي عَاشُوْرَاءَ، وَهٰذَا الشَّهْرَ شَهْرَ رَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ۱۹۳۸)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے دنوں کی بہ نسبت کسی مخصوص دن کی فضیلت کو تلاش کرتے ہوئے روزہ رکھا ہو، ما سوائے یوم عاشوراء کے اور ماہِ رمضان کے۔

عَدَمُ تَأَكُّدِ صَوْمِهِ بَعْدَ نُزُوْلِ رَمَضَانَ

ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد یوم عاشوراء کے روزے کے غیر مؤکّد ہو جانے کا بیان

(۳۹۱۸) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يَوْمًا يَصُوْمُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةُ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ۔ (مسند احمد: ۲۵۸۰۸)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ دورِ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور قریش بھی دورِ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے وہاں بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس روزے کا حکم دیا، لیکن جب ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو وہی روزے فرض ٹھہرے اور یوم عاشوراء کے روزے کو ترک کر دیا گیا۔

(۳۹۱٦) تخريج: حسن لغيره۔ اخرجه البزار: ٦۰۲ (انظر: ۱۰٦۹)

(۳۹۱۷) تخريج: اخرجه البخاري: ۲۰۰٦، ومسلم: ۱۱۳۲ (انظر: ۱۹۳۸)

(۳۹۱۸) تخريج: اخرجه البخاري: ۲۰۰۲، ومسلم: ۱۱۲۵ (انظر: ۲۵۲۹٤)

فوائد: ......اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یوم عاشوراء کی فرضیت کا مسئلہ صرف ایک سال پیش آیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ ہجرت کے سفر میں ربیع الاول میں مدینہ منورہ پہنچے تھے، (۹) مہینوں کے بعد محرم کا مہینہ آیا اور عاشوراء کے دن کے روزے کا مسئلہ پیدا ہوا، پھر اسی سال کے رمضان میں روزے فرض ہو گئے تھے اور یوم عاشوراء کی حیثیت مستحب کی رہ گئی تھی۔

(۳۹۱۹) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) فَلَمَّا نَزَلَتْ فَرِيْضَةُ شَهْرِ رَمَضَانَ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الَّذِي يَصُوْمُهُ، وَتَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَهُ۔ (مسند احمد: ٢٤٥١٢)

(دوسری سند) اسی طرح کی حدیث ہے، البتہ اس میں ہے: جب ماہِ رمضان کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ اسی کے روزے رکھا کرتے تھے اور یومِ عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا تھا، اب جو چاہے اس دن کا روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ نہ رکھے۔

(۳۹۲۰) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: دَخَلَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهُوَ يَتَغَدّٰى، فَقَالَ: يَا اَبَا مُحَمَّدٍ! اُدْنُ لِلْغَدَاءِ، قَالَ: اَوَ لَيْسَ الْيَوْمُ عَاشُوْرَاءَ؟ قَالَ: وَتَدْرِي مَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ؟ إِنَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُهُ قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ، فَلَمَّا اُنْزِلَ رَمَضَانُ تُرِكَ۔ (مسند احمد: ٤٠٢٤)

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں: اشعث بن قیس عاشوراء والے دن سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے، انھوں نے کہا: ابومحمد! کھانا کھانے کے لیے قریب آ جاؤ۔ اشعث نے کہا: کیا آج یومِ عاشوراء نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ عاشوراء ہے کیا؟ رسول اللہ ﷺ فرضیتِ رمضان کے نزول سے قبل اس دن روزہ رکھا کرتے تھے، جب ماہِ رمضان کا حکم نازل ہوا تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا۔

(۳۹۲۱) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ قَالَ فِي عَاشُوْرَاءَ: صَامَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَرَ بِصَوْمِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ، فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَصُوْمُهُ إِلَّا اَنْ يَاْتِيَ عَلٰى صَوْمِهِ۔ (مسند احمد: ٤٤٨٣)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یومِ عاشوراء کے بارے میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس دن کو خود بھی روزہ رکھا تھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تھا، لیکن جب ماہِ رمضان فرض ہوا تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا۔ پس سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس دن کا روزہ نہیں رکھا کرتے تھے، الّا یہ کہ ان کے معمول کا دن اس روز کو آ جاتا۔

(۳۹۱۹) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۲۰) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۱۲۷ (انظر: ٤٠٢٤)

(۳۹۲۱) تخريج: اخرجه البخاری: ۱۸۹۲، ومسلم: ۲۲۱٦ (انظر: ٤٤٨٣)

فوائد: ...... بہر حال یومِ عاشوراء کے روزے کی فضیلت باقی ہے، لیکن اب اس کے ساتھ (۹) محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہیے، جیسا کہ آپ ﷺ کے عزم سے معلوم ہوتا ہے۔

عاشوراء کے حوالہ سے روزہ صرف نومحرم کا یا ساتھ ہی دس محرم کا بھی ہوگا اس کی بحث آگے آ رہی ہے۔

(۳۹۲۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ: كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يَوْمًا يَصُوْمُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ سُئِلَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((هُوَ يَوْمٌ مِنْ اَيَّامِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔)) (مسند احمد: ۵۲۰۳)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دورِ جاہلیت والے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن جب ماہِ رمضان کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ سے اس روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے، جو چاہے اس کا روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔''

(۳۹۲۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ؓ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا بِصِيَامِ عَاشُوْرَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ۔ (مسند احمد: ۲۱۲۱۵)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں یومِ عاشوراء کو روزہ رکھنے کا حکم فرماتے، اس کی ترغیب دلاتے اور جب یہ دن قریب ہوتا تو ہمیں اس کی توجہ بھی دلاتے، لیکن جب ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نہ ہمیں اس کا حکم دیا، نہ اس سے منع کیا اور نہ اس دن کی آمد پر توجہ دلائی۔''

(۳۹۲۴) عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ؓ قَالَ: اَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ اَنْ نَصُوْمَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ لَمْ يَاْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ۔ (مسند احمد: ۱۵۵۵۶)

سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ماہِ رمضان کی فرضیت سے قبل یومِ عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا، جب ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نے نہ تو اس کا حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا، البتہ ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

(۳۹۲۵) عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ (بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ ؓ)

حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں خطبہ دیا اور کہا: مدینہ والو! تمہارے علماء

(۳۹۲۲) تخریج: اخرجه البخاری: ۴۵۰۱، ومسلم: ۱۱۲۶ (انظر: ۵۲۰۳)

(۳۹۲۳) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۲۸ (انظر: ۲۰۹۰۸)

(۳۹۲۴) اسناده صحیح۔ اخرجه ابن ابی شیبة: ۳/ ۵۶، والنسائی فی "الکبری": ۲۸۴۱ (انظر: ۱۵۴۷۷)

(۳۹۲۵) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۰۰۳، ومسلم: ۱۱۲۹ (انظر: ۱۶۸۶۷)

یَخْطُبُ بِالْمَدِیْنَةِ، یَقُوْلُ: یَا اَھْلَ الْمَدِیْنَةِ اَیْنَ عُلَمَاؤُکُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((ھٰذَا یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ، وَلَمْ یُفْرَضْ عَلَیْنَا صِیَامُہُ، فَمَنْ شَاءَ مِنْکُمْ اَنْ یَصُوْمَ فَلْیَصُمْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ۔)) فَصَامَ النَّاسُ۔

(مسند احمد: ۱۶۹۹۲)

کہاں ہیں؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ''یہ یومِ عاشوراء ہے، اس دن کا روزہ ہم پر فرض نہیں کیا گیا، اس لیے تم میں سے جو آدمی اس کا رکھنا چاہتا ہو، وہ رکھے، البتہ میں تو روزے سے ہوں۔'' پھر لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا۔

فوائد: ......سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ۴۴ھ میں پہلا اور ۵۷ھ میں آخری حج کیا تھا، حافظ ابن حجر کا رجحان اس طرف ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے آخری حج کے موقع پر مدینہ منورہ آ کر یہ حدیث بیان کی تھی، چونکہ ذوالحجہ اسلامی سال کا آخری اور محرم پہلا مہینہ ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ادائے حج کے بعد یوم عاشوراء تک ٹھہریں ہوں گے۔

مَنْ قَالَ: اِنَّ عَاشُوْرَاءَ الْیَوْمُ التَّاسِعُ وَمَا جَاءَ فِیْ صَوْمِ یَوْمٍ قَبْلَہُ اَوْ بَعْدَہُ

محرم کی (۹) تاریخ کو یوم عاشوراء قرار دینے والوں اور اس سے پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے کا بیان

(۳۹۲۶) عَنِ الْحَکَمِ بْنِ الاَعْرَجِ قَالَ: اَتَیْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَھُوَ مُتَّکِیٌٔ عِنْدَ زَمْزَمَ فَجَلَسْتُ اِلَیْہِ وَکَانَ نِعْمَ الْجَلِیْسُ، فَقُلْتُ: اَخْبِرْنِیْ عَنْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ۔ قَالَ: عَنْ اَیِّ بَالِہِ تَسْاَلُ؟ قُلْتُ: عَنْ صَوْمِہِ، قَالَ: إِذَا رَاَیْتَ ھِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ، فَإِذَا اَصْبَحْتَ مِنْ تَاسِعِہِ فَاَصْبِحْ مِنْھَا صَائِمًا، قُلْتُ: اَکَذَاکَ کَانَ یَصُوْمُہُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ وَصَحْبِہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

(مسند احمد: ۲۱۳۵)

حکم بن اعرج کہتے ہیں: میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، جبکہ وہ زمزم کے کنویں کے قریب ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا، وہ بہترین ہم نشین تھے۔ میں نے پوچھا: آپ مجھے یومِ عاشورہ کے بارے میں بتائیں۔ انھوں نے کہا: اس کی کون سی حالت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: اس دن کے روزے کے بارے میں، انھوں نے کہا: جب ماہ محرم کا چاند دیکھو، تو تاریخ کو شمار کرتے رہو، جب ۹ محرم کی صبح ہو جائے تو اس دن روزہ رکھو۔ میں نے پوچھا: کیا محمد ﷺ اسی طرح روزہ رکھا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔

(۳۹۲۷) (وَعَنْہُ مِنْ طَرِیْقٍ ثَانٍ، بِنَحْوِہِ وَفِیْہِ) إِذْ اَنْتَ اَھْلَلْتَ الْمُحَرَّمَ فَاعْدُدْ تِسْعًا ثُمَّ اَصْبِحْ یَوْمَ التَّاسِعِ صَائِمًا۔ اَلْحَدِیْثَ

(دوسری سند) اس میں ہے: جب تم ماہِ محرم کا چاند دیکھو تو (۹) محرم تک شمار کرتے رہو اور نویں محرم کی صبح روزہ کی حالت میں کرو۔ باقی حدیث اوپر والی ہی ہے۔

(۳۹۲۶) تخریج: اخرجہ مسلم: ۱۱۳۳ (انظر: ۲۱۳۵)

(۳۹۲۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

كَمَا تَقَدَّمَ۔ (مسند احمد: ٢٢١٤)

فوائد: ……سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصود یہ نہیں ہے کہ (۹) محرم یوم عاشوراء ہے، وہ درج ذیل حدیث اور اس کی تشریح میں مذکورہ احادیث کی روشنی میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محرم کی (۹) اور (۱۰) تاریخوں کا روزہ رکھا جائے۔
امام شوکانی نے کہا: زیادہ مناسب یہی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس نے اس دن کی طرف سائل کی رہنمائی کی ہے، جس میں روزہ رکھا جاتا ہے اور اس کے لیے یوم عاشوراء کا تعین نہیں کیا کہ وہ محرم کا دسواں دن ہے، کیونکہ اس کے بارے میں تو سوال ہی نہیں کیا گیا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ سائل کا مقصود یہ ہے کہ اس دن کا تعین کیا جائے جس کو روزہ رکھا جائے گا، اس لیے انھوں نے (۹) محرم کی بات کی۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ کہنا کہ ''جی ہاں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہتے تو اسی طرح روزے رکھنے تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی حدیث میں اسی چیز کی وضاحت کی تھی۔ (نیل الاوطار: ٤/ ٣٢٦)
درج ذیل حدیث میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اگر آئندہ سال زندہ رہا تو نو (تاسع) محرم کا روزہ رکھوں گا۔ اس سے نو اور دس محرم کے دو روزے رکھنے کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ عاشوراء (دس محرم) کی جگہ صرف نو محرم کے روزے کی تائید ہوتی ہے، ورنہ آپ فرماتے میں نو اور دس محرم کا روزہ رکھوں گا۔

(٣٩٢٨) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَئِنْ بَقِيْتُ إِلٰى قَابِلٍ لَأَصُوْمَنَّ الْيَوْمَ التَّاسِعَ۔)) (مسند احمد: ١٩٧١)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نو محرم کو ضرور روزہ رکھوں گا۔''

فوائد: ……آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم کے دو مطلب لیے جا سکتے ہیں: (۱) آئندہ دس محرم کے ساتھ ساتھ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے، تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو۔ (۲) آئندہ صرف نو محرم کا روزہ رکھیں گے، تاکہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ اس لیے سلف صالحین کے ہاں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے، اگرچہ جمہور علماء وفقہاء کی رائے یہی ہے کہ یوم عاشورا دس محرم ہی ہے، جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ یوم عاشورا نو محرم ہے۔ جمہور کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے، اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم کا یہ معنی ہوگا کہ ہم دس محرم کے ساتھ ساتھ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے، تاکہ یہودیوں کی مخالفت ہو سکے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ والے دن روزہ رکھنے سے منع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہودیوں کی مشابہت سے بچنا تھا، جیسا کہ شارح ابوداود علامہ عظیم آبادی نے کہا، لیکن پھر اس صورت میں اجازت دے دی کہ اگر اس کے ساتھ جمعہ کے دن کا روزہ رکھا جائے تو ہفتہ کے دن کا روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے۔ ایک اور مثال سے اسی مؤقف کی تائید ہوتی ہے: سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ……صحابہ نے کہا: اے اللہ رسول! بیشک اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنْتَعِلُوْا وَتَخَفَّفُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ

(٣٩٢٨) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٣٤ (انظر: ١٩٧١)

الْکِتَابِ۔)) ''تم جوتے بھی پہنو اور موزے بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔'' (صحیحہ: ۱۲۴۵، أحمد: ۵/ ۲۶۴، الشعب للبیھقي: ۲/ ۲۰۹/ ۲)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اہل کتاب کی مخالفت کے لیے موزوں کو ترک کی تعلیم نہیں دی، بلکہ ان کے ساتھ جوتوں کے استعمال کا اضافہ کر دیا۔ مخالفت کی صورت یہ ہوگئی کہ وہ صرف موزے پہنتے ہیں اور ہم موزے بھی پہنتے ہیں اور جوتے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح دس محرم کے ساتھ ساتھ نو محرم کا روزہ رکھنا بھی اہل کتاب کے ساتھ مخالفت کرنے کی ایک صورت ہے۔ واللہ اعلم

آپ ﷺ کے عزم کا پہلا معنی ہی راجح ہے، درج ذیل روایات سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا تو صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہودی اور عیسائی بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَـإِذَا کَـانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صُمْنَا التَّاسِعَ۔)) قَالَ: فَلَمْ یَأْتِ الْـعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰی تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ ''اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جب اگلا سال ہوگا، ہم نو کا روزہ رکھیں گے۔'' لیکن ہوا یوں کہ ابھی تک اگلا سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تھے۔

معجم کبیر طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ إِلٰی قَابِلٍ صُمْتُ التَّاسِعَ ، مَخَافَةَ أَنْ یَفُوْتَنِي یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ)) ''اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ رکھوں گا، تا کہ یوم عاشورا کا روزہ فوت ہو جانے کا خطرہ (ختم ہو جائے)۔'' (صحیحہ: ۳۵۰) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: صُـوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوْا الْیَهُوْدَ۔ نو اور دس کو روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو۔ (سنن بیھقی: ٤/ ۲۸۷)

ہفتہ کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھنا اور جوتے اور موزے اکٹھے پہننا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اس لیے یہ تو ٹھیک ہے اور مخالفت کی یہ بھی ایک صورت ہے اسی طرح نو اور دس محرم کے اکٹھے روزے اگر آپ سے ثابت ہوتے تو ہم کہتے یہ بھی مخالفت کی ایک شکل ہے۔ یہ چونکہ ثابت نہیں اس لیے اس جگہ اصل مخالفت یہ ہے کہ جس دن (دس محرم) کا یہودی روزہ رکھتے ہیں، اس کا روزہ نہ رکھا جائے اور مسلم کی حدیث کا مطلب یہی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی مطلب سمجھا ہے، اس لیے وہ یہ عاشورہ کے بارے سوال کرنے والے کو بتا رہے ہیں کہ نو محرم صبح کو تمہارا روزہ ہونا چاہیے۔

اس حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر دس کا روزہ رکھیں، یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور اگر نو کا روزہ بھی نہ رکھا جائے تو یوم عاشوراء کا روزہ بالکل رہ جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عاشوراء کا روزہ بالکل رہ جانے کے خوف سے میں نو کا روزہ رکھوں گا تا کہ مخالفت بھی ہو جائے اور روزہ بھی رکھ لیا جائے۔ (عبداللہ رفیق)

(۳۹۲۹) وَعَنْهُ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صُوْمُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَخَالِفُوْا فِيْهِ الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوْا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا۔)) (مسند احمد: ۲۱۵٤)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یوم عاشوراء کو روزہ رکھا کرو، البتہ اس کے معاملے میں یہودیوں کی مخالفت کیا کرو اور وہ اس طرح کہ اس سے ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو یا اس کے بعد۔''

فوائد: ...... یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن اس کا مفہوم درست معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پہلے ایک روزہ رکھ کر مشابہت کو ختم کیا جا سکتا ہے، اسی طرح بعد میں بھی رکھا جا سکتا ہے، جیسے جمعہ کے دن کے روزے کا مسئلہ ہے۔
ضعیف حدیث سے استدلال کی شرعی کوئی حیثیت نہیں۔ (عبداللہ رفیق)

اَلصَّوْمُ فِيْ رَجَبٍ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

رجب اور حرمت والے باقی مہینوں کے روزوں کا بیان

(۳۹۳۰) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ صَوْمِ رَجَبٍ كَيْفَ تَرٰى فِيْهِ؟ قَالَ: حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ۔ (مسند احمد: ۳۰۰۹)

عثمان بن حکیم کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر سے ماہِ رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا کہ اس بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی وقت اس قدر کثرت سے روزے رکھنا شروع کر دیتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ ﷺ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے، لیکن پھر آپ ﷺ اتنے عرصے کے لیے روزے ترک کرنا شروع کر دیتے کہ ہم یہ سمجھتے اب آپ ﷺ کبھی بھی روزہ نہیں رکھیں گے۔

فوائد: ......سعید بن جبیر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نہ تو رجب میں روزے رکھنے سے منع کیا گیا اور نہ اس اعتبار سے اس کی کوئی فضیلت اور خصوصیت بیان کی گئی۔ آپ ﷺ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزوں کا معین اور مقرر اوقات سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے بسا اوقات آپ ﷺ کئی روزے رکھ لیتے اور بسا اوقات یہ سلسلہ ترک کر دیتے۔

(۳۹۳۱) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ

(دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بسا اوقات تو اس قدر کثرت سے روزے رکھتے کہ

(۳۹۲۹) تخریج: اسناده ضعيف، ابن ابی ليلی، سيیء الحفظ وداود بن علی الهاشمی، قال الامام الذهبی: وليس حديثه بحجة، وذكره ابن حبان فی "الثقات" اخرجه ابن خزيمة: ۲۰۹۵، والبيهقی: ٤/ ۲۸۷ (انظر: ۲۱۵٤)
(۳۹۳۰) تخريج: اخرجه البخاری: ۱۹۷۱، ومسلم: ۱۱۵۷ (انظر: ۳۰۰۹)
(۳۹۳۱) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ حَتّٰى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ، وَمَا صَامَ شَهْرًا تَامًّا (وَفِي لَفْظٍ مُتَتَابِعًا) مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ إِلَّا رَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ١٩٩٨)

ہم یہ کہنے لگ جاتے کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں چھوڑیں گے، لیکن پھر آپ ﷺ اتنا طویل عرصہ روزہ نہ رکھتے کہ ہمیں یہ خیال آنے لگتا کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں رکھیں گے اور جب سے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے۔

(٣٩٣٢) عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي مُجِيْبَةُ، عَجُوزٌ مِنْ بَاهِلَةَ عَنْ أَبِيهَا، أَوْ عَمِّهَا، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَةٍ مَرَّةً، فَقَالَ: ((مَنْ أَنْتَ؟)) قَالَ: أَوَمَا تَعْرِفُنِي؟ قَالَ: ((وَمَنْ أَنْتَ)) قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِي أَتَيْتُكَ عَامَ أَوَّلٍ، قَالَ: ((فَإِنَّكَ أَتَيْتَنِي وَجِسْمُكَ وَلَوْنُكَ وَهَيْئَتُكَ حَسَنَةٌ فَمَا بَلَغَ بِكَ مَا أَرٰى)) فَقَالَ: إِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَفْطَرْتُ بَعْدَكَ إِلَّا لَيْلًا، قَالَ: ((مَنْ أَمَرَكَ أَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ؟ مَنْ أَمَرَكَ أَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ؟ مَنْ أَمَرَكَ أَنْ تُعَذِّبَ نَفْسَكَ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، رَمَضَانَ۔)) قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيْدَنِي، فَقَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا مِنَ الشَّهْرِ۔)) قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيْدَنِي، قَالَ: ((فَيَوْمَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ۔)) قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيْدَنِي، قَالَ: ((وَمَا تَبْتَغِي عَنْ شَهْرِ الصَّبْرِ وَيَوْمَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ؟)) قَالَ: قُلْتُ:

مُجِیْبَہ کے باپ یا چچا سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک دفعہ کسی کام کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے نہیں پہچانتے؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''تم ہو کون؟'' اس نے کہا: میں باہلہ قبیلہ کا وہی آدمی ہوں، جو گزشتہ سال آپ کے پاس آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اس وقت آئے تھے، تو تمہارا جسم، رنگت اور ہیئت بہت اچھی تھی، اب تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے پاس سے جانے کے بعد میں نے ایک دن بھی روزہ ترک نہیں کیا، وگرنہ مسلسل روزے رکھتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں کس نے کہا ہے کہ اپنے آپ کو تکلیف دو؟ تمہیں کس نے حکم دیا کہ تم اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرو؟ کس نے تمہیں یہ کہا کہ خود کو تکلیف دو؟ تم صرف ماہِ صبر یعنی رمضان کے روزے رکھ لیا کرو۔'' میں نے کہا: میرے اندر طاقت ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے اس سے زیادہ روزے رکھنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا تم ایک مہینہ میں ایک دن روزہ رکھ لیا کرو۔'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ رکھ سکتا ہوں، مجھ میں طاقت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر مہینہ میں دو دن روزے

(٣٩٣٢) تخريج: قال الالباني: ضعيف (سنن ابی داود: ٢٤٢٨)۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٢٨، وابن ماجه: ١٧٤١ (انظر: ٢٠٣٢٣)

إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيْدَنِي قَالَ: ((فَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ۔)) قَالَ: وَأَلْحَمَ عِنْدَ الثَّالِثَةِ فَمَا كَادَ، قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَزِيْدَنِي، قَالَ: ((فَمِنَ الْحُرُمِ وَأَفْطِرْ۔)) (مسند احمد: ٢٠٥٨٩)

رکھ لیا کرو۔'' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ مجھے مزید روزے رکھنے کی اجازت دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ماہِ صبر یعنی رمضان اور اس کے علاوہ ہر مہینے میں دو روزوں کے علاوہ مزید کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے آپ کو طاقت والا سمجھتا ہوں، لہٰذا آپ ﷺ مجھے اس سے زیادہ روزے رکھنے کیا جازت دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چلو ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو۔'' آپ ﷺ اس پر رک گئے اور قریب تھا کہ آپ ﷺ اس سے زیادہ اجازت نہیں دیں گے، میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، مزید کی اجازت دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو اور ترک بھی کر دیا کرو۔''

فوائد: ......حرمت والے مہینے چار ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم۔ اس باب میں ان کے روزے خصوصیت کے ساتھ ثابت نہیں ہوئے، البتہ محرم کے بارے میں احادیث گزر چکی ہیں اور (۹) ذوالحجہ کی فضیلت پر مشتمل احادیث آگے آئیں گی۔ بنا ساعاتی نے کہا: اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ رجب میں روزے رکھنا دوسرے حرمت والے مہینوں کی طرح مستحب ہیں۔

صِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ وَإِكْثَارُهُ الصَّوْمَ فِيْ شَعْبَانَ وَفَضْلُ الصِّيَامِ فِيْهِ

نبی کریم ﷺ کے ماہِ شعبان میں بکثرت روزے رکھنے اور اس مہینے میں روزوں کی فضیلت

(٣٩٣٣) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ، وَمَا اسْتَكْمَلَ شَهْرًا قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ قَطُّ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ۔ (مسند احمد: ٢٥٧١٠)

سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: بعض اوقات رسول اللہ ﷺ اس قدر کثرت سے روزے رکھنا شروع کر دیتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں چھوڑیں گے، لیکن پھر اس قدر طویل عرصہ تک روزہ چھوڑ دیتے کہ ہم سمجھتے کہ اب آپ ﷺ نفلی روزے نہیں رکھیں گے، آپ ﷺ نے ماہِ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے کے پورے روزے نہیں رکھے تھے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے شعبان

(٣٩٣٣) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٦٩، ومسلم: ١١٥٦ (انظر: ٢٥١٩٥)

کی بہ نسبت کسی دوسرے مہینے میں زیادہ روزے رکھے ہوں۔

(٣٩٣٤) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ، بِنَحْوِهِ) وَزَادَتْ: كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كَلَّهُ إِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كَلَّهُ ـ (مسند احمد: ٢٥٦١٤)

(دوسری سند) اس میں یہ اضافہ ہے: آپ ﷺ ماہِ شعبان میں شاذو نادر ہی کسی دن کا روزہ چھوڑتے تھے، بلکہ یوں کہہ دینا چاہیے کہ آپ ﷺ پورے ماہِ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

(٣٩٣٥) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ السَّنَةِ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ فِي شَعْبَانَ، كَانَ يَصُوْمُهُ كُلَّهُ۔ (مسند احمد: ٢٥٠٤٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سال کے کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے، آپ ﷺ گویا پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

فوائد: ......ان روایات میں ''کُلّ'' اور اس کے معانی پر دلالت کرنے والے دوسرے الفاظ مجازی معنی میں استعمال ہوئے ہیں، ان سے مراد اکثر دنوں کے روزے رکھنا ہیں۔

(٣٩٣٦) وَعَنْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ أَنْ يُفْطِرَ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ أَنْ يَصُوْمَ، وَكَانَ يَقْرَءُ كُلَّ لَيْلَةٍ بَنِي إِسْرَائِيْلَ وَالزُّمَرَ۔ (مسند احمد: ٢٥٤٢٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات تو اس قدر کثرت سے روزے رکھتے کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ ﷺ روزے نہ چھوڑیں گے، لیکن پھر آپ ﷺ اتنے لمبے عرصے کے لیے روزے چھوڑ دیتے کہ ہمیں یہ خیال آنے لگتا کہ اب آپ ﷺ روزے نہیں رکھیں گے اور آپ ﷺ ہر رات کو سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

(٣٩٣٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ: كَانَ أَحَبَّ الشُّهُوْرِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَصُوْمَهُ شَعْبَانُ، ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ٢٦٠٦٤)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نفلی روزے رکھنے کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ شعبان کا مہینہ تھا، آپ ﷺ اس ماہ میں روزے رکھ کر اسے ماہِ رمضان کے ساتھ ملا دیتے۔

(٣٩٣٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٩٣٥) تخريج: انظر الحديث السابق

(٣٩٣٦) حديث صحيح۔ اخرجه الترمذي: ٢٩٢٠، ٣٤٠٥، والنسائي: ٤/ ١٩٩ (انظر: ٢٤٩٠٨)

(٣٩٣٧) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٣١، والنسائي: ٤/ ١٩٩ (انظر: ٢٥٥٤٨)

(۳۹۳۸) عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَائِشَةَ ؓ سُئِلَتْ عَنْ صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَتْ: كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ وَيَتَحَرَّى الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ۔ (مسند احمد: ۲۵۰۱۳)

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کے نفلی روزوں کے متعلق پوچھا کیا گیا، انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ماہِ شعبان میں روزے رکھتے تھے اور سوموار اور جمعرات کے دنوں کے روزے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔

(۳۹۳۹) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۵۲)

سیدہ ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان اور رمضان کے مہینوں میں روزے رکھا کرتے تھے۔

(۳۹۴۰) وَعَنْهَا اَيْضًا ؓ قَالَتْ: مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا اَنَّهُ كَانَ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۹۷)

سیدہ ام سلمہ ؓ سے یہ بھی روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے ہوں، ماسوائے اس صورت کے کہ آپ ﷺ شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

(۳۹۴۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ فَلَا يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ: مَا فِي نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُفْطِرَ الْعَامَ، ثُمَّ يُفْطِرُ فَلَا يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ: مَا فِي نَفْسِهِ اَنْ يَصُوْمَ الْعَامَ، وَكَانَ اَحَبُّ الصَّوْمِ إِلَيْهِ فِي شَعْبَانَ۔ (مسند احمد: ۱۳۴۳۶)

سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ بغیر ناغہ کیے اس انداز میں نفلی روزے رکھنا شروع کر دیتے، کہ ہم کہنے لگتے کہ اس سال تو آپ ﷺ کا ارادہ کوئی روزہ ترک نہ کرنے کا ہے، لیکن پھر آپ ﷺ (اس تسلسل کے ساتھ) روزے چھوڑنا شروع کر دیتے کہ ہم کہنے لگتے کہ اس سال آپ ﷺ نے کوئی روزہ نہیں رکھنا۔ ماہِ شعبان کے روزے آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

(۳۹۴۲) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ؓ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَمْ اَرَكَ تَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ؟

سیدنا اسامہ بن زید ؓ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے دیکھا ہے کہ آپ ماہِ شعبان میں باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ روزے رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ

(۳۹۳۸) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه الترمذی: ۷۴۵، والنسائی: ٤/ ۲۰۳ (انظر: ۲٤٥۰۸)

(۳۹۳۹) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابن ماجه: ۱٦٤۸، والنسائی: ٤/ ۲۰۰ (انظر: ۲٦٥۱۷)

(۳۹٤۰) تخریج: اسناده صحیح۔ اخرجه الترمذی: ۷۳٦، والنسائی: ٤/ ۱٥۰ (انظر: ۲٦٥٦۲)

(۳۹٤۱) تخریج: اسناده ضعیف، عثمان بن رشید ضعّفه یحیی بن معین۔ اخرجه الطبرانی فی ''الاوسط'': ٤۷٦۳ (انظر: ۱۳٤۰۳)

(۳۹٤۲) تخریج: اسناده حسن۔ اخرجه النسائی: ٤/ ۲۰۱ (انظر: ۲۱۷٥۳)

قَالَ: ((ذَالِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ، بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ يُرْفَعُ فِيهِ الْاَعْمَالُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَأُحِبُّ اَنْ يُرْفَعُ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ)) (مسند احمد: ٢٢٠٩٦)

مہینہ، جو رجب اور رمضان کے وسط میں ہے، اس سے لوگ غافل ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں لوگوں کے اعمال رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں اوپر جائیں کہ میں روزہ سے ہوں۔''

فوائد: ......اس حدیثِ مبارکہ میں شعبان میں روزے رکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔اس باب کی احادیث سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھا کرتے تھے، جبکہ آپ ﷺ نے شعبان کے دوسرے نصف میں روزے رکھنے سے منع بھی کیا ہے، جیسا کہ اگلے باب کی احادیث سے معلوم ہو گا۔ جمع تطبیق کے لیے حدیث نمبر (٣٦٩٢) دیکھیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال کے پیش ہونے کے بارے میں تین قسم کی احادیث مروی ہیں: (۱) ہر روز، (۲) ہر سوموار اور جمعرات کو اور (۳) شعبان میں۔ یہ تینوں احادیث برحق ہیں، ہر روز کا اور پھر تین تین دنوں کا علیحدہ علیحدہ ریکارڈ پیش کیا جاتا ہے، پھر سال کے بعد سال کا حساب و کتاب پیش کیا جاتا ہے، جبکہ اس نظام کی حکمتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اَلنَّهْيُ عَنِ الصَّوْمِ فِي النِّصْفِ الثَّانِيْ مِنْ شَعْبَانَ وَالرُّخْصَةُ فِيْ ذَالِكَ
شعبان کے دوسرے نصف میں روزہ رکھنے کی ممانعت اور اس کی رخصت کا بیان

(٣٩٤٣) عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوْبَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ النِّصْفُ مِنْ شَعْبَانَ، فَاَمْسِكُوْا عَنِ الصَّوْمِ حَتّٰى يَكُوْنَ رَمَضَانُ۔)) (مسند احمد: ٩٧٠٥)

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب شعبان کا مہینہ آدھا گزر جائے تو روزہ رکھنے سے رک جایا کرو، یہاں تک کہ ماہِ رمضان آ جائے۔

فوائد: ......آپ ﷺ ماہِ شعبان کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے، جبکہ اس حدیث میں اس مہینے کے دوسرے نصف میں روزے رکھنے سے منع کیا جا رہا ہے، جمع تطبیق کے لیے حدیث نمبر (٣٦٩٢) دیکھیں۔

(٣٩٤٤) عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ

سیدنا عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان

(٣٩٤٣) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ٢٣٣٧، وابن ماجه: ١٦٥١، والترمذي: ٧٣٨ (انظر: ٩٧٠٧)

(٣٩٤٤) تخريج: اخرجه مسلم: ١٨٢١ (انظر: ١٩٨٨٢)

حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهِ: ((هَلْ صُمْتَ سَرَارَ هٰذَا الشَّهْرِ (وَفِي لَفْظٍ: هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هٰذَا الشَّهْرِ شَيْئًا؟)) يَعْنِي شَعْبَانَ۔ قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَاِذَا اَفْطَرْتَ اَوْ اَفْطَرَ النَّاسُ، فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔))

(مسند احمد: ۲۰۱۲۳)

سے یا کسی اور سے پوچھا: ''کیا تم نے ماہِ شعبان کے وسط کے روزے رکھے تھے؟'' اس نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم لوگ (رمضان کے روزوں سے) فارغ ہو جاؤ تو اس وقت دو دن کے روزے رکھ لینا۔''

فوائد: ……اس حدیث کے الفاظ "سَرَارَ" کے معانی میں اختلاف ہے، ایک معنی ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد مہینے کا وسط ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ''سَرَر''، ''سرۃ'' کی جمع ہے، اور ''سرۃ الشیء'' چیز کے وسط کو ہی کہتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ مہینے کے وسط یعنی ایام بیض کے روزوں کی فضیلت بیان کی گئی، تیسری وجہ یہ ہے کہ مہینے کے آخری ایام میں روزوں کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہے، بلکہ شعبان کے آخر میں تو روزے رکھنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد مہینے کا آخر یعنی (۲۸) اور (۲۹) تاریخیں ہیں، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان تاریخوں میں چاند چھپ جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ معنی کیا جائے تو وہ دو کون سے روزے ہیں، جن کا یہاں حکم دیا جا رہا ہے؟ اس کے دو جوابات دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ اس آدمی کی مہینہ کے آخر میں یہ روزے رکھنے کی عادت تھی اور دوسرا یہ کہ اس نے یہ روزے اپنے اوپر واجب کر رکھے تھے۔ جو معنی بھی کیا جائے، بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ جو آدمی عادت کے ساتھ روزے رکھ رہا ہو یا اس نے نذر مانی ہوئی ہو تو دونوں صورتوں میں شعبان میں روزے رکھ سکتا ہے، اگر وہ کسی وجہ سے یہ روزے نہ رکھ سکے تو شوال میں قضائی دے دے۔ جو آدمی شعبان کے پہلے نصف میں روزے نہ رکھ سکے اور نہ ہی ماہوار یا ہفتہ وار روزہ رکھنے کی اس کی عادت ہو تو وہ شعبان کے دوسرے نصف میں روزہ نہ رکھے۔

صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةِ اَيَّامٍ غَيْرِ مُعَيَّنَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

ماہِ صبر یعنی (رمضان) اور باقی مہینوں میں ہر ماہ کے غیر متعین تین روزے رکھنے کا بیان

(۳۹۴۵) عَنْ اَبِي عُثْمَانَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ كَانَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا نَزَلُوْا اَرْسَلُوْا اِلَيْهِ، وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَ: اِنِّي صَائِمٌ، فَلَمَّا وَضَعُوْا الطَّعَامَ وَكَادُوا اَنْ يَفْرُغُوْا جَاءَ، فَقَالُوْا: هَلُمَّ فَكُلْ فَاَكَلَ، فَنَظَرَ الْقَوْمُ اِلَى الرَّسُوْلِ

ابو عثمان سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے، جب وہ ایک مقام پر ٹھہرے تو لوگوں نے ان کی طرف کھانا کھانے کا پیغام بھیجا، جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ لوگوں نے کھانا لگایا اور جب وہ فارغ ہونے کے قریب تھے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں آ

(۳۹۴۵) تخریج: اسناده صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجه الطیالسی: ۲۳۹۳، والبیهقی: ۴/ ۲۹۳ (انظر: ۱۰۶۶۳)

فَقَالَ: مَا تَنْظُرُوْنَ؟ فَقَالَ: وَاللّٰهِ! لَقَدْ قَالَ: إِنِّی صَائِمٌ، فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: صَدَقَ، وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: ((صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ، وَثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ۔)) فَقَدْ صُمْتُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ فَأَنَا مُفْطِرٌ فِي تَخْفِيْفِ اللّٰهِ، صَائِمٌ فِي تَضْعِيْفِ اللّٰهِ۔ (مسند احمد: ۱۰۶۷۳)

گئے، لوگوں نے دوبارہ کھانے کی دعوت دی، تو اس بار انھوں نے کھانا شروع کر دیا، یہ صورتحال دیکھ کر لوگوں نے پہلے والے قاصد کی طرف از راہِ تعجب دیکھنا شروع کر دیا، کیونکہ اسی نے روزے کا پیغام دیا تھا، لیکن اس نے کہا: تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! انہوں نے کہا تھا کہ وہ روزے سے ہیں۔ اس وقت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ سچ کہہ رہا ہے، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: ''ماہِ رمضان کے روزے اور پھر ہر ماہ کے تین روزے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں۔)) میں نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس مہینے کے آغاز میں تین روزے رکھ لیے تھے، اب میں اللہ تعالیٰ کی رعایت کی بنیاد پر روزہ افطار کر رہا ہوں، جبکہ میں نے اللہ سے کئی گنا اجر پانے کے لیے روزہ رکھا تھا۔

فوائد: ...... چونکہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، اس طرح ایک ماہ میں رکھے گئے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے روزوں کی صورت میں ملے گا، اگر کوئی آدمی ایک ماہ میں تین روزوں کی عادت سے زندگی گزارتا ہے، تو اس کو ساری زندگی کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ یہ تین روزے مہینے میں کسی وقت بھی رکھے جا سکتے ہیں، لیکن اگر ان کے لیے سوموار اور جمعرات یا ایام بیض یا دوسرے مسنون معین دنوں کو تلاش کر کے تین روزے پورے کر لیے جائیں تو فضیلت میں اضافہ ہو جائے گا، جیسا کہ اگلے باب کی بعض احادیث سے پتہ چلے گا۔ لیکن جن دنوں کے روزوں سے منع کیا گیا، وہ پابندی برقرار رہے گی، مثلاً صرف جمعہ کا روزہ۔

(۳۹۴۶) عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِی تَمِيْمٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ بَابِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِی سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ وَفِيْنَا أَبُوْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((صَوْمُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ، وَيُذْهِبُ مَغَلَّةَ الصَّدْرِ)) قَالَ: قُلْتُ: وَمَا مَغَلَّةُ الصَّدْرِ؟ قَالَ: ((رِجْسُ الشَّيْطَانِ۔)) (مسند احمد: ۲۱۶۹۱)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ صبر یعنی رمضان کے روزے اور پھر ہر ماہ کے تین روزے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں، ان سے سینہ کی کدورت زائل ہو جاتی ہے۔'' میں نے پوچھا: سینے کی کدورت سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: شیطان کی پلیدی۔

(۳۹۴۶) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه الطيالسی: ۴۸۲ (انظر: ۲۱۳۶۴)

فوائد: ......اجر وثواب کے علاوہ نیک عمل کی وجہ سے عامل کی روح اور جسم میں بھی برکت آتی ہے اور آدمی کئی آلائشوں سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔روزے دار کو سوچنا چاہیے کہ جہاں وہ بڑا صبر کر کے روزے جیسا عظیم عمل کرتا ہے، وہاں اسے ایسی نیکیوں کو سرانجام دینے کے لیے اور ایسی برائیوں سے بچنے کے لیے بھی ہمت کرنی چاہیے کہ جن کے لیے روزے سے کم صبر درکار ہوتا ہے۔

(٣٩٤٧) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِفْطَارُهُ۔)) (مسند احمد: ١٥٦٧٩)

سیدنا قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ماہ میں تین روزے رکھ لینا، یہ سال بھر کے روزے بھی ہیں اور سال بھر کا افطار بھی ہے۔''

فوائد: ......سال بھر کا افطار اس طرح ہے کہ ایک ماہ میں ستائیس دنوں کو روزہ نہیں رکھا جاتا اور سال بھر کے روزے اس طرح کہ ثواب پورے سال کے روزوں کا مل جاتا ہے۔

(٣٩٤٨) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((صِيَامٌ حَسَنٌ: صِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ۔)) (مسند احمد: ١٦٣٨٨)

سیدنا عثمان بن ابی عاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ماہ میں تین روزے رکھ لینا بہترین روزے ہیں۔''

(٣٩٤٩) عَنْ اَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ فَقَدْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔)) (مسند احمد: ٢١٦٢٦)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہر ماہ میں تین روزے رکھے، اس نے گویا سال بھر روزے رکھے۔''

(٣٩٥٠) وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ نَحْوُهُ۔ (مسند احمد: ٦٧٦٦)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(٣٩٥١) عَنْ اَبِي نَوْفَلِ بْنِ اَبِي عَقْرَبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الصَّوْمِ، فَقَالَ: ((صُمْ مِنَ الشَّهْرِ يَوْمًا۔))

سیدنا ابوعقرب سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے روزوں کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ماہ ایک روزہ رکھ لیا کرو۔'' میں نے کہا: اے اللہ

(٣٩٤٧) اسناده صحيح۔ اخرجه الطيالسي: ١٠٧٤، والدارمي: ٢/ ١٩، وابن حبان: ٣٦٥٣ (انظر: ١٥٥٩٤)
(٣٩٤٨) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه النسائي: ٤/ ٢١٩ (انظر: ١٦٢٧٩)
(٣٩٤٩) صحيح لغيره۔ اخرجه ابن ماجه: ١٧٠٨، والترمذي: ٧٦٢، والنسائي: ٤/ ٢١٩ (انظر: ٢١٣٠١)
(٣٩٥٠) تخريج: اخرجه البخاري: ١٩٧٩، ومسلم: ١١٥٩ (انظر: ٦٧٦٦)
(٣٩٥١) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه النسائي: ٤/ ٢٢٥ (انظر: ١٩٠٥١)

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أَقْوٰى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنِّي أَقْوٰى، إِنِّي أَقْوٰى، صُمْ يَوْمَيْنِ كُلِّ شَهْرٍ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! زِدْنِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((زِدْنِي، زِدْنِي، ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ۔)) (مسند احمد: ١٩٢٦١)

کے رسول! بیشک میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں، میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں، چلو پھر ہر ماہ دو روزے رکھ لیا کرو۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں، مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں، تو پھر ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو۔''

فوائد: ......آخرِ حدیث میں آپ کا دو دفعہ کہنا ''مجھے اس سے زیادہ کی اجازت دیں۔'' یہ دراصل آپ ﷺ اس صحابی پر طنز کر رہے ہیں اور اس کو ڈانٹ رہے ہیں۔

دراصل آپ تعجب کے انداز میں ساتھی کی بات کو دہرا رہے ہیں کہ یہ اپنے اندر زیادہ قوت محسوس کر کے اپنے اوپر مشقت ڈال رہا ہے اور زیادہ کام کرنے کی اجازت مانگ رہا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ اس کو آسانی کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ (بلوغ الامانی)۔ (عبداللہ رفیق)

(٣٩٥٢) عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّهِ كَانَ؟ فَقَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ أَيِّهِ كَانَ۔ (مسند احمد: ٢٥٦٤٠)

سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے تھے، سیدہ معاذہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ مہینے کے کون سے تین دن تھے؟ انھوں نے کہا: آپ ﷺ اس چیز کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے کہ کون سے دن ہیں۔

فوائد: ......ہم اس باب کی پہلی حدیث کے بعد اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ پیش کر چکے ہیں۔

صَوْمُ أَيَّامِ الْبِيْضِ

ایامِ بیض کے روزوں کا بیان

ایامِ بیض: چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو ایامِ بیض کہتے ہیں، بیض کے معانی سفیدی کے ہیں، چونکہ ان دنوں کی راتوں میں چاند کی سفیدی واضح ہوتی ہے، اس مناسبت سے ان کو ایامِ بیض کہتے ہیں۔

(٣٩٥٣) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَى أَعْرَابِيٌّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِأَرْنَبٍ قَدْ شَوَاهَا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدّو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خرگوش بھون کر لایا اور اس کے

(٣٩٥٢) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٦٠ (انظر: ٢٥١٢٧)

(٣٩٥٣) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه النسائي: ٤/ ٢٢٢ (انظر: ٨٤٣٤)

وَمَعَهَا صِنَابُهَا وَأُدْمُهَا، فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمْسَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَأْكُلْ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَأْكُلُوا فَأَمْسَكَ الْأَعْرَابِيُّ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَأْكُلَ؟)) قَالَ: إِنِّي أَصُوْمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ، قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ صَائِمًا فَصُمِ الْأَيَّامَ الْغُرَّ۔)) (مسند احمد: ٨٤١٥)

ساتھ رائی اور کشمش کی چٹنی اور سالن بھی تھا، اس نے لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے خود تو نہ کھایا، البتہ اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ کھائیں، بدّو نے کھانے سے ہاتھ روکے رکھے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کیوں نہیں کھا رہے؟ اس نے کہا: میں ہر ماہ تین دن روزے رکھتا ہوں، (ایک روزہ آج رکھا ہوا ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم نے روزے رکھنے ہوں تو ایام بیض کے روزے رکھا کرو۔''

(٣٩٥٤) عَنِ ابْنِ الْحَوْتَكِيَّةِ قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِطَعَامٍ فَدَعَا إِلَيْهِ رَجُلًا، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: وَأَيُّ الصِّيَامِ تَصُوْمُ؟ لَوْلَا كَرَاهِيَةُ أَنْ أَزِيْدَ أَوْ أَنْقُصَ لَحَدَّثْتُكُمْ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ جَاءَهُ الْأَعْرَابِيُّ بِالْأَرْنَبِ، وَلٰكِنْ أَرْسِلُوْا إِلَى عَمَّارٍ، فَلَمَّا جَاءَهُ عَمَّارٌ، قَالَ: أَشَاهِدٌ أَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جَاءَهُ الْأَعْرَابِيُّ بِالْأَرْنَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ بِهَا دَمًا۔ فَقَالَ: ((كُلُوْهَا۔)) قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: ((وَأَيُّ الصِّيَامِ تَصُوْمُ؟)) قَالَ: أَوَّلَ الشَّهْرِ وَآخِرَهُ، قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ صَائِمًا فَصُمِ الثَّلَاثَ عَشْرَةَ وَالْأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَالْخَمْسَ عَشْرَةَ۔)) (مسند احمد: ٢١٠)

ابن حوتکیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، انھوں نے ایک آدمی کو کھانے کی دعوت دی، لیکن اس نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ انہوں نے کہا: تم کن دنوں میں روزے رکھتے ہو؟ اگر کمی بیشی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سناتا، جس کے مطابق ایک بدّو آپ کی خدمت میں ایک خرگوش لے کر حاضر ہوا تھا، البتہ تم سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ جب وہ آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ اس روز موجود تھے، جس دن ایک بدّو ایک خرگوش لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، اس بدّو نے کہا تھا: میں نے دیکھا کہ اسے خون آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کو کھالو۔'' اس بدّو نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''تم مہینے کے کون سے دنوں میں روزے رکھتے ہو؟'' اس نے کہا: مہینے کے شروع اور آخر میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم نے روزے رکھنے ہوں تو چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخوں کا رکھا کرو۔''

(٣٩٥٤) تخریج: حسن بشواهده۔ اخرجه الطيالسی: ٤٤، والنسائی فی "الکبری": ٤٨٢٣، وعبد الرزاق: ٧٨٧٤، وابن خزيمة: ٢١٢٧ (انظر: ٢١٠)

فوائد:...... شرعی قواعد کے مطابق خرگوش حلال ہے، بدّو یہ کہنا چاہتا تھا کہ جیسے خاتون کو حیض کا خون آتا ہے، اس طرح اِس کو بھی خون آتا ہے، لیکن اس سے اس جانور کے حلال ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، بہرحال آپ ﷺ کی طبیعت آمادہ نہیں ہوئی۔

(٣٩٥٥) عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَيَّامِ الْبِيْضِ فَهُوَ صَوْمُ الشَّهْرِ۔ (مسند احمد: ١٧٦٥٤)

سیدنا منہال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایامِ بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیا، یہ ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہیں۔

(٣٩٥٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُنَا بِصِيَامِ اللَّيَالِي الْبِيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَقَالَ: ((هِيَ كَصَوْمِ الدَّهْرِ۔)) (مسند احمد: ٢٠٥٨٢)

(دوسری سند) وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سفیدی والی راتوں یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''یہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں۔''

(٣٩٥٧) عَنْ اَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ صَائِمًا مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَلْيَصُمِ الثَّلَاثَ الْبِيضَ۔)) (مسند احمد: ٢١٦٧٧)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو آدمی ایک مہینہ میں تین روزے رکھنا چاہے تو وہ ایامِ بیض کے تین دنوں کے روزے رکھا کرے۔''

صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مُعَيَّنَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ
ہر مہینے میں تین متعین دنوں میں روزے رکھنے کا بیان

(٣٩٥٨) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، الْخَمِيْسَ مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ وَالْاِثْنَيْنِ الَّذِي يَلِيْهِ وَالْاِثْنَيْنِ الَّذِي يَلِيْهِ۔ (مسند احمد: ٥٦٤٣)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ماہ کو ان تین دنوں کے روزے رکھا کرتے تھے: مہینے کی پہلی جمعرات، اس کے بعد والا سوموار اور پھر اس کے بعد والا سوموار۔

(٣٩٥٥) حسن لغيره۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٤٩، وابن ماجه: ١٧٠٧، والنسائي: ٤/ ٢٢٤(انظر: ١٧٥١٣)

(٣٩٥٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٩٥٧) تخريج: اسناده حسن۔ اخرجه الترمذي: ٧٦١، والنسائي: ٤/ ٢٢٢(انظر: ٢١٣٥٠)

(٣٩٥٨) تخريج: اسناده ضعيف، شريك بن عبد الله النخعي سيىء الحفظ، وقد اختلف عليه في لفظ الحديث۔ اخرجه النسائي: ٤/ ٢١٩(انظر: ٥٦٤٣)

(۳۹۵۹) عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ وَيَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى۔ (مسند احمد: ۲٦۹۹٥)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے تھے: (پہلے ہفتے میں) سوموار اور جمعرات کو اور دوسرے ہفتے میں سوموار کو۔

(۳۹٦۰) عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَاَتِهِ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ اَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَخَمِيْسَيْنِ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۰۱)

ایک زوجۂ رسول رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (۹) ذوالحجہ اور یوم عاشوراء کو اور ہر ماہ میں تین دنوں کا روزہ رکھتے تھے، (ان تین دنوں کی تفصیل یہ ہے:) ہر ماہ کا پہلا سوموار اور دو جمعراتیں۔

(۳۹٦۱) وَعَنْهُ اَيْضًا عَنْ اُمِّهِ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا فَسَاَلْتُهَا عَنِ الصِّيَامِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُنِيْ اَنْ اَصُوْمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، اَوَّلُهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْجُمُعَةُ وَالْخَمِيْسُ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۱۳)

ہُنیدہ اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں، کہ وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے روزوں کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ہر ماہ کے پہلے سوموار، جمعہ اور جمعرات کو روزہ رکھا کروں۔

صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ هِلَالٍ
ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں روزے رکھنے کا بیان

(۳۹٦۲) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ) رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ هِلَالٍ، وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (مسند احمد: ۳۸٦۰)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے ابتدائی تین دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے اور آپ ﷺ جمعہ کے روز تو کم ہی افطار کرتے تھے۔

(۳۹۵۹) تخریج: اسناده ضعيف لجهالة حال سواء الخزاعي، ثم ان هذا الاسناد منقطع بين عاصم وسواء الخزاعي، بينهما المسيب بن رافع او معبد بن خالد، وعاصم تكلموا فى حفظه وقد اضطرب فى هذا الاسناد۔ اخرجه ابوداود: ۲٤٥۱(انظر: ۲٦٤٦۳)

(۳۹٦۰) حديث ضعيف لاضطرابه۔ اخرجه ابوداود: ۲٤۳۷، والنسائي: ٤/ ۲۰٥(انظر: ۲٦٤٦۸)

(۳۹٦۱) ضعيف لاضطرابه، انظر الحديث السابق۔ اخرجه ابوداود: ۲٤٥۲، والنسائي: ٤/ ۲۲۱(انظر:)

(۳۹٦۲) اسناده حسن۔ اخرجه ابوداود: ۲٤٥۰، وابن ماجه: ۱۷۲٥، والترمذي: ۷٤۲(انظر: ۳۸٦۰)

فوائد: ...... جمعہ کے روز کی یہ تاویل کی جائے گی کہ آپ ﷺ اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی روزہ رکھتے ہوں گے، کیونکہ آپ ﷺ نے صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ مہینے کے شروع میں ہی تین دنوں کے روزے رکھ لینا، نیکی کی رغبت رکھنے کا یہی تقاضا ہے۔ مختلف آیات و احادیث یہ رغبت دلائی گئی ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داریوں کو جلدی جلدی ادا کر لے، کیونکہ مصروفیت، موت اور بیماری کا کوئی علم نہیں۔

صَوْمُ سِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ
ماہِ شوال کے چھ روزوں کا بیان

(۳۹۶۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ ؓ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَكَاَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا)) (مسند احمد: ۱۴۵۳۱)

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ماہِ رمضان کے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے، اس نے گویا سال بھر روزے رکھے۔“

(۳۹۶۴) عَنْ اَبِي اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَقَدْ صَامَ الدَّهْرَ۔)) (مسند احمد: ۲۳۹۵۲)

سیدنا ابو ایوب انصاری ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ماہِ رمضان کے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے، اس نے گویا پورے سال کے روزے رکھے۔“

(۳۹۶۵) عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، فَشَهْرٌ بِعَشَرَةِ اَشْهُرٍ، وَصِيَامُ سِتَّةِ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ، فَذَالِكَ تَمَامُ صِيَامِ السَّنَةِ۔)) (مسند احمد: ۲۲۷۷۶)

مولائے رسول سیدنا ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے، تو یہ ایک مہینہ ثواب میں دس مہینوں کے برابر ہو جائے گا اور پھر افطاری یعنی عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو یہ ثواب کے لحاظ سے پورے سال کے روزے ہو جائیں گے۔“

فوائد: ...... رمضان کے مکمل اور شوال کے چھ، کل (۳۶) روزے بنتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، اس اعتبار سے ایسے آدمی کو (۳۶۰) یعنی ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ شوال کے چھ روزوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ عید الفطر کے فوراً بعد شروع کئے جائیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ لگاتار رکھے جائیں، پورے مہینے میں جیسے آسانی ہو، چھ کی گنتی پوری کر لی جائے۔

(۳۹۶۳) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه البیهقی: ۴/ ۲۹۲ (انظر: ۱۴۴۷۷)

(۳۹۶۴) تخریج: اخرجه مسلم: ۱۱۶۴ (انظر: ۲۳۵۵۶)

(۳۹۶۵) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه ابن ماجه: ۱۷۱۵ (انظر: ۲۲۴۱۲)

صِيَامُ شَوَّالٍ وَالْاَرْبِعَاءِ وَالْخَمِيْسِ وَالْجُمُعَةِ

شوال، بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزوں کا بیان

(۳۹۶۶) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَرِيْفٌ مِنْ عُرَفَاءِ قُرَيْشٍ حَدَّثَنِي بِيْ أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ فَلْقٍ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَشَوَّالاً وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ وَالْجُمُعَةَ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔)) (مسند احمد: ۱۵۵۱۳)

ایک قریشی سردار کے باپ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے یہ کلمات سنے تھے: ''جس نے رمضان اور شوال کے مہینوں اور پھر بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزے رکھے، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

فوائد: ...... ''فَلْقِ فِيْ'' میں ''فَلْق'' کے معانی پھٹن اور شگاف کے اور ''فِيْ'' کے معانی منہ کے ہیں، صحابی کا مقصود یہ ہے کہ اس نے یہ الفاظ براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں۔

(۳۹۶۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَرِيْفٌ مِنْ عُرَفَاءِ قُرَيْشٍ عَنْ أَبِيْهِ سَمِعَهُ مِنْ فَلْقٍ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَشَوَّالًا وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔)) (مسند احمد: ۱٦٨٣٤)

(دوسری سند) ایک قریشی سردار کے باپ نے بیان کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے یہ حدیث سنی: ''جس نے ماہِ رمضان اور ماہِ شوال اور پھر بدھ اور جمعرات کے روزے رکھے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

فوائد: ......شوال کے روزوں کی فضیلت پچھلے باب میں گزر چکی ہے، جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے کا بیان دوسرے نمبر پر اگلے باب میں آ رہا ہے، بدھ کے روزے کی خاص فضیلت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، بہرحال اس دن کو روزہ رکھا جا سکتا ہے۔

صِيَامُ السَّبْتِ وَالْاَحَدِ

ہفتہ اور اتوار کے روزوں کا بیان

(۳۹۶۸) عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ سَلَمَةَ (زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ) رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے روزے والے دوسرے دنوں کی بہ نسبت ہفتہ اور اتوار کا

(۳۹۶٦) تخريج: اسناده ضعيف، فيه راو لم يسم، وهو شيخ عكرمة بن خالد۔ اخرجه البهيقى فى "الشعب": ۳۸۷۰ (انظر: ۱٥٤۳٤)

(۳۹٦۷) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹٦۸) تخريج: اسناده حسن۔ اخرجه النسائى فى "الكبرى": ۲۷۷٦، وابن حبان: ۳٦٤٦، وابن خزيمة: ۲۱٦۷، ، والحاكم: ۱/ ٤۳٦، والبيهقى: ٤/ ۳۰۳ (انظر: ۲٦۷٥۰)

اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ اَكْثَرَ مِمَّا يَصُوْمُ مِنَ الْاَيَّامِ وَيَقُوْلُ: ((إِنَّهُمَا عِيْدَا الْمُشْرِكِيْنَ، فَأَنَا أُحِبُّ اَنْ أُخَالِفَهُمْ۔)) (مسند احمد: ٢٧٢٨٦)

بکثرت روزہ رکھتے تھے، نیز آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''یہ مشرکوں یعنی یہود و نصاریٰ کی عیدوں کے دن ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔''

فوائد: ......آپ ﷺ نے بڑی سختی کے ساتھ صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، پہلے یہ احادیث گزر چکی ہیں، اس حدیث کے مطابق آپ ﷺ اِن دو دنوں کا اکٹھا روزہ رکھتے ہوں گے، حدیث نمبر (٣٨٦٩) کے باب میں اس موضوع سے متعلقہ احادیث گزر چکی ہیں۔

اِسْتِحْبَابُ صِيَامِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ
سوموار اور جمعرات کے روزوں کے مستحبّ ہونے کا بیان

(٣٩٦٩) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ؓ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ الْاَيَّامَ يَسْرُدُ، حَتّٰى يُقَالَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ الْاَيَّامَ حَتّٰى لَا يَكَادَ اَنْ يَصُوْمَ إِلَّا يَوْمَيْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ إِنْ كَانَا فِي صِيَامِهِ، وَإِلَّا صَامَهُمَا، وَلَمْ يَكُنْ يَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُوْرِ مَا يَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تَصُوْمُ لَا تَكَادُ اَنْ تُفْطِرَ وَتُفْطِرُ حَتّٰى لَا تَكَادَ اَنْ تَصُوْمَ إِلَّا يَوْمَيْنِ، إِنْ دَخَلَا فِي صِيَامِكَ وَإِلَّا صُمْتَهُمَا، قَالَ: ((اَيُّ يَوْمَيْنِ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ، قَالَ: ((ذَانِكَ يَوْمَانِ تُعْرَضُ فِيْهِمَا الْاَعْمَالُ عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَأُحِبُّ اَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَاَنَا صَائِمٌ۔)) قَالَ: قُلْتُ: وَلَمْ اَرَكَ تَصُوْمُ مِنْ شَهْرٍ مِنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ: ((ذَاكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ

سیدنا اسامہ بن زید ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت اور تسلسل کے ساتھ اس قدر روزے رکھتے کہ کہا جاتا کہ اب آپ ﷺ کسی روزے کا ناغہ نہیں کریں گے، لیکن پھر جب آپ ﷺ ناغے شروع کرتے تو اس قدر کثرت سے کرتے کہ ایسے لگتا کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں رکھیں گے، ماسوائے ہفتہ کے دو دنوں کے کہ اگر آپ ﷺ مسلسل روزوں میں ان کے روزے رکھ چکے ہوتے تو ٹھیک، وگرنہ افطاری والے دنوں میں ان کا روزہ رکھ لیتے تھے، اور آپ ﷺ باقی مہینوں کی بہ نسبت شعبان کے زیادہ روزے رکھتے تھے۔ ایک دن میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات آپ اس انداز میں لگاتار روزے شروع کر دیتے ہیں کہ لگتا ہے کہ اب آپ ناغہ نہیں کریں گے، لیکن پھر آپ یوں روزے ترک کرنا شروع کرتے ہیں کہ لگتا ہے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے، ماسوائے دو دنوں کے کہ اگر وہ آپ کے روزے میں داخل ہو چکے ہوں تو ٹھیک، وگرنہ صرف ان کے روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ''کونسے دو دن؟'' میں نے کہا:

(٣٩٦٩) اسناده حسن۔ اخرجه ابوداود بذكر يوم الاثنين والخميس فقط: ٢٤٣٦ (انظر: ٢١٧٥٣)

بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ يُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ۔)) (مسند احمد: ٢٢٠٩٦)

سوموار اور جمعرات کے دن، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دنوں میں لوگوں کے اعمال جہاں کے پروردگار کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزہ کی حالت میں ہوں۔'' میں نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ باقی مہینوں کی بہ نسبت شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ، جو رجب اور رمضان کے درمیان آتا ہے، لوگ اس سے غافل ہیں، حالانکہ اس میں لوگوں کے اعمال ربّ العالمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اللہ کے سامنے اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں اس وقت روزے کی حالت میں ہوں۔''

(٣٩٧٠) عَنْ مَوْلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ رضی اللہ عنہ إِلَى وَادِي الْقُرَى، يَطْلُبُ مَالًا لَهُ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُومُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيرٌ، قَدْ رَقَقْتَ؟ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَسُئِلَ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ: ((إِنَّ أَعْمَالَ النَّاسِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ))۔ (مسند احمد: ٢٢٠٨٧)

مولائے اسامہ سے روایت ہے کہ وہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادیٔ قریٰ کی طرف اپنے مال کی تلاش کے لیے جا رہے تھے، وہ سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ غلام نے ان سے کہا: آپ سوموار اور جمعرات کے روزے کیوں رکھتے ہیں، جبکہ اب آپ عمر رسیدہ اور کمزور ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ان دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے، جب آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوموار اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ پر پیش کیے جاتے ہیں۔''

(٣٩٧١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ أَكْثَرَ مَا يَصُومُ الْإِثْنَيْنِ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کو کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، جب آپ

(٣٩٧٠) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة مولى قدامة، وجهالة مولى اسامة، لكن المرفوع منه صحيح بطرقه وشواهده۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٣٦ (انظر: ٢١٧٤٤)

(٣٩٧١) تخريج: اخرجه مسلم: ٢٥٦٥ (انظر: ٨٣٦١)

وَالْخَمِيسَ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ، قَالَ: فَقَالَ: ((إِنَّ الْأَعْمَالَ تُعْرَضُ كُلَّ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ أَوْ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ أَوْ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ إِلَّا الْمُتَهَاجِرَيْنِ، فَيَقُولُ: أَخِّرْهُمَا.)) (مسند احمد: ٨٣٤٣)

ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انسانوں کے اعمال سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ پر پیش کیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان یا ہر مومن کو بخش دیتا ہے، ما سوائے ان دو آدمیوں کے کہ جن کے درمیان قطع تعلقی ہوتی ہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ان کے معاملے کو مؤخر کر دو۔''

فوائد: ......اللہ تعالیٰ کی کتنی کرم نوازی ہے کہ وہ بن مانگے بخش رہا ہے، لیکن جن لوگوں کو ان کی قبیح صفات کی وجہ سے نہیں بخشا جاتا، ان کو فکر کرنی چاہیے، جبکہ صورتحال یہ ہے کہ اس وقت قطع رحمی، دشمنی اور عداوت جیسے مذموم امور مسلمانوں میں عام ہو چکے ہیں۔

(٣٩٧٢) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ صَوْمِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ وَيَتَحَرَّى الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ. (مسند احمد: ٢٥٠١٣)

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: آپ ﷺ ماہِ شعبان کے اور خصوصی اہتمام کے ساتھ سوموار اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔

فوائد: ......سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَمِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيَغْفِرُ لَهُ، وَمِنْ تَائِبٍ فَيَتُابُ عَلَيْهِ، وَيُرَدُّ أَهْلُ الضَّغَائِنِ بِضَغَائِنِهِمْ حَتّٰى يَتُوبُوا.)) ''سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں، پس بخشش طلب کرنے والوں کو بخش دیا جاتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کی جاتی ہے، البتہ کینہ والوں کو ان کے کینہ سمیت اس وقت تک ردّ کر دیا جاتا ہے، جب تک وہ توبہ نہیں کر لیتے۔'' (طبرانی وقال المنذری: رواته ثقات)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندے کے نامۂ اعمال میں استغفار اور توبہ کا وجود بھی ہونا چاہیے، تاکہ اسے بخش دیا جائے۔ ان احادیث سے سوموار اور جمعرات کے روزوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، حدیث نمبر (٣٨٨٦) کے مطابق آپ ﷺ نے سوموار کو روزہ رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے: "ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَأُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ." ''یہ ایسا دن ہے، جس میں میں پیدا ہوا اور اس میں مجھ پر قرآن مجید اتارا گیا۔''

(٣٩٧٢) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه النسائي: ٤/ ٢٠٣، والترمذي: ٧٤٥، وابن ماجه: ١٦٤٩، ١٧٣٩ (انظر: ٢٤٥٠٨)

صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

داود علیہ السلام کے روزوں یعنی ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن نہ رکھنے کا بیان

(۳۹۷۳) عَنْ صَدَقَةَ الدِّمَشْقِيِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ يَسْأَلُهُ عَنِ الصِّيَامِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ الصِّيَامِ صِيَامَ أَخِي دَاوُدَ، كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا۔)) (مسند احمد: ۲۸۷۶)

صدقہ دمشقی کہتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور روزوں کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ: ''سب سے زیادہ فضیلت والے روزے میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔''

(۳۹۷٤) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَهُ، وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا۔ (مسند احمد: ٦٤٩١)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''داود علیہ السلام کے روزے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور اسی طرح ان کی رات کی نماز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے، وہ نصف رات سونے کے بعد ایک تہائی رات قیام کرتے اور پھر رات کا چھٹا حصہ سو جاتے، رہا مسئلہ روزوں کا تو وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔''

فوائد: ...... داود علیہ السلام ایک تہائی رات قیام کرتے تھے، اگر چھ گھنٹے کی رات ہو تو وہ تین گھنٹے سوتے تھے، دو گھنٹے قیام کرتے تھے اور پھر ایک گھنٹہ سو جاتے تھے۔

(۳۹۷۵) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ) رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَقَدْ أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نَعَمْ، قَالَ: ((فَصُمْ

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم ساری رات قیام کرتے ہو اور ہر روز روزہ رکھتے ہو۔'' میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ رکھا کرو اور ناغہ بھی کیا کرو اور رات کو قیام بھی کیا کرو اور

(۳۹۷۳) تخريج: اسناده ضعيف جدا، الفرج بن فضالة ضعيف، وابو هرم مجهول، وصدقة الدمشقي لايعرف (انظر: ۲۸۷٦)

(۳۹۷٤) تخريج: اخرجه البخاري: ۱۱۳۱، ومسلم: ۱۱۵۹ (انظر: ٦٤٩١)

(۳۹۷۵) تخريج: اخرجه البخاري: ۱۹۷۵، ۵۱۹۹، ومسلم: ۱۱۵۹ (انظر: ٦٨٦٧)

وَاَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔)) قَالَ: فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: ((فَصُمْ مِنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔)) قَالَ: فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدَ عَلَيَّ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: ((صُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ۔)) قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا كَانَ صِيَامُ دَاوُدَ (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) قَالَ: ((كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا۔)) (مسند احمد: ٦٨٦٧)

سویا بھی کر، کیونکہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے، تیری اہلیہ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے، مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کر، اتنے ہی تیرے لیے کافی ہیں۔'' لیکن ہوا یوں کہ میں نے سختی کی، اس لیے آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی فرمائی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تو ہر ہفتہ میں تین دن روزے رکھ لیا کر۔'' لیکن میں نے سختی کی اس لیے آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی کی اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے اندر اس سے زیادہ روزے رکھنے کی قوت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تو اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھ لیا کر اور ان پر اضافہ نہ کر۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! داؤد علیہ السلام کیسے روزے رکھتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔''

(٣٩٧٦) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ الْعَاصِ ؓ) قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مُرْنِي بِصِيَامٍ، قَالَ: ((صُمْ يَوْمًا وَلَكَ اَجْرُ تِسْعَةٍ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اَجِدُ قُوَّةً فَزِدْنِي، قَالَ: ((صُمْ يَوْمَيْنِ وَلَكَ اَجْرُ ثَمَانِيَةِ اَيَّامٍ۔)) قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اَجِدُ قُوَّةً فَزِدْنِي، قَالَ: ((فَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَكَ اَجْرُ سَبْعَةِ اَيَّامٍ۔)) قَالَ: فَمَا زَالَ يَحُطُّ لِيْ، حَتّٰى قَالَ: ((إِنَّ

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے روزوں کے متعلق حکم دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھ لیا کرو، تمہیں مزید نو دنوں کا اجر بھی مل جائے گا، (کیونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے)۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، اس لیے آپ مجھے زیادہ روزے رکھنے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو دن روزہ رکھ لیا کرو، تمہیں مزید آٹھ دنوں کا ثواب مل جائے گا۔'' لیکن میں نے پھر کہا: ''اے اللہ کے رسول! مجھ میں اس سے زیادہ کی

(٣٩٧٦) تخریج: حدیث صحیح بغیر هذه السیاقة، وهو حدیث ذکره الامام احمد فی عدة اماکن، أخرج بعض لفظه البخاری و مسلم، وانظر لتفصیله الرقم: ٦٤٧٧ (انظر: ٦٨٧٧)

اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمُ أَخِي دَاوُدَ اَوْ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ شَكَّ الْجُرَيْرِيُّ، صُمْ يَوْمًا وَاَفْطِرْ يَوْمًا۔)) فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَمَّا ضَعُفَ: لَيْتَنِيْ كُنْتُ قَنَعْتُ بِمَا اَمَرَنِي بِهِ النَّبِيُّ ﷺ۔ (مسند احمد: ٦٨٧٧)

قوت ہے، لہٰذا آپ مجھے مزید روزوں کی اجازت دیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین دن روزے رکھ لیا کرو، تمہیں مزید سات دنوں کے روزوں کا ثواب مل جائے گا۔'' لیکن میری بار بار گزارش سے آپ ﷺ مزید عمل کی مزید گنجائش پیدا کرتے گئے (اور اجر میں کمی کرتے گئے)، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل روزے میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے ہیں، اور وہ اس طرح کہ تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن ناغہ کرلیا کرو۔'' جب سیدنا عبداللہ بوڑھے ہو گئے تو کہا کرتے تھے: کاش کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پہلے حکم پر اکتفا کرلیا ہوتا۔

(٣٩٧٧) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ: قَالَ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَصُوْمُ ذَالِكَ الصِّيَامَ حَتّٰى اَدْرَكَهُ السِّنُّ وَالضَّعْفُ، كَانَ يَقُوْلُ: لَاَنْ اَكُوْنَ قَبِلْتُ رُخْصَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ اَهْلِي وَمَالِي۔ (مسند احمد: ٦٨٧٨)

(دوسری سند) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ......سابقہ حدیث کی طرح ہی بیان کیا......، مزید اس میں ہے: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی طرح روزے رکھتے رہے، یہاں تک کہ وہ عمر رسیدہ اور کمزور ہو گئے، اس وقت وہ کہا کرتے تھے: اگر میں رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا تو یہ مجھے میرے اہل وعیال اور مال و دولت سے زیادہ پسند ہوتا۔''

فوائد: ......دوسری سند والی پوری حدیث یہ ہے: رسول اللہ ﷺ، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: ''مجھے تمہارے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔'' انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لیے یہی عمل کافی ہے کہ تم ایک ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، چونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے، اس لیے گویا کہ یہ سارے زمانے کے روزے ہو جائیں گے۔'' انھوں نے کہا: لیکن میں نے اپنے آپ پر سختی کی، آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی کی، میں نے کہا: میرے اندر مزید طاقت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تجھے ہر ہفتہ سے تین روزے کفایت کریں گے۔'' لیکن میں نے مزید سختی کی اور آپ ﷺ نے بھی مجھ پر سختی کی، میں نے کہا: مجھ میں اس سے زیادہ عمل کی طاقت موجود ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بہترین روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں، یعنی نصف زمانہ کے روزے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے۔'' بہرحال سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ یہی

(٣٩٧٧) تخریج: حدیث صحیح۔ اخرجه (انظر:)

روزے رکھتے رہے، لیکن جب وہ عمر رسیدہ اور کمزور ہو گئے تو وہ کہا کرتے تھے: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کر لی ہوتی تو یہ مجھے میرے اہل و مال سے بہتر تھی۔

فوائد: ......ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ناغہ کرنا، کیا کوئی آدمی اس مقدار سے زیادہ روزے رکھ سکتا ہے؟ ہم حدیث نمبر (۳۸۸۵) کی شرح میں اس پر سیر حاصل بحث کر آئے ہیں۔ داؤد علیہ السلام کے روزوں کے افضل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس طریقے سے نہ تو آدمی روزے کا عادی بنتا ہے اور نہ افطار کا، اس وجہ سے متعلقہ شخص کو مزید مشقت ہوتی ہے۔

یہ وجہ زیادہ اچھی لگتی ہے کہ ایک ایک ناغے سے روزہ رکھنے سے روزوں کی کثرت بھی ہوگی اور یہ کثرت عین مطلوب ہے اور زیادہ مشقت اور کمزوری بھی نہیں ہوگی کیونکہ روزوں کے درمیان ناغہ کر لینے سے روزہ رکھنے سے لاحق ہونے والی کمزوری ساتھ ساتھ دور ہوتی جائے گی اور دیگر حقوق بھی متاثر نہیں ہوں گے۔ (عبداللہ رفیق)

صَوْمُ تِسْعِ ذِیْ الْحِجَّةِ وَیَوْمِ عَرَفَةَ لِغَیْرِ الْحَاجِّ

حاجیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ذوالحجہ کے نو دنوں کے اور یوم عرفہ کے روزوں کا بیان

(۳۹۷۸) عَنْ هُنَیْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَاَتِهِ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَصُوْمُ تِسْعَ ذِی الْحَجَّةِ وَیَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَثَلَاثَةَ اَیَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ۔ (مسند احمد: ۲۲۶۹۰)

ایک زوجۂ رسول رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے نو دن اور یوم عاشوراء کو اور ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرتے تھے۔

(۳۹۷۹) عَنْ اَبِی قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((صَوْمُ یَوْمِ عَرَفَةَ یُكَفِّرُ سَنَتَیْنِ مَاضِیَةً وَمُسْتَقْبَلَةً، وَصَوْمُ عَاشُوْرَاءَ یُكَفِّرُ سَنَةً مَاضِیَةً۔)) (مسند احمد: ۲۲۹۰۳)

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یوم عرفہ یعنی (۹) ذوالحجہ کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور یوم عاشوراء کا روزہ ایک گزشتہ سال کے گناہوں کا۔''

(۳۹۸۰) عَنْ عَطَاءِ نِ الْخُرَاسَانِیِّ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِی بَكْرٍ دَخَلَ عَلٰی عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا یَوْمَ عَرَفَةَ وَهِیَ صَائِمَةٌ وَالْمَاءُ یُرَشُّ

سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عرفہ کے دن گئے جبکہ انھوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور (گرمی کی شدت کی وجہ سے) ان پر پانی ڈالا جا رہا تھا، سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

(۳۹۷۸) تخریج: ضعیف لاضطرابه۔ اخرجه ابوداود: ۲۴۳۷، والنسائی: ۴/ ۲۰۵ (انظر:)

(۳۹۷۹) تخریج: اخرج نحوه مسلم: ۱۹۷۷ (انظر: ۲۲۵۳۵)

(۳۹۸۰) تخریج: اسناده ضعیف لانقطاعه، عطاء الخراسانی لم یسمع من عائشة (انظر: ۲۴۹۷۰)

عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: اَفْطِرِيْ، فَقَالَتْ: أُفْطِرُ وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ صَوْمَ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ الْعَامَ الَّذِيْ قَبْلَهُ۔)) (مسند احمد: ۲۵۴۸۳)

نے ان سے کہا: آپ روزہ توڑ دیں، لیکن انھوں نے کہا: میں روزہ کیسے توڑ دوں، جبکہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''عرفہ کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔''

فوائد: ......عرفہ کے دن سے مراد (۹) ذوالحجہ کا دن ہے، جس دن حجاج کرام عرفہ کے میدان میں جمع ہوتے ہیں، اس دن کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔

كَرَاهَةُ ذَالِكَ لِلْحَاجِّ

حجاج کرام کے لیے نو ذوالحجہ کے روزے کی کراہت کا بیان

(۳۹۸۱) عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ فِيْ بَيْتِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ۔ (مسند احمد: ۹۷۵۹)

مولائے ابن عباس جناب عکرمہ کہتے ہیں: میں سیدنا ابوہریرہ ؓ کی خدمت میں ان کے گھر پر حاضر ہوا اور ان سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

فوائد: ......اس حدیث میں فریضۂ حج میں مصروف لوگوں کو عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع کیا جا رہا ہے، اس کی حکمتیں اپنی جگہ پر واضح ہیں۔ سفر کی مشقت، ذکر کی کثرت اور دوسرے لوگوں کی خدمت کا تقاضہ یہی ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے۔

(۳۹۸۲) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: اَتَيْتُهُ بِعَرَفَةَ فَوَجَدْتُهُ يَأْكُلُ رُمَّانًا، فَقَالَ: اُدْنُ فَكُلْ، لَعَلَّكَ صَائِمٌ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَصُوْمُهُ، وَقَالَ مَرَّةً: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَصُمْ هٰذَا الْيَوْمَ۔ (مسند احمد: ۳۲۶۶)

سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں عرفہ مقام میں سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ کے پاس گیا، جبکہ وہ انار کھا رہے تھے، انھوں نے مجھے کہا: قریب آ جاؤ اور کھاؤ، لیکن لگتا ہے کہ تم نے روزہ رکھا ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ تو اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور ایک دفعہ انھوں نے یوں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن کا روزہ نہیں رکھا۔

(۳۹۸۱) تخریج: اسناده حسن ولم ار لمضعفه حجة۔ اخرجه ابوداود: ۲۴۴۰، والنسائی: ۲۸۳۰، وابن ماجه: ۱۷۳۲ (انظر: ۹۷۶۰)

(۳۹۸۲) تخریج: اسناده صحیح علی شرط الشیخین۔ اخرجه البیهقی: ۴/ ۲۸۳، والنسائی فی "الکبری": ۲۸۱۴ (انظر: ۳۲۶۶)

(٣٩٨٣) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ فَقَالَ: لَمْ يَصُمْهُ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ يَوْمَ عَرَفَةَ۔ (مسند احمد: ٥٤١١م)

نافع کا بیان ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (دورانِ حج) عرفہ کے دن کا روزہ نہیں رکھا۔

(٣٩٨٤) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ): عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَصُمْهُ وَأَنَا لَا أَصُومُهُ، وَلَا آمُرُكَ وَلَا أَنْهَاكَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْهُ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَصُمْهُ۔ (مسند احمد: ٥٤٢٠)

(دوسری سند) ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلے، آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ نہیں رکھا، پھر ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں آئے، انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا، پھر ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے، انہوں نے بھی اس دن کا روزہ نہیں رکھا، پھر ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے، انہوں نے بھی اس دن کا روزہ نہیں رکھا، لہذا میں بھی اس دن کا روزہ نہیں رکھتا، لیکن میں تجھے اس روزے کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے منع کرتا ہوں، تم چاہو تو روزہ رکھ لو اور چاہو تو نہ رکھو۔

(٣٩٨٥) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا صُمْتُ عَرَفَةَ قَطُّ وَلَا صَامَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ۔ (مسند احمد: ٥٩٤٨)

(تیسری سند) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کبھی بھی عرفہ کے دن کا روزہ نہیں رکھا اور نہ رسول اللہ ﷺ نے، نہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن کا روزہ رکھا ہے۔

(٣٩٨٦) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ۔ (مسند احمد: ٢٤٦٤٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے (ذوالحجہ کے) پہلے دس دنوں میں روزہ رکھا ہو۔

(٣٩٨٣) تخريج: حديث صحيح بطرقه وشواهده۔ اخرجه الترمذي: ٧٥١، والنسائي في "الكبرى": ٢٨٢٥، ٢٨٢٧ (انظر: ٥٤١١م)

(٣٩٨٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٩٨٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٣٩٨٦) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٧٦ (انظر: ٢٤١٤٧)

فوائد: ...... آپ ﷺ کی قولی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں روزوں سمیت ہر قسم کی عبادت کرنے کی بڑی فضیلت ہے، البتہ دس ذوالحجہ یعنی عید الاضحی کو روزہ رکھنا منع ہے۔

(۳۹۸۷) عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى أُمِّ الْفَضْلِ أُمِّ بَنِي الْعَبَّاسِ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ: شَكُّوْا (وَفِي لَفْظٍ تَمَارَوْا) فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ: اَنَا اَعْلَمُ لَكُمْ ذَالِكَ فَبَعَثَتْ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ۔ (مسند احمد: ۲۷٤۱۹)

سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: لوگوں کو عرفہ کے دن نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں یہ شک ہونے لگا کہ آپ ﷺ نے روزہ رکھا ہوا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: میں تمہیں پتہ کرا دیتی ہوں، پھر انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا، جو آپ ﷺ نے نوش فرمالیا۔

(۳۹۸۸) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ): فَارْسَلَتْ إِلَيْهِ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ، وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِعَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرِهِ۔ (مسند احمد: ۲۷٤۱۹)

(دوسری سند) اس میں ہے: سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا، جو آپ ﷺ نے پی لیا، جبکہ اس وقت آپ ﷺ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر عرفہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

(۳۹۸۹) عَنْ عَطَاءٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما دَعَا الْفَضْلَ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى طَعَامٍ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَاتَصُمْ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قُرِّبَ إِلَيْهِ حِلَابٌ، فَشَرِبَ مِنْهُ هٰذَا الْيَوْمَ وَإِنَّ النَّاسَ يَسْتَنُّوْنَ بِكُمْ۔ (مسند احمد: ۲۹٤٦)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرفہ کے دن سیدنا فضل رضی اللہ عنہ کو کھانے کے لیے بلایا، لیکن انھوں نے کہا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: اس دن کو روزہ نہ رکھا کرو، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اسی دن کو دودھ پیش کیا گیا، جو آپ ﷺ نے نوش فرمایا لیا تھا اور لوگ بھی تمہاری اقتداء کرتے ہیں۔

(۳۹۹۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَعَا اَخَاهُ عُبَيْدَ اللّٰهِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى طَعَامٍ، قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: إِنَّكُمْ اَئِمَّةٌ، (وَفِي لَفْظٍ: اَهْلُ بَيْتٍ) يُقْتَدٰى بِكُمْ قَدْ

(دوسری سند) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرفہ کے دن اپنے بھائی عبید اللہ کو کھانے کے لیے بلایا، لیکن انہوں نے کہا: میں روزہ سے ہوں، یہ سن کر انھوں نے کہا: تم لوگ تو دوسروں کے پیشوا اور اہل بیت ہو، اس وجہ سے تمہاری اقتدا کی جاتی

(۳۹۸۷) تخريج: اخرجه البخاری: ۱٦٦۱، ۱۹۸۸، ومسلم: ۱۱۲۳ (انظر: ۲٦۸۸۱)

(۳۹۸۸) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۳۹۸۹) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابويعلى: ۲۷٤٤، ورواية البخاری مختصرة بلفظ: ان عبد الله بن عباس قال للفضل: شرب النبی ﷺ بعرفة۔ (انظر: ۲۹٤٦)

(۳۹۹۰) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ دَعَا بِحِلَابٍ فِی ھٰذَا الْیَوْمِ فَشَرِبَ۔ (مسند احمد: ۳۲۳۹)

ہے، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن کو دودھ منگوا کر پیا تھا۔

فوائد: ......ان احادیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے حج کے موقع پر عرفہ والے دن روزہ نہیں رکھا تھا۔ البتہ حجِ تمتع کرنے والے جس حاجی کے پاس ہدی کا جانور نہیں ہوگا، وہ ذوالحجہ کی (۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳) تاریخوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔

اَلْاِعْتِکَافُ وَفَضْلُ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

اعتکاف اور ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت کا بیان

فَضْلُ الْاِعْتِکَافِ وَبَیَانُ زَمَانِہِ وَمَکَانِہِ

اعتکاف کی فضیلت اور اس کے زمان و مکان کا بیان

اعتکاف: لغوی تعریف: بند رہنا، رکے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا

اصطلاحی تعریف: کسی آدمی کا تمام دنیاوی معاملات ترک کر کے عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے مسجد میں ٹھہرنا۔

(۳۹۹۱) عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ: ((اِنَّ لِلْمَسَاجِدِ اَوْتَادًا، اَلْمَلَائِکَۃُ جُلَسَاؤُھُمْ، اِنْ غَابُوْا یَفْتَقِدُوْھُمْ، وَاِنْ مَرِضُوْا عَادُوْھُمْ، وَاِنْ کَانُوْا فِی حَاجَۃٍ اَعَانُوْھُمْ۔)) (مسند احمد: ۹۴۱۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک بعض لوگ مسجد نشیں ہوتے ہیں کہ فرشتے ان کے ہم نشیں ہوتے ہیں، اگر وہ غائب ہو جائیں تو وہ انھیں تلاش کرتے ہیں، اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو وہ ان کی تیمارداری کرتے ہیں اور اگر انھیں کوئی ضرورت ہو تو وہ ان کی اعانت کرتے ہیں۔''

فوائد: ......نوری مخلوق بھی خاکی مخلوق کی خادم بن سکتی ہے، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ سے لو لگا لی جائے۔ اس سے بڑھ کر کیا کہا جائے کہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، مومنوں کی سجدہ گاہ ہے، وہ کتنی مبارک و مقدس جگہ ہوگی، جہاں برس ہا برس سے اللہ تعالیٰ کی تہلیلات، تسبیحات، تحمیدات اور تکبیرات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جہاں سالہا سال سے اس کے ترتیب شدہ کلام قرآن مجید کی کثرت سے تلاوتیں کی جا رہی ہیں، شیطانوں سے بچنے کے لیے مضبوط قلعہ مسجد ہے۔ جو مسجد سے محبت کرے گا، جو مسجد کو آباد کرنے میں حصہ ڈالے گا، جس کو وہاں سکون نصیب ہوگا، وہ کتنا سعادت مند اور خوش نصیب ہوگا۔ لیکن صد افسوس! امتِ مسلمہ کی کثرت اس منصب سے کوسوں دور ہے اور نمازیوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دو دو چار چار روپے جمع کر کے روایتی ڈیوٹی سر انجام دینے والے بطورِ ملازم ایک امام اور ایک خادم کا اہتمام کر لیا جائے، تو مسجد کے تقاضے پورے ہو جائیں گے۔ ایسا کرنے کے بعد کسی نمازی میں یہ رغبت نہیں رہتی کہ وہ مسجد میں جھاڑو پھیر دے،

(۳۹۹۱) تخریج: قال الالبانی: صحیح (صحیحہ: ۳۴۰۱) (انظر: ۹۴۲۴)

پہلے پہنچ کر اذان دے دے، نمازیوں کے لیے صفیں بچھا دے، وضو کے لیے پانی بھر دے .... اس کے خام دماغ نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ ماہوار پچاس روپے مسجد فنڈ دینے سے وہ بری ء الذمہ ہو گیا ہے۔ قارئین کرام! پنی روز مرہ مصروفیات کا جائزہ لیں اور پھر منصبِ انسانیت اور منصبِ مومنیت کی روشنی میں اپنی حرکات و سکنات معمولات کا جائزہ لیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ ...... وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ ....)) (بخاری، مسلم) ...... ''اللہ تعالیٰ سات قسم کے افراد کو اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا: (ان میں سے ایک قسم یہ ہے:) وہ آدمی جو مسجد سے نکلتا ہے تو اس کا دل مسجد کے ساتھ ہی معلق رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ واپس مسجد میں آ جائے۔''

جہاں ہمیں چاہئے کہ اپنے گھروں میں نفلی نماز پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا اہتمام کریں، لیکن وہاں اس بات کو ہرگز نہ بھولیں کہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کے بھی کچھ تقاضے ہیں، جب ہم کسی قریبی رشتہ دار کے گھر جانے سے تاخیر کرتے ہیں تو وہ مخصوص انداز میں شکوہ کرتا ہے، شاید اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہم سے شکوہ کناں ہوں۔ یہ ایک انتہائی اہم بات ہے اور اس کے لیے عجیب قسم کی رغبت چاہیے کہ ایک آدمی مسجد میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہے اور جب وہ دنیاوی تقاضے پورے کرنے کے لیے جا رہا ہوتا ہے تو اس کا دل مسجد میں ہی لٹکا رہتا ہے، عام نمازی اس شرف سے محروم رہتے ہیں۔

(۳۹۹۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَاتُّخِذَ لَهُ بَيْتٌ مِنْ سَعَفٍ، قَالَ: فَاَخْرَجَ رَاْسَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: ((اِنَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِيْ رَبَّهُ، فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ بِمَا يُنَاجِي رَبَّهُ، وَلَا يَجْهَرْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقِرَاءَةِ۔)) (مسند احمد: ۵۳۴۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا، اس لیے آپ ﷺ کے لیے کھجور کی شاخوں کا ایک حجرہ بنایا گیا، ایک دن آپ ﷺ نے حجرے سے سر نکالا اور فرمایا: ''بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، تم میں سے ہر ایک کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے رب سے کس قسم کی مناجات کر رہا ہے اور کوئی آدمی دوسرے کے پاس بلند آواز میں قراءت نہ کرے۔''

فوائد: ...... کسی نمازی کے پاس بآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کرنا بھی منع ہے، اس سے ان لوگوں کو اپنی حماقت کا اندازہ کر لینا چاہیے جو مسجدوں میں گپیں لگاتے ہیں، جبکہ ان کے ارد گرد لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ معتکف خیر و بھلائی والی باتیں کر سکتا ہے۔

(۳۹۹۲) تخريج: حديث صحيح۔ اخرجه ابن ابی شيبة: ۲/ ۴۸۸، والبزار: ۷۲۶، وابن خزيمة: ۲۲۳۷ (انظر: ۵۳۴۹)

(٣٩٩٣) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی لَیْلٰی عَنْ اَبِیْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ اِعْتَكَفَ فِی قُبَّةٍ مِنْ خُوْصٍ۔ (مسند احمد: ١٩٢٧٢)

سیدنا ابو لیلیٰ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ایک خیمے میں معتکف تھے۔

(٣٩٩٤) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ یَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ (مسند احمد: ٧٧٧١)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی۔

(٣٩٩٥) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَعْتَكِفُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَیَقُوْلُ: ((اِلْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔)) یَعْنِیْ لَیْلَةَ الْقَدْرِ۔ (مسند احمد: ٢٤٧٣٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے، نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''تم شبِ قدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کیا کرو۔''

فوائد: ......اس باب سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے، مزید احکام کا بیان اگلے باب میں آ رہا ہے۔ اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعتکاف واجب نہیں ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں مؤکد مستحب ہے۔ لیکن نذر کا اعتکاف فرض ہو جائے گا اور عدم ادائیگی کی صورت میں قسم والا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

کون سی مسجد میں اعتکاف کیا جائے؟

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِی الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ۔)) ''اعتکاف نہیں ہے، مگر تین مساجد میں۔'' (سنن بیهقی: ٤/ ٣١٦، صحیحه: ٢٧٨٦) تین مساجد سے مراد مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی ہیں۔

بلاشبہ اعتکاف کے لیے صرف مسجد کا ہی انتخاب کیا جائے گا، نہ کہ گھر کا۔ جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے، کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ﴾ (سورۂ بقرہ: ١٨٧)

(٣٩٩٣) تخریج: اسناده ضعیف لضعف علی بن عابس الاسدی۔ اخرجه الطحاوی فی "شرح مشكل الآثار": ٥٠٠٥، والطبرانی فی "الكبیر": ٦٤٢٢ (انظر: ١٩٠٦٢)

(٣٩٩٤) تخریج: اخرجه البخاری: ٢٠٤٤، ٤٩٩٨ (انظر: ٧٧٨٤)

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی۔

(٣٩٩٥) تخریج: اخرجه البخاری: ٢٠١٩، ومسلم: ١١٧٢ (انظر: ٢٤٢٣٣)

''عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔'' چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے مساجد کا عام ذکر کیا ہے، لہٰذا ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہوگا۔

جبکہ امام البانی وغیرہ کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں اعتکاف صرف تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصی) میں جائز ہے، اس حدیث نے آیت کے عموم کو خاص کر دیا ہے۔ جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد افضل اور اکمل اعتکاف ہے جو ان تین مساجد میں کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ۔)) ''جس آدمی میں امانت نہ ہو، اس کا تو کوئی ایمان نہیں ہوتا۔ یعنی اس کا ایمان افضل اور اکمل نہیں ہوتا۔'' (دیکھئے: صحیحہ: ۲۷۸۶) (واللہ اعلم بالصواب) اعتکاف کا اہتمام صرف مسجد میں کیا جائے، عورتوں کے لیے گھروں میں اعتکاف کی کوئی رخصت نہیں ہے، امہات المؤمنین بھی مسجد میں ہی اعتکاف کرتی تھیں، اگر کسی علاقے میں کسی فتنے کا ڈر ہو تو خواتین کو اعتکاف نہیں کرنا چاہیے۔ اعتکاف کی کوئی خاص مقدار یا خاص وقت نہیں ہے، یعنی سال کے کسی بھی مہینے میں اعتکاف کیا جا سکتا ہے، اور معتکف اپنی مرضی کے مطابق کم یا زیادہ دنوں کا تعین کر سکتا ہے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی اور آپ ﷺ نے ان کو یہ نذر پوری کرنے کا حکم دیا تھا۔ اعتکاف کے ساتھ روزہ رکھنے کی شرط لگانا درست نہیں ہے اور نہ روزہ اعتکاف کی نیت میں داخل ہے، اس ضمن میں ذکر کی جانے والی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعا ضعیف ہے۔

وَقْتُ الدُّخُوْلِ فِيْ الْمُعْتَكَفِ وَاسْتِحْبَابُ قَضَاءِ الْاِعْتِكَافِ اِذَا فَاتَ مَنِ اعْتَادَهٗ لِمَانِعٍ

جائے اعتکاف میں داخل ہونے کے وقت کا بیان، نیز جو شخص اس کا عادی ہو اور اس سے بوجہ عذر رہ جائے تو اس کی قضائی کے مستحب ہونے کا بیان

(۳۹۹۶) عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ يُرِيْدُ أَنْ يَعْتَكِفَ فِيْهِ، فَأَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَأَمَرَ فَضُرِبَ لَهُ خِبَاءٌ، وَأَمَرَتْ عَائِشَةُ فَضُرِبَ لَهَا خِبَاءٌ، وَأَمَرَتْ حَفْصَةُ فَضُرِبَ لَهَا خِبَاءٌ، فَلَمَّا رَأَتْ زَيْنَبُ خِبَائَهُمَا أَمَرَتْ فَضُرِبَ لَهَا خِبَاءٌ، فَلَمَّا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَالِكَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو نمازِ فجر پڑھنے کے بعد جائے اعتکاف میں داخل ہوتے، ایک دفعہ آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ کے حکم پر ایک خیمہ نصب کر دیا گیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حکم دیا تو ان کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا، پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا تو ان کے لیے بھی خیمہ نصب کر دیا گیا، جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے خیمے دیکھے تو انہوں نے بھی اپنے لیے خیمہ لگانے کا حکم دیا، پس ان کے لیے بھی خیمہ

(۳۹۹۶) تخریج: اخرجه البخاري: ۲۰٤٥، ومسلم: ۱۱۷۳ (انظر: ۲۵۸۹۷)

قَـالَ: ((آلْبِـرَّ تُـرِدْنَ؟)) فَـلَـمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَـضَـانَ وَاعْتَـكَفَ عَشْـرًا مِـنْ شَـوَّالٍ۔ (مسند احمد: ٢٦٤٢٢)

لگا دیا گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ حال دیکھا تو فرمایا: ''کیا تم نیکی کا ارادہ رکھتی ہو؟'' پھر آپ ﷺ نے اس رمضان میں اعتکاف نہ کیا اور (اس کی قضائی دیتے ہوئے) شوال میں دس دن کا اعتکاف کیا۔

فوائد: ......آپ ﷺ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ امہات المؤمنین کے اعتکاف کی بنیاد فخر اور مقابلہ بازی ہے، اس وجہ سے آپ ﷺ نے سرے سے اعتکاف ہی ترک کر دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کے لیے افضل کام کو بھی چھوڑا جا سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف شروع کر دینے سے یا اس کی نیت کر لینے سے واجب نہیں ہو جاتا۔ آخری عشرے کا آغاز بیسویں روزے کی شام کو ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اعتکاف کرنے والے یہ روزہ افطار کرنے سے پہلے یعنی اکیسویں رات شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے ہیں، لیکن اس حدیث کے ابتدائی حصے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نمازِ فجر پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہوتے تھے، اس اشکال کے درج ذیل مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

(۱) آپ ﷺ پوری اکیسویں رات کو اپنے خیمے سے باہر مسجد میں قیام کرتے رہے، پھر نمازِ فجر پڑھ کر خیمے میں داخل ہوئے، یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔

(۲) اعتکاف کا آغاز ہی نمازِ فجر سے ہوتا ہے، یہ امام اوزاعی اور امام ثوری وغیرہ کا خیال ہے۔

(٣٩٩٧) عَـنْ أُبَـيِّ بْـنِ كَـعْـبٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُـوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَـانَ يَـعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِـرِ مِـنْ رَمَـضَـانَ فَسَـافَـرَ سَنَةً فَلَمْ يَـعْتَكِفْ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا۔ (مسند احمد: ٢١٦٠٠)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے، لیکن ایک سال آپ ﷺ کو ایک سفر کرنا پڑ گیا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اعتکاف نہ کر سکے، پھر آپ ﷺ نے اگلے سال کو بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔

(٣٩٩٨) عَـنْ اَنَسٍ (بْنِ مَالِكٍ) رضي الله عنه قَالَ: كَـانَ الـنَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَـانَ مُـقِيْمًـا اِعْتَكَفَ اَلْـعَشْـرَ الْاَوَاخِـرَ مِـنْ رَمَـضَانَ وَإِذَا سَافَرَ اِعْتَكَفَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ عِشْرِيْنَ۔ (مسند احمد: ١٢٠٤٠)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مقیم ہوتے تو ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے، لیکن اگر اس دوران سفر پر چلے جاتے تو اگلے سال بیس دن کا اعتکاف کرتے۔

(٣٩٩٧) اسناده صحيح على شرط مسلم۔ اخرجه ابوداود: ٢٤٦٣، وابن ماجه: ١٧٧٠ (انظر: ٢١٢٧٧)

(٣٩٩٨) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه الترمذى: ٨٠٣ (انظر: ١٢٠١٧)

فوائد: ……معلوم ہوا کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف رہ جائے تو اگلے رمضان میں یا اس سے پہلے کسی اور مہینے میں اس کی قضائی دی جا سکتی ہے۔

(۳۹۹۹) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ وَالْعَشْرَ الْاَوْسَطَ، فَمَاتَ حِيْنَ مَاتَ يَعْتَكِفُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا۔ (مسند احمد: ۹۲۰۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان کے آخری اور درمیانی دو عشروں کا اعتکاف کرتے تھے، جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ بیس دنوں کا اعتکاف کرتے تھے۔

فوائد: ……اس حدیثِ مبارکہ میں مذکورہ بیس دنوں کے اعتکاف کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

(۱) آپ ﷺ نے عمر کے آخری حصے میں زیادہ خیر و بھلائی جمع کرنے کے لیے اعتکاف کی مقدار میں اضافہ کیا۔

(۲) ممکن ہے کہ اس باب کی دوسری یا تیسری حدیث کے مطابق دی گئی قضائی ان ہی دنوں پیش آئی ہو۔

(۳) ہر رمضان میں جبرائیل علیہ السلام، آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ کی وفات والے سال میں یہ دور دو دفعہ کیا تھا، ممکن ہے کہ اس وجہ سے آپ ﷺ نے بیس روز کا اعتکاف کیا ہو۔ جو معنی بھی کیا جائے، یہ مسئلہ اپنی جگہ پر تسلیم شدہ ہے کہ اعتکاف کی قضائی دینا بھی درست ہے اور دس دنوں سے زیادہ اعتکاف کرنا بھی درست ہے۔

مَایَجُوْزُ فِعْلُهُ لِلْمُعْتَكِفِ وَمَا لَايَجُوْزُ
معتکف کے لیے جائز اور ناجائز امور کا بیان

(٤٠٠٠) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُجَاوِرُ فِي الْمَسْجِدِ فَيُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔ (مسند احمد: ٢٤٧٤٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں اعتکاف کرتے تو اپنا سر مبارک میری طرف جھکاتے اور میں آپ ﷺ کی کنگھی کرتی، جبکہ میں ان دنوں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

(٤٠٠١) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فَيُخْرِجُ إِلَيَّ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔ (مسند احمد: ٢٤٥٤٢)

(دوسری سند) وہ کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو آپ ﷺ مسجد سے میری طرف اپنا سر مبارک نکالتے، پھر میں اس کو دھوتی، جبکہ میں حائضہ ہوتی۔

(۳۹۹۹) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۰٤٤، ٤٩٩٨ (انظر: ۹۲۱۲)

(٤٠٠٠) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۰۲۸، ومسلم: ۲۹۷ (انظر: ٢٤٢٣٨)

(٤٠٠١) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

فوائد: ...... معلوم ہوا کہ حائضہ خاتون کا جسم پاک ہوتا ہے، البتہ حیض کا خون ناپاک ہوتا ہے، اس لیے یہ خون کپڑے اور جسم کے جس حصے پر لگ جائے گا، وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔

(۴۰۰۲) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم مُعْتَكِفًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، قُلْتُ: فَغَسَلْتُ رَأْسَهُ وَإِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ عَتَبَةَ الْبَابِ۔ (مسند احمد: ۲۶۵۱۱)

سیدہ عائشہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم انسانی ضرورت کے علاوہ گھر میں نہیں آتے تھے، اور جب میں آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم کا سر مبارک دھوتی تو میرے اور آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم کے درمیان دروازے کی دہلیز ہوتی تھی۔

(۴۰۰۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ:) اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم لَيُدْخِلَ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ إِلَّا إِذَا أَرَادَ الْوُضُوءَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ۔ (مسند احمد: ۲۶۶۳۱)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم میری طرف اپنا سر کرتے، پھر میں آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم کی کنگھی کرتی، جبکہ آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے اور انسانی ضرورت (یعنی بول و براز) کے علاوہ گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے، الّا یہ کہ وضو کرنے کا ارادہ ہوتا تو آ جاتے۔

(۴۰۰۴) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا قَالَتْ: وَإِنْ كُنْتُ لَأَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ، وَالْمَرِيْضُ فِيْهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَارَّةٌ، وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ قَالَ: يُوْنُسُ، إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا۔ (مسند احمد: ۲۵۰۲۶)

سیدہ عائشہ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: جب میں اعتکاف کے دوران بوجۂ ضرورت گھر جاتی اور وہاں کوئی مریض ہوتا تو میں چلتے چلتے ہی اس کا حال دریافت کر لیتی، اور رسول اللہ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میری طرف کرتے اور میں کنگھی کر دیا کرتی اور ایسی حالت میں آپ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم صرف انسانی ضرورت کی خاطر گھر تشریف لاتے تھے۔

(۴۰۰۵) عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ (زَوْجِ النَّبِيِّ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم وَ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا) قَالَتْ:

زوجۂ رسول سیدہ صفیہ بنت حیی ‌رضی ‌اللہ ‌عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ‌صلی ‌اللہ ‌علیہ ‌وآلہ ‌وسلم اعتکاف میں تھے، میں رات کے وقت

(۴۰۰۲) تخريج: اخرجه البخاري: ۲۹۵، ۲۰۲۸، ۵۹۲۵، ومسلم: ۲۹۷ (انظر: ۲۵۹۸٤)

(۴۰۰۳) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۰۰٤) تخريج: اخرجه البخاري: ۲۰۲۹، ومسلم: ۲۹۷ (انظر: ۲٤۵۲۱)

(۴۰۰۵) تخريج: اخرجه البخاري: ۳۲۸۱، ومسلم: ۲۱۷۵ (انظر: ۲۶۸۶۳)

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِي يَقْلِبُنِي وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ ﷺ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ۔)) فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَرًّا، أَوْ، قَالَ: شَيْئًا۔)) (مسند احمد: ٢٧٤٠٠)

آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے آئی، آپ ﷺ سے باتیں کیں، پھر جب میں اٹھ کر واپس جانے لگی تو آپ ﷺ مجھے واپس پہنچانے کے لیے میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی رہائش گاہ اس مقام میں تھی، جو بعد میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا گھر بن گیا تھا، اتنے میں دو انصاری آدمیوں کا وہاں سے گزر ہوا، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو وہ جلدی سے گزرنے لگے، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ (اور پہلے والی چال ہی چلو)، یہ خاتون میری اہلیہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہے۔'' انہوں نے کہا: سبحان اللہ، (بڑا تعجب ہے) اے اللہ کے رسول! (اس وضاحت کی کیا ضرورت ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، اس لیے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی برا خیال ڈال دے۔''

فوائد: ......اس حدیثِ مبارکہ سے ایک انتہائی اہم بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ بندے کو تہمت گاہوں سے بچنا چاہیے، دیکھیں نبی کریم ﷺ یہ وضاحت کر رہے ہیں کہ جو خاتون آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہے، وہ آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہے اور ساتھ ساتھ اس کی وجہ بھی بیان کر دی کہ ہو سکتا ہے کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں کوئی برا خیال ڈال دے اور جس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے ''لمحوں نے خطا کی، صدیوں نے سزا پائی'' کا مصداق بننا پڑے۔

ان احادیث سے معتکف کے لیے درج ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں:

اعتکاف کے دوران سر کو دھونا اور کنگھی کرنا جائز ہے، یہ خدمت بیوی سے بھی لی جا سکتی ہے، بول و براز کے لیے مسجد سے نکلا جائے گا، آخری حدیث، حدیث نمبر (۳۹۹۲) اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر خیر والی بات کی جا سکتی ہے، اتفاقاً کسی مریض کا حال پوچھ لینا اور تہمت سے بچنے کے لیے بات کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے، میاں بیوی بھی خیر و بھلائی والی باتیں کر سکتے ہیں، ہر اس ضرورت کے لیے مسجد سے نکلا جا سکتا ہے، جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو، مثلاً: جمعہ پڑھنے کے لیے جانا، قے اور خون وغیرہ آ جانا، ضروری دوا لینا، اگر کھانے پینے کی ضروری چیزیں لانے کی صورت میں تعاون کرنے والا کوئی آدمی نہ ہو تو اس مقصد کے لیے مسجد سے نکلنا، احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کے لیے جانا۔ اگر آسانی کے ساتھ معالج کا مسجد میں آنا ممکن ہو تو یہی صورت اختیار کی جائے۔ معتکف کا سپیشل تیمار داری کے لیے یا جنازہ پڑھنے کے لیے جانا اس سے متعلقہ ضروریات میں سے نہیں ہے، اگر نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جائے یا

اتفاقاً کسی مریض سے ملاقات ہو جائے تو یہ نماز بھی پڑھنی چاہیے اور مریض کا حال بھی پوچھ لینا چاہیے۔ مزید اگر کوئی ضرورت پڑے تو معتکف حضرات کو اہل علم سے رابطہ کرنا چاہیے۔

عصرِ حاضر میں معتکف لوگوں میں پانچ ایسی بڑی مفسدیں پائی جا رہی ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ اعتکاف کی روح اورغرض و غایت سے مکمل طور پر محروم نظر آتے ہیں:

(۱) جائے اعتکاف میں ٹھہرنے کا اہتمام نہ کرنا

(۲) ایک ایک خیمے میں ایک سے زائد لوگوں کا گھس جانا

(۳) خوب باتیں کرنا، جن کی وجہ سے مسجد کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے اور دوسرے نمازی لوگ بھی بری طرح متأثر ہوتے ہیں۔

(۴) اعتکاف کے اختتام پر پھولوں کے ہار ڈالنا، مبارکباد، ملاقات اور استقبال کے لمبے چوڑے سلسلے قائم کرنا۔

(۵) غسل، مسواک، ٹوتھ برش، وضو اور برتن وغیرہ دھونے کے بہانے کافی سارا وقت مسجد کی حدود سے باہر صرف کرنا۔

اعتکاف کے بارے میں ایک اور حدیث:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سنت یہ ہے کہ معتکف مریض کی تیمارداری نہ کرے، جنازے کے لیے نہ جائے، بیوی کو نہ چھوئے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور صرف اس ضرورت کے لیے مسجد سے نکلے، جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو، اور اعتکاف صرف روزے کے ساتھ ہوتا ہے اور صرف جامع مسجد میں ہوتا ہے۔ (ابوداود: ۲۴۷۳، لیکن یہ روایت امام زہری کے مدلس ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

جَوَازُ اعْتِکَافِ النِّسَاءِ حَتَّی الْمُسْتَحَاضَةِ

استحاضہ والی خاتون سمیت عورتوں کے اعتکاف کے جواز کا بیان

(٤٠٠٦) عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ اَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَاَذِنَ لَهَا، فَاَمَرَتْ بِبِنَائِهَا فَضُرِبَ وَسَاَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَفَعَلَتْ، فَاَمَرَتْ بِبِنَائِهَا، فَضُرِبَ، فَلَمَّا

زوجۂ رسول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا ذکر کیا، یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے اعتکاف کی اجازت لی، آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، پھر انہوں نے اپنے لیے ایک خیمے کا حکم دیا، جو نصب کر دیا گیا، اس کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ اس کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ سے اعتکاف کی اجازت

(٤٠٠٦) تخريج: اخرجه البخاري: ٢٠٤٥، ومسلم: ١١٧٣ (انظر: ٢٤٥٤٤)

رَاَتْ ذَالِكَ زَيْنَبُ اَمَرَتْ بِبِنَائِهَا فَضُرِبَ، قَالَتْ: وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلّٰى اِنْصَرَفَ، فَبَصُرَ بِالْاَبْنِيَةِ، فَقَالَ: ((هٰذِهِ؟)) قَالُوْا: بِنَاءُ عَائِشَةَ، وَحَفْصَةَ، وَزَيْنَبَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((آلبِرَّ اَرَدْتُنَّ بِهٰذَا؟ مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ۔)) فَرَجَعَ فَلَمَّا اَفْطَرَ اِعْتَكَفَ عَشْرَ شَوَّالٍ۔ (مسند احمد: ٢٥٠٥١)

طلب کریں۔انہوں نے اجازت لی لے، چنانچہ انہوں نے بھی اپنے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، جو نصب کر دیا گیا۔ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ کچھ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنا خیمہ لگوا لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو یہ خیمے دیکھ کر پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ یہ سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہن کے اعتکاف کیلئے خیمے لگائے گئے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس سے تمہارا مقصود نیکی کا ہے؟ میں نے اب اعتکاف نہیں کرنا۔'' پھر آپ ﷺ واپس آ گئے اور جب ماہِ رمضان سے فارغ ہوئے تو شوال کے دس دنوں کا اعتکاف کیا۔

فوائد: ......اگر چہ آپ ﷺ نے مصلحت کے لیے اعتکاف ترک کر دیا تھا، لیکن یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ خواتین کے لیے جائے اعتکاف بھی مسجد ہی ہے۔ اگر کوئی خاتون اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو وہ خاوند سے اجازت لے۔

(٤٠٠٧) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: اِعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِمْرَاَةٌ مِنْ اَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةٌ فَكَانَتْ تَرَى الصُّفْرَةَ وَالْحُمْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي۔ (مسند احمد: ٢٥٥١٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی ایک اہلیہ نے اعتکاف کیا، حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں، ان کو زردی اور سرخی مائل خون آتا تھا، بسا اوقات تو ہم ان کے نیچے تھال رکھتیں، جبکہ وہ نماز ادا کر رہی ہوتی تھیں۔

فوائد: ......استحاضہ: وہ خون ہے، جو کسی رگ کے پھٹنے کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ سے خارج ہوتا ہے، یہ خون حیض اور نفاس کے خون کے علاوہ ہوتا ہے، ایسی عورت کو مستحاضہ کہتے ہیں اور یہ صوم وصلاۃ سے مستثنی نہیں ہوتی۔

(٤٠٠٨) وَعَنْهَا اَيْضًا قَالَتْ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔ (مسند احمد: ٢٥١٢٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔

(٤٠٠٧) تخريج: اخرجه البخاری: ٣١٠، ٢٠٣٧ (انظر: ٢٤٩٩٨)

(٤٠٠٨) تخريج: اخرجه البخاری: ٢٠٢٦، ومسلم: ١١٧١ (انظر: ٢٤٦١٣)

فوائد: ......اعتکاف کا محل مسجد ہی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۸۷)...... ''عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔'' اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کی مردوں اور عورتوں میں جائے اعتکاف کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، جو خواتین اعتکاف کرنے کی خواہش مند ہوں، وہ مسجد میں ہی اعتکاف کریں۔ عہدِ نبوی میں عورتوں کا اعتکاف بھی مسجد میں ہی ہوتا تھا، اگر کسی علاقے میں کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو خواتین اعتکاف نہ کریں، فتنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ مسئلہ کو تبدیل کر کے گھروں میں اعتکاف کا اہتمام شروع کر دیں۔

اَلْاِجْتِهَادُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ
ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں بھرپور کوشش کے ساتھ عبادت کرنے کا بیان

(٤٠٠٩) عَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوْقِظُ اَهْلَهُ (وَفِي لَفْظٍ: نِسَاءَهُ) فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔ (مسند احمد: ٧٦٢)

سیدنا علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں اپنے اہل وعیال کو عبادت کے لیے بیدار رکھتے تھے۔

(٤٠١٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَيْقَظَ اَهْلَهُ وَرَفَعَ الْمِئْزَرَ، (وَفِي لَفْظٍ: وَشَدَّ الْمِئْزَرَ) قِيْلَ لِاَبِي بَكْرٍ: مَا رَفَعَ الْمِئْزَرَ؟ قَالَ: اِعْتِزَالُ النِّسَاءِ۔ (مسند احمد: ١١٠٣)

(دوسری سند) جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے اہل وعیال کو بیدار رکھتے اور چادر کس لیا کرتے تھے، ابوبکر بن عیاش سے کسی نے پوچھا: چادر کس لینے کا مفہوم کیا ہے؟ انھوں نے کہا: بیویوں سے علیحدگی۔

(٤٠١١) عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ ؓ تَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَا اللَّيْلَ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔ (مسند احمد: ٢٤٦٣٢)

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ماہِ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ رات کو خود بھی بیدار رہتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگا کر رکھتے اور چادر کس لیتے تھے۔

(٤٠١٢) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ): قَالَتْ:

(دوسری سند) سیدہ عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ ماہِ رمضان کے

(٤٠٠٩) تخريج: اسناده حسن۔ اخرجه الترمذي: ٧٩٥ (انظر: ٧٦٢)

(٤٠١٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٠١١) تخريج: اخرجه البخاري: ٢٠٢٤، ومسلم: ١١٧٤ (انظر: ٢٤١٣١)

(٤٠١٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

كَـانَ يَخْلِطُ فِي الْعِشْرِيْنَ الْأُوْلَى النَّبِيُّ ﷺ مِـنْ نَـوْمٍ وَصَلَاةٍ، فَإِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ جَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔ (مسند احمد: ٢٤٨٩٤)

پہلے بیس دنوں میں نبی کریم ﷺ رات کو سوتے بھی تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے، لیکن جب آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو عبادت میں خوب محنت کرتے اور چادر کس لیتے۔

(٤٠١٣) (وَعَـنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔ (مسند احمد: ٢٥٠٣٣)

(تیسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کرنے میں جو محنت کرتے تھے، وہ باقی دنوں میں نہ کرتے تھے۔

فوائد: ......ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرے کی راتوں کو خوب عبادت کی جائے اور آل اولاد کو بھی اس مقصد کے لیے بیدار رکھا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شب ِ قدر بھی اسی عشرے میں ہے اور یہ رمضان کا آخر بھی ہے اور عام لوگوں نے رہی سہی کی بیشی کو بھی اسی دھاکے میں پورا کرنا ہے۔ آج کل اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ اس عشرے کی راتوں کو نوافل کا اور شب ِ قدر کے قیام کے لیے بیدار رہنے کا اہتمام کرتے ہیں تو ان کا بیشتر وقت گپ شپ لگانے اور چائے وائے پینے میں گزر جاتا ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَمَا جَاءَ فِيْ فَضْلِهَا وَفِيْ أَيِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ تَكُوْنُ

شب ِ قدر اور اس کی فضیلت کا بیان، نیز اس امر کا بیان کہ وہ ماہِ رمضان کی کونسی رات ہوتی ہے

فَضْلُهَا وَمَا يَقُوْلُ مَنْ رَآهَا

شب ِ قدر کی فضیلت اور اس رات کی خصوصی دعاء کا بیان

(٤٠١٤) عَـنْ أَبِـي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَـالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَـنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَـابًـا غُـفِـرَ لَـهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔)) (مسند احمد: ٧٢٧٨)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بحالت ِ ایمان اور اجر وثواب کے حصول کی خاطر ماہِ رمضان کا قیام کیا، اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

(٤٠١٥) (وَعَـنْـهُ مِـنْ طَـرِيْقٍ ثَانٍ، بِمِثْلِهِ وَفِيْـهِ) ((فَـإِنَّـهُ يُغْفَرُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) بَـدَلَ قَوْلِهِ فِي الطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى: ((غُفِرَ لَهُ)) (مسند احمد: ٩٢٧٨)

(دوسری سند) اوپر والی حدیث کی طرح ہے، البتہ اس میں "غُفِرَ" کی بجائے "یُغْفَرُ" کے الفاظ ہیں۔

(٤٠١٣) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٤٠١٤) تخریج: اخرجه البخاری: ٢٠١٤ (انظر: ٧٢٨٠)

(٤٠١٥) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٤٠١٦) عَنْ عَائِشَةَ ﷞ قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنْ وَافَقْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ: ((تَقُوْلِيْنَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔)) (مسند احمد: ٢٥٨٩٨)

سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: اے اللہ کے رسول! اگر میں شب ِ قدر کو پالوں تو کونسی دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا کرنا: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔ (اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف کر دے۔)''

فوائد: ......شب ِقدر انتہائی عظمت وفضیلت والی رات ہے، اس کی فضیلت کو معلوم کرنے کے لیے سورۂ قدر کو سمجھ لینا ہی کافی ہے، جس کے مطابق اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، یقیناً اس رات کا قیام فرض نہیں ہے، لیکن جو شخص قیام کر کے اس میں موجود خیر و بھلائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا، اس کے بارے میں آپ ﷺ کی حدیث ِ مبارکہ یہ ہے: سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ماہِ رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ جَاءَ كُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُغْلَقُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ، وَتُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ، فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔)) (نسائی: ٤/ ١٢٩، مسند احمد: ٩٤٩٣، حديث صحيح، وهذا اسناد منقطع)

''ماہِ رمضان شروع ہو چکا ہے، یہ ایک بابرکت مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس ماہ کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو بھی قید کر دیا جاتا ہے، اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے کہ وہ ایک ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، جو اس رات کی برکت سے محروم رہا، وہ محروم قرار پائے گا۔''

اس باب کی آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ اس رات کا اللہ تعالیٰ کی معافی کے ساتھ گہرا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ کے سوال پر صرف اس دعا کی تعلیم دی:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔ ترجمہ: اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف کر دے۔

(٤٠١٦) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه الترمذي: ٣٥١٣ (انظر: ٢٥٣٨٤)

اِنَّهَا فِي الْعَشْرِ اَوِ السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کے آخری دس یا سات دنوں میں شب قدر کے ہونے کا بیان

تنبیہ: شب قدر کے تعین کے لیے اور پھر اس تعین پر اٹھنے والے اعتراضات کے لیے اگلے سات ابواب کا مطالعہ ضروری ہے، ہم ان سات ابواب کے بعد تمام احادیث کا خلاصہ قلم بند کریں گے۔

(٤٠١٧) عَنْ اَبِي ذَرٍّ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخْبِرْنِيْ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَفِي رَمَضَانَ هِيَ اَوْ فِي غَيْرِهِ؟، قَالَ: ((بَلْ، هِيَ فِي رَمَضَانَ۔)) قَالَ: قُلْتُ: تَكُوْنُ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ مَا كَانُوْا، فَإِذَا قُبِضُوْا رُفِعَتْ اَمْ هِيَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((بَلْ هِيَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ: قُلْتُ: فِي اَيِّ رَمَضَانَ هِيَ؟ قَالَ: ((اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ، اَوْ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔)) ثُمَّ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَدَّثَ ثُمَّ اهْتَبَلْتُ غَفْلَتَهُ، قُلْتُ: فِي اَيِّ الْعِشْرِيْنَ هِيَ؟ قَالَ: ((اِبْتَغُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، لَا تَسْاَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا۔)) ثُمَّ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَدَّثَ ثُمَّ اهْتَبَلْتُ غَفْلَتَهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ بِحَقِّي عَلَيْكَ لَمَا اَخْبَرْتَنِيْ فِي اَيِّ الْعَشْرِ هِيَ؟ قَالَ: فَغَضِبَ عَلَيَّ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ مِثْلَهُ مُنْذُ صَحِبْتُهُ اَوْ صَاحَبْتُهُ، كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَ: ((اِلْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، لَا تَسْاَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! مجھے شب قدر کے بارے میں بتلائیں کہ یہ ماہِ رمضان میں ہوتی ہے یا کسی اور مہینے میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ماہِ رمضان میں ہوتی ہے۔'' میں نے کہا: کیا یہ رات اس وقت تک ہوتی ہے، جب تک اللہ کے نبی دنیا میں موجود ہوں اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو یہ بھی اٹھالی جاتی ہے یا یہ قیامت تک باقی رہے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، یہ تو قیامت تک باقی رہے گی۔'' میں نے کہا: یہ ماہِ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے پہلے یا آخری عشرہ میں تلاش کرو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے مختلف باتیں بیان کیں، لیکن بیچ میں میں نے آپ ﷺ کی مصروفیت سے وقتی عدم توجہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے اچانک یہ سوال کر دیا کہ ان بیس راتوں میں سے کونسی شب قدر ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے آخری دس راتوں میں تلاش کرو، اب اس کے بعد مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔'' پھر آپ ﷺ نے مزید گفتگو جاری رکھی اور میں نے پھر موقع پا کر اور آپ کی مصروفیت سے وقتی عدم توجہ کو غنیمت جان کر یہ سوال کر دیا کہ اے اللہ کے رسول! میرا آپ ﷺ پر جو حق ہے، میں اس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتلا دیں کہ

(٤٠١٧) تخريج: اسناده ضعيف، مرثد بن عبد الله الزماني، لم يرو عنه سوى ابنه مالك، قال الذهبي: فيه جهالة، وذكره ابن حبان في "الثقات" اخرجه النسائي في "الكبرى": ٣٤٢٧، والبزار في "مسنده": ٤٠٦٨، وابن خزيمة: ٢١٧٠، والحاكم: ١/ ٤٣٧، والبيهقي: ٤/ ٣٠٧ (انظر: ٢١٤٩٩)

بَعْدَهَا۔)) (مسند احمد: ۲۱۸۳۱)

ان دس راتوں میں قدر والی رات کون سی ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو مجھ پر اس قدر غصہ آیا کہ جب سے میں آپ ﷺ کی صحبت میں تھا، کبھی بھی آپ ﷺ مجھ پر اس قدر غضبناک نہیں ہوئے تھے، بہرحال پھر آپ ﷺ نے جواب دیتے ہوئے فرما دیا کہ: ''تم اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرو، اب اس کے بعد کوئی سوال نہ کرنا۔''

فوائد: ......سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ قدیم صحبت والے تھے، آپ ﷺ کے غصے کی وجہ ان کا اصرار کے ساتھ سوال کرنا تھا، حالانکہ آپ ﷺ ان کو منع بھی کر چکے تھے، لیکن شبِ قدر کی معرفت اور حصول علم کی حرص ان کو مزید سوال پر آمادہ کر رہی تھی۔

(۴۰۱۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَرَوْنَ الرُّؤْيَا فَيَقُصُّونَهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنِّي أَوْ قَالَ: أَسْمَعُ رُؤْيَا كُمْ تَوَاطَأَتْ عَلَى السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَحَرِّيَهَا، فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔)) (مسند احمد: ۴۴۹۹)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگ مختلف خواب دیکھتے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کرتے، ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے خواب سن رہا ہوں، یہ ماہِ رمضان کی آخری سات راتوں سے موافقت رکھتے ہیں، لہٰذا تم میں سے جو آدمی شبِ قدر کو تلاش کرنا چاہتا ہے، وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔''

(۴۰۱۹) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِلْتَمِسُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ، فِي التِّسْعِ الْغَوَابِرِ۔)) (مسند احمد: ۴۹۲۵)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم شبِ قدر کو آخری دس یا آخری نو راتوں میں تلاش کیا کرو۔''

(۴۰۲۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ أَقْبَلَ إِلَيْهِمْ مُسْرِعًا، قَالَ: حَتّٰى أَفْزَعَنَا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَلَمَّا انْتَهٰى إِلَيْنَا قَالَ: جِئْتُ مُسْرِعًا أُخْبِرُكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَأُنْسِيْتُهَا

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اتنی تیزی سے صحابہ کی طرف آئے کہ ہم آپ ﷺ کی جلدی کو دیکھ کر گھبرا گئے، جب آپ ﷺ ہمارے پاس پہنچے تو فرمایا: ''میں تمہیں شبِ قدر سے آگاہ کرنے کے لیے تیزی

(۴۰۱۸) تخریج: اخرجه البخاری: ۲۰۱۵، ومسلم: ۱۱۶۵ (انظر: ۴۴۹۹)

(۴۰۱۹) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۴۰۲۰) تخریج: صحیح لغیرہ۔ اخرجه الطبرانی: ۱۲۶۲۱ (انظر: ۲۳۵۲)

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَلٰكِنْ اِلتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔)) (مسند احمد: ٢٣٥٢)

سے آ رہا تھا، لیکن جو چیز تمہیں بتانا چاہتا تھا وہ راستہ میں مجھے بھلا دی گئی، بہرحال تم اس رات کو ماہِ رمضان کے آخری دھاکے میں تلاش کیا کرو۔‘‘

فوائد: ...... بھول جانے کی وجہ یہ تھی کہ دو آدمی جھگڑ رہے تھے، جب آپ ﷺ اُدھر مصروف ہوئے تو شب قدر کی علامتیں بھلا دی گئیں۔

(٤٠٢١) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اُطْلُبُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَإِنْ غُلِبْتُمْ، فَلَا تُغْلَبُوْا عَلَى السَّبْعِ الْبَوَاقِيْ۔)) (مسند احمد: ١١١١)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم شبِ قدر کو ماہِ رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کیا کرو، اگر تم ایسا کرنے سے مغلوب ہو جاؤ تو آخری سات دنوں میں اس کو تلاش کرنے سے پیچھے نہ رہنا۔‘‘

اِنَّهَا الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ فِي الْوِتْرِ مِنْهَا اَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ وَذِكْرُ اَمَارَاتِهَا

شبِ قدر کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہونے یا ماہِ رمضان کی آخری رات ہونے اور اس کی علامتوں کا بیان

(٤٠٢٢) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْبَوَاقِيْ مَنْ قَامَهُنَّ اِبْتِغَاءَ حِسْبَتِهِنَّ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَغْفِرُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ، وَهِيَ لَيْلَةُ وِتْرٍ تِسْعٍ، اَوْ سَبْعٍ اَوْ خَامِسَةٍ اَوْ ثَالِثَةٍ، اَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ۔)) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ اَمَارَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَنَّهَا صَافِيَةٌ بَلْجَةٌ، كَاَنَّ فِيْهَا قَمَرًا سَاطِعًا، سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ، لَا بَرْدَ فِيْهَا وَلَا حَرَّ، وَلَا يَحِلُّ لِكَوْكَبٍ اَنْ يُرْمٰى بِهِ

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’شبِ قدر، ماہِ رمضان کی آخری دس راتوں میں ہے، جو آدمی اجروثواب کی خاطر ان دس راتوں میں قیام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا، یہ رات طاق راتوں یعنی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسویں کو ہوگی۔‘‘ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ’’شبِ قدر کی علامت یہ ہے کہ یہ رات صاف اور روشن ہوتی ہے، گویا اس میں چاند چمک رہا ہے، انتہائی پرسکون ہوتی ہے، اس رات میں سردی ہوتی ہے نہ گرمی، اس رات کو صبح تک کسی تارے کو نہیں پھینکا جاتا اور جب صبح کو سورج طلوع ہوتا

(٤٠٢١) تخریج: صحیح لغیرہ (انظر: ١١١١)

(٤٠٢٢) تخریج: الشطر الاول من الحدیث حسن، والشطر الثانی محتمل للتحسین لشواھدہ، وفی ھذا السند بقیہ بن الولید یدلس تدلیس التسویة (انظر: ٢٢٧٦٥)

فِيهَا حَتّٰى تُصْبِحَ ، وَإِنَّ اَمَارَتَهَا اَنَّ الشَّمْسَ صَبِيْحَتَهَا تَخْرُجُ مُسْتَوِيَةً ، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، وَلَا يَحِلُّ لِلشَّيْطَانِ اَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ)) (مسند احمد: ۲۳۱٤٥)

ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی، وہ چودھویں کے چاند کی مانند ہوتا ہے اور اس روز اس کے طلوع ہوتے وقت شیطان اس کے سامنے نہیں آتا۔"

فوائد: ......حدیث کے اس جملے "وَهِيَ لَيْلَةُ وِتْرٍ تِسْعٍ ، اَوْ سَبْعٍ اَوْ خَامِسَةٍ اَوْ ثَالِثَةٍ ، اَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ۔" کے معانی یہ ہیں: ''قدر والی رات نویں یا ساتویں یا پانچویں یا تیسری یا آخری رات ہوتی ہے۔'' یہ دراصل عربوں کا ایک خاص انداز ہے کہ جب کسی ماہ کا نصف حصہ گزر جائے تو وہ آسانی کے لیے اس کی تاریخ کو آخر سے گننا شروع کر دیتے ہیں، اس حدیث میں ''نویں'' سے مراد یہ ہے کہ جب مہینہ کے (۹) دن باقی ہوں، علی ہذا القیاس، ہم نے اپنے رواج کو دیکھ کر اس ٹکڑے کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''یہ رات طاق راتوں یعنی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسوں کو ہوگی۔'' ''اس رات کو صبح تک کسی تارے کو نہیں پھینکا جاتا'' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رات کو کلمات کی چوری کرنے کے لیے شیطان کو آسمان کی طرف چڑھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

شب قدر کی جتنی علامتیں اس حدیث میں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے درج ذیل دو علامتوں کے ذریعے اس رات کا اندازہ کر لینا ہمارے بس میں ہے:

(۱) رات کا صاف اور روشن ہونا، انتہائی پرسکون ہونا اور اس رات کو سردی کا ہونا نہ گرمی کا۔

(۲) جب صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی، وہ چودھویں کے چاند کی مانند ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمانا کہ ''اس رات کو صبح تک کسی تارے کو نہیں پھینکا جاتا۔'' اس سے مراد شہابِ ثاقب ہے، جو آسمان کی باتیں چرانے کے لیے وہاں پہنچ جانے والے شیطانوں پر فائر کیا جاتا ہے، چونکہ شب قدر کو فرشتوں کا کثرت سے نزول ہو رہا ہوتا ہے، اس لیے یہ شیطان آسمان کی طرف چڑھنے کی جرأت ہی نہیں کرتے۔

(٤٠٢٣) وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ: اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ، فَقَالَ: ((هِيَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَإِنَّهَا فِي وِتْرٍ لَيْلَةِ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ اَوْ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شب قدر کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ رات ماہِ رمضان میں ہوتی ہے، پس تم اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اس عشرے کی بھی طاق راتوں میں، یعنی اکیسویں یا تیسویں یا پچیسویں یا

(٤٠٢٣) تخريج: حديث حسن دون قوله: "او فى آخر ليلة"، وهذا اسناده فيه عبد الله بن محمد بن عقيل ضعيف، وعمر بن عبد الرحمن لم يرو عنه غير ابن عقيل، فهو فى عداد المجهولين، وذكره ابن حبان فى "الثقات" أخرجه الشاشى فى "مسنده": ١٢٨٨ (انظر: ٢٢٧٦٣)

سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، مَنْ قَامَهَا احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ وَمَا تَاَخَّرَ)۔)) (مسند احمد: ۲۳۱٤۳)

ستائیسویں یا رمضان کی آخری رات میں، جس نے اجر و ثواب کے حصول کے لیے اس رات قیام کیا، اس کی اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

فــوائــد: ...... چونکہ انتیس روزوں کے بعد چاند کی نظر آنے کی توقع ہوتی ہے، اس لیے انتیسویں رات کو آخری رات قرار دیا گیا ہے۔

(٤٠٢٤) عَنْ اَبِي بَكْرَةَ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ لِتِسْعٍ يَبْقَيْنَ، اَوْ لِسَبْعٍ يَبْقَيْنَ اَوْ لِخَمْسٍ اَوْ ثَلَاثٍ اَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ۔)) (مسند احمد: ۲۰٦٤۷)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس رات کو آخری عشرہ میں تلاش کرو، یعنی جب ماہِ رمضان کے نو دن یا سات دن یا پانچ دن یا تین دن باقی ہوں یا پھر اس ماہ کی آخری رات کو۔''

اِنَّهَا فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کے ہونے کا بیان

(٤٠٢٥) عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: ذُكِرَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ عِنْدَ اَبِي بَكْرَةَ ﷺ، فَقَالَ: مَا اَنَا بِمُلْتَمِسِهَا بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا فِي عَشْرِ الْاَوَاخِرِ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ مِنْهُ۔)) قَالَ: فَكَانَ اَبُوْ بَكْرَةَ يُصَلِّيْ فِي الْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ كَصَلَاتِهِ فِي سَائِرِ السَّنَةِ، فَاِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اِجْتَهَدَ۔ (مسند احمد: ۲۰٦۸۸)

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پاس شبِ قدر کا ذکر ہوا، انہوں نے کہا: میں تو اس رات کو صرف آخری عشرے میں تلاش کروں گا، کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ رمضان کے پہلے بیس دنوں میں تو پورے سال والی عادت کے مطابق نماز پڑھتے، لیکن جب آخری عشرے کا آغاز ہو جاتا تو عبادت میں خوب محنت کرتے۔''

(٤٠٢٤) تخريج: اسناده صحيح۔ أخرجه الترمذى: ۷۹٤ (انظر: ۲۰۳۷٦)
(٤٠٢٥) تخريج: اسناده صحيح۔ اخرجه الترمذى: ۷۹٤ (انظر: ۲۰٤۱۷)

(٤٠٢٦) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِلْتَمِسُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فِي وِتْرٍ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُهَا فَنُسِّيْتُهَا وَهِيَ لَيْلَةُ مَطَرٍ وَرِيْحٍ اَوْ قَالَ: قَطْرٍ وَرِيْحٍ۔)) (مسند احمد: ٢١٢٣٧)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم شبِ قدر کو ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، میں نے اس رات کو دیکھا تو تھا، لیکن پھر مجھے بھلا دیا گیا، (اس دفعہ) یہ بارش اور ہوا والی رات ہوگی۔''

(٤٠٢٧) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَان، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَرَجْتُ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رُجَلَان فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى اَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ، اَوِالسَّابِعَةِ اَوِ الْخَامِسَةِ، (وَفِي لَفْظٍ فَاطْلُبُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِي تَاسِعَةٍ اَوْ سَابِعَةٍ اَوْ خَامِسَةٍ)۔)) (مسند احمد: ٢٣٠٤٨)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ ہماری طرف آئے، آپ ﷺ ہمیں شبِ قدر کے بارے میں بتلانا چاہتے تھے، (لیکن آپ ﷺ نے دیکھا کہ) دو آدمی جھگڑ رہے تھے، اور پھر فرمایا: ''میں تمہیں شبِ قدر کے بارے میں بتلانے کے لیے آ رہا تھا، لیکن جب دو آدمیوں کو جھگڑتا ہوا پایا تو وہ علامتیں اٹھا لی گئیں اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہارے لیے خیر اور بہتری ہو، اب تم اس کو آخری عشرے میں اکیسویں، تئیسویں اور پچیسویں رات میں تلاش کرنا۔''

فوائد: ......اس حدیثِ مبارکہ سے یہ استدلال بھی کر لینا چاہیے کہ مسلمانوں کا آپس میں جھگڑنا کس قدر نحوست والا فعل ہے کہ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کے سینۂ مبارکہ سے شبِ قدر کی علامتیں اٹھا لی گئیں۔ آپ ﷺ کا فرمانا کہ ''ممکن ہے کہ اسی میں تمہارے لیے خیر اور بہتری ہو۔'' بہتری کی وجہ یہ ہے کہ اگر شبِ قدر کا تعین کر دیا جاتا ہے تو صرف ایک رات کا قیام کیا جاتا، اب جو شخص لیلۃ القدر کو پانے کا ارادہ کرے گا، اس کو آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں کا قیام کرنا پڑے گا، ان میں سے ایک قدر والی رات ہوگی اور باقی چار راتوں کے قیام کا ثواب بھی مل جائے گا۔

(٤٠٢٦) تخريج: صحيح لغيره دون قوله: "وهي ليلة مطر وريح" وهذا اسناد ضعيف، عبد الرحمن بن شريك واهي الحديث، وذكره ابن حبان في "الثقات" وقال: ربما اخطأ، وابوه شريك بن عبد الله النخعي سيىء الحفظ۔ اخرجه البزار: ١٠٣١، والطبراني: ١٩٦٢ (انظر: ٢٠٩٣٠)

(٤٠٢٧) تخريج: اخرجه البخاري: ٤٩، ٢٠٢٣، ٦٠٤٩ (انظر: ٢٢٦٧٢)

(٤٠٢٨) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وِتْرًا، فَفِي اَيِّ الْوِتْرِ تَرَوْنَهَا۔ (مسند احمد: ٨٥)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے شبِ قدر کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، تم اس کو جانتے ہی ہو، تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو، تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ کونسی طاق رات ہوگی؟

(٤٠٢٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقٰى، اَوْ خَامِسَةٍ تَبْقٰى اَوْ سَابِعَةٍ تَبْقٰى۔)) (مسند احمد: ٣٤٠١)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس رات کو آخری عشرے میں اس وقت تلاش کیا کرو، جب نو یا پانچ یا سات راتیں باقی ہوں۔''

(٤٠٣٠) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

(٤٠٣١) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَرَجْتُ إِلَيْكُمْ وَقَدْ بُيِّنَتْ لِيْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَمَسِيْحُ الضَّلَالَةِ، فَكَانَ تَلَاحٍ بَيْنَ رَجُلَيْنِ بِسُدَّةِ الْمَسْجِدِ، فَاَتَيْتُهُمَا لِاَحْجِزَ بَيْنَهُمَا فَأُنْسِيْتُهَا وَسَاَشْدُوا لَكُمْ شَدْوًا، اَمَّا لَيْلَةُ الْقَدْرِ فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وِتْرًا، وَاَمَّا مَسِيْحُ الضَّلَالَةِ فَإِنَّهُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ، اَجْلَى الْجَبْهَةِ، عَرِيْضُ النَّحْرِ، فِيْهِ دَفًا، كَاَنَّهُ قَطَنُ بْنُ عَبْدِ الْعُزّٰى۔)) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!، يَضُرُّنِيْ شَبَهُهُ؟ قَالَ: ((لَا، اَنْتَ امْرُؤٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ امْرُؤٌ كَافِرٌ۔)) (مسند احمد: ٧٨٩٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے شبِ قدر اور ضلالت والے مسیح دجال کے بارے میں حتمی طور پر بتلا دیا گیا تھا، میں تمہیں آگاہ کرنے کے لیے آیا، لیکن مسجد کے دروازے پر دو آدمی آپس میں الجھ رہے تھے، میں ان کے درمیان رکاوٹ بننے کے لیے ان کی طرف گیا، اتنے میں مجھے ان باتوں کا علم بھلا دیا گیا، اب بالاختصار بات یہ ہے کہ تم شبِ قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور دجال کانا ہوگا، پیشانی پر بال تھوڑے ہوں گے، گردن موٹی ہوگی، کبڑے پن کی وجہ سے جھکا ہوا ہوگا، یوں سمجھیں کہ گویا کہ وہ قطن بن عبدالعزی کے مشابہ ہوگا۔'' یہ سن کر سیدنا قطن رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کے ساتھ میری

(٤٠٢٨) تخريج: اسناده قوي۔ اخرجه ابن ابي شيبة: ٢/ ٥١٣، والبزار: ٢١٠، وابو يعلى: ١٦٥، ١٦٨، وابن خزيمة: ٢١٧٢ (انظر: ٨٥)

(٤٠٢٩) تخريج: اخرجه البخاري: ٢٠٢١ (انظر: ٣٤٠١)

(٤٠٣١) تخريج: حديث حسن (انظر: ٧٩٠٥)

مشابہت میرے لیے نقصان دہ تو نہیں ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں نہیں، تم مسلمان ہو اور وہ کافر ہوگا۔''

(٤٠٣٢) عَنْ اَبِی نَضْرَةَ عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ وَهُوَ یَلْتَمِسُ لَیْلَةَ الْقَدْرِ قَبْلَ اَنْ تُبَانَ لَهُ، فَلَمَّا تَقَضَّیْنَ اَمَرَ بِبُنْیَانِهِ، فَنُقِضَ ثُمَّ اُبِیْنَتْ لَهُ اَنَّهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، فَاَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَاُعِیْدَ، ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ: ((یَا اَیُّهَا النَّاسُ! اَنَّهَا اُبِیْنَتْ لِی لَیْلَةُ الْقَدْرِ فَخَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ فَجَاءَ رَجُلَانِ یَحْتَقَّانِ، مَعَهُمَا الشَّیْطَانُ فَنُسِّیْتُهَا، فَالْتَمِسُوْهَا فِی التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ۔)) فَقُلْتُ: یَا اَبَا سَعِیْدٍ! اِنَّکُمْ اَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا، قَالَ: اَنَا اَحَقُّ بِذَالِکَ مِنْکُمْ، فَمَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ؟ قَالَ: تَدَعُ الَّتِی تَدْعُوْنَ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ وَالَّتِی تَلِیْهَا التَّاسِعَةُ، وَتَدَعُ الَّتِی تَدْعُوْنَ ثَلَاثَةً وَعِشْرِیْنَ وَالَّتِی تَلِیْهَا السَّابِعَةُ، وَتَدَعُ الَّتِی تَدْعُوْنَ خَمْسَةً وَعِشْرِیْنَ وَالَّتِی تَلِیْهَا الْخَامِسَةُ۔ (مسند احمد: ١١٠٩٢)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کی وضاحت سے قبل رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا، جب یہ عشرہ بیت گیا تو آپ ﷺ نے اپنے حجرے کو اکھاڑنے کا حکم دیا، سو اسے اکھاڑ دیا گیا، بعد ازاں آپ ﷺ پر واضح ہوا کہ وہ رات تو آخری عشرے میں ہے، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ حجرہ دوبارہ لگا دیا گیا جائے، پس اسے دوبارہ کھڑا کر دیا گیا، اس طرح آپ ﷺ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا، پھر لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''لوگو! مجھے حتمی طور پر شب قدر کے بارے میں بتلا دیا گیا تھا اور میں تمہیں آگاہ کرنے کے لیے آ رہا تھا، لیکن ہوا یوں کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے، ان کے ساتھ شیطان بھی تھا، پس مجھے یہ علم بھلا دیا گیا، اب تم اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں طاق رات میں تلاش کرو۔'' میں ابونضرہ نے کہا: اے ابوسعید! آپ ہم سے بہتر گنتی جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم (صحابہ ہونے کی وجہ سے) تمہاری بہ نسبت اس کے زیادہ حقدار بھی ہیں۔ میں نے کہا: نویں، ساتویں اور پانچویں رات کا کیا مفہوم ہے؟ انہوں نے کہا: جس رات کو تم اکیسویں رات کہتے ہو، اسے چھوڑ دو، اس سے اگلی رات نویں ہے، جس رات کو تم تیئسویں رات کہتے ہو، اسے چھوڑ دو اس سے اگلی رات ساتویں ہے اور جس رات کو تم پچیسویں رات کہتے ہو، اسے چھور دو، اس سے اگلی رات پانچویں ہے۔

فوائد: ......اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے قول ''نویں، ساتویں اور پانچویں'' سے مراد اکیسویں، تیئسویں اور پچیسویں رات ہے، لیکن سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کی وضاحت کا مقصد مہینہ کو تیس دنوں کا فرض کر کے سائل کو سمجھانا

(٤٠٣٢) تخریج: اخرجه مسلم: ١١٦٧ (انظر: ١١٠٧٦)

ہے کہ عرب لوگ آخر سے بھی مہینہ کو شمار کر لیتے ہیں، جبکہ آپ ﷺ کے فرمان کا تعلق (۲۹) دنوں کے مہینہ سے ہے۔

اِنَّهَا لَيْلَةُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کی اکیسویں رات کے شب قدر ہونے کا بیان

(٤٠٣٣) عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ: تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِنَّهَا تَدُوْرُ مِنَ السَّنَةِ فَمَشَيْنَا اِلٰى اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قُلْتُ: يَا اَبَا سَعِيْدٍ! سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، اِعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْوَسَطَ مِنْ رَمَضَانَ واعْتَكَفْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا اَصْبَحْنَا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ رَجَعَ وَرَجَعْنَا مَعَهُ، وَاُرِیَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ اُنْسِيَهَا، فَقَالَ: ((اِنِّی رَاَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا فَاَرَانِیْ اَسْجُدُ فِی مَاءٍ وَطِيْنٍ، فَمَنِ اعْتَكَفَ مَعِی فَلْيَرْجِعْ إِلٰى مُعْتَكَفِهِ، اِبْتَغُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِی الْوِتْرِ مِنْهَا وَهَاجَتْ عَلَيْنَا السَّمَاءُ آخِرَ تِلْكَ الْعَشِيَّةِ، وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ عَرِيْشًا مِنْ جَرِيْدٍ، فَوَكَفَ، فَوَالَّذِی هُوَ اَكْرَمَهُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ لَرَاَيْتُهُ يُصَلِّیْ بِنَا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَإِنَّ جَبْهَتَهُ وَاَرْنَبَةَ اَنْفِهِ فِی الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ (مسند احمد: ١١٢٠٤)

ابو سلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں شب قدر کا تذکرہ ہوا۔ تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ سارے سال میں گھومتی ہے۔ یعنی کبھی کسی مہینہ میں آتی ہے اور کبھی کسی مہینہ میں۔ تو ہم سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ میں نے کہا: ابوسعید رضی اللہ عنہ! کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شب قدر کے متعلق کچھ سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان کے درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا۔ اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ہمراہ اعتکاف کیا۔ جب بیس کی صبح ہوئی تو آپ اور ہم سب اعتکاف سے باہر آ ئے۔ آپ ﷺ کو شب قدر کے متعلق حتمی طور پر بتلا دیا گیا تھا لیکن بعد ازاں آپ ﷺ کو وہ علم بھلوا دیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے شب قدر کو دیکھا پھر مجھے وہ بھلوا دی گئی۔ اس رات میں نے خود کو دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ جن لوگوں نے میرے ساتھ اعتکاف کیا وہ واپس آ جائیں۔ اب اس رات کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کریں۔ اس دن کے آخری حصہ میں ہم پر آسمان خوب برسا۔ مسجد کی چھت شاخوں کی تھی۔ وہ بہہ پڑی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو عزت سے نوازا اور آپ ﷺ پر کتاب نازل کی میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ہمیں مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ کی ناک پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔

فوائد: ......حدیث مبارکہ کے آخر میں ''نمازِ مغرب'' کا ذکر غلطی ہے، یہ نمازِ فجر کا واقعہ تھا، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ اور خود اس حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ "آخِرَ تِلْكَ الْعَشِيَّةِ" عشاء کے بعد کا یا ایک

(٤٠٣٣) تخريج: اخرجه البخاری: ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ومسلم: ١١٦٧ (انظر: ١١١٨٦)

تہائی رات کا وقت بنتا ہے، اس طرح اس وقت میں ہونے والی بارش کے بعد نماز فجر ہی پڑھی گئی تھی۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اکیسویں رات کو نبی کریم ﷺ کی جائے نماز پر مسجد کی چھت سے پانی ٹپکنے لگا، میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نمازِ فجر سے فارغ ہو کر پھرے تو آپ ﷺ کا چہرہ مٹی اور پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اکیسویں شب، قدر والی رات تھی، کیونکہ جو علامت آپ ﷺ کو یاد تھی، وہ اسی رات کو پوری ہوئی۔

اِنَّهَا لَيْلَةُ ثَلاثٍ وَّعِشْرِيْنَ
رمضان کی تیئیسویں رات کے شبِ قدر ہونے کا بیان

(٤٠٣٤) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُمْ وَسَأَلُوْهُ عَنْ لَيْلَةٍ يَتَرَاءَ وْنَهَا فِي رَمَضَانَ، قَالَ: ((لَيْلَةُ ثَلاثٍ وَعِشْرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ١٦١٤٠)

سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے رمضان کے بارے میں شب قدر کے بارے میں سوال کیا، تاکہ وہ اسے تلاش کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تیئیسویں رات ہے۔''

(٤٠٣٥) وَعَنْهُ اَيْضًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((رَاَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا وَاَرَانِيْ صَبِيْحَتَهَا اَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ۔)) فَمُطِرْنَا لَيْلَةَ ثَلاثٍ وَعِشْرِيْنَ فَصَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَانْصَرَفَ وَإِنَّ اَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ عَلٰى جَبْهَتِهِ وَاَنْفِهِ۔ (مسند احمد: ١٦١٤١)

سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے شبِ قدر کو دیکھا تو تھا، لیکن پھر وہ مجھے بھلوا دی گئی، اب میں دیکھتا ہوں کہ میں اس رات کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔'' پس تیئیسویں رات کو بارش ہوئی اور آپ ﷺ نے ہمیں (صبح) کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا نشان تھا۔

(٤٠٣٦) وَعَنْهُ ﷺ قَالَ: جَلَسْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي آخِرِ هٰذَا الشَّهْرِ (يَعْنِي رَمَضَانَ) فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَتٰى نَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ الْمُبَارَكَةَ؟ قَالَ: ((اِلْتَمِسُوْهَا

سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم ماہِ رمضان کے اواخر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اس برکت والی رات کو کب تلاش کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

(٤٠٣٤) تخريج: حديث حسن۔ اخرجه ابوداود: ١٣٧٩ (انظر: ١٦٠٤٤)

(٤٠٣٥) تخريج: اخرجه مسلم: ١١٦٨ (انظر: ١٦٠٤٥)

(٤٠٣٦) تخريج: حديث حسن۔ اخرجه ابن خزيمة: ٢١٨٥، والطحاوي في "شرح معاني الآثار": ٥٤٨١، و أخرجه بنحوه ابوداود: ١٣٨٠ (انظر: ١٦٠٤٦)

هٰذِهِ اللَّيْلَةَ۔)) وَقَالَ: وَذَالِكَ مَسَاءَ لَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَهِيَ إِذًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوَّلُ ثَمَانٍ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهَا لَيْسَتْ بِأَوَّلِ ثَمَانٍ وَلٰكِنَّهَا أَوَّلُ السَّبْعِ، إِنَّ الشَّهْرَ لَا يَتِمُّ۔)) (مسند احمد: ۱۶۱۴۲)

''تم اس کو اسی آج والی رات میں تلاش کرو۔'' یہ تیئسویں رات کی شام کو بات ہو رہی تھی، ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کا مطلب یہ ہوا کہ بقیہ آٹھ راتوں میں پہلی رات شب قدر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بقیہ آٹھ میں پہلی نہیں ہے، بلکہ بقیہ سات میں پہلی ہے، یہ مہینہ تیس دن کا پورا نہیں ہوگا۔''

(۴۰۳۷) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: نَظَرْتُ إِلَى الْقَمَرِ صَبِيْحَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَرَأَيْتُهُ كَأَنَّهُ فِلْقُ جَفْنَةٍ، وَقَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: إِنَّمَا يَكُوْنُ الْقَمَرُ كَذَاكَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ۔ (مسند احمد: ۲۳۵۱۷)

ایک صحابی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے شب قدر کی صبح کو چاند کی طرف دیکھا، وہ مجھے آدھے تھال کی مانند نظر آیا، ابو اسحاق نے کہا: تیئسویں رات کی صبح کو چاند ایسے ہی دکھائی دیتا ہے۔

(۴۰۳۸) عَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خَرَجْتُ حِيْنَ بَزَغَ الْقَمَرُ، كَأَنَّهُ فِلْقُ جَفْنَةٍ۔)) فَقَالَ: ((اللَّيْلَةَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔)) (مسند احمد: ۷۹۳)

سیدنا علی ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اس وقت نکلا جب چاند طلوع ہو رہا تھا، وہ آدھے تھال کی طرح لگ رہا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج شب قدر ہے۔''

(۴۰۳۹) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ: أُتِيْتُ وَأَنَا نَائِمٌ فِي رَمَضَانَ، فَقِيْلَ لِي: إِنَّ اللَّيْلَةَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، قَالَ: فَقُمْتُ وَأَنَا نَاعِسٌ فَتَعَلَّقْتُ بِبَعْضِ أَطْنَابِ فُسْطَاطِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي، قَالَ: فَنَظَرْتُ فِي

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں: میں ماہ رمضان میں سویا ہوا تھا، مجھے خواب میں کہا گیا کہ آج شب قدر ہے، میں اونگھتا ہوا اٹھ پڑا اور رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی رسیوں کے ساتھ لٹکا، پھر جب میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، یہ تیئسویں رات تھی۔

(۴۰۳۷) تخریج: اسناده صحیح۔ اخرجه النسائی فی "الکبری": ۳۴۱۱ (انظر: ۲۳۱۲۹)

(۴۰۳۸) اسناده ضعیف لضعف حدیج بن معاویه، کان سیء الحفظ کثیر الوهم، وسماعه من ابی اسحاق السبیعی یغلب علی ظننا انه بعد الاختلاف لمخالفة شعبة له فی اسناد الحدیث۔ اخرجه ابو یعلی: ۵۲۵ (انظر: ۷۹۳)

(۴۰۳۹) تخریج: حسن لغیره۔ اخرجه الطبرانی: ۱۱۷۷۷ (انظر: ۲۳۰۲)

تِـلْكَ اللَّيْلَةِ فَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ۔
(مسند احمد: ۲۳۰۲)

(۴۰۴۰) عَـنْ اَبِـيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَـالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَمْ مَضٰى مِنَ الشَّهْرِ؟)) قَـالَ: قُـلْـنَـا: مَضَتْ ثِنْتَان وعِشْرُوْنَ وبَقِيَ ثَمَان، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا، بَلْ مَضَتْ مِنْهُ ثِنْتَان وَعِشْرُوْنَ وَبَقِيَ سَبْعٌ، اُطْلُبُوهَا الَّـلَيْلَةَ، قَالَ: يَعْلٰى فِي حَدِيْثِهِ: اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ۔)) (مسند احمد: ۷۴۱۷)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''اس مہینہ کے کتنے دن گزر چکے ہیں؟'' ہم نے کہا: بائیس دن گزر چکے ہیں اور آٹھ باقی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، نہیں، بلکہ بائیس گزر چکے ہیں اور سات باقی ہیں، اس رات کو شبِ قدر کو تلاش کرو، مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔''

فوائد:...... اس باب کی پہلی احادیث کے راوی سیدنا عبد اللہ بن انیس ؓ رمضان کی تئیسویں رات کو شب قدر قرار دیتے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال اس باب سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں رمضان کی تئیسویں کی رات بھی، قدر والی رات ہوئی ہے۔

اَنَّهَا لَيْلَةُ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ
رمضان کی چوبیسویں رات کے شبِ قدر ہونے کا بیان

(۴۰۴۱) عَــنْ بِلَالٍ (بْـنِ رَبَـاحٍ) ؓ اَنَّ الـنَّبِيَّ ﷺ قَــالَ: ((لَيْـلَـةُ الْـقَدْرِ لَيْلَةُ اَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ۲۴۳۸۷)

سیدنا بلال بن رباح ؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چوبیسویں رات قدر والی رات ہے۔''

اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَذِكْرُ اَمَارَاتِهَا
رمضان کی ستائیسویں رات کے شبِ قدر ہونے اور اس کی علامتوں کا بیان

(۴۰۴۲) عَـنْ زِرِّ بْـنِ حُبَيْـشٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ؓ قَـالَ: تَـذَاكَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيْـلَةَ الْقَدْرِ، فَقَالَ اُبَيٌّ: اَنَا وَالَّذِي

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابی بن کعب ؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے شبِ قدر کے بارے میں آپس میں بحث کی، سیدنا ابی ؓ نے کہا: معبودِ برحق کی قسم! میں جانتا

(۴۰۴۰) تخریج: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ اخرجه ابن ماجه: ۱۶۵۶ (انظر: ۷۴۲۳)

(۴۰۴۱) تخریج: اسناده ضعيف لسوء حفظ عبد الله بن لهيعة وقد خولف۔ اخرجه البزار في "مسنده": ۱۳۷۶ (انظر:)، والطبراني: ۱۱۰۲

(۴۰۴۲) تخریج. اخرجه مسلم: ۷۶۲ (انظر: ۲۱۱۹۰)

لا إِلٰـهَ غَيْرُهُ! أَعْلَمُ أَيَّ لَيْلَةٍ هِيَ، هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَخْبَرَنَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ تَمْضِي مِنْ رَمَضَانَ وَآيَةُ ذَالِكَ أَنَّ الشَّمْسَ تُصْبِحُ الْغَدَ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ تَرَقْرَقُ، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ، فَزَعَمَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ أَنَّ زِرًّا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَصَدَهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ يَدْخُلُ رَمَضَانُ إِلَى آخِرِهِ، فَرَآهَا تَطْلُعُ صَبِيْحَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ، تَرَقْرَقُ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ (وَفِي رِوَايَةٍ: بَيْضَاءَ تَرَقْرَقُ)۔ (مسند احمد: ۲۱۵۰۹)

ہوں کہ وہ کونسی رات ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کے بارے میں بتلایا تھا، یہ ماہِ رمضان کی ستائیس تاریخ کی رات ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو جب سورج بلند ہو رہا ہوتا ہے تو اس کی شعائیں نہیں ہوتیں۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ زرّ نے اسے بتلایا کہ اس نے مسلسل تین برس تک پورا ماہِ رمضان طلوع آفتاب کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ واقعی ستائیس کی صبح کو سورج طلوع کے بعد جب بلند ہو رہا ہوتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی، جبکہ اس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

(۴۰۴۳) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ ؓ قَالَ: قُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ: ((لَا أَحْسَبُ مَا تَطْلُبُوْنَ إِلَّا وَرَاءَكُمْ۔)) ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَالَ: ((لَا أَحْسَبُ مَا تَطْلُبُوْنَ إِلَّا وَرَاءَكُمْ۔)) فَقُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ حَتّٰى أَصْبَحَ وَسَكَتَ۔ (مسند احمد: ۲۱۸۹۹)

سیدنا ابو ذر ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نے ماہِ رمضان کی تئیسویں رات کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کے پہلے ایک تہائی تک قیام کیا، لیکن پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ تم جس چیز کو تلاش کر رہے ہو، وہ بعد میں آئے گی۔'' پس ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ پچیسویں رات کو نصف رات تک قیام کیا، لیکن پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ تم جس رات کے متلاشی ہو وہ اس کے بعد ہوگی۔'' سو ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ ستائیسویں شب کو صبح تک قیام کیا، اس کے بعد آپ ﷺ خاموش رہے۔

فوائد: ......ستائیسویں شب کے بعد آپ ﷺ کا خاموش ہو جانا اور اگلی طاق رات کی طرف رہنمائی نہ کرنا، اس ثابت ہو رہا ہے کہ یہی شبِ قدر ہوگی۔

(۴۰۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَاصِمٌ عَنْ زِرٍّ، قَالَ: قُلْتُ لِأُبَيٍّ: أَخْبِرْنِي عَنْ لَيْلَةِ

زرّ کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابی بن کعب ؓ سے کہا: آپ مجھے شبِ قدر کے بارے میں بتائیں، ام عبد کا بیٹا یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ تو یہ کہتے ہیں کہ جو آدمی سارا سال قیام

(۴۰۴۳) تخریج: اسناده صحیح علی شرط مسلم۔ اخرجه ابن خزیمة: ۲۲۰۵ (انظر: ۲۱۵۶۶)
(۴۰۴۴) تخریج: اخرجه مسلم: ۷۶۲ (انظر: ۲۱۱۹۴)

الْقَدْرِ فَإِنَّ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ كَانَ يَقُوْلُ: مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْهَا۔ قَالَ: يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَدْ عَلِمَ اَنَّهَا فِي رَمَضَانَ، فَإِنَّهَا لِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ وَلٰكِنَّهُ عَمّٰى عَلَى النَّاسِ لِكَيْلَا يَتَّكِلُوْا، فَوَاللّٰهِ الَّذِي اَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ إِنَّهَا فِي رَمَضَانَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا اَبَا الْمُنْذِرِ! وَاَنّٰى عَلِمْتَهَا؟ قَالَ: بِالْآيَةِ الَّتِي اَنْبَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَعَدَدْنَا وَحَفِظْنَا فَوَاللّٰهِ إِنَّهَا لَهِيَ مَا يُسْتَثْنٰى، قُلْتُ لِزِرٍّ: مَا الْآيَةُ؟ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ غَدَاةَ إِذٍ كَاَنَّهَا طَسْتٌ، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ: حَتّٰى تَرْتَفِعَ)۔ (مسند احمد: ۲۱۵۱۳)

کرے گا، وہ اس رات کو پا ہی لے گا۔ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ رات ماہِ رمضان میں ہے اور ہے بھی ستائیسویں رات، دراصل انہوں نے اس رات کے تعین کو لوگوں سے اس لیے پوشیدہ رکھا کہ لوگ اسی پر اکتفا کر لیں گے (باقی راتوں کا قیام ترک کر دیں گے)۔ محمد ﷺ پر کتاب اتارنے والے اللہ کی قسم! یہ رات ماہِ رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ میں نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابومنذر! یہ علم آپ کو کیسے ہوا؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک علامت بتلائی تھی، پھر ہم نے اسے شمار کیا اور خوب یاد رکھا۔ اللہ کی قسم! وہ یہی رات ہے۔ زرّ نے کہا: سیدنا ابی نے استثنا نہیں کیا، (ان شاء اللہ بھی نہیں کہا)۔ میں (عاصم) نے زر سے کہا: وہ علامت کون سی ہے؟ انہوں نے کہا: وہ یہ ہے کہ شب قدر کی صبح کو سورج ایک تھال کی مانند دکھائی دیتا ہے، اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔

(٤٠٤٥) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يَقُوْلُ: لَوْلَا سُفَهَاؤُكُمْ، لَوَضَعْتُ يَدَيَّ فِي اُذُنَيَّ ثُمَّ نَادَيْتُ: اَلَا إِنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي رَمَضَانَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، قَبْلَهَا ثَلَاثٌ وَبَعْدَهَا ثَلَاثٌ، نَبَأُ مَنْ لَمْ يَكْذِبْنِي عَنْ نَبَاءِ مَنْ لَمْ يَكْذِبْهُ، قُلْتُ لِاَبِي يُوْسُفَ: يَعْنِي اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: كَذَا هُوَ عِنْدِي۔ (مسند احمد: ۲۱۵۱۸)

زر بن حبیش نے کہا: اگر یہ کم عقل لوگ نہ ہوتے تو میں کان میں انگلی ڈال کر زور زور سے یہ اعلان کرتا کہ شبِ قدر، ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی آخری سات راتوں میں سے پہلے تین راتوں کے بعد اور آخری تین راتوں سے پہلے ہوتی ہے، اس شخصیت نے مجھے یہ بات بتائی جو مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی اور اس کو ایسی ہستی نے بیان کیا کہ وہ بھی اس کو جھوٹی بات بیان نہیں کر سکتی۔ میں نے ابو یوسف سے کہا: کیا ان کی مراد سیدنا ابی بن کعب اور نبیٔ کریم ﷺ ہیں؟ انھوں نے کہا: جی، اسی طرح بات ہے۔

فــوائــد:...... زِرّ بن حبیش کی مراد ستائیسویں شب ہے، وہ ماہِ رمضان کو تیس دنوں کا فرض کر کے آخری سات

(٤٠٤٥) تخریج: اسناده ضعیف من اجل یزید بنابی سلیمان الکوفی، فھو مجھول الحال(انظر: ۲۱۱۹۹)

راتوں کی درمیان والی شب کو قدر والی شب سمجھ رہے ہیں، جو کہ رمضان کی ستائیسوں شب بنتی ہے، انھوں نے یہ روایت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے لی اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کی جھوٹ نہ بول سکنے والی ہستیوں سے مراد یہی دو شخصیات ہیں۔

(٤٠٤٦) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: مَتٰى لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: ((مَنْ يَذْكُرُ مِنْكُمْ لَيْلَةَ الصَّهْبَاوَاتِ؟)) قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اَنَا بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ، وَاِنَّ فِي يَدِي لَتَمَرَاتٍ اَتَسَحَّرُ بِهِنَّ، مُسْتَتِرًا بِمُؤْخِرَةِ رَحِلِيْ مِنَ الْفَجْرِ وَذَالِكَ حِيْنَ طَلَعَ الْقَمَرُ۔ (مسند احمد: ٣٥٦٥)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ سوال کیا: شب ِ قدر کب ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کو یاد ہے کہ صہباوات والی رات کون سی تھی؟'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے یاد ہے، اس رات کو سحری کے وقت میں ہاتھ میں کھجوریں لے کر سحری کر رہا تھا اور طلوع فجر کے ڈر سے پالان کے پیچھے چھپا ہوا تھا، جبکہ اس وقت چاند طلوع ہو چکا تھا۔

فوائد: ......خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ''صہباء'' ہے۔ سنن بیہقی اور قاموس وغیرہ میں اس جگہ کا نام مفرد ہی مذکور ہے، جبکہ اس حدیث میں جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ اس مقام کو ''صہباء'' بھی کہتے ہوں اور ''صہباوات'' بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صہباوات والی رات کے بارے میں سوال کر کے سائل کو یہ سمجھانا چاہا کہ وہ قدر والی رات تھی، کیونکہ اسی رات کو اس وقت میں چاند طلوع ہوتا ہے۔

(٤٠٤٧) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! اِنِّيْ شَيْخٌ عَلِيْلٌ، يَشُقُّ عَلَيَّ الْقِيَامُ فَاْمُرْنِيْ بِلَيْلَةٍ لَعَلَّ اللّٰهَ يُوَفِّقُنِيْ فِيْهَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ، قَالَ: ((عَلَيْكَ بِالسَّابِعَةِ۔)) (مسند احمد: ٢١٤٩)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں بوڑھا اور بیمار آدمی ہوں، میرے لیے قیام کرنا مشکل ہے، لہٰذا آپ میرے لیے کسی ایک رات کا تعین کر دیں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس میں شب ِ قدر کی سعادت سے نواز دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساتویں یعنی ستائیسویں رات کا اہتمام کرو۔''

فوائد: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شب ِ قدر کا زیادہ امکان ستائیسویں تاریخ کی رات کو ہوتا ہے۔

(٤٠٤٦) تخریج: اسنادہ ضعیف لانقطاعه، ابو عبیدة لم یسمع من ابیه۔ اخرجه الطیالسی: ٣٢٩، وابو یعلی: ٦٣٩٣، والطبرانی فی "الکبیر": ١٠٢٨٩ (انظر: ٣٥٦٥)

(٤٠٤٧) اسنادہ صحیح علی شرط البخاری۔ اخرجه الطبرانی: ١١٨٣٦، والبیهقی: ٤/ ٣١٢ (انظر: ٢١٤٩)

(٤٠٤٨) عَنْ اَبِي عَقْرَبٍ، قَالَ: غَدَوْتُ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ ذَاتَ غَدَاةٍ فِي رَمَضَانَ فَوَجَدْتُهُ فَوْقَ بَيْتِهِ جَالِسًا فَسَمِعْنَا صَوْتَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: صَدَقَ اللّٰهُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي النِّصْفِ مِنَ السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ غَدَاةَ إِذٍ صَافِيَةً لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ۔)) فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا فَوَجَدْتُهَا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ٣٨٥٧)

ابوعقرب کہتے ہیں: میں ماہِ رمضان میں ایک دن صبح کے وقت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھے تھے، اتنے میں ہم نے ان کو یوں کہتے ہوئے سنا: اللہ نے سچ کہا اور اس کے رسول نے پہنچا دیا، پھر یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''بلاشبہ ماہِ رمضان کی آخری سات راتوں کی درمیانی شب قدر والی ہے، اس کی صبح کو جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ بالکل صاف ہوتا ہے اور اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔'' میں نے ابھی اس کی طرف دیکھا ہے اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق پایا۔

(٤٠٤٩) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰى اَبِي هٰذَا الْحَدِيْثَ وَسَمِعْتُهُ سَمَاعًا، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ: اَخْبَرَنِي، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ ؓ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، قَالَ: ((مَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي لَيْلَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ)) قَالَ: شُعْبَةُ وَذَكَرَ لِي رَجُلٌ ثِقَةٌ عَنْ سُفْيَانَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: إِنَّمَا قَالَ: ((مَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْبَوَاقِيْ۔)) قَالَ شُعْبَةُ: فَلَا اَدْرِيْ قَالَ ذَا اَوْ ذَا، شُعْبَةُ شَكَّ، قَالَ اَبِيْ: الرَّجُلُ الثِّقَةُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ۔ (مسند احمد: ٦٤٧٤)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شب قدر کے بارے میں فرمایا: ''جو آدمی اس رات کا متلاشی ہو تو وہ اسے ستائیسویں شب میں تلاش کرے۔'' امام شعبہ نے کہا: ایک ثقہ آدمی نے مجھے بیان کیا کہ امام سفیان تو یہ کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے تو اس طرح فرمایا تھا کہ ''جو آدمی اس رات کا متلاشی ہو تو وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔'' امام شعبہ نے کہا: اب میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا یا دوسرا، امام شعبہ کو شک ہو گیا، امام احمد نے کہا: ثقہ آدمی سے مراد امام یحییٰ بن سعید قطان ہیں۔

(٤٠٤٨) تخريج: حسن لغيره۔ اخرجه الطيالسي: ٣٩٤، وابن ابي شيبة: ٢/ ٥١٢، ٣/ ٧(انظر: ٣٨٥٧)
(٤٠٤٩) تخريج: اخرجه البخاري: ٢٠١٥، ومسلم: ١١٦٥ (انظر: ٧٤٦٤)

(٤٠٥٠) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ: ((اِنَّهَا لَیْلَةُ سَابِعَةٍ اَوْ تَاسِعَةٍ وَعِشْرِیْنَ، اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تِلْكَ اللَّیْلَةَ فِی الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ الْحَصٰی۔)) (مسند احمد: ١٠٧٤٥)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کے بارے میں فرمایا: ''یہ ستائیسویں یا انتیسویں رات ہوتی ہے، اس شب کو کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ فرشتے زمین پر اترتے ہیں۔''

فوائد: ......پچھلے چھ سات ابواب سے شبِ قدر کے تعین کے بارے میں احادیثِ مبارکہ کا سلسلہ جاری ہے، ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے: شبِ قدر کو تلاش کرنے کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں کا قیام کیا جائے۔ ان میں سے کوئی رات، شبِ قدر کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہ رات منتقل ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ حدیث نمبر (۴۰۳۳، ۴۰۳۵) سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں رمضان کی اکیس اور تیئیس تاریخ کو شبِ قدر تھی اور آخری باب کی احادیث سے ستائیسویں شب کے حق دلائل ملتے ہیں۔ شبِ قدر کا زیادہ امکان ستائیس تاریخ کو ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف اس رات کو قیام کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور باقی طاق راتوں سے غفلت برتی جائے۔ لیلۃ القدر کی علامتیں حدیث نمبر (۴۰۲۲) میں بیان ہو چکی ہیں۔

(٤٠٥٠) تخریج: اسناده محتمل للتحسین ـ اخرجه البزار: ١٠٣٠، وابن خزیمة: ٢١٩٤، والطبرانی فی "الاوسط": ٢٥٤٣، والطیالسی: ٢٥٤٥ (انظر: ١٠٧٣٤)

كِتَابُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے ابواب

الحج: لغوی معنی: قصد و ارادہ کرنا

اصطلاحی تعریف: ...... کعبۃ اللہ اور دیگر جگہوں پر پہنچ کر مخصوص اقوال و افعال کی ادائیگی کرنا حج کہلاتا ہے۔

العمرۃ: لغوی معنی: "الاِعْتِمَار" سے ماخوذ ہے، زیارت کرنا، قصد کرنا

اصطلاحی تعریف: ...... کعبۃ اللہ پہنچ کر مخصوص اقوال و افعال کی ادائیگی کرنا عمرہ کہلاتا ہے۔

حج و عمرہ کا مختصر طریقہ

یہ ایک بڑی حیران کن بات ہے کہ ادائیگیٔ حج کے دوران حج کے ارکان، فرائض اور مستحبات اور اس کے دوران ممنوعہ امور کو سمجھنا بہت آسان ہے، لیکن یہاں بیٹھ کر اس کے طریقے کو سمجھنا مشکل محسوس ہوتا ہے، ہم حج و عمرہ کے احکام پر مشتمل آیات و احادیث کا ذکر کرنے سے پہلے اِن کا مختصر طریقہ قلم بند کر دیتے ہیں تاکہ قارئین کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کرنا آسان ہو جائے، یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جب تک پڑھنے والے کے ذہن میں حج و عمرہ کا اجمالی اور مختصر سا طریقہ نہیں ہوگا، اس وقت تک ممکن ہے کہ وہ آنے والی احادیث سے مستفید نہ ہو سکے، ہم اختصار کے پیش نظر یہ طریقہ بیان کرتے ہوئے دلائل کا ذکر نہیں کریں گے، اگر قارئین اس طریقے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں تو وہ آنے والی احادیث کا مطالعہ کرتے وقت خود بخود دلائل کو سمجھتے جائیں گے۔

دو اہم تنبیہات

۱۔ خاص طور پر حج و عمرہ کی ادائیگی کے دوران کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے، بلکہ ممکنہ حد تک ہر ایک کے ساتھ احسان کیا جائے اور اس معاملے میں صبر و برداشت کا اعلیٰ معیار اختیار کیا جائے۔

۲۔ حج و عمرہ کی ادائیگی کے دوران تلبیہ کے اوقات میں تلبیہ اور ذکر کا اور باقی اوقات میں ذکر کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔

حج کی تین اقسام ہیں:

۱۔ حج افراد: صرف حج کی نیت سے میقات سے احرام باندھنا۔

۲۔ حج قران: حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے میقات سے احرام باندھنا۔

۳۔ حج تمتع: عمرہ کی نیت سے میقات سے احرام باندھنا اور عمرہ کر کے حلال ہو جانا، پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کی نیت سے احرام باندھنا۔

حج قران اور حج تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہے، اگر قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس طرح دس روزے رکھے، تین حج کے دنوں میں اور سات واپس آ کر، حج افراد کرنے والے پر قربانی فرض نہیں ہے، البتہ وہ حصول ثواب کے لیے قربانی کر سکتا ہے۔ اگر قربانی ساتھ ہو تو حج قران افضل ہے اور اگر قربانی نہ ہو تو حج تمتع افضل ہے۔حج کا احرام صرف تین مہینوں شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ، میں باندھا جا سکتا ہے، اِن کو اشہرِ حج کہتے ہیں، البتہ عمرہ سال کے کسی بھی حصے میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ حج وعمرہ کے مواقیت مکانیہ ان مقامات کو کہتے ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا، تا کہ حج وعمرہ ادا کرنے والا وہاں سے احرام باندھے اور نیت کرے،وہ مقامات یہ ہیں: ذوالحلیفہ ، جُحفہ، قرن المنازل، یلَملَم ، ذات عرق ، یہ مقامات مختلف ممالک کے باشندوں کے لیے ہیں اور جو لوگ ان مقامات کے اندر رہتے ہیں، وہ اپنے گھروں سے ہی احرام باندھے گے۔ حج یا عمرہ کی نیت کرنے والے کے لیے ان مقامات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی گزر جاتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ میقات پر واپس آ کر احرام باندھے، وگرنہ اس پر دَم پڑ جائے گا، یعنی وہ ایک بکری ذبح کر کے حرم مکہ کے فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کرے گا۔

احرام سے پہلے:

احرام سے پہلے درج ذیل امور مسنون ہیں:

غسل کرنا، تیل لگانا اور کنگھی کرنا، خوشبو استعمال کرنا، خواتین کا خوشبو استعمال نہ کرنا، حیض و نفاس والی خواتین کا غسل کر کے حالتِ احرام میں آنا۔

حالتِ احرام:

مرد کے لیے احرام دو چادریں ہیں، اگر وہ سفید ہوں تو بہتر ہے، ایک چادر کو تہبند بنا لے اور دوسری چادر اوپر اوڑھ لے، سر اور چہرہ کھلا رکھے، ہر قسم کا جوتا پہن سکتا ہے، البتہ ٹخنے چھپے ہوئے نہ ہوں، پھر "لَبَّيْكَ حَجَّةً" یا "لَبَّيْكَ عُمْرَةً" یا "لَبَّيْكَ حَجَّةً وَعُمْرَةً" کے الفاظ کہہ کر حج یا عمرہ یا دونوں کی مشغولیت کی نیت کرے اور تلبیہ پڑھے۔

عورت معمول کے مطابق سادہ لباس پہنے، کسی رنگت کی کوئی پابندی نہیں۔

دورانِ احرام ممنوعہ امور:

❀ مرد کے لیے قمیص، جبہ، شلوار، پگڑی، ٹوپی اور موزے پہننا

- خوشبو استعمال کرنا
- دستانے استعمال کرنا
- نکاح و منگنی کرنا
- ہر قسم کی معصیت، جھگڑا اور میاں بیوی کی شہوانی گفتگو یا بوس و کنار کرنا
- خشکی کا شکار کرنا
- عورت کا برقعہ یا مخصوص عربی نقاب استعمال کرنا
- ناخن تراشنا
- بال کاٹنا یا مونڈنا

تنبیہ: ......اگر کسی محرم کو وقت سے پہلے کسی مجبوری کی بنا پر حجامت کروانا پڑ جائے تو حجامت بنوا لے، لیکن یہ فدیہ ادا کرے: تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایسے جانور کی قربانی کرے جو قربانی کے لائق ہو۔ اسی طرح اگر کوئی محرم خشکی کے جانور کو شکار کر لینے کا ارتکاب کر بیٹھے تو وہ اس جانور کی مثل (صورت یا قیمت میں ملتا جلتا) جانور مکہ مکرمہ میں لے کر ذبح کرے اور اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم کر دے، یا جانور کی جو قیمت ہو، اس سے کھانا خرید کر مسکینوں کو کھلا دے یا جتنے مسکینوں کا کھانا بنتا ہو، ہر ہر مسکین کے بدلے میں ایک ایک روزہ رکھے۔

دورانِ احرام جائز امور

- نہانا، احرام کا لباس تبدیل کرنا، سر یا بدن کھجانا، کپڑے دھونا، چھتری استعمال کرنا، کمر بند یا پیٹی استعمال کرنا، بیگ لٹکانا، تہبند نہ ہو تو شلوار یا پاجامہ پہننا، مرغی بکری وغیرہ ذبح کرنا، سانپ، بچھو، چوہا، پاگل کتا اور کوے کو مارنا۔

تلبیہ

کلماتِ تلبیہ:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

آپ ﷺ تلبیہ میں یہ الفاظ بھی کہتے تھے: ”لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ“

آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ یہ اضافہ بھی کرتے تھے: ”لَبَّيْكَ ذَا الْمَعَارِجِ ، لَبَّيْكَ ذَا الْفَوَاضِلِ“

مرد بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں اور خواتین غیر محرم مردوں کے سامنے آواز آہستہ کہیں۔

مدتِ تلبیہ: عمرہ کرنے والا ابتدائے احرام سے ”طوافِ قدوم“ شروع کرنے تک اور حج کرنے والا ابتدائے احرام سے دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ جاری رکھے گا۔

طوافِ قدوم (طوافِ آمد)

حج افراد، حج قران یا حج تمتع کرنے والا مکہ مکرمہ پہنچتے ہی جو طواف کرے گا، اس کو طوافِ قدوم کہتے ہیں، حج تمتع اور قران کرنے والے کا یہی طواف ”طوافِ عمرہ“ بھی ہوتا ہے، حج تمتع کرنے والا اس کے بعد سعی اور حجامت کروا کر عمرہ سے حلال ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اتنے تنگ وقت میں مکہ مکرمہ پہنچے کہ اسے طوافِ قدوم کرنے کی وجہ سے وقوفِ عرفات کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو وہ طوافِ قدوم کیے بغیر عرفات میں پہنچ جائے، ایسے شخص پر کوئی دَم نہیں پڑے گا۔

طوافِ قدوم کا طریقہ

مرد حضرات یہ طواف شروع کرنے سے پہلے احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالیں کہ دایاں کندھا ننگا ہو جائے، اس طریقے کو ''اضطباع'' کہتے ہیں۔بعض لوگ احرام پہنتے ہی دایاں کندھا ننگا کر لیتے ہیں، یہ جہالت ہے، ''اضطباع'' کا تعلق صرف طوافِ قدوم کے سات چکروں سے ہے۔

حجر اسود کے استلام کا طریقہ

طواف کے ہر چکر کے شروع میں حجر اسود کا استلام کیا جاتا ہے، درج ذیل بالترتیب طریقوں میں سے ممکنہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے:

۱۔ اس کو بوسہ دیا جائے۔ ۲۔ حجر اسود کو دائیں ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوم لیا جائے۔

۳۔ حجر اسود کو چھڑی وغیرہ سے چھو کر چھڑی کے اس حصے کو بوسا دیا جائے۔

۴۔ دور سے ہاتھ یا چھڑی وغیرہ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ''بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہا جائے، اس طریقے میں ہاتھ یا چھڑی کا بوسہ نہیں لیا جائے گا۔

تنبیہ: ......رکن یمانی سے گزرتے وقت اس کو ہاتھ سے چھوئیں، اگر ہاتھ نہ لگ سکے تو آگے گزر جائیں، رکن یمانی کو بوسہ دینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا مسنون عمل نہیں ہے۔

طواف شروع

یہ احکام ذہن نشین کر کے طواف شروع کریں اور درج ذیل امور کا خیال رکھیں:

حجر اسود کے استلام کے بعد خانہ کعبہ کے پہلے تین چکروں میں حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر اور کندھے ہلا ہلا کر ہلکی دوڑ لگائیں، اس کو ''رمل'' کہتے ہیں، پھر رکن یمانی سے لے کر حجر اسود تک عام چال چلیں اور باقی چار چکروں میں بھی عام چال چلیں۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں طواف کے دوران رمل اور صفا مروہ کی سعی کے دوران دوڑنے سے مستثنیٰ ہیں، وہ پورے طواف اور سعی میں اپنی عام چال چلیں گی۔(ملاحظہ ہو: ابو بکر محمد بن ابراہیم نیسابوری کی کتاب "الاجماع")

دورانِ طواف رکن یمانی سے حجر اسود تک یہ مخصوص دعا ہے:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔﴾

اس دعا کے علاوہ طواف کی کوئی مخصوص دعا نہیں ہے، بہرحال ذکرِ الٰہی اور دوسری مسنون دعاؤں میں مصروف رہا جائے اور گفتگو کم کی جائے۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اگر طواف کے چکروں میں شک پڑ جائے تو یقینی تعداد کو اختیار کر کے تعداد کو پورا کیا جائے۔

مقام ابراہیم پر دو رکعتیں

طواف سے فارغ ہو کر یہ آیت ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف بڑھیں، کندھا ڈھانپ لیں اور دو رکعت اس طرح ادا کریں کہ مقام ابراہیم، آپ اور بیت اللہ کے درمیان آ جائے، اس کے لیے ضروری نہیں کہ آپ مقام ابراہیم کے قریب کھڑے ہوں، پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص کی تلاوت کریں۔ اگر ہجوم وغیرہ کی وجہ سے مقام ابراہیم کو سامنے نہ رکھا جا سکے تو مسجدِ حرام میں جو جگہ مناسب ملے، وہیں دو رکعتیں پڑھ لے۔ پھر زمزم کے کنویں پر جا کر خوب سیر ہو کر پانی پئیں اور سر پر بھی ڈالیں۔ پھر دوبارہ حجر اسود کے قریب آ کر اس کا استلام کریں۔ اگر طواف قدوم سے پہلے یا بعد میں کوئی نماز ادا کرنا پڑ جائے تو دائیں کندھے کو ڈھانپ لیں، پھر جونہی طواف شروع کریں تو کندھا ننگا کر لیں، نماز میں کندھے کو ننگا رکھنا منع ہے۔

تنبیہ: ......رمل اور اضطباع صرف طوافِ قدوم میں ہیں۔ کسی عذر کی وجہ سے کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی سواری پر کی جا سکتی ہے۔ حیض و نفاس والی خواتین بیت اللہ کا طواف پاک ہونے تک مؤخر کریں گی۔ بیت اللہ میں طواف اور نماز کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھا جا سکتا ہے، وہاں کوئی وقت مکروہ نہیں ہے۔ اگر طواف اور سعی کے دوران کوئی انسانی حاجت یا شرعی عذر پیدا ہو جائے تو جہاں سے طواف اور سعی کو چھوڑا جائے، وہیں سے دوبارہ شروع کیا جائے۔ حج قران اور حج افراد کرنے والے افراد کے لیے صفا مروہ کی ایک سعی لازم ہے، البتہ ان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ سعی طوافِ قدوم کے بعد کر لیں یا دس ذوالحجہ کو طوافِ افاضہ کے بعد۔

عمرہ ادا کرنے کا طریقہ

عمرہ میں گزشتہ کام یعنی بیت اللہ کا طواف، مقام ابراہیم پر دو رکعتیں، آبِ زمزم کا پینا اور حجر اسود کا دوبارہ استلام کرنے کے بعد دو کام مزید کرنے کے ہوتے ہیں، ایک صفا مروہ کی سعی اور دوسرا حجامت بنوانا، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

صفا مروہ کی سعی

جب صفا پہاڑی کے قریب ہوں تو یہ آیت پڑھیں: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ اس کے بعد کہیں: نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ۔

پھر پہاڑی پر چڑھ جائیں، یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آ جائے، پھر قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے والے کی طرح ہاتھ اٹھا لیں اور درج ذیل الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید و تکبیر بیان کریں: ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَصَدَّقَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.)) یہ کلمات تین دفعہ پڑھیں اور ان کے درمیان جو چاہیں دعا مانگیں اور پھر مروہ کی طرف چل پڑیں، جب وادی میں پہنچیں تو ہلکی ہلکی دوڑ لگائیں، اب سبز لائٹس کے ذریعے وادی کی ابتداء و انتہاء کی نشاندہی کی گئی ہے، جب آپ مروہ پر پہنچیں گے تو ایک چکر مکمل ہو جائے گا، پھر آپ مروہ پر وہی

عمل دوہرائیں گے، جو صفا پر کیا تھا، اس طرح سات چکر پورے کریں، تکبیر و دعا کا عمل ہر چکر کے شروع میں ہوتا ہے۔

اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں طواف کے دوران رمل اور صفا مروہ کی سعی کے دوران دوڑنے سے مستثنیٰ ہیں، وہ پورے طواف اور سعی میں اپنی عام چال چلیں گی۔ (ملاحظہ ہو: ابو بکر محمد بن ابراہیم نیسابوری کی کتاب ''الاجماع'')

سعی کے بعد حجامت بنوائیں، جس میں بالوں کو کتروانا اور منڈوانا دونوں طرح جائز ہے، بہرحال منڈوانا افضل ہے، پہلے سر کی دائیں جانب سے حجامت کروائیں اور پھر بائیں جانب سے، عورتوں کو صرف کتروانے کا حکم ہے، منڈوانے کا نہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ گنجا شخص سر منڈوانے کی نیت سے اپنے سر پر استرا پھروائے گا۔ عمرہ کرنے والا اور حج تمتع کرنے والا حجامت کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے گا، حج کرنے والا آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھے گا۔

حج کا بیان

حج افراد اور حج قران کرنے والے حضرات اپنے سابقہ احرام کو برقرار رکھیں گے، حج تمتع کرنے والے آٹھ ذوالحجہ کو سابقہ طریقے کے مطابق احرام باندھ لیں گے اور سب لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں سے آٹھ ذوالحجہ کی صبح کو منیٰ کے لیے چل پڑھیں اور سنت کے مطابق زوال سے پہلے منیٰ پہنچ کر وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کو سفری نمازوں کی طرح اور اپنے اپنے وقت پر ادا کریں۔

۹ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے میدان عرفات کی طرف تلبیہ، تکبیر اور تسبیح پڑھتے ہوئے روانہ ہوں، آپ ﷺ نے عرفات میں داخل ہونے سے پہلے مقام نمرہ میں لگے ہوئے خیمے میں آرام کیا، زوال آفتاب کے بعد مقام عرنہ میں خطبہ ارشاد فرمایا اور ظہر کے وقت میں ظہر وعصر دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ قصر کے ساتھ ادا کیا، بیچ میں یا آخر میں کوئی نفلی نماز ادا نہ کی، پھر آپ ﷺ ان نمازوں سے فارغ ہو کر میدانِ عرفات میں داخل ہوئے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے غروبِ آفتاب تک ذکر و دعا میں مصروف رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

وقوف عرفات کا اصل وقت مذکورہ بالا طریقے کے مطابق ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتا ہے، آپ ﷺ اس سے پہلے نمرہ اور عرنہ میں قیام پذیر رہے، یاد رہے کہ مسجد نمرہ کا بڑا حصہ عرفات میں داخل نہیں ہے۔ عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے، جبل رحمت کے قریب ہونا ضروری نہیں۔

عرفہ کے دن کی بہترین دعا یہ ہے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.))

۹ ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب کے بعد اور نماز مغرب کو ادا کیے بغیر عرفات کے میدان سے مزدلفہ کی جانب روانہ ہو جائیں اور مغرب وعشاء کی تین اور دو رکعتیں مزدلفہ میں پہنچ کر ادا کریں، جبکہ درمیان میں اور بعد میں کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے، اس رات کو نمازِ تہجد بھی ادا نہ کی جائے، (۱۰) ذوالحجہ کی نماز فجر بالکل اول وقت میں ادا کی جائے، پھر مشعر حرام کے پاس آکر اور قبلہ رخ ہو کر صبح کی روشنی خوب پھیلنے تک ذکر و دعا میں مشغول رہا جائے اور طلوع آفتاب سے

پہلے پہلے منٰی کی طرف روانہ ہوا جائے، راستے میں وادیٔ محسر کو تیزی سے عبور کیا جائے، تلبیہ جاری رکھا جائے۔ آپ ﷺ نے مشعرِ حرام کے پاس وقوف کیا تھا، لیکن پورا مزدلفہ حجاج کے لیے جائے قیام ہے۔ کمزور اور بیمار افراد رات کو چاند غائب ہونے کے بعد مزدلفہ سے منٰی کی طرف جا سکتے ہیں، لیکن وہ طلوع آفتاب کے بعد ہی جمرے کو کنکریاں ماریں۔ کنکریاں مزدلفہ سے اٹھانا ضروری نہیں، منی سے بھی لی جا سکتی ہیں۔

(۱۰) ذوالحجہ کے کام

آپ ﷺ نے اس دن کو درج ذیل امور بالترتیب سرانجام دیے:

- جمرۂ عقبہ کی رمی، قربانی، حجامت، طواف افاضہ، صفا مروہ کی سعی، منٰی کو واپسی۔
- اگر کوئی آدمی ترتیب برقرار نہ رکھ سکے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہے، تاہم ترتیب قائم رکھنا افضل ہے۔

رمی کرنا

جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے کا افضل وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے، اگر کوئی شخص رات کو کنکریاں مار لے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کنکریاں مارنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جمرۂ عقبہ کی طرف اس طرح منہ کریں کہ بیت اللہ بائیں جانب اور منی دائیں جانب ہو، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات کنکریاں ماری جائیں۔ آج کل جو نظام مرتب کیا گیا ہے، اس کے مطابق کنکری حوض میں گرنی چاہیے، پھر وہ خود بخود جمرے تک پہنچ جائے گی۔ اگر عذر ہو تو کنکریاں مارنے کے لیے کسی کو اپنا نائب بنا سکتے ہیں۔

قربانی کرنا

حج قران اور حج تمتع کرنے والے پر قربانی کرنا واجب ہے، اس کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حاجی دس روزے رکھے، تین ایام حج میں اور سات واپس آ کر، حج افراد کرنے والے پر قربانی لازم نہیں ہے، البتہ حصول اجر و ثواب کے لیے کر سکتا ہے۔ حج کے دنوں والے تین روزے ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ سے تیرہ تاریخ تک رکھے، البتہ (۱۰) ذوالحجہ کو روزہ نہ رکھے۔ اس قربانی میں قربانی کے جانور والی تمام شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، حج کے علاوہ اونٹ کی قربانی میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں، ایک شخص ایک سے زیادہ قربانیاں بھی کر سکتا ہے۔ قربانی (۱۳) ذوالحجہ کے دن غروبِ آفتاب تک جائز ہے۔ منٰی میں قربانی کرنا افضل ہے، البتہ مکہ شہر میں بھی یہ عمل کیا جا سکتا ہے۔ خود قربانی کرنا اور اس کا گوشت کھانا مسنون عمل ہے۔

حجامت بنوانا

اس کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے، لیکن اب کی بار جسم کی مکمل صفائی کی جائے، جسم کے غیر ضروری بال اور ناخن کٹوائیں اور غسل کر کے عام جسمانی میل کچیل دور کریں۔

تنبیہ: ......احرام کی وجہ سے جو پابندیاں عائد ہوئی تھیں، اب وہ ختم ہو گئیں ہیں، ماسوائے میاں بیوی کی صحبت کے، لہٰذا حاجی لوگ معمول کا لباس پہن سکتے ہیں۔

اہم تنبیہ: ......اگر کہا جائے کہ تمام حاجی لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں تو یہ زیادتی نہیں ہوگی، مسئلہ یہ ہے کہ اگر شام تک طوافِ افاضہ نہ کیا جا سکے تو حاجی کو دوبارہ احرام پہننا پڑتا ہے، جو وہ طوافِ افاضہ مکمل کرنے کے بعد اتارے گا۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ غروبِ آفتاب کے بعد یہ طواف کر رہے ہوتے ہیں، جبکہ انھوں نے عام کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔

طوافِ افاضہ

یہ طواف حج کا رکن ہے، اس کو طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں، سنت یہ ہے کہ اس طواف کو جلد از جلد ادا کر لیا جائے، آپ ﷺ (۱۰) ذوالحجہ کو یہ طواف کر کے ظہر کے وقت منی میں پہنچ گئے تھے، اگر کوئی شرعی عذر ہو تو اس طواف کو (۱۳) ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب سے پہلے تک مؤخر کیا جا سکتا ہے، لیکن ایسی صورت میں مکمل احرام میں ٹھہرنا پڑے گا۔ پہلے طواف کا طریقہ بیان کیا جا چکا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس طواف میں نہ کندھا ننگا رکھا جائے گا اور نہ رمل کیا جائے گا۔ اس طواف کے بعد حاجی مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے، حتی کہ بیوی سے مباشرت بھی کر سکتا ہے۔

صفا مروہ کی سعی

حج تمتع کرنے والا طوافِ زیارت کے بعد صفا مروہ کی سعی کرے گا، اس کا طریقہ بھی پہلے گزر چکا ہے، البتہ حج افراد اور حج قران کرنے والے لوگوں نے اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی کر لی تھی تو اب دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر انھوں نے اُس وقت سعی نہیں کی تھی، تو وہ بھی اب سعی کریں گے۔

مِنٰی کو واپسی

حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ طوافِ افاضہ اور سعی مکمل کر کے پہلی فرصت میں منی میں واپس پہنچ جائیں، بلا عذر تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

مِنٰی میں قیام

ذوالحجہ کی (۱۱، ۱۲، ۱۳) تاریخوں کو ایام تشریق کہتے ہیں، یہ منی میں ٹھہرنے اور ذکرِ الٰہی اور کھانے پینے کے دن ہیں، ان دنوں میں سب سے اہم کام زوال کے بعد تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا ہے، حاجیوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بارہ تاریخ کو رمی کر کے حج سے فارغ ہو جائیں اور مکہ واپس آ جائیں، تیرہ کو تو پھر واپس آنا ہی ہے۔

رمی کرنے کا مسنون طریقہ

۱۱ ذوالحجہ کو تینوں جمروں کو کنکریاں مارنی ہیں، کنکریاں مارنے کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے، جمرہ اولی کے قریب ہوں اور اس کی جانب یوں منہ کریں کہ بیت اللہ بائیں اور منی کا میدان دائیں جانب آ جائے، ساتویں کنکری مار کر تھوڑا سا پیچھے کو ہٹ جائیں اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر تادیر دعا کریں، پھر اسی طریقے کے مطابق جمرہ وسطی کو کنکریاں مار کر اس

کے پاس بھی ہاتھ اٹھا کر تا دیر دعا کریں، پھر اسی طرح جمرۂ عقبہ کی رمی کریں، لیکن اس کے پاس ٹھہرنے اور دعا کرنے کا عمل نہیں کیا جائے گا۔

جو حجاج (۱۲) ذوالحجہ کو منی سے واپس آنا چاہتے ہوں، وہ صرف بارہ تاریخ کی ہی کنکریاں ماریں گے، نہ کہ ساتھ تیرہ کی بھی۔ نبی کریم ﷺ منی کی راتوں میں بیت اللہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔

طوافِ وداع

جب حج یا عمرہ کرنے والا شخص مکہ مکرمہ چھوڑنے لگے تب خانہ کعبہ کا الوداعی طواف کرنا اس پر واجب ہے، اس کو طوافِ وداع کہتے ہیں، جن خواتین کو روانگی کے وقت حیض یا نفاس کا خون آیا ہوا ہو، جبکہ وہ اس سے پہلے طوافِ زیارت کر چکی ہوں تو اُن کو طوافِ وداع نہ کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔

حج و عمرہ کے بارے میں مزید ہدایات

اگر کوئی رکن رہ جائے تو حج وعمرہ کا کوئی اعتبار نہیں رہے گا اور اگر واجبات میں سے کوئی چیز رہ جائے تو دَم واجب آئے گا۔

ارکانِ عمرہ

۱۔احرام ۲۔طواف ۳۔سعی

واجباتِ عمرہ

۱۔میقات سے احرام باندھنا

۲۔سر منڈوانا یا بال کتروانا

ارکانِ حج:

۱۔احرام ۲۔طواف افاضہ (طواف زیارت)

۳۔عرفات میں ٹھہرنا ۴۔صفا مروہ کے درمیان سعی

واجبات حج

۱۔ میقات سے احرام باندھنا

۲۔ دن کو پہنچنے والے کے لیے غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا

۳۔ فجر کی روشنی تک مزدلفہ میں رات گزارنا، معذور لوگ آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہو سکتے ہیں

۴۔ ایام تشریق کی راتیں منی میں گزارنا

۵۔ ایام تشریق میں جمرات کو کنکریاں مارنا ۶۔ سر منڈوانا یا بال کتروانا

۷۔ طوافِ وداع

فَضْلُ الْحَجِّ وَوُجُوْبُهُ

حج اور عمرہ کی فضیلت کا بیان

(٤٠٥١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ عِنْدَ اللّٰهِ إِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيْهِ، وَغَزْوٌ لَا غُلُوْلَ فِيْهِ، وَحَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔)) قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَهَ ﷺ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ يُكَفِّرُ خَطَايَا تِلْكَ السَّنَةِ۔ (مسند احمد: ٧٥٠٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ فضیلت والے اعمال یہ ہیں: ایسا ایمان جس میں کوئی شک نہ ہو، ایسا جہاد جس میں خیانت نہ ہو اور حج مبرور۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حج مبرور تو اس سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے۔

فوائد: ...... حج مبرور: وہ حج ہے، جس میں کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ حج ایک اہم رکنِ اسلام اور عظیم اور مشقت طلب عبادت ہے اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مالی اعتبار سے سب سے مہنگی عبادت ہے۔ اس لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کو کامل یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ ادا کیا جائے اور ریا کاری ونمود ونمائش سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ ''ایسا ایمان جس میں کوئی شک نہ ہو۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اعتقادی مسائل اور قطعی الثبوت فرائض و واجبات پر یقین محکم ہونا چاہیے، مثلا توحید، نبوت، حساب و کتاب کے لیے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا، جنت و جہنم، پانچ نمازیں، زکاۃ، روزے اور حج وغیرہ۔

(٤٠٥٢) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ حَجَّ (وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ أَمَّ هٰذَا الْبَيْتَ) فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔)) (مسند احمد: ١٠٤١٤)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے حج کے لیے اس گھر کا قصد کیا اور اس دوران نہ فحش کلامی کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح یوں (معصوم) واپس لوٹے گا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔''

(٤٠٥٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ مَلَائِكَتَهُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِأَهْلِ عَرَفَةَ، فَيَقُوْلُ: أُنْظُرُوْا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا)) (مسند احمد: ٧٠٨٩)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن شام کو اہل عرفہ کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: میرے بندوں کی طرف دیکھو، یہ پراگندہ اور گرد آلود ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔''

(٤٠٥١) أخرجه البخاري: ٢٦، ١٥١٩، ومسلم: ٨٣ (انظر: ٥٧١١)

(٤٠٥٢) أخرجه البخاري: ١٨١٩، ومسلم: ١٣٥٠ (انظر: ١٠٤٠٩)

(٤٠٥٣) اسناده لا بأس به۔ أخرجه الطبراني في "الصغير": ٥٧٥ (انظر: ٧٠٨٩)

فوائد: ...... حجاج کرام نو ذوالحجہ کا دن عرفات میں گزارتے ہیں اور غروبِ آفتاب کے بعد وہاں سے مزدلفہ کے لیے چل پڑتے ہیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے وہاں پہنچ کر ادا کرتے ہیں۔ فخر کرنے کی بنیاد یہ ہے کہ حاجی لوگ اپنی شہوات کا قلع قمع کر کے اس میدان میں پہنچے ہیں، جن کا مقصد ریا کاری اور نمود و نمائش نہیں، بلکہ اللہ تعالی کو راضی کرنا ہے، برخلاف فرشتوں کے کہ جن کے مزاج میں شہوت کا کوئی عنصر پایا ہی نہیں جاتا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُاللّٰهِ ، دَعَاهُمْ فَأَجَابُوْهُ ، سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ)) ''حج اور عمرہ کرنے والے لوگ اللہ تعالی کا وفد ہیں، اللہ تعالی نے اُن کو بلایا، انھوں نے (اس کے بلاوے کو) قبول کیا اور انہوں نے اللہ تعالی سے سوال کیا، اُس نے ان کو عطا کر دیا۔'' (البزار: رقم ۱۱۵۳، الصحیحة: ۱۸۲۰)

جہاں حج و عمرہ کی ادائیگی کرنے والے دور دراز کا سفر کر کے اللہ تعالی کے گھر کی زیارت کے لیے پہنچتے ہیں، وہاں اللہ تعالی ان کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کے مطالبات پورا کرتے ہیں۔

(٤٠٥٤) وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد: ٨٠٤٧)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

(٤٠٥٥) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ، فَإِنَّ مُتَابَعَةً بَيْنَهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ الْخَبَثَ۔)) (مسند احمد: ١٦٧)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یکے بعد دیگرے حج اور عمرہ ادا کرتے رہو، کیونکہ ان دونوں کو پے در پے ادا کرنے سے فقر و فاقہ اور گناہ یوں ختم ہو جاتے ہیں جیسے بھٹی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔''

(٤٠٥٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ ، وَفِيْهِ: ((فَإِنَّ مُتَابَعَةً بَيْنَهُمَا تَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ وَالرِّزْقِ ، وَتَنْفِيَانِ الذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔)) (مسند احمد: ١٥٧٨٧)

سیدنا عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سابقہ حدیث کی طرح ہی ہے، البتہ اس میں یہ فرق ہے: ''ان دونوں کو پے در پے بجا لانے سے عمر اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ گناہوں کو یوں ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔''

فوائد: ...... یہ مضمون کتاب و سنت میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ نیکی اور تقوی کی وجہ سے اللہ تعالی

(٤٠٥٤) تخريج: صحيح۔ أخرجه ابن خزيمة: ٢٨٣٩ ، وابن حبان: ٣٨٥٢ ، و الحاكم: ١/ ٤٦٥ ، والبيهقي: ٥/ ٥٨ (انظر: ٨٠٣٣)

(٤٠٥٥) صحيح لغيره۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٨٨٧ (انظر: ١٦٧)

(٤٠٥٦) صحيح لغيره دون قوله: "تزيد في العمر والرزق" وهذا اسناد ضعيف ، عاصم بن عبيد الله لم يكن بالحافظ وقد اضطرب فيه ، وشريك بن عبد الله النخعي سيىء الحفظ (انظر: ١٥٦٩٧)

بندے کو رزق عطا کرتا ہے اور روزی میں برکت آ جاتی ہے، رہا مسئلہ حج وعمرہ اور اور دوسری نیکیوں کی وجہ سے عمر میں اضافہ ہونے کا تو سوال یہ ہے کہ ہر ایک کی تاریخ وفات کا تو فیصلہ ہو چکا ہے، پھر نیکی کی وجہ سے عمر میں اضافہ ہونا کیسے ممکن ہے؟اس کے چار جوابات ہیں:

۱۔ اللہ تعالی تقدیر کی بعض صورتوں کو معلق رکھتے ہیں، جیسے اگر یہ بندہ نیک ہوا تو اس کی عمر اتنی ہوگی اور برا ہونے کی صورت میں اتنی، جبکہ اللہ تعالی کو اس بندے کے نیک و بد ہونے کا علم ہوتا ہے۔

۲۔ عمر میں اضافے سے مراد برکت کا حصول، عمل کی توفیق اور عمر کا ضائع نہ ہونا ہے۔ ان تین امور کی وجہ سے آدمی اپنی تھوڑی زندگی میں اتنا توشۂ آخرت تیار کر لیتا ہے کہ طویل عمریں پانے والے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت کو کہا جا سکتا ہے کہ اس کی زندگی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

۳۔ عمر میں اضافے سے مراد اس شخص کے ذکر جمیل کا باقی رہنا ہے، یعنی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالی اس کو دوسرے لوگوں میں نیک مشہور کر دیتا ہے، اس طرح عرصۂ دراز تک اس کی نیک نامی کا چرچا رہتا ہے۔

۴۔ دوسرے اسباب کی طرح نیکیاں بھی طویل زندگی کا ایک سبب ہے، اللہ تعالی جس شخص کو لمبی زندگی عطا کرنا چاہتا ہے تو اسے نیکیاں کرنے کی توفیق دیتا ہے، لیکن یہ اضافہ مخلوق کے اعتبار سے ہے، رہا اللہ تعالی کے علم کا مسئلہ تو اس میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے شفا کو زندگی کا سبب سمجھا جاتا ہے۔

(٤٠٥٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ دُوْنَ الْجَنَّةِ)) (مسند احمد: ٣٦٦٩)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حج اور عمرہ کی عبادات ایک دوسرے کے بعد ادا کرتے رہو، کیونکہ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو یوں ختم کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کی میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت سے کم تو ہے ہی نہیں۔“

(٤٠٥٨) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ، وَالْعُمْرَتَانِ تُكَفِّرَانِ مَا بَيْنَهُمَا مِنَ الذُّنُوْبِ۔)) (مسند احمد: ٩٩٤٢)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے اور دو عمرے اپنے درمیانی عرصے کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔“

(٤٠٥٧) صحيح لغيره۔ أخرجه الترمذي: ٨١٠، والنسائي: ٥/ ١١٥ (انظر: ٣٦٦٩)

(٤٠٥٨) أخرجه مسلم: ١٣٤٩ (انظر: ٩٩٤١)

فوائد: ......عصر حاضر میں سب سے زیادہ اخراجات حج اور عمرہ کی ادائیگی پر آتے ہیں، ان عبادات کی وجہ سے گناہوں کے معاف ہونے کا معاملہ تو واضح ہے، رہا مسئلہ ان کی وجہ سے فقر و فاقہ کے ختم ہونے کا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی خاص برکات کا نتیجہ ہوتا ہے، جس کے حصول کے لیے بڑی رغبت کی ضرورت ہے، عام لوگ اس سے محروم رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ حج یا عمرہ کرنے والے اسی حساب و کتاب میں پڑے رہتے ہیں کہ بہت زیادہ خرچہ ہو گیا، مالدار لوگوں کو چاہیے کہ وہ حرص و بخل سے بچتے ہوئے حج و عمرہ کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور درمیانی آمدنی والے لوگوں کو چاہیے کہ وہ بھی اس مرتبہ کو حاصل کرنے کی فکر کریں۔

(٤٠٥٩) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔)) قَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! مَا الْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ؟ قَالَ: ((إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ)) (مسند احمد: ١٤٥٣٦)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج مبرور کی جزا نہیں ہے، مگر جنت۔'' صحابہ نے پوچھا: اللہ کے نبی! حج مبرور کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے دوران لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اور سلام عام کیا جائے۔''

فوائد: ......ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((بِرُّ الْحَجِّ إِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَطِيْبُ الْكَلَامِ۔)) ...... ''کھانا کھلانا اور شیریں کلام کرنا حج کی نیکی ہے۔'' اس قسم کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ حج صرف مناسکِ حج کی ادائیگی کا نام نہیں ہے، بلکہ ہر قسم کی برائی سے اجتناب کرنے اور ہر ممکنہ نیکی کرنے کا نام ہے۔ اس باب کی حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ سفرِ حج اور حج کے دوران کھانا کھلانا، سلام کرنا اور شیریں کلام کرنا بہترین نیکیاں ہیں، چونکہ اس موقع پر جمع ہونے والے اکثر و بیشتر لوگ مسافر اور اجنبی اور ضرورت مند ہوتے ہیں، اگر وہ آپس میں حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو ایک دوسرے کی ضروریات بھی پوری ہو سکیں گی اور تکمیلِ حج کے مراحل بھی طے ہوتے رہیں گے۔ ہم نے حج مبرور کی یہ تعریف کی تھی کہ جس میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو، اس حدیث میں آپ ﷺ نے دو نیکیوں کا ذکر کیا ہے، دراصل یہ حج مبرور کی علامتوں میں سے دو علامتیں ہیں اور اس سائل کے جواب میں ان دو نیکیوں کا ذکر کرنا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آدمی ان دو امور میں سستی کرتا ہوگا، آپ ﷺ سائل کو اس کے حال کے مطابق جواب دیتے تھے۔

(٤٠٦٠) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ يَأْجُوْجَ وَمَا جُوْجَ۔)) (مسند احمد: ١١٢٣٧)

سیدنا ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج و عمرہ کیا جائے گا۔''

(٤٠٥٩) حسن بمجموع الطرق (الصحيحة: ١٢٦٤)۔أخرجه الطيالسي: ١٧١٨، والحاكم: ١/ ٤٨٣، وابن خزيمة (انظر: ١٤٤٨٢)

(٤٠٦٠) أخرجه البخاري: ١٥٩٣ (انظر: ١١٢١٩)

فوائد: ......عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے دور میں یاجوج اور ماجوج کا ظہور ہوگا اور پھر وہ ان ہی کے دور میں ہلاک ہو جائیں گے، ان کے بعد بھی خیر والا زمانہ ہوگا، جس میں حج وعمرہ کی ادائیگی عمل میں آئے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کی علامتوں کے سلسلے کے ظہور کے بعد بھی حج وعمرہ ادا کیے جائیں گے۔ لیکن درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک تو کعبۃ اللہ تباہ ہو چکا ہوگا، پس حج وعمرہ کیسے ادا کیا جائے گا؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((یُـخَـرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُوْ السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبْشَةِ۔)) ......''دو باریک پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ و برباد کر دے گا۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كَـأَنِّـي بِهِ اَسْوَدَ اَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَـجَرًا حَجَرًا۔)) ......''گویا کہ میں کالے رنگ اور کھلی پنڈلیوں والے کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کے ایک پتھر پتھر کو اکھاڑ رہا ہے۔'' (صحیح بخاری)

مسند احمد میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((......ثُـمَّ تَـجِـيْءُ الْـحَبْشَةُ فَيُـخَـرِّبُـوْنَهُ خَرَابًا لَا يُعْمَرُ بَعْدَهُ اَبَدًا، وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ)) ......''پھر حبشہ کے لوگ آئیں گے اور وہ کعبہ اس طرح تباہ و برباد کر دیں گے کہ اس کے بعد کبھی بھی یہ آباد نہیں ہو سکے گا اور وہی لوگ ہیں جو اس کے خزانے کو نکال لیں گے۔'' حافظ ابن حجر نے جمع تطبیق کی یہ صورت نکالی ہے کہ اس حدیث ''یاجوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی بیت اللہ کا حج وعمرہ کیا جائے گا۔'' میں بیت اللہ سے مراد اس کی جگہ ہے، (یعنی بیت اللہ کی عمارت تو نہیں ہو گی، لیکن اس کی جگہ کو سامنے رکھ کر اس سے متعلقہ حج وعمرہ کے ارکان ادا کر لیے جائیں گے)۔

(٤٠٦١) عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَـالَ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((النَّفَقَةُ فِـيْ الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔)) (مسند احمد: ٢٣٣٨٨)

سیدنا بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج کے دوران خرچ کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ یعنی جہاد میں خرچ کرنے کی طرح سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔''

(٤٠٦٢) عَـنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَـالَـتْ: قَالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ ﷺ: ((اَلْـحَـجُّ جِهَـادُ كُلِّ ضَعِيْفٍ۔)) (مسند احمد: ٢٧٢٠٩)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حج، ہر کمزور آدمی کا جہاد ہے۔''

فوائد: ......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد

(٤٠٦١) حسن لغيره۔ أخرجه البيهقي: ٤/ ٣٣٢ (انظر: ٢٣٠٠٠)

(٤٠٦٢) اسناده ضعيف لانقطاعه، ابو جعفر محمد بن على الباقر لم يسمع من ام سلمة۔ أخرجه ابن

ماجه: ٢٩٠٢ (انظر: ٢٦٦٧٤)

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ، اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔)) ......''جی ہاں، ان پر جہاد ہے، لیکن اس میں کوئی قتال نہیں ہے اور وہ ہے حج اور عمرہ۔'' (سنن ابن ماجه: ٢٩٠١)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ فضیلت والا عمل جہاد ہے، تو کیا ہم بھی جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا، وَلٰكِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔)) ......''جی نہیں، تمہارے لیے سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد تو حج مبرور ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۵۲۰) اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جہاد کی طرح حج وعمرہ کے سفر میں مشقت، محنت، تھکاوٹ، اپنے ساتھ زادِ راہ اٹھانے اور اپنے علاقے اور رشتہ داروں سے جدا ہونے جیسے امور پائے جاتے ہیں، فرق یہ ہے کہ اس میں لڑائی نہیں ہوتی۔

(٤٠٦٣) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنْ كَانَ قَالَهُ جِهَادُ الْكَبِيْرِ وَالضَّعِيْفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔)) (مسند احمد: ٩٤٤٠)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔''

فوائد: ......سنن نسائی میں اس روایت کے الفاظ یوں ہیں: ((جِهَادُ الْكَبِيْرِ وَالصَّغِيْرِ وَالضَّعِيْفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔)) اس میں ''إِنْ كَانَ قَالَهُ'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس موضوع سے متعلق ایک اہم حدیث درج ذیل ہے:

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: إِنَّ عَبْدًا أَصْحَحْتُ لَهُ جِسْمَهُ، وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِيْ الْمَعِيْشَةِ، تَمْضِيْ عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعْوَامٍ لَا يَفِدُ إِلَيَّ، لَمَحْرُوْمٌ۔)) (بیهقي ٥/ ٢٦٢، ابن حبان: ٩٦٠، صحيحه: ١٦٦٢)

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے ایک بندے کا جسم تندرست رکھا، اس کی معیشت میں وسعت پیدا کی، لیکن اس حالت میں پانچ سال بیت گئے اور وہ میری طرف نہیں آیا، ایسا آدمی محروم ہے۔''

(٤٠٦٣) اسناده ضعيف لانقطاعه، محمد بن ابراهيم التيمى لم يدرك ابا هريرة۔ أخرجه النسائى: ٥/ ١١٣ (انظر: ٩٤٥٩)

وُجُوبُ الْحَجِّ
حج کی فرضیت کا بیان

(٤٠٦٤) عَنْ عَلِيٍّ ‌رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفِي كُلِّ عَامٍ؟ فَسَكَتَ، فَقَالُوْا: ((أَفِي كُلِّ عَامٍ؟ فَسَكَتَ، قَالَ: ثُمَّ قَالُوْا: أَفِي كُلِّ عَامٍ؟ فَقَالَ: ((لَا، وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔)) فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ......﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔ (مسند احمد: ٩٠٥)

سیدنا علی ‌رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (سورۂ آل عمران: ٩٧) یعنی: ''جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج لازم ہے۔'' تو صحابہ ‌رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ ‌صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ انہوں نے پھر کہا: کیا ہر سال یہ فرض ہوگا؟ آپ ‌صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ انھوں نے تیسری مرتبہ کہا: کیا ہر سال یہ عبادت فرض ہوگی؟ آپ ‌صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (سورۂ مائدۃ: ١٠١) یعنی: ''ایمان والو! تم ایسی باتوں کے متعلق مت پوچھا کرو کہ اگر وہ تمہارے سامنے بیان کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزرے۔''

فوائد: ...... یہ اصولِ فقہ کا ایک مسلّمہ قانون ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کا مطلق حکم، محکوم بہ کے تکرار پر دلالت نہیں کرتا، یعنی جب شریعت میں کسی قید کے بغیر کوئی حکم دیا جائے اور بندہ اس پر ایک دفعہ عمل کر لے، تو وہ اس حکم سے بریٔ الذمہ ہو جائے گا اور اس سے دوبارہ اس حکم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ بالکل یہی مثال اس حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالی نے مطلق طور پر حج کو فرض قرار دیا، اس اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ جب آدمی ایک دفعہ حج کر لے گا تو وہ بریٔ الذمہ ہو جائے گا، لیکن جب صحابہ نے اس قانون پر اکتفا نہ کیا اور مزید پابندیوں کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا تو وہ آپ ‌صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گزرا اور اللہ تعالی نے اس قسم کے سوالات سے منع کر دیا۔

(٤٠٦٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ‌رضی اللہ عنہما قَالَ: خَطَبَنَا

سیدنا عبد اللہ بن عباس ‌رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

(٤٠٦٤) اسناده ضعيف، عبد الاعلى بن عامر الثعلبى ضعيف، ثم هو منقطع، ابو البخترى لم يسمع عليا۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٨٨٤، والترمذى: ٨١٤، ٣٠٥٥ (انظر: ٩٠٥)

(٤٠٦٥) حديث صحيح ۔ أخرجه ابوداود: ١٧٢١، وابن ماجه: ٢٨٨٦، والنسائى: ٥/ ١١١ (انظر: ٢٣٠٤)

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ۔)) قَالَ: فَقَامَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ: فِيْ كُلِّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ قَالَ: ((لَوْ قُلْتُهَا لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا أَوْ لَمْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْمَلُوْا بِهَا، فَمَنْ زَادَ، فَهُوَ تَطَوُّعٌ۔)) (مسند احمد: ٢٣٠٤)

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا: ''لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔'' سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو یہ ہر سال ہی واجب ہو جاتا اور اگر حج ہر سال فرض کر دیا گیا تو تم اس پر عمل نہیں کرو گے، یا اس پر عمل کرنے کی تم میں طاقت ہی نہیں ہوگی، ہاں جو آدمی ایک سے زائد مرتبہ حج کرے گا تو یہ نفلی عبادت ہوگی۔''

(٤٠٦٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: اَلْحَجُّ كُلَّ عَامٍ؟ فَقَالَ: ((لَا، بَلْ حَجَّةٌ، فَمَنْ حَجَّ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ، وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَسْمَعُوْا وَلَمْ تُطِيْعُوْا۔)) (مسند احمد: ٣٥١٠)

(دوسری سند) سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: آیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ یہ ایک بار فرض ہے، البتہ جو شخص اس کے بعد مزید حج کرے گا تو وہ نفل ہوگا اور اگر میں تیرے سوال کے جواب میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر یہ ہر سال فرض کر دیا گیا تو تم نہ یہ حکم قبول کرو گے اور نہ اس پر عمل کرو گے۔''

فوائد: ......ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی حدیث بنفسِ نفیس حجتِ شرعی ہے اور اس سے اس کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ قرآن کی کسی آیت کی موافقت کر رہی ہے یا مخالفت۔

یہ ظاہری لحاظ سے ہی مخالفت ہو سکتی ہے، حقیقی نہیں۔ جیسے بعض قرآنی آیات آپس میں ظاہری لحاظ سے متعارض ہو سکتی ہیں لیکن ان کی توجیہ ہو جاتی ہے، جس سے وہ آپس میں مخالف و متعارض نہیں رکھتیں۔ باقی رہا حقیقی تعارض یا مخالفت کا معاملہ تو وہ نہ قرآن مجید کا آپس میں ہے، نہ احادیث کا آپس میں ہے اور نہ ہی قرآن و حدیث کا آپس میں ہے۔ (عبداللہ رفیق)

(٤٠٦٧) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ، أَوْ أَحَدِهِمَا عَنِ الْآخَرِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ

سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا فضل رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں یا (راوی کو شک ہے) ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی حج

(٤٠٦٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٠٦٧) تخريج: حديث حسن۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٨٨٣ (انظر: ١٨٣٤)

فَلْيَتَعَجَّلْ، فَإِنَّهُ قَدْ يَمْرَضُ الْمَرِيْضُ وَتَضِلُّ الضَّالَّةُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَةُ۔)) (مسند احمد: ١٨٣٤)

کرنا چاہتا ہو وہ جلدی کرے، کیونکہ وہ بیمار ہوسکتا ہے، سواری گم ہوسکتی ہے یا کوئی اور مجبوری پیش آسکتی ہے۔''

فوائد: ......اللہ تعالی نے جن لوگوں کو صحت اور دولت سے نواز رکھا ہے، ان کو چاہیے کہ وہ لیت ولعل سے باز آ کر پہلی فرصت میں فریضۂ حج کی تکمیل کریں۔

(٤٠٦٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَجَّةٌ، وَلَوْ قُلْتُ كُلَّ عَامٍ لَكَانَ)) (مسند احمد: ٢٦٦٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ حج کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر میں کہہ دیتا کہ یہ ہر سال فرض ہے تو یہ ہو جاتا۔''

فوائد: ......حج ایک اہم رکن اسلام ہے اور مسلمانوں کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ ہر بالغ اور استطاعت رکھنے والے مسلمان پر زندگی میں ایک دفعہ فرض ہے، البتہ اس کے بعد نفلی حج کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، جیسا کہ پہلے باب کی احادیث سے معلوم ہوا، جمہور اہل علم کے نزدیک حج ٦ ھ میں فرض ہوا تھا۔

وُجُوْبُ الْحَجِّ عَلَى النِّسَاءِ وَفِيْ أُمُوْرٍ تَتَعَلَّقُ بِهِنَّ
خواتین پر حج کے فرض ہونے اور ان سے متعلقہ بعض مسائل کا بیان

(٤٠٦٩) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِنِسَائِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((هٰذِهِ الْحَجَّةُ ثُمَّ، (وَفِيْ لَفْظٍ: إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَجَّةُ، ثُمَّ الزَّمْنَ) ظُهُوْرَ الْحُصْرِ۔)) قَالَ: فَكُنَّ كُلُّهُنَّ يَحْجُجْنَ إِلَّا زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ وَسَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ ؓ، وَكَانَتَا تَقُوْلَانِ: وَاللّٰهِ! لَا تُحَرِّكُنَا دَابَّةٌ بَعْدَ أَنْ سَمِعْنَا ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ (وَفِيْ لَفْظٍ) بَعْدَ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ((هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُوْرَ الْحُصْرِ۔)) (مسند احمد: ٩٧٦٤)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع والے سال اپنی بیویوں سے فرمایا: ''یہ تمہارا حج ہو گیا ہے، آئندہ تم (اپنے گھروں میں ہی) اپنی چٹائیوں پر بیٹھ جانا۔'' سیدنا ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: لیکن آپ ﷺ کے بعد ساری امہات المومنین حج کے لئے جایا کرتی تھیں، ماسوائے سیدہ زینب بنت جحش اور سیدہ سودہ بنت زمعہ ؓ کے، یہ کہا کرتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد ''یہ حج ہے پھر (گھروں میں) اپنی چٹائیوں پر بیٹھ جانا ہے۔'' کے بعد (حج کے لئے) سواری پر سوار نہیں ہوں گی۔

(٤٠٦٨) تخريج: حديث صحيح ـ أخرجه الدارامى: ١٧٨٩، والطيالسى: ٢٦٦٩ (انظر: ٢٦٦٣)

(٤٠٦٩) اسناده حسن ـ أخرجه الطيالسى: ١٦٤٧، وابويعلى: ٧١٥٤، والبيهقى: ٥/ ٢٢٨ (انظر: ٩٧٦٥)

(٤٠٧٠) عَنْ وَاقِدِ بْنِ أَبِي وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِنِسَائِهِ فِي حَجَّتِهِ: ((هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُورَ الْحُصْرِ۔)) (مسند احمد: ٢٢٢٥٠)

سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر اپنی بیویوں سے فرمایا تھا کہ ''یہ حج ہو گیا ہے، اس کے بعد (گھروں میں) اپنی چٹائیوں پر (بیٹھ جانا ہے)۔''

فوائد: ......شارح ابوداود علامہ عظیم آبادی نے کہا: آپ ﷺ امہات المومنین کو یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس حج کی ادائیگی کے بعد اب انہیں گھروں میں ہی رہنا چاہیے، کیونکہ حج صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حج صرف ایک دفعہ فرض ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوداود نے اس حدیث کو ''باب فرض الحج'' میں ذکر کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ امہات المومنین کے لیے حجۃ الوداع کے بعد پھر حج کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن اس استدلال کے دو جوابات دیئے گئے ہیں:

(ا) یہ صرف ایک احتمال ہے، کوئی واضح اور صریح معنی نہیں ہے کہ دوسری نصوص سے ثابت ہونے والے یقینی جواز کو ترک کر دیا جائے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لیے سب سے بہترین اور خوبصورت جہاد حج مبرور ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس میں یہ حدیث سننے کے بعد حج ادا کرنا نہیں چھوڑوں گی۔ ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں، لیکن اس میں لڑنا نہیں ہے، اور وہ ہے حج اور عمرہ۔''

ان احادیث میں آپ ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ جہاد جس طرح مردوں پر فرض ہے، اس طرح عورتوں پر فرض نہیں ہے، یہ معنی نہیں کہ جہاد کے لیے ان کا نکلنا ہی حرام ہے، کیونکہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عورتیں زخمیوں کا علاج کرنے کے لیے نکلتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کی ترغیب پر مشتمل ان احادیث سے یہ سمجھیں کہ وہ بار بار حج کر سکتی ہیں۔ اس لیے اُن دلائل کی روشنی میں "هذه ثم ظهور الحصر" اور ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (سورۂ احزاب: ٣٣) کے عموم کو خاص کیا جائے گا۔ شروع شروع میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی توقف اختیار کیا (اور امہات المومنین کو حج کرنے سے منع کر رکھا تھا)، پھر ان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل کے قوی ہونے کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنے دور خلافت کے آخر میں امہات المومنین کو حج کرنے کی اجازت دی، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں ان کو حج کرایا تھا۔ امام بیہقی نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ابو واقد کی حدیث ((هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُوْرُ الْحُصْرِ)) سے آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی صرف ایک دفعہ حج ادا کرنا فرض ہے، آپ ﷺ اپنی بیویوں کو آئندہ حج ادا کرنے سے منع نہیں کر رہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کو

(٤٠٧٠) تخريج: حسن لغيره۔ أخرجه ابوداود: ١٧٢٢ (انظر: ٢١٩٠٥)

واجبی طور پر گھروں میں ٹھہرنے کا حکم نہیں دے رہے، یہی بات فتح الباری میں ہے۔

(۲) سیدنا ابو واقد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نہی سے مراد یہ ہے کہ امہات المومنین آئندہ حج ترک کر سکتی ہے، یہ معنی نہیں کہ وہ حجۃ الوداع کے بعد حج ہی ادا نہیں کر سکتیں، کیونکہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حج ادا کیا تھا، ......۔ (عون المعبود: ۱/ ۸۵۲) رحم الله شارحي الحديث النبوي رحمة واسعة۔

(٤٠٧١) عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ: أَلَا نُجَاهِدُ مَعَكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَكِ أَحْسَنُ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ، الْحَجُّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔)) فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ أَبَدًا بَعْدَ أَنْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ٢٥٠٠٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لئے نہیں جا سکتیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے لئے ایک انتہائی حسین و جمیل جہاد ہے اور وہ ہے حج مبرور۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: یہ حدیث سننے کے بعد میں کبھی بھی حج نہیں چھوڑوں گی۔

(٤٠٧٢) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ السَّدُوْسِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ۔ قَالَ: ((اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ هُوَ جِهَادُ النِّسَاءِ۔)) (مسند احمد: ٢٤٩٦٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ''حج اور عمرہ عورتوں کا جہاد ہیں۔''

فوائد: ......اس حدیث کی وضاحت حدیث نمبر (۴۰۶۲) میں ہو چکی ہے۔

وُجُوْبُ الْحَجِّ عَلَى الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَالزَّمِنِ إِذَا أَمْكَنَهُمَا الْإِسْتِنَابَةُ وَجَوَازُهُ عَنِ الْمَيِّتِ إِذَا كَانَ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ

عمر رسیدہ اور مستقل بیمار پر حج کے فرض ہونے کا بیان، بشرطیکہ ان کی طرف سے نیابت ممکن ہو اور میت کی طرف سے حج کے جواز کا بیان، جبکہ اس پر واجب ہو

(٤٠٧٣) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَتَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خثعم قبیلہ کی ایک خاتون نے آ کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالی کے

(٤٠٧١) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٦١ (انظر: ٢٤٤٩٧)

(٤٠٧٢) تخريج: اسناده صحيح۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٠١ (انظر: ٢٤٤٦٣)

(٤٠٧٣) تخريج: أخرجه البخاري: ٤٣٩٩، ٦٢٢٨، ومسلم: ١٣٣٤ (انظر: ١٨١٨)

اللّٰہِ! إِنَّ أَبِی أَدْرَکَتْہُ فَرِیضَۃُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِی الْحَجِّ وَہُوَ شَیْخٌ کَبِیرٌ لَا یَسْتَطِیعُ أَنْ یَثْبُتَ عَلَی دَابَّتِہِ، قَالَ: ((فَحُجِّی عَنْ أَبِیکِ۔)) (مسند احمد: ۱۸۱۸)

فریضۂ حج نے میرے باپ کو پا لیا ہے، لیکن صورتحال یہ ہے کہ وہ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے سواری پر بیٹھنے کی سکت بھی نہیں رکھتے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تم خود اپنے والد کی طرف سے حج کر لو۔''

(٤٠٧٤) عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ أَوْ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! إِنَّ أَبِی أَدْرَکَہُ الْإِسْلَامُ وَہُوَ شَیْخٌ کَبِیرٌ لَا یَثْبُتُ عَلَی رَاحِلَتِہِ أَفَأَحُجُّ عَنْہُ؟ قَالَ: ((أَرَأَیْتَ لَوْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ فَقَضَیْتَہُ عَنْہُ أَکَانَ یُجْزِیہِ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَاحْجُجْ عَنْ أَبِیکَ۔)) (مسند احمد: ۱۸۱۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یا سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرا والد مسلمان ہے، لیکن اب وہ اس قدر عمر رسیدہ ہو چکا ہے کہ سواری پر بھی بیٹھ نہیں سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا اور تم اس کی طرف سے ادا کرتے، تو کیا اس کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔''

(٤٠٧٥)(وَعَنْہُ مِنْ طَرِیقٍ ثَانٍ) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ: کُنْتُ رَدِیفَ النَّبِیِّ ﷺ فَسَأَلَہُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ أَبِی أَوْ أُمِّی شَیْخٌ کَبِیرٌ لَا یَسْتَطِیعُ الْحَجَّ، فَذَکَرَ الْحَدِیثَ۔ (مسند احمد: ۱۸۱۳)

(دوسری سند) سیدنا فضل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہا: ''میرا والد یا والدہ اس قدر بوڑھے ہیں کہ وہ حج کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے،......۔

فوائد: ......سائل مرد تھا یا خاتون اور باپ کے بارے میں سوال کیا گیا یا ماں کے بارے یا دونوں کے بارے میں؟ اس ضمن میں مختلف روایات موجود ہیں، حافظ ابن حجر نے اس صورتحال کا یہ جواب دیا ہے: تمام طرق کو جمع کرنے سے جو بات مجھے معلوم ہو رہی ہے، وہ یہ ہے کہ سائل مرد تھا،

لیکن اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی اور اس نے بھی سوال کیا تھا اور اس مجلس میں باپ اور ماں دونوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ (فتح الباری: ٤/ ٦٨)

(٤٠٧٤) تخریج: انظر الحدیث السابق

(٤٠٧٥) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٤٠٧٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضي الله عنهما قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أَبِي أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ رُكُوْبَ الرَّحْلِ وَالْحَجُّ مَكْتُوْبٌ عَلَيْهِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: ((أَنْتَ أَكْبَرُ وَلَدِهِ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى أَبِيْكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ عَنْهُ أَكَانَ ذٰلِكَ يُجْزِيءُ عَنْهُ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَاحْجُجْ عَنْهُ۔)) (مسند احمد: ١٦٢٢٤)

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خثعم قبیلے کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرا والد مسلمان ہے، لیکن وہ اس قدر بوڑھا ہو چکا ہے کہ سواری پر سوار ہونے کی طاقت بھی نہیں رکھتا، جبکہ اس پر حج بھی فرض ہو چکا ہے، تو آیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس کے سب سے بڑے بیٹے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا بتلاؤ اگر تمہارے والد کے ذمہ قرض ہوتا اور تم اس کی طرف سے ادا کرتے، تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تم اس کی طرف سے حج کرو۔''

(٤٠٧٧) وَعَنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ رضي الله عنها عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَفِيْ آخِرِهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَاللّٰهُ أَرْحَمُ، حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ۔)) (مسند احمد: ٢٧٩٦٢)

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے بھی نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی حدیث بیان کی ہے، البتہ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پس اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے، تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔''

(٤٠٧٨) عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ رضي الله عنه أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: أَنَّ أُمِّي قَدْ مَاتَتْ وَلَمْ يَحُجَّ فَيُجْزِئُهَا أَنْ أَحُجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قَالَتْ: فَإِنَّ أُمِّي كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَيُجْزِئُهَا أَنْ أَصُوْمَ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) (مسند احمد: ٢٣٣٤٤)

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میری والدہ حج کئے بغیر فوت ہو گئی ہے، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' اس عورت نے مزید پوچھا: میری والدہ کے ذمہ ایک ماہ کے روزے بھی تھے، تو کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔''

فوائد: ......حج کے سلسلے میں ان احادیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوئے:

(٤٠٧٦) تخريج: حديث صحيح دون قوله: "انت اكبر ولده" انفرد بهذه اللفظة يوسف بن الزبير، ولم يتابعه احد عليها، وهو ممن لا يحتمل تفرده۔ أخرجه النسائي: ٥/ ١١٧(انظر: ١٦١٢٥)

(٤٠٧٧) تخريج: حديث صحيح ۔ أخرجه الدارمي: ١/ ٤١، وابويعلى: ٦٨١٨، والطبراني في "الكبير": ٢٤/ ١٠١(انظر: ٢٧٤١٧)

(٤٠٧٨) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٤٩(انظر: ٢٢٩٥٦)

- جو شخص صاحبِ مال ہو، لیکن بڑھاپے یا بیماری (جس سے بظاہر شفا کی امید نہ ہو) کی وجہ سے حج اور حج کے لوازمات ادا نہ کر سکتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی آدمی کو حج کی ادائیگی کے لیے بھیجے۔
- حج کا معاملہ قرض والا ہے، جو آدمی استطاعت کے باوجود اس فریضے کی ادائیگی سے محروم رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا مقروض ہے۔
- میت کی طرف سے حج ادا کیا جا سکتا ہے۔
- اس سلسلے میں مرد و زن ایک دوسرے کی طرف سے نیابت کر سکتے ہیں۔
- حج بدل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس نے پہلے خود حج ادا کیا ہوا ہو، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ۔ (میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں)، آپ ﷺ نے پوچھا: ((مَنْ شُبْرُمَةُ؟)) ...... ''شبرمہ کون ہے؟'' اس نے کہا: میرا بھائی ہے، یا کہا کہ میرا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ((حَجَجْتَ عَنْ نَّفْسِكَ؟)) ...... ''کیا تو نے خود حج ادا کیا ہوا ہے؟'' اس نے کہا: جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ، ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ۔)) ...... ''تو پہلے اپنی طرف سے حج کر، پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔'' (ابوداود، ابن ماجہ)

صِحَّةُ حَجِّ الصَّبِيِّ وَالْعَبْدِ مِنْ غَيْرِ اِيْجَابٍ لَهُ عَلَيْهِمَا

نابالغ بچے اور غلام کے حج کا صحیح ہونا، جبکہ یہ ان پر واجب نہیں ہوتا

(٤٠٧٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بِالرَّوْحَاءِ، فَلَقِيَ رَكْبًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: ((مَنِ الْقَوْمُ؟)) قَالُوْا: اَلْمُسْلِمُوْنَ، قَالُوْا: فَمَنْ أَنْتُمْ؟ قَالَ: ((رَسُوْلُ اللّٰهِ۔)) فَفَزِعَتِ امْرَأَةٌ، فَأَخَذَتْ بِعَضُدِ صَبِيٍّ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ مِحَفَّتِهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ لِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ۔)) (مسند احمد: ١٨٩٨)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (مکہ سے مدینہ کی طرف واپسی کے دوران) روحاء کے مقام پر تھے کہ آپ ﷺ کی ایک قافلے سے ملاقات ہو گئی، آپ ﷺ نے انہیں سلام کہا اور پوچھا: ''تم کون لوگ ہو؟'' انہوں نے کہا: جی ہم مسلمان ہیں، پھر انہوں نے پوچھا: ''اور آپ کون ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں۔'' یہ سن کر ایک خاتون نے گھبراہٹ کے عالم میں اپنے بچے کو بازو سے پکڑا اور اس کو پالکی سے نکالا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کا بھی حج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں اور اجر تیرے لیے ہوگا۔''

(٤٠٧٩) تخريج: أخرجه مسلم: ١٣٣٦ (انظر: ١٨٩٨)

فوائد: ...... آپ ﷺ ادائیگی حج کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں یہ واقعہ پیش آیا، روحاء کا مقام مدینہ منورہ سے چھتیس میل پر واقع ہے۔ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بچے کا حج اس کو حجۃ الاسلام سے کفایت نہیں کرے گا، یعنی جب وہ بالغ ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت بنے گا تو دوبارہ اس پر حج فرض ہو جائے گا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَیُّمَا صَبِیٍّ حَجَّ، ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ، فَعَلَیْهِ اَنْ یَحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰی، وَاَیُّمَا عَبْدٍ حَجَّ، ثُمَّ اُعْتِقَ، فَعَلَیْهِ اَنْ یَحُجَّ حَجَّةً اُخْرٰی۔)) ...... "جو بچہ حج کرے اور پھر وہ بالغ ہو جائے تو اس پر ایک اور حج فرض ہوگا، اسی طرح جو غلام حج کرے اور پھر وہ آزاد ہو جائے تو اس پر ایک اور حج فرض ہوگا۔" (ابن ابی شیبه، سنن بیهقی، وهو صحیح مرفوعا، انظر: ارواء الغلیل: ٤/ ١٥٥)

بچے کے حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھ دیا جائے گا اور یہ ثواب اس کے باپ یا ماں کو بھی ملے گا جو اس کو حج کروائیں گے، بچے پر دورانِ حج احرام کی پابندیاں عائد ہوں گی، اگر اس کے لیے حج وعمرہ کی نیت اور اس کے الفاظ کی ادائیگی ناممکن ہو تو اس کا باپ یا ماں اس کی طرف سے یہ امور سرانجام دیں گے۔

(٤٠٨٠) عَنْ جَابِرِ (بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما) قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَنَا النِّسَاءُ وَالصِّبْیَانُ وَرَمَیْنَا عَنْهُمْ۔ (مسند احمد: ١٤٤٢٣)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، ہمارے ساتھ خواتین اور بچے بھی تھے اور ہم نے ان کی طرف سے کنکریاں ماری تھی۔

(٤٠٨١) عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رضی اللہ عنہ قَالَ: حُجَّ بِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ۔ (مسند احمد: ١٥٨٠٩)

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے بھی حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا تھا جبکہ میری عمر سات برس تھی۔

اِعْتِبَارُ الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ مِنَ الْاِسْتِطَاعَةِ وَكَذَالِكَ سَلَامَةُ الطَّرِیْقِ وَوُجُوْدُ مَحْرَمٍ لِلْمَرْاَةِ

زادِراہ اور سواری کی دستیابی کے ساتھ ساتھ راستے کا پرامن ہونا اور عورت کے ساتھ محرم کا ہونا حج کی استطاعت میں سے ہے

(٤٠٨٢) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا یَحْیٰی عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَنَا عَطَاءٌ قَالَ: سَمِعْتُ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت، جس کا انھوں نے نام بھی

(٤٠٨٠) اسناده ضعیف لضعف اشعث بن سوار۔ أخرجه الترمذی: ٩٢٧، وابن ماجه: ٣٠٣٨ (انظر: ١٤٣٧٠)
(٤٠٨١) تخریج: أخرجه البخاری: ١٨٥٨ (انظر: ١٥٧١٨)
(٤٠٨٢) تخریج: أخرجه البخاری: ١٧٨٢، ١٨٦٣، ومسلم: ١٢٥٦ (انظر: ٢٠٢٥)

ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيْتُ اسْمَهَا، : ((مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا الْعَامَ۔)) قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّمَا كَانَ لَنَا نَاضِحَانِ، فَرَكِبَ أَبُوْ فُلَانٍ وَابْنُهُ لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا، نَاضِحًا وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِيْ فِيْهِ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيْهِ تَعْدِلُ حَجَّةً۔)) (مسند احمد: ٢٠٢٥)

لیا تھا لیکن مجھے بھول گیا، سے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ تم ہمارے ساتھ اس سال حج کے لیے نہیں جا رہیں؟ اس نے عرض کیا: اللہ کے نبی کریم! ہمارے پاس دو اونٹنیاں تھیں، میرا شوہر اور بیٹا ایک اونٹنی لے کر سفر پر روانہ ہو رہے ہیں اور ایک اونٹنی پیچھے چھوڑ رہے ہیں، اس پر ہم پانی لاتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چلو جب ماہِ رمضان آئے تو عمرہ کر لینا، کیونکہ اس ماہ میں کیا گیا عمرہ، حج کے برابر ہوتا ہے۔''

فوائد: ......رمضان کے عمرہ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے، لیکن یقیناً یہ عمرہ، حج سے کفایت نہیں کرے گا، امام ابن خزیمہ نے اس فضیلت کے بارے میں کہا: جب ایک چیز بعض امور اور معانی میں دوسرے کے مشابہ ہوتی ہے، تو اس کو بھی اس کی برابری کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ نہ کہ خود اس چیز کا، یہی وجہ ہے کہ عمرہ کے ذریعے فرضیت اور نذر والے حج کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر کی جائز ضروریات کو حج پر مقدم کرنا چاہیے، سبحان اللہ! آپ ﷺ کی شریعت میں کتنا اعتدال اور حسن ہے۔ اگر کوئی آدمی عمرہ کی طاقت رکھتا ہو، نہ کہ حج کی تو اسے چاہیے کہ رمضان میں عمرہ کرنے کو ترجیح دے، تاکہ زندگی میں وہ جو فریضہ ادا نہیں کر سکتا ہے، اس کا ثواب تو حاصل کر لے۔

(٤٠٨٣) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ أُمِّ مَعْقِلٍ عَنْ أُمِّ مَعْقِلٍ الْأَسَدِيَّةِ قَالَ: أَرَادَتْ أُمِّيَ الْحَجَّ وَكَانَ جَمَلُهَا أَعْجَفَ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((اِعْتَمِرِيْ فِيْ رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ كَحَجَّةٍ۔)) (مسند احمد: ٢٧٦٤٧)

معقل کہتے ہیں: میری ماں سیدنا ام معقل اسدیہ رضی اللہ عنہا نے حج کا ارادہ کیا، لیکن ان کا اونٹ لاغر تھا، جب انہوں نبی کریم ﷺ سے اس چیز کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان میں عمرہ کر لینا، کیونکہ ماہِ رمضان میں ادا کیا گیا عمرہ، حج کی مانند ہے۔''

(٤٠٨٤)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبِيْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّ مَعْقِلٍ الْأَسَدِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ

(دوسری سند) سیدہ ام معقل اسدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حج کرنا چاہتی ہوں، لیکن میرا اونٹ کمزور ہے، اب آپ مجھے کیا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان

(٤٠٨٣) حديث صحيح لغيره ـأخرجه ابوداود: ١٩٨٨، ١٩٨٩، ١٩٩٠، والترمذي: ٨٦١ (انظر: ٢٧١٠٦)

(٤٠٨٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

أُرِيدُ الْحَجَّ وَجَمَلِي أَعْجَفُ فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: ((اِعْتَمِرِي فِي رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً)) (مسند احمد: ٢٧٨٢٨)

میں عمرہ کر لینا، کیونکہ ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔''

فوائد: ......حج وعمرہ کے سفر کے لیے سواری کو مطلق طور پر شرط نہیں قرار دیا جا سکتا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جو کسی بیماری یا دوری کی وجہ سے پیدل نہ چل سکتا ہو اور اس کے پاس سواری بھی نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

(٤٠٨٥) عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ يُقَالُ لَهُ أُمُّ مَعْقِلٍ قَالَتْ: أَرَدْتُ الْحَجَّ فَضَلَّ بَعِيرِي، فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((اِعْتَمِرِيْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِي شَهْرِ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً۔)) (مسند احمد: ٢٧٨٣١)

بنو اسد بن خزیمہ کی ایک خاتون سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے حج کرنے کا ارادہ کیا، لیکن میرا اونٹ گم ہو گیا، جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان میں عمرہ کر لینا، کیونکہ اس مہینے میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔''

(٤٠٨٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: كُنْتُ فِيمَنْ رَكِبَ مَعَ مَرْوَانَ حِيْنَ رَكِبَ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ، قَالَ: وَكُنْتُ فِيمَنْ دَخَلَ عَلَيْهَا مِنَ النَّاسِ مَعَهُ وَسَمِعْتُهَا حِيْنَ حَدَّثَتْ هٰذَا الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٢٧٨٣٢)

(دوسری سند) ابو بکر بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں: جب مروان، سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کی طرف گئے تو میں بھی قافلہ میں شامل تھا اور جو لوگ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوئے ان میں میں بھی تھا، پھر انھوں نے یہ حدیث بیان کی، جو میں نے خود ان سے سنی۔

(٤٠٨٧) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَالِثٍ) قَالَ: أَرْسَلَ مَرْوَانُ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ الْأَسَدِيَّةِ يَسْأَلُهَا عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَتْهُ أَنَّ زَوْجَهَا جَعَلَ بَكْرًا لَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَنَّهَا أَرَادَتِ الْعُمْرَةَ، فَسَأَلَتْ زَوْجَهَا الْبَكْرَ فَأَبَى، فَأَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ

(تیسری سند) ابو بکر بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ مروان نے سیدہ ام معقل اسدیہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث پوچھنے کے لیے پیغام بھیجا، انھوں نے یہ حدیث یوں بیان کی: میرے شوہر نے میرا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں وقف کر دیا، جب میں نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے شوہر سے اونٹ طلب کیا، لیکن اس نے مجھے اونٹ دینے سے انکار کر دیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت

(٤٠٨٥) تخريج: انظر الحديث السابق

(٤٠٨٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٠٨٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

يُعْطِيَهَا، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ مِنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَقَالَ: عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً أَوْ تُجْزِیءُ حَجَّةً، وَقَالَ حَجَّاجٌ تَعْدِلُ بِحَجَّةٍ أَوْتُجْزِیءُ بِحَجَّةٍ.)) (مسند احمد: ٢٧٨٢٩)

میں حاضر ہوئی اور یہ ساری بات بتائی، آپ ﷺ نے میرے شوہر کو حکم دیا کہ وہ مجھے میرا اونٹ دے دے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''حج اور عمرہ بھی اللہ کی راہ میں سے ہیں۔'' نیز فرمایا: ''ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہوتا ہے۔'' یا یوں فرمایا کہ ''حج سے کفایت کرتا ہے۔''

(٤٠٨٨) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ رَابِعٍ) قَالَ: أَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ مَرْوَانَ الَّذِيْ أُرْسِلَ إِلٰى أُمِّ مَعْقِلٍ قَالَ: قَالَتْ: جَاءَ أَبُوْ مَعْقِلٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَاجًّا، فَلَمَّا قَدِمَ أَبُوْ مَعْقِلٍ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ مَعْقِلٍ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ عَلَيَّ حَجَّةً، وَأَنَّ عِنْدَكَ بَكْرًا فَأَعْطِنِيْ فَلْأَحُجَّ عَلَيْهِ، قَالَ: فَقَالَ لَهَا: إِنَّكِ قَدْ عَلِمْتِ أَنِّيْ قَدْ جَعَلْتُهُ فِيْ سَبِيْلِ لِلّٰهِ، قَالَتْ: فَأَعْطِنِيْ صِرَامَ نَخْلِكَ، قَالَ: قَدْ عَلِمْتِ أَنَّهُ قُوتُ أَهْلِيْ، قَالَتْ: فَإِنِّيْ مُكَلِّمَةٌ النَّبِيَّ ﷺ وَذَاكِرَتُهُ لَهُ، قَالَ: فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ حَتّٰى دَخَلَا عَلَيْهِ، قَالَ: فَقَالَتْ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ عَلَيَّ حَجَّةً وَإِنَّ لِأَبِيْ مَعْقِلٍ بَكْرًا، قَالَ أَبُوْ مَعْقِلٍ: صَدَقَتْ جَعَلْتُهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ: ((أَعْطِهَا فَلْتَحُجَّ فَإِنَّهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.)) قَالَ فَلَمَّا أَعْطَاهَا الْبَكْرَ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ قَدْ كَبِرْتُ وَسَقِمْتُ فَهَلْ مِنْ عَمَلٍ يُجْزِیءُ عَنِّيْ مِنْ حَجَّتِيْ؟ قَالَ: فَقَالَ ﷺ: ((عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تُجْزِیءُ لِحَجَّتِكِ.)) (مسند احمد: ٢٧٦٤٨)

(چوتھی سند) ابوبکر بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں: مروان نے جس قاصد کو سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا تھا، اس نے مجھے بیان کیا کہ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: سیدنا ابومعقل رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کو جانے لگے، جب وہ گھر آئے تو میں نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ مجھ پر بھی حج فرض ہے اور آپ کے پاس ایک اونٹ ہے، آپ وہ مجھے دے دیں تا کہ میں بھی حج کر سکوں۔ انھوں نے کہا: تم جانتی ہو کہ میں اسے اللہ کی راہ میں وقف کر چکا ہوں، اس لیے وہ آپ کو نہیں دیا جا سکتا۔ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر آپ نے جو کھجوریں چن لی ہیں، وہ مجھے دے دیں، انھوں نے کہا: تم جانتی ہو کہ وہ تو میرے اہل وعیال کی خوراک ہیں، سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر میں نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں چل پڑے اور آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھ پر حج فرض ہے اور ابومعقل کے پاس ایک اونٹ بھی ہے۔ سیدنا ابومعقل رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی بات درست ہے، مگر میں تو اسے اللہ کی راہ میں وقف کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم وہ اونٹ اسے دے دو، تا کہ یہ اس پر حج کر سکے، اور حج بھی اللہ تعالی کی راہ میں سے ہے۔ جب سیدنا ابومعقل رضی اللہ عنہ نے اسے اونٹ دے دیا تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں اب کافی عمر رسیدہ ہو

(٤٠٨٨) اسناده ضعيف بهذه السياقة، لضعف ابراهيم بن المهاجر، وانظر الحديث بالطريق الاول

چکی ہوں اور بیمار بھی رہتی ہوں، کیا کوئی عمل ایسا ہے جو میرے حج کا عوض بن سکے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا حج سے کفایت کرے گا۔''

فوائد: ......ابوداود کی صحیح روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ ام معقل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا کیا تو اس وقت ہمارا ایک اونٹ تھا، سیدنا ابومعقل رضی اللہ عنہ نے اس کو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) کے لیے وقف کر دیا تھا، ان دنوں ہم بیمار ہو گئے تھے اور سیدنا ابومعقل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور نبی کریم ﷺ اِس سفر پر روانہ ہو گئے، جب آپ ﷺ حج سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''ام معقل! کس چیز نے آپ کو ہمارے ساتھ نکلنے سے روک لیا تھا؟'' میں نے کہا: ہم نے تیاری تو کی تھی، لیکن سیدنا ابومعقل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے اور دوسری بات یہ تھی کہ جس اونٹ پر ہم حج ادا کرتے تھے، انھوں نے اس کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیوں نہیں نکلی ہمارے ساتھ، کیونکہ حج بھی تو فی سبیل اللہ ہے، بہرحال اب تو ہمارے ساتھ والا یہ حج گزر گیا، تم اس طرح کرنا کہ رمضان میں عمرہ کر لینا، کیونکہ وہ بھی حج کی طرح ہے۔''

اِن اور اس موضوع کی دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج کا تعلق بھی فی سبیل اللہ سے ہے، اگر کوئی آدمی کسی چیز کو جہاد کے لیے وقف کر دیتا ہے تو اس کو سفرِ حج وعمرہ میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، حدیث نمبر (۴۰۶۱) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حج اور جہاد دونوں کے لیے جو چیز خرچ کی جائے گی، اس کا ثواب سات سو گنا تک ملے گا اور ہم حدیث (۴۰۶۲) کے فوائد میں یہ بحث کر آئے ہیں کہ خواتین کا حج، اُن کے حق میں جہاد کا حکم رکھتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ جہاد میں لڑنا پڑتا ہے اور حج کا لڑائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ باقی سفر کرنا، کئی مشقتیں برداشت کرنا، راستے کے اخراجات کا بندوبست کرنا اور اہل وعیال سے دور ہونا، یہ تمام امور جیسے جہاد میں ہیں، اس طرح حج وعمرہ کے سفر میں ہیں۔

(۴۰۸۹) عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَغَزَوْنَا نَحْوَ فَارِسَ، فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ بَاتَ فَوْقَ بَيْتٍ لَيْسَ لَهُ إِجَّارٌ، فَوَقَعَ فَمَاتَ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ، وَمَنْ رَكِبَ الْبَحْرَ عِنْدَ ارْتِجَاجِهِ فَمَاتَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔)) (مسند احمد: ۲۱۰۲۸)

ابوعمران جونی کہتے ہیں: ہم فارس کی طرف جہاد کے لئے گئے ہوئے تھے، اس وقت ایک صحابی نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو آدمی ایسے چھت پر رات گزارے، جس پر کوئی پردہ یا رکاوٹ نہ ہو اور وہ گر کر مر جائے تو اس سے اللہ تعالی کی حفاظت اٹھ جاتی ہے، اسی طرح جو آدمی اس حال میں سمندری سفر کرے کہ وہ متلاطم خیز ہو اور پھر وہ مر جائے تو اس سے بھی اللہ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے۔''

(۴۰۸۹) تخریج: قال الالبانی: صحیح (الصحیحۃ: ۸۲۸)۔ أخرجه البیهقی فی "الشعب": ۴۷۲۵ (انظر: ۲۰۷۴۸)

فوائد: ......معلوم ہوا کہ انسان اپنی حفاظت کا خود ذمہ دار ہے، اگر بظاہر اسے اپنی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالی کی طرف سے کسی قسم کی حفاظت کی ضمانت نہ ہو گی۔ اللہ تعالی نے امت مسلمہ کے لیے جو شرعی قوانین وضع کئے ہیں، ان میں انسانیت کے جان، مال اور عزت، غرضیکہ ہر چیز کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ میں دو آدمیوں کو جانتا ہوں۔ جو نیند کی حالت میں چھت پر باڑ نہ ہونے کی وجہ سے گر کر شدید زخمی ہو گئے تھے۔

(٤٠٩٠)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: كُنَّا بِفَارِسَ وَعَلَيْنَا اَمِيرٌ، يُقَالُ لَهُ زُهَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ بَاتَ فَوْقَ إِجَّارٍ أَوْ فَوْقَ بَيْتٍ لَيْسَ حَوْلَهُ شَيْءٌ يَرُدُّ رِجْلَهُ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ، وَمَنْ رَكِبَ الْبَحْرَ بَعْدَ مَا يَرْتَجُّ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔)) (مسند احمد: ٢١٠٢٩)

(دوسری سند) ابو عمران جونی کہتے ہیں: ہم فارس کے علاقے میں تھے، زہیر بن عبد اللہ نامی ایک شخص ہمارا امیر تھا، اس نے کہا کہ ایک آدمی نے اسے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ایسی چھت کے پردے کے اوپر یا چھت پر رات گزارے، جس پر کوئی ایسا پردہ یا رکاوٹ نہ ہو جو اس کی ٹانگ کو روک سکے تو اللہ تعالی کی حفاظت اس سے اٹھ جاتی ہے، اسی طرح سمندر کے متلاطم ہونے کے بعد اس کا سفر کرے تو اس سے بھی اللہ تعالی کی حفاظت اٹھ جاتی ہے۔''

فوائد: ......اس حدیث سے یہ استدلال کیا جا رہا ہے کہ حج کا راستہ پر امن ہونا چاہیے، اگر بعض وجوہات کی بنا پر جان اور کسی بڑی مشکل کا خطرہ ہو تو حج کے لیے روانہ نہیں ہونا چاہیے۔

(٤٠٩١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ، وَجَاءَ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنِّي أُكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِي حَاجَّةٌ، قَالَ: ((فَارْجِعْ فَحُجَّ مَعَهَا۔)) (مسند احمد: ٣٢٣١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی خاتون محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔'' ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: فلاں غزوے میں میرا نام لکھا گیا ہے، جبکہ میری اہلیہ حج کے لئے جانا چاہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو لوٹ جا اور اس کے ساتھ حج کر۔''

فوائد: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت مطلق طور پر کوئی سفر نہیں کر سکتی، الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم یا خاوند ہو۔ بعض احادیث میں تین دنوں کا، بعض میں دو دنوں کا، بعض میں ایک دن رات کا، بعض میں ایک رات کا اور بعض ایک دن کے سفر کی قید لگائی گئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اتفاقی قیدیں ہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ عورت اپنے محرم یا خاوند کے بغیر سفر نہیں کر سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورت کو حج و عمرہ کی ادائیگی کے لیے محرم یا خاوند کے بغیر نہیں جانا

(٤٠٩٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٠٩١) تخريج: أخرجه البخاري: ٣٠٠٦، ٣٠٦١، ٥٢٣٣، ومسلم: ١٣٤١ (انظر: ٣٢٣١)

چاہیے، جمہور اہل علم کا یہی مسلک ہے، نیز وہ کہتے ہیں کہ اس کو دوسری عورتوں کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ وہ باعتبار ہوں، دلائل کے ظاہری مفہوم کا یہی تقاضا ہے۔

(٤٠٩٢) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ يَوْمًا وَلَيْلَةً (وَفِيْ رِوَايَةٍ: تُسَافِرُ لَيْلَةً، وَفِيْ رِوَايَةٍ: ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَوْمًا تَامًّا) إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنْ أَهْلِهَا۔)) (مسند احمد: ٧٢٢١)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ ایک دن رات کا سفر محرم کے بغیر کرے۔'' ایک روایت میں صرف ایک رات کا، ایک روایت میں تین دنوں کا اور ایک روایت میں ایک مکمل دن کے سفر کا ذکر ہے۔

فوائد: ......ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔﴾ ......
''اور اللہ تعالی کے لیے ان لوگوں پر حج فرض ہے، جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہیں۔'' (سورۂ آل عمران: ٩٧)

''راہ پا سکتے ہیں'' سے مراد یہ ہے کہ آمد و رفت کے سفری اخراجات پورے ہوں، جبکہ پیچھے رہ جانے والے بیوی بچوں کے پاس جائز اخراجات موجود ہوں، راستہ پر امن ہو اور جان و مال محفوظ رہے، صحت و تندرستی کے لحاظ سے سفر کے قابل ہو، نیز عورت کے ساتھ محرم ہو۔ استطاعت میں مطلق طور پر سواری کی شرط نہیں لگائی جا سکتی، پیدل چلنے کی طاقت رکھنے والے سواری نہ ہونے کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔

اَلتَّغْلِيْظُ فِيْ تَرْكِ الْحَجِّ لِلْمُسْتَطِيْعِ

صاحب استطاعت ہونے کے باوجود حج نہ کرنے والے کے حق میں وعید کا بیان

(٤٠٩٣) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: ((لَا صَرُوْرَةَ فِي الْإِسْلَامِ۔)) (مسند احمد: ٢٨٤٤)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں حج چھوڑنا نہیں ہے۔''

فوائد: ......''صَرُوْرَة'' ، ''صر'' سے ماخوذ ہے، اس کا معانی روکنے اور منع کرنے کے ہیں، یعنی جو آدمی استطاعت کے باوجود حج کو ترک کر دیتا ہے، وہ اپنے نفس کو خیر سے روک دیتا ہے۔ یہ حدیث تو ضعیف ہے، لیکن استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ ایسی گنجائش پیدا کر لینا ان لوگوں کی صفت ہے جو اپنے خزانے پر سانپ بن کر بیٹھ گئے ہیں اور اپنی ذات کو اپنا روزی رساں سمجھتے ہیں، یہ ایسے بے رغبت لوگ ہیں کہ جن میں بیت اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت کی تڑپ معدوم ہو گئی ہے۔

(٤٠٩٢) تخريج: أخرجه البخاري: ١٠٨٨، ومسلم: ١٣٣٩ (انظر: ٧٢٢٢)

(٤٠٩٣) تخريج: اسناده ضعيف۔ أخرجه ابوداود: ١٧٢٩ (انظر: ٢٨٤٣)

اس ضمن میں درج ذیل حدیث مبارکہ بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے: سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: إِنَّ عَبْدًا أَصْحَحْتُ لَهُ جِسْمَهُ، وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِيْ الْمَعِيْشَةِ، تَمْضِي عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعْوَامٍ لَايَفِدُ إِلَيَّ، لَمَحْرُوْمٌ۔)) (بیهقي ٥/ ٢٦٢، ابن حبان: ٩٦٠، صحیحه: ١٦٦٢)

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے ایک بندے کا جسم تندرست رکھا، اس کی معیشت میں وسعت پیدا کی، لیکن اس حالت میں پانچ سال بیت گئے اور وہ میری طرف نہیں آیا، ایسا آدمی محروم ہے۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَبْعَثَ رِجَالًا اِلٰی اَهْلِ الْاَمْصَارِ فَيَنْظُرُوْا كُلَّ مَنْ كَانَ لَهُ جِدَةٌ وَلَمْ يَحُجَّ فَيَضْرِبُوْا عَلَيْهِ الْجِزْيَةَ مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ، مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ.))

میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ لوگوں کو شہر والوں کی طرف بھیجوں، پس وہ دیکھیں کہ کون لوگ مالی وسعت کے باوجود حج نہیں کرتے، پھر وہ ان پر جزیہ لگا دیں، یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

(بیهقی، سعید بن منصور واللفظ له)

اَلْعُمْرَةُ
عمرہ کے ابواب

فَضْلُ الْعُمْرَةِ خُصُوْصًا فِیْ رَمَضَانَ
عمرہ کی اور بالخصوص ماہِ رمضان کے عمرہ کی فضیلت کا بیان

(٤٠٩٤) عَنْ هَرِمِ بْنِ خَنْبَشٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فِیْ أَيِّ الشُّهُوْرِ أَعْتَمِرُ؟ قَالَ: ((اِعْتَمِرِیْ فِیْ رَمَضَانَ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً۔)) (مسند احمد: ١٧٧٤٣)

سیدنا ہرم بن خنبش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں کس مہینہ میں عمرہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان میں عمرہ کرو، کیونکہ ماہِ رمضان میں ادا کیا ہوا عمرہ حج کے برابر ہے۔''

(٤٠٩٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((عُمْرَةٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً)) (مسند احمد: ٢٨٠٩)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔''

(٤٠٩٦) عَنْ جَابِرٍ (بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما) عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد: ١٤٨٥٥)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ کی اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

فوائد: ......حدیث نمبر (۴۰۸۲) کی شرح میں اس فضیلت کی وضاحت ہو چکی ہے۔

(٤٠٩٤) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٩٢ (انظر: ١٧٦٠٠)
(٤٠٩٥) تخریج: أخرجه البخاری: ١٧٨٢، ومسلم: ١٢٥٦ (انظر: ٢٨٠٩)
(٤٠٩٦) تخریج: اسناده صحیح علی شرط الشیخین ۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٩٥ (انظر: ١٤٧٩٥)

(٤٠٩٧) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَهُ فِي الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ لَهُ، فَقَالَ: ((يَا أَخِيْ! لَا تَنْسَنَا مِنْ دُعَائِكَ۔)) وَقَالَ بَعْدُ فِي الْمَدِيْنَةِ: ((أَشْرِكْنَا فِي دُعَائِكَ۔)) فَقَالَ عُمَرُ: مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ لِقَوْلِهِ ﷺ: ((يَا أَخِيْ۔)) (مسند احمد: ١٩٥)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی اور یہ بھی فرمایا: ''میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں بھلا نہ دینا۔'' راویٔ حدیث شعبہ نے بعد میں مدینہ میں حدیث بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے: ''ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل کیے رکھنا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ جو مجھے اپنا بھائی کہا تھا، یہ چیز مجھے اتنی پسند آئی کہ میں اس کے مقابلے میں پوری دنیا کو ترجیح نہیں دیتا۔

فوائد: ......''مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ'' کا لفظی معنی ہے وہ چیزیں جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے، اس سے مراد پوری دنیا ہے۔

(٤٠٩٨) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ)) (مسند احمد: ١٥٧٩٢)

سیدنا عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا، یہ عمل ان دو کے درمیانی عرصے کے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ بنتا ہے اور رہا مسئلہ حج مبرور کا تو اس کا بدلہ تو صرف جنت ہے۔''

فوائد: ......دو عمروں کی وجہ سے ان کے درمیانے گناہوں کا بخش دیا جانا، ظاہر بات تو یہی ہے کہ ان گناہوں کی معافی دوسرے عمرے کی وجہ سے ہوگی اور پہلے عمرے کی وجہ سے اس سے پہلے والے گناہ معاف کیے جائیں گے، ''کِتَابُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ'' کے پہلے باب میں مذکورہ احادیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہر عمرے کی وجہ سے اس سے پہلے والے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

جَوَازُ الْعُمْرَةِ فِيْ جَمِيْعِ اَشْهُرِ السَّنَةِ قَبْلَ الْحَجِّ وَبَعْدَهُ وَمَعَهُ

حج سے پہلے، اس کے بعد اور اس کے ساتھ، غرضیکہ سال کے تمام مہینوں میں عمرہ کے جواز کا بیان

تنبیہ: ......دورِ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا کوئی تصور موجود نہ تھا، بلکہ وہ لوگ ایسے عمرے کو سب سے بڑی برائی قرار دیتے تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے حج کے سفر اور مہینوں میں بھی اس سعادت سے مستفید ہونے کو

(٤٠٩٧) تخريج: اسناده ضعيف لضعف عاصم بن عبد الله۔ أخرجه ابوداود: ١٤٩٨، وابن ماجه: ٢٨٩٤، والترمذي: ٣٥٦٢ (انظر: ١٩٥)

(٤٠٩٨) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ١٥٧٠١م)

مشروع قرار دیا۔ حج کے مہینے یہ ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے کوئی وقت، کوئی دن اور کوئی مہینہ مخصوص نہیں ہے۔ مکروہ اوقات ہوں یا عیدین اور تشریق کے ایام، ان امور سے عمرہ کی ادائیگی متاثر نہیں ہوتی۔ صرف یہ قید لگائی جا سکتی ہے کہ جو آدمی حج کی ادائیگی میں مصروف ہو جائے، وہ حج ہی کے ارکان ادا کرے۔

(٤٠٩٩)عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا بَأْسَ عَلٰى أَحَدٍ يَعْتَمِرُ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ۔ قَالَ عِكْرِمَةُ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ۔ (مسند احمد: ٥٠٦٩)

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قبل از حج عمرہ کرنے کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: حج سے پہلے عمرہ کرنے والے پر کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ نے خود حج سے پہلے عمرہ کیا تھا۔

فوائد: نبی کریم ﷺ نے کل چار عمرے کیے:

(۱) عمرۂ حدیبیہ، (۲) عمرۂ قضا، (۳) عمرۂ جعرانہ اور (۴) حجۃ الوداع کے ساتھ والا عمرہ۔

پہلے تینوں عمرے حرمت والے مہینے ذوالقعدہ میں ادا کیے، یہ مہینہ ذوالحجہ سے پہلے ہے اور چوتھا عمرہ ذوالحجہ کے مہینے میں حج کے ساتھ ادا کیا، ایک باب کے بعد ان تمام عمروں کی وضاحت آ رہی ہے۔

(٤١٠٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، نُرِيْدُ الْعُمْرَةَ مِنْهَا، فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، فَقُلْتُ إِنَّا قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَلَمْ نَحُجَّ قَطُّ، أَفَنَعْتَمِرُ مِنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَمَا يَمْنَعُكُمْ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَقَدِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُمَرَهُ كُلَّهَا قَبْلَ حَجَّتِهِ وَاعْتَمَرْنَا۔ (مسند احمد: ٦٤٧٥)

(دوسری سند) عکرمہ کہتے ہیں: میں اہل مکہ کے چند افراد کے ہمراہ مدینہ منورہ آیا، دراصل ہم وہاں سے عمرہ کے لئے جانا چاہتے تھے، میری ملاقات سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوگئی، میں نے ان سے پوچھا: ہم مکہ کے رہنے والے لوگ ہیں، اب ہم مدینہ آئے ہوئے ہیں، ہم نے کبھی بھی حج نہیں کیا، تو کیا اب ہم یہاں سے عمرہ کر سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، بھلا کون سی چیز تمہیں اس سے مانع ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے تو اپنے سارے عمرے حج سے پہلے کئے تھے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ عمرے کیے تھے۔

(٤٠٩٩) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٧٤ (انظر: ٥٠٦٩)

(٤١٠٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۰۱) عَنْ أَبِي عِمْرَانَ أَسْلَمَ، أَنَّهُ قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ مَوَالِيَّ فَدَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: أَعْتَمِرُ قَبْلَ أَنْ أَحُجَّ؟ قَالَتْ: إِنْ شِئْتَ، اِعْتَمِرْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ وَإِنْ شِئْتَ بَعْدَ أَنْ تَحُجَّ، قَالَ: فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: مَنْ كَانَ صَرُورَةً فَلَا يَصْلُحُ أَنْ يَعْتَمِرَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، قَالَ: فَسَأَلْتُ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ:، فَرَجَعْتُ إِلَيْهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِهِنَّ، قَالَ: فَقَالَتْ: نَعَمْ وَأَشْفِيكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَهِلُّوا يَا آلَ مُحَمَّدٍ بِعُمْرَةٍ فِي حَجٍّ۔)) (مسند احمد: ۲۷۰۸۳)

ابوعمران اسلم کہتے ہیں: میں اپنے آقاؤں کی معیت میں حج کے لئے گیا، میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا: کیا میں حج سے قبل عمرہ کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: جی تمہاری مرضی ہے، اگر چاہو تو حج سے پہلے عمرہ کر لو اور چاہو تو بعد میں کر لو۔ میں نے کہا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ جس نے پہلے حج نہ کیا ہو وہ عمرہ نہیں کر سکتا۔ پھر میں نے دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے یہی مسئلہ دریافت کیا تو ان سب نے وہی بات کہی جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہی تھی، میں نے واپس آ کر ان کو یہ بات بتائی، پھر انھوں نے کہا: جی ٹھیک ہے، لیکن میں تمہاری مزید تشفی کر دیتی ہوں اور وہ اس طرح کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ''اے آلِ محمد! حج کے ساتھ عمرے کا تلبیہ بھی کہو۔''

فوائد: ......حدیث کے آخر میں آپ ﷺ حج قران کا حکم دے رہے ہیں، اس حج میں ایک احرام میں حج اور عمرہ ادا کیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے یہی حج ادا کیا تھا۔

(۴۱۰۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ بِعُمْرَتِهِ الَّتِي حَجَّ فِيهَا۔ (مسند احمد: ۱۸۸۳۲)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عمرہ حج سے پہلے کیا اور ایک اور عمرہ حج سے پہلے کیا، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چار عمرے کیے تھے اور ان میں سے ایک عمرہ، حج کے ساتھ کیا تھا۔

فوائد: ......سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے صرف عمرۂ قضا اور عمرۂ جعرانہ کا ذکر کیا ہے، عمرۂ حدیبیہ کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا کہ یہ مکمل نہیں ہوا تھا اور آخری عمرے کا ذکر اس لیے نہیں کہ یہ حج کے اعمال میں داخل تھا۔

(۴۱۰۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۴۱۰۱) اسناده صحيح۔ أخرجه الطبراني في "الكبير": ۲۳/ ۷۹۲، والبيهقي: ٤/ ۳۵۵(انظر: ۲٦٥٤٨)

(۴۱۰۲) تخريج: حديث صحيح لغيره ۔ أخرجه البيهقي: ٥/ ۱۱، وابويعلى: ۱٦٦۰، واخرج البخاري: ۱۷۸۱ بلفظ: اعتمر رسول الله ﷺ في ذي القعدة مرتين۔ (انظر: ۱۸٦۲۹)

(۴۱۰۳) تخريج: أخرجه البخاري: ۱٦٥۱، ۱۷۸٥، ۷۲۳۰، ومسلم: ۱۲۱۳(انظر: ۱٤۲۷۹)

عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتَنْطَلِقُوْنَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِيْ ذِي الْحِجَّةِ۔ (مسند احمد: ١٤٣٣٠)

(حج کے موقع پر) حائضہ ہو گئیں، لیکن انھوں نے بیت اللہ کے طواف کے علاوہ سارے مناسکِ حج ادا کیے، پھر انھوں نے پاک ہونے کے بعد طواف کر لیا، جب لوگ واپس جانے لگے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ لوگ تو حج اور عمرہ ادا کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ تنعیم کی طرف جائیں، (تا کہ یہ عمرہ کر سکیں)، پھر انھوں نے ذوالحجہ میں ہی حج کے بعد عمرہ کیا تھا۔

(٤١٠٤) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاؤُوْسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ، فَقَدِمَتْ وَلَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى حَاضَتْ، فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا وَقَدْ أَهَلَّتْ بِالْحَجِّ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ: ((يَسَعُكِ طَوَافُكِ لِحَجِّكِ وَلِعُمْرَتِكِ۔)) فَأَبَتْ، فَبَعَثَ بِهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ۔ (مسند احمد: ٢٥٤٤٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھا، لیکن جب وہ مکہ پہنچیں تو ابھی تک انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا کہ وہ حائضہ ہو گئیں، پھر انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا اور تمام مناسک ادا کئے، دس ذوالحجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ ''تمہارا طواف تمہارے حج اور عمرے دونوں کے لیے کافی ہو گا۔'' لیکن انھوں نے اس چیز کو تسلیم نہ کیا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حج کے بعد ان کے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ تنعیم بھیجا، اس طرح انھوں نے عمرہ کیا۔

فوائد: ......یہی مفہوم رکھنے والی ایک اور حدیث درج ذیل ہے، جو اسی کتاب کی حدیث نمبر (۴۱۲۸) ہے:
سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، جبکہ وہ رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کیا بات ہے، رو رہی ہو؟'' انہوں نے کہا: لوگ حلال ہو گئے ہیں، لیکن میں حلال نہ ہو سکی اور انہوں نے بیت اللہ کا طواف بھی کر لیا ہے، لیکن میں طواف نہ کر سکی اور اب حج کے دن بھی آ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی نے اس چیز کو بناتِ آدم پر مقرر کیا ہے، اب تم غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو اور حج ادا کرو۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے اسی طرح کیا، پھر جب میں حیض سے پاک ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((طُوْفِي بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَدْ أَحْلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَمِنْ عُمْرَتِكِ۔)) قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ عُمْرَتِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ طُفْتُ حَتّٰى حَجَجْتُ، قَالَ:

(٤١٠٤) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٤٩٣٢)

((فَاذْهَبْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! فَأَعْمِرْ أُخْتَكَ مِنَ التَّنْعِيمِ۔))......

''اب تم بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لو، اس طرح تم حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو جاؤ گی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے دل میں یہ کھٹکا سا ہے کہ میں عمرہ کا احرام باندھنے کے باوجود بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی، یہاں تک کہ میں حج سے فارغ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عبدالرحمٰن! جاؤ اور اپنی بہن کو تنعیم سے عمرہ کرا لاؤ۔'' (مسلم: ۱۲۱۳، دیکھئے: حدیث نمبر ۴۱۶۸)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے لیے خروج تک حائضہ ہی رہیں تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ حج قران شروع کر دیں، جس میں عمرہ بھی ادا ہو جائے گا، لیکن جب سیدہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ الگ سے عمرہ ادا کرنا چاہتی ہے اور اُدھر رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ حج کے بعد عمرہ کرنے میں مشرکوں کی مزید مخالفت بھی ہے، کیونکہ وہ اشہر الحج سمیت ذوالحجہ کے آخر تک عمرہ کرنے کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے سیدہ کی درخواست قبول کی اور ان کو عمرہ کرنے کا موقع فراہم فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طرح کا عمرہ کرنا حائضہ خاتون کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حیض کی وجہ سے عمرہ فسخ کر کے صرف حج کا احرام باندھ لیا تھا، اس طرح وہ عمرہ ادا نہیں کر سکی تھیں، اس لیے انھوں نے آپ ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی اور آپ ﷺ نے اجازت دے دی، لہٰذا یہ رخصت صرف اس قسم کی صورتحال میں مبتلا ہو جانے والی خواتین کے لیے ہیں۔

لیکن اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ یہ رائے درست نہیں ہے، کیونکہ سیدہ نے تو حج قران میں ایک عمرہ کر لیا تھا، لیکن ان کی رغبت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے دوسرا عمرہ کرنے کی اجازت دے دی تھی، اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ یہ رخصت صرف اس قسم کی حائضہ خواتین کے لیے ہے، جبکہ آپ ﷺ نے خود بھی تو حج قران ہی کیا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ حج قران کرنے کے بعد عمرہ کرنے والی درخواست صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیش کی، اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ کوئی اور آدمی اس قسم کا عمرہ نہیں کر سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ وہ دونوں عبادتوں کو الگ الگ مستقل طور پر سرانجام دیں، تاکہ ان کے لیے زیادہ مشقت اٹھانا پڑے اور اس طرح زیادہ اجر و ثواب ملے۔ اگر اس واقعہ کے تمام طرق کو جمع کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ واقعہ دراصل مسافر لوگوں کے لیے عمرہ کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے وقوع پذیر ہوا، جبکہ آپ ﷺ کا ایک دفعہ کوئی بات ارشاد فرمانا، ایک دفعہ کوئی فعل سرانجام دینا اور ایک دفعہ کسی امر کی اجازت دینا، اس عمل کے مسنون ہونے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

تنبیہ: ......جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیض کی وجہ سے الگ سے عمرہ ادا نہ کر سکیں تو انھوں نے حلال ہوئے بغیر حج قران کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، جیسا کہ امام نووی نے کہا: آپ ﷺ کے فرمان ''عائشہ! تم اپنا عمرہ چھوڑ دو۔'' کا یہ معنی نہیں کہ وہ کلی طور پر احرام سے خارج ہو گئی تھیں، کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ احرام کے بعد حج اور عمرہ سے خروج کی نیت کر لی

جائے، بلکہ ان سے حلال ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی ادائیگی کو مکمل کیا جائے، آپ ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ سیدہ اب عمرے کے اعمال یعنی طواف، سعی اور تقصیر کو ترک کر دے اور حج کا تلبیہ شروع کر دے، اس طرح وہ حج قران کرنے والی بن جائے گی اور طواف کے علاوہ سارے مناسکِ حج ادا کرے گی، جب پاک ہو جائے گی تو طواف کرے گی اور سیدہ نے اسی طرح کیا تھا۔ (شرح مسلم للنووی: ۸/ ۱۳۹)

(٤١٠٥) عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَجَلِيِّ السَّلَمِيِّ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رضي الله عنها عَنِ الْعُمْرَةِ بَعْدَ الْحَجِّ، قَالَتْ: أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعِي أَخِي فَخَرَجْتُ مِنَ الْحَرَمِ فَاعْتَمَرْتُ۔ (مسند احمد: ٢٥٣٣٦)

عیسیٰ بن عبد الرحمٰن کی ماں بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حج کے بعد عمرہ کرنے کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے یوں جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے میرے ہمراہ میرے بھائی کو بھیجا تھا، میں حرم سے باہر نکل گئی تھی اور پھر وہاں سے عمرہ کیا تھا۔

(٤١٠٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: مَا أَعْمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَائِشَةَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ إِلَّا قَطْعًا لِأَمْرِ أَهْلِ الشِّرْكِ، فَإِنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الْأَثَرْ، وَدَخَلَ صَفَرْ، فَقَدْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ۔ (مسند احمد: ٢٣٦١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعد وادیٔ محصب والی رات کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو صرف اس لیے عمرہ کرایا تھا تا کہ مشرکین کے ایک نظریے کو ختم کر دیں، کیونکہ وہ یہ کہا کرتے تھے: ''جب (حج کے سفر کے بعد) اونٹوں سے سفر کی مشقت کے آثار زائل ہو جائیں، راستوں سے (حاجیوں کے قافلوں کے) نشانات مٹ جائیں اور ماہِ صفر آ جائے تو تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ کرنا حلال ہوگا۔

فوائد: ...... مشرکین کا نظریہ یہ تھا کہ حج کے بعد بھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم ہونے تک عمرہ نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی چیز کو وہ اس کلام میں بیان کر رہے ہیں۔ لیکن اعتراض یہ ہے کہ ذوالحجہ کے بعد محرم کا مہینہ آتا ہے، لیکن مشرکین اس شعر میں صفر کا ذکر کر رہے ہیں، جو کہ محرم کے بعد آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین اپنے مقاصد کی خاطر حرمت والے مہینوں کی ترتیب تبدیل کر دیتے تھے، یہاں انھوں نے محرم کو صفر کی جگہ پر اور صفر کو محرم کی جگہ پر رکھ دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حرمت والے تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم لگا تار ہیں، اب اس میں ان کے لیے تنگی اور مشکل تھی کہ وہ لگا تار تین مہینوں تک لڑائی وغیرہ سے رکیں رہیں، اس لیے ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے بعد محرم کی بجائے وہ صفر کا مہینہ فرض کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اس ظلم کو یوں بیان کیا ہے: ﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ

(٤١٠٥) تخريج: انظر الحديث السابق

(٤١٠٦) تخريج: حديث صحيح ـ أخرجه ابوداود: ١٩٨٧ (انظر: ٢٣٦١)

اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ ...... ''مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر کی زیادتی ہے، اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں، ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں، پھر اسے حلال بنا لیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے، انہیں ان کے برے کام بھلے دکھا دیئے گئے ہیں اور اللہ کافر قوم کی رہنمائی نہیں فرماتا۔'' (سورۂ توبہ: ۳۷)
لیکن اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کو یہ شعور بھی نہیں ہوتا ہے کہ حرمت والے مہینے کون سے ہیں اور وہ کب شروع ہوتے ہیں، اس لیے وہ ان مہینوں کے آداب بجا لانے سے مکمل طور پر غافل ہیں۔ حرمت والے مہینے چار ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب، ان کا ادب یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ان کی حرمت کو پامال نہ کیا جائے۔

(٤١٠٧) عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ حَتّٰى مَتٰى تُضِلُّ النَّاسَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا ذَاكَ يَا عُرْوَةُ؟ قَالَ: تَأْمُرُنَا بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَقَدْ نَهٰى أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ فَعَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ عُرْوَةُ: كَانَا هُمَا أَتْبَعَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَعْلَمَ بِهِ مِنْكَ۔ (مسند احمد: ٢٢٧٧)

عروہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابن عباس! آپ کب تک لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں گے؟ انہوں نے کہا: عروہ! کیا بات ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: آپ لوگوں کو حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے سے منع کرتے تھے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ عمل تو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا ہے۔ عروہ نے کہا: لیکن وہ دونوں آپ کی بہ نسبت رسول اللہ ﷺ کی زیادہ اتباع کرنے والے اور آپ ﷺ کے بارے میں زیادہ علم رکھتے تھے۔

فوائد: ...... بلا شک وشبہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہے، دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے یہ مصلحت تھی کہ لوگ حج کے مہینوں میں لوگ حج کے لیے سفر کر کے آئیں اور پھر دوسرے مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے الگ سے آئیں، تاکہ دونوں عبادتیں اپنی اپنی جگہ پر مستقل طور پر ہوں اور دونوں کے لیے الگ الگ مشقت اور خرچہ برداشت کیا جائے، دیکھیں احادیث نمبر (۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶)۔ لیکن شیخین کی اس رائے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں عمرہ کو ناجائز سمجھتے تھے، حدیث نمبر (۴۱۹۴) میں اور اس کی شرح میں اس بات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس کا مطالعہ کریں۔

(٤١٠٧) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين (انظر: ٢٢٧٧)

حُكْمُ الْعُمْرَةِ وَصِفَتُهَا

عمرے کے حکم اور اس کے طریقہ کا بیان

(٤١٠٨) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا وَأَنْ تَعْتَمِرَ خَيْرٌ لَكَ۔)) (مسند احمد: ١٤٤٥٠)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! آپ عمرہ کے بارے میں ذرا بتلائیں کہ کیا یہ واجب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جی نہیں، لیکن اگر تم عمرہ کرو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔''

فوائد: ......اسی طرح درج ذیل حدیث بھی ضعیف ہے، جو انتہائی واضح طور پر عمرہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيْضَتَانِ۔)) ......حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔'' (ابن عدی)

(٤١٠٩) عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ ذَكَرُوْا الرَّجُلَ يُهِلُّ بِعُمْرَةٍ فَيَحِلُّ، هَلْ لَهُ أَنْ يَأْتِيَ يَعْنِي امْرَأَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: لَا حَتّٰى يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَسَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، فَقَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا فَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ قَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔﴾ (مسند احمد: ٤٦٤١)

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ لوگوں نے یہ بات ذکر کی کہ ایک آدمی عمرے کا احرام باندھتا ہے، پھر وہ احرام کھول دیتا ہے تو کیا صفا مروہ کی سعی کرنے سے پہلے وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہے، پھر ہم نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: نہیں، جب تک وہ صفا مروہ کی سعی نہ کر لے، اس وقت تک یہ کام نہیں کر سکتا، پھر ہم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے، پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں اور پھر صفا مروہ کی سعی کی۔ اس کے بعد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ......''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔'' (سورۂ احزاب: ۲۱)

(٤١٠٨) اسناده ضعيف، الحجاج بن ارطاة مدلس وقد عنعن۔ أخرجه الترمذى: ٩٣١ (انظر: ١٤٣٩٧)

(٤١٠٩) تخريج: أخرجه البخارى: ٣٩٥، ٣٩٦، ١٦٢٣، ١٦٢٤، وأخرجه الشطر الثانى منه مسلم: ١٢٣٤ (انظر: ٣٦٤١)

فوائد: ......عمرہ کے حکم کے بارے میں مزید احادیث:

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ مشہور حدیثِ جبریل میں ہے: جب جبریل علیہ السلام نے اسلام کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((اَلْإِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنْ تُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ وَتَعْتَمِرَ وَتَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ تُتِمَّ الْوُضُوْءَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ۔ قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَالِكَ فَأَنَا مُسْلِمٌ؟ قَالَ: نَعَمْ ......اسلام یہ ہے کہ تو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرے اور غسلِ جنابت کرے اور وضو مکمل کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔'' حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: جب میں یہ امور سرانجام دوں گا تو کیا میں مسلمان ہوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' (صحیح ابن خزیمہ: ۱/۳)

(۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيْهِ، اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ)) ......''جی ہاں، ان پر جہاد ہے، لیکن اس میں کوئی قتال نہیں ہے اور وہ ہے حج اور عمرہ۔'' (سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱) ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ۔ قَالَ: ((اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ هُوَ جِهَادُ النِّسَاءِ)) ......اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ''حج اور عمرہ عورتوں کا جہاد ہیں۔'' اس حدیث میں ''عَلٰی'' کا کلمہ وجوب کا فائدہ دینے میں ظاہر ہے۔

(۳) صبی بن معبد نے کہا: ((رَأَيْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مَكْتُوْبَيْنِ عَلَيَّ فَأَهْلَلْتُ بِهِمَا۔ فَقَالَ لَهُ: هُدِيْتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ)) ......میں نے حج اور عمرہ کو اپنے آپ پر فرض پایا، اس لیے ان دونوں کا تلبیہ کہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تجھے تیرے نبی کی سنت کے مطابق ہدایت دی گئی ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۷۹۹) سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہم اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہ عمرہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ جبکہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام نخعی وغیرہ کا خیال ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے، بلکہ سنت ہے۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں اور اس کے وجوب کی کوئی صریح دلیل بھی نہیں۔ لیکن فوائد میں مذکورہ تین دلائل عمرہ کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔

كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ وَاعْتَمَرَ

اس چیز کا بیان کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے حج اور کتنے عمرے کیے؟

(۴۱۱۰) عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ غَزَا تِسْعَ

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انیس غزوے کیے اور ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا، جو کہ

(۴۱۱۰) تخريج: اخرجه مسلم: ۱۲۵۴ (انظر: ۱۹۲۹۸)

عَشْرَةَ، وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً، حَجَّةَ الْوَدَاعِ، قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَبِمَكَّةَ أُخْرٰى۔ (مسند احمد: ١٩٥١٣)

حجۃ الوداع تھا۔ ابو اسحاق نے کہا: ایک حج آپ ﷺ نے (قبل از ہجرت) مکہ میں کیا تھا۔

فوائد: ......"کتاب السیرۃ النبویۃ" میں آپ ﷺ کے غزووں کی تفصیل آئے گی۔

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد بالاتفاق ایک ہی حج کیا تھا، جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں، آپ ﷺ نے یہ فریضہ ۱۰ھ میں ادا کیا تھا۔

(٤١١١) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا: كَمْ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، عُمْرَتَهُ الَّتِي صَدَّهُ عَنْهَا الْمُشْرِكُوْنَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَتَهُ أَيْضاً فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَتَهُ حِيْنَ قَسَمَ غَنِيْمَةَ حُنَيْنٍ مِنَ الْجِعْرَانَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَتَهُ مَعَ حَجَّتِهِ۔ (مسند احمد: ١٣٦٠٠)

قتادہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے تھے؟ انھوں نے کہا: چار، پہلا وہ عمرہ جس سے مشرکوں نے آپ ﷺ کو روک دیا تھا، یہ ذی قعدہ میں تھا، دوسرا جو اگلے سال کیا تھا، یہ بھی ذی قعدہ میں تھا، تیسرا جو غزوۂ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت جعرانہ سے کیا تھا اور یہ بھی ذی قعدہ میں تھا، اور چوتھا جو آپ نے حجۃ الوداع کے ساتھ کیا تھا۔

(٤١١٢) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ، عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَّةِ، وَعُمْرَةَ الْقَضَاءِ وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ۔ (مسند احمد: ٢٩٥٤)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چار عمرے کئے، ایک عمرۂ حدیبیہ، دوسرا عمرۂ قضا، تیسرا جعرانہ مقام سے اور چوتھا حج کے ساتھ۔

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ نے کل چار عمرے کیے:

۱۔ عمرۂ حدیبیہ، جو کہ مکمل نہیں ہوا تھا، بلکہ آپ ﷺ راستے سے واپس آ گئے تھے، یہ ذوالقعدہ ٦ھ کا واقعہ تھا۔

۲۔ عمرۂ قضاء، یہ وہ عمرہ ہے جو آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق اگلے سال ادا کیا تھا، یہ ذوالقعدہ ۷ھ کا واقعہ تھا، اس سے مراد قضائی والا عمرہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ مشرکوں کے ساتھ قضاء (فیصلہ) کے نتیجے میں ہوا تھا۔

۳۔ عمرۂ جعرانہ، جب آپ ﷺ غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف سے فارغ ہو کر جعرانہ مقام پر پہنچے اور وہاں پڑاؤ ڈالا تو

(٤١١١) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٧٨، ١٧٧٩، ١٧٨٠، ومسلم: ١٢٥٣ (انظر: ١٣٥٦٥)

(٤١١٢) تخريج: اسناده صحيح على شرط البخاري ـ أخرجه ابوداود: ١٩٩٣، وابن ماجه: ٣٠٠٣، والترمذي: ٨١٦ (انظر: ٢٩٥٤)

اس دوران یہ عمرہ ادا کیا تھا یہ فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں پیش آیا تھا۔

۴۔ حجۃ الوداع کے ساتھ والا عمرہ، آپ ﷺ نے حج قران کیا تھا، یعنی ایک ہی احرام میں حج اور عمرہ کی ادائیگی مکمل کی تھی، آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں حجۃ الاسلام ادا کیا تھا۔

ہر عمرے کی اس کی مخصوص باب میں وضاحت آرہی ہے۔

(٤١١٣) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِعْتَمَرَ ثَلَاثَ عُمَرٍ، كُلُّ ذٰلِكَ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ يُلَبِّي حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ۔ (مسند احمد: ٦٦٨٦)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین عمرے کئے تھے اور یہ سارے ذوالقعدہ میں تھے، آپ ﷺ تلبیہ جاری رکھتے، یہاں تک حجرِ اسود کا استلام کر لیتے۔

فوائد: ...... انھوں نے حج کے ساتھ والا عمرہ شمار نہیں کیا، معلوم ہوا کہ عمرہ کے موقع پر احرام باندھنے سے لے کر طواف شروع کرنے تک تلبیہ جاری رکھا جائے گا۔

(٤١١٤) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَقَدْ اِعْتَمَرَ ثَلَاثَ عُمَرٍ۔ (مسند احمد: ٢٦٤٣٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ میں ہی عمرے کئے تھے اور کل تین عمرے کیے تھے۔

فوائد: ...... اس حدیث میں بھی حجۃ الوداع والے عمرے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(٤١١٥) عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سُئِلَ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: مَرَّتَيْنِ، فَقَالَتْ: عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِ اعْتَمَرَ ثَلَاثَةً، سِوَى الَّتِيْ قَرَنَهَا بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (مسند احمد: ٥٣٨٣)

مجاہد کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: دو، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج والے عمرے کے علاوہ کل تین عمرے کئے تھے۔

فوائد: ...... صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کے چار عمروں کا تذکرہ کیا ہے، اس حدیث میں حدیبیہ اور حجۃ الوداع والے عمروں کا تذکرہ نہیں کیا گیا، کیونکہ آپ ﷺ کو اول الذکر

(٤١١٣) تخريج: حسن لغيره (انظر: ٦٦٨٦)

(٤١١٤) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٩٧ (انظر: ٢٥٩١٠)

(٤١١٥) تخريج: صحيح بالشواهد۔ أخرجه ابوداود: ١٩٩٢، وأخرجه البخاري: ١٧٧٥، ١٧٧٦، ٤٢٥٣، ٤٢٥٤، ومسلم: ١٢٥٥ مطولا بلفظ: ...... يا ام المؤمنين! الا تسمعى ما يقول ابوعبد الرحمن؟ يقول: اعتمر رسول الله ﷺ اربعا، احداهن فى رجب؟ فقالت: يرحم الله ابا عبد الرحمن، أما انه لم يعتمر عمرة الا وهو شاهدها، وما اعتمر شيئا في رجب۔ (انظر: ٥٣٨٣)

سے روک لیا گیا تھا اور مؤخر الذکر حج کے ساتھ ملا ہوا تھا، دوسرے دوعمروں کی طرح مستقل نہیں تھا۔

عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَّةِ

عمرۂ حدیبیہ کا بیان

(٤١١٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَّةِ، فَصَالَحَهُمْ عَلٰى أَنْ يَعْتَمِرُوْا الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلَا يَحْمِلُ السِّلَاحَ عَلَيْهِمْ (وَفِيْ لَفْظٍ: وَلَا يَحْمِلُ سِلَاحًا) إِلَّا سُيُوْفًا وَلَا يُقِيْمُ بِهَا إِلَّا مَا أَحَبُّوْا، فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ، فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ ثَلَاثًا أَمَرُوْهُ أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ۔ (مسند احمد: ٦٠٦٧)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے، لیکن کفارِ قریش آپ ﷺ اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، اس لیے آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر ہی ہَدی کا جانور ذبح کر دیا اور اپنا سر منڈوا لیا، اور ان کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا کہ مسلمان آئندہ سال عمرہ کے لئے آسکیں گے اور ان میں سے کوئی مسلح نہ ہوگا، البتہ ان کے پاس صرف تلواریں ہوں گی اور وہ اس وقت تک ٹھہر سکیں گے، جب تک کفار چاہیں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے آئندہ سال آکر عمرہ کیا، معاہدہ کے مطابق آپ ﷺ تشریف لائے، جب آپ ﷺ نے تین دن قیام کر لیا تو انہوں نے کہا کہ اب آپ ﷺ چلے جائیں، پس آپ ﷺ چلے آئے۔

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ اس موقع پر ذوالقعدہ کے شروع میں ۶ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے تھے، یہ سوموار کا دن تھا۔

(٤١١٧) عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَا: قَلَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِالْعُمْرَةِ، وَحَلَقَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِي عُمْرَتِهِ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَالِكَ، وَنَحَرَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَحْلِقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ۔ (مسند احمد: ١٩١٢٨)

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہَدی کے جانوروں کو قلادے ڈالے، ذوالحلیفہ کے مقام پر ان کے پہلوؤں پر علامتی چیرا دیا اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے، لیکن حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ نے سر منڈوا دیا اور اپنے صحابہ کو بھی یہی کچھ کرنے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے سر منڈوانے سے پہلے ہدی کو نحر کیا تھا اور صحابہ کو بھی یہی حکم دیا۔

فوائد: ......"كتاب الهدايا و الضحايا" میں ہدی اور قربانی کے احکام کی تفصیل بیان ہوگی۔

(٤١١٦) تخريج: حديث صحيح لغيره ـ أخرج البخاري: ٢٧٠١، ٤٢٥٢ مثله (انظر: ٦٠٦٧)

(٤١١٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨١١، ٢٧٣١، ٢٧٣٢ (انظر: ١٨٩٢٠)

عُمْرَةُ الْقَضَاءِ

عمرۂ قضاء کا بیان

(٤١١٨) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِیْ أَوْفٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ اعْتَمَرَ، فَطَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ، وَصَلّٰى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيْبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ۔ (مسند احمد: ١٩٣٤٠)

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے، جب آپ ﷺ نے طواف کیا تو ہم نے بھی آپ ﷺ کے ہمراہ طواف کیا اور جب آپ ﷺ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ نے صفا مروہ کی سعی کی، ہم نے اس دوران آپ ﷺ کو گھیرے میں لئے رکھا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مکہ والے آپ ﷺ کو کوئی نقصان پہنچا دیں۔

(٤١١٩) عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِیْ خَالِدٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ أَوْفٰی رضی اللہ عنہ: أَدَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ الْبَيْتَ فِیْ عُمْرَتِهِ؟ قَالَ: لَا۔ (مسند احمد: ١٩٣٣٦)

اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ عمرہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: جی نہیں۔

فوائد: ......اس عمرہ کو عمرۂ قضیہ، عمرۂ صلح اور عمرۂ قصاص بھی کہتے ہیں، عمرۂ قضاء کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ عمرہ اس فیصلے کے مطابق تھا، جو آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر مشرکوں کے ساتھ کیا تھا، اس سے مراد قضائی والا عمرہ نہیں ہے، کیونکہ جس کو راستے میں روک دیا جائے، اس پر قضائی واجب نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ عمرۂ قضاء کے موقع پر کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے، فتح مکہ کے موقع پر داخل ہوئے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر ایسے ہوا تھا یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، وضاحت آگے آ رہی ہے۔

عُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ

عمرۂ جعرانہ کا بیان

(٤١٢٠) عَنْ مُحَرِّشٍ الْكَعْبِیِّ الْخُزَاعِیِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ لَيْلًا مِنَ الْجِعْرَانَةِ،

سیدنا محرش کعبی خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عمرہ کرنے کے لیے رات کو جعرانہ سے روانہ ہوئے اور رات کو

(٤١١٨) تخريج: أخرجه البخاری: ٤١٨٨ (انظر: ١٩١٢٩)

(٤١١٩) تخريج: أخرجه البخاری: ١٦٠٠، ١٧٩١، ومسلم: ١٣٣٢ (انظر:)

(٤١٢٠) اسناده حسن۔ أخرجه ابوداود: ١٩٩٦، والترمذی: ٩٣٥، والنسائی: ٥/ ٢٠٠ (انظر: ١٥٥١٩)

حِيْنَ أَمْسٰى مُعْتَمِرًا فَدَخَلَ مَكَّةَ لَيْلًا فَقَضٰى عُمْرَتَهُ، ثُمَّ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ كَبَائِتٍ حَتّٰى إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ خَرَجَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ فِيْ بَطْنِ سَرِفَ، حَتّٰى جَامَعَ الطَّرِيْقَ طَرِيْقَ الْمَدِيْنَةِ بِسَرِفَ، قَالَ مُحَرِّشٌ: فَلِذٰلِكَ خَفِيَتْ عُمْرَتُهُ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ النَّاسِ (زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ:) فَنَظَرْتُ إِلٰى ظَهْرِهِ كَأَنَّهُ سَبِيْكَةُ فِضَّةٍ۔ (مسند احمد: ١٥٦٠٤)

مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا، پھر اسی رات کو وہاں سے نکل آئے اور صبح کے وقت جعرانہ میں تھے، ایسے لگ رہا تھا کہ آپ ﷺ نے جعرانہ میں ہی رات گزاری ہے، پھر جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ جعرانہ سے وادیٔ سرف کی طرف نکلے اور سرف سے نکلنے والے مدینہ منورہ والے راستے پر آ گئے۔ سیدنا محرش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو آپ ﷺ کے اس عمرہ کی اطلاع نہ ہو سکی، ایک روایت میں ہے: میں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کی طرف دیکھا گویا وہ (صفائی ستھرائی میں) چاندی کی لڑی تھی۔

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ نے ۸ھ میں ہونے والے غزوۂ حنین کی غنیمتیں جعرانہ کے مقام پر تقسیم کی تھیں، یہ مقام مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ہے اور مکہ مکرمہ سے زیادہ قریب ہے، آپ ﷺ اس موقع پر راتوں رات عمرہ کر کے واپس آ گئے تھے۔ اس عمرے کا انکار کرنے والوں کو اس کا علم نہیں ہو سکا تھا۔

اَلْعُمْرَةُ فِيْ رَجَبٍ
ماہِ رجب میں عمرہ کرنے کا بیان

(٤١٢١) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا نَحْنُ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فَجَالَسْنَاهُ قَالَ: فَإِذَا رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى، فَقُلْنَا: يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ! مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ؟ فَقَالَ: بِدْعَةٌ، فَقُلْنَا لَهُ: كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: أَرْبَعًا، إِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ، قَالَ: فَاسْتَحْيَيْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ، قَالَ: فَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، فَقَالَ لَهَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَلَا تَسْمَعِيْ مَا يَقُوْلُ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ؟ يَقُوْلُ: اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ

مجاہد کہتے ہیں: میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے، وہاں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، ہم ان کے ساتھ بیٹھ گئے، وہاں کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے کہا: اے ابوعبد الرحمن! یہ کون سی نماز ہے؟ انھوں نے کہا: یہ بدعت ہے۔ ہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟ انھوں نے کہا: چار اور ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ یہ سن کر ہم اس سے شرما گئے کہ ان کی غلطی کی نشاندہی کر سکیں، اتنے میں ہم نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی، عروہ بن زبیر نے ان سے کہا: ام المؤمنین! کیا آپ سن نہیں رہیں کہ ابو عبد الرحمن کیا کہہ رہے ہیں، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے

(٤١٢١) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٧٤، ١٧٧٦، ٤٢٥٣، ومسلم: ١٢٥٥ (انظر: ٦١٢٦)

اللّٰهِ ﷺ أَرْبَعًا إِحْدَاهُنَّ فِيْ رَجَبٍ، فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَعْتَمِرْ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهَا، وَمَا اعْتَمَرَ شَيْئًا فِي رَجَبٍ۔ (مسند احمد: ٦١٢٦)

اور ان میں سے ایک رجب میں تھا۔ یہ سن کر سیدہ نے کہا: اللہ ابوعبد الرحمٰن پر رحم کرے، آپ ﷺ نے جو بھی عمرہ کیا، وہ اس موقع پر حاضر ہوتے تھے، بہرحال آپ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

فوائد: ......نمازِ چاشت مسنون اور فضیلت والا عمل ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اسے بدعت کہنے سے مراد اس نماز کو مسجد میں ظاہر کرنا اور اکٹھے ہو کر اس کو ادا کرنا ہے۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ جو عمل جس انداز میں عہدِ نبوی میں سرانجام دیا گیا، اس کو اسی حالت میں برقرار رکھنا چاہیے، درج ذیل روایت سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو مسجد میں اکٹھے ہو کر نمازِ چاشت پڑھتے ہوئے دیکھا، ان پر انکار کیا اور کہا: اگر یہ نماز لازمی طور پر پڑھنی ہی ہے تو اس کو اپنے گھروں میں ادا کرو۔ (ابن ابی شیبہ: ٢/ ٤٠٥)

(٤١٢٢) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ، مُسْتَنِدَيْنِ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رضي الله عنها إِنَّا لَنَسْمَعُهَا، تَسْتَنُّ، قُلْتُ: أَمَّاه! مَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُوْلُ؟ قُلْتُ: يَقُوْلُ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَسِيَ، مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَجَبٍ قَالَ: وَابْنُ عُمَرَ يَسْمَعُ فَمَا قَالَ لَا وَلَا نَعَمْ، سَكَتَ۔ (مسند احمد: ٢٤٧٨٣)

(دوسری سند) عروہ بن زبیر کہتے ہیں: میں اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور ہم ان کے مسواک کرنے کی آواز سن رہے تھے، میں نے کہا: اماں جان! کیا آپ نے ابوعبد الرحمٰن کی بات نہیں سنی؟ انھوں نے کہا: وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا: وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں عمرہ کیا، انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوعبد الرحمٰن کو بخشے، وہ بھول گئے ہیں، آپ ﷺ نے تو رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا تھا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ ساری بات سن رہے تھے، لیکن انھوں نے نہ منفی میں کچھ کہا اور نہ اثبات میں، بلکہ خاموش رہے۔

فوائد: ......نبی کریم ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ ادا نہیں کیا تھا، تین عمرے ذوالقعدہ میں ادا کیے اور ایک ذوالحجہ میں، دوسری روایت کے مطابق سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خاموش ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا، یا وہ بھول گئے تھا یا کوئی شک پڑ گیا تھا۔

(٤١٢٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

صِفَةُ حَجِّ النَّبِيِّ ﷺ

نبی کریم ﷺ کے حج کی کیفیت کا بیان

تنبیه: ......ہم ابتداء میں ہی حج وعمرہ کا طریقہ ان کے تمام گوشوں کا احاطہ کر کے بیان کر چکے ہیں، اس لیے آئندہ صرف ضروری تفصیلات کا جائزہ لیا جائے گا۔

(٤١٢٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُوَ فِي بَنِي سَلِمَةَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَكَثَ بِالْمَدِيْنَةِ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ أُذِّنَ فِي النَّاسِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَاجٌّ هٰذَا الْعَامَ، قَالَ: فَنَزَلَ الْمَدِيْنَةَ بَشَرٌ كَثِيْرٌ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَحُجَّ وَيَأْتَمَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيَفْعَلَ مِثْلَ مَا يَفْعَلُ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَشْرٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتّٰى أَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ نَفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: ((اغْتَسِلِي، ثُمَّ اسْتَذْفِرِي بِثَوْبٍ ثُمَّ أَهِلِّي.)) فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالتَّوْحِيْدِ ((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)) وَلَبَّى النَّاسُ، وَالنَّاسُ يَزِيْدُوْنَ ذَا الْمَعَارِجِ، وَنَحْوَهُ مِنَ الْكَلَامِ

جعفر کے والد کہتے ہیں: ہم سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کیا پاس گئے، جبکہ وہ ان دنوں بنوسلمہ محلے میں مقیم تھے، ہم نے ان سے نبی کریم ﷺ کے حج کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں نو سال بسر کئے اور اس عرصہ میں آپ ﷺ نے حج نہیں کیا، اس کے بعد لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ اس سال رسول اللہ ﷺ حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، یہ اعلان سن کر بے شمار لوگ مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے، ہر آدمی چاہتا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرے اور وہی افعال کرے جو آپ ﷺ سرانجام دیں، چنانچہ ذی قعدہ کے دس روز باقی تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر شروع کر دیا، ہم بھی آپ ﷺ کی معیت میں روانہ ہو گئے۔ جب ہم ذوالحلیفہ مقام پر پہنچے تو سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اب وہ کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''غسل کر کے لنگوٹ کس لے اور احرام باندھ لے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے آگے بڑھے، جب آپ ﷺ کی سواری ''بیداء'' پر سیدھی ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ کلمۂ توحید پڑھا: ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ'' (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے

(٤١٢٣) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٨ (انظر: ١٤٤٤٠)

وَالنَّبِيُّ ﷺ يَسْمَعُ فَلَمْ يَقُلْ لَهُمْ شَيْئًا، فَنَظَرْتُ مَدَّ بَصَرِي، وَبَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ، وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلُ ذَالِكَ، وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلُ ذَالِكَ وَعَنْ شِمَالِهِ مِثْلُ ذَالِكَ، قَالَ جَابِرٌ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا عَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيلَهُ وَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ، فَخَرَجْنَا لَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ حَتّٰى أَتَيْنَا الْكَعْبَةَ فَاسْتَلَمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَسَلَّمَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، ثُمَّ رَمَلَ ثَلَاثَةً وَمَشٰى أَرْبَعَةً حَتّٰى إِذَا فَرَغَ عَمَدَ إِلٰى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَصَلّٰى خَلْفَهُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ قَالَ أَبِي: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي جَعْفَرًا، فَقَرَأَ فِيهِمَا بِالتَّوْحِيدِ، وَ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ ثُمَّ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ، وَخَرَجَ إِلَى الصَّفَا ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ثُمَّ قَالَ: ((نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ۔)) فَرَقِيَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى إِذَا نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ كَبَّرَ قَالَ: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَصَدَّقَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔)) ثُمَّ دَعَا، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى هٰذَا الْكَلَامِ، ثُمَّ نَزَلَ حَتّٰى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي الْوَادِي رَمَلَ، حَتّٰى إِذَا

ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)، آپ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی تلبیہ پڑھا، لوگ اپنے تلبیہ میں "ذَا الْمَعَارِجِ" (اے بلندیوں والے) وغیرہ کے الفاظ بھی بڑھا رہے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے یہ الفاظ سنے، مگر آپ ﷺ نے ان کو کچھ نہ کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھا، تاحدِ نظر انسان ہی انسان تھے، کوئی سوار تھا اورکوئی پیدل۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تھے، آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا اور آپ ﷺ ہی اس کی بہترین تفسیر جانتے تھے، جیسے جیسے آپ ﷺ نے عمل کئے، ہم بھی اسی کے مطابق کرتے گئے، ہم حج کی نیت سے روانہ ہوئے تھے، جب ہم کعبہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر تین چکروں میں ذرا تیز اور چار چکروں میں ذرا آہستہ چال چل کر بیت اللہ کا طواف کیا، اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور اس کے پیچھے آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ ...... (تم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو۔) ((سورۂ بقرہ: ۱۲۵)) رسول اللہ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں میں سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون کی تلاوت کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور صفا کی طرف چلے گئے اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ ...... (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) (سورۂ بقرہ: ۱۵۸) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے اللہ نے ابتدا کی، ہم بھی اسی سے آغاز کریں گے، پھر آپ ﷺ صفا کے اوپر اس قدر چڑھ گئے کہ بیت اللہ دکھائی دینے لگا، وہاں آپ ﷺ نے

صَعِدَ مَشٰی حَتّٰی أَتَی الْمَرْوَۃَ فَرَقِیَ عَلَیْهَا حَتّٰی نَظَرَ إِلَی الْبَیْتِ فَقَالَ عَلَیْهَا کَمَا قَالَ عَلَی الصَّفَا، فَلَمَّا کَانَ السَّابِعُ عِنْدَ الْمَرْوَۃِ، قَالَ: ((یَا أَیُّهَا النَّاسُ! إِنِّی لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِی مَا اسْتَدْبَرْتُهُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْیَ، وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَۃً فَمَنْ لَمْ یَکُنْ مَعَهُ هَدْیٌ فَلْیَحْلِلْ، وَلْیَجْعَلْهَا عُمْرَۃً۔)) فَحَلَّ النَّاسُ کُلُّهُمْ، فَقَالَ سُرَاقَۃُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ وَهُوَ فِی أَسْفَلِ الْمَرْوَۃِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِلْأَبَدِ؟ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ فَقَالَ: ((لِلْأَبَدِ۔)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: ((دَخَلَتِ الْعُمْرَۃُ فِی الْحَجِّ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔)) قَالَ: وَقَدِمَ عَلِیٌّ مِنَ الْیَمَنِ فَقَدِمَ بِهَدْیٍ، وَسَاقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَهُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ هَدْیًا، فَإِذَا فَاطِمَۃُ رضی اللہ عنہا قَدْ حَلَّتْ وَلَبِسَتْ ثِیَابَهَا صَبِیْغًا، وَاکْتَحَلَتْ فَأَنْکَرَ ذَالِكَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ عَلَیْهَا، فَقَالَتْ: أَمَرَنِی بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: قَالَ عَلِیٌّ بِالْکُوْفَۃِ، قَالَ جَعْفَرٌ قَالَ أَبِی هٰذَا الْحَرْفُ لَمْ یَذْکُرْهُ جَابِرٌ، فَذَهَبْتُ مُحَرِّشًا، أَسْتَفْتِی بِهِ النَّبِیَّ ﷺ فِی الَّذِیْ ذَکَرَتْ فَاطِمَۃُ، قُلْتُ إِنَّ فَاطِمَۃَ لَبِسَتْ ثِیَابَهَا صَبِیْغًا وَ اکْتَحَلَتْ وَقَالَتْ: أَمَرَنِی بِهِ أَبِی، قَالَ: ((صَدَقَتْ صَدَقَتْ أَنَا أَمَرْتُهَا بِهِ۔)) قَالَ جَابِرٌ: وَقَالَ لِعَلِیٍّ: ((بِمَ

"اللہ اکبر" کہا اور یہ دعا پڑھی: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَصَدَّقَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ۔(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس نے اپنے بندے یعنی محمد ﷺ کو سچا کر دکھایا اور وہ اکیلا تمام جماعتوں اور گروہوں پر غالب رہا) اس کے بعد آپ ﷺ نے وہاں دعائیں کیں۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ صفا سے نیچے تشریف لائے، جب آپ ﷺ وادی کے درمیان پہنچے تو آپ ﷺ دوڑے، جب بلندی شروع ہوئی تو آپ ﷺ آہستہ آہستہ چلنے لگے تاآنکہ مروہ پر پہنچ گئے، آپ ﷺ مروہ کے اوپر چلے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ دکھائی دینے لگا، وہاں بھی آپ ﷺ نے اسی طرح دعائیں کیں جیسے صفا پر کی تھیں۔ جب مروہ کے پاس آپ ﷺ کا ساتواں چکر تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! جو بات مجھے اب پتہ چلی ہے، اگر یہ مجھے پہلے پتہ ہوتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ لے کر نہ آتا اور اس عمل کو عمرہ بنا دیتا، اب جن لوگوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے، وہ اپنے اس عمل کو عمرہ بنا لیں اور احرام کھول دیں، چنانچہ سب لوگ (جن کے پاس قربانی نہیں تھی) حلال ہو گئے۔ سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ، جو اس وقت مروہ سے نیچے تھے، نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان دنوں میں عمرہ کی یہ اجازت اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کیلئے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر تین مرتبہ فرمایا: ''ہمیشہ کے

أَهْـلَلْتَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُكَ ﷺ قَالَ: وَمَعِيَ الْهَدْيُ، قَالَ: ((فَلَا تَحِلَّ۔)) قَالَ: فَكَانَتْ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِيْ أَتَى بِهِ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ مِنَ الْيَمَنْ وَالَّذِي أَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مِائَةً فَنَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ ثَلَاثَةً وَسِتِّيْنَ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ، فَجُعِلَتْ فِيْ قِدْرٍ أَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا، ثُمَّ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((قَدْ نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ۔)) وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: ((وَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔)) وَوَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ، فَقَالَ: ((وَقَفْتُ هٰهُنَا، وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔)) (مسند احمد: ١٤٤٩٣)

لئے ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔'' اُدھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے قربانی کے جانور ساتھ لے کر آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے یہ جانور لے کر آئے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کے بعد احرام کھول دیا تھا اور رنگین لباس پہن لیا تھا اور سرمہ بھی ڈال لیا تھا، لیکن ان کا یہ عمل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اچھا نہ لگا، جب انہوں نے اس پر انکار کیا تو انہوں نے کہا: مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں یہ بات بیان کی تھی کہ وہ غصے کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا اور کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رنگ دار کپڑے پہن لئے ہیں اور سرمہ بھی ڈال لیا ہے اور کہتی ہے کہ اس کو اس کے والد (ﷺ) نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ٹھیک کہتی ہے، (تین بار فرمایا) میں نے ہی اسے یہ حکم دیا تھا۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم نے تلبیہ پڑھتے وقت کیا کہا تھا؟'' انہوں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ جس طرح کی نیت رسول اللہ ﷺ کی ہے، میری بھی وہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر میرے پاس تو قربانی کا جانور ہے، لہٰذا تم بھی احرام کی حالت میں ہی ٹھہرو۔'' رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے جو جانور لے کر آئے تھے، ان کی مجموعی تعداد (١٠٠) تھی، رسول اللہ ﷺ نے (٦٣) اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے اور باقی اونٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے، آپ ﷺ نے انہیں قربانی میں شریک کیا تھا، پھر آپ ﷺ نے ہر اونٹ کا ایک ایک ٹکڑا لے کر پکانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ گوشت ایک ہنڈیا میں ڈال کر پکایا گیا، آپ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت کھایا اور اس کا

شوربہ نوش کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تو یہاں جانور ذبح کئے ہیں، تاہم پورا منی قربان گاہ ہے۔'' آپ ﷺ نے عرفہ میں ایک مقام پر قیام کیا اور فرمایا: ''میں نے تو یہاں وقوف کیا ہے، تاہم پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے۔'' آپ ﷺ نے مزدلفہ میں ایک مقام پر وقوف کیا اور فرمایا: ''میں نے تو یہاں ٹھہرا ہوا ہوں، تاہم پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

فوائد: ......ملا علی قاری نے ''مرقاۃ المفاتیح'' میں کہا: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) صحابہ تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ، تیس ہزار تھی۔ آپ ﷺ ہدی کے جو اونٹ مدینہ منورہ سے لے کر گئے تھے، ان کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تھی، باقی سینتیس (۳۷) اونٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے۔

(٤١٢٤) (وَعَنْـهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) بِنَحْوِهِ، إِلٰى قَوْلِهِ: ((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((وَلَوْ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ، أَلَا فَخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ۔)) قَالَ: فَقَامَ الْقَوْمُ بِحِلِّهِمْ، حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ، وَأَرَادُوْا التَّوَجُّهَ إِلٰى مِنًى، أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ، قَالَ: فَكَانَ الْهَدْيُ عَلٰى مَنْ وَجَدَ، وَالصِّيَامُ عَلٰى مَنْ لَمْ يَجِدْ، وَأَشْرَكَ بَيْنَهُمْ فِي هَدْيِهِمْ، الْجَزُوْرُ بَيْنَ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةُ بَيْنَ سَبْعَةٍ، وَكَانَ طَوَافُهُمْ بِالْبَيْتِ وَسَعْيُهُمْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجِّهِمْ وَعُمْرَتِهِمْ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا۔
(مسند احمد: ١٥٠٠٦)

(دوسری سند) آپ ﷺ کے اس فرمان تک تو یہ حدیث اسی طرح مروی ہے: ''جو بات مجھے اب پتہ چلی ہے، اگر یہ مجھے پہلے پتہ ہوتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ لے کر نہ آتا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں قربانی کا جانور ہمراہ نہ لایا ہوتا تو میں بھی اب حلال ہو جاتا، خبردار! تم احکام حج سیکھ لو۔'' یہ سن کر لوگ حلال ہو گئے، جب ترویہ کا دن یعنی ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہوئی اور لوگ منیٰ کی طرف جانے لگے تو انہوں نے حج کا تلبیہ پڑھا، استطاعت رکھنے والوں پر قربانی تھی اور قدرت نہ رکھنے والوں پر روزے تھے، رسول اللہ ﷺ نے گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات آدمیوں کو شریک کیا اور جو لوگ حج (قران) کر رہے تھے، ان کا حج اور عمرے دونوں کے لیے ایک ایک طواف اور ایک ایک سعی تھی۔

(٤١٢٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٢٥) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَفَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَقَالَ: ((هٰذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ۔)) ثُمَّ دَفَعَ يَسِيرُ الْعَنَقَ، وَجَعَلَ النَّاسُ يَضْرِبُوْنَ يَمِينًا وَشِمَالًا وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُوْلُ: ((اَلسَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ! اَلسَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ!)) حَتّٰى جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ، وَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، ثُمَّ وَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَوَقَفَ عَلَى قُزَحَ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ الْعَبَّاسِ، وَقَالَ: ((هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ۔)) ثُمَّ دَفَعَ وَجَعَلَ يَسِيرُ الْعَنَقَ وَالنَّاسُ يَضْرِبُوْنَ يَمِينًا وَشِمَالًا وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُوْلُ: ((اَلسَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ!)) حَتّٰى جَاءَ مُحَسِّرًا فَقَرَعَ رَاحِلَتَهُ، فَخَبَّتْ حَتّٰى خَرَجَ، ثُمَّ عَادَ لِسَيْرِهِ الْأَوَّلِ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ، ثُمَّ جَاءَ الْمَنْحَرَ فَقَالَ: ((هٰذَا الْمَنْحَرُ وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ۔)) ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ مِنْ خَثْعَمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ وَقَدْ أَفْنَدَ، وَأَدْرَكَتْهُ فَرِيضَةُ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَدَاءَهَا فَيُجْزِئُ عَنْهُ أَنْ أُؤَدِّيَهَا عَنْهُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نَعَمْ۔)) وَجَعَلَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ الْجَمْرَةَ وَأَفَضْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَحْلِقْ، قَالَ: ((فَلَا حَرَجَ، فَاحْلِقْ۔)) ثُمَّ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ میں وقوف کیا، اس وقت آپ ﷺ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے یہاں وقوف کیا ہے، تاہم سارا عرفہ جائے وقوف ہے۔'' پھر آپ ﷺ ذرا تیز چلے اور لوگ بھی دائیں بائیں پھیل گئے، آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''لوگو! سکون سے، لوگو! آرام سے۔'' یہاں تک کہ آپ ﷺ چلتے چلتے مزدلفہ میں پہنچ گئے، وہاں آپ ﷺ نے دو نمازیں (مغرب اور عشاء) جمع کر کے ادا کیں، پھر آپ ﷺ مزدلفہ ہی میں ٹھہر گئے اور ''قُزَح'' نامی بلند جگہ پر وقوف کیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے یہاں وقوف کیا ہے، تاہم سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔'' پھر آپ ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہوئے، تیز چلے، لوگ آپ ﷺ کے دائیں بائیں تھے، آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے جا رہے تھے: ''لوگو! سکون سے، آرام سے۔'' یہاں تک کہ آپ ﷺ وادیٔ محسر تک جا پہنچے، وہاں آپ ﷺ نے اپنی سواری کو کوڑا مارا اور دوڑایا یہاں تک کہ وادیٔ محسر پار کر گئے، پھر پہلی رفتار سے چلنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے منیٰ میں جا کر جمرہ (عقبہ) کی رمی کی، اس کے بعد آپ ﷺ قربان گاہ میں گئے اور فرمایا: ''یہ قربان گاہ ہے، تاہم پورا منیٰ قربان گاہ ہے۔'' بنو خثعم کی ایک نوجوان خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے پوچھا: میرا والد کافی بوڑھا ہو چکا ہے، جبکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج لازم ہو چکا ہے، لیکن وہ خود ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔''

(٤١٢٥) تخريج: اسناده حسن (انظر: ٥٦٤)

أَتَاهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ وَحَلَقْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَنْحَرْ، فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ فَانْحَرْ.)) ثُمَّ أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِسَجْلٍ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ مِنْهُ وَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَالَ: ((اِنْزِعُوْا يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! فَلَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوْا عَلَيْهَا لَنَزَعْتُ.)) قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي رَأَيْتُكَ تَصْرِفُ وَجْهَ ابْنِ أَخِيْكَ، قَالَ: ((إِنِّي رَأَيْتُ غُلَامًا شَابًّا وَجَارِيَةً شَابَّةً فَخَشِيْتُ عَلَيْهِمَا الشَّيْطَانَ.)) (مسند احمد: ٥٦٤)

پھر آپ ﷺ نے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے چہرے کو اس عورت سے دوسری طرف کو پھیر دیا، پھر ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں نے رمی اور طواف افاضہ کرنے کے بعد احرام کھول کر لباس پہن لیا ہے، مگر ابھی تک سر نہیں منڈوا سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، اب سر منڈا لو۔'' ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے رمی اور طواف افاضہ کر کے لباس پہن لیا ہے، لیکن ابھی تک قربانی نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے، تم اب قربانی کر لو۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے طواف افاضہ کیا اور مائے زمزم کا ایک ڈول منگوا کر اس سے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بنو عبد المطلب! اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آ جائیں گے تو میں بھی کنوئیں سے پانی نکالتا، اب تم پانی نکال نکال کر حاجیوں کو پلاؤ۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے بھتیجے (فضل رضی اللہ عنہ) کا رخ دوسری طرف پھیر دیا تھا، اس کی وجہ کیا تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ایک نوجوان لڑکے اور نوجوان لڑکی کو دیکھا اور مجھے ان پر شیطان کے حملے کا اندیشہ ہونے لگا۔''

(٤١٢٦) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: تَمَتَّعَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدٰى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَإِنَّ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج کے ساتھ عمرہ کیا اور آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے قربانی کا جانور ہمراہ لے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے احرام کے دوران پہلے عمرہ اور پھر حج کا تلبیہ پڑھا اور لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کے ساتھ عمرہ بھی کیا، کچھ لوگ تو قربانی کا جانور ہمراہ لے گئے تھے، لیکن کچھ لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے، رسول اللہ ﷺ

(٤١٢٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٩١، ومسلم: ١٢٢٧ (انظر: ٦٢٤٧)

مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِلنَّاسِ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدٰى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّه، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلٰى أَهْلِهِ۔)) وَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ وَمَشٰى أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ، ثُمَّ رَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ، فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ، وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَهْدٰى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ۔ (مسند احمد: ٦٢٤٧)

جب مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ''جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہے، ان پر احرام کی وجہ سے جو حلال چیز حرام ہو چکی ہے، وہ حج پورا ہونے تک حلال نہیں ہوگی، لیکن جن کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں ہے، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد بال کٹوا کر احرام کھول دیں، پھر وہ حج کے لیے علیحدہ احرام باندھیں گے اور قربانی کریں گے، جو آدمی قربانی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین روزے حج کے ایام میں اور سات روزے گھر جا کر رکھے گا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ آئے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا، سب سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لیا، اس کے بعد بیت اللہ کے گرد سات چکروں میں سے پہلے تین میں آپ ﷺ نے رمل کیا اور باقی چار میں عام رفتار سے چلے، طواف مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ نے مقام ابراہیم کے قریب دو رکعتیں ادا کی اور جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو صفا پر تشریف لے گئے، اور صفا مروہ کی سعی کی اور حج سے فارغ ہونے تک احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی کوئی چیز آپ ﷺ پر حلال نہ ہوئی، دس ذوالحجہ کو آپ ﷺ نے قربانی کی اور بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد آپ ﷺ پر احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی ہر چیز حلال ہوگئی، جو لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے، انھوں نے بھی اسی طرح کے اعمال سرانجام دیئے، جو رسول اللہ ﷺ نے ادا کیے تھے۔

فوائد: ...... حدیث کے شروع میں مذکور لفظ ''تَمَتَّعَ'' کا لغوی معنی مراد ہے، یعنی آپ ﷺ نے حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ بھی حاصل کر لیا، جبکہ آپ ﷺ حج قران ادا کر رہے تھے، لغوی اعتبار سے حج قران پر حج تمتع کا اطلاق بھی ہو جاتا ہے، اصطلاحی طور پر ان کی تعریفات میں فرق ہے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے حج کا تلبیہ پکارا تھا، پھر اس کے ساتھ عمرہ کا تلبیہ بھی شامل کر لیا۔ اس حدیث کے الفاظ'' آپ ﷺ نے احرام کے دوران پہلے عمرہ اور پھر حج کا

تلبیہ پڑھا'' سے مراد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ احرام کے دوران تلبیہ کہتے تو پہلے عمرے کا ذکر کرتے اور پھر حج کا، اس سے مراد ابتدائے احرام کی حالت نہیں ہے۔

(٤١٢٧) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَاتَ بِهَا حَتّٰى أَصْبَحَ، فَلَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا انْبَعَثَتْ بِهِ سَبَّحَ وَكَبَّرَ حَتّٰى اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ، ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَحِلُّوْا فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ وَنَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ بَدَنَاتٍ، بِيَدِهِ قِيَامًا وَضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ۔ (مسند احمد: ١٣٨٦٧)

سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں نمازِ ظہر کی چار اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نمازِ عصر کی دو رکعتیں ادا کیں، آپ ﷺ نے وہیں رات بسر کی اور نمازِ فجر کے بعد سواری پر سوار ہو گئے، جب آپ ﷺ کی سواری آپ ﷺ کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے اللہ کی تسبیح و تکبیر بیان کی، پھر جب سواری بیداء پر بلند ہوئی تو آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پکارا۔ پھر جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حلال ہونے کا یعنی احرام کھول دینے کا حکم دیا۔ جب ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہوئی تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سات اونٹوں کو نحر کیا، جبکہ وہ کھڑے تھے اور آپ ﷺ نے مدینہ میں دو سینگ دار سفید مینڈھے بطور قربانی ذبح کیے۔

فوائد: ......آپ ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے تھے، ممکن ہے کہ سیدنا انس ؓ نے آپ ﷺ کو صرف سات اونٹ ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہو، آخری جملے میں سیدنا انس ؓ آپ ﷺ کا مدینہ منورہ کا عمل بیان کر رہے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى اَصْبَحَ ، فَصَلَّى الصُّبْحَ ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ......)) ......پھر آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں رات گزاری، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، پس آپ ﷺ نے نمازِ فجر ادا کی اور پھر (حج و عمرہ کے لیے) اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔

(٤١٢٨) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: صَدَرْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ يَوْمَ الصَّدَرِ، فَمَرَّتْ بِنَا رُفْقَةٌ يَمَانِيَةٌ وَرِحَالُهُمُ الْأُدُمُ وَخُطُمُ إِبِلِهِمُ الْجُرُرُ، فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ

سعید کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ کے ہمراہ حج سے واپس آ رہا تھے، ہمارے قریب سے ایک یمنی قافلہ گزرا، ان کے اونٹوں کے پالان چمڑے کے اور مہاریں بالوں کی تھیں، سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ نے کہا: جو شخص اس سال کے حاجیوں

(٤١٢٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٥١، ١٧١٢، ١٧١٤ (انظر: ١٣٨٣١)

(٤١٢٨) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين ـ أخرجه ابوداود: ٤١٤٤ (انظر: ٦٠١٦)

بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَشْبَهِ رُفْقَةٍ وَرَدَتِ الْحَجَّ الْعَامَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابِهِ إِذَا قَدِمُوْا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰذِهِ الرُّفْقَةِ۔ (مسند احمد: ٦٠١٦)

میں ایسے لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہو جو حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہوں، وہ اس جماعت کو دیکھ لے۔

ذِكْرُ الْأَمْكِنَةِ الَّتِيْ نَزَلَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَسَاجِدِ الَّتِيْ صَلّٰى فِيْهَا فِيْ طَرِيْقِهِ بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَمَكَّةَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ان مقامات اور مساجد کا تذکرہ، جہاں جہاں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے سفر کے دوران قیام کیا اور نمازیں ادا کیں

(٤١٢٩) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰى أَبِيْ قُرَّةَ مُوْسَى بْنِ طَارِقٍ قَالَ: قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَقَالَ نَافِعٌ، كَانَ عَبْدُاللّٰهِ (يَعْنِيْ ابْنَ عُمَرَ) رضی اللہ عنہما إِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ (وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ) حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعَرِّسُ بِهَا حَتّٰى يُصَلِّيَ صَلَاةَ الصُّبْحِ۔ (مسند احمد: ٥٥٩٤)

جنابِ نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کے بعد واپس لوٹتے تو ذوالحلیفہ کے قریب بطحاء میں ضرور ٹھہرتے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ یہاں رات بسر کیا کرتے تھے، اور اسی مقام پر نماز فجر ادا کرتے تھے۔

(٤١٣٠) قَالَ مُوْسٰى (وَأَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ) أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُتِيَ فِيْ مُعَرَّسِهِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّكَ فِيْ بَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ۔ (مسند احمد: ٥٥٩٥)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بطحاء میں رات بسر کی اور آپ ﷺ کو خواب میں بتلایا گیا کہ آپ بابرکت وادیٔ بطحاء میں ہیں۔

(٤١٣١) قَالَ: وَقَالَ: (حَدَّثَنَا نَافِعٌ) أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى عِنْدَ الْمَسْجِدِ الصَّغِيْرِ الَّذِيْ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُشْرِفُ عَلَى الرَّوْحَاءِ۔ (مسند احمد: ٥٥٩٦)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روحاء سے اوپر والی مسجد سے ہٹ کر چھوٹی مسجد کی جگہ پر نماز ادا کی تھی۔

(٤١٣٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٣٥، ٢٣٣٦، ومسلم: ١٣٤٦

(٤١٣١) تخريج: أخرجه البخاري: ٤٨٥ (انظر: ٥٥٩٦)

(٤١٣٢) قَالَ: (وَقَالَ: نَافِعٌ) إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَيْثُ يُفْضِي مِنَ الْأَكَمَةِ دُوْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ، وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلاهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ۔ (مسند احمد: ٥٥٩٧)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ راستہ کی دائیں جانب رویثہ سے دو میل ہٹ کر کنکروں والی کشادہ اور نرم وادی یا میدان میں اس بڑے درخت کے نیچے تشریف رکھا کرتے تھے، جس کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے اور اب صرف تنا باقی رہ گیا ہے۔

(٤١٣٣) (وَقَالَ نَافِعٌ) إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى مِنْ وَرَاءِ الْعَرْجِ، وَأَنْتَ ذَاهِبٌ عَلٰى رَأْسِ خَمْسَةِ أَمْيَالٍ مِنَ الْعَرْجِ فِيْ مَسْجِدٍ إِلٰى هَضْبَةٍ، عِنْدَ ذَالِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ، عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَلٰى يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ، بَيْنَ أُوْلٰئِكَ السَّلِمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذَالِكَ الْمَسْجِدِ۔ (مسند احمد: ٥٥٩٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرج سے آگے نماز پڑھی تھی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تم عرج سے پانچ میل چلو تو ٹیلہ والی مسجد آئے گی، اس مسجد کے پاس دو تین قبریں بھی ہیں، ان قبروں پر بڑے بڑے پتھر پڑے ہیں، وہاں راستہ کی دائیں جانب کچھ چٹانیں ہیں، سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان چٹانوں کے بیچ میں سے عرج سے سورج ڈھلنے کے بعد روانہ ہوتے تھے، اور اس مسجد کی جگہ پر نمازِ ظہر ادا کرتے تھے۔

(٤١٣٤) (وَقَالَ نَافِعٌ): إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَزَلَ تَحْتَ سَرْحَةٍ (وَفِيْ لَفْظٍ: سَرَحَاتٍ) عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى، ذَالِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ عَلٰى هَرْشٰى، (وَفِيْ لَفْظٍ: لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشَا) بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِنْ غَلْوَةِ سَهْمٍ۔ (مسند احمد: ٥٥٩٩)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے راستہ کی داہنی جانب ھرشا سے ہٹ کر پانی کی گزرگاہ میں ایک بڑے درخت کے پاس قیام فرمایا، پانی کی یہ گزرگاہ ھرشا سے متصل ہے۔ (ایک روایت کے مطابق ہرشا کے کنارے کے ساتھ مل گئی ہے) اس کے اور راستہ کے درمیان ایک تیر کی پھینک کے برابر مسافت ہے۔

(٤١٣٢) أخرجه البخاري: ٤٨٧ (انظر: ٥٥٩٧)

(٤١٣٣) أخرجه البخاري: ٤٨٨ (انظر: ٥٥٩٨)

(٤١٣٤) تخريج: أخرجه البخاري: ٤٨٩ (انظر: ٥٥٩٩)

(٤١٣٥) (وَقَالَ نَافِعٌ) إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى، يَبِيْتُ بِهِ حَتّٰى يُصَلِّيَ صَلَاةَ الصُّبْحِ حِيْنَ قَدِمَ إِلٰى مَكَّةَ، وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَالِكَ عَلٰى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ وَلٰكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَالِكَ عَلٰى أَكَمَةٍ خَشِنَةٍ غَلِيْظَةٍ۔ (مسند احمد: ٥٦٠٠)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو ذی طوی میں رات بسر کرتے اور وہیں نمازِ فجر ادا کرتے، جس مقام پر اس وقت مسجد تعمیر کی گئی، آپ ﷺ نے یہاں نہیں، بلکہ اس سے ذرا ہٹ کر نیچے کی طرف پکے ٹیلہ پر نماز ادا کی تھی۔

(٤١٣٦) (قَالَ وَأَخْبَرَنِي) أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ الَّذِيْ قِبَلَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِيْ بُنِيَ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكَمَةِ وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكَمَةِ السَّوْدَاءِ يَدَعُ مِنَ الْأَكَمَةِ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا، ثُمَّ يُصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ۔ (مسند احمد: ٥٦٠١)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی جانب دو پہاڑی راستوں کو سامنے رکھا اور ٹیلے کی ایک جانب پر جو مسجد ہے، اس سے ذرا بائیں جانب آپ ﷺ نے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر سیاہ ٹیلے کے اوپر نماز ادا کی۔

اَسْبَابُ بَعْضِ اَعْمَالِ الْحَجِّ
حج کے بعض اعمال کے اسباب کا بیان

مَا رَوَاهُ اَبُوْ الطُّفَيْلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِيْ اَسْبَابِ بَعْضِ اَعْمَالِ الْحَجِّ
حج کے بعض اعمال کے اسباب سے متعلقہ روایت، جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ابو طفیل نے روایت کی

(٤١٣٧) عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا سُرَيْجٌ

ابو طفیل کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا:

(٤١٣٥) تخريج: أخرجه البخارى: ٤٩١، ١٧٦٧، ومسلم: ١٢٥٩ (انظر: ٥٦٠٠)
(٤١٣٦) تخريج: أخرجه البخارى: ٤٩٢، ومسلم: ١٢٦٠ (انظر: ٥٦٠١)
(٤١٣٧) تخريج: رجاله ثقات رجال الصحيح، غير ابى عاصم الغنوى، ولمعظم هذا الحديث طرق وشواهد يتقوى بها۔ أخرجه بطوله الطيالسى: ٢٦٩٧، والطبرانى: ١٠٦٢٨، واخرج القطعتين الاولى والثانية منه مسلم: ١٢٦٤ (انظر: ٢٧٠٧)

وَيُونُسُ قَالَا ثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عَاصِمِ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي طُفَيْلٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَمَلَ بِالْبَيْتِ، وَأَنَّ ذَالِكَ سُنَّةٌ، قَالَ: صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا، قُلْتُ: وَمَا صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا؟ قَالَ: صَدَقُوْا، رَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَيْتِ، وَكَذَبُوْا، لَيْسَ بِسُنَّةٍ، إِنَّ قُرَيْشًا قَالَتْ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ: دَعُوْا مُحَمَّدَ وَأَصْحَابَهُ حَتّٰى يَمُوْتُوْا مَوْتَ النَّغَفِ، فَلَمَّا صَالَحُوهُ عَلٰى أَنْ يَقْدَمُوْا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ وَيُقِيْمُوْا بِمَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْمُشْرِكُوْنَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((أَرْمُلُوْا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا۔)) وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ۔ قُلْتُ: وَيَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّهُ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَأَنَّ ذَالِكَ سُنَّةٌ، فَقَالَ: صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا، فَقُلْتُ: وَمَا صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا؟ فَقَالَ: صَدَقُوْا قَدْ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَكَذَبُوْا لَيْسَتْ بِسُنَّةٍ، كَانَ النَّاسُ لَا يُدْفَعُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا يُصْرَفُوْنَ عَنْهُ، فَطَافَ عَلَى بَعِيْرٍ لِيَسْمَعُوْا كَلَامَهُ وَلَا تَنَالُهُ أَيْدِيْهِمْ، قُلْتُ: وَيَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَنَّ ذَالِكَ سُنَّةٌ، قَالَ: صَدَقُوْا، إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ لَمَّا أُمِرَ بِالْمَنَاسِكِ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعٰى فَسَابَقَهُ

آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کرتے وقت رمل کیا تھا، لہٰذا یہ عمل سنت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی یہ بات کسی حد تک درست بھی اور کسی حد تک غلط بھی، میں نے کہا: اس کا کیا مطلب کہ درست بھی ہے اور غلط بھی؟ انھوں نے کہا: ان کی یہ بات تو درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کرتے وقت رمل کیا تھا، البتہ اس عمل کو سنت کہنا درست نہیں، یہ عمل سنت نہیں ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریشیوں نے (توہین کرتے ہوئے) حدیبیہ کے دنوں میں کہا تھا: محمد (ﷺ) اور ان کے دوستوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ لوگ اپنی موت آپ مر جائیں، جب قریش کا آپ سے اس بات پر معاہدہ ہو گیا کہ مسلمان آئندہ سال آ کر مکہ میں تین دن قیام کر سکیں گے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، مشرکینِ مکہ قعیقان پہاڑ کی جانب تھے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے تین چکروں میں رمل کرو۔'' لہٰذا یہ عمل سنت نہیں ہے۔ ابو طفیل کہتے ہیں: میں نے کہا: آپ ﷺ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا و مروہ کے درمیان سعی اونٹ پر کی تھی اور یہ عمل سنت ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی یہ بات بھی کچھ صحیح اور کچھ غلط ہے۔ ان کا یہ کہنا تو درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا و مروہ کی سعی اونٹ پر کی تھی، لیکن ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ عمل سنت ہے، اصل بات یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے سے ہٹائے نہیں جاتے تھے، (اور وہ خود بھی آپ سے الگ اور دور نہیں ہوتے تھے) اس لئے آپ ﷺ نے اونٹ پر سعی کی تھی، تاکہ لوگوں کے ہاتھ آپ ﷺ تک نہ پہنچ سکیں اور وہ آسانی سے آپ ﷺ کی بات بھی سن لیں۔ ابو طفیل کہتے

فَسَبَقَهُ إِبْرَاهِيمُ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيْلُ إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَعَرَضَ لَهُ شَيْطَانٌ (وَفِي لَفْظٍ الشَّيْطَانُ) فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتَّى ذَهَبَ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْوُسْطَى فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، قَالَ: قَدْ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ (وَفِي لَفْظٍ وَثَمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ) وَعَلَى إِسْمَاعِيلَ قَمِيصٌ أَبْيَضُ، وَقَالَ: يَا أَبَتِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي ثَوْبٌ تُكَفِّنُنِي فِيْهِ غَيْرَهُ فَاخْلَعْهُ حَتَّى تُكَفِّنَنِيْ فِيْهِ، فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ فَنُوْدِيَ مِنْ خَلْفِهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ! قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيْمُ فَإِذَا هُوَ بِكَبْشٍ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَعْيَنَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَتَّبِعُ هٰذَا الضَّرْبَ مِنَ الْكِبَاشِ، (قَالَ) ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيْلُ إِلَى الْجَمْرَةِ الْقُصْوٰى، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتّٰى ذَهَبَ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيْلُ إِلَى مِنًى قَالَ: هٰذَا مِنًى (وَفِي لَفْظٍ: هٰذَا مُنَاخُ النَّاسِ) ثُمَّ أَتَى بِهِ جَمْعًا، فَقَالَ: هٰذَا الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ إِلَى عَرَفَةَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَلْ تَدْرِي لِمَ سُمِّيَتْ عَرَفَةُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِإِبْرَاهِيْمَ: عَرَفْتَ، (وَفِي لَفْظٍ: هَلْ عَرَفْتَ)؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَمِنْ ثَمَّ سُمِّيَتْ عَرَفَةَ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرِيْ كَيْفَ كَانَتِ التَّلْبِيَةُ؟ قُلْتُ: وَكَيْفَ كَانَتْ؟ قَالَ: إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَمَّا أُمِرَ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ

ہیں: میں نے کہا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا ومروہ کے مابین دوڑے تھے اور یہ عمل سنت ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی یہ بات درست ہے، جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج ادا کرنے کا حکم ہوا تو سعی کے موقعہ پر شیطان ان کے سامنے آ گیا اور آگے نکل گیا، لیکن پھر ابراہیم علیہ السلام دوڑ کر اس سے آگے نکل گئے، اس کے بعد جبریل علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو جمرۂ عقبہ کے پاس لے گیا، وہاں شیطان ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اسے سات کنکر مارے، سو وہ چلا گیا، پھر جب جمرۂ وسطیٰ کے قریب ان کے سامنے آیا تو انہوں نے دوبارہ اسے سات کنکر مارے، اس موقعہ پر ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کے پہلو کے بل لٹایا، وہ سفید قمیض پہنے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: ابا جان! اس قمیض کے علاوہ میرا کوئی کپڑا ایسا نہیں جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے، اس لیے اس قمیض کو اتار لیجئے تا کہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں، جب ابراہیم، اسمٰعیل علیہما السلام کی قمیض اتارنے لگے تو ان کے پیچھے سے یہ آواز آئی: ابراہیم! آپ نے خواب سچا کر دکھایا ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر ادھر دیکھا تو وہاں ایک سفید سینگ دار خوبصورت فراخ چشم مینڈھا موجود تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم قربانی کے لئے اسی قسم کے مینڈھے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بعد جبریل، ابراہیم علیہما السلام کو جمرۂ قصویٰ کی طرف لے گئے، وہاں شیطان ایک مرتبہ پھر سامنے آیا، ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکر مارے، سو وہ بھاگ گیا، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام منیٰ کی طرف لے گئے اور بتلایا کہ یہ منیٰ ہے، دوسری روایت میں ہے: انہوں نے بتلایا کہ یہ لوگوں کی قیام گاہ ہے، اس کے بعد جبریل، ابراہیم علیہما السلام کو مزدلفہ میں لے گئے

خَفَضَتْ لَهُ الْجِبَالُ رُءُ وسَهَا وَرُفِعَتْ لَهُ الْقُرٰى فَأَذَّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ (مسند احمد: ۲۷۰۷)

اور بتلایا کہ یہ مشعرِ حرام ہے، اس کے بعد وہ انہیں عرفہ میں لے گئے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس نے پوچھا: جانتے ہو کہ عرفہ کی وجہِ تسمیہ کیا ہے؟ میں نے کہا: جی نہیں۔ انھوں نے کہا: جب جبریل، ابراہیم علیہ السلام کو یہاں لے آئے تو ان سے پوچھا: کیا آپ یہ سب امور جان گئے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اس وجہ سے اس وادی کا نام عرفہ رکھا گیا۔ اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ تلبیہ کی ابتدا کیسے ہوئی؟ میں نے کہا: جی کیسے ہوئی؟ انھوں نے کہا: جب ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں تو ان کی آواز پر پہاڑوں نے سر جھکا دیئے اور تمام آبادیاں بلند کر دی گئیں تب انہوں نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا۔

فوائد: ...... یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک ہے کہ طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا سنت نہیں ہے، لیکن دیگر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے تمام اہل علم اس رمل کے سنت ہونے کے قائل ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ رمل کے بغیر طواف ہو جائے گا، البتہ یہ فضیلت رہ جائے گی۔

"مَشْعَر" کے معانی ظاہری علامت کے ہیں، مزدلفہ کو مشعرِ حرام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرم کے اندر ہے۔ ایک روایت میں ہے: جبرائیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک دکھائے، انھوں نے جواباً کہا: عَرَفْتُ، عَرَفْتُ۔ (مجھے معرفت ہوگئی ہے، مجھے پہنچان ہوگئی ہے) اس وجہ سے عرفات کا نام رکھ دیا گیا۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عباس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور کئی ایک سلف نے کہا: بیشک اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں، یعنی انھوں نے اللہ تعالی کے حکم سے جو گھر تعمیر کیا ہے، لوگوں کو اس کا حج کرنے کی دعوت دیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں لوگوں کو اس چیز کی کیسے تبلیغ کروں، میری آواز تو ان تک نہیں پہنچے گی۔ اللہ تعالی نے کہا: تم اعلان کر دو، پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے، پس وہ مقام ابراہیم یا پتھر یا صفا یا ابوقبیس پر کھڑے ہوئے اور کہا: لوگو! اللہ تعالی نے اپنا ایک گھر بنوایا ہے، پس تم اس کا حج کرو۔ ہوا یوں کہ پہاڑ پست ہو گئے، یہاں تک کہ آواز زمین کے تمام کونوں تک پہنچ گئی اور ماؤں کے رحموں اور باپوں کی پشتوں میں جو لوگ تھے، انھوں نے بھی سن لیا اور ہر چیز نے جواب بھی دیا۔ پتھر، پکی اینٹ، درخت اور جس نے قیامت تک حج کرنا تھا، ان سب نے سنا اور یوں جواب دیا: لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔

اَلْاِحْرَامُ وَمَوَاقِيْتُهُ وَصِفَتُهُ وَاَحْكَامُهُ

احرام، اس کے مواقیت، طریقے اور اس سے متعلقہ دوسرے احکام کے ابواب

مَوَاقِيْتُ الْاِحْرَامِ الْمَكَانِيَّةُ

مواقیتِ احرام کے مقامات کا بیان

(٤١٣٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَقَالَ: ((وَهُنَّ وَقْتٌ لِأَهْلِهِنَّ، وَلِمَنْ مَرَّ بِهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ، يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ مَنْزِلُهُ مِنْ وَرَاءِ الْمِيْقَاتِ، فَإِهْلَالُهُ مِنْ حَيْثُ يُنْشِئُ وَكَذٰلِكَ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ إِهْلَالُهُمْ مِنْ حَيْثُ يُنْشِئُوْنَ۔)) (مسند احمد: ٢١٢٨)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفہ، اہل یمن کے لئے یلملم اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو بطورِ میقات مقرر کیا اور فرمایا: ''یہ مواقیت ان مقامات کے لوگوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان مواقیت سے گزر کر حج یا عمرہ کے لئے آئیں اور جس آدمی کی قیام گاہ ان حدود کے اندر ہے، وہ جہاں سے روانہ ہوگا وہی اس کا میقات ہوگا، یہاں تک کہ مکہ والے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔''

(٤١٣٩) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ، بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) ((فَمَنْ كَانَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ۔)) (مسند احمد: ٢٢٧٢)

(دوسری سند) اس میں ہے: ''اور جو لوگ اس میقات کی حد کے اندر رہتے ہیں، وہ جہاں سے سفر شروع کریں گے، وہیں سے احرام باندھیں گے، یہاں تک کہ مکہ والے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔''

(٤١٤٠) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول

(٤١٣٨) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٢٦، ١٥٢٩، ومسلم: ١١٨١ (انظر: ٢١٢٨)

(٤١٣٩) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٤٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٢٢، ١٥٢٥، ومسلم: ١١٨٢ (انظر: ٤٤٥٥)

رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ أَيْنَ يُحْرِمُ؟ قَالَ: ((مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ، وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ۔)) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَقَاسَ النَّاسُ ذَاتَ عِرْقٍ بِقَرْنٍ۔ (مسند احمد: ٤٤٥٥)

اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کہاں سے احرام باندھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جحفہ، اہل یمن کے لئے یلملم اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل میقات ہے۔'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے ذات عرق کو قرن المنازل پر قیاس کر لیا ہے۔

(٤١٤١) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَقَالَ: هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثُ حَفِظْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَحُدِّثْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ۔)) فَقِيْلَ لَهُ: اَلْعِرَاقُ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ عِرَاقٌ۔ (مسند احمد: ٥١١١)

(دوسری سند) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہلِ نجد کے لیے قرن اور اہلِ شام کے لیے جحفہ کو میقات مقرر کیا ہے، پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تین مقامات تو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے یاد کیے اور مجھے یہ بھی بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ یمن کے لیے یلملم ہے۔'' کسی نے ان سے پوچھا: اور اہل عراق کا میقات؟ انھوں نے کہا: ان دنوں عراق کا وجود ہی نہ تھا۔

فوائد: ......سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ ان دنوں عراق فتح نہیں ہوا تھا، دراصل جس حدیث میں عراق کے میقات کی وضاحت کی گئی ہے، وہ ان کے علم میں نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ذات عرق کو لوگوں کے اندازے کا نتیجہ قرار دیا۔ حالانکہ آپ ﷺ نے خود ذات عرق کو عراق کا میقات قرار دیا تھا، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، اگر فتح نہ ہونے والا نقطہ سامنے لایا جائے تو عہدِ نبوی میں شام بھی فتح نہیں ہوا تھا، جبکہ اس کے میقات کا تعین تو کر دیا گیا تھا۔

(٤١٤٢) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُوالزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُسْأَلُ عَنِ الْمُهَلِّ، فَقَالَ: سَمِعْتُ ثُمَّ انْتَهٰى، أُرَاهُ يُرِيْدُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

ابوزبیر کہتے ہیں: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ان مقامات کے بارے میں پوچھا گیا، جہاں سے تلبیہ کہا جاتا ہے، انھوں نے کہا: میں نے سنا ہے، پھر وہ خاموش ہو گئے، میرا خیال ہے کہ ان کی مراد نبی کریم ﷺ تھے کہ آپ ﷺ نے

(٤١٤١) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٤٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٨٣ (انظر: ١٤٥٧٢)

مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيقُ الْأُخْرَى الْجُحْفَةُ، وَمُهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ، وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ۔)) (مسند احمد: ١٤٦٢٦)

فرمایا: ''اہل مدینہ کا میقات ایک راستے سے ذوالحلیفہ ہے اور دوسرے سے جحفہ، اہل عراق کا میقات ذات عرق، اہل نجد کا قرن المنازل اور اہل یمن کا میقات یلملم ہے۔''

(٤١٤٣) (وَمِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ ثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنِ الْمُهَلِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ،)) فَذَكَرَهُ بِاللَّفْظِ الْمُتَقَدِّمِ۔ (مسند احمد: ١٤٦٧٠)

(دوسری سند) ابوزبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے میقات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اہل مدینہ کا میقات ذوالحلیفہ ہے،......'' پھر سابقہ حدیث کی طرح حدیث بیان کی۔

(٤١٤٤) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ وَأَهْلِ تِهَامَةَ يَلَمْلَمَ، وَلِأَهْلِ الطَّائِفِ وَهِيَ نَجْدٌ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ۔ (مسند احمد: ٦٦٩٧)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جحفہ، اہل یمن اور اہل تہامہ کے لئے یلملم اور اہل طائف یعنی نجد والوں کے لئے قرن اور اہل عراق کے لئے ذات عرق کو بطور میقات مقرر کیا۔

(٤١٤٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ۔ (مسند احمد: ٣٢٠٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مشرق کے لئے عقیق کو میقات مقرر کیا ہے۔

فوائد: ......اہل مشرق سے مراد کوفہ، بغداد، خوزستان، فارس، عراق اور خراسان ان سے متعلقہ علاقے کے لوگ ہیں۔ ذات عرق سے پیچھے مشرق کی طرف ایک وادی کا نام عقیق ہے۔

(٤١٤٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہما أَنَّ

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

(٤١٤٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٤٤) تخريج: حديث صحيح، دون ذكر ميقاتَ اهل العراق فشاذ، وهذا اسناد ضعيف لتدليس الحجاج بن ارطاة۔ أخرجه البيهقي: ٥/ ٢٨ (انظر: ٦٦٩٧)

(٤١٤٥) تخريج: اسناده ضعيف لضعف يزيد بن ابي زياد۔ أخرجه ابوداود: ١٧٤٠، والترمذي: ٨٣٢ (انظر: ٣٢٠٥)

(٤١٤٦) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ١٦١٢٦)

النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا۔ (مسند احمد: ١٦٢٢٥)

نے اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو میقات مقرر کیا ہے۔

(٤١٤٧) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أُمِّ حَكِيْمٍ السُّلَمِيَّةِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَحْرَمَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔)) (مسند احمد: ٢٧٠٩٢)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بیت المقدس سے احرام باندھا، اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردے گا۔''

(٤١٤٨) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْأَخْنَسِيِّ عَنْ أُمِّهِ أُمِّ حَكِيْمٍ ابْنَةِ أُمَيَّةَ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ أَهَلَّ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى بِعُمْرَةٍ أَوْ بِحَجَّةٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔)) قَالَ: فَرَكِبَتْ أُمُّ حَكِيْمٍ عِنْدَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ حَتّٰى أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ۔ (مسند احمد: ٢٧٠٩٣)

(دوسری سند) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے مسجد اقصیٰ سے عمرہ یا حج کا احرام باندھا، اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردے گا۔'' یہ حدیث سن کر ام حکیم نے بیت المقدس کے لیے روانہ ہو گئیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں۔

فوائد: ...... یہ روایات ضعیف ہیں، مسجد اقصی کا حج وعمرہ کے احرام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(٤١٤٩) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((ارْحَلْ هٰذِهِ النَّاقَةَ، ثُمَّ أَرْدِفْ أُخْتَكَ فَإِذَا هَبَطْتُمَا مِنْ أَكَمَةِ التَّنْعِيْمِ فَأَهِلَّا وَأَقْبِلَا۔)) وَذٰلِكَ لَيْلَةَ الصَّدَرِ۔ (مسند احمد: ١٧٠٩)

سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور اپنی بہن عائشہ کو اپنے پیچھے بٹھالو، پھر جب تم تنعیم کے ٹیلے سے اترو تو احرام باندھ لو اور (عمرہ کے لیے) آجاؤ۔'' یہ روانگی والی رات کی بات تھی۔

(٤١٤٧) اسناده ضعيف لجهالة حال ام حكيم حكيمة بنت امية ـ أخرجه ابوداود: ١٧٤١، وابن ماجه: ٣٠٠١ (انظر: ٢٦٥٥٧)

(٤١٤٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٤٩) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٨٤، ٢٩٨٥، ومسلم: ١٢١٢ (انظر: ١٧٠٩)

(٤١٥٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ)، بِنَحْوِهِ وَفِيهِ: ((فَإِذَا هَبَطْتَ بِهَا مِنَ الْأَكَمَةِ فَلْتُحْرِمْ فَإِنَّهَا عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ۔)) (مسند احمد: ١٧١٠)

(دوسری سند) یہ حدیث بھی سابق حدیث کی مانند ہے، البتہ اس میں ہے: ''جب تم تنعیم کے ٹیلے سے اترو تو عائشہ احرام باندھ لے، پس بیشک یہ عمرہ مقبول ہوگا۔''

فوائد: ......حج وعمرہ کے مکانی مواقیت کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے، مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جو آدمی ان مواقیت کے اندر رہتا ہے، وہ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھ لے گا اور جو ان مواقیت سے باہر رہتا ہے، وہ احرام کے ساتھ ان کو عبور کرے گا۔ رہا مسئلہ زمانی مواقیت کا تو عمرہ کے لیے تو ہر وقت احرام باندھا جا سکتا ہے، لیکن حج کے لیے صرف حج والے مہینوں میں احرام باندھا جائے گا۔

اِخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم فِي الْمَكَانِ الَّذِي اَهَلَّ مِنْهُ النَّبِيُّ ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بارے میں اختلاف کہ نبی کریم ﷺ نے کس جگہ سے تلبیہ پڑھا تھا

(٤١٥١) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ عَجَبًا لِاخْتِلَافِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي إِهْلَالِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أَوْجَبَ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ النَّاسِ بِذَالِكَ، إِنَّهَا إِنَّمَا كَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةٌ وَاحِدَةٌ فَمِنْ هُنَالِكَ اخْتَلَفُوا، خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ حَاجًّا، فَلَمَّا صَلَّى فِي مَسْجِدِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْهِ أَوْجَبَ فِي مَجْلِسِهِ، فَأَهَلَّ بِالْحَجِّ حِينَ فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ، فَسَمِعَ ذَالِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ فَحَفِظُوا عَنْهُ ثُمَّ رَكِبَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ أَهَلَّ وَأَدْرَكَ ذَالِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، وَذَالِكَ أَنَّ النَّاسَ إِنَّمَا كَانُوا يَأْتُونَ أَرْسَالًا، فَسَمِعُوهُ حِينَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ يُهِلُّ، فَقَالُوا: إِنَّمَا أَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوالعباس! مجھے تعجب ہے کہ صحابہ کا اس جگہ کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے تلبیہ کہاں سے پڑھا تھا؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بارے میں میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے چونکہ ایک ہی حج کیا تھا، اس لئے یہ اختلاف ہوا ہے، تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں اپنی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے وہیں سے تلبیہ پڑھا تھا اور حج کا احرام باندھا تھا، جن لوگوں نے یہ تلبیہ آپ سے سنا، انہوں نے اس کو یاد کر لیا، پھر جب آپ ﷺ سواری پر سوار ہوئے اور اونٹنی سیدھی ہوئی تو آپ ﷺ نے دوبارہ تلبیہ پڑھا، کچھ لوگوں نے پہلی بار یہ تلبیہ سنا، بات یہ ہے کہ لوگ مختلف گروہوں اور قافلوں کی صورت میں آ رہے تھے، بہرحال جب اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو اس

(٤١٥٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٥١) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه ابوداود: ١٧٧٠ (انظر: ٢٣٥٨)

حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ، ثُمَّ مَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ، أَهَلَّ وَأَدْرَكَ ذَالِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، فَقَالُوْا: إِنَّمَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ، وَأَيْمُ اللّٰهِ لَقَدْ أَوْجَبَ فِي مُصَلَّاهُ، وَأَهَلَّ حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ، وَأَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ فَمَنْ أَخَذَ بِقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَهَلَّ فِي مُصَلَّاهُ إِذَا فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ۔ (مسند احمد: ٢٣٥٨)

وقت کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے تلبیہ سنا اورانہوں نے یہ کہہ دیا کہ آپ ﷺ نے اونٹنی کے کھڑے ہونے کے بعد تلبیہ پڑھا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے روانہ ہوئے اور جب بیداء کے ٹیلے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے پھر تلبیہ پڑھا، جن لوگوں نے آپ ﷺ سے وہاں تلبیہ سنا انہوں نے کہہ دیا کہ آپ ﷺ نے بیداء کے ٹیلہ پر جا کرتلبیہ پڑھا تھا، اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے جہاں نماز پڑھی تھی وہیں سے تلبیہ شروع کیا تھا، اس کے بعد جب آپ ﷺ کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے پھر تلبیہ پڑھا تھا اور جب آپ ﷺ بیداء کے ٹیلہ پر پہنچے تب بھی آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا تھا۔ پس جن لوگوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے وہ دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر تلبیہ پڑھتے ہیں۔

فوائد: ......سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے صحابۂ کرام کے اس اختلاف میں بہترین تطبیق پیش کی ہے، اس اختلاف کی وجہ دوسری حدیث کا علم نہ ہونا ہے، آنے والی روایات کو اس تطبیق کی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔ ذوالحلیفہ میں اپنی مسجد سے مراد وہ جگہ ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی، بعد میں اس مقام پر مسجد تعمیر کی گئی۔

(٤١٥٢) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا عَلَا جَبَلَ الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ۔ (مسند احمد: ١٣١٨٥)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی، اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے اور جب بیداء کے ٹیلے پر پہنچے تو آپ ﷺ نے تلبیہ پکارا۔

(٤١٥٣) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: هٰذِهِ الْبَيْدَاءُ الَّتِي يَكْذِبُوْنَ فِيْهَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَاللّٰهِ! مَا أَحْرَمَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ:) يَعْنِي مَسْجِدَ

سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے: یہ ہے وہ مقام بیداء، جس کے متعلق لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرتے ہیں، اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ نے تو اس مقام سے احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا تھا، جہاں اس وقت مسجد ذوالحلیفہ ہے۔

(٤١٥٢) تخريج: اسناده صحيح۔ أخرجه ابوداود: ١٧٧٤، والنسائى: ٥/ ١٢٧ (انظر: ١٣١٥٣)

(٤١٥٣) تخريج: أخرجه البخارى: ١٥٤١، ومسلم: ١١٨٦ (انظر: ٤٥٧٠)

ذِی الْحُلَیْفَةِ۔ (مسند احمد: ٤٥٧٠)

فوائد: ......یعنی لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیداء مقام سے تلبیہ شروع کیا تھا، جبکہ آپ ﷺ اس سے پہلے تلبیہ کہہ چکے تھے۔

(٤١٥٤) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِیْقٍ ثَانٍ) قَالَ: کَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا ذُکِرَ عِنْدَهُ الْبَیْدَاءُ یَسُبُّهَا، وَیَقُوْلُ إِنَّمَا أَحْرَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ۔ (مسند احمد: ٥٩٠٧)

(دوسری سند) جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیداء کا ذکر کیا جاتا تو وہ اسے برا بھلا کہتے اور پھر بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تھا۔

(٤١٥٥) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِی الْغَرْزِ، وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَیْفَةِ۔ (مسند احمد: ٤٨٤٢)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رکاب میں پاؤں رکھتے اور آپ ﷺ کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ ﷺ ذوالحلیفہ مسجد کے مقام سے تلبیہ کہتے۔

فوائد: ......آپ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو بطورِ میقات مقرر کیا اور خود بھی اسی پر عمل کیا، بعد میں اس مقام پر ایک مسجد تعمیر کر دی گئی تھی۔

مَایَصْنَعُ مَنْ اَرَادَ الْاِحْرَامَ مِنَ الْغُسْلِ وَالطِّیْبِ
احرام کا ارادہ کرنے والے کا غسل کرنا اور خوشبو لگانا

(٤١٥٦) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ یُحْرِمَ غَسَلَ رَأْسَهُ بِخَطْمِیٍّ وَأُشْنَانٍ وَدَهَنَهُ بِشَیْءٍ مِنْ زَیْتٍ غَیْرِ کَثِیْرٍ۔ (مسند احمد: ٢٤٩٩٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو خطمی بوٹی اور اُشنان گھاس سے اپنا سر دھوتے اور سر پر کچھ زیتون کا تیل بھی لگاتے تھے۔

فوائد: ......احرام باندھتے وقت غسل کرنا مستحب ہے، جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احرام باندھنے کے لیے علیحدہ ہوئے اور غسل کیا۔ (ترمذی: ٨٣٠)

(٤١٥٧) وَعَنْهَا رضی اللہ عنہا قَالَتْ: طَیَّبْتُ رَسُوْلَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: حجۃ الوداع کے

(٤١٥٤) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٤١٥٥) تخریج: أخرجه مسلم: ١١٨٧ (انظر: ٤٨٤٢)

(٤١٥٦) تخریج: اسناده ضعیف، عبد الله بن محمد بن عقیل ضعیف یعتبر به، ولم یتابع هنا۔ أخرجه البزار: ١٠٨٥، والدارقطنی: ٢/ ٢٢٦، والطبرانی فی "الاوسط": ١١٧٢ (انظر: ٢٤٤٩٠)

(٤١٥٧) تخریج: أخرجه البخاری: ٥٩٣٠، ومسلم: ١١٨٩ (انظر: ٢٦٠٧٨)

اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيَّ (وَفِي لَفْظٍ: بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ) بِذَرِيْرَةٍ لِحَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ حِيْنَ أَحْرَمَ وَحِيْنَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ (وَفِي لَفْظٍ: قَبْلَ أَنْ يُفِيْضَ)۔ (مسند احمد: ٢٦٦٠٦)

موقع پر میں نے اپنے ان ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھتے وقت اور احرام کھولتے وقت مختلف اشیاء سے بنی ہوئی خوشبو لگائی تھی، یعنی جب آپ ﷺ احرام باندھنے لگے تو اس وقت لگائی اور جب آپ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو طواف افاضہ سے پہلے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں تو اس وقت خوشبو لگائی تھی۔

(٤١٥٨) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ ؓ بِأَيِّ شَيْءٍ طَيَّبْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَتْ: بِأَطْيَبِ الطِّيْبِ۔ (مسند احمد: ٢٤٦٠٦)

عروہ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ ؓ سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کونسی خوشبو لگائی تھی؟ انہوں نے کہا: سب سے عمدہ خوشبو (یعنی کستوری)۔

(٤١٥٩) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الْمِسْكِ فِي رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٤٦٠٨)

سیدہ عائشہ ؓ کہتی ہیں: گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کے سر پر لگی ہو کستوری کی چمک دیکھ رہی ہوں، جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں ہوتے۔

(٤١٦٠) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِي مَفْرِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (وَفِي لَفْظٍ: فِي مَفَارِقِهِ) وَهُوَ يُلَبِّي۔ (مسند احمد: ٢٦٩٢٨)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ ؓ کہتی ہیں: گویا کہ میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں، جبکہ آپ ﷺ تلبیہ پڑھ رہے ہوتے۔

فوائد:...... ترجمہ میں صرف مفرد لفظ ''مفرق'' کا لحاظ رکھا گیا ہے جبکہ ایک روایت میں مفارق کا لفظ ہے جو مفرق کی جمع ہے یہ سر کی مختلف جہتوں کا لحاظ کر کے بول دیا گیا ہے۔ (بلوغ الامانی)۔ (عبداللہ رفیق)

(٤١٦١) وَعَنْهَا أَيْضًا ؓ أَنَّهُنَّ كُنَّ يَخْرُجْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْهِنَّ الضِّمَادُ، قَدْ أَضْمَدْنَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمْنَ ثُمَّ

سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں جب آپ ﷺ کی معیت میں حج وعمرہ کے لئے روانہ ہوتیں تو ان پر خوشبو ملی ہوئی ہوتی تھی، وہ احرام سے پہلے

(٤١٥٨) أخرجه مسلم: ١١٨٩ (انظر: ٢٤١٠٥)

(٤١٥٩) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٩٠ (انظر: ٢٤١٠٧)

(٤١٦٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٦١) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه ابوداود: ١٨٣٠ (انظر: ٢٤٥٠٢)

يَـغْتَسِلْنَ . وَهُوَ عَلَيْهِنَّ ، يَعْرَقْنَ وَيَغْتَسِلْنَ لَا يَنْهَاهُنَّ عَنْهُ۔ (مسند احمد: ٢٥٠٠٧)

خوشبو ملتی تھیں، پھر غسل کرتی تھیں اور وہ ان پر ہوتی تھی، ان کو پسینہ آتا تھا اور وہ غسل کرتی تھیں، آپ ﷺ ان کو منع نہیں کرتے تھے۔

فوائد: ...... ''اَلـضِّمَاد'' یہ لفظ اصل میں اس پٹی کے لیے وضع کیا گیا ہے جو زخمی عضو پر باندھی جاتی ہے، پھر اس زخم پر دوا وغیرہ لگانے کے معنی میں استعمال کیا گیا، بعد ازاں بطورِ استعارہ اس کو ہر اس چیز کے لیے استعمال کیا گیا، جو جسم پر رکھی جاتی ہے، وہ دوا ہو یا خوشبو یا کوئی اور چیز، اس حدیث میں خوشبو مراد ہے۔ سنن ابوداود کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ((كُـنَّـا نَـخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلٰـى مَـكَّةَ فَـنُـضَـمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْـمُـطَيَّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ ، فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلٰى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا يَنْهَانَا)) ...... جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلتی تھیں تو ہم احرام باندھتے وقت مشک ملی ہوئی ایک قسم کی خوشبو اپنی پیشانیوں پر ملتی تھیں، جب کسی کو پسینہ آتا تھا تو وہ اس کے چہرے پر بہہ پڑتی تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ دیکھتے تھے اور منع نہیں کرتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے اس طرح خوشبو لگانا جائز ہے کہ اس کا اثر احرام کے بعد تک جاری رہے، وہ اثر خوشبو کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور خوشبو کے وجود کے برقرار رہنے کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے، لیکن درج ذیل حدیثِ مبارکہ اس اعتبار سے قابل توجہ ہے کہ اس میں محرم کو خوشبو کا اثر دور کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے: سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم جعرانہ مقام میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے، آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے جبہ پہنا ہوا تھا اور ''خلوق'' خوشبو لگائی ہوئی تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے عمرے کے لیے کیا کچھ کرنے کا حکم دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِخْـلَـعْ عَـنْكَ هٰـذِهِ الْـجُبَّةَ وَاغْسِـلْ عَنْكَ أَثَـرَ الْـخَلُوْقِ وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ۔)) ...... ''تو یہ جبہ اتار دے، اس ''خلوق'' خوشبو کا اثر دھو دے اور جیسے تو حج میں کرتا تھا، اس طرح عمرے میں کر۔''

خلوق: ایک قسم کی خوشبو جس کا بیشتر حصہ زعفران ہوتا ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس آدمی کو خوشبو دھونے کا حکم کیوں دیا؟ اس اعتراض کے تین جوابات ممکن ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کا خوشبو لگانے کا عمل ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا، جبکہ جعرانہ مقام کی بات کا تعلق ۸ھ سے ہے، اس اعتبار سے آپ ﷺ کا آخری عمل خوشبو لگانا ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔

۲۔ ممکن ہے کہ اس آدمی نے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی ہو، اس لیے آپ ﷺ نے اس کو دھو دینے کا حکم دیا ہو، اس تطبیق سے تمام احادیثِ مبارکہ پر عمل ہو جائے گا، لیکن حدیث نمبر (۴۲۵۵) سے پتہ چلتا ہے کہ اس آدمی نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی تھی۔

۳۔ اس خوشبو میں زعفران تھی، جس کا استعمال مردوں کے لیے ناجائز ہے، اس لیے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا، حدیث نمبر (۴۲۴۴) میں آپ ﷺ نے محرم کے لباس کا تعین کرتے ہوئے فرمایا: ''محرم وہ کپڑے بھی نہیں پہن سکتا، جس کو ورس اور زعفران کی خوشبو لگی ہوئی ہو۔''

لیکن احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے، اس کی وضاحت ''محرم کے لئے جائز اور ناجائز امور کا بیان'' کے تحت پہلے باب میں آئے گی۔

(٤١٦٢) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَجَدَ رِيحَ طِيبٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَقَالَ: مِمَّنْ هٰذِهِ الرِّيحُ؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مِنِّي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فَقَالَ: مِنْكَ لَعَمْرِي، فَقَالَ: طَيَّبَتْنِي أُمُّ حَبِيبَةَ، وَزَعَمَتْ أَنَّهَا طَيَّبَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ، فَقَالَ: اِذْهَبْ فَأَقْسِمْ عَلَيْهَا لَمَا غَسَلَتْهُ فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَغَسَلَتْهُ۔ (مسند احمد: ٢٧٢٩٥)

سلیمان بن یسار کہتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ میں خوشبو کی مہک محسوس کی اور پوچھا: یہ خوشبو کس سے آ رہی ہے؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! مجھ سے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری زندگی کی قسم! تم سے آ رہی ہے، انھوں نے کہا: مجھے تو ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے یہ خوشبو لگائی ہے اور ان کا خیال ہے کہ انہوں نے احرام باندھتے وقت رسول اللہ ﷺ کو بھی خوشبو لگائی تھی، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ اور اس کو قسم دو کہ وہ اس کو ہر صورت میں دھو ڈالے، پھر وہ سیدہ کی طرف گئے اور انھوں نے اس کو دھو ڈالا۔

(٤١٦٣) عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الرَّجُلِ يَتَطَيَّبُ عِنْدَ إِحْرَامِهِ؟ فَقَالَ: لَأَنْ أَطَّلِيَ بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَهُ، قَالَ: فَسَأَلَ أَبِي عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثُمَّ يَطُوفُ عَلٰى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْتَضِحُ طِيبًا۔ (مسند احمد: ٢٥٩٣٥)

محمد بن منتشر نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے احرام کے وقت خوشبو لگانے کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: اگر میں گندھک مل لوں، تو یہ مجھے خوشبو لگانے سے زیادہ پسندیدہ ہوگا، پھر انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات بھی ان کو بتائی، تو سیدہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے، میں خود رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگایا کرتی تھی، اس کے بعد آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جاتے، پھر جب آپ ﷺ صبح کو احرام باندھتے تو آپ ﷺ سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔

(٤١٦٢) تخريج: اسناده ضعيف لانقطاعه، سليمان بن يسار لم يسمع من عمر۔ أخرجه البزار: ١٠٩٩ (انظر: ٢٦٧٥٩)

(٤١٦٣) تخريج: أخرجه البخاري: ٢٦٧، ٢٧٠، و مسلم: ١١٩٢ (انظر: ٢٥٤٢١)

فوائد: ...... دراصل سیدنا عمر، سیدنا عبد اللہ بن عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم احرام سے پہلے بھی اس طرح خوشبو لگانے کے قائل نہیں تھے کہ اس کا اثر احرام کے بعد تک جاری رہے، لیکن اس باب کے شروع میں مذکورہ احادیث اور ان کی شرح کا تقاضا یہ ہے کہ اس انداز میں خوشبو لگانا جائز ہے۔

مَا تَفْعَلُ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ قَبْلَ الْإِحْرَامِ وَبَعْدَهُ

حیض اور نفاس والی عورتیں احرام سے پہلے اور اس کے بعد کیا کریں، ان امور کا بیان

(٤١٦٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النُّفَسَاءَ وَالْحَائِضَ تَغْتَسِلُ، وَتُحْرِمُ، وَتَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرَ۔ (مسند احمد: ٣٤٣٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نفاس اور حیض والی عورت غسل کر کے احرام باندھ لے گی، پھر وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی تمام مناسک ادا کرے گی، جب وہ پاک ہو جائے گی تو تب بیت اللہ کا طواف کرے گی۔''

فوائد: ...... حیض اور نفاس والی عورت کا احرام باندھتے وقت غسل کرنا، ذہن نشین رہنا چاہیے کہ یہ غسل صرف صفائی ستھرائی کے لیے ہے، اس سے حیض اور نفاس کے احکام میں کوئی فرق نہیں آئے گا، یہ غسل مستحب ہے۔

(٤١٦٥) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا وَلَدَتْ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ بِالْبَيْدَاءِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ أَبُو بَكْرٍ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مُرْهَا فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتُهِلَّ۔)) (مسند احمد: ٢٧٦٢٤)

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) بیداء کے مقام پر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو حکم دو کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔''

فوائد: ...... صحیح مسلم وغیرہ کی کئی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا بچہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پیدا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ولادت درخت کے پاس ہوئی تھی، جبکہ یہ تینوں مقامات ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں، درخت ذوالحلیفہ میں تھا اور ذوالحلیفہ کے ساتھ متصل ایک اونچے مقام کا نام بیداء ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: ممکن ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا لوگوں سے دور ہونے کے لیے بیداء مقام میں چلی گئی ہوں، لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ میں اترے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے اسی مقام میں رات گزاری تھی، اس لیے سب لوگوں کی منزل کو آپ ﷺ کی منزل کی طرف منسوب کیا گیا۔

(٤١٦٤) تخریج: حسن لغیرہ ۔ أخرجه ابوداود: ١٧٤٤، والترمذی: ٩٤٥ (انظر: ٣٤٣٥)

(٤١٦٥) تخریج: أخرجه مسلم: ١٢٠٩ (انظر: ٢٧٠٨٤)

(٤١٦٦) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا سَرِفَ، طَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيْكِ؟)) قُلْتُ: وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَخْرُجِ الْعَامَ، قَالَ: ((لَعَلَّكِ نَفِسْتِ، يَعْنِي حِضْتِ؟)) قَالَتْ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، فَافْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ......)) الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٢٦٨٧٥)

قاسم بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے، ہمارا ارادہ صرف حج کا تھا، جب ہم سرف مقام پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا، جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیوں رو رہی ہو؟'' میں نے کہا: کاش کہ میں اس سال حج کے لئے نہ آئی ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تمہیں حیض آ گیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بناتِ آدم پر مقرر کیا ہے، اب تم وہ تمام امور سر انجام دو جو دوسرے حجاج کریں گے، البتہ بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کرو، جب تک پاک نہ ہو جاؤ، ......'' الحدیث

(٤١٦٧) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ: فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((دَعِيْ عُمْرَتَكِ، وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَاغْتَسِلِيْ وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ۔)) فَفَعَلْتُ الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٢٥٩٥٥)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی حدیث مروی ہے، البتہ اس میں ہے: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مجھے حیض آ گیا اور وہ جاری رہا، حتی کہ عرفہ والا دن آنے والا ہو گیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمرہ کو رہنے دو اور سر کھول کر کنگھی کر لو اور غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو۔'' چنانچہ میں نے اسی طرح کیا...... الحدیث۔

(٤١٦٨) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى عَائِشَةَ وَهِيَ تَبْكِي، فَقَالَ لَهَا: ((مَالَكِ تَبْكِيْنَ؟)) قَالَتْ: أَبْكِيْ أَنَّ النَّاسَ أَحَلُّوْا وَلَمْ أُحْلِلْ، وَطَافُوْا بِالْبَيْتِ وَلَمْ أَطُفْ، وَهٰذَا الْحَجُّ قَدْ حَضَرَ، قَالَ:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، جبکہ وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا بات ہے، رو رہی ہو؟'' انہوں نے کہا: لوگ حلال ہو گئے ہیں، لیکن میں حلال نہ ہو سکی اور انہوں نے بیت اللہ کا طواف بھی کر لیا ہے، لیکن میں طواف

(٤١٦٦) تخريج: أخرجه البخارى: ٣٠٥، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٦٣٤٤)

(٤١٦٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٦٨) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٣ (انظر: ١٤٣٢٢)

((إِنَّ هٰـذَا أَمْرٌ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ فَاغْتَسِلِي، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَحُجِّي۔)) قَالَتْ: فَفَعَلْتُ ذَالِكَ، فَلَمَّا طَهَرْتُ قَالَ: ((طُوفِي بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَدْ أَحْلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَمِنْ عُمْرَتِكِ۔)) قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ عُمْرَتِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ طُفْتُ حَتّٰى حَجَجْتُ، قَالَ: ((فَاذْهَبْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! فَأَعْمِرْ أُخْتَكَ مِنَ التَّنْعِيمِ۔)) (مسند احمد: ١٤٣٧٣)

نہ کر سکی اور اب حج کے دن بھی آ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالی نے اس چیز کو بناتِ آدم پر مقرر کیا ہے، اب تم غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو اور حج ادا کرو۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے اسی طرح کیا، پھر جب میں حیض سے پاک ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب تم بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لو، اس طرح تم حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو جاؤ گی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے دل میں یہ کھٹکا سا ہے کہ میں عمرہ کا احرام باندھنے کے باوجود بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی، یہاں تک کہ میں حج سے فارغ ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عبد الرحمن! جاؤ اور اپنی بہن کو تنعیم سے عمرہ کرا لاؤ۔''

فوائد: ......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دورانِ احرام حج کے لیے از سرِ نو غسل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، تاکہ طبعی تازگی اور عمل کی مزید اہمیت پیدا ہو جائے۔ حیض اور نفاس والی خواتین عام دوسری خواتین وحضرات کی طرح احرام باندھ کر حج وعمرہ کے تقاضوں کو پورا کریں گے، فرق صرف یہ ہے کہ وہ پاک ہونے تک بیت اللہ کے طواف کو مؤخر کر دیں گی۔

اَلْإِشْتِرَاطُ فِيْ الْإِحْرَامِ

احرام میں شرط لگانے کا بیان

(٤١٦٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتْ ضُبَاعَةُ بِنْتُ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ ثَقِيلَةٌ، وَإِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي كَيْفَ أُهِلُّ؟ قَالَ: ((أَهِلِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي۔)) قَالَ: فَأَدْرَكَتْ۔ (مسند احمد: ٣١١٧)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا: میں بھاری جسم والی خاتون ہوں اور میں حج کے لئے جانے کا ارادہ رکھتی ہوں، اب آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ میں کیسے احرام باندھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''احرام باندھ لو اور اللہ سے یہ شرط لگا لو کہ اے اللہ! تو نے مجھے جہاں روک دیا، میں وہیں حلال ہو جاؤں گی۔'' پھر اس نے حج کر لیا تھا۔

(٤١٧٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّهَا قَالَتْ:

(دوسری سند) انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حج کی

(٤١٦٩) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٠٨ (انظر: ٣١١٧)

(٤١٧٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَحُجَّ فَأَشْتَرِطُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) قَالَتْ: فَكَيْفَ أَقُوْلُ؟ قَالَ: ((قُوْلِي لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ مَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ تَحْبِسُنِي۔)) (مسند احمد: ۲۷۵۷۰)

ادائیگی کا ارادہ رکھتی ہوں، تو میں کوئی شرط لگا سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' انھوں نے کہا: تو پھر میں کیسے کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس طرح کہہ: ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ مَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ تَحْبِسُنِي'' (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میرے حلال ہونے کی جگہ وہ ہوگی، جہاں تو مجھے روک لے گا)۔''

(۴۱۷۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ؓ قَالَتْ: أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهِيَ شَاكِيَةٌ، فَقَالَ: ((أَلَا تَخْرُجِيْنَ مَعَنَا فِي سَفَرِنَا هٰذَا؟)) وَهُوَ يُرِيْدُ حَجَّةَ الْوَدَاعِ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي شَاكِيَةٌ، وَأَخْشَى أَنْ تَحْبِسَنِي شَكْوَايَ، قَالَ: ((فَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَقُوْلِي اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبِسُنِي۔)) (مسند احمد: ۲۷۱۲۵)

سیدہ ام سلمہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ سیدہ ضباعہ بنت زبیر ؓ کے پاس تشریف لائے، جبکہ وہ بیمار تھیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم اس سفر میں ہمارے ساتھ نہیں چلو گی؟'' جبکہ آپ ﷺ کا ارادہ حجۃ الوداع کا تھا، سیدہ ضباعہ ؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو بیماری ہوں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ میری بیماری مجھے روک دے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم حج کا احرام باندھ لو اور یوں کہو: اے اللہ! تو مجھے جہاں روک دے گا، وہی میرے حلال ہونے کی جگہ ہوگی۔''

(۴۱۷۲) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ: إِنِّي أُرِيْدُ الْحَجَّ وَأَنَا شَاكِيَةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي۔)) (مسند احمد: ۲۵۸۲۲)

سیدہ عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ، سیدہ ضباعہ بنت زبیر ؓ کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے کہا: میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں، لیکن میں بیماری بھی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم حج کے لئے روانہ ہو جاؤ اور یہ شرط لگا لو کہ اے اللہ تو مجھے جہاں روکے گا، میں وہیں حلال ہو جاؤں گی۔''

(۴۱۷۳) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ

(دوسری سند) سیدہ عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ، سیدہ ضباعہ بنت زبیر ؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان

(۴۱۷۱) تخريج: حديث صحيح لغيره ۔ أخرجه الطبرانی فی "الكبير": ۲۳/ ۸۹۴(انظر: ۲۶۵۹۰)
(۴۱۷۲) تخريج: أخرجه البخاری: ۵۰۸۹، ومسلم: ۱۲۰۷(انظر: ۲۵۳۰۸)
(۴۱۷۳) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

الزُّبَيْرِ، فَقَالَ لَهَا: أَرَدْتِ الْحَجَّ؟ قَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَا أَجِدُنِي إِلَّا وَجِعَةً، فَقَالَ لَهَا: ((حُجِّي وَاشْتَرِطِي۔)) فَقَالَ: ((قُوْلِي اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي۔)) وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ۔ (مسند احمد: ٢٦١٧٨)

سے فرمایا: ''کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟'' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو اپنے آپ کو بیمار سمجھتی ہوں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم حج کے لئے نکلو اور یہ شرط لگا لو کہ اے اللہ! تو مجھے جہاں روک لے گا، میں اسی مقام پر حلال ہو جاؤں گی۔'' یہ خاتون ان دنوں سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

(٤١٧٤) عَنْ سَالِمِ (بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ الْاِشْتِرَاطَ فِي الْحَجِّ وَيَقُوْلُ: أَمَا حَسْبُكُمْ بِسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ ﷺ أَنَّهُ لَمْ يَشْتَرِطْ۔ (مسند احمد: ٤٨٨١)

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ حج میں شرط لگانے کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ کہا کرتے تھے: کیا تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کافی نہیں ہے، آپ ﷺ نے کوئی شرط نہیں لگائی تھی۔

فوائد: ......اس باب کی پہلی پانچ احادیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے دوران کسی مانع یا رکاوٹ کے خدشہ کے پیش نظر احرام سے حلال ہونے کی شرط لگا لینا جائز ہے، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا ابن مسعود، سیدنا جابر، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عمار، سیدہ عائشہ، سیدہ ام سلمہ اور سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف تھا، نیز بہت سارے تابعین اور امام احمد بھی اسی نظریے کے قائل تھے، البتہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی رائے یہ تھی کہ اس قسم کی شرط لگانا درست نہیں ہے، لیکن یہ رائے مرجوح ہے۔ جب حج وعمرہ کرنے والے شخص کو کسی بیماری یا طوفان یا سیلاب یا دشمن یا کسی اور وجہ سے اس طرح روک دیا جائے کہ اس سے حج وعمرہ فوت ہو جائے تو ان تمام صورتوں کو احصار اور ایسے شخص کو مُحْصَر کہتے ہیں۔ ایسا شخص اسی مقام اپنا سر منڈوائے اور قربانی کرے اور احرام کھول کر حلال ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی آدمی اس باب کی احادیث کے مطابق مشروط احرام باندھتا ہے اور پھر واقعی کوئی رکاوٹ پیش آ جاتی ہے تو مُحْصَر کی طرح اس پر قربانی وغیرہ لازم نہیں ہو گی۔

مَنْ اَحْرَمَ مُطْلَقًا اَوْ قَالَ: اَحْرَمْتُ بِمَا اَحْرَمَ بِهٖ فُلَانٌ

مطلق طور پر احرام باندھنے والے یا اس شخص کا بیان جو یہ کہے: میں نے وہ احرام باندھا جو فلاں نے باندھا

(٤١٧٥) عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى أَرْضِ قَوْمِي، فَلَمَّا حَضَرَ الْحَجُّ حَجَّ رَسُوْلُ

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میری قوم کی طرف (یمن کے علاقہ میں) عامل بنا کر روانہ کیا، جب حج کا موسم آیا اور رسول اللہ ﷺ حج کے لئے

(٤١٧٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨١٠ (انظر: ٤٨٨١)

(٤١٧٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٥٩، ٤٣٤٦، ومسلم: ١٢٢١، ١٢٢٢ (انظر: ١٩٥٠٥)

اللّٰهِ ﷺ وَحَجَجْتُ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْأَبْطَحِ، فَقَالَ لِي: ((بِمَ أَهْلَلْتَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ؟)) قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ بِحَجٍّ كَحَجِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: ((أَحْسَنْتَ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((هَلْ سُقْتَ هَدْيًا؟)) فَقُلْتُ: مَا فَعَلْتُ، فَقَالَ لِي: ((اذْهَبْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ احْلِلْ۔)) فَانْطَلَقْتُ فَفَعَلْتُ مَا أَمَرَنِي، وَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي، فَغَسَلَتْ رَأْسِي بِالْخِطْمِيِّ وَفَلَتْهُ ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، فَمَا زِلْتُ أُفْتِي النَّاسَ بِالَّذِي أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ حَتّٰى تُوُفِّيَ، ثُمَّ زَمَنَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ، ثُمَّ زَمَنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ، فَبَيْنَا أَنَا قَائِمٌ عِنْدَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ أَوِ الْمَقَامِ، أُفْتِي النَّاسَ بِالَّذِي أَمَرَنِي بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذْ أَتَانِي رَجُلٌ فَسَارَّنِي فَقَالَ: لَا تَعْجَلْ بِفُتْيَاكَ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ أَحْدَثَ فِي الْمَنَاسِكِ شَيْئًا، فَقُلْتُ: أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ كُنَّا أَفْتَيْنَاهُ فِي الْمَنَاسِكِ شَيْئًا، فَلْيَتَّئِدْ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَادِمٌ فِيهِ فَأْتَمُّوا، قَالَ: فَقَدِمَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَلْ أَحْدَثْتَ فِي الْمَنَاسِكِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالتَّمَامِ (وَفِي لَفْظٍ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾) وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ نَبِيِّنَا ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ

روانہ ہوئے تو میں بھی حج کا ارادہ کرکے آیا، آپ ﷺ سے میری ملاقات ابطح وادی میں ہوئی، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''اے عبد اللہ بن قیس! تم نے کیسے احرام باندھا ہے؟'' یعنی کن الفاظ کے ساتھ نیت کی ہے؟ میں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ میں اس حج کے لیے حاضر ہوں، جو رسول اللہ ﷺ کا حج ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے بہت اچھا کیا۔'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم قربانی کا جانور ہمراہ لائے ہو؟'' میں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر جاؤ اور بیت اللہ کا طواف کرکے صفا مروہ کی سعی کرو اور احرام کھول دو۔'' پس میں گیا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کیا، اس کے بعد میں اپنی قوم کی ایک خاتون کے پاس گیا، انہوں خطمی بوٹی کے ساتھ میرا سر دھویا اور اس سے جوئیں تلاش کیں، اس کے بعد آٹھ ذوالحجہ کو میں نے حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو کچھ فرمایا تھا، میں آپ ﷺ کی وفات تک اسی طرح لوگوں کو فتوے دیتا رہا، بعد ازاں عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا، اچانک ایک دن میں حجر اسود یا مقام ابراہیم کے پاس کھڑا یہی بات بیان کر رہا تھا کہ ایک آدمی میرے قریب آیا اور اس نے آہستہ سے مجھے کہا: تم فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرو، امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مناسک حج کے متعلق ایک نیا حکم جاری کیا ہے، میں نے بآواز بلند کہا: لوگو! ہم نے مناسک کے بارے میں جس کسی کو فتویٰ دیا ہے وہ ذرا رک جائے، امیر المومنین تشریف لانے والے ہیں، تم ان کی اقتدا کرنا، وہ جیسے کہیں گے، ویسے کرنا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو میں نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ نے مناسک حج کے متعلق کوئی نیا حکم جاری کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، بات یہ ہے کہ اگر ہم

يَحِلَّ حَتّٰى نَحَرَ الْهَدْيَ۔ (مسند احمد: ١٩٧٣٤)

کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں حج وعمرہ کو مکمل کرنے کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (تم حج وعمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو) (سورۂ بقرۃ: ١٩٦) اور اگر ہم نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کریں تو آپ ﷺ نے بھی جانور ذبح کرنے کے بعد احرام کھولا تھا۔

(٤١٧٦) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ رضی اللہ عنہ: ((بِمَ أَهْلَلْتَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُكَ، قَالَ: ((وَمَعِي الْهَدْيُ۔)) قَالَ: ((فَلَا تَحِلَّ۔)) (مسند احمد: ١٤٤٩٣)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم نے تلبیہ کس طرح پڑھا تھا؟'' انہوں نے کہا: میں نے کہا تھا: اے اللہ! میں وہی احرام باندھ رہا ہوں، جو تیرے رسول نے باندھا ہے۔ پھر انھوں نے کہا: میرے پاس ہَدی کا جانور بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تم حلال نہیں ہو سکتے۔''

فوائد:...... چونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہدی تھی، اس لیے وہ حلال نہ ہو سکے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ حج کے سارے احکام ان پر لاگو ہو گئے، جبکہ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ہدی کا جانور نہیں تھا، اس لیے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں اور آٹھ ذوالحجہ کو از سرِ نو حج کا احرام باندھیں گے، اس طرح وہ حج تمتع ادا کریں گے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کو معلق طور پر بھی ذکر کیا جا سکتا ہے، پھر اگر وہ مُحرِم متعلقہ آدمی کے احکام پر پورا نہ اترتا ہو تو وہ شریعت کے دوسرے احکام کے مطابق تبدیلی کر لے گا، جیسے جب سیدنا ابو موسی رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے احرام کا مصداق نہیں بن سکتے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس احرام میں عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائیں۔

اَلتَّخْيِيْرُ فِي الْإِحْرَامِ بَيْنَ التَّمَتُّعِ وَالْإِفْرَادِ وَالْقِرَانِ
حج تمتع، حج افراد اور حج قران میں سے کوئی ایک ادا کر لینے کا اختیار دینے کا بیان

حج کی تین اقسام ہیں:

١۔ حج افراد: صرف حج کے لیے احرام باندھ کر تمام مناسکِ حج ادا کرنا۔

٢۔ حج قران: میقات سے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھ کر مکہ پہنچ کر عمرہ کرنا، لیکن سعی کے بعد نہ بال اتروانا اور نہ ہی احرام کھولنا، بلکہ حالتِ احرام میں ہی ایامِ حج کے انتظار میں رہنا، حتی کہ ان ایام میں حج مکمل کر لینا، نبی کریم ﷺ نے یہی حج کیا تھا، وہ آدمی یہ حج کر سکے گا، جس کے ہمراہ ہدی کا جانور ہو گا، لغۃً حج قران کو بھی حج

(٤١٧٦) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٨ (انظر: ١٤٤٤٠)

تمتع کہہ دیا جاتا ہے، کیونکہ دونوں میں حج کے ساتھ ساتھ عمرے کا فائدہ بھی حاصل کر لیا جاتا ہے۔
حج کی ان دونوں قسموں میں (قارن کو شروع احرام سے اور متمتع کو آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھ کر) ۱۰ ذوالحجہ تک احرام میں ہی ٹھہرنا پڑتا ہے۔

۳۔ حج تمتع: حج کے مہینوں میں عمرے کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہونا اور تکمیلِ عمرہ کے بعد احرام کھول دینا اور ایامِ حج میں دوبارہ احرام باندھ کر حج ادا کرنا، یہ طریقہ اس آدمی کے لیے ہے، جس کے ہمراہ قربانی نہیں ہوگی، یہ علیحدہ بات ہے کہ حج تمتع کرنے والے پر قربانی کرنا فرض ہے، عدم استطاعت کی صورت میں دس روزے رکھے گا۔

(٤١٧٧) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ ؓ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ فَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ۔)) قَالَتْ: فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مِنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ ذَالِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((دَعِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ۔)) فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ، فَأَرْدَفَهَا فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا، فَقَضَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَالِكَ هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ، وَلَا صَدَقَةٌ۔ (مسند احمد: ٢٦١٠٥)

سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے والا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی عمرہ کرنا چاہتا ہو، وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور جو آدمی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے، رہا مسئلہ میرا تو اگر میں قربانی کا جانور ہمراہ نہ لایا ہوتا تو میں بھی صرف عمرہ کا احرام باندھتا۔'' سیدہ ؓ کہتی ہیں: چنانچہ بعض صحابہ نے عمرے کا اور بعض نے حج کا احرام باندھا، میں نے بھی عمرے کا احرام باندھا تھا، لیکن ہوا یوں کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے مجھے حیض آ گیا اور اسی حالت میں عرفہ کا دن آنے والا ہو گیا، میں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عمرے کو چھوڑ دو، اپنا سر کھول کر کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔'' چنانچہ میں نے اسی طرح کیا، جب وادیٔ محصب والی رات تھی، تو آپ ﷺ نے میرے بھائی عبد الرحمٰن کو میرے ہمراہ تنعیم کی طرف بھیجا، انہوں نے مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیا، میں نے عمرے کا احرام باندھا، یہ عمرہ دراصل پہلے والے عمرے کے عوض میں تھا، اس طرح اللہ تعالی نے میرا حج اور عمرہ دونوں کرا دیئے، جبکہ اس صورت میں نہ تو ہدی تھی، نہ روزہ اور نہ صدقہ۔

(٤١٧٧) تخريج: أخرجه البخاري: ٣١٧، ١٧٨٣، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٥٥٨٧)

فوائد: ...... حدیث کے آخری جملے کا مفہوم یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام کے دوران احرام کی وجہ سے کسی ممنوعہ چیز کا ارتکاب نہیں کیا، جیسے خوشبو لگانا، شکار قتل کرنا، بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا وغیرہ وغیرہ۔

(٤١٧٨) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِذِي الْحُلَيْفَةِ، قَالَ: ((مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ۔)) قَالَتْ أَسْمَاءُ: وَكُنْتُ أَنَا وَعَائِشَةُ وَالْمِقْدَادُ وَالزُّبَيْرُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ۔ (مسند احمد: ٢٧٥٠٢)

سیدہ اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کو روانہ ہوئے، جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو آدمی حج کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ حج کا احرام باندھ لے اور تم میں سے جو فرد عمرے کا احرام باندھنا چاہتا ہو وہ عمرے کا احرام باندھ لے۔'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں، سیدہ عائشہ، سیدنا مقداد اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔

(٤١٧٩) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَنْوَاعٍ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ مُفْرَدٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَمَنْ كَانَ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا، لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهُ، وَمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصَّرَ، أَحَلَّ مِمَّا حَرُمَ مِنْهُ، حَتّٰى يَسْتَقْبِلَ حَجًّا۔ (مسند احمد: ٢٥٦٠٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم تین قسم کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، بعض لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے حج اِفراد کا اور بعض نے صرف عمرے کا احرام باندھا، جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کے لیے اکٹھا احرام باندھا تھا، وہ حج مکمل کرنے تک ان چیزوں سے حلال نہیں ہوا، جو اللہ تعالی نے اس پر احرام کی وجہ سے حرام کی تھیں اور جن حضرات نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد بال کٹوا کر حلال ہو گئے اور احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزیں ان کے لیے اس وقت تک حلال ہو گئیں، جب تک وہ از سرِ نو حج کے احرام نہ باندھ لیں۔

(٤١٧٨) تخریج: اسناده ضعیف بهذه السیاقة من حدیث اسماء، لجهالة عبادة بن المهاجر، وابن لهیعة سییء الحفظ، وقوله: ((مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ۔)) صحیح من حدیث عائشة۔ أخرجه البخاری: ١٧٩٦، و مسلم: ١٢٣٧ بلفظ: ...... انه کان یسمع اسماء کلما مرت بالحجون تقول: لقد نزلنا معه هاهنا ونحن یومئذ خفاف الحقائب، قلیل ظهرنا، قلیلة ازوادنا، فاعتمرت انا واختی عائشة والزبیر، وفلان وفلان، فلما مسحنا البیت احللنا، ثم اهللنا من العشی بالحج۔ (انظر: ٢٦٩٦٢)

(٤١٧٩) تخریج: أخرجه البخاری: ١٥٦٢، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٥٠٩٦)

(٤١٨٠) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، فَأَهْدٰى، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَلَمْ يُهْدِ، فَلْيَحِلَّ، وَمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَهْدٰى فَلَا يَحِلُّ، وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ.)) قَالَتْ عَائِشَةُ رضي الله عنها: وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ. (مسند احمد: ٢٥٣٨٨)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہم میں سے بعض نے صرف حج کا اور بعض نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا اور عمرے کا احرام باندھنے والے بعض لوگ قربانی کا جانور بھی ہمراہ لائے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور قربانی کا جانور ان کے ہمراہ نہیں ہے، وہ عمرہ کے بعد احرام کی پابندی سے آزاد ہو جائیں اور جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا، لیکن قربانی کا جانور ان کے ہمراہ ہے تو وہ احرام نہیں کھولیں گے اور جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا وہ اپنا حج پورا کریں گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔

فوائد: ......ان احادیث میں حج کی تینوں اقسام میں کوئی حج ادا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، البتہ جس آدمی کے ہمراہ ہدی ہوگی، وہ حج قران ادا کرے گا۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ حج کی کون سی قسم افضل ہے۔ بلاشک شبہ حج تمتع اور حج قران دونوں حج افراد کی بہ نسبت افضل ہوں گے، کیونکہ ان کے ساتھ عمرہ بھی ادا کرلیا جاتا ہے اور یہ حج کرنے والوں پر قربانی بھی لازم ہوتی ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کی حج قران اور حج تمتع میں سے کون سی قسم افضل ہے، تو حج قران میں احرام کی پابندی زیادہ ہے اور آپ ﷺ نے یہ حج ادا کیا تھا اور حج تمتع میں محنت اور مشقت زیادہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کے لیے الگ الگ طواف اور سعی کرنا پڑتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر یہ حج ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، درست بات یہی ہے کہ حج قران افضل ہے، حافظ ابن قیم نے اس کی افضلیت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اَلْإِفْرَادُ ...... حج افراد کا بیان

(٤١٨١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ قَالَ: أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يُقَصِّرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ الْهَدْيِ، وَأَمَرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا، جب آپ ﷺ مکہ میں آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کی سعی کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے بال نہ کٹوائے اور قربانی کا جانور ہمراہ ہونے کی وجہ سے

(٤١٨٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤١٨١) تخريج: حديث صحيح ـ أخرجه ابوداود: ١٧٩٢ (انظر: ٣١٢٨)

الْهَدْيَ أَنْ يَطُوْفَ وَأَنْ يَسْعٰى وَيُقَصِّرَ أَوْ يَحْلِقَ ثُمَّ يَحِلَّ۔ (مسند احمد: ٣١٢٨)

آپ ﷺ حلال نہ ہوئے اور جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں تھے، آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ طواف اور سعی کے بعد بال منڈا کر یا کٹوا کر حلال ہو جائیں۔

(٤١٨٢) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ النَّاسَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَبْدَءَ مِنْكُمْ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ الْحَجِّ فَلْيَفْعَلْ وَأَفْرَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْحَجَّ وَلَمْ يَعْتَمِرْ۔ (مسند احمد: ٢٥١٢٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو حکم دیا اور فرمایا: ''تم میں سے جو آدمی حج سے قبل عمرہ کرنا پسند کرتا ہو وہ عمرہ کر سکتا ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، عمرہ نہیں کیا تھا۔

فوائد: ...... یہ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے ساتھ عمرہ کیا تھا، تو پھر اس حدیث میں اس امر کا کیا مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے حج افراد کیا تھا، حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: ٣/ ٤٢٩ میں) جمع تطبیق کی یہ صورت پیش کی: جس نے آپ ﷺ سے حج افراد نقل کیا، اس کی بات کو ابتداء میں آپ ﷺ کے کہے ہوئے تلبیہ پر محمول کیا جائے گا، جس نے حج تمتع کی بات کی، اس کی مراد آپ ﷺ کا صحابہ کو دیا جانے والا حکم ہے اور جس نے حج قران کی بات کی، اس نے آپ ﷺ کا آخر میں پیش آنے والا عمل بیان کیا۔ بہر حال جو آدمی آپ ﷺ کے حوالے سے حج قران کی بات کرتا ہے، اس کی بات مقبول ہوگی، کیونکہ اس کے پاس زیادہ علم ہے۔

(٤١٨٣) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَهْلَلْنَا أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْحَجِّ خَالِصًا لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُهُ، خَالِصًا وَحْدَهُ، فَقَدِمْنَا مَكَّةَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((حِلُّوْا وَاجْعَلُوْهَا عُمْرَةً)) الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ١٤٤٦٢)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف اور صرف حج کا احرام باندھا تھا، اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز نہیں تھی، لیکن جب ہم چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حلال ہو جاؤ اور اس کو عمرہ بنا دو، ......۔'' الحدیث

(٤١٨٤) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّتِهِ بِالْحَجِّ۔ (مسند احمد: ١٤٤٣٣)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج کا احرام باندھا تھا۔

(٤١٨٢) تخريج: حديث صحيح دون قولها: ولم يعتمر، وهذا اسناد ضعيف، ام علقمة روى عنها راويان، ولم يؤثر توثيقها عن غير ابن حبان والعجلي۔ أخرجه مسلم: ١٢١١ بلفظ: ان رسول الله ﷺ افرد الحج۔ (انظر: ٢٤٦١٥)

(٤١٨٣) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٥٧، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٣٦٧، ومسلم: ١٢١٦ (انظر: ١٤٤٠٩)

(٤١٨٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٥١، ١٧٨٥، ٧٢٣٠ (انظر: ١٤٣٨٠)

(٤١٨٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا۔ (مسند احمد: ٥٧١٩)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج افراد کا احرام باندھا تھا۔

فوائد:...... حج افراد کی مشروعیت واضح ہے، لیکن آپ ﷺ نے حج قران ہی کیا تھا۔

اَلْقِرَانُ ...... حج قران کا بیان

(٤١٨٦) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَأَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ: إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَجْمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَمَنْ أَرَادَ ذٰلِكَ فَلْيَقُلْ كَمَا أَقُوْلُ، ثُمَّ لَبّٰى قَالَ: لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا، قَالَ: وَقَالَ سَالِمٌ وَقَدْ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: وَاللّٰهِ إِنَّ رِجْلِي لَتَمَسُّ رِجْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَإِنَّهُ لَيُهِلُّ بِهِمَا جَمِيْعًا۔ (مسند احمد: ١٤٠٢٩)

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں: ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی معیّت میں حج کے لیے روانہ ہوئے، جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو حج اور عمرہ کو اکٹھا ادا کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا جو آدمی اس طرح کرنا چاہتا ہو، وہ اسی طرح کہے جیسے میں کہوں، پھر انہوں نے یوں تلبیہ پڑھا: ''لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا'' (میں حاضر ہوں، حج اور عمرے دونوں کے ساتھ)۔ سالم کہتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتلائی: اللہ کی قسم! دورانِ سفر میری ٹانگ رسول اللہ ﷺ کی ٹانگ کو لگ رہی تھی اور آپ ﷺ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

(٤١٨٧) عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا قَالَ: قَالَ لِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ: إِنِّي أُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا عَسَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يَنْفَعَكَ بِهِ، إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتّٰى مَاتَ وَلَمْ يَنْزِلْ قُرْآنٌ فِيْهِ يُحَرِّمُهُ، وَإِنَّهُ كَانَ يُسَلَّمُ عَلَيَّ فَلَمَّا

مطرف کہتے ہیں: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع پہنچائے گا، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کو جمع کر کے ادا کیا تھا، پھر نہ تو آپ ﷺ نے دنیا سے رخصت ہونے تک اس سے منع فرمایا اور نہ کوئی قرآن مجید کا ایسا حصہ نازل ہوا، جس نے اسے حرام کر دیا ہو۔ نیز میں عمران کہتا ہوں: اللہ کے فرشتے مجھے سلام کہا کرتے تھے، لیکن جب

(٤١٨٥) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٣١ (انظر: ٥٧١٩)

(٤١٨٦) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٥١ (انظر: ١٣٩٨٤)

(٤١٨٧) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٢٦ (انظر: ١٩٨٣٣)

اكْتَوَيْتُ أُمْسِكَ عَنِّي، فَلَمَّا تَرَكْتُهُ عَادَ إِلَيَّ۔ (مسند احمد: ٢٠٠٧١)

میں نے (بواسیر کے زخم کا علاج کرنے کے لیے اس کو) داغا تو انھوں نے سلام کہنا بند کر دیا، پھر جب میں نے داغنے کا یہ عمل ترک کر دیا تو وہ مجھے دوبارہ سلام کہنے لگ گئے۔

فوائد: ......زخم کو داغنا جائز ہے، لیکن مکروہ ہے، کیونکہ یہ توکل اور ایمان کے اعلی درجے کے منافی ہے، اسی کراہت کی بنا پر فرشتوں نے سلام کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

(٤١٨٨) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنِ الْهِرْمَاسِ بْنِ زِيَادٍ ؓ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ أَبِي فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَعِيْرٍ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا۔)) (مسند احمد: ١٦٠٦٧)

ہرماس بن زیاد کہتے ہیں: میں اپنے والد کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، میں نے اس حال میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اونٹ پر سوار تھے اور یوں تلبیہ پکار رہے تھے: "لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا۔" (میں حج اور عمرہ دونوں کے لئے حاضر ہوں)۔

(٤١٨٩) عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ أَنَّ الصُّبَيَّ بْنَ مَعْبَدٍ كَانَ نَصْرَانِيًّا تَغْلِبِيًّا أَعْرَابِيًّا (وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ رَجُلًا كَانَ نَصْرَانِيًّا يُقَالُ لَهُ الصُّبَيُّ بْنُ مَعْبَدٍ) فَأَسْلَمَ فَسَأَلَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقِيْلَ لَهُ: الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَأَرَادَ أَنْ يُجَاهِدَ، فَقِيْلَ لَهُ: حَجَجْتَ؟ فَقَالَ: لَا، فَقِيْلَ: حُجَّ وَاعْتَمِرْ ثُمَّ جَاهِدْ، فَانْطَلَقَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْحَوَابِطِ، أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا، فَرَآهُ زَيْدُ بْنُ صُوْحَانَ وَسَلْمَانُ بْنُ رَبِيْعَةَ فَقَالَا: لَهُوَ أَضَلُّ مِنْ جَمَلِهِ أَوْ مَا هُوَ بِأَهْدٰى مِنْ نَاقَتِهِ، فَانْطَلَقَ إِلٰى عُمَرَ ؓ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهِمَا فَقَالَ:

سیدنا ابو وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صبی بن معبد بنو تغلب کا ایک بدّو آدمی تھا، وہ مذہباً عیسائی تھا، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا، اس کے بعد اس نے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ اسے بتلایا گیا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، جب اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو اس سے پوچھا گیا: کیا تم نے حج کیا ہے؟ اس نے بتلایا: جی نہیں۔ اس سے کہا گیا: تم پہلے حج اور عمرہ کر لو، پھر جہاد کرنا، پس وہ اس مقصد کے لیے روانہ ہو گیا اور جب وہ حوابط مقام پر پہنچا تو اس نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا،، زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ نے اسے اس طرح دیکھ کر کہا: یہ تو اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ ہے، یا یہ تو اپنی اونٹنی سے زیادہ ہدایت والا نہیں، یہ سن کر وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان دونوں کی بات کا ان سے ذکر کیا۔ سیدنا

(٤١٨٨) تخريج: حديث حسن دون قوله: ((لبيك بحجة وعمرة معا۔)) فانها زيادة منكرة، عبد الله بن عمران الاصبهاني اخطأ في هذا الحديث۔ أخرجه الطبراني في "الكبير": ٢٢/ ٥٣٤، وفي "الاوسط": ٤٣٢٣ (انظر: ١٥٩٧١)

(٤١٨٩) تخريج: اسناده صحيح ۔ أخرجه ابوداود: ١٧٩٨، ١٧٩٩، والنسائي: ٥/ ١٤٦، وابن ماجه: ٢٩٧٠ (انظر: ٨٣)

هُدِيْتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ ﷺ، قَالَ الْحَكَمُ: فَقُلْتُ لِأَبِي وَائِلٍ: حَدَّثَكَ الصُّبَيُّ؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔ (مسند احمد: ۸۳)

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہیں نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق ملی ہے۔ حکم کہتے ہیں: میں نے ابووائل سے پوچھا: کیا صبی نے تم کو یہ حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔

فوائد: ......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو حج و عمرہ کو جمع کرنے سے منع کرتے تھے، لیکن اس مقام پر اس عمل کو سنت کہہ رہے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بعض مصلحتوں کی بنا پر اس کو جائز سمجھتے تھے۔

(٤١٩٠) عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِيْ الْحَجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) قَالَ: وَقَرَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (مسند احمد: ١٧٧٢٦)

سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔'' نیز رسول اللہ ﷺ نے خود حجۃ الوداع کے موقع پر ان دونوں کو ایک احرام میں جمع کیا تھا۔

فوائد: ......اس حدیث کے دو معانی ہو سکتے ہیں: (۱) حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے، جبکہ اس سے پہلے دورِ جاہلیت میں اس چیز کو بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ (۲) حج قران کرنا، جس میں حج کے افعال میں عمرہ داخل ہو جاتا ہے اور ایک طواف اور ایک سعی حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کفایت کر جاتے ہیں۔

(٤١٩١) عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ، يَقُوْلُ: ((أَتَانِيَ اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّيْ، فَقَالَ: صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِيْ الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ۔)) قَالَ الْوَلِيْدُ، يَعْنِي ذَا الْحُلَيْفَةِ۔ (مسند احمد: ١٦١)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے وادیٔ عقیق میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''آج رات میرے ربّ کی طرف سے ایک آنے والے (فرشتے یعنی جبریل علیہ السلام) نے آ کر کہا: آپ اس مبارک وادی میں نماز ادا کریں اور یوں کہیں کہ یہ عمرہ حج کے ساتھ ہی ہے۔'' ولید راوی کہتے ہیں: وادی سے مراد "ذوالحلیفه" ہے۔

فوائد: ......وادیٔ عقیق سے مراد ذوالحلیفہ ہے، جو کہ اہل مدینہ کی میقات ہے، برکت کی وجوہات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، آپ ﷺ کا اس وادی جو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، اس سے مراد نماز فجر ہے۔

(٤١٩٢) عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا وَعُثْمَانَ رضی اللہ عنہما بَيْنَ مَكَّةَ

مروان بن حکم کہتے ہیں: میں سیدنا علی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان حاضر ہوا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

(٤١٩٠) تخريج: صحيح لغيره ـ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٧٧ (انظر: ١٧٥٨٣)

(٤١٩١) تخريج: أخرجه البخارى: ٢٣٣٧ (انظر: ١٦١)

(٤١٩٢) تخريج: أخرجه البخارى: ١٥٦٣ (انظر: ١١٣٩)

وَالْمَدِيْنَةِ، وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عَلِيٌّ ؓ أَهَلَّ بِهِمَا فَقَالَ: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ مَعًا، فَقَالَ عُثْمَانُ ؓ: تَرَانِي أَنْهَى النَّاسَ عَنْهُ وَأَنْتَ تَفْعَلُهُ؟ قَالَ: لَمْ أَكُنْ أَدَعُ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ۔ (مسند احمد: ۱۱۳۹)

حج تمتع سے اور حج اور عمرے کو ایک احرام میں جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ لیکن جب سیدنا علی ؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے ان دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھا اور یوں کہا: ”لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ مَعًا“ (میں حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھتا ہوں)، یہ سن کر سیدنا عثمان ؓ نے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ میں لوگوں کو ایسا کرنے سے روک رہا ہوں اور تم پھر وہی کام کر رہے ہو؟ سیدنا علی ؓ نے جواباً کہا: میں کسی آدمی کے قول کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی سنت چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

(۴۱۹۳) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: كُنَّا نَسِيْرُ مَعَ عُثْمَانَ ؓ فَإِذَا رَجُلٌ يُلَبِّي بِهِمَا جَمِيْعًا، فَقَالَ عُثْمَانُ ؓ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا عَلِيٌّ فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي نَهَيْتُ عَنْ هٰذَا؟ قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنْ لَمْ أَكُنْ لِأَدَعَ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِقَوْلِكَ۔ (مسند احمد: ۷۳۳)

(دوسری سند) مروان کہتے ہیں: ہم سیدنا عثمان ؓ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک آدمی حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھ رہا تھا، سیدنا عثمان ؓ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ سیدنا علی ؓ ہیں، تو انھوں نے کہا: کیا تم جانتے نہیں کہ میں نے اس عمل سے روکا ہوا ہے؟ سیدنا علی ؓ نے کہا: جی بالکل جانتا ہوں، لیکن میں تمہارے قول کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو نہیں چھوڑ سکتا۔

فوائد: ...... ہم پہلے یہ گزارش کر چکے ہیں کہ جن خلفاء نے حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے منع کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ لوگ حج کے لیے علیحدہ سفر کریں اور عمرے کے لیے علیحدہ، تاکہ وہ زیادہ اجر و ثواب کے مستحق ٹھہریں، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، جبکہ ان کو علم تھا کہ آپ ﷺ نے اس موسم میں عمرہ کرنے کا حکم بھی دیا تھا، سنن نسائی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب سیدنا عثمان ؓ نے حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے منع کیا تو سیدنا علی ؓ اور ان کے ساتھیوں نے عمرہ کا تلبیہ کہا، لیکن سیدنا عثمان ؓ نے ان کو منع نہ کیا، پھر سیدنا علی ؓ نے ان سے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ تمتع کرتے نہیں سنا تھا؟ انھوں نے کہا: جی کیوں نہیں۔

اگلی حدیث اس معاملے میں زیادہ واضح ہے، جس کے مطابق سیدنا عثمان ؓ اپنے اس حکم کو اپنی ذاتی رائے کا نتیجہ سمجھ رہے ہیں، جو چاہے اس کو اپنا لے اور جو چاہے اس کو ترک کر دے۔

(۴۱۹۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ؓ قَالَ: سیدنا عبداللہ بن زبیر ؓ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم سیدنا عثمان

(۴۱۹۳) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(۴۱۹۴) تخريج: اسناده حسن (انظر: ۷۰۷)

وَاللّٰهِ! إِنَّا لَمَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ بِالْجُحْفَةِ، وَمَعَهُ رَهْطٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فِيهِمْ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيُّ، إِذْ قَالَ عُثْمَانُ وَذُكِرَ لَهُ التَّمَتُّعُ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِنَّ أَتَمَّ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَنْ لَا يَكُونَا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، فَلَوْ أَخَّرْتُمْ هٰذِهِ الْعُمْرَةَ حَتّٰى تَزُورُوا هٰذَا الْبَيْتَ زَوْرَتَيْنِ كَانَ أَفْضَلَ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَسَّعَ فِي الْخَيْرِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ فِي بَطْنِ الْوَادِي يَعْلِفُ بَعِيرًا لَهُ فَبَلَغَهُ الَّذِي قَالَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ: أَعَمَدْتَ إِلٰى سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَرُخْصَةٍ رَخَّصَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا لِلْعِبَادِ فِي كِتَابِهِ، تُضَيِّقُ عَلَيْهِمْ فِيهَا وَتَنْهٰى عَنْهَا وَقَدْ كَانَتْ لِذِي الْحَاجَةِ وَلِنَائِي الدَّارِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ مَعًا، فَأَقْبَلَ عُثْمَانُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: وَهَلْ نَهَيْتُ عَنْهَا؟ إِنِّي لَمْ أَنْهَ عَنْهَا، إِنَّمَا كَانَ رَأْيًا أَشَرْتُ بِهِ، فَمَنْ شَاءَ أَخَذَ بِهِ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔ (مسند احمد: ۷۰۷)

بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جحفہ کے مقام پر تھے، آپ کے ساتھ اہل شام کا ایک قافلہ بھی تھا، اس میں حبیب بن مسلمہ فہری بھی تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے حج تمتع کا ذکر کیا گیا، پس انھوں نے کہا: یہ دونوں عمل حج کے مہینوں میں نہیں ہونے چاہئیں، ان کا خیال تھا کہ تم لوگ اس عمرہ کو مؤخر کر دو اور تم دو بار بیت اللہ کی زیارت کرو تو یہ زیادہ بہتر ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب مال و دولت میں وسعت دے دی ہے۔ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ وادی میں اپنے اونٹ کو چرا رہے تھے۔ جب ان کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں بندوں کو دی ہوئی سہولت اور رخصت کو ختم کر کے ان پر تنگی کرنا چاہتے ہیں اور ثابت شدہ عمل سے انہیں روکنا چاہتے ہیں؟ یہ رخصت حاجت مندوں اور دور دراز علاقوں سے آنے والے لوگوں کے لئے ہے۔ بعد ازاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پڑھا، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا میں نے ان دونوں کو جمع کرنے سے منع کیا ہے؟ میں نے تو ایسا کرنے سے منع نہیں کیا، یہ تو میری ایک رائے تھی، جس کا میں نے اظہار کیا، اب جو چاہتا ہے، وہ اسے اختیار کر لے اور جو چاہتا ہے، وہ اسے ترک کر دے۔

فوائد: ...... چونکہ عہد نبوی کی بہ نسبت خلفائے راشدین کے دور میں مختلف اسباب کی بنا پر مال و دولت میں بہت زیادہ وسعت پیدا ہو گئی تھی، اس لیے یہ خلفائے کرام چاہتے تھے کہ لوگ ایک ہی سفر میں حج و عمرہ ادا کر کے مطمئن نہ ہو جائیں، بلکہ حج کے الگ سے سفر کریں اور عمرہ کے الگ سے، اس طرح سے ان خلفاء پر کوئی طعن نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کا مقصد نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت نہیں تھا، بلکہ یہ تھا کہ لوگ زیادہ نیکیاں حاصل کر لیں، بہرحال آپ ﷺ نے جو گنجائش دی تھی، وہ برقرار ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے آخر میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کتنی خوبصورت بات کی ہے کہ انھوں نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرنے سے منع نہیں کیا، کیونکہ آپ ﷺ اس کی اجازت دے چکے تھے، وہ تو دراصل لوگوں کو یہ مشورہ دینا چاہتے تھے کہ اب حج کے موقع پر صرف حج کر لو اور بعد میں عمرہ کے

لیے نیا سفر کرکے آنا، تاکہ دو عبادتوں کے لیے دو مستقل سفر ہوں اور اجر وثواب میں اضافہ ہو۔

(٤١٩٥) عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ إِنَّ أَنَسًا أَخْبَرَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ۔)) قَالَ: وَهِلَ أَنَسٌ، خَرَجَ فَلَبّٰى بِالْحَجِّ وَلَبَّيْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا قَدِمَ أَمَرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَنَسٍ، فَقَالَ: مَا تَعُدُّوْنَا إِلَّا صِبْيَانًا۔ (مسند احمد: ٥١٤٧)

بکر کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتلایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یوں تلبیہ پڑھا تھا: ”لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ“ (میں عمرہ اور حج دونوں کے لئے حاضر ہوں) یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بھول گئے ہیں، بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ جب روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے حج کا تلبیہ پڑھا اور ہم نے بھی حج کا تلبیہ پڑھا، لیکن جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں ہیں، وہ عمرہ کے بعد احرام کھول دیں۔ بکر کہتے ہیں: جب میں نے یہ بات سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو بتائی تو وہ کہتے لگے: اصل میں تم ہمیں بچے سمجھتے ہو، (اس لیے ہماری باتوں پر اعتماد نہیں کرتے)۔

فوائد: ...... صحیح بات یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو آپ ﷺ کے احرام کی ابتدائی حالت پر محمول کیا جائے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بات کو احرام کی آخری اور درمیانی حالت پر محمول کیا جائے، جو صورت سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں، اس کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا، جس کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بڑا معقول جواب دیا۔

(٤١٩٦) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ قَرَنَ بَيْنَ حَجَّتِهِ وَعُمْرَتِهِ أَجْزَأَهُ لَهُمَا طَوَافٌ وَاحِدٌ۔)) (مسند احمد: ٥٣٥٠)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا، اس کو ان دونوں کے لئے ایک طواف کافی ہے۔“

فوائد: ...... لیکن مسئلہ ایسے ہی ہے کہ حج قران کرنے والے کے لیے حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

(٤١٩٥) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٣٢، وأخرج بنحوه البخاري: ٤٣٥٣، ٤٣٥٤ (انظر: ٥١٤٧)

(٤١٩٦) تخريج: صحيح موقوفا بهذا اللفظ، عبد العزيز بن محمد الدراوردي تفرد به وحديثه هذا منكر، وقد رواه غير واحد عن عبيد الله بن عمر ولم يرفعوه۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٧٥ (انظر: ٥٣٥٠)

(٤١٩٧) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنَّمَا قَرَنَ خَشْيَةَ أَنْ يُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ، وَقَالَ: ((إِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَّةٌ فَعُمْرَةٌ.)) (مسند احمد: ٧٠١١)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کو ایک احرام میں اس اندیشہ کی وجہ سے جمع کیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو بیت اللہ تک جانے سے روک دیا جائے، پھر انھوں نے کہا: اور آپ ﷺ کا یہ خیال تھا کہ اگر حج نہ ہو سکا تو عمرہ تو کر لیں گے۔

فوائد: ...... یہ حدیث تو ضعیف ہے اور اس کے ان الفاظ کی سمجھ آ رہی ہے نہ کسی مناسبت کا پتہ چل رہا ہے، کیونکہ جب آپ ﷺ حجۃ الوداع ادا کر رہے تھے، اس وقت روک دیے جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالی نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا تھا، مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا، ایک سال پہلے ایام حج میں یہ اعلان کیا جا چکا تھا کہ آئندہ کوئی مشرک اور ننگا آدمی طواف نہیں کر سکے گا اور آپ ﷺ کے ساتھ چالیس ہزار کے لگ بھگ صحابہ موجود تھے۔ بہر حال ممکن ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کسی گمان کی وجہ سے یہ الفاظ کہہ دیئے ہوں، یا ان سے نیچے کسی راوی سے کوئی غلطی ہو گئی ہو، جبکہ سند بھی ضعیف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نبی کریم ﷺ نے حج قران ادا کیا تھا، خلفائے راشدین کو یہ علم تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے، اس کے باوجود انھوں نے یہ رائے دی تھی سفرِ حج میں صرف حج ادا کیا جائے اور بعد میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے از سرِ نو سفر کیا جائے، تاکہ اجر و ثواب زیادہ ملے، ان کی اس رائے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالی نے مال و دولت جیسے اسباب عطا کر دیئے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے "البداية والنهاية" میں حجۃ الوداع کے موقع پر چالیس ہزار کی تعداد کا ذکر کیا ہے، جبکہ الرحیق المختوم اور رحمۃ للعالمین اور دیگر سیرت نگاروں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس یا چوالیس ہزار ذکر کی ہے۔ (عبداللہ رفیق)

اَلتَّمَتُّعُ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ
حج تمتع کا بیان

(٤١٩٨) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضي الله عنه قَالَ: نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَعَمِلْنَا بِهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَمْ يَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُهَا، وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى مَاتَ. (مسند احمد: ٢٠١٤٩)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حج تمتع کی آیت قرآن کریم میں نازل ہوئی اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اس پر عمل کیا، اب اس کے بعد تو کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہو اور نہ نبی کریم ﷺ نے دنیا سے رخصت ہونے تک اس سے منع کیا۔

(٤١٩٧) تخريج: اسناده ضعيف لضعف يونس بن الحارث الثقفي (انظر: ٧٠١١)

(٤١٩٨) تخريج: أخرجه البخاري: ٤٥١٨، ومسلم: ١٢٢٦ (انظر: ١٩٩٠٧)

فوائد: ...... حج تمتع کی آیت سے مراد قرآن مجید کے یہ الفاظ ہیں: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ ...... ''(پس جب تم امن کی حالت میں ہو جاؤ تو) جو شخص عمرے سے لے کر حج تک تمتع کر لے۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۶)

(۴۱۹۹) عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَمْرَةَ، الضُّبَعِيَّ قَالَ: تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ عَنْ ذَالِكَ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَالِكَ فَأَمَرَنِي بِهَا، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَنِمْتُ فَأَتَانِي آتٍ فِي مَنَامِي فَقَالَ عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ وَحَجٌّ مَبْرُوْرٌ، قَالَ: فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ وَقَالَ فِي الْهَدْيِ: جَزُوْرٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ۔ (مسند احمد: ۲۱۵۸)

ابو جمرہ ضبعی کہتے تھے: میں نے حج تمتع کرنا چاہا لیکن لوگوں نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا، پس میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا، انہوں نے مجھے حج تمتع کرنے کا حکم دیا، سو میں بیت اللہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جا کر سو گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور اس نے کہا: یہ تو عمرۂ مقبولہ اور حج مبرور ہے۔ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا خواب بیان کیا، تو انہوں نے تعجب کرتے ہوئے بار بار کہا: ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ'' یہ عمل تو ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہدی کے بارے میں کہا کہ وہ ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بکری یا بھیڑ ہو سکتی ہے یا ایک جانور میں حصہ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

(۴۲۰۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى مَاتَ وَأَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى مَاتَ، وَعُمَرُ حَتّٰى مَاتَ، وَعُثْمَانُ حَتّٰى مَاتَ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ نَهٰى عَنْهَا مُعَاوِيَةُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَعَجِبْتُ مِنْهُ، وَقَدْ حَدَّثَنِي أَنَّهُ قَصَّرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ۔ (مسند احمد: ۲۶۶۴)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے، سیدنا ابو بکر نے، سیدنا عمر نے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم نے دنیا سے رخصت ہونے تک تمتع کی اجازت دیئے رکھی۔ سب سے پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ان کے حج تمتع سے منع کرنے پر تعجب ہوا، کیونکہ انہوں نے خود مجھے بیان کیا تھا کہ انہوں نے تیر کے چوڑے پھل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بال تراشے تھے۔

فوائد: ...... یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن یہ دو باتیں درست ہیں کہ سیدنا معاویہ حج کے مہینوں میں عمرے سے

(۴۱۹۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۷، ۱۶۸۸، ومسلم: ۱۲۴۲ (انظر: ۲۱۵۸)

(۴۲۰۰) اسناده ضعيف لضعف ليث بن ابی سليم ـ أخرجه الترمذی: ۸۲۲، والنسائی: ۵/ ۱۵۳ (انظر:

منع کرتے تھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بال کاٹے تھے، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کون سا موقع تھا کہ جس پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے بال کاتے تھے، سنن ابو داود کی روایت میں ہے کہ بال کاٹنے کا یہ واقعہ مروہ پر پیش آیا تھا اور اس میں تقصیر کی گئی تھی، جبکہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے (۱۰) ذوالحجہ کو منی میں سر منڈوایا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرۂ جعرانہ کے موقع پر آپ ﷺ کے بال کاٹے تھے، عمرۂ قضا کے موقع پر تو وہ مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے، سنن ابو داود کی روایت میں ''لِحَجَّتِهِ'' کے الفاظ شاذ ہیں۔ اس تفصیل سے پتہ چلا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تعجب کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ حجۃ الوداع کا موقع ہی نہیں تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے قبل خلفائے راشدین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع بھی کرتے تھے، لیکن اس کی گنجائش بھی دیتے تھے، منع کرنے کی وجوہات بیان کی جا چکی ہیں، رہا مسئلہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو ممکن ہے کہ ان کا منع کرنا بھی اسی نوعیت کا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس موضوع سے متعلقہ مرفوع روایات کا علم نہ ہونے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے کا لحاظ کرنے کی وجہ سے انھوں نے سختی سے منع کر دیا ہو۔

(٤٢٠١) عَنْ غُنَيْمٍ قَالَ: سَأَلْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ رضي الله عنه عَنِ الْمُتْعَةِ قَالَ: فَعَلْنَاهَا وَهٰذَا كَافِرٌ بِالْعُرُشِ، يَعْنِي مُعَاوِيَةَ۔ (مسند احمد: ١٥٦٨)

غنیم کہتے ہیں: میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے تمتع کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا: ہم نے (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) اُس وقت تمتع کیا تھا، جب یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے گھروں میں ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

فوائد: ......اس حدیث میں تمتع سے مراد ۷ھ والا عمرۂ قضاء ہے، اس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مقیم جاہلیت کی حالت میں تھے، وہ ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے، اس طرح آپ ﷺ نے جب جعرانہ اور حجۃ الوداع والا عمرہ کیا تو اس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور مکہ میں مقیم بھی نہ تھے۔ ''عُرُش'' سے مراد مکہ مکرمہ کے گھر ہیں، لغوی اعتبار سے یہ لفظ ''عَرِیْش'' کی جمع ہے، جس کے معانی سایہ دار چیز جیسے شامیانہ، چھپر، سائبان اور شیڈ کے ہیں، چونکہ مکہ مکرمہ میں زیادہ تر اسی قسم کے گھر نظر آتے تھے، اس لیے اس شہر کو ''عُرُش'' کہہ دیا گیا۔ بعض نے اس لفظ کو ''بِالْعَرْش'' پڑھا، اس سے مراد اللہ تعالی کا عرش ہے، اس سے مقصود بھی کفر ہی ہے۔

(٤٢٠٢) عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ

محمد بن عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں: میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ سے اس سال سنا،

(٤٢٠١) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٢٥ (انظر: ١٥٦٨)

(٤٢٠٢) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه الترمذي: ٨٢٣، والنسائي: ٥/ ١٥٢، وأخرجه مسلم بلفظ الحديث السابق (انظر: ١٥٠٣)

نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَالضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ رضی اللہ عنہما عَامَ حَجَّ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، وَهُمَا يَذْكُرَانِ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ الضَّحَّاكُ: لَا يَصْنَعُ ذٰلِكَ إِلَّا مَنْ جَهِلَ أَمْرَ اللّٰهِ، فَقَالَ سَعْدٌ رضی اللہ عنہ: بِئْسَمَا قُلْتَ يَا ابْنَ أَخِي، فَقَالَ الضَّحَّاكُ: فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَدْ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ قَدْ صَنَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَنَعْنَاهَا مَعَهُ۔ (مسند احمد: ۱۵۰۳)

جس سال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا، یہ دونوں حج تمتع کا ذکر کر رہے تھے، ضحاک نے کہا: وہی آدمی یہ حج کرے گا، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاہل ہوگا۔ یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: بھتیجے! تم نے بڑی غلط بات کہی ہے، آگے سے سیدنا ضحاک نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے منع کیا ہے، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: رسول اللہ ﷺ نے اور ہم نے آپ کی معیت میں حج تمتع کیا۔

فوائد: ......اگر حج تمتع سے اس کی اصطلاحی تعریف مراد لی جائے، یعنی عمرہ کر کے حلال ہو جانا اور پھر بعد میں از سرِ نو حج کا احرام باندھنا، تو اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کرنے کی اجازت دی تھی، اور رئیس کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو اس کو عملی طور پر بھی اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے زانی کو رجم کیا اور چور کا ہاتھ کاٹا، حالانکہ آپ ﷺ نے یہ کام خود اپنے ہاتھ سے انجام نہیں دیئے تھے، بلکہ آپ ﷺ نے تو صرف حکم دیا تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ﴾ (فرعون نے اپنی قوم میں آواز دی)، اس کا معنی یہ ہے کہ فرعون کے حکم سے آواز دی گئی تھی۔

(۴۲۰۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَانْتَهَيْنَا۔ (مسند احمد: ۱۴۸۹۵)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نکاح متعہ اور حج تمتع دونوں کی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اجازت تھی، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں ان سے منع کیا تو ہم رک گئے۔

فوائد: ......نکاح متعہ: کسی عورت سے مقررہ مدت تک نکاح کرنا۔ یہ نکاح عہدِ نبوی میں ہی حرام ہو گیا تھا اور اس کی حرمت پر مسلمانوں پر اتفاق ہے، مگر بعض لوگوں کو اس کی حرمت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اسے حسبِ سابق جائز سمجھتے رہے، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس چیز کا علم ہوا تو انھوں سرکاری اعلان کے ذریعے اس کی حرمت کا دوبارہ اعلان کر دیا، لیکن جن لوگوں کو ساری تفصیل کا علم نہیں تھا، انھوں نے یہ سمجھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اس نکاح کو حرام قرار دیا ہے، نکاح متعہ کی مزید وضاحت کتاب النکاح میں آئے گی۔ حج تمتع کا جائز ہونا بھی اتفاقی مسئلہ ہے، پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اس سے منع کرنے کا کیا مطلب ہے۔

(۴۲۰۳) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۲۴۹ (انظر: ۱۴۸۳۴)

(٤٢٠٤) عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مُوْسَى عَنْ أَبِي مُوْسَى (الْاَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ) أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي بِالْمُتْعَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: رُوَيْدَكَ بِبَعْضِ فُتْيَاكَ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي النُّسُكِ بَعْدَكَ حَتّٰى لَقِيَهُ بَعْدُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ فَعَلَهُ وَأَصْحَابُهُ، وَلٰكِنِّي كَرِهْتُ أَنْ يَظَلُّوا بِهِنَّ مُعْرِسِيْنَ فِي الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرُوْحُوْا بِالْحَجِّ تَقْطُرُ رُؤُوْسُهُمْ۔ (مسند احمد: ٣٥١)

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حج تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے، ایک آدمی نے ان سے کہا: ذرا اپنے بعض فتووں سے رک جاؤ، کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد امیر المومنین نے مناسک ِ حج کے بارے میں کیا حکم جاری کیا ہے۔ بعد میں سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جانتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے اور صحابہ کرام نے حج تمتع کیا ہے، مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ رات کو ''اَرَاک'' درختوں کے نیچے اپنی بیویوں کے ساتھ ہم بستری کریں اور پھر جب حج کے لئے روانہ ہوں تو ان کے سروں سے غسل کے پانی کے قطرے گر رہے ہوں۔

(٤٢٠٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسىٰ (الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ) أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: هِيَ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِي الْمُتْعَةَ، وَلٰكِنِّي أَخْشٰى أَنْ يُعْرِسُوْا بِهِنَّ تَحْتَ الْأَرَاكِ ثُمَّ يَرُوْحُوْا بِهِنَّ حُجَّاجًا۔ (مسند احمد: ٣٤٢)

(دوسری سند) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حج تمتع رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، مگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ لوگ "اَرَاك" کے درختوں کے نیچے اپنی بیویوں سے ہم بستری کریں گے اور پھر حج کا احرام باندھ کر چل پڑیں گے۔

فوائد: ......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو پابندی لگائی تھی، اس کی وجہ بیان کر دی، بہر حال یہ چیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو طبعی طور پر ناگوار گزرتی تھی، وگرنہ شرعی احکام کی روشنی میں جب میاں بیوی احرام کی حالت میں نہ ہوں تو وہ حق زوجیت ادا کر سکتے ہیں، یہ حج وعمرہ کے احرام سے پہلے ہو یا کسی اور وقت۔

(٤٢٠٦) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يُفْتِي بِالَّذِيْ أَنْزَلَ

سالم بن عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق

(٤٢٠٤) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٢٢ (انظر: ٣٥١)

(٤٢٠٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٠٦) تخريج: اسناده ضعيف بهذه السياقة لضعف صالح بن ابى الاخضر۔ أخرجه الترمذى بسياقة اخرى: ٨٢٤، سياتى لفظ فى الشرح (انظر: ٥٧٠٠)

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الرُّخْصَةِ بِالتَّمَتُّعِ، وَسَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْهِ، فَيَقُوْلُ نَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ: كَيْفَ تُخَالِفُ أَبَاكَ وَقَدْ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ: وَيْلَكُمْ! أَلَا تَتَّقُوْنَ اللّٰهَ، إِنْ كَانَ عُمَرُ نَهٰى عَنْ ذَالِكَ فَيَبْتَغِيْ فِيْهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَمَامَ الْعُمْرَةِ، فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ ذٰلِكَ وَقَدْ أَحَلَّهُ اللّٰهُ وَعَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، أَفَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَحَقُّ أَنْ تَتَّبِعُوْا أَمْ سُنَّةُ عُمَرَ؟ إِنَّ عُمَرَ لَمْ يَقُلْ لَكُمْ إِنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَتَمَّ الْعُمْرَةِ أَنْ تُفْرِدُوْهَا مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ۔ (مسند احمد: ۵۷۰۰)

حج تمتع کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب لوگ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ آپ کے والد تو حج تمتع سے منع کرتے ہیں، تو پھر آپ ان کے حکم کی مخالفت کیوں کرتے ہو تو وہ ان کو یوں جواب دیتے تھے: تم پر افسوس ہے، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے تو ان کا ارادہ بھی خیر کا ہی ہوگا کہ تم مستقل طور پر عمرہ کرو، اب تم اسے حرام کیوں سمجھتے ہو؟ جبکہ اللہ نے اسے حلال کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ اتباع کے زیادہ حقدار ہیں یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فعل؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تم سے یہ تو نہیں کہا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا حرام ہے، ان کا کہنا تو یہ تھا کہ مکمل عمرہ یہ ہے کہ تم اس کو حج کے مہینوں کے علاوہ مستقل طور پر ادا کرو۔

فوائد: ...... جامع ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: سالم بن عبداللہ کہتے ہیں: ایک شامی باشندے نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج کے ساتھ عمرہ کر لینے کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا: ایسا کرنا درست ہے۔ شامی نے کہا: آپ کے باپ تو اس سے منع کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: اس بارے تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میرے باپ ایک چیز سے منع کرتے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے عملاً کیا ہے تو میرے باپ کے حکم کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی؟ اس آدمی نے کہا: جی رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی کی جائے گی۔ یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہے۔

(٤٢٠٧) عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ: إِنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ رضي الله عنهما يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما يَأْمُرُ بِهَا، قَالَ: فَقَالَ لِيْ: عَلٰى يَدَيَّ جَرَى الْحَدِيْثُ، تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ عَفَّانُ: وَمَعَ أَبِيْ بَكْرٍ، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: إِنَّ الْقُرْآنَ هُوَ الْقُرْآنُ وَإِنَّ

ابونضرہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حج تمتع سے منع کرتے ہیں اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کا حکم دیتے ہیں، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: حج سے متعلقہ یہ حدیث میرے ہاتھ پر گھومتی ہے، ہم نے رسول اللہ ﷺ اور پھر سیدنا ابو بکر کے ساتھ حج تمتع کیا تھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا: بیشک قرآن قرآن ہے اور

(٤٢٠٧) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٧ (انظر: ٣٦٩)

رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ هُوَ الرَّسُوْلُ، وَإِنَّهُمَا كَانَتَا مُتْعَتَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ إِحْدَاهُمَا مُتْعَةُ الْحَجِّ وَالْأُخْرٰى مُتْعَةُ النِّسَاءِ۔ (مسند احمد: ۳۶۹)

اللہ کے رسول بھی رسول ہیں، بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں متعہ کی دو قسمیں رائج تھیں، ایک حج والا متعہ اور دوسرا عورتوں والا۔

فوائد: ......''بیشک قرآن قرآن ہے اور اللہ کے رسول بھی رسول ہیں۔'' اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ ہے اور واجب الاتباع ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی بات سنی جائے گی اور آپ ﷺ کے حکم پر عمل کیا جائے گا، کیونکہ آپ ﷺ کے بولنے کا دارومدار بھی وحی پر ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو قسم کے متعے جائز اور رائج تھے، اب ان کی ضرورت ختم ہو چکی ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے حج تمتع کیا تھا، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انھوں نے کہا: بیشک اللہ تعالی اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے، حلال کر دیتا ہے اور بیشک قرآن مجید بھی اپنی منازل پر نازل ہوا، ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ ......''اور حج اور عمرے کو اللہ تعالی کے لیے پورا کرو۔'' جیسے اللہ تعالی نے تم کو حکم دیا ہے، اور ان عورتوں کے اس نکاح کو ختم کر دو، جس نے کسی عورت کے ساتھ مقررہ مدت تک یہ نکاح کیا تو میں اس کو پتھروں سے رجم کر دوں گا۔ (صحیح مسلم) نکاح متعہ کی مزید وضاحت کتاب النکاح میں آئے گی۔

(٤٢٠٨) عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَرَادَ أَنْ يَنْهٰى عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ لَهُ أُبَيُّ (بْنُ كَعْبٍ) رضی اللہ عنہ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ، قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَلَمْ يَنْهَنَا، فَأَضْرَبَ عَنْ ذَالِكَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ، وَأَرَادَ أَنْ يَنْهٰى عَنْ حُلَلِ الْحِبَرَةِ، لِأَنَّهَا تُصْبَغُ بِالْبَوْلِ، فَقَالَ لَهُ أُبَيٌّ: لَيْسَ ذَالِكَ لَكَ، قَدْ لَبِسَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ وَلَبِسْنَاهُنَّ فِيْ عَهْدِهِ۔ (مسند احمد: ۲۱۶۰۷)

حسن سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ حج تمتع سے منع نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں یہ حج کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے نہیں روکا، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سے اعراض کیا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یمنی چادروں سے منع کرنا چاہا کیونکہ ان کو پیشاب کے ساتھ رنگا جاتا تھا، لیکن سیدنا ابی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اس سے بھی نہیں روک سکتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی یہ پہنی تھیں اور آپ کے زمانہ میں ہم نے ان کو زیب تن کیا تھا۔

فوائد: ......اگر واقعی وہ کپڑا پیشاب میں رنگا جاتا تھا تو وہ اس وقت تک ناپاک رہے گا، جب تک اس پر

(٤٢٠٨) تخريج: هذا الحديث منقطع، لان الحسن البصري لم يلق عمر ولا ابيّا، لكن قد صحح نهي عمر عن متعة الحج، وأما الشطر الثاني فقد جاء من۔ طرق عن عمر۔(انظر: ۲۱۲۸۳)

پیشاب کے اثرات باقی رہیں گے، جب اس کے اثرات ختم ہو جائیں گے تو وہ پاک ہو جائے گا، ایسی صورت کپڑے کو جس رنگ میں رنگا جائے گا، وہ رنگ ناپاک نہیں ہوگا۔

(٤٢٠٩) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: اِجْتَمَعَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ ؓ بِعُسْفَانَ فَكَانَ عُثْمَانُ ؓ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَالْعُمْرَةِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ ؓ: تُرِيْدُ إِلٰى أَمْرٍ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَنْهٰى عَنْهَا، فَقَالَ عُثْمَانُ ؓ: دَعْنَا مِنْكَ۔ (مسند احمد: ١١٤٦)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وادیٔ عسفان میں اکٹھے ہو گئے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع اور عمرہ سے منع کرتے تھے، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اس عمل سے روکنا چاہتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا تھا، لیکن انھوں نے آگے سے کہا: آپ اپنی باتوں سے ہمیں معاف ہی رکھیں۔

فوائد: ......سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دلیل انتہائی مضبوط تھی، کیونکہ انھوں نے مقابلے میں جواز یا عدم جواز کی بات نہیں کی، بلکہ براہِ راست یہ کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ خود جو کام سرانجام دیتے تھے، اے عثمان! تم اس سے کیوں منع کرتے ہو۔

(٤٢١٠) عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: إِنَّا لَبِمَكَّةَ إِذْ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ ؓ فَنَهٰى عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَنْكَرَ أَنْ يَكُوْنَ النَّاسُ صَنَعُوْا ذٰلِكَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَلَغَ ذَالِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ ؓ، فَقَالَ: وَمَا عِلْمَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِهٰذَا؟ فَلْيَرْجِعْ إِلٰى أُمِّهِ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ ؓ فَلْيَسْأَلْهَا فَإِنْ لَمْ يَكُنِ الزُّبَيْرُ قَدْ رَجَعَ إِلَيْهَا حَلَالًا، وَحَلَّتْ، فَبَلَغَ ذَالِكَ أَسْمَاءَ فَقَالَتْ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِابْنِ عَبَّاسٍ، وَاللّٰهِ! لَقَدْ أَفْحَشَ، قَدْ وَاللّٰهِ! صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ، لَقَدْ حَلُّوْا وَأَحْلَلْنَا وَأَصَابُوْا النِّسَاءَ۔ (مسند احمد: ١٦٢٠٢)

اسحاق بن یسار کہتے ہیں: ہم مکہ مکرمہ میں تھے کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے اور حج تمتع کرنے سے منع کیا اور انہوں نے اس بات کا بھی انکار کیا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا حج کیا ہو، جب یہ بات سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کا کیا علم؟ اسے چاہیے کہ وہ اپنی ماں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے جا کر پوچھ لے، اگر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے احرام نہ کھولا ہو اور ان کی ماں نے کھول دیا ہو۔ جب یہ بات سیدہ اسماء نے سنی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے، انھوں نے نامناسب بات کی ہے، بہر حال اللہ کی قسم ہے کہ انھوں نے سچی بات کی ہے، لوگوں نے واقعی احرام کھول دیئے تھے اور ہم نے بھی احرام کھول دیتے تھے اور لوگوں نے اپنی بیویوں سے ہم بستری بھی کی تھی۔

فوائد: ......یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ چند ابواب پہلے اس باب میں گزر چکی ہے: ''حج تمتع، حج افراد اور

(٤٢٠٩) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٦٩، ومسلم: ١٢٢٣ (انظر: ١١٤٦)

(٤٢١٠) تخريج: اسناده حسن (انظر: ١٦١٠٣)

حج قران میں سے کوئی ایک ادا کر لینے کا اختیار دینے کا بیان'' اس باب کی دوسری حدیث دیکھیں۔''انھوں نے نامناسب بات کی ہے۔'' اس سے ان کی مراد دو باتوں میں سے ایک ہو سکتی ہے: (۱) اسے چاہیے کہ وہ اپنی ماں اسماء سے پوچھ لے، اس کے نامناسب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے حق زوجیت ادا کیا ہوگا، جبکہ اس طرح کا اشارہ نہیں کرنا چاہیے۔ (۲) اس بات سے یہ سمجھ آ رہی ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بھی حلال ہو گئے تھے، جبکہ وہ حلال نہیں ہوئے تھے، دیکھیں حدیث نمبر (۴۲۱۴)۔

(٤٢١١) عَنْ مُسْلِمِ نِ الْقُرِّيِّ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَرَخَّصَ فِيهَا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهٰى عَنْهَا، فَقَالَ: هٰذِهِ أُمُّ ابْنِ الزُّبَيْرِ تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِيهَا فَادْخُلُوْا عَلَيْهَا فَاسْأَلُوْهَا، قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا فَإِذَا أَمْرَأَةٌ ضَخْمَةٌ عَمْيَاءُ فَقَالَتْ: قَدْ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيهَا۔ (مسند احمد: ٢٧٤٨٥)

مسلم قری کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کی بابت پوچھا، انہوں نے اس میں رخصت دے دی، لیکن سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کر دیا، یہ دیکھ کر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن زبیر رضی اللہ عنہ تو حج تمتع سے منع کرتے ہیں، جبکہ ان کی والدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے، تم جا کر ان سے پوچھ لو۔ مسلم قری کہتے ہیں: چنانچہ ہم ان کے ہاں گئے، وہ ایک بھاری بھرکم خاتون تھیں اور نابینا ہو چکی تھیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعی اس کی اجازت دی ہے۔

(٤٢١٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَرِيْكٍ العَامِرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رضي الله عنهم سُئِلُوْا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فِي الْمُتْعَةِ، فَقَالُوْا: نَعَمْ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَقَدَّمُ فَتَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ تَحِلُّ، وَإِنْ كَانَ ذَالِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ بِيَوْمٍ، ثُمَّ تُهِلُّ بِالْحَجِّ فَتَكُوْنُ قَدْ جَمَعْتَ عُمْرَةً وَحَجَّةً أَوْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ عُمْرَةً وَحَجَّةً۔ (مسند احمد: ٦٢٤٠)

عبد اللہ بن شریک عامری کہتے ہیں: میں نے سنا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے حج سے قبل عمرہ کر لینے کے متعلق پوچھا گیا تو ان سب نے کہا: جی ہاں، یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، جب تو مکہ مکرمہ پہنچے تو بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے حلال ہو جا (اس طرح یہ عمرہ ہو جائے گا)، خواہ یہ عمل عرفہ سے ایک دن پہلے ہو، اس کے بعد تم حج کا احرام باندھ لو، اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں حج اور عمرہ دونوں کو ادا کرنے کا موقع دے دے گا۔

(٤٢١١) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٣٨ (انظر: ٢٦٩٤٦)

(٤٢١٢) تخريج: اسناده ضعيف لضعف شريك بن عبد الله بن النخعی، وعبد الله بن شريك العامری مختلف فيه۔ أخرجه الطبرانی فی "الكبير" (انظر: ٦٢٤٠)

(٤٢١٣) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنها قَالَتْ: خَرَجْنَا مُحْرِمِينَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَتِمَّ (وَفِي لَفْظٍ: فَلْيَقُمْ عَلَى إِحْرَامِهِ) وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ۔)) قَالَتْ: فَلَمْ يَكُنْ مَعِي هَدْيٌ فَحَلَلْتُ وَكَانَ مَعَ الزُّبَيْرِ زَوْجِهَا هَدْيٌ فَلَمْ يَحِلَّ، قَالَتْ: فَلَبِسْتُ ثِيَابِي وَحَلَلْتُ، فَجِئْتُ إِلَى الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: قُومِي عَنِّي، قَالَتْ: فَقُلْتُ: أَتَخْشَى أَنْ أَثِبَ عَلَيْكَ۔ (مسند احمد: ٢٧٥٠٥)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم احرام باندھ کر سفر پر روانہ ہوئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور ہے، وہ احرام کی حالت میں رہیں گے اور جن کے ساتھ یہ جانور نہیں ہے، وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائیں۔'' اب میرے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا، اس لیے میں حلال ہو گئی یعنی احرام کھول دیا، لیکن میرے شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا، سو وہ حلال نہ ہوئے۔ میں نے احرام کھول کر عام کپڑے پہن لیے اور اپنے شوہر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے قریب چلی گئی، لیکن انھوں نے کہا: مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔ میں نے کہا: کیا آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ میں آپ پر کود پڑوں گی؟

فوائد: ...... سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ چونکہ احرام کی حالت میں تھے، جبکہ ان کی بیوی حلال ہو چکی تھی، اس لیے انھوں نے احتیاط کرتے ہوئے اپنی بیوی کو دور ہو جانے کا حکم دیا۔

(٤٢١٤) عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ النَّاسَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَبْدَأَ مِنْكُمْ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ الْحَجِّ فَلْيَفْعَلْ۔)) وَأَفْرَدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْحَجَّ وَلَمْ يَعْتَمِرْ۔ (مسند احمد: ٢٥١٢٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی حج سے قبل عمرہ کرنا چاہتا ہو، وہ کر سکتا ہے، بہر حال رسول اللہ ﷺ نے حج افراد کیا تھا اور آپ ﷺ نے عمرہ نہیں کیا تھا۔

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ نے حج مفرد کیا تھا۔ اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ (دیکھیں حدیث ۴۱۸۲ کے فوائد)

(٤٢١٥) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے، ہم نے عمرہ کا تلبیہ پکارا، بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں کے ساتھ قربانی

(٤٢١٤) تخريج: حديث صحيح دون قولها: "ولم يعتمر" وهذا اسناد ضعيف، ام علقمة ابن ابى علقمة لم يرو عنها سوى اثنين، ولم يؤثر توثيقها عن غير ابن حبان والعجلى ۔ أخرجه مسلم: ١٢١١ بلفظ: ان رسول الله ﷺ افرد الحج۔ (انظر: ٢٤٦١٥)

(٤٢١٥) تخريج: أخرجه البخارى: ١٥٥٦، ١٦٣٨، ٤٣٩٥، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٥٤٤١)

مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا۔)) قَالَتْ: فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَالِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((اُنْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ۔)) قَالَتْ: فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ اِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ: ((هٰذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ۔)) قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَحَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا الْحَجَّ فَطَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا۔ (مسند احمد: ٢٥٩٥٥)

کا جانور ہے وہ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ پکاریں، وہ ان دونوں سے اکٹھے حلال ہوں گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حیض آ گیا، لہٰذا میں بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی نہ کر سکی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سر کھول دو اور کنگھی کر کے حج کا احرام باندھ لو اور عمرے کو ترک کر دو۔'' پس میں نے اسی طرح کیا، جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا، تا کہ میں عمرہ کر آؤں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمہارے عمرے کا متبادل ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے منیٰ سے آ کر حج کا طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا یعنی حج قران کیا تھا انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔

فوائد: ......''اور عمرے کو ترک کر دو'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ عمرہ کے افعال یعنی طواف، سعی اور تقصیر کو ترک کر دو اور حج قران کا تلبیہ شروع کر دو۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حلال ہو جائیں اور پھر احرام باندھیں۔ ''یہ تمہارے عمرے کا متبادل ہے۔'' یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری امہات المؤمنین اور بعض صحابہ کی طرح حج تمتع کرتے ہوئے جو عمرہ الگ سے کرنا تھا، یہ عمرۂ تنعیم اس کا متبادل ہے، وگرنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج قران میں ایک عمرہ کر لیا تھا۔ اس حدیث کے آخر سے واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ حج قران کرنے والوں کو حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک ہی طواف کافی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ ایسے حجاج کے لیے بھی دو طوافوں کے قائل ہیں، لیکن یہ قول مرجوح ہے۔

جَوَازُ اِدْخَالِ الْحَجِّ عَلَى الْعُمْرَةِ وَالتَّحَلُّلِ بِالْاِحْصَارِ

حج کے مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کے جائز ہونے اور کسی رکاوٹ کی بنا پر احرام کھول دینے کا بیان

(٤٢١٦) عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے، میں نے عمرے

(٤٢١٦) تخريج: أخرجه البخاري: ٣١٩، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٥٣٠٧)

حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ أَكُنْ سُقْتُ الْهَدْيَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ عُمْرَتِهِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا۔)) فَحِضْتُ، فَلَمَّا دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَصْنَعُ بِحَجَّتِي؟ قَالَ: ((أَنْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَمْسِكِي عَنِ الْعُمْرَةِ، وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ۔)) فَلَمَّا قَضَيْتُ حَجَّتِي أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ عَنْهَا۔ (مسند احمد: ٢٥٨٢١)

کا احرام باندھا تھا اور میرے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور ہے، وہ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھیں اور وہ ان دونوں کے بعد احرام کھولیں گے۔'' اُدھر مجھے حیض آ گیا، جب عرفہ کی رات تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے تو عمرے کا احرام باندھا تھا، اب میرے حج کا کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سر کھول کر کنگھی کرو اور عمرہ کو ترک کر دو اور حج کا احرام باندھ لو۔'' جب میں نے حج کر لیا تو آپ ﷺ نے میرے بھائی سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، پس انہوں نے مجھے تنعیم سے عمرہ کروایا، یہ عمرہ اس عمرے کا متبادل تھا، جس کا میں نے پہلے احرام باندھا تھا۔

فوائد: ......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صرف عمرے کا احرام باندھ کر آئی تھیں، لیکن حیض کی وجہ سے ابھی تک وہ یہ عمرہ ادا نہ کر سکیں تھیں کہ اُدھر سے حج کے ایام شروع ہونے والے ہو گئے، جب انھوں نے اپنی صورتحال رسول اللہ کے سامنے پیش کی تو آپ ﷺ نے ان کو اسی احرام کو حج قران میں بدل دینے کا حکم دے دیا اور انھوں نے عمرہ ترک کر کے یہ حج شروع کر دیا۔

(٤٢١٧) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما) حِينَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ لِقِتَالِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَا: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ هٰذَا الْعَامَ، فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ، وَأَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، قَالَ: إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا

نافع کرتے ہیں کہ جس سال حجاج، سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آیا ہوا تھا، اس سال سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں عبد اللہ اور سالم نے اپنے باپ سے کہا: اس سال جنگ کا خطرہ ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ حج کے لئے نہ جائیں، کیونکہ یہ اندیشہ ہے کہ لڑائی کی وجہ سے آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے، انہوں نے کہا: اگر بیت اللہ تک جانے میں کوئی رکاوٹ آ گئی تو میں اسی طرح کروں گا، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر کیا تھا، جب کفارِ قریش نے آپ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک

(٤٢١٧) تخريج: أخرجه البخاري مختصرا: ٤١٨٣، ومسلم: ١٢٣٠ (انظر: ٤١٦٥)

مَعَهُ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَإِنْ خُلِّيَ سَبِيلِي قَضَيْتُ عُمْرَتِي، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ فَلَبَّى بِعُمْرَةٍ ثُمَّ تَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ثُمَّ سَارَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَهْرِ الْبَيْدَاءِ، قَالَ: مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ، إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْعُمْرَةِ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْحَجِّ، أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي، فَانْطَلَقَ حَتَّى ابْتَاعَ بِقُدَيْدٍ هَدْيًا ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ كَذَالِكَ إِلَى يَوْمِ النَّحْرِ۔ (مسند احمد: ٥١٦٥)

دیا تھا۔ اب میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں عمرہ کا ارادہ کر چکا ہوں، اگر مجھے نہ روکا گیا تو عمرہ ادا کرلوں گا اور اگر بیت اللہ تک پہنچنے میں مجھے رکاوٹ پیش آ گئی تو میں اسی طرح کروں گا جیسے رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا، جبکہ اُس موقع پر میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، اس کے بعد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سفر شروع کر دیا، جب وہ ذوالحلیفہ پہنچے تو انہوں نے عمرے کا احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا۔ اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورۂ احزاب: ۲۱) ''تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔'' اس کے بعد آگے کو روانہ ہوئے اور جب بیداء کے اوپر پہنچے تو کہا: حج اور عمرے کے احکام تو ایک جیسے ہی ہیں، اگر میرے عمرے کے سامنے کوئی رکاوٹ آ گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے حج کے سامنے بھی رکاوٹ آ جائے گی، لہٰذا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں عمرہ کے ساتھ حج کا احرام بھی باندھ رہا ہوں، اس کے بعد وہ آگے کو روانہ ہوئے اور قدید کے مقام پر جا کر قربانی کا جانور خریدا۔ پھر مکہ پہنچ کر حج اور عمرہ دونوں کے لئے بیت اللہ کا ایک طواف اور صفا مروہ کی ایک سعی کی، اس کے بعد یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ تک اسی طرح رہے۔

فوائد: ...... جب بنوامیہ کا خلیفہ معاویہ بن یزید بن معاویہ خلیفہ کے تعین کے بغیر فوت ہوگیا تو دو ماہ اور کچھ دنوں تک کوئی خلیفہ نہ بن سکا، اس دورانیے میں مکہ مکرمہ کے اہل حل وعقد نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حجاز، عراق، خراسان اور مشرق کے کچھ علاقے ان کے ماتحت ہو گئے، جبکہ اُدھر شام اور مصر والوں نے مروان بن حکم کی بیعت کر لی، مروان کی وفات تک یہی سلسلہ جاری رہا، جب عبدالملک بن مروان کی خلافت شروع ہوئی تو اس نے اس ڈر سے لوگوں کو حج سے روک دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں، پھر اہل مکہ سے لڑنے کے لیے اس نے حجاج بن یوسف کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا، اس نے اہل مکہ سے قتال کیا اور ان کا محاصرہ کر لیا، یہاں تک کہ ان پر غالب آ گیا اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

(٤٢١٨) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ نَافِعٍ خَرَجَ ابْنُ عُمَرَ يُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّ بِمَكَّةَ أَمْرًا، فَقَالَ: أُهِلُّ بِالْعُمْرَةِ فَإِنْ حُبِسْتُ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، فَلَمَّا سَارَ قَلِيْلًا وَهُوَ بِالْبَيْدَاءِ قَالَ: مَا سَبِيْلُ الْعُمْرَةِ إِلَّا سَبِيْلُ الْحَجِّ أُوْجِبُ حَجًّا أَوْ قَالَ: أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا، فَإِنَّ سَبِيْلَ الْحَجِّ سَبِيْلُ الْعُمْرَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا، وَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ، أَتٰى قُدَيْدًا فَاشْتَرَى هَدْيًا فَسَاقَهُ۔ (مسند احمد: ٤٥٩٥)

(دوسری سند) نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے، جب انہیں بتایا گیا کہ اس دفعہ مکہ میں لڑائی کا خطرہ ہے تو انہوں نے کہا: میں عمرے کا احرام باندھ لیتا ہوں، اگر مجھے آگے جانے سے روک دیا گیا تو میں اسی طرح کروں گا، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھ لیا اور ذوالحلیفہ سے تھوڑا آگے جا کر جب بیداء کے ٹیلہ پر پہنچے تو کہنے لگے: حج اور عمرہ کے احکام تو ایک جیسے ہیں، لہٰذا میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، یا یوں کہا: میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، کیونکہ حج اور عمرہ کے احکام و مسائل ایک جیسے ہیں، پس جب وہ مکہ پہنچے تو بیت اللہ کے گرد سات چکر اور صفا مروہ کی سعی کے بھی سات چکر لگائے اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا، اس سفر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ قدید کے مقام سے قربانی کا جانور خرید کر اسے اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے گئے تھے۔

فوائد: ......رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر حلال ہو گئے تھے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی سنت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس باب سے متعلقہ یہ بات ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا، لیکن جب بیداء مقام تک پہنچے تو عمرے کے احرام میں حج کو بھی داخل کر لیا۔

(٤٢١٩) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَرَوْحٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَالَ رَوْحٌ سَمِعْتُ مُسْلِمًا الْقُرِّيَّ، قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ مُسْلِمٍ الْقُرِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ: أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْعُمْرَةِ وَأَهَلَّ أَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، قَالَ رَوْحٌ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کا اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا تھا، روح کی روایت کے مطابق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا تھا، جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں تھے، وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال ہو گئے تھے یعنی انہوں نے احرام کھول دیا تھا، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور ایک اور آدمی

(٤٢١٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢١٩) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٣٩ (انظر: ٢١٤١)

أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ أَحَلَّ وَكَانَ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ طَلْحَةُ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَحَلَّا۔ (مسند احمد: ۲۱۴۱)

ان لوگوں میں سے تھے، جن کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے، اس لیے وہ بھی عمرہ کی ادائیگی کے بعد حلال ہو گئے۔

فوائد: ......رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمرہ کا تلبیہ بھی کہا تھا، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سفر کی ابتدا حج کے احرام سے کی تھی۔ اس حدیث کے مطابق احرام میں یہ تبدیلی کی گئی تھی کہ جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا اور ان کے ہمراہ ہدی نہیں تھی، ان کو حکم دیا گیا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور حلال ہو جائیں۔ اس باب کی اور اس موضوع سے متعلقہ احادیث سے حج و عمرہ کو ایک دوسرے میں داخل کر لینے کی درج ذیل صورتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ صرف حج کے تلبیے کے ساتھ میقات سے داخل ہو جانے والے کا اسی احرام میں عمرہ کو داخل کر لینا۔

۲۔ صرف عمرہ کے تلبیے کے ساتھ میقات سے داخل ہو جانے والے کا اسی احرام میں حج کو داخل کر لینا۔

۳۔ صرف حج کے تلبیے کے ساتھ میقات سے داخل ہو جانے والے کا اس احرام کو عمرہ میں تبدیل کر دینا۔

اَلتَّلْبِيَةُ وَصِفَتُهَا وَاَحْكَامُهَا

تلبیہ اور اس کی کیفیت اور احکام کا بیان

اَلْفَاظُهَا وَفَضْلُهَا

تلبیہ کے الفاظ اور اس کی فضیلت کا بیان

(۴۲۲۰) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ كَانَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ۔)) قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: وَزِدْتُ أَنَا لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ، لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔ (مسند احمد: ۵۰۷۱)

نافع سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ کہا کرتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ پکارتے ہوئے سنا: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ......)) (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)۔ نافع کہتے ہیں: سیدنا ابن عمر ؓ نے کہا: اس تلبیہ میں میں ان الفاظ کا اضافہ بھی کرتا ہوں: ((لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ)) (میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور میں حاضر ہوں، اور بھلائی

(۴۲۲۰) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۵۴۰، ۱۵۴۹، ۵۹۱۵، ومسلم: ۱۱۸۴ (انظر: ۵۰۷۱)

تیرے ہاتھوں میں ہے اور رغبت اور عمل بھی تیری طرف ہے۔)

فوائد: ......"لَبَّيْكَ" یہ لفظ تثنیہ ہے اور "كَ" ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نونِ تثنیہ گر گیا ہے اور یہ باب "لَبَّ يَلُبُّ" سے ماخوذ ہے، جس کے معانی ہیں: قیام کرنا، برقرار رہنا، حاضر ہونا، جم جانا۔ تثنیہ دو چیزوں کو ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے، لیکن "لَبَّيْكَ" میں تثنیہ دو کے لیے نہیں، بلکہ تاکید، تکثیر اور مبالغہ کے لیے استعمال ہوا ہے، یعنی اے میرے اللہ! میں تیرے سامنے بار بار حاضر ہوں، مسلسل مقیم وموجود ہوں اور تیری اطاعت کو چمٹا ہوا ہوں۔ یہی معاملہ "سَعْدَيْكَ" کا ہے، البتہ اس کے معانی یہ ہیں: ((مُسَاعَدَةً لِطَاعَتِكَ بَعْدَ مُسَاعَدَةٍ)) اور "مُسَاعَدَةٌ" کے معانی مدد، امداد، تقویت اور سہارے کے ہیں۔

قارئین کرام! ذہن نشین کر لیں کہ آپ ﷺ نے جس تلبیہ کی تعلیم دی، اس کے مخصوص الفاظ آپ کے سامنے ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جن الفاظ کی زیادتی کی تھی، ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ آپ ﷺ کے الفاظ کو نامکمل اور ناکافی سمجھ رہے تھے جبکہ شریعت کا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ محرِم حالتِ احرام میں صرف وہی اذکار کرتا رہے، جن کی آپ ﷺ نے عملاً تعلیم دی ہے، دراصل بات یہ ہے کہ محرم اپنے آپ کو ہر معاملے میں آپ ﷺ کا پابند سمجھتا ہے، بسا اوقات وہ اپنی طبع کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کو مناسب سمجھتا ہے، یہی معاملہ یہاں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسنون تلبیہ کے پابند تھے اور وہ یہ تلبیہ پڑھنے کے بعد اپنے الفاظ بھی دوہرا دیتے تھے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہم لوگ تلبیہ کہنے کے بعد اپنی اپنی زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنا اور دعا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حدیث نمبر (۴۱۲۳) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے سامنے تلبیہ کے الفاظ میں "ذَا الْمَعَارِجِ" کے الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔

(۴۲۲۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا، يَقُوْلُ: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔)) لَا يَزِيْدُ عَلَى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ (مسند احمد: ۶۰۲۱)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں بالوں کو بکھرنے سے بچانے کے لیے کوئی چیز لگائی ہوئی تھی اور آپ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ کہہ رہے تھے: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، ......)) (میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور بادشاہت بھی تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)

(۴۲۲۲) عَنِ الضَّحَّاكِ (بْنِ مُزَاحِمٍ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَتْ تَلْبِيَةُ النَّبِيِّ ﷺ:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے: ((لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ

(۴۲۲۱) تخريج: انظر الحديث السابق

(۴۲۲۲) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ۲۷۵۴)

((لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔)) (مسند احمد: ٢٧٥٤)

لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

(٤٢٢٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَالَبَّى يَقُوْلُ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، (فَذَكَرَ مِثْلَ الطَّرِيْقِ الْأُوْلٰى ثُمَّ قَالَ) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ انْتَهِ إِلَيْهَا، فَإِنَّهَا تَلْبِيَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ٢٤٠٤)

(دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب تلبیہ پکارتے تو یوں کہتے: ”لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ......“ (پہلی سند والا تلبیہ ذکر کیا)، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان ہی الفاظ پر رک جاؤ، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ہے۔

(٤٢٢٤) عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُلَبِّي، قَالَ: ثُمَّ سَمِعْتُهَا تُلَبِّي تَقُوْلُ: لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ (مسند احمد: ٢٤٥٤١)

ابوعطیہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں خوب جانتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ تلبیہ کیسے پکارتے تھے۔ ابوعطیہ نے کہا: پھر میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یوں تلبیہ پکارتے ہوئے سنا: ((لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ۔))

(٤٢٢٥) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ مِنْ تَلْبِيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: ((لَبَّيْكَ إِلٰهَ الْحَقِّ۔)) (مسند احمد: ٨٦١٤)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ میں یہ الفاظ بھی تھے: ((لَبَّيْكَ إِلٰهَ الْحَقِّ))

(٤٢٢٦) عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُلَبِّي بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيْعًا، فَحَدَّثْتُ ابْنَ عُمَرَ بِذٰلِكَ فَقَالَ: لَبَّى بِالْحَجِّ وَحْدَهُ، فَلَقِيْتُ أَنَسًا فَحَدَّثْتُهُ

بکر بن عبد اللہ مزنی کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ پکارا تھا، پھر جب میں نے یہ بات سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتلائی تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے تو صرف حج کا تلبیہ پکارا تھا، بعد میں جب سیدنا

(٤٢٢٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٢٤) تخريج: أخرجه: ١٥٥٠ (انظر: ٢٤٠٤٠)

(٤٢٢٥) اسناده صحيح على شرط الشيخين۔ أخرجه النسائي: ٥/ ١٦١، وابن ماجه: ٢٩٢٠ (انظر: ٨٦٢٩)

(٤٢٢٦) تخريج: أخرجه البخاري: ٤٣٥٣، ٤٣٥٤، ومسلم: ١٢٣٢ (انظر: ١١٩٦١)

بِـقَـوْلِ ابْـنِ عُـمَـرَ ، فَـقَالَ: مَا تَعُدُّوْنَنَا إِلَّا صِبْيَـانًـا ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَبَّيْكَ عُـمْـرَةً وَحَجًّـا۔)) (مسند احمد: ١١٩٨٣)

انس رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا ذکر کیا، انھوں نے کہا: دراصل تم لوگ ہمیں صرف بچے ہی سمجھتے ہو، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اس طرح تلبیہ کہتے ہوئے سنا تھا: ((لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا)) (میں حاضر ہوں عمرہ کے لیے اور حج کے لیے)۔

فوائد: ......لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا ، لَبَّيْكَ عُمْرَةً اور لَبَّيْكَ حَجًّا کے الفاظ ابتدائے احرام کے وقت کہہ کر ارادے کا اظہار کیا جاتا ہے، اس کے بعد دورانِ احرام بھی کہے جا سکتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم دونوں کی باتیں صحیح ہیں، دراصل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا علم نہیں تھا۔

(٤٢٢٧) عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰهِ بْنِ أَبِي سَلْمَةَ أَنَّ سَـعْـدَ بْـنَ أَبِي وَقَّـاصٍ رضی اللہ عنہ سَـمِعَ رَجُلًا يَـقُـوْلُ: لَبَّيْكَ ذَا الْـمَعَارِجِ ، فَقَالَ: إِنَّهُ لَذُوْ الْـمَـعَارِجِ وَلٰكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا نَقُوْلُ ذَالِكَ۔ (مسند احمد: ١٤٧٥)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یوں تلبیہ پکارتے ہوئے سنا: "لَبَّيْكَ ذَا الْـمَـعَارِجِ'' (اے بلندیوں والے! میں حاضر ہوں)، یہ سن کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: واقعی اللہ تعالیٰ بلندیوں والا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قسم کے الفاظ نہیں کہتے تھے۔

فوائد: ......لیکن "لَبَّيْكَ ذَا الْمَعَارِجِ" کے الفاظ درست ہیں، جیسا کہ حدیث نمبر (۴۱۲۳) میں یہ بات گزر چکی ہے۔

(٤٢٢٨) عَـنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَـالَ رَسُـوْلُ اللّٰـهِ ﷺ مَـنْ أَضْـحٰـى يَوْمًا مُـحْرِمًا مُلَبِّيًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ غَرَبَتْ بِـذُنُـوْبِـهِ كَيَـوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (مسند احمد: ١٥٠٧٢)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ایک دن احرام کی حالت میں تلبیہ پکارتا رہے، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، تو وہ اپنے گناہوں سے یوں پاک ہوگا جیسے وہ اس دن تھا، جس دن کو اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

فوائد: ......اس باب سے صرف تلبیہ کے الفاظ کا پتہ چلا، مزید احکام کا بیان اگلے ابواب میں آ رہا ہے۔ تلبیہ کی

(٤٢٢٧) تخريج: اسناده ضعيف لانقطاعه ، عبد الله بن ابى سلمة الماجشون لم يدرك سعدا ۔ أخرجه البزار: ١٠٩٤ ، وابو يعلى: ٧٢٤(انظر: ١٤٧٥)

(٤٢٢٨) تخريج: اسناده ضعيف ، عاصم بن عمر بن حفص وعاصم بن عبيد الله ضعيفان ۔أخرجه ابن ماجه: ٢٩٢٥(انظر: ١٥٠٠٨)

فضیلت درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتی ہے: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا أَهَلَّ مُهِلٌّ قَطُّ إِلَّابُشِّرَ، وَلَا كَبَّرَ مُكَبِّرٌ قَطُّ إِلَّا بُشِّرَ۔)) قِيلَ: بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ۔)) ...... ''نہیں ہے کوئی تلبیہ پڑھنے والا، جو تلبیہ پڑھے، مگر اس کو بشارت دی جاتی ہے اور نہیں ہے کوئی تکبیر کہنے والا، جو تکبیر کہے، مگر اس کو بھی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔'' کہا گیا: کیا جنت کی خوشخبری؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی ہاں۔'' (معجم اوسط: ۷۹۴۳، صحیحہ: ۱۶۲۱)

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْ مُلَبٍّ يُلَبِّي إِلَّا لَبَّى مَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، مِن حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدَرٍ، حَتَّى تَنْقَطِعَ الْأَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا۔)) ...... ''جب کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں زمین کے آخری کناروں تک تمام پتھر، درخت اور کنکریاں سب لبیک پکارتے ہیں۔'' (ابن ماجه: ۲۹۲۱)

حُكْمُ التَّلْبِيَةِ وَالْجَهْرُ بِهَا
تلبیہ کا حکم اور اسے بآواز بلند پکارنا

(٤٢٢٩) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يَا آلَ مُحَمَّدٍ! مَنْ حَجَّ مِنْكُمْ فَلْيُهِلَّ فِي حَجِّهِ أَوْ حَجَّتِهِ۔)) شَكَّ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ (مسند احمد: ٢٧٧٢٨)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اے آل محمد! تم میں سے جو کوئی حج کرے تو اسے چاہیے کہ وہ تلبیہ کہے۔''

(٤٢٣٠) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: أَتَيْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما بِعَرَفَةَ وَهُوَ يَأْكُلُ رُمَّانًا، فَقَالَ: أَفْطَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَةَ وَقَدْ بَعَثَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ بِلَبَنٍ فَشَرِبَهُ، وَقَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ فُلَانًا، عَمَدُوْا إِلَى أَعْظَمِ أَيَّامِ الْحَجِّ، فَمَحَوْا زِيْنَتَهُ، وَإِنَّمَا زِيْنَةُ الْحَجِّ التَّلْبِيَةُ۔ (مسند احمد: ١٨٧٠)

سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں عرفہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ انار کھا رہے تھے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ میں روزہ نہیں رکھا تھا، سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا تھا، جسے آپ ﷺ نے نوش فرما لیا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ فلاں آدمی پر لعنت کرے، انہوں نے ایام حج میں سے سب سے زیادہ عظمت والے دن کی طرف قصد کیا اور اس

(٤٢٢٩) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه ابن حبان: ٣٩٢٠، وابويعلى: ٧٠١١، والطبرانی فی "الكبير": ٢٣/ ٧٩١ (انظر: ٢٦٦٩٣)

(٤٢٣٠) تخريج: حديث صحيح ـ أخرجه النسائی فی "الكبرى": ٢٨١٥ (انظر: ١٨٧٠)

کی زینت کو مٹا ڈالا، حج کی زینت تلبیہ ہے۔"

فوائد: ......ممکن ہے کہ یہ ملعون عرب کا کوئی مشرک ہو، ایام حج سے مراد وہ دن ہیں، جن میں تلبیہ کہا جاتا ہے، اگلے باب میں ان کی وضاحت کی جائے گی۔ زینت کو مٹانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) تلبیہ کے کلمات کو کلی طور پر ترک کر دیا تھا، (۲) تلبیہ میں شرکیہ الفاظ داخل کر دیئے تھے، صحیح مسلم کی روایت کے مطابق وہ یوں تلبیہ کہتے تھے: "لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ إِلَّا شَرِيْكًا تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ۔"

(٤٢٣١) عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ عَنْ أَبِيْهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مُرْ أَصْحَابَكَ فَلْيَرْفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ)) (مسند احمد: ١٦٦٧٢)

سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا: آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ تلبیہ پکارتے وقت آواز بلند رکھیں۔"

(٤٢٣٢) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: أَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي أَوْ مَنْ مَعِيَ أَنْ يَرْفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ، أَوْ بِالْإِهْلَالِ يُرِيْدُ أَحَدَهُمَا۔ (مسند احمد: ١٦٦٨٣)

(دوسری سند) سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ میں اپنے صحابہ یا ساتھیوں کو یہ حکم دوں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پکاریں۔"

(٤٢٣٣) عَنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ ﷺ أَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كُنْ عَجَّابًا ثَجَّاجًا، وَالْعَجُّ التَّلْبِيَةُ، وَالثَّجُّ نَحْرُ الْبُدْنِ۔ (مسند احمد: ١٦٦٨٢)

سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام، نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: "آپ بہت زیادہ تلبیہ کہنے والے اور بہت زیادہ جانوروں کے خون بہانے والے ہو جائیں۔ "عَجّ" کے معانی تلبیہ کے اور "ثَجّ" کے معانی اونٹوں کو نحر کرنے کے ہیں۔"

(٤٢٣٤) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((جَاءَنِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مُرْ أَصْحَابَكَ

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد! آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ پکاریں، کیونکہ یہ

(٤٢٣١) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه ابوداود: ١٨١٤، والترمذي: ٨٢٩، والنسائي: ٥/ ١٦٢، وابن ماجه: ٢٩٢٢ (انظر: ١٦٥٥٧/ ١)

(٤٢٣٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٣٣) تخريج: حديث حسن ـ أخرجه الطبراني في "الكبير": ٦٦٣٨ (انظر: ١٦٥٦٦)

(٤٢٣٤) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٢٣ (انظر: ٢١٦٧٨)

فَلْيَرْفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ، فَإِنَّهَا مِنْ شَعَائِرِ الدِّيْنِ۔)) (مسند احمد: ٢٢٠١٨)

دین کے شعائر اور علامات میں سے ہے۔''

(٤٢٣٥) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَمَرَنِيْ جِبْرِيْلُ بِرَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْإِهْلَالِ فَإِنَّهُ مِنْ شَعَائِرِ الْحَجِّ۔)) (مسند احمد: ٨٢٩٧)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام نے مجھے بلند آواز سے تلبیہ پکارنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ یہ حج کے شعائر اور علامات میں سے ہے۔''

(٤٢٣٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ جِبْرِيْلَ أَتَانِي فَأَمَرَنِيْ أَنْ أُعْلِنَ بِالتَّلْبِيَةِ۔)) (مسند احمد: ٢٩٥٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میں بلند آواز سے تلبیہ پکاروں۔''

فوائد: ......ان تمام احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ تلبیہ بآواز بلند پڑھا جائے، اگرچہ جمہور نے ان اوامر کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

مُدَّةُ التَّلْبِيَةِ وَفِعْلُهَا عَقْبَ الصَّلَاةِ

تلبیہ کے دورانیہ اور نمازوں کے بعد تلبیہ پکارنے کا بیان

(٤٢٣٧) وَعَنْهُ أَيْضًا ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبّٰى دُبُرَ الصَّلَاةِ۔ (مسند احمد: ٢٥٧٩)

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد تلبیہ پکارا۔

فوائد: ......اس سے مراد وہ تلبیہ ہے جو آپ ﷺ نے ابتدائے احرام میں کہا تھا۔

(٤٢٣٨) عَنِ ابْنِ سَخْبَرَةَ قَالَ: غَدَوْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ، فَكَانَ يُلَبِّي، قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَجُلًا آدَمَ، لَهُ ضَفْرَانِ عَلَيْهِ مَسْحَةُ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ غَوْغَاءُ مِنْ غَوْغَاءِ

ابن سخبرہ کہتے ہیں: ہم سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ کے ساتھ منٰی سے عرفات کو گئے، وہ تلبیہ پکارتے جا رہے تھے، سیدنا ابن مسعود ؓ کا رنگ گندمی تھا، ان کے سر پر دو لٹیں تھیں اور ان کا حلیہ دیہاتیوں کا سا تھا، ان کے تلبیہ کی آواز سن کر عام سادہ سے لوگوں نے شور مچا دیا اور کہنے لگے: ارے دیہاتی! آج

(٤٢٣٥) تخريج: متن الحديث صحيح من حديث زيدبن خالد الجهني، فقد اخطأ اسامة بن زيد في هذا الحديث، فجعله من حديث ابي هريرة۔ أخرجه ابن خزيمة: ٢٦٣٠، والحاكم: ١/ ٤٥٠، والبيهقي: ٥/ ٤٢ (انظر: ٨٣١٤)

(٤٢٣٦) تخريج: حديث صحيح (انظر: ٢٩٥٠)

(٤٢٣٧) حسن لغيره۔ أخرجه ابوداود: ١٧٧٠، والترمذي: ٨١٩، والنسائي: ٥/ ١٦٢ (انظر: ٢٥٧٩)

(٤٢٣٨) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٨٣، ومسلم: ١٢٨٣ (انظر: ٣٩٦١)

النَّاسِ، قَالُوْا: يَا أَعْرَابِيُّ! إِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ لَيْسَ يَوْمَ تَلْبِيَةٍ إِنَّمَا هُوَ يَوْمُ تَكْبِيرٍ، قَالَ: فَعِنْدَ ذَالِكَ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: أَجَهِلَ النَّاسُ أَمْ نَسُوْا؟ وَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ لَقَدْ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَا تَرَكَ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ إِلَّا أَنْ يُخْلِطَهَا بِتَكْبِيرٍ أَوْ تَهْلِيلٍ۔ (مسند احمد: ٣٩٦١)

تلبیہ کا دن نہیں ہے، تکبیرات کا دن ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا اور کہا: لوگوں کو سرے سے علم نہیں تھا یا یہ بھول گئے ہیں؟ اس ذات کی قسم، جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، میں خود رسول ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ ترک نہیں کیا تھا، البتہ آپ ﷺ اس دوران "اللہ اکبر" اور "لا الہ الا اللہ" بھی کہہ لیتے۔

فوائد: ......حج کا تلبیہ (۱۰) ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک جاری رکھا جائے گا، البتہ بیچ میں دوسرے اذکار بھی کیے جا سکتے ہیں۔

یہ تلبیہ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارتے ہوئے آخری کنکری کے ساتھ موقوف ہوگا۔ (ابن خزیمہ)

(٤٢٣٩) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَدَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى عَرَفَاتٍ، مِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُلَبِّيْ۔ (مسند احمد: ٤٧٣٣)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات کو جا رہے تھے، تو ہم میں سے کوئی تکبیر کہہ رہا تھا اور کوئی تلبیہ پکار رہا تھا۔

(٤٢٤٠) ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَرِدْفُهُ أُسَامَةُ، وَأَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ، وَرِدْفُهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَلَبّٰى حَتّٰى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ١٨٦٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عرفات سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے۔

(٤٢٤١) عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: وَقَفْتُ مَعَ الْحُسَيْنِ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْمَعُهُ يَقُوْلُ لَبَّيْكَ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ! مَا هٰذَا الْإِهْلَالُ؟ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ

عکرمہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وقوف کیا اور میں نے سنا کہ وہ جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے، میں نے عرض کیا: ابوعبد اللہ! یہ تلبیہ کیسا؟ انہوں نے کہا: میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سنا تھا

(٤٢٣٩) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٨٤ (انظر: ٤٧٣٣)

(٤٢٤٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٤٣، ١٦٨٦، ومسلم: ١٢٨٦ (انظر: ١٨٦٠)

(٤٢٤١) اسناده حسن ـ أخرجه ابويعلى: ٣٢١، والبيهقي: ٥/ ١٣٨، والبزار: ٥٠٠ (انظر: ١٣٣٤)

طَالِبٍ رضی اللہ عنہ يُهِلُّ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ وَحَدَّثَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَهَلَّ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهَا۔ (مسند احمد: ١٣٣٤)

کہ وہ جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے، نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرۂ العقبہ تک تلبیہ پکارا تھا۔

(٤٢٤٢) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: أَفَضْتُ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہما مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ فَلَمْ أَزَلْ أَسْمَعُهُ يُلَبِّي حَتَّى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: أَفَضْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْمَعُهُ يُلَبِّي حَتَّى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ٩١٥)

دوسری سند: عکرمہ کہتے ہیں: میں سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں مزدلفہ سے آ رہا تھا، میں نے سنا کہ جمرۂ عقبہ کی رمی تک وہ تلبیہ پکارتے رہے، جب میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: میں اپنے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں مزدلفہ سے چلا تھا، وہ جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے تھے، اورانہوں نے یہ بتلایا تھا کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مزدلفہ سے چلا تھا تو یہ دیکھا تھا کہ آپ ﷺ بھی جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے تھے۔

(٤٢٤٣) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَبّٰى يَوْمَ النَّحْرِ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ١٨٠٦)

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارتے رہے تھے۔

فوائد: ......دوران حج تلبیہ کہنے کی مدت ابتدائے احرام سے لے کر (۱۰) ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک ہے، جبکہ عمرہ کے موقع پر اس کی مدت ابتدائے احرام سے طواف قدوم شروع کرنے تک ہے۔

مَا يَجُوْزُ فِعْلُهُ لِلْمُحْرِمِ وَمَا لَا يَجُوْزُ لَهُ

محرم کے لئے جائز اور ناجائز امور کا بیان

نَزْعُ الْمَخِيْطِ لِلْمُحْرِمِ وَمَا لَا يَجُوْزُ لَهُ مِنَ الثِّيَابِ وَالطِّيْبِ

محرم کا سلے ہوئے کپڑے اتار دینے کا بیان اور اس امر کی وضاحت کہ کون سے کپڑے اور خوشبو اس کے لیے ناجائز ہے

(٤٢٤٤) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ أَوْ قَالَ: مَا

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! محرم کس قسم کا لباس پہن سکتا ہے؟ یا

(٤٢٤٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٤٣) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٧٠، و مسلم: ١٢٨١ (انظر: ١٨٠٦)

(٤٢٤٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٣٨، ٥٧٩٤، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ومسلم: ١١٧٧ (انظر: ٤٤٨٢)

يَتْرُكُ الْمُحْرِمُ، فَقَالَ: ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْهُمَا، أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ۔)) (مسند احمد: ٤٤٨٢)

اس نے کہا کہ محرم کس قسم کا لباس نہیں پہن سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ قمیص، شلوار، پگڑی اور موزے نہیں پہن سکتا، ہاں اگر اسے جوتے دستیاب نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں سے نیچے تک (کاٹ کر) پہن سکتا ہے، اسی طرح کوٹ یا برانڈی نہیں پہن سکتا اور وہ کپڑے بھی نہیں پہن سکتا، جس کو ورس اور زعفران کی خوشبو لگی ہوئی ہو۔''

(٤٢٤٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَزَادَ فِيْهِ) وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْحَرَامُ، وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ۔ (مسند احمد: ٦٠٠٣)

(دوسری سند) یہ حدیث بھی سابقہ حدیث کی مانند ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''اور احرام والی عورت نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستانے پہنے۔''

(٤٢٤٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْبُرْنُسَ وَلَا الْقَمِيْصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ يَضْطَرَّ، يَقْطَعُهُ مِنْ عِنْدِ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا يَلْبَسَ ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ، وَلَا الزَّعْفَرَانُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ غَسِيْلًا۔ (مسند احمد: ٥٠٠٣)

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''محرم کوٹ یا برانڈی، قمیص، پگڑی، شلوار اور موزے نہیں پہن سکتا، اگر جوتے دستیاب نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر استعمال کر سکتا ہے، نیز وہ کپڑا بھی نہیں پہن سکتا، جس کو ورس یا زعفران خوشبو لگی ہوئی ہو، الّا یہ کہ وہ دھولیا جائے۔''

فوائد: ......سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ((اِنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَهُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ)) ...... نبی کریم ﷺ نے کنگھی کی، تیل لگایا اور ازار پہنا اور پھر آپ ﷺ اور صحابہ مدینہ سے چل پڑے، آپ ﷺ نے کوئی چادر اور ازار پہننے سے منع نہیں کیا، مگر وہ زعفران والی چادر، جس سے زعفران جسم پر لگ جاتی ہو۔ (صحیح بخاری: ١٥٤٥)

(٤٢٤٧) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ رَابِعٍ) قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلٰى هٰذَا

(چوتھی سند) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر فرماتے ہوئے سنا، جبکہ آپ

(٤٢٤٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٤٢٤٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٤٢٤٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَنْهَى النَّاسَ إِذَا أَحْرَمُوْا عَمَّا يُكْرَهُ لَهُمْ: ((لَا تَلْبَسُوْا الْعَمَائِمَ)) فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔ (مسند احمد: ٤٨٦٨)

ﷺ لوگوں کو احرام کے دوران ان امور سے منع کر رہے تھے، جو ان کے لیے ناپسند کیے جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''احرام کی حالت میں پگڑیاں نہ باندھا کرو،......'' باقی حدیث سابقہ حدیث کی مانند ہے۔

فوائد: ......قمیص اور شلوار سے منع کر کے یہ تنبیہ کر دی گئی کہ ہر وہ لباس منع ہے جو بدن یا کسی ایک عضو کے مطابق سلائی کیا جائے۔ ٹخنوں سے مراد ہر پاؤں کی وہ دو دو ہڈیاں ہیں، جو پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ پر نظر آتی ہیں، عام طور پر ہم لوگ ان ہی ہڈیوں کو ٹخنے کہتے ہیں۔ نقاب سے مراد عورت کا چہرے پر کپڑے کا کسنا اور باندھنا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: نقاب سے مراد وہ دوپٹہ ہے، جو ناک پر یا آنکھوں کے خانوں کے نیچے باندھا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جیسے مرد قمیص نہیں پہن سکتا ہے، لیکن اپنے بدن کو چادر سے ڈھانک سکتا ہے اور عورت دستانے نہیں پہن سکتی، لیکن اس کے دوپٹے یا چادر وغیرہ میں اس کے ہاتھ چھپ سکتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے چہرے پر اس طرح کپڑا کر لے، جو کہ نقاب سے مختلف ہو تو یہ جائز ہوگا، مثلا سر سے نیچے کپڑا لٹکا لینا، شیڈ والی ٹوپی پہن کر اس پر کپڑا لٹکا لینا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((نَهَى ﷺ النِّسَاءَ فِيْ إِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَالِكَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرًا اَوْ خَزًّا اَوْ حُلِيًّا اَوْ سَرَاوِيْلَ اَوْ قَمِيْصًا اَوْ خُفًّا.))...... (ابو داود: ١٨٢٧)

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو دورانِ احرام دستانوں، نقاب اور ان کپڑوں سے منع کیا، جس کو ورس یا زعفران لگا ہوا ہو، اس کے بعد عورت قسم قسم کے جو ملبوس پسند کرے، پہن سکتی ہے، وہ زرد رنگ کی عُصْفُر بوٹی سے رنگا ہوا ہو یا اون یا ریشم کا بنا ہوا ہو یا زیور ہو یا شلوار ہو یا قمیص ہو یا موزہ ہو۔

(٤٢٤٨) عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يُحْرِمَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ مَصْبُوْغٍ بِزَعْفَرَانٍ قَدْ غُسِلَ لَيْسَ فِيْهِ نَفْضٌ وَلَا رَدْعٌ۔ (مسند احمد: ٣٣١٣)

عطاء سے روایت ہے وہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ محرم زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو اس طرح دھو کر استعمال کرے کہ نہ تو اس میں اتنا رنگ رہے کہ وہ جسم کو لگے اور نہ اس میں اس کی خوشبو رہے۔''

(٤٢٤٨) تخريج: أخرجه ابن ابى شيبة: ص ١٤٢، والبزار: ١٠٨٦ (انظر:)

(٤٢٤٩) عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد: ٣٣١٤)

عکرمہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

فوائد: ......اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الثَّوْبِ الْمَصْبُوْغِ، مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ نَفْضٌ وَلَا رَدْعٌ)) ......سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رنگے ہوئے کپڑے کی اس وقت رخصت دی، جب نہ تو اس میں اتنا رنگ رہے کہ وہ جسم کو لگے اور نہ اس میں اس کی خوشبو رہے۔''

(٤٢٥٠) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔)) (مسند احمد: ٤٤٥٤)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب محرم کو جوتے دستیاب نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے، لیکن ٹخنوں کے نیچے سے ان کو کاٹ دے۔''

(٤٢٥١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: ((إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرِمُ إِزَارًا فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ، وَإِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ۔)) (مسند احمد: ١٨٤٨)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''جب محرم کو چادر دستیاب نہ ہو تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور اسی طرح جب جوتے دستیاب نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے۔''

(٤٢٥٢) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ۔ (مسند احمد:)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

(٤٢٥٣) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ وَكَانَتِ أمْرَأَتُهُ أُمَّ وَلَدٍ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

امام نافع، جن کی بیوی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ام ولد تھی، بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے راستے

(٤٢٤٩) تخريج: حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف۔ أخرجه البزار: ١٠٨٧، وابويعلى: ٢٦٩٢، واخرج البخارى: ١٥٤٥ ...... عن عبد الله بن عباس، قال: انطلق النبى ﷺ من المدينة بعد ما ترجل وادهن، ولبس ازاره ورداءه هو واصحابه، فلم ينه عن شيء من الاردية والازر تلبس، الا المزعفرة التى تردع على الجلد......۔ (انظر: ٣٣١٤)

(٤٢٥٠) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين ـ أخرجه النسائى: ٥/ ١٣٥ (انظر: ٤٤٥٤)

(٤٢٥١) تخريج: أخرجه البخارى: ١٨٤١، ١٨٤٣، ومسلم: ١١٧٨ (انظر: ١٨٤٨)

(٤٢٥٢) تخريج: أخرجه (انظر:)

(٤٢٥٣) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه ابوداود: ١٨٣١ (انظر: ٢٤٠٦٧)

حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ ابْتَاعَ جَارِيَةً بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَأَعْتَقَهَا وَأَمَرَهَا أَنْ تَحُجَّ مَعَهُ فَابْتَغٰى لَهَا نَعْلَيْنِ فَلَمْ يَجِدْهُمَا، فَقَطَعَ لَهَا خُفَّيْنِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِابْنِ شِهَابٍ فَقَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ، كَانَ يَصْنَعُ ذَالِكَ، ثُمَّ حَدَّثَتْهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَخِّصُ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُفَّيْنِ ثُمَّ تَرَكَهُ۔ (مسند احمد: ٢٤٥٦٨)

میں ایک لونڈی خریدی اور اسے آزاد کر کے اس کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ حج کرے، پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے جوتے تلاش کئے، لیکن وہ نہ ملے، اس لیے انہوں نے موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: جب میں نے اس بات کا ابن شہاب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ سالم نے اس کو بیان کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے، لیکن بعد میں جب صفیہ بنت ابی عبید نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خواتین کے لئے موزوں کی اجازت دیا کرتے تھے، یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عمل ترک کر دیا تھا۔

فوائد: ......معلوم ہوا کہ عورت دورانِ احرام پورے موزے پہن سکتی ہے، حدیث نمبر (۴۲۴۷) کی شرح میں مذکور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

(٤٢٥٤) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: وَجَدَ ابْنُ عُمَرَ الْقُرَّ، وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ: أَلْقِ عَلَيَّ ثَوْبًا، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَأَخَّرَهُ، وَقَالَ: تُلْقِيْ عَلَيَّ ثَوْبًا قَدْ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ۔ (مسند احمد: ٤٨٥٦)

امام نافع کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو احرام کی حالت میں شدید سردی محسوس ہونے لگی، اس لیے انھوں نے کہا: مجھ پر کوئی کپڑا ڈالو، میں نے ان کے اوپر کوٹ ڈال دیا، لیکن انہوں نے اسے ہٹا دیا اور کہا: تم مجھ پر ایسا کپڑا ڈال رہے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم کو جس کو پہننے سے منع فرمایا تھا۔

فوائد: ......کپڑے کو اوپر ڈالنے سے پہننا تو لازم نہیں آتا۔
معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے احتیاط کرتے ہوئے اپنے اوپر بھی کوٹ کر رکھنا پسند نہیں کیا یا پھر انہوں نے سمجھا ہوگا کہ جن کپڑوں سے محرم کو روکا گیا ہے وہ کسی شکل میں بھی اس کے لیے استعمال کرنے جائز نہیں۔ بہر حال اصل میں تو پہننے سے ہی روکا گیا ہے، تا کہ ہر قسم کے استعمال سے۔ (عبداللہ رفیق)

(٤٢٥٥) عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى

صفوان بن یعلی بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا یعلی، سیدنا عمر

(٤٢٥٤) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين - أخرجه البخاري: ٥٧٩٤، ٥٨٠٥ (انظر: ٤٨٥٦)
(٤٢٥٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٣٦، ٤٣٢٩، ومسلم: ١١٨٠ (انظر: ١٧٩٤٨)

بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلٰى كَانَ يَقُوْلُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: لَيْتَنِي أَرَى النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ، مَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، مِنْهُمْ عُمَرُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخًا بِطِيْبٍ (وَفِيْ لَفْظٍ: وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِخَلُوْقٍ وَعَلَيْهِ مُقَطَّعَاتٌ) قَالَ: فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِيْ جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيْبٍ فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ، فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ إِلٰى يَعْلٰى أَنْ تَعَالَ۔ فَجَاءَهُ يَعْلٰى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ (وَفِيْ لَفْظٍ قَالَ: فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي مَعَهُمْ فِيْ السِّتْرِ) فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: ((أَيْنَ الَّذِيْ سَأَلَنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا؟)) فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ، فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ)) (مسند احمد: ۱۸۱۱۲)

بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو میں اس کیفیت میں آپ ﷺ کو دیکھوں۔ بعد میں ایک دن جب آپ ﷺ جعرانہ مقام میں تھے، آپ ﷺ کے اوپر ایک کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا، صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، اسی دوران ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، جبکہ اس نے ایک جبہ پہنا ہوا تھا اور اس سے خوشبو آ رہی تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس آدمی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جس نے اچھی طرح خوشبو ملنے کے بعد جبہ میں عمرہ کا احرام باندھا ہو؟ نبی کریم ﷺ نے کچھ دیر اس کی طرف دیکھا اور پھر خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ ادھر آؤ، چنانچہ سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا سر کپڑے کے اندر داخل کر لیا، انھوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور آپ ﷺ خراٹے لے رہے تھے، کچھ دیر یہی کیفیت رہی، بعد ازاں یہ زائل ہو گئی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی ابھی عمرہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا، وہ کہاں ہے؟'' جب اس شخص کو تلاش کر کے لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم پر جو خوشبو لگی ہوئی ہے، اسے تین دفعہ اچھی طرح دھو ڈالو، اور یہ جبہ اتار دو اور عمرہ کے لئے باقی سارے کام اسی طرح کرو جیسے حج میں کرتے ہو۔''

فوائد: ...... ''مُقَطَّعَاتٌ'' سے مراد سلے ہوئے کپڑے ہیں، صحیح مسلم کی روایت میں جبّہ کے ساتھ اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے، اس لیے ہم نے ترجمہ کرتے ہوئے جُبّہ کا ذکر کر دیا ہے۔ ''عمرہ کے لئے باقی سارے کام اسی طرح کرو جیسے حج میں کرتے ہو۔'' اس سے مراد یہ ہے جیسے حج میں طواف، سعی اور حجامت جیسے افعال کرتے ہو، اسی طرح عمرے میں بھی کرو، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ حج کے احرام میں جن امور سے اجتناب کرتے ہو، عمرے کے احرام میں بھی ان سے

اجتناب کرو۔

(٤٢٥٦) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ عَطَاءٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أَحْرَمْتُ فِيْمَا تَرٰى وَالنَّاسُ يَسْخَرُوْنَ مِنِّي، وَأَطْرَقَ هُنَيْهَةً، قَالَ: ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ: ((اخْلَعْ عَنْكَ هٰذِهِ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ هٰذَا الزَّعْفَرَانَ وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ۔)) (مسند احمد: ١٨١٢٨)

(دوسری سند) سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، جبکہ اس نے جبہ پہنا ہوا تھا اور اس پر زعفران کی خوشبو کے نشانات واضح تھے، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے جس حال میں دیکھ رہے ہیں، میں نے اسی حالت میں احرام باندھا ہے، جبکہ لوگ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا لیا اور پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا: ''تم یہ جبہ اتار دو اور اس زعفران کو دھو ڈالو اور عمرہ میں باقی کام اسی طرح انجام دو، جیسے حج میں کرتے ہو۔''

فوائد: ......لوگوں کے مذاق کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے بے علمی کی وجہ سے احرام کی حالت میں جُبّہ پہنا ہوا تھا اور خوب زعفران لگائی ہوئی تھی، جبکہ یہ احکام دوسرے صحابہ کے لیے معروف تھے۔ حدیث نمبر (۴۱۶۱) میں اس حدیث سے متعلقہ احکام بیان کیے جا چکے ہیں۔

(٤٢٥٧) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ، وَلَا تُمِسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔)) (مسند احمد: ١٨٥٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی (حج کے سفر میں) نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا، اسے اس کی اونٹنی نے گرایا اور وہ اس وجہ سے احرام کی حالت میں ہی فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر اس کے انہی دو کپڑوں میں کفن دے دو اور اسے خوشبو لگاؤ نہ اس کا سر ڈھانپو، کیونکہ اسے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ یہ تلبیہ پکار رہا ہوگا۔''

فوائد: ......احرام کی حالت میں وفات پانے والے کے کتنے خوبصورت احکام بیان کیے جا رہے ہیں، ایسے لگ رہا ہے کہ یہ شخص مرنے کے بعد بھی محرِم ہے، اس پر مستزاد یہ کہ یہ جس حالت میں فوت ہوا، قیامت والے دن اسی حالت پر اٹھے گا اور اس پر حج کی علامت موجود ہوگی۔

(٤٢٥٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٥٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٥١، ومسلم: ١٢٠٦ (انظر: ١٨٥٠)

(٤٢٥٨) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدَّهِنُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ بِالزَّيْتِ غَيْرِ الْمُقَتَّتِ۔ (مسند احمد: ٤٧٨٣)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے وقت ایسا تیل لگایا کرتے تھے، جو خوشبو والا نہیں ہوتا تھا۔

فوائد: ...... یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن اس قسم کے تیل وغیرہ کی پابندی کوئی نہیں ہے۔

اَلْحِجَامَةُ وَالْاِكْتِحَالُ وَغَسْلُ الرَّأْسِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لیے سینگی لگوانے، سرمہ لگانے اور سر دھونے کا بیان

(٤٢٥٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِيْ رَأْسِهِ مِنْ صُدَاعٍ وَجَدَهُ۔ (مسند احمد: ٣٥٢٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے سر درد محسوس کرنے کی وجہ سے سر میں سینگی لگوائی، جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے۔

(٤٢٦٠) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيْقِ مَكَّةَ عَلٰى وَسَطِ رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٣٣١٢)

سیدنا عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے راستہ میں لحی جمل کے مقام پر احرام کی حالت میں سر پر سینگی لگوائی تھی۔

فوائد: ...... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام لحی جمل ہے اور یہ مقام مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ امام نووی نے کہا: اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ کسی عذر کی بنا پر سر وغیرہ سینگی لگوانا جائز ہے، اگرچہ بال کاٹنے پڑیں، لیکن بال کاٹنے کی وجہ سے فدیہ لازم آئے گا، اگر بال کاٹنے کی نوبت نہ آئے تو کوئی فدیہ نہیں ہوگا، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ﴾ ...... ''البتہ جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ١٩٦) آپ ﷺ کا سر میں سینگی لگوانا، اس کو عذر پر محمول کیا جائے، کیونکہ اس کے لیے ہر صورت میں بال کٹوانا پڑیں گے، اگر محرِم بغیر عذر کے سینگی لگوانا چاہے اور اس کے بال بھی کاٹنا پڑیں تو بال کاٹنے کی وجہ سے اس کا یہ فعل حرام ہوگا، ہاں اگر بال کاٹے بغیر سینگی لگوالی جائے، جبکہ کوئی مجبوری بھی نہ ہو، تو یہ جائز ہوگا اور اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں پڑے گا۔

(شرح مسلم للنووی: ٨/ ١٢٣)

(٤٢٥٨) تخريج: اسناده ضعيف لضعف فرقد السبخي - أخرجه الترمذي: ٩٦٢، وابن ماجه: ٣٠٨٣ (انظر: ٤٧٨٣)

(٤٢٥٩) تخريج: أخرجه البخاري: ٥٧٠٠ (انظر: ٣٥٢٣)

(٤٢٦٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٣٦، ٥٦٩٨، ومسلم: ١٢٠٣ (انظر: ٢٢٩٢٤)

(٤٢٦١) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَجْعٍ كَانَ بِهِ۔ (مسند احمد: ١٢٧١٢)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں پاؤں کی پشت پر سینگی لگوائی تھی، کیونکہ آپ ﷺ کو اس مقام پر تکلیف تھی۔

(٤٢٦٢) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِوَرِكِهِ أَوْ ظَهْرِهِ۔ (مسند احمد: ١٤٣٣١)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پشت یا کولہے میں تکلیف تھی، اس لیے آپ ﷺ سینگی لگوائی تھی، جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے۔

(٤٢٦٣) عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَرْسَلَ عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ أَيَكْحُلُ عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ أَوْ بِأَيِّ شَيْءٍ يَكْحُلُهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَضْمِدَهَا بِالصَّبِرِ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ ذَالِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ (مسند احمد: ٤٩٤)

نبیہ بن وہب کا بیان ہے کہ عمر بن عبید اللہ نے سیدنا ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ایک آدمی کو بھیج کر پوچھا کہ آیا وہ احرام کی حالت میں آنکھوں میں سرمہ لگا سکتے ہیں یا وہ احرام کی حالت میں آنکھوں میں کونسی چیز لگائیں؟ ابان نے واپسی جواب بھیجا کہ "صَبِر" لگالیں، انھوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے سنا تھا۔

(٤٢٦٤) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّهُ حَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ أَوْ قَالَ فِي الْمُحْرِمِ إِذَا اشْتَكَى عَيْنَيْهِ أَنْ يَضْمِدَهَا بِالصَّبِرِ۔ (مسند احمد: ٤٩٧)

(دوسری سند) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ رخصت دی ہے کہ اگر محرم کی آنکھوں میں تکلیف ہوتو وہ "صَبِر" لگا سکتا ہے۔

فوائد: ......ایلوا، جو ایک کڑوا پودا ہے، اس کو اور اس کے عرق کو "صَبِر" کہتے ہیں۔اس چیز کی جگہ پر آنکھ کا ڈراپ بھی ڈالا جا سکتا ہے، بہرحال اس سے کوئی خوشبو نہیں آنی چاہیے۔

(٤٢٦٥) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ قَالَ: كُنْتُ

عبداللہ بن حنین کہتے ہیں: میں سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا

(٤٢٦١) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين ـ أخرجه ابوداود: ١٨٣٧، والنسائي: ٥/ ١٩٤ (انظر: ١٢٦٨٢)

(٤٢٦٢) تخريج: صحيح لغيره ـ أخرجه ابوداود: ٣٨٦٣، وابن ماجه: ٣٠٨٢ (انظر: ١٤٢٨٠)

(٤٢٦٣) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٠٤ (انظر: ٤٩٤)

(٤٢٦٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٦٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٤٠، ومسلم: ١٢٠٥ (انظر: ٢٣٥٧٨)

مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرِ بِالْأَبْوَاءِ، فَتَحَدَّثْنَا حَتّٰى ذَكَرْنَا غَسْلَ الْمُحْرِمِ رَأْسَهُ، فَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلٰى، فَأَرْسَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ إِلٰى أَبِي أَيُّوبَ (الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ) يَقْرَأُ عَلَيْكَ ابْنُ أَخِيكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ السَّلَامَ وَيَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ مُحْرِمًا، قَالَ: فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ قَرْنَيْ بِئْرٍ قَدْ سَتَرَ عَلَيْهِ بِثَوْبٍ، فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ بِهِ ضَمَّ الثَّوْبَ إِلٰى صَدْرِهِ حَتّٰى بَدَا لِي وَجْهُهُ وَرَأَيْتُهُ وَإِنْسَانٌ قَائِمٌ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ، قَالَ: فَأَشَارَ أَبُوْ أَيُّوبَ بِيَدِهِ عَلٰى رَأْسِهِ جَمِيعًا عَلٰى جَمِيعِ رَأْسِهِ، أَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، فَقَالَ الْمِسْوَرُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: لَا أُمَارِيكَ أَبَدًا۔ (مسند احمد: ٢٣٩٧٥)

مسور رضی اللہ عنہما کے ساتھ ابواء کے مقام پر تھا، ہم باتیں کر رہے تھے، دورانِ گفتگو یہ ذکر ہونے لگا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے یا نہیں؟ سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں دھو سکتا، لیکن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: دھو سکتا ہے، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ان کو کہنا کہ آپ کا بھتیجا عبد اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ پوچھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں اپنا سر کس طرح دھویا کرتے تھے؟ جب میں وہاں پہنچا تو انہیں اس حال میں پایا کہ وہ ایک کنوئیں کے دوستونوں کے درمیان غسل کر رہے تھے اور کپڑے سے پردہ کیا ہوا تھا، جب میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تو انہوں نے پردے والے کپڑے کو سینہ تک نیچے کیا، سو ان کا چہرہ میرے لئے ظاہر ہوا، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہو کر ان کے سر پر پانی ڈال رہا تھا۔ (جب میں نے یہ سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں اپنے سر کو کیسے دھوتے تھے؟) تو سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے اپنے پورے سر پر آگے پیچھے پھیرا، جب میں نے واپس جا کر ساری بات ذکر کی تو سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آئندہ آپ سے کوئی مباحثہ نہیں کروں گا۔

(٤٢٦٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: اِخْتَلَفَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ فِي الْمُحْرِمِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَغْسِلُ، وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ، فَأَرْسَلُوْنِي إِلٰى أَبِي أَيُّوبَ فَسَأَلْتُهُ، فَصَبَّ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ أَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ بِهِمَا،

(دوسری سند) عبد اللہ بن حنین کہتے ہیں: سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے یا نہیں؟ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: دھو سکتا ہے، لیکن سیدنا مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں دھو سکتا، ان دونوں نے مجھے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیجا تا کہ میں ان سے یہ مسئلہ پوچھ کر آؤں، جب

(٤٢٦٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ۔ (مسند احمد: ٢٣٩٤٤، ٢٣٩٧٥)

میں نے ان سے جا کر پوچھا تو انہوں نے اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے گھمایا اور پھر کہا: میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

فوائد: ......محرم کے نہانے، سر دھونے اور آنکھ کوئی دوا وغیرہ ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، سینگی لگوانے کا مسئلہ باب کے شروع میں گزر چکا ہے۔

تَظَلُّلُ الْمُحْرِمِ مِنَ الْحَرِّ اَوْ غَيْرِهٖ وَمَا جَاءَ فِيْ تَغْطِيَةِ الرَّأْسِ لِلرَّجُلِ وَالْوَجْهِ لِلْمَرْأَةِ وَفِيْ ضَرْبِ الْمُحْرِمِ خَادِمَهٗ

احرام کی حالت میں گرمی وغیرہ سے بچنے کے لئے سایہ کرنے، مرد کا سر کو اور عورت کا چہرہ کو ڈھانپنے اور محرم کا اپنے خادم کو مارنے کا بیان

(٤٢٦٧) عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ رضي الله عنها قَالَتْ: حَجَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَبِلَالًا وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ٢٧٨٠١)

سیدہ ام حصین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، میں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ان میں سے ایک نے نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرا اپنا کپڑا اٹھا کر آپ ﷺ کو گرمی سے بچانے کے لیے آپ ﷺ پر سایہ کر رہا تھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔

فوائد: ......اس سے معلوم ہوا کہ محرم پر سایہ کیا جا سکتا ہے، اسی طرح کسی سایہ دار چیز جیسے شامیانہ، چھپر، سائبان اور شیڈ وغیرہ کے نیچے بھی بیٹھ سکتا ہے۔

(٤٢٦٨) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه عَمَّنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَاحَ إِلٰى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَإِلٰى جَانِبِهِ بِلَالٌ، بِيَدِهِ عُوْدٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ يُظَلِّلُ بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ٢٢٦٦١)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ، ایک ایسے آدمی سے روایت کرتے ہیں، جس نے دیکھا کہ آپ ﷺ ترویہ والے دن (یعنی آٹھ ذوالحجہ کو) منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پہلو میں تھے، ان کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، اس پر ایک کپڑا تھا، جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کے اوپر سایہ کر رہے تھے۔

(٤٢٦٧) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٩٨ (انظر: ٢٧٢٥٩)

(٤٢٦٨) تخريج: اسناده ضعيف جدا، على بن يزيد الالهانى متروك الحديث، وعثمان بن ابى العاتكة ضعيف ۔ أخرجه الطبرانى فى "الكبير": ٧٨٨٨ (انظر: ٢٢٣٠٥)

(٤٢٦٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فِی الرَّجُلِ الَّذِیْ وَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔)) (مسند احمد: ١٨٥٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آدمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، جسے اس کی اونٹنی نے گرا دیا تھا اور وہ فوت ہو گیا تھا، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا: ''اس کا سر نہ ڈھانپنا، کیونکہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ یہ تلبیہ کہہ رہا ہوگا۔''

(٤٢٧٠) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا، أَسْدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ۔ (مسند احمد: ٢٤٥٢٢)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، جب قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنی چادریں سروں سے چہروں کے اوپر کر لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم چہرے سے چادریں ہٹا لیتیں۔

(٤٢٧١) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِی بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُجَّاجًا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْعَرْجِ، نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَجَلَسَتْ عَائِشَةُ إِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَلَسْتُ إِلٰى جَنْبِ أَبِی وَكَانَتْ زِمَالَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَزِمَالَةُ أَبِی بَكْرٍ وَاحِدَةً مَعَ غُلَامِ أَبِی بَكْرٍ، فَجَلَسَ أَبُوْ بَكْرٍ يَنْتَظِرُهُ أَنْ يَطْلُعَ عَلَيْهِ فَطَلَعَ وَلَيْسَ مَعَهُ بَعِيْرٌ، فَقَالَ: أَيْنَ بَعِيْرُكَ؟ قَالَ: قَدْ أَضْلَلْتُهُ الْبَارِحَةَ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: بَعِيْرٌ وَاحِدٌ تُضِلُّهُ؟ فَطَفِقَ يَضْرِبُهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَبَسَّمُ، وَيَقُوْلُ: ((اُنْظُرُوْا إِلٰى هٰذَا الْمُحْرِمِ وَمَا يَصْنَعُ۔)) (مسند احمد: ٢٧٤٥٥)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوئے، جب ہم مقام عرج پر پہنچے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گئیں اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھ گئی، رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سواری اور سامان وغیرہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام کی تحویل میں تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے غلام کا انتظار کر رہے تھے، لیکن جب وہ آیا تو اس کے پاس اونٹ نہیں تھا، جب انھوں نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ تو رات کو گم ہو گیا تھا، یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگے: ایک ہی اونٹ تھا، وہ بھی تم نے گم کر دیا، یہ کہہ کر اسے مارنے بھی لگ گئے، جبکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے: ''دیکھو یہ احرام کی حالت میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔''

(٤٢٦٩) تخريج: أخرجه البخارى: ١٨٥١، ومسلم: ١٢٠٦ (انظر: ١٨٥٠)

(٤٢٧٠) اسناده ضعيف لضعف يزيد بن ابى زياد القرشى ۔ أخرجه ابوداود: ١٨٣٣، وابن ماجه: ٢٩٣٥ (انظر: ٢٤٠٢١)

(٤٢٧١) قال الالبانى: حسن (سنن ابى داود)۔ أخرجه ابوداود: ١٨١٨، و ابن ماجه: ٢٩٣٣ (انظر: ٢٦٩١٦)

فوائد: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُحرِم تادیبی کاروائی کرتے ہوئے اپنے غلام کو سزا دے سکتا ہے، بہرحال افضل یہی ہے کہ معاف کر دیا جائے، آپ ﷺ کا مقصود یہی تھا یا سزا دینا ضروری ہو تو ممکن حد تک اسے حلال ہونے تک مؤخر کر دیا جائے۔

حَدِيْثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَتَعَدُّدُ طُرُقِهِ فِي الرُّخْصَةِ فِي حَلْقِ رَأْسِ الْمُحْرِمِ لِعُذْرٍ وَبَيَانُ فِدْيَتِهِ

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اور اس کے متعدد طرق کا بیان

اس حدیث میں کسی عذر کی بنا پر محرم کا سر منڈوانے اور اس کے فدیے کا بیان ہے۔

(٤٢٧٢) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ وَكَانَتْ لِي وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰى وَجْهِي، فَمَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْلِقَ، قَالَ: وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾۔ (مسند احمد: ١٨٢٨٠)

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر احرام کی حالت میں تھے، مشرکین مکہ نے ہمیں آگے جانے سے روک دیا، میرے لمبے لمبے بال تھے اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، نبی کریم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے مجھے سر منڈانے کا حکم دیا اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَمَنْ كَانَ .... أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ (تم میں سے جو آدمی مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو، تو وہ بال منڈوا لے اور روزوں کا، یا صدقہ کا یا قربانی کا فدیہ دے)۔

(٤٢٧٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَحْلِقَ رَأْسَهُ وَقَالَ: صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، مُدَّيْنِ مُدَّيْنِ لِكُلِّ إِنْسَانٍ أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ، أَيَّ ذَالِكَ فَعَلْتَ أَجْزَأَكَ۔)) (مسند احمد: ١٨٢٨٦)

(دوسری سند) اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ سر منڈوا لے اور فرمایا: ''تم فدیہ میں تین روزے رکھو یا چھ مساکین کو اس طرح کھانا کھلاؤ کہ ہر ایک کو دو دو مُدّ کھانا آ جائے یا ایک بکری ذبح کر دو، تم ان میں سے جو کام بھی کر لو گے، تمہیں کفایت کرے گا۔''

(٤٢٧٢) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨١٤، ١٨١٦، ٤٥١٧، ٦٧٠٨، ومسلم: ١٢٠١ (انظر: ١٨١٠١)

(٤٢٧٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٧٤) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) فَأَمَرَنِي أَنْ أَحْلِقَ وَهُمْ بِالْحُدَيْبِيَّةِ وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحْلِقُوْنَ بِهَا، وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوْا مَكَّةَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أُطْعِمَ فَرْقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ أَوْ أَصُوْمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَذْبَحَ شَاةً۔ (مسند احمد: ١٨٢٩٣)

(تیسری سند) اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں سر منڈ والوں، جبکہ مسلمان ابھی حدیبیہ کے مقام میں تھے اور ابھی تک ان کو یہ علم نہیں تھا کہ سب کو اسی مقام پر سر منڈوانا پڑے گا، سب کو یہی امید تھی کہ وہ مکہ مکرمہ داخل ہوں گے، اُدھر اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک ''فَرَق'' چھ مساکین میں تقسیم کر دوں یا تین روزے رکھوں یا ایک بکری ذبح کروں۔

فوائد: ......ایک ''فَرَق'' میں تین صاع کی گنجائش ہوتی ہے اور ایک صاع میں چار مُدّ ہوتے ہیں، اس طرح ہر مسکین کو دو دو مُدّ ہی آئے گے۔

(٤٢٧٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ رَابِعٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) قَالَ: فَاحْلِقْهُ وَاذْبَحْ شَاةً أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِثَلَاثَةِ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ۔ (مسند احمد: ١٨٢٩٧)

(چوتھی سند) یہ حدیث اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ''سر منڈوا دو اور بطور فدیہ ایک بکری ذبح کرو یا تین روزے رکھو یا کھجور کے تین صاع چھ مساکین میں تقسیم کر دو۔''

(٤٢٧٦) (وَمِنْ طَرِيْقٍ خَامِسٍ) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: قَعَدْتُ إِلٰى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ (وَفِيْ لَفْظٍ: يَعْنِيْ مَسْجِدَ الْكُوْفَةِ) فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ قَالَ: فَقَالَ كَعْبٌ: نَزَلَتْ فِيَّ، كَانَ بِيْ أَذًى مِنْ رَأْسِيْ فَحُمِلْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ، فَقَالَ: ((مَا كُنْتُ أُرٰى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ مِنْكَ مَا

(پانچویں سند) عبد اللہ بن معقل مزنی کہتے ہیں: میں کوفہ کی مسجد میں سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے اس آیت ﴿فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾(سورۂ بقرہ: ١٩٦) کی بابت پوچھا، انہوں نے کہا: یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، میرے سر میں جوئیں تھیں، اس لیے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا یہ خیال تو نہیں تھا کہ تجھے اس قدر تکلیف اور مشقت ہو گی، کیا تم بکری ذبح کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟'' میں نے

(٤٢٧٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٤٢٧٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٤٢٧٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

أَرٰی، أَتَجِدُ شَاةً؟)) فَقُلْتُ: لَا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ قَالَ: صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ، نِصْفَ صَاعٍ طَعَامٍ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ، قَالَ: فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً۔ (مسند احمد: ۱۸۲۸۹)

عرض کیا: جی نہیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۹۶) یعنی تین روزے رکھنا یا چھ مساکین کو اس طرح کھانا کھلانا کہ ہر ایک کو نصف نصف صاع آ جائے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت خاص طور پر نازل تو میرے بارے میں ہوئی، لیکن اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔

(۴۲۷۷) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ سَادِسٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ:) قَالَ: ((أَتَقْدِرُ عَلٰی نُسُكٍ؟)) قُلْتُ: لَا، قَالَ: ((فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ، لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ۔)) (مسند احمد: ۱۸۳۰۰)

(چھٹی سند) اس میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم بکری ذبح کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟'' میں نے کہا: جی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر تم تین روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو اس طرح کھانا کھلا دو کہ ہر مسکین کو کھجوروں کا نصف نصف صاع مل جائے۔''

(۴۲۷۸) (وَمِنْ طَرِيْقٍ سَابِعٍ) عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: قَمِلْتُ، حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّ كُلَّ شَعْرَةٍ مِنْ رَأْسِي فِيْهَا الْقَمْلُ مِنْ أَصْلِهَا إِلٰی فَرْعِهَا، فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ حِيْنَ رَأٰی ذَالِكَ قَالَ: ((اِحْلِقْ۔)) وَنَزَلَتِ الْآيَةُ، قَالَ: ((أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ۔)) (مسند احمد: ۱۸۲۸۱)

(ساتویں سند) سیدنا کعب بن عجرہ کہتے ہیں: میرے سر میں اس قدر جوئیں ہوگئیں کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ میرے سر کے ہر ہر بال کی جڑ سے لے کر اوپر تک جوئیں ہی جوئیں ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے میرا یہ حال دیکھا تو فرمایا: ''سر منڈا دو۔'' اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''چھ مساکین کو تین صاع کھجوریں کھلا دو۔''

(۴۲۷۹) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَامِنٍ) عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ كَعْبًا أَنْ يَحْلِقَ رَأْسَهُ مِنَ الْقَمْلِ، قَالَ: ((صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ مُدَّيْنِ مُدَّيْنِ أَوِ اذْبَحْ۔)) (مسند احمد: ۱۸۲۹۶)

(آٹھویں سند) سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جوؤں کی وجہ سے ان کو سر منڈوا دینے کا حکم دیا اور فرمایا: ''تین روزے رکھو یا ہر مسکین کو دو دو مُدّ کر کے چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک بکری ذبح کر دو۔''

(۴۲۷۷) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۴۲۷۸) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(۴۲۷۹) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

فوائد: ......عمرہ کے موقع پر سعی کے بعد اور حج کے موقع پر (۱۰) ذوالحجہ کو حجامت کروائی جاتی ہے، اگر کسی عذر کی وجہ سے وقت سے پہلے سر کی تقصیر یا تحلیق کروانا پڑ جائے، تو ایسا کروایا جا سکتا ہے، لیکن فدیہ ادا کرنا پڑے گا، فدیہ کی تفصیل اس باب میں بیان ہوگئی ہے۔

نِكَاحُ الْمُحْرِمِ وَإِنْكَاحُهُ وَخِطْبَتُهُ

احرام کی حالت میں نکاح کرنے یا کروانے یا نکاح کا پیغام بھیجنے کا بیان

(٤٢٨٠) عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ (بْنِ عَفَّانَ) عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ۔)) (مسند احمد: ٥٣٤)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نہ محرم اپنا نکاح کر سکتا ہے، نہ کسی کا کروا سکتا ہے اور نہ نکاح کا پیغام بھیج سکتا ہے۔''

(٤٢٨١) عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ وَكَانَ يَخْطُبُ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ عَلٰى ابْنِهِ، فَأَرْسَلَ إِلٰى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ، فَقَالَ: أَلَا أُرَاهُ أَعْرَابِيًّا، إِنَّ الْمُحْرِمَ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ، أَخْبَرَنِي بِذٰلِكَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَحَدَّثَنِي نُبَيْهٌ عَنْ أَبِيهِ بِنَحْوِهِ۔ (مسند احمد: ٥٣٥)

نُبیہ بن وہب کہتے ہیں: عمر بن عبید اللہ اپنے بیٹے (طلحہ) کے لیے شیبہ بن عثمان کی بیٹی کا رشتہ لینا چاہتے تھے، پس انھوں نے ابان بن عثمان کی طرف پیغام بھیجا، جبکہ وہ اس وقت امیرِ حج تھے، انھوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ شخص بھی بدّو ہی ہے، (جو شرعی احکام سے جاہل ہے)، بات یہ ہے کہ محرم نہ نکاح کر سکتا ہے اور نہ کروا سکتا ہے، مجھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے بیان کی تھی۔

(٤٢٨٢) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ امْرَأَةٍ أَرَادَ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ وَهُوَ خَارِجٌ مِنْ مَكَّةَ، فَأَرَادَ أَنْ يَعْتَمِرَ أَوْ يَحُجَّ، فَقَالَ: لَا تَتَزَوَّجْهَا وَأَنْتَ مُحْرِمٌ، نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ٥٩٥٨)

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، جبکہ وہ مکہ سے باہر تھے، سے پوچھا کہ ایک آدمی، ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے، اب اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ عمرہ اور حج بھی کر لے (اور پھر احرام کی حالت میں شادی بھی کرے) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم احرام کی حالت میں اس سے شادی نہیں کر سکتے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے

(٤٢٨٠) تخريج: أخرجه مسلم: ١٤٠٩ (انظر: ٥٣٤)
(٤٢٨١) تخريج: أخرجه مسلم: ١٤٠٩ (انظر: ٥٣٥)
(٤٢٨٢) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه الدارقطنى فى "السنن": ٣/ ٢٦٠ (انظر: ٥٩٥٨)

سے منع فرمایا ہے۔

(٤٢٨٣) عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷠ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَتَزَوَّجَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَيَقُوْلُ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَهَ بِنْتَ الْحَارِثِ بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ سَرِفُ، وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَلَمَّا قَضَى نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ حَجَّتَهُ أَقْبَلَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِذَالِكَ الْمَاءِ أَعْرَسَ بِهَا۔ (مسند احمد: ٢٤٩٢)

عکرمہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں شادی کر لینے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے خود سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام کی حالت میں شادی کی تھی، جبکہ اس وقت آپ ﷺ سرف مقام پر پانی کے پاس تھے، پھر جب آپ ﷺ نے اپنا حج پورا کر لیا تو اسی پانی کے پاس آئے تو ان کی رخصتی عمل میں آئی۔

(٤٢٨٤) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَكَحَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنٰى بِهَا حَلَالًا بِسَرِفَ وَمَاتَتْ بِسَرِفَ۔ (مسند احمد: ٣٣٨٤)

(دوسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا، لیکن جب سرف مقام پر ان کے ساتھ خلوت اختیار کی تو اس وقت آپ ﷺ حلال تھے، پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بعد میں اسی مقامِ سرف پر فوت ہوئی تھیں۔

(٤٢٨٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَهُمَا مُحْرِمَانِ۔ (مسند احمد: ٢٢٠٠)

(تیسری سند) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو وہ دونوں احرام کی حالت میں تھے۔

فوائد: ......آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، یہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا وہم ہے، آپ ﷺ نے احرام سے پہلے نکاح کیا تھا، تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(٤٢٨٦) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا، وَبَنٰى بِهَا حَلَالًا وَمَاتَتْ بِسَرِفَ

یزید بن اصم سے روایت ہے کہ زوجۂ رسول سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا یہ بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے نکاح کیا تو آپ ﷺ حلال تھے، اسی طرح جب آپ ﷺ نے

(٤٢٨٣) تخريج: أخرجه البخاري: ٤٢٥٨، ٥١١٤، ومسلم: ١٤١٠ (انظر: ٢٤٩٢)

(٤٢٨٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٨٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٢٨٦) تخريج: أخرجه مسلم: ١٤١١ (انظر: ٢٦٨٢٨)

فَدَفَنَّاهَا فِي الظُّلَّةِ الَّتِي بَنٰى بِهَا فِيهَا، فَنَزَلْنَا فِي قَبْرِهَا أَنَا وَابْنُ عَبَّاسٍ۔ (مسند احمد: ۲۷۳٦٥)

ان سے خلوت اختیار کی تو اس وقت بھی آپ ﷺ احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ بعد میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی سرف کے مقام پر ہوا تھا، ہم نے انہیں اسی سائے میں دفن کیا تھا، جہاں رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ شب باشی کی تھی، میں اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی قبر میں اترے تھے۔

(٤٢٨٧) عَنْ أَبِي رَافِعٍ رضی اللہ عنہ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ حَلَالًا وَبَنٰى بِهَا حَلَالًا وَكُنْتُ الرَّسُوْلَ بَيْنَهُمَا۔ (مسند احمد: ۲۷۷۳۹)

مولائے رسول سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور جب ان کے ساتھ خلوت اختیار کی تو آپ ﷺ حلال تھے یعنی احرام کی حالت میں نہ تھے اور میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا۔

فوائد: ...... منگنی کا پیغام بھیجنا، نکاح کرنا اور نکاح کروانا، یہ سب امور محرِم کے لیے حرام ہیں، نبی کریم ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے احرام سے پہلے شادی کی تھی، اس معاملے میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حقیقتِ حال کا علم نہ ہو سکا تھا اور انھوں نے کسی وہم کی بنا پر یہ سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں نکاح کیا تھا، ممکن ہے کہ جب یہ نکاح مشہور ہوا ہو تو اس وقت آپ ﷺ احرام کی حالت میں ہوں اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھ لیا ہو کہ ابھی نکاح ہوا ہے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا صاحب القصہ تھیں اور سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ اس نکاح کے قاصد تھے، ان دونوں کا بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے احرام سے پہلے نکاح کیا تھا، جبکہ آپ ﷺ نے محرِم کے لیے نکاح کرنے کو حرام بھی قرار دیا ہے، اس لیے یہ قرائن اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ نکاح احرام سے پہلے ہوا تھا۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام بَرّہ تھا، آپ ﷺ نے ان کا نام میمونہ رکھا، آپ ﷺ نے عمرۂ قضا کے موقع پر ذوالحجہ ۷ ھ میں احرام سے پہلے ان سے نکاح کیا تھا اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد حق زوجیت ادا کیا تھا۔

تَحْرِيْمُ صَيْدِ الْبَرِّ عَلَى الْمُحْرِمِ وَاَكْلِهِ

محرم کے لئے خشکی کا شکار کرنے اور اس کو کھانے کے حرام ہونے کا بیان

(٤٢٨٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ الْأَسَدِيَّ رضی اللہ عنہ أَهْدٰى إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رِجْلَ حِمَارِ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا صعب بن جثامہ اسدی رضی اللہ عنہ نے وحشی گدھے کی ایک ٹانگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کی، لیکن آپ ﷺ

(٤٢٨٧) تخريج: حديث حسن ـ أخرجه الترمذي: ٨٤١ (انظر: ٢٧١٩٧)

(٤٢٨٨) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٩٤ (انظر: ١٨٥٦)

فَرَدَّهُ، وَقَالَ: ((إِنَّا مُحْرِمُوْنَ۔)) (مسند احمد: ۱۸۵٦)

نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا: ''ہم احرام کی حالت میں ہیں۔''

(۴۲۸۹) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ ؓ قَالَ مَرَّ بِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا بِالْأَبْوَاءِ، أَوْ بِوَدَّانَ فَأَهْدَيْتُ لَهُ مِنْ لَحْمِ حِمَارِ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَأَى فِي وَجْهِي الْكَرَاهَةَ، قَالَ: ((أَنَّهُ لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ وَلٰكِنَّا حُرُمٌ۔)) (مسند احمد: ۱٦۵۳٦)

سیدنا صعب بن جثامہ ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں ابواء یا ودان کی وادی میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، میں نے جنگلی گدھے کا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کیا، جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے، آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا، لیکن جب میرے چہرے پر افسردگی کے آثار دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے یہ گوشت واپس نہیں کرنا تھا، بات یہ ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔''

(۴۲۹۰) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ حِمَارًا وَحْشِيًّا فَرَدَّهُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ۱٦۸۰۷)

(دوسری سند) سیدنا صعب بن جثامہ لیثی ؓ نے ابواء یا ودان میں جنگلی گدھے کا گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، لیکن آپ ﷺ نے اسے ردّ کر دیا، ......۔

(۴۲۹۱) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) فَأَهْدَيْتُ لَهُ حِمَارَ وَحْشٍ فَرَدَّهُ عَلَيَّ، اَلْحَدِيْثَ، وَفِي آخِرِهِ قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ: اَلْحِمَارُ عَقِيْرٌ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي۔ (مسند احمد: ۱٦۵٤۲)

(تیسری سند) یہ حدیث ایسے ہی مروی ہے، البتہ اس میں ہے: میں نے جنگلی گدھے کا گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، لیکن آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا۔ اس کے آخر میں ہے: میں (ابن جریج) نے ابن شہاب سے کہا: کیا یہ جنگلی گدھا شکاری کے تیر کی وجہ سے مرا ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: معلوم نہیں۔

(۴۲۹۲) عَنْ طَاوُوْسٍ قَالَ: قَدِمَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ ؓ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ ؓ

طاؤس سے روایت ہے کہ سیدنا زید بن ارقم ؓ تشریف لائے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ نے انہیں یاد دلاتے ہوئے کہا:

(۴۲۸۹) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۸۲۵، ۲۵۷۳، ومسلم: ۱۱۹۳ (انظر: ۱٦٤۲۲)
(۴۲۹۰) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول
(۴۲۹۱) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول
(۴۲۹۲) تخریج: أخرجه مسلم: ۱۱۹۵ (انظر: ۱۹۲۷۱)

يَسْتَذْكِرُهُ: كَيْفَ أَخْبَرْتَنِي عَنْ لَحْمٍ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ حَرَامٌ، قَالَ: نَعَمْ أَهْدَى رَجُلٌ عُضْوًا مِنْ لَحْمِ صَيْدٍ، فَرَدَّهُ وَقَالَ: إِنَّا لَا نَأْكُلُهُ، أَنَّا حُرُمٌ۔ (مسند احمد: ١٩٤٨٦)

آپ نے مجھے کیسے بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ محرم تھے تو آپ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تھا۔ انھوں نے کہا: جی ہاں، ایک آدمی نے شکار کے گوشت کا ایک عضو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا، لیکن آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا تھا: ''ہم یہ نہیں کھائیں گے، کیونکہ ہم محرم ہیں۔''

(٤٢٩٣) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَشِيقَةُ ظَبْيٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهَا، (وَفِي لَفْظٍ: فَلَمْ يَأْكُلْهُ) قَالَ سُفْيَانُ: الْوَشِيقَةُ مَا طُبِخَ وَقُدِّدَ۔ (مسند احمد: ٢٤٦٢٩)

سیدہ عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ ہرن کا کم ابلا ہوا گوشت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، چونکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے اس لیے آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا اور نہیں کھایا۔ سفیان نے کہا: ''وَشِيقَه'' وہ ہوتا ہے، جس کو پکایا جائے اور پارچے بنا کر خشک کر لیا جائے۔

(٤٢٩٤) عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ ثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيُّ قَالَ: كَانَ أَبِي الْحَارِثُ عَلَى أَمْرٍ مِنْ أَمْرِ مَكَّةَ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ فَأَقْبَلَ عُثْمَانُ ؓ إِلَى مَكَّةَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ: فَاسْتَقْبَلْتُ عُثْمَانَ بِالنُّزُلِ بِقُدَيْدٍ فَاصْطَادَ أَهْلُ الْمَاءِ حَجَلًا، فَطَبَخْنَاهُ بِمَاءٍ وَمِلْحٍ، فَجَعَلْنَاهُ عُرَاقًا لِلثَّرِيدِ، فَقَدَّمْنَاهُ إِلَى عُثْمَانَ وَأَصْحَابِهِ فَأَمْسَكُوا، فَقَالَ عُثْمَانُ: صَيْدٌ لَمْ أَصْطَدْهُ وَلَمْ نَأْمُرْ بِصَيْدِهِ، اصْطَادَهُ قَوْمٌ حِلٌّ، فَأَطْعَمُونَا فَمَا بَأْسٌ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ: مَنْ يَقُولُ فِي هٰذَا؟ فَقَالُوا: عَلِيٌّ، فَبَعَثَ إِلَى

عبد اللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں: سیدنا عثمان ؓ کے عہد میں میرے والد حارث بن نوفل مکہ کے مسئول تھے، جب سیدنا عثمان ؓ مکہ تشریف لائے تو میں عبد اللہ بن حارث نے قدید کے قریب نزل کے مقام پر ان کا استقبال کیا، وہاں کے لوگوں نے چکور پرندے کا شکار کیا ہوا تھا، ہم نے اسے پانی اور نمک میں پکایا اور ثرید کے لئے اس کا شوربا بنایا، پھر ہم نے اسے سیدنا عثمان ؓ اور ان کے رفقاء کی خدمت میں پیش کیا، لیکن وہ اسے کھانے سے باز رہے، سیدنا عثمان ؓ نے کہا: ہم نے نہ تو یہ شکار کیا ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی حکم دیا ہے اور جو لوگ احرام میں نہیں ہیں، انہوں نے یہ شکار کر کے ہمارے سامنے پیش کیا ہے، اب اس میں کیا حرج ہے؟ پھر سیدنا عثمان ؓ نے کہا: اس مسئلہ کے

(٤٢٩٣) تخريج: حديث صحيح ان ثبت سماع الحسن بن محمد من عائشة ـ أخرجه ابو يعلى: ٤٦١٦، وعبد الرزاق: ٨٣٢٥ (انظر: ٢٤١٢٩)

(٤٢٩٤) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه البزار: ٩١٤، وأخرجه بنحوه ابوداود: ١٨٤٩ (انظر: ٧٨٣)

عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَجَاءَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى عَلِيٍّ حِينَ جَاءَ وَهُوَ يَحُتُّ الْخَبَطَ عَنْ كَفَّيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: صَيْدٌ لَمْ نَصْطَدْهُ وَلَمْ نَأْمُرْ بِصَيْدِهِ، قَوْمٌ حِلٌّ فَأَطْعَمُونَا فَمَا بَأْسٌ؟ قَالَ: فَغَضِبَ عَلِيٌّ وَقَالَ: أَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلًا شَهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أُتِيَ بِقَائِمَةِ حِمَارِ وَحْشٍ (وَفِيْ لَفْظٍ: بِعَجُزِ حِمَارِ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّا قَوْمٌ حُرُمٌ فَأَطْعِمُوْهُ أَهْلَ الْحِلِّ۔)) قَالَ: فَشَهِدَ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ: أُشْهِدُ اللّٰهَ رَجُلًا شَهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أُتِيَ بِبَيْضِ النَّعَامِ، (وَفِيْ لَفْظٍ: بِخَمْسِ بَيْضَاتِ نَعَامٍ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّا قَوْمٌ حُرُمٌ، أَطْعِمُوْهُ أَهْلَ الْحِلِّ۔)) قَالَ: فَشَهِدَ دُوْنَهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ مِنَ الْاِثْنَيْ عَشَرَ، قَالَ: فَثَنَى عُثْمَانُ وَرِكَهُ عَنِ الطَّعَامِ فَدَخَلَ رَحْلَهُ (وَفِيْ لَفْظٍ: فُسْطَاطَهُ) وَأَكَلَ ذَالِكَ الطَّعَامَ أَهْلُ الْمَاءِ۔ (مسند احمد: ۷۸۳)

بارے میں کون بیان کرے گا؟ لوگوں نے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ، پس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا، سو وہ تشریف لائے۔ عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں: میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے، وہ اپنی ہتھیلیوں سے پتے جھاڑ رہے تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: نہ تو ہم نے یہ شکار کیا اور نہ ہم نے اس کو شکار کرنے کے بارے میں کوئی حکم دیا، جو لوگ احرام میں نہیں ہیں، انہوں نے شکار کر کے اس کو ہمارے سامنے پیش کر دیا، اب اس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے: میں اس آدمی کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو اس واقعہ میں موجود تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جنگلی گدھے کا ایک عضو پیش کیا گیا، جبکہ آپ ﷺ محرم تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہم احرام کی حالت میں ہیں، یہ ان لوگوں کو کھلاؤ جو احرام میں نہیں ہیں۔'' بارہ صحابہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کی تائید کی۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اس آدمی کو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت موجود تھا جب آپ ﷺ کی خدمت میں شتر مرغ کے انڈے (اور ایک روایت کے مطابق) پانچ انڈے پیش کئے گئے تھے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہم تو احرام کی حالت میں ہیں، یہ ان لوگوں کو کھلاؤ جو احرام میں نہیں ہیں۔'' اس دفعہ بارہ سے کم افراد نے گواہی دی، یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کھانے سے اپنے سرین موڑ لیے اور اٹھ کر اپنے خیمے میں چلے گئے اور اس پانی والوں نے وہ کھانا کھا لیا۔

فوائد: ......ان احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ احرام کی حالت میں شکار کا گوشت نہیں کھایا جا سکتا، مزید وضاحت اگلے باب میں آ رہی ہے۔

جَوَازُ اَكْلِ صَيْدِ الْبَرِّ اِذَا لَمْ يَصِدْهُ اَوْ يُصَدْ لَهُ

اس امر کا بیان کہ اگر محرم نہ تو خود شکار کرے اور نہ اس کی خاطر کیا جائے تو اس کے لیے اس کا کھانا جائز ہو گا

(٤٢٩٥) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (وَفِیْ لَفْظٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ): ((صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ، قَالَ سَعِيْدٌ، وَاَنْتُمْ حُرُمٌ مَالَمْ تَصِيْدُوْهُ أَوْ يُصَدْلَكُمْ)) (مسند احمد: ١٤٩٥٥)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم احرام کی حالت میں ہو تو تمہارے لیے خشکی کا شکار اس صورت میں حلال ہو گا کہ نہ تو تم خود وہ شکار کرو اور نہ تمہاری خاطر کیا جائے۔''

فوائد: ...... محرِم کے لیے خشکی کے کون سے شکار کا گوشت جائز ہے اور کون سا ناجائز؟ اس معاملے میں اس حدیثِ مبارکہ میں ایک امتیازی قانون بیان کیا گیا ہے، اس کی روشنی میں دوسری احادیث کے عموم کو خاص کیا جائے گا۔ پچھلے باب کی جن احادیث کے مطابق آپ ﷺ نے شکار کا گوشت نہیں کھایا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شکار آپ ﷺ کو کھلانے کے لیے کیا گیا تھا۔

(٤٢٩٦) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِی قَتَادَةَ قَالَ: أَحْرَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَلَمْ يُحْرِمْ أَبُوْ قَتَادَةَ، قَالَ: وَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ عَدُوًّا بِغَيْقَةَ، فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِی فَضَحِكَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ۔ فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِيْنُوْنِی، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَاَثْبَتُّهُ فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَخَشِيْنَا أَنْ نُقْتَطَعَ، فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلْتُ أَرْفَعُ فَرَسِیْ شَأْوًا وَأَسِيْرُ شَأْوًا، وَلَقِيْتُ رَجُلًا مِنْ بَنِی غِفَارٍ

سیدنا عبد اللہ بن ابی قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے سال احرام باندھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا، رسول اللہ ﷺ کو بتلایا گیا کہ دشمن غیقہ کے مقام پر ہے، آپ ﷺ روانہ ہوئے، میں اپنے دوستوں کے ساتھ تھا کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے، جب میں بھی ادھر متوجہ ہوا تو میری نظر ایک جنگلی گدھے پر پڑی، میں نے ان سے مدد چاہی، لیکن انہوں نے شکار کرنے میں میری مدد کرنے سے انکار دیا، بہر حال میں نے اس کا پیچھا کیا اور اسے مار گرایا، ہم نے اس کا گوشت کھایا، لیکن ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو ہم اچک لیے جائیں (یعنی ہماری تعداد تھوڑی ہونے کی وجہ سے دشمن ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے)، اس لیے میں رسول اللہ ﷺ

(٤٢٩٥) صحيح لغيره۔ أخرجه ابوداود: ١٨٥١، والترمذی: ٨٤٦، والنسائی: ٥/ ١٨٧ (انظر: ١٤٨٩٤)

(٤٢٩٦) تخريج: أخرجه البخاری: ١٨٢١، ١٨٢٢، ٢٥٧٠، ٢٨٥٤، ٤١٤٩، ٥٤٠٦، ومسلم: ١١٩٦ (انظر: ٢٢٥٦٩)

فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ فَقُلْتُ أَیْنَ تَرَکْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: تَرَکْتُهُ وَهُوَ بِتِعْهِنَ، وَهُوَ مِمَّا یَلِیْ السُّقْیَا، فَأَدْرَکْتُهُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَصْحَابَكَ یُقْرِئُوْنَكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ، وَقَدْ خَشُوْا أَنْ یُقْتَطَعُوْا دُوْنَكَ فَانْتَظِرْهُمْ، قَالَ: فَانْتَظَرَهُمْ، قُلْتُ وَقَدْ أَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ فَاضِلَةٌ، فَقَالَ لِلْقَوْمِ: ((کُلُوْا وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ۔)) (مسند احمد: ٢٢٩٣٧)

کی تلاش میں روانہ ہوا، میں اپنے گھوڑے کو کچھ دور تک دوڑاتا اور کچھ فاصلے تک آہستہ چلتا، رات کو میری ملاقات بنوغفار کے ایک آدمی سے ہوئی، میں نے اس سے پوچھا: آپ کی رسول اللہ ﷺ سے کس مقام پر ملاقات ہوئی تھی؟ اس نے بتایا کہ اس نے آپ ﷺ کو سقیا کے قریب ''تَعْهِن'' کے مقام پر چھوڑا تھا، میں نے آپ ﷺ کو اس مقام پر پا لیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے رفقاء آپ کو سلام اور اللہ کی رحمت پیش کرتے تھے، انہیں اندیشہ تھا کہ دشمن ان پر حملہ نہ کر دے، لہٰذا آپ یہیں ان کا انتظار کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں ان کا انتظار کیا اور میں نے عرض کیا: میں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا تھا، میرے پاس اس کا ایک عضو باقی بچا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کھالو۔'' جبکہ وہ محرم تھے۔

(٤٢٩٧) (وَمِنْ طَرِیْقٍ ثَانٍ) عَنْ مَعْبَدِ بْنِ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰی سِیْفِ الْبَحْرِ، فِیْ بَعْضِ عُمَرِهِ إِلٰی مَکَّةَ وَوَعَدَنَا أَنْ نَلْقَاهُ بِقُدَیْدٍ فَخَرَجْنَا وَمِنَّا الْحَلَالُ وَمِنَّا الْحَرَامُ، قَالَ: فَکُنْتُ حَلَالًا، فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ وَقَالَ فِیْهِ: هٰذِهِ الْعَضُدُ قَدْ شَوَیْتُهَا وَأَنْضَجْتُهَا وَأَطْیَبْتُهَا، قَالَ: ((فَهَاتِهَا۔)) قَالَ: فَجِئْتُهُ بِهَا فَنَهَسَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ حَرَامٌ حَتّٰی فَرَغَ مِنْهَا۔ (مسند احمد: ٢٢٩٧٦)

(دوسری سند) معبد بن کعب سے روایت ہے کہ سیدنا ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کے ایک سفر میں ہمیں ساحل سمندر کی طرف روانہ کیا، جبکہ آپ ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے اور ہم سے وعدہ لیا کہ ہم قدید کے مقام پر آپ ﷺ کو جا ملیں، پس ہم نکل پڑے، ہم میں سے بعض لوگ محرم تھے اور بعض غیر محرم، میں بھی غیر محرم تھا، ......۔ اس کے بعد ساری حدیث بیان کی اور کہا: یہ اس کی ایک ٹانگ ہے، میں نے اسے خوب بھونا پکایا اور اچھا بنایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ادھر لاؤ۔'' جب میں وہ آپ ﷺ کے پاس لے آیا تو آپ ﷺ نے اسے کھانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو گئے، جبکہ آپ ﷺ محرم تھے۔

(٤٢٩٧) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٤٢٩٨) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول

(٤٢٩٨) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طُرُقِ مَكَّةَ، تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِيْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهِ وَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوْهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا، فَأَخَذَهُ، ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبٰى بَعْضُهُمْ، فَلَمَّا أَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَأَلُوْهُ عَنْ ذَالِكَ، فَقَالَ: ((إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ، أَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔)) (مسند احمد: ٢٢٩٣٥)

(تیسری سند) سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ مکہ کے کسی راستے میں تھے، میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا، دوسرے لوگ محرم تھے اور میں محرم نہ تھا، میں ایک جنگلی گدھا دیکھ کر گھوڑے پر سیدھا ہوگیا اور اپنے دوستوں سے کہا: مجھے ذرا میری لاٹھی پکڑا دو، لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: مجھے میرا نیزہ پکڑا دو، انہوں نے یہ کام کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ میں نے خود اتر کر نیزہ اٹھا لیا اور اس جنگلی گدھے پر چڑھ دوڑا اور بالآخر اسے شکار کر لیا، بعض صحابہ نے تو اس سے کھا لیا، لیکن بعض نے اسے کھانے سے انکار دیا، جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس بارے میں آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایسا کھانا تھا، جو اللہ تعالی نے تمہیں کھلایا۔''

(٤٢٩٩)(وَمِنْ طَرِيْقٍ رَابِعٍ) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بِنَحْوِهِ (وَفِيْهِ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ مِنْ شَيْءٍ؟)) (مسند احمد: ٢٢٩٣٦)

(چوتھی سند) اس میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کوئی حصہ باقی ہے؟''

(٤٣٠٠) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضي الله عنه قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابِي وَلَمْ أُحْرِمْ، فَرَأَيْتُ حِمَارًا فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَاصْطَدْتُّهُ فَذَكَرْتُ شَأْنَهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذَكَرْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَحْرَمْتُ وَإِنَّمَا

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حدیبیہ والے سال سفر میں روانہ ہوا، میرے رفقاء نے احرام باندھا ہوا تھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا، میں نے دوران سفر ایک جنگلی گدھا دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا اور اس کو شکار کر لیا۔ پھر میں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا اور آپ ﷺ کو بتلایا کہ میں احرام کی

(٤٢٩٩) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٠٠) حديث صحيح دون قوله: "انما اصطدته لك" ودون قوله: "ولم يأكل منه حين اخبرته اني اصطدته له"۔ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٩٣، وأخرجه البخاري: ١٨٢٣، ومسلم: ١١٩٦ مختصرا (انظر: ٢٢٥٩٠)

اِصْطَدْتُّهُ لَكَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ فَأَكَلُوْا وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ حِيْنَ أَخْبَرْتُهُ أَنِّي اِصْطَدْتُّهُ لَهُ۔ (مسند احمد: ٢٢٩٦١)

حالت میں نہیں تھا اور میں نے اس کو آپ ﷺ کی خاطر شکار کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''تم کھالو۔'' پس صحابہ نے تو کھا لیا، مگر آپ ﷺ نے نہ کھایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ میں نے یہ شکار آپ ﷺ کی خاطر کیا تھا۔

(٤٣٠١) عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَلَمَةَ الضَّمْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِالْعَرْجِ، فَإِذَا هُوَ بِحِمَارٍ عَقِيْرٍ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَهْزٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذِهِ رَمْيَتِي فَشَأْنُكُمْ بِهَا، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَقَسَّمَهُ بَيْنَ الرِّفَاقِ، ثُمَّ سَارَ حَتّٰى أَتٰى عُقْبَةَ أُثَايَةَ، فَإِذَا هُوَ بِظَبْيٍ فِيْهِ سَهْمٌ وَهُوَ حَاقِفٌ فِي ظِلِّ صَخْرَةٍ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: ((قِفْ هَاهُنَا حَتّٰى يَمُرَّ الرِّفَاقُ لَا يَرْمِيْهِ أَحَدٌ بِشَيْءٍ۔)) (مسند احمد: ١٥٥٢٩)

سیدنا عمیر بن سلمہ ضمری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرج کے مقام پر تھے کہ وہاں ایک شکار کیا ہوا جنگلی گدھا پڑا تھا، تھوڑی دیر کے بعد بنو بہز کا ایک آدمی وہاں آ گیا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس پر تیر چلایا تھا، یہ یہاں آ کر گر گیا ہے، آپ ﷺ اسے کھائیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اس کا گوشت رفقائے سفر میں تقسیم کر دیا، اس کے بعد آپ ﷺ آگے کو روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ اثایہ کی گھاٹی پر پہنچے تو وہاں آپ ﷺ نے ایک ہرن دیکھا، اس کو تیر لگا ہوا تھا اور وہ ایک پتھر کے سائے میں سر جھکائے کھڑا تھا، آپ ﷺ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: ''تم یہاں کھڑے رہو تاکہ لوگ گزر جائیں اور ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف کوئی چیز نہ پھینکے۔''

فوائد: ......آخری جملے سے آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ کوئی آدمی نہ اس جانور کو چھوئے، نہ اس کو حرکت دے اور نہ اس کو جوش دلائے۔

(٤٣٠٢) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ: كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ، فَمِنَّا مَنْ أَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمْ يَأْكُلْ، فَلَمَّا

عبد الرحمن بن عثمان کہتے ہیں: ہم سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ احرام کی حالت میں جا رہے تھے، ان کی خدمت میں شکار کیا ہوا ایک پرندہ بطورِ ہدیہ پیش کیا گیا، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت سوئے ہوئے تھے، ہم میں سے بعض نے تو اس کو کھا

(٤٣٠١) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين ۔ أخرجه النسائي: ٧/ ٢٠٥ (انظر: ١٥٤٥٠)
(٤٣٠٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٩٧ (انظر: ١٣٨٣)

اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَفَّقَ مَنْ أَكَلَهُ وَقَالَ: أَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔ (مسند احمد: ۱۳۸۳)

لیا اور بعض نے اپنا حصہ تقسیم کر دیا اور اسے نہ کھایا، جب سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے اس شکار کو کھانے والوں کو درست قرار دیا اور کہا: ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے شکار کا گوشت کھایا تھا۔

(۴۳۰۳)عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمِ صَيْدٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَمْ يَأْكُلْهُ۔ (مسند احمد: ۸۳۰)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ کھایا۔

فوائد: ......اس باب کی روایات سے معلوم ہوا کہ مُحرِم شکار کا گوشت اس وقت کھا سکتا ہے جب نہ تو اس نے خود شکار کیا گیا ہو اور نہ اس کو کھلانے کی نیت سے کیا گیا ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کسی غیر مُحرِم آدمی نے اپنے لیے یا دوسرے غیر مُحرِم افراد کے لیے شکار کیا ہو، لیکن اتفاقی طور پر مُحرِم تک بھی وہ گوشت پہنچ گیا تو اسے چاہیے کہ وہ کھا لے۔

جَزَاءُ الصَّيْدِ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ.....الآية﴾

شکار کا متبادل اور اس آیتِ کریمہ کی تفسیر: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا .... أَنْتُمْ حُرُمٌ﴾

(٤٣٠٤) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ رَجُلًا أَوْطَأَ بَعِيْرَهُ أُدْحِيَّ نَعَامٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَكَسَرَ بَيْضَهَا، فَانْطَلَقَ إِلٰى عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَالِكَ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: عَلَيْكَ بِكُلِّ بَيْضَةٍ جَنِيْنُ نَاقَةٍ أَوْ ضِرَابُ نَاقَةٍ، فَانْطَلَقَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَدْ قَالَ عَلِيٌّ بِمَا سَمِعْتَ، وَلٰكِنْ هَلُمَّ إِلَى الرُّخْصَةِ عَلَيْكَ بِكُلِّ بَيْضَةٍ صَوْمٌ، أَوْ إِطْعَامُ مِسْكِيْنٍ۔)) (مسند احمد: ۲۰۸۵۸)

ایک انصاری آدمی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کے اونٹ نے شتر مرغ کے انڈے توڑ ڈالے، جبکہ اس پر سوار آدمی احرام کی حالت میں تھا، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور ان سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو ہر انڈے کے عوض اونٹنی کا ایک جنین (یعنی بچہ) بطور فدیہ ادا کر، اس کے بعد وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا اور سارا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم علی کی بات تو سن چکے ہو، لیکن اب رخصت اور آسانی کی طرف آؤ اور وہ یہ کہ تم ہر انڈے کے بدلے ایک روزہ رکھ لو یا ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ''

(٤٣٠٣) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٩١ (انظر:)

(٤٣٠٤) اسناده ضعيف، مطر بن طهمان الوراق كثير الخطأ ليس بذاك القوي، وقد اضطرب في اسناده۔ أخرجه ابوداود في "المراسيل": ١٣٩، والبيهقي: ٥/ ٢٠٧، والدار قطني: ٢/ ٢٤٨ (انظر: ٢٠٥٨٢)

فوائد: ......ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾...... ''اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو، اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا، جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں، خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لیے جائیں تاکہ اپنے کیے کی شامت کا مزہ چکھے۔'' (سورۂ مائدہ: ۹۵)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''ضَبُع'' کے بارے میں سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيهِ كَبْشٌ إِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ۔)) ...... یہ واقعی شکار ہے اور جب محرم اس کا شکار کرے گا تو اس میں (بطورِ فدیہ) دنبے کا فیصلہ کیا جائے گا۔'' (ابو داود: ۳۸۰۱، ترمذی: ۸۵۱، نسائی: ۲۸۳۶، ابن ماجہ: ۳۰۸۵) ''ضَبُع'' کو فارسی میں کفتار کہتے ہیں، یہ وہ جانور ہے جو تازہ قبریں اکھاڑتا ہے، کیونکہ یہ بندوں کا گوشت کھانے کا بڑا شوقین ہوتا ہے، اگر تصویر والی لغت دیکھ لی جائے تو بہتر ہوگا۔ آیتِ کریمہ میں مساوی جانور سے مراد خلقت یعنی قد و قامت میں مساوی ہونا ہے، قیمت میں مساوی ہونا نہیں، مثلا اگر ہرن کو قتل کیا ہے تو اس کی مساوی بکری ہے، نیل گائے کی مثل گائے ہے، وغیرہ، ایسے متبادل جانور کو حرم میں لے جا کر ذبح کر کے وہاں کے مسکینوں میں اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ البتہ جس جانور کا مثل نہ مل سکتا ہو، وہاں اس کی قیمت بطورِ فدیہ لے کر مکہ پہنچا دی جائے گی اور اس سے غلہ خرید کر مکہ کے مساکین میں تقسیم کر دیا جائے گا، یہاں کعبہ اور مکہ سے مراد حرم ہے۔ مساکین کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے رکھنا، دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنا جائز ہے، مقتول جانور کے حساب سے طعام میں جس طرح کی بیشی ہوگی، روزوں میں بھی کمی بیشی ہوگی، مثلا محرِم نے ہرن قتل کر دیا، اس کی مثل بکری ہے، یہ فدیہ حرم مکہ میں ذبح کیا جائے گا، اگر یہ نہ ملے تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے مطابق چھ مساکین کو کھانا یا تین دن کے روزے رکھنے ہوں گے، اگر اس نے بارہ سنگھا، سانبھر یا اس جیسا کوئی جانور قتل کر دیا تو اس کی مثل گائے ہے، اگر یہ دستیاب نہ ہو یا اس کی طاقت نہ ہو تو بیس مسکین کو کھانا یا بیس دن کے روزے رکھنا ہوں گے، یا ایسا جانور (شتر مرغ یا گورخر وغیرہ) قتل کیا ہے، جس کی مثل اونٹ ہے تو اس کی عدم دستیابی کی صورت میں ۳۰ مساکین کو کھانا یا ۳۰ روزے رکھنے ہوں گے۔ (ابن کثیر)

حدیث نمبر (۴۲۷۳) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جب سیدنا کعب بن عجرہ نے احرام کی حالت میں سر منڈوا لیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو جو فدیہ بتلایا تھا، اس کی تفصیل یہ تھی: وہ تین روزے رکھے یا چھ مساکین کو تین صاع کھانا کھلائے یا ایک بکری ذبح کر دے۔ اس حدیث سے اس حقیقت کا اشارہ سا ملتا ہے کہ ایک صاع کے بدلے ایک روزہ

ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جَوَازُ اَكْلِ صَيْدِ الْبَحْرِ مُطْلَقًا لِلْمُحْرِمِ وَغَيْرِهِ وَمَا جَاءَ فِي الْجَرَادِ، وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ﴾

محرم اور غیر محرم کے لیے مطلق طور پر سمندری شکار کو کھانے کا اور اس سلسلے میں ٹڈی کے حکم اور اللہ تعالی کے اس فرمان ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ﴾ کا بیان

(٤٣٠٥) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ فَاسْتَقْبَلَنَا رِجْلٌ مِنْ جَرَادٍ فَجَعَلْنَا نَضْرِبُهُنَّ بِعِصِيِّنَا وَسِيَاطِنَا وَنَقْتُلُهُنَّ وَأُسْقِطَ فِي أَيْدِينَا، فَقُلْنَا: مَا نَصْنَعُ وَنَحْنُ مُحْرِمُونَ؟ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا بَأْسَ بِصَيْدِ الْبَحْرِ۔)) (مسند احمد: ٨٧٥٠)

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم حج یا عمرہ کے ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ٹڈیوں کا ایک لشکر ہمارے سامنے آ گیا، ہم اپنی لاٹھیوں اور چھڑیوں کے ساتھ ان کو مارنے لگے اور قتل کرنے لگے، پھر ہمیں اپنے کیے پر ندامت ہوئی اور ہم نے کہا: ہم تو محرم تھے، ہم نے کیا کر دیا ہے؟ پس ہم نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''سمندر کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔''

فوائد: …… پوری آیت یوں ہے: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔﴾ …… ''تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے، تمہارے فائدے کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لیے حرام کیا گیا ہے، جب تک تم احرام میں رہو اور اللہ تعالی سے ڈرو جس کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔'' (سورۂ مائدہ: ٩٦) اس حقیقت پر اہل علم کا اجماع ہے کہ محرِم کے لیے سمندر کا شکار کرنا، اس کو کھانا اور اس کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے اور اس شکار سے مراد وہ جانور ہے جو صرف پانی میں زندہ رہ سکتا ہے، جیسے مچھلی۔ سمندر کے شکار سے مراد وہ جانور ہے جو صرف پانی میں رہتا ہے، اس لیے اگر محرِم ایسے جانور کو کنووں اور تالابوں وغیرہ میں پا لے تو اس کا شکار کر سکتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْجَرَادُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ۔)) …… ''ٹڈی سمندر کے شکار میں سے ہے۔'' (ابوداود: ١٨٥٣، اسناده حسن، ميمون بن جابان لاينزل حديثه عن درجة الحسن)

(٤٣٠٥) تخريج: اسناده ضعيف جدا، مؤمل بن اسماعيل سيء الحفظ، وابو المهزم واسمه يزيد ويقال: عبد الرحمن بن سفيان، متروك ـ أخرجه ابوداود: ١٨٥٤، وابن ماجه: ٣٢٢٢، والترمذي: ٨٥٠ (انظر: ٨٧٦٥)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرِم ٹڈی کا شکار بھی کر سکتا ہے، آپ ﷺ نے اس لحاظ سے اس جانور کو سمندر کا شکار قرار دیا ہو کہ اس کے مردار کا حکم مچھلی کے مردار کی طرح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مَايَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَابِّ فِي الْحَرَمِ وَغَيْرِهِ

ان حیوانات کا بیان، جن کو حرم کی حدود کے اندر اور باہر قتل کرنا محرم کے لئے جائز ہے

(٤٣٠٦) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ، كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ، يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ: الْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا وَالْفَأْرَةُ۔)) (مسند احمد: ٢٥٠٧٦)

زوجۂ رسول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ قسم کے جانور موذی اور فاسق ہیں، ان کو حرم کے اندر بھی قتل کر دیا جائے: کلبِ عقور، بچھو، کوا، چیل اور چوہا۔''

(٤٣٠٧) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((خَمْسٌ، فَوَاسِقُ، يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ، وَالْحَرَمِ، الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الأَبْقَعُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحُدَيَّا۔)) (مسند احمد: ٢٥١٦٨)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''پانچ قسم کے جانور موذی اور فاسق ہیں، ان کو حدودِ حرم کے اندر اور باہر ہر جگہ قتل کیا جائے: سانپ، کوا، چوہا، کلبِ عقور اور چیل۔''

(٤٣٠٨) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ يَقْتُلُهُنَّ الْمُحْرِمُ: اَلْحَيَّةُ وَالْفَأْرَةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْحِدَأَةُ وَالْكَلْبُ الْكَلِبُ، قَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ: يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ۔)) (مسند احمد: ٢٦١٩٧)

(تیسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اِن پانچ قسم کے جانوروں کو محرم قتل کر سکتا ہے: سانپ، چوہا، کوا، چیل اور باؤلا کتا، ان جانوروں کو حدودِ حرم کے اندر اور باہر ہر جگہ قتل کیا جا سکتا ہے۔''

(٤٣٠٦) تخريج: أخرجه البخارى: ١٨٢٩، ومسلم: ١١٩٨ (انظر: ٢٤٥٦٩)

(٤٣٠٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٠٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٠٩) تخريج: حديث صحيح دون قولها: "ولدغ رسول الله عقرب ......" وهذا اسناد فيه الحسن البصرى مدلس، وقد عنعن، وانظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٠٩) (وَمِنْ طَرِيقٍ رَابِعٍ) عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَحَلَّ مِنْ قَتْلِ الدَّوَابِّ وَالرَّجُلُ مُحْرِمٌ أَنْ يَقْتُلَ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ، وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ وَالْغُرَابَ الْأَبْقَعَ وَالْحُدَيَّا وَالْفَأْرَةَ، وَلَدَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَقْرَبٌ فَأَمَرَ بِقَتْلِهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (مسند احمد: ٢٦٦٦١)

(چوتھی سند) حسن سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم کو ان پانچ قسم کے جانوروں کو مارنے کی اجازت دی ہے: سانپ، بچھو، باؤلا کتا، کوا، چیل اور چوہا، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ احرام کی حالت میں تھے کہ ایک بچھو نے آپ کو ڈس لیا اور آپ ﷺ نے اس کو مارنے کا حکم دے دیا۔

(٤٣١٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ، كُلُّهُنَّ فَاسِقَةٌ، يَقْتُلُهُنَّ الْمُحْرِمُ وَيُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ: الْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحَيَّةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ، وَالْغُرَابُ۔)) (مسند احمد: ٢٣٣٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پانچ قسم کے جانور ہیں، وہ موذی ہیں، محرم بھی ان کو قتل کر سکتا ہے اور حدودِ حرم میں بھی ان کو قتل کیا جا سکتا ہے: چوہا، بچھو، سانپ، کلبِ عقور اور کوا۔''

(٤٣١١) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْأَفْعٰى، وَالْعَقْرَبَ وَالْحِدَاءَ، وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ، وَالْفُوَيْسِقَةَ۔)) قُلْتُ مَا الْفُوَيْسِقَةُ؟ قَالَ: ((الْفَأْرَةُ۔)) قُلْتُ: وَمَا شَأْنُ الْفَأْرَةِ؟ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِسْتَيْقَظَ وَقَدْ أَخَذَتِ الْفَتِيْلَةَ فَصَعِدَتْ بِهَا إِلَى السَّقْفِ لِتُحْرِقَ عَلَيْهِ۔ (مسند احمد: ١١٧٧٧)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''محرم اژدہا، بچھو، چیل، باؤلا کتے اور چوہے کو قتل کر سکتا ہے۔'' میں نے کہا: ''فُوَيْسِقَة'' سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چوہا۔'' میں نے پوچھا: چوہے کو قتل کرنے کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے کہا: ایک دفعہ یوں ہوا کہ آپ ﷺ بیدار ہوئے اور دیکھا کہ چوہا چراغ کی جلتی لو لے کر چھت کی طرف جا رہا تھا تا کہ چھت کو آگ لگا دے۔

(٤٣١٢) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

(٤٣١٠) تخريج: صحيح لغيره۔ أخرجه البزار: ١٠٩٧، وابويعلى: ٢٤٢٨، ٢٦٩٣ (انظر: ٢٣٣٠)
(٤٣١١) تخريج: صحيح لغيره ۔ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٨٩ وفيه ذكر السبع العادى بدل الحدأة وسنده ضعيف (انظر: ١١٧٥٥)
(٤٣١٢) اسناده ضعيف لضعف يزيد بن ابى زياد القرشى۔ أخرجه ابوداود: ١٨٤٨، والترمذى: ٨٣٨ (انظر: ١٠٩٩٠)

الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ؟ قَالَ: ((الْحَيَّةَ، وَالْعَقْرَبَ، وَالْفُوَيْسِقَةَ، وَيَرْمِي الْغُرَابَ وَلَا يَقْتُلُهُ، وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ، وَالْحِدَأَةَ وَالسَّبُعَ الْعَادِيَ۔)) (مسند احمد: ١١٠٠٣)

سے یہ سوال کیا گیا کہ محرم کون کون سے جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سانپ، بچھو، چوہے، باؤلے کتے، چیل اور خون خوار درندے کو قتل کرے اور کوے کو ڈرا کر اڑا دے اور اسے قتل نہ کرے۔''

(٤٣١٣) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ، قَالَ: ((يَقْتُلُ الْعَقْرَبَ وَالْفُوَيْسِقَةَ وَالْحِدَأَةَ وَالْغُرَابَ وَالْكَلْبَ الْعَقُوْرَ۔)) (مسند احمد: ٤٤٦١)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ محرم کون کون سے جانور قتل کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بچھو، چوہے، چیل، کوے اور کلب عقور کو قتل کر سکتا ہے۔''

(٤٣١٤) عَنْ وَبَرَةَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الذِّئْبِ لِلْمُحْرِمِ يَعْنِي وَالْفَأْرَةِ وَالْغُرَابِ وَالْحِدَاءِ)) فَقِيْلَ لَهُ: فَالْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ۔ فَقَالَ: قَدْ كَانَ يُقَالُ ذَاكَ۔ (مسند احمد: ٤٧٣٧)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم کو حکم دیا کہ وہ بھیڑیئے، چوہے، کوے اور چیل کو مار قتل کرے۔'' ان سے کہا گیا: سانپ اور بچھو کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں: روایات میں ان کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

(٤٣١٥) عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَمَّا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ فَقَالَ: حَدَّثَتْنِي إِحْدَى النِّسْوَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُقْتَلُ الْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ۔)) (مسند احمد: ٢٦٩٧١)

زید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ کسی آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ محرم کون کون سے جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے ایک خاتون نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چیل، کوے، باؤلے کتے، چوہے اور بچھو کو مارا جا سکتا ہے۔''

فوائد: ...... ''اَلْكَلْبُ الْعَقُوْرُ'' :حقیقت میں اس لفظ کا اطلاق ہر زخمی کرنے والے اور چیر پھاڑ کرنے والے

(٤٣١٣) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٢٧، ومسلم: ١١٩٩، ١٢٠٠، بزيادة لفظة "في الصلاة" في احدى روايات مسلم (انظر: ٤٤٦١)

(٤٣١٤) تخريج: حديث حسن ـ أخرجه الدارقطني: ٢/ ٢٣٢، والبيهقي: ٥/ ٢١٠ (انظر: ٤٧٣٧)

(٤٣١٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٨٢٧، ١٨٢٨، ومسلم: ١٢٠٠ (انظر: ٢٦٤٣٩)

درندے پر بھی ہوتا ہے، جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا۔ درندگی میں اشتراکیت کی وجہ سے ان کو بھی ''کَلْب'' کہتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی) ہڑکائے ہوئے اور باؤلے کتے کا بھی یہی حکم ہوگا۔

امام مالک نے "المؤطا" میں کہا: ہر وہ جانور جو لوگوں کو کاٹے، ان پر حملہ کرے اور ان کو ڈرائے، مثلا: شیر، چیتا، فہد، بھیڑیا، وہ عَقُور ہے۔ (فہد، چیتے کی طرح کا ایک درندہ ہوتا ہے) ابو عبیدہ نے سفیان سے یہی قول نقل کیا ہے اور یہی جمہور اہل علم کی رائے ہے۔ ان جانوروں کے لیے لفظ "فَاسِق" استعمال ہوا، اس کا لفظی معنی ہے نکلنے والا، یہاں اس سے مراد وہ جانور ہیں کہ تکلیف پہنچانے اور افساد انگیزی کی وجہ سے جن کا حکم دوسرے جانوروں کے حکم سے خارج ہو گیا ہے۔

اس باب کی احادیث صحیحہ میں درج ذیل کل سات جانوروں کا ذکر ہوا ہے: بچھو، کوا، چیل، چوہا، کلب عقور، سانپ، بھیڑیا۔ کیا ان کے علاوہ کسی جانور کو قتل نہیں کیا جا سکتا؟ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: روایات کے مطابق پانچ جانوروں کو مقید کرنا، اگرچہ اس کے مفہوم میں خصوصیت پائی جاتی ہے، لیکن یہ مفہوم العدد ہے، جو اکثر اہل علم کے نزدیک حجت نہیں ہے، اگر اس کی حجیت تسلیم کر لیں تو اس کو اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ شروع شروع میں آپ ﷺ نے پانچ جانوروں کے بارے میں ہی حکم دیا، بعد میں ان میں اضافہ کر دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے بعض طرق میں ''چار'' کا اور بعض میں ''چھ'' کا لفظ روایت کیا گیا ہے، ''چار'' کی روایت صحیح مسلم میں ہے، اس میں بچھو کا ذکر نہیں ہے اور ''چھ'' کی روایت مستخرج ابو عوانہ میں ہے، اس میں بچھو کا ذکر موجود ہے اور سانپ کا اضافہ کیا گیا ہے، صحیح مسلم کی شیبان کی روایت اس روایت کا شاہد ہے، اگرچہ اس میں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے،......۔ (فتح الباری: ٤/ ٤٤)

جن روایات میں خون خوار درندے اور چیتے وغیرہ کے الفاظ ہیں، ان پر نقد کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے مذکورہ بالا جن جانوروں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے یہ جانور انسان کے لیے ضرر، نقصان، تکلیف، خوف اور فساد کا سبب بن سکتے ہیں، بلکہ اِن کی وجہ سے انسان کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے، اس لیے جس جانور میں یہ وصف پایا جائے، محرِم وغیر محرِم کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دے، جبکہ کلبِ عقور کا مفہوم بھی یہی بنتا ہے۔

دُخُوْلُ مَكَّةَ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور اس سے متعلقہ دوسرے مسائل کا بیان

اَلْغُسْلُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا

(٤٣١٦) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، فَإِذَا انْتَهٰى إِلٰى ذِي طُوًى بَاتَ فِيْهِ حَتّٰى يُصْبِحَ، ثُمَّ يُصَلِّي الْغَدَاةَ وَيَغْتَسِلُ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ ضُحًى فَيَأْتِي الْبَيْتَ ضُحًى فَيَأْتِي الْبَيْتَ فَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ، وَيَقُوْلُ: بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْمُلُ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ، يَمْشِي مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، فَإِذَا أَتٰى عَلَى الْحَجَرِ اسْتَلَمَهُ وَكَبَّرَ، أَرْبَعَةَ أَطْوَافٍ مَشْيًا ثُمَّ يَأْتِي الْمَقَامَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى الْحَجَرِ فَيَسْتَلِمُهُ، ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا مِنَ الْبَابِ الْأَعْظَمِ فَيَقُوْمُ عَلَيْهِ فَيُكَبِّرُ سَبْعَ مِرَارٍ، ثَلَاثًا يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ

نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حرم کے قریب پہنچتے تو تلبیہ پکارنا بند کردیتے اور جب ذی طوی میں پہنچتے تو رات وہاں بسر کرتے، جب صبح ہوجاتی تو نمازِ فجر کے بعد غسل کرتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے، اس کے بعد چاشت کے وقت مکہ میں داخلہ ہوتے، بیت اللہ میں جاکر حجر اسود کو استلام کرتے اور کہتے: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، پھر طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عام رفتار سے چلتے، جب حجر اسود کے قریب آتے تو اس کا استلام کرتے اور "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے۔ باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے، بعد ازاں مقامِ ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت ادا کرتے، اس کے بعد پھر حجر اسود کے پاس آکر اس کا استلام کرتے، پھر بڑے دروازے کے راستہ سے صفا کی طرف جاتے، اس کے اوپر کھڑے ہوکر سات دفعہ تکبیر کہتے، ان میں سے تین بار "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے اور یہ دعا پڑھتے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

(٤٣١٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٧٣، ١٢٧٤، ، ومسلم: ١٢٥٩ (انظر: ٤٦٢٨)

وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (مسند احمد: ٤٦٢٨)

لا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

فوائد: ......سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر جب حرم مکی میں داخل ہوتے تو اس وقت سے لے کر سعی سے فارغ ہونے تک تلبیہ بند کر دیتے، لیکن جمہور اہل علم کی رائے اس سے مختلف ہے، جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، اگر کوئی آدمی ذوطوی کے راستے سے آرہا ہو تو وہ اس مقام پر غسل کرے اور اگر وہ کسی اور راستے سے آرہا ہے تو اتنی مسافت پہلے غسل کر لینا چاہیے۔

ذوطوی: مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

رمل: چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے اور کندھے ہلاتے ہوئے ہلکی ہلکی دوڑ لگانا ''رمل'' کہلاتا ہے۔ صرف طواف عمرہ یا طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا جاتا ہے۔

''سات دفعہ تکبیر کہتے'' ان الفاظ کا مفہوم ایک تو وہ ہو سکتا ہے جو ترجمہ سے واضح ہے اور ایک یہ ہے کہ صفا اور مروہ کے سات چکروں میں سے ہر ایک چکر میں اللہ کی بڑھائی بیان کرتے اور پھر آگے ہر چکر میں کن الفاظ کے ساتھ یہ بڑھائی بیان کی جائے، اس کی وضاحت ہے۔ یعنی تین دفعہ اللہ اکبر اور بعد میں وہ پورے الفاظ جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ مفصل روایات میں یہ دوسری کیفیت میں تکبیرات اور توحید کا اظہار کرنے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (عبداللہ رفیق)

(٤٣١٧) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنهما يَبِيْتُ بِذِي طُوًى فَإِذَا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ وَأَمَرَ مَنْ مَعَهُ أَنْ يَغْتَسِلُوْا وَيَدْخُلُ مِنَ الْعُلْيَا، فَإِذَا خَرَجَ خَرَجَ مِنَ السُّفْلَى، وَيَزْعُمُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ. (مسند احمد: ٦٤٦٢)

نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذی طویٰ میں رات بسر کرتے، صبح ہوتی تو غسل کرتے اور جو لوگ ان کے ساتھ ہوتے انہیں بھی غسل کرنے کا حکم دیتے اور ثنیۂ علیا کی جانب سے مکہ میں داخل ہوتے، لیکن جب مکہ سے باہر جانا ہوتا تو ثنیۂ سفلٰی کے راستہ سے جاتے، پھر وہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

فوائد: ......ثنیۂ علیا سے مراد بالائی گھاٹی ہے، جس سے آدمی اہل مکہ کے قبرستان "الْمُعَلّٰی" کے دروازے پر جا نکلتا تھا، اس کو حجون بھی کہتے تھے، یہ انتہائی دشوار گزار گھاٹی تھی، بالترتیب سیدنا معاویہ، عبد الملک اور مہدی نے اس کو کچھ ہموار بنا کر آسان کیا، پھر ۸۱۱ھ میں اس کو کچھ اور ہموار کیا گیا، بعد ازاں ۸۲۰ھ ملک مؤید نے اس ساری گھاٹی کو ہموار کر دیا تھا۔

ثنیۂ سفلٰی، یہ گھاٹی باب شبکہ کے پاس ہے، جو شعب شامیین اور شعب ابن الزبیر کے قریب ہے۔

(٤٣١٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٧٥، ١٥٧٦، ومسلم: ١٢٥٨ (انظر: ٦٤٦٢)

مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَفِي أَيِّ وَقْتٍ

مکہ مکرمہ میں کس راستے سے اور کس وقت داخل ہوا جائے

(٤٣١٨) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَإِذَا خَرَجَ خَرَجَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى۔ (مسند احمد: ٤٦٢٥)

سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ثنیۂ علیا کے راستے سے داخل ہوتے تھے اور ثنیۂ سفلٰی کے راستہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔

(٤٣١٩) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ، وَدَخَلَ فِي الْعُمْرَةِ مِنْ كُدًى۔ (مسند احمد: ٢٤٨١٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ کی بالائی جہت ''کَدَاء'' کے راستے سے اس شہر میں داخل ہوئے اور عمرہ کے موقع پر ''کُدیٰ'' کے راستے سے داخل ہوئے۔

فوائد: ...... "کَدَاء" سے مراد "ثنیۂ علیا" اور "کُدیٰ" سے مراد "ثنیۂ سفلی" ہے، جن کا ذکر پچھلی دو احادیث میں گزر چکا ہے۔

(٤٣٢٠) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ ثَنِيَّةِ الْإِذْخِرِ۔ (مسند احمد: ٢٦٧٦٨)

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اذخر گھاس والی گھاٹی کی طرف سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

فوائد: ...... اذخر گھاس والی گھاٹی سے مراد "ثنیۂ علیا" ہی ہے۔ امام نووی نے کہا: صحیح اور پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ ہر محرِم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت ثنیۂ علیا والی جہت سے آئے، اگر یہ گھاٹی اس کے راستے میں نہیں پڑتی تو پھر بھی اسے اُدھر سے ہی آنا چاہیے، ہمارے محققین کی یہی رائے ہے۔ (شرح المهذب) بلکہ شیخ محمد جوینی نے کہا: یہ گھاٹی مدینہ سے مکہ کے راستے پر نہیں ہے، آپ ﷺ نے جان بوجھ کر اصل راستے کو چھوڑ کر یہ جہت اختیار کی، اس لیے ہر آدمی کے اِس گھاٹی کی طرف سے آنا مستحبّ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت بالائی جہت والا راستہ کیوں اختیار کیا اور پھر واپسی پر راستہ بدلنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: راستہ بدلنے کی وجہ تو یہ ہے کہ دونوں راستوں

(٤٣١٨) تخريج: انظر الحديث السابق

(٤٣١٩) تخريج: أخرجه البخاری: ١٥٧٧، ٤٢٩١، ومسلم: ١٢٥٨ (انظر: ٢٤٣١١)

(٤٣٢٠) تخريج: اسناده ضعيف لضعف عبيد الله بن ابى زياد القداح۔ أخرجه الطبرانی فی "الاوسط": ٤٢٨٦ (انظر: ٢٦٢٣٨)

والے آپ ﷺ سے تبرک حاصل کریں گے، جیسا عیدین کے لیے آنے جانے کا مسئلہ تھا، اور تشریف آوری کے وقت بالائی جہت سے آنے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح سے آنے میں جگہ کی تعظیم ہوتی ہے اور نچلی جانب کی جہت سے نکل جانے میں اس جگہ سے جدا ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس بالائی جہت سے داخل ہوئے تھے، جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے آپ ﷺ ہجرت کے موقع پر اس شہر سے چھپ کر نکلے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اس بار چاہا کہ شہر کی بالائی جانب سے اور کھلم کھلا اور اعلانیہ طور پر داخل ہوا جائے، ایک قول یہ ہے کہ اس طرف سے آمد کی وجہ آدمی کا بیت اللہ کے سامنے رہنا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ چونکہ آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر اس جہت سے داخل ہوئے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اسی عمل کو برقرار رکھنا چاہا ہو اور اس کا سبب ابوسفیان کا یہ قول ہے، جو انھوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: میں اس وقت تک مسلمان نہیں ہوں گا، جب تک گھوڑوں کو کداء سے آتا ہوا نہیں دیکھ لوں گا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیسی بات ہوئی؟ انھوں نے کہا: بس میرے دل میں یہ خیال آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ اِدھر سے کبھی بھی گھوڑوں کو نہیں لائے گا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو میں نے ابوسفیان کو ان کی بات یاد کرائی، جبکہ سنن بیہقی کی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''حسان نے کیسے کہا تھا؟'' انھوں نے جواباً یہ شعر پڑھا:

عُدِمَتْ بُنَيَّتِي إِنْ لَّمْ تَرَوْهَا
تُثِيرُ النَّقْعَ مَطْلَعُهَا كَدَاءُ

یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: ((أُدْخُلُوْهَا مِنْ حَيْثُ قَالَ حَسَّانُ۔)) ......''وہاں سے داخل ہو، جہاں سے حسان نے کہا تھا۔'' (فتح الباری: ۳/ ۵۰۹)

معلوم ایسے ہوتا ہے کہ بالائی جہت سے آنے میں آپ ﷺ کا مقصد اچھی فال تھا کہ جس مقصد کے لیے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا وہ غالب آ گیا، اب اس خطۂ زمین میں دشمنان اسلام اور ان کا نظام پست ہو گیا ہے اور اوپر سے آنے اور نیچے کو نکل جانے میں یہ اشارہ ہے کہ اس خطے کی ہر طرف یہ نظام مصطفیٰ چھا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۴۳۲۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ نَهَارًا۔ (مسند احمد: ۵۲۳۰)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہوئے تھے۔

فوائد: ......آپ ﷺ صرف عمرۂ جعرانہ کے موقع پر رات کو داخل ہوئے تھے اور رات کو ہی عمرہ کر کے واپس چلے گئے تھے۔ آپ ﷺ کا دن کو تشریف لانا اس اعتبار سے انتہائی مناسب تھا کہ آپ ﷺ کے افعال کی اقتداء کرنا آسان ہو جائے گی، جبکہ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ لوگ مناسکِ حج کی تعلیم حاصل کر لیں۔

(۴۳۲۱) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۴۱، والترمذی: ۸۵۴ (انظر: ۵۲۳۰)

اَلدُّعَاءُ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ
مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کی دعا

(٤٣٢٢) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَايَانَا بِهَا، حَتّٰى تُخْرِجَنَا مِنْهَا۔)) (مسند احمد: ٤٧٧٨)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو یہ دعا پڑھی: ”اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مَنَايَانَا بِهَا، حَتّٰى تُخْرِجَنَا مِنْهَا۔“ (یااللہ! ہماری موتیں مکہ میں نہ بنا، یہاں تک کہ تو ہم کو یہاں سے باہر لے جا۔)

فوائد: ...... یہ دعا صرف وہ لوگ کر سکتے تھے، جنھوں نے اللہ تعالی کے لیے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تھی، نبی کریم ﷺ اپنی ذات سمیت مہاجرین کے گروہ کو مراد لے رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی یا کسی مہاجر کی وفات مکہ میں ہو، تاکہ ہجرت کا شرف باقی رہے، آپ ﷺ اس بنا پر سیدنا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اظہارِ غم کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ، لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ۔)) ......”اے اللہ! میرے صحابہ کے لیے ان کی ہجرت کو نافذ کر دے اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا دے، لیکن بے چارہ سعد بن خولہ۔“ (صحیح بخاری: ٣٩٣٦، مسلم: ١٦٢٨)

خانہ کعبہ کو دیکھ کر جو مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں، ان کی سندیں ضعیف ہیں، مثلا: مکحول کہتے ہے: نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے اور بیت اللہ کو دیکھتے تو ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ، اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَ تَعْظِيْمًا وَمَهَابَةً وَزِدْ مَنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَكْرِيْمًا وَ تَشْرِيْفًا وَتَعْظِيْمًا وَبِرًّا)) (سنن بیہقی، اس کی سند مرسل معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے) سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب بیت اللہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا وَ بِرًّا وَمَهَابَةً۔)) (معجم کبیر، معجم اوسط، اس میں عاصم بن سلیمان کوزی راوی متروک ہے۔)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تُرْفَعُ الْاَيْدِیْ فِی الدُّعَاءِ لِاسْتِقْبَالِ الْبَيْتِ۔)) ......”بیت اللہ کے سامنے آتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔“ (سنن سعید بن منصور، سنن بیہقی، اس میں عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابولیلی ضعیف ہے)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا کیا آدمی بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھائے گا، انھوں نے کہا: جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا تو ہم اس طرح کرتے تھے۔ (جامع ترمذی: ٨٥٥، لیکن یہ حدیث بھی ضعیف ہے)

(٤٣٢٢) تخريج: اسناده صحيح ۔ أخرجه البيهقي: ٩/ ١٩ (انظر:)

لوگوں کو چاہیے کہ وہ مکہ مکرمہ یا کسی دوسرے شہر اور بستی میں داخل ہونے سے پہلے درج ذیل عام حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس میں مذکورہ دعا پڑھ لیں۔

سیدنا صہیب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی ایسی بستی دیکھتے، جس میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے تو اس کو دیکھ کر یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ ، وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ ، وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ ، اَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا ، وَشَرِّ اَهْلِهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا))......

(مستدرك حاكم: ١/ ٦١٤)

''اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے ربّ اور ان چیزوں کے ربّ جن پر انھوں نے سایہ کیا ہوا ہے! اے ساتوں زمینوں کے رب اور ان چیزوں کے ربّ جن کو انھوں نے اٹھایا ہوا ہے! اے شیطانوں کے ربّ اور ان چیزوں کے ربّ جن کو انھوں نے گمراہ کیا! اے ہواؤں کے ربّ اور ان چیزوں کے ربّ جن کو انھوں نے اڑایا! میں تجھ سے اس بستی کی خیر اور اس میں رہنے والوں کی خیر اور اس چیز کی خیر کا سوال کرتا ہوں جو اس بستی میں ہے اور تجھ سے اس بستی کے شرّ اور اس کے رہنے والوں کے شرّ اور اس چیز کے شرّ سے جو اس میں ہے، کی پناہ طلب کرتا ہوں۔''

اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَآدَابُهُ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ
بیت اللہ کے طواف اور اس کے آداب کا بیان

اَلطَّهَارَةُ وَالسُّتْرَةُ لِلطَّوَافِ
طواف کے لئے طہارت اور ستره کا بیان

(٤٣٢٣) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ النُّفَسَاءَ وَالْحَائِضَ تَغْتَسِلُ وَتُحْرِمُ وَتَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرَ۔)) (مسند احمد: ٣٤٣٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نفاس اور حیض والی خواتین غسل کر کے احرام باندھ لیں اور تمام مناسک ادا کریں، البتہ جب تک پاک نہ ہو جائیں، بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔''

(٤٣٢٤) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْحَائِضُ تَقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ۔)) (مسند احمد: ٢٥٠٦٩)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حائضہ عورت بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی تمام حج کے افعال ادا کرے گی۔''

(٤٣٢٥) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا، وَحَاضَتْ بِسَرِفَ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ: ((اِقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ......۔)) اَلْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٢٤٦١٠)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے سرف مقام پر حائضہ ہو گئیں تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: ''تم وہ سارے امور ادا کرو، جو دوسرے حاجی لوگ ادا کریں گے، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔''

(٤٣٢٣) تخريج: حسن لغيره۔ أخرجه ابوداود: ١٧٤٤، والترمذي: ٩٤٥ (انظر: ٣٤٣٥)

(٤٣٢٤) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف ۔ أخرجه الترمذي: ٩٤٥ (انظر: ٢٥٠٥٥)

(٤٣٢٥) تخريج: أخرجه البخاري: ٢٩٤، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٤١٠٩)

فوائد: ......ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حیض اور نفاس والی خواتین طواف نہیں کر سکتیں۔

(٤٣٢٦) عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ بِبَرَاءَةٍ لِأَهْلِ مَكَّةَ: ((لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ۔)) الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٤)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں سورۂ براءۃ والی آیات دے کر اہلِ مکہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ وہاں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا، نہ کوئی آدمی برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرے گا اور جنت میں صرف مسلمان ہی کو داخل ہو گا۔

فوائد: ......سورۂ توبہ کی تفسیر میں آخری حدیث پر بحث کی جائے گی۔طواف سے متعلقہ مزید دو احادیث اور ان کی فقہ:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ، اِلَّا اَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ، فَمَنْ تَكَلَّمَ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ اِلَّا بِخَيْرٍ۔)) ......''بیت اللہ کے ارد گرد طواف نماز کی طرح ہے، البتہ تم اس میں باتیں کر سکتے ہو، لیکن جو آدمی بات کرے، وہ خیر والی بات کرے۔'' (ترمذی: ٩٦٠)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ فَاَقِلُّوْا مِنَ الْكَلَامِ۔)) ......''بیت اللہ کا طواف نماز ہے، پس اس میں کم کلام کیا کرو۔'' (سنن نسائی: ٢٩٢٢)

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد سمیت جمہور اہل علم نے ان احادیث کی روشنی میں کہا ہے کہ چونکہ طواف نماز ہے، اس لیے یہ وضو کے بغیر درست نہیں ہو گا، امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ وضو، طواف کے لیے شرط نہیں ہے۔ اگر احتیاطًا وضو کر لیا جائے تو مناسب ہو گا، وگرنہ مذکورہ بالا احادیث وضو کے شرط ہونے کے بارے میں واضح نہیں ہیں، کیونکہ کسی چیز کو نماز کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نماز کے تمام احکام و مسائل اور شروط و قیود کا مصداق بن جائے گی، مثلا طواف کے دوران یہ امور جائز ہیں: نقل و حرکت کرنا، اِدھر اُدھر دیکھنا، باتیں کرنا، قبلہ رخ نہ ہونا، طواف میں انقطاع پیدا کر دینا، بلکہ کچھ چکروں کے بعد کہیں چلے جانا اور واپس آ کر مکمل کرنا، طواف قدوم میں کندھا ننگے رکھنا۔ جبکہ ان امور میں سے کوئی چیز بھی نماز میں جائز نہیں ہے، اور نماز کے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک کے تمام ارکان، فرائض اور مستحبات میں سے کوئی چیز طواف کے اندر نہیں ہے، مثلا رفع الیدین، قراءت، رکوع، سجدہ، تشہد، درود وغیرہ۔ اگر ان تمام امور میں طواف اور نماز میں کوئی مماثلت اور مشابہت نہیں ہے تو مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں وضو کی شرط کیسے لگائی جا سکتی ہے، اس بات کو تسلیم کرنا تو ضروری ہے کہ طواف بھی ایک قسم کی نماز ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز والی شرطیں طواف کرنے والے پر بھی عائد کر دی جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(٤٣٢٦) اسناده ضعيف، زيد بن يثيع فى عداد المجهولين، ثم هو منقطع بين زيد وابى بكر، لكن ثبت هذا اللفظ المذكور من حديث على رضی اللہ عنہ عند الامام احمد والامام الترمذى۔ أخرجه ابو يعلى: ١٠٤ (انظر: ٤)

طَوَافُ الْقُدُوْمِ وَالرَّمْلُ وَالْاِضْطِبَاعُ فِيْهِ

طوافِ قدوم اور اس میں رمل اور اضطباع کا بیان

طوافِ قدوم: جو طواف مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا جاتا ہے۔

رمل: چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے اور کندھے ہلاتے ہوئے ہلکی ہلکی دوڑ لگانا ''رمل'' کہلاتا ہے۔ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمل صرف مردوں کے لیے مشروع ہے۔

اضطباع: چادر کو اس طرح لپیٹنا کہ اس کو دائیں کندھے کے نیچے سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈال دیا جائے، تا کہ دایاں کندھا ننگا رہے، طوافِ قدوم کے ساتوں چکروں میں اضطباع کیا جاتا ہے۔

(٤٣٢٧) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷠ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ قَالَ: فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمّٰى، قَالَ: فَأَطْلَعَ اللّٰهُ النَّبِيَّ ﷺ عَلٰى ذٰلِكَ، فَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَرْمُلُوْا، وَقَعَدَ الْمُشْرِكُوْنَ نَاحِيَةَ الْحِجْرِ، يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِمْ فَرَمَلُوْا وَمَشَوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، قَالَ: فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ تَزْعُمُوْنَ أَنَّ الْحُمّٰى وَهَنَتْهُمْ، هٰؤُلَاءِ أَقْوٰى مِنْ كَذَا وَكَذَا، ذَكَرُوْا قَوْلَهُمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوْا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا إِبْقَاءٌ عَلَيْهِمْ۔ (مسند احمد: ٢٦٣٩)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷠ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ﷡ مکہ مکرمہ تشریف لائے، یثرب کے بخار کی وجہ سے یہ لوگ کمزور ہو چکے تھے، مشرکین آپس میں یہ باتیں کرنے لگے کہ ان کے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جن کو بخار نے لاغر اور کمزور کر دیا ہے، اُدھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کی اس بات سے آگاہ کر دیا، اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف میں رمل کریں، مشرکین حطیم کی طرف بیٹھے ان کو دیکھ رہے تھے، پس مسلمانوں نے طواف میں رمل کیا، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان عام رفتار سے چلے، ان کو دیکھ کر مشرک لوگ کہنے لگے: یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق تم کہتے تھے کہ انہیں بخار نے لاغر کر دیا ہے، یہ تو بڑے طاقت ور ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷠ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ پر شفقت کرتے ہوئے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

فوائد: ...... یہ عمرۂ قضا کا واقعہ ہے اور ہجرت کے بعد بیت اللہ میں آپ ﷺ کی پہلی آمد کا موقع تھا۔ حجر اسود سے رکن یمانی تک رمل کیا جاتا ہے اور رکن یمانی سے حجر اسود کے مابین عام چال چلی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین حطیم کی طرف بیٹھے تھے، اس لیے جب مسلمان اِن دو کونوں کے مابین عام چال چلتے تھے تو وہ اِن کو نہیں دیکھ

(٤٣٢٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٠٢، ٤٢٥٦، ومسلم: ١٢٦٦ (انظر: ٢٦٣٩)

پاتے تھے۔ سنن ابو داود کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: ((وَكَانُوْا اِذَا بَلَغُوْا الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ وَتَغَيَّبُوْا مَشَوْا ثُمَّ يَطَّلِعُوْنَ يَرْمُلُوْنَ)) ...... جب صحابۂ کرام رکن یمانی تک پہنچتے اور مشرکوں سے چھپ جاتے تو عام چال چلنا شروع کر دیتے، پھر جب (حجر اسود کے بعد) ان کے سامنے آتے تو رمل شروع کر دیتے۔

کعبہ کی عمارت درج ذیل چار کونوں پر مشتمل ہے:

(۱) حجر اسود، (۲) رکن یمانی، (۳) رکن شامی اور (۴) رکن عراقی۔ اول الذکر دو کو ''رکنین یمانیین'' اور مؤخر الذکر دو کو ''رکنین شامیین'' کہتے ہیں، شامی ارکان کی طرف حطیم ہے۔

اگرچہ رمل کا سبب یہ تھا کہ مسلمان، مشرکوں کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کریں اور بعد میں یہ سبب زائل ہو گیا، لیکن رمل کو بطورِ سنت برقرار رکھا گیا، جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہو گا۔

(٤٣٢٨) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَمَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ بِالْبَيْتِ إِذَا انْتَهٰى إِلَى الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ مَشٰى حَتّٰى يَأْتِيَ الْحَجَرَ ثُمَّ يَرْمُلُ، وَمَشٰى أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكَانَتْ سُنَّةً، (زَادَ فِي رِوَايَةٍ) قَالَ أَبُوْ الطُّفَيْلِ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ ذَالِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔ (مسند احمد: ۲۲۲۰)

ابو طفیل سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا، جب آپ رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو حجر اسود تک عام رفتار سے چلتے، اس کے بعد پھر رمل کرتے اور باقی چار چکروں میں آپ عام رفتار سے چلے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس طرح یہ رمل سنت ہے اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ تھا۔

فوائد: ......جن اسباب کی بنا پر رمل کی ابتداء ہوئی تھی، وہ حجۃ الوداع کے موقع پر مفقود تھے، لیکن رمل کا حکم مستقل سنت کی حیثیت اختیار کر جانے کی وجہ سے باقی رہے گا۔

(٤٣٢٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ طَافَ سَبْعًا وَطَافَ سَعْيًا، وَإِنَّمَا سَعٰى أَحَبَّ أَنْ يُرِيَ النَّاسَ قُوَّتَهُ۔ (مسند احمد: ۲۸۲۹)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور (پہلے تین چکر) آپ ﷺ نے دوڑ کر پورے کیے، تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو اپنی قوت دکھائیں۔

(٤٣٢٨) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٦٤ (انظر: ٢٢٢٠)

(٤٣٢٩) تخريج: اسناده صحيح على شرط البخاري ـ أخرجه الطبراني: ١١٨٢٧، والبيهقي: ٥/ ١١٠ (انظر: ٢٨٠٦)

(٤٣٣٠) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: رَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ وَفِي عُمَرِهِ كُلِّهَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالْخُلَفَاءُ۔ (مسند احمد: ١٩٧٢)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج اور تمام عمروں کے طواف میں اور سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم اور باقی خلفاء نے رمل کیا۔

(٤٣٣١) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعَى بِبَطْنِ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ (مسند احمد: ٥٧٣٧)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلا طواف (یعنی طواف قدوم) کرتے تو ابتدائی تین چکروں میں رمل کرتے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے اور صفا ومروہ کی سعی کرتے وقت وادی کے درمیان میں دوڑتے تھے۔

(٤٣٣٢) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَرْمُلُ ثَلَاثًا وَيَمْشِي أَرْبَعًا وَيَزْعُمُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ وَكَانَ يَمْشِي مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي مَا بَيْنَهُمَا لِيَكُوْنَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ۔ (مسند احمد: ٤٦١٨)

نافع سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور باقی چکروں میں عام رفتار چلتے اور یہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین عام رفتار سے چلا کرتے تھے، جناب نافع نے کہا: وہ ان دو کے درمیان اس لیے چلتے تھے، تا کہ حجر اسود کا استلام کرنے میں آسانی ہو۔

فوائد:......امام نافع کے نزدیک رکن یمانی سے حجر اسود تک عام چال چلنے کی وجہ حجر اسود کا استلام کرنے میں آسانی پیدا کرنا ہے، یہ جناب نافع کا ذاتی فہم ہے، یہاں عام چال چلنے کی وجہ مشرکوں سے اوجھل ہو جانا تھا، جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث میں وضاحت ہو چکی ہے۔

(٤٣٣٣) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ۔ (مسند احمد: ٦٠٤٧)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا۔

فوائد: ......سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک تین چکروں

(٤٣٣٠) تخريج: اسناده صحيح على شرط البخارى ـ أخرجه ابو يعلى: ٢٤٩٢، وابن ابى شيبة: ص ٤٠٧ (انظر: ١٩٧٢)

(٤٣٣١) تخريج: أخرجه البخارى: ١٦٤٤، ومسلم: ١٢٦١ (انظر: ٥٧٣٧)

(٤٣٣٢) تخريج: أخرجه البخارى: ١٦١٧، ومسلم: ١٢٦١ (انظر: ٤٦١٨)

(٤٣٣٣) تخريج: انظر الحديث السابق

میں ''رمل'' کیا اور چار چکروں میں عام چال چلتے رہے۔ (مسلم) عمرۂ قضاء کے موقع پر آپ ﷺ نے طوافِ قدوم کے پہلے تین چکروں میں حجر اسود سے رکن یمانی تک رمل کیا تھا، لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر حجر اسود سے حجر اسود تک، یعنی پورے چکر میں رمل کیا، جیسا کہ اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ امام مبارکپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث والا عمل عمرۂ قضاء کے موقع پر ۷ھ میں پیش آیا، جبکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث والا عمل ۱۰ھ میں پیش آیا، اس لیے آپ ﷺ کے آخری عمل کو لیا جائے گا اور پہلے والے عمل کو منسوخ سمجھا جائے گا۔ (تحفۃ الاحوذی: ۲/ ۹۲) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پہلے تین چکروں میں مکمل رمل کیا جائے گا۔

(٤٣٣٤) عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رضي الله عنه قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ مُضْطَبِعٌ بِبُرْدٍ لَهُ حَضْرَمِيٍّ۔ (مسند احمد: ١٨١٢٠)

سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرمی چادر سے اضطباع کیا ہوا تھا۔

فوائد: ...... اضطباع کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے وہ چادر اس طرح لپیٹی ہوئی تھی کہ آپ کا دایاں کندھا برہنہ تھا، طوافِ قدوم کے ساتوں چکروں میں اضطباع کیا جاتا ہے۔

(٤٣٣٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ اعْتَمَرُوْا مِنْ جِعْرَانَةَ فَاضْطَبَعُوْا أَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ (وَفِيْ لَفْظٍ) جَعَلُوْا أَرْدِيَتَهُمْ وَقَذَفُوْهَا عَلٰى عَوَاتِقِهِمُ الْيُسْرٰى۔ (مسند احمد: ٢٧٩٢)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا تو انہوں نے اس طرح اضطباع کیا ہوا تھا کہ انھوں نے (دائیں کندھوں کی) بغلوں سے چادروں کو گزار کر بائیں کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔

(٤٣٣٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ اِعْتَمَرُوْا مِنْ جِعْرَانَةَ فَرَمَلُوْا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا وَمَشَوْا أَرْبَعًا۔ (مسند احمد: ٢٦٨٨)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا اور انہوں نے بیت اللہ کے گرد طواف کرتے وقت پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔

(٤٣٣٧) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه يَقُوْلُ: فِيْمَا

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اب دورانِ طواف رمل اور کندھوں کو ننگا کرنے کا کیا مقصد ہے؟ اب تو اللہ تعالیٰ نے

(٤٣٣٤) تخریج: حديث صحيح ۔ أخرجه ابوداود: ١٨٨٣ (انظر: ١٧٩٥٦)

(٤٣٣٥) تخریج: اسناده قوى على شرط مسلم ۔ أخرجه ابوداود: ١٨٨٤ ، ١٨٩٠ (انظر: ٢٧٩٢)

(٤٣٣٦) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٣٧) تخریج: صحيح لغيره۔ أخرجه ابوداود: ١٨٨٧ ، و ابن ماجه: ٢٩٥٢ ، وأخرجه بنحوه البخارى: ١٦٠٥ (انظر: ٣١٧)

الرَّمَلَانُ الْآنَ وَالْكَشْفُ عَنِ الْمَنَاكِبِ وَقَدْ أَطَّأَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ وَنَفَى الْكُفْرَ وَأَهْلَهُ، وَمَعَ ذَالِكَ لَا نَدَعُ شَيْئًا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۳۱۷)

اسلام کو غلبہ دے دیا ہے اور کفر اور اہل کفر کو ختم کر دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اس عمل کو ترک نہیں کریں گے جو ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کیا کرتے تھے۔

فــوائــد: ......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے کہ رمل اور اضطباع کا سبب وہ مشرک تھے، جو عمرۂ جعرانہ کے موقع پر حطیم کی طرف بیٹھے تھے اور جن کا نظریہ یہ تھا کہ یثرب کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور اور لاغر کر دیا ہے، ان کے اس تصور کو ردّ کرنے کے لیے آپ ﷺ نے رمل اور اضطباع کا حکم دیا تھا، غلبۂ اسلام کے بعد سرے سے یہ سبب ہی ختم ہو چکا تھا، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو عمل کر دیا ہے، اس کو بحال رکھا جائے، اگرچہ اس کا سبب ختم ہو چکا ہے۔

فَضْلُ الطَّوَافِ وَالرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَمَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ

طواف، رکن یمانی، حجر اسود اور مقام ابراہیم کی فضیلت

(۴۳۳۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مَسْحَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَالرُّكْنِ الْأَسْوَدِ يَحُطُّ الْخَطَايَا حَطًّا۔)) (مسند احمد: ۵۶۲۱)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''رکن یمانی اور حجر اسود کو چھونا غلطیوں کو مٹا دیتا ہے۔''

فوائد: ......حجر اسود کو استلام کرنے کے چار طریقے ہیں: (۱) اسے بوسہ دینا، (۲) اپنے ہاتھ کے ساتھ حجر اسود کو چھو کر ہاتھ کا بوسہ لینا، (۳) کسی چھڑی وغیرہ کے ساتھ حجر اسود کو چھونا اور پھر چھڑی کو بوسہ دینا اور اگر یہ تمام صورتیں ناممکن ہوں تو (۴) دور سے اس کی طرف منہ کر کے صرف اشارہ کرنا۔ رہا مسئلہ رکن یمانی کا، تو حسبِ امکان اسے صرف ہاتھ سے مس کرنا مشروع ہے، اگر چھونا ناممکن یا زیادہ باِمشقت ہو تو طواف کرنے والا اس کی طرف اشارہ کیے یا متوجہ ہوئے بغیر وہاں سے گزر جائے گا، اس کونے کا بوسہ لینا یا اس کی طرف اشارہ کرنا غیر مشروع ہے۔

(۴۳۳۹) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ لِابْنِ عُمَرَ مَالِي لَا أَرَاكَ تَسْتَلِمُ إِلَّا هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنْ أَفْعَلْ

عبید بن عمیر نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ صرف رکن یمانی اور حجر اسود والے دو کونوں کا ہی استلام کرتے ہیں؟ انھوں نے جواباً کہا: اگر میں اس طرح کر رہا ہوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا

(۴۳۳۸) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه الترمذي: ۹۵۹، والنسائي: ۵/ ۲۲۱ (انظر: ۵۶۲۱)

(۴۳۳۹) تخريج: انظر الحديث السابق

ذَالِكَ، فَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ اسْتِلَامَهُمَا يَحُطُّ الْخَطَايَا۔)) قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((مَنْ طَافَ أُسْبُوْعًا يُحْصِيْهِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، كَانَ لَهُ كَعِدْلِ رَقَبَةٍ۔)) قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((مَا رَفَعَ رَجُلٌ قَدَمًا وَلَا وَضَعَهَا إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔)) (مسند احمد: ٤٤٦٢)

کہ ''ان دونوں رکنوں کا استلام کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔'' نیز سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی طواف کے سات چکر لگائے اور پھر دو رکعت ادا کرے اسے ایک گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔'' مزید انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''طواف میں آدمی کو ایک ایک قدم اٹھانے اور رکھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔''

(٤٣٤٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَأْتِي هٰذَا الْحَجَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ۔)) (مسند احمد: ٢٢١٥)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن یہ پتھر (حجر اسود) ضرور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا۔ اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا جس نے اسے حق کے ساتھ چوما ہوگا اس کے حق میں گواہی دے گا۔

(٤٣٤١) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَكَانَ أَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ، حَتّٰى سَوَّدَتْهُ خَطَايَا أَهْلِ الشِّرْكِ۔)) (مسند احمد: ٣٥٣٧)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حجر اسود جنت سے ہے، (جب اس کو جنت سے اتارا گیا تھا تو) اس وقت یہ برف سے زیادہ سفید تھا، لیکن اب مشرکین کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے۔''

فوائد: ......سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْلَا مَامَسَّهُ مِنْ أَنْجَاسِ الْجَاهِلِيَّةِ، مَامَسَّهُ ذُوْعَاهَةٍ إِلَّا شُفِيَ، وَمَا عَلَى الْأَرْضِ شَيْءٌ مِنَ الْجَنَّةِ غَيْرَهُ۔)) ......''اگر اس (حجر اسود) کو جاہلیت کی نجاستوں نے نہ چھوا ہوتا تو اسے مس کرنے سے کسی بھی تکلیف والے آدمی کی تکلیف دور ہو جاتی، اس پتھر کے علاوہ زمین میں جنت کی کوئی چیز نہیں ہے۔'' (سنن بیهقی: ٥/ ٧٥، صحیحه: ٣٣٥٥)

معلوم ہوا کہ جنتی چیزیں بابرکت ہوتی ہے اور ان کو چھونے سے شفا ملتی ہے۔ نیز گناہوں کی نحوست اور بے برکتی دیکھیں کہ جنت سے اتارا جانے والا پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ معلوم نہیں کہ خطاؤں کی نحوست گنہگاروں سے کیا سلوک کرے گی۔

(٤٣٤٠) تخریج: حدیث صحیح ۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٤٤، والترمذی: ٩٦١ (انظر: ٢٢١٥)
(٤٣٤١) صحیح (صحیحه: ٢٦١٨)۔ أخرجه النسائی: ٥/ ٢٢٦، والترمذی: ٨٧٧ (انظر: ٣٥٣٧)

(٤٣٤٢) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَلْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ۔(مسنداحمد: ١٣٩٨٦)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حجراسود جنت سے ہے۔

(٤٣٤٣) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَأْتِي الرُّكْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مِنْ أَبِي قُبَيْسٍ، لَهُ لِسَانٌ وَشَفَتَانِ)) (مسند احمد: ٦٩٧٨)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حجراسود قیامت کے دن ابوقبیس پہاڑ سے بھی بڑا ہوکر آئے گا اور اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے۔''

(٤٣٤٤) عَنْ مُسَافِعِ بْنِ شَيْبَةَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو (يَعْنِي ابْنَ الْعَاصِ) رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ: فَأَنْشُدُ بِاللّٰهِ ثَلَاثًا وَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ، لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمَقَامَ (وَفِي لَفْظٍ إِنَّ الْحَجَرَ وَالْمَقَامَ) يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَاقُوْتِ الْجَنَّةِ، طَمَسَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نُوْرَهُمَا، وَلَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ طَمَسَ نُوْرَهُمَا لَأَضَاءَتَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (وَفِي لَفْظٍ: مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)۔)) (مسند احمد: ٧٠٠٠)

مُسافع بن شیبہ کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تین بار اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں، پھر انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال دیں اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''حجراسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالی نے ان کا نور ختم کردیا ہے، اگر اللہ نے ان کا نور ختم نہ کیا ہوتا تو ان کی چمک سے شرق ومغرب کے درمیان والا حصہ منور ہوجاتا، ایک روایت میں ہے: زمین وآسمان کے درمیان والا خلا منور ہوجاتا۔''

فوائد: ......اس باب کی احادیث میں حجراسود اور رکن یمانی کی فضیلت کا بیان ہے۔درج ذیل حدیث ضعیف ہے: ((إِنَّ الْحَجَرَ يَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ يُصَافِحُ بِهَا خَلْقَهُ۔)) ......''بیشک حجراسود زمین میں اللہ تعالی کا دایاں ہاتھ ہے، وہ اس کے ساتھ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے۔'' (معجم اوسط: ١/ ١٧٧)

اِسْتِلَامُ الرُّكْنِ الْاَسْوَدِ وَالْيَمَانِيِّ وَعَدَمُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنَيْنِ الْاٰخَرَيْنِ

حجراسود اور رکن یمانی کا استلام کرنے اور دوسرے دو کونوں کا استلام نہ کرنے کا بیان

(٤٣٤٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(٤٣٤٢) تخريج: اسناده صحيح على شرط الشيخين ـ أخرجه البزار: ١١١٥، و الطبراني في "الاوسط": ٤٩٥١، والبيهقي: ٥/ ٧٥(انظر: ١٣٩٤٤)

(٤٣٤٣) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه ابن خزيمة: ٢٧٣٧، والحاكم: ١/ ٤٥٧ (انظر: ٦٩٧٨)

(٤٣٤٤) اسناده ضعيف، والاصح وقفه، رجاء ابو يحيى ليس بقوى ـ أخرجه الترمذى: ٨٧٨(انظر: ٧٠٠٠)

(٤٣٤٥) تخريج: اسناده قوى ـ أخرجه ابوداود: ١٨٧٦، والنسائى: ٥/ ٢٣١(انظر: ٥٩٦٥)

اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ وَالْأَسْوَدَ كُلَّ طَوْفَةٍ وَلَا يَسْتَلِمُ الرُّكْنَيْنِ الْآخَرَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ۔ (مسند احمد: ٥٩٦٥)

بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجراسود کا استلام کیا کرتے تھے اور حطیم کی جانب والے دونوں کونوں کا استلام نہیں کرتے تھے۔

فوائد:...... سابقہ باب کے شروع میں حجراسود اور رکن یمانی کے استلام کے طریقے گزر چکے ہیں۔

(٤٣٤٦) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَنْ يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَ فِي كُلِّ طَوَافٍ۔ (مسند احمد: ٤٦٨٦)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ ہر طواف کے ہر چکر میں حجراسود اور رکن یمانی کا استلام نہ چھوڑتے تھے۔

(٤٣٤٧) عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔ (مسند احمد: ٦٠١٧)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے صرف دو یمنی کونوں (یعنی رکن یمانی اور حجراسود) کا استلام کیا کرتے تھے۔

فوائد:...... رکن یمانی اور حجراسود کو تغلیباً دو یمنی کونے کہہ دیا جاتا ہے، جیسے "اَبٌ" اور "اُمٌّ" کو "اَبَوَان" اور شمس وقمر کو "قَمَرَان" کہہ دیتے ہیں۔

(٤٣٤٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَسْتَلِمُ إِلَّا هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّ وَالْأَسْوَدَ۔ (مسند احمد: ٣٥٣٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف دو کونوں یعنی رکن یمانی اور حجراسود کا استلام کیا کرتے تھے۔

(٤٣٤٩) عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رضي الله عنه قَالَ: طُفْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه فَلَمَّا كُنْتُ عِنْدَ الرُّكْنِ الَّذِي يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ، أَخَذْتُ بِيَدِهِ لِيَسْتَلِمَ، فَقَالَ: أَمَا طُفْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: فَهَلْ رَأَيْتَهُ يَسْتَلِمُهُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ:

سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا، جب میں بیت اللہ کے دروازے سے حطیم والے کونے کے پاس پہنچا تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا تاکہ وہ اس کونے کا بھی استلام کر لیں، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، کیا

(٤٣٤٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٤٧) تخريج: أخرجه البخارى: ١٦٠٩، ومسلم: ١٢٦٧ (انظر: ٦٠١٧)

(٤٣٤٨) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٦٩ (انظر: ٣٥٣٣)

(٤٣٤٩) اسناده صحيح على شرط مسلم ـ أخرجه ابويعلى: ١٨٢، وعبد الرزاق: ٨٩٤٥ (انظر: ٢٥٣)

فَانْفُذْ عِنْدَكَ، فَإِنَّ لَكَ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أُسْوَةً حَسَنَةً۔ (مسند احمد: ۲۵۳)

ہے۔ انھوں نے کہا: تو کیا تم نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ان کونوں کا استلام کیا ہو؟ میں نے کہا: جی نہیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر اس کو چھوڑ و اور آگے بڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ میں ہی بہترین نمونہ ہے۔

(٤٣٥٠)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: طُفْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ، قَالَ يَعْلٰى فَكُنْتُ مِمَّا يَلِيَ الْبَيْتَ، فَلَمَّا بَلَغْتُ الرُّكْنَ الْغَرْبِيَّ الَّذِيْ يَلِيْ الْأَسْوَدَ جَرَرْتُ بِيَدِهِ لِيَسْتَلِمَ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقُلْتُ: أَلَا تَسْتَلِمُ؟ قَالَ: أَلَمْ تَطُفْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ؟ فَقُلْتُ: بَلٰى، فَقَالَ: أَفَرَأَيْتَهُ يَسْتَلِمُ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْغَرْبِيَّيْنِ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: أَفَلَيْسَ لَكَ فِيْهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: فَانْفُذْ عَنْكَ۔ (مسند احمد: ۳۱۳)

(دوسری سند) سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا، انھوں نے حجر اسود کا استلام کیا، میں بیت اللہ کے قریب تھا، جب میں حجر اسود سے اگلے مغربی کونے کے پاس پہنچا تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا تا کہ وہ اس کونے کا بھی استلام کر لیں لیکن انھوں نے آگے سے کہا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: کیا آپ اس کونے کا استلام نہیں کریں گے؟ انھوں نے کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا: جی کیا ہے۔ انھوں نے کہا: تو کیا تم نے آپ ﷺ کو ان مغربی کونوں کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہترین نمونہ نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا: جی کیوں نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس کو چھوڑ و اور آگے کو بڑھو۔

اِسْتِلَامُ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَتَقْبِيْلُهُ وَمَا يُقَالُ عِنْدَ ذَالِكَ وَمَا يَفْعَلُ مَنْ زُوْحِمَ

حجر اسود کا استلام کرنے، اس کو بوسہ دینے اور اس وقت کی دعا کا بیان، نیز ہجوم والا بندہ کیا کرے، اس چیز کا بیان

(٤٣٥١) عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ الْحَجَرِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ، فَقَالَ: رَجُلٌ: أَرَأَيْتَ إِنْ

زبیر بن عربی کہتے ہیں: ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ نے حجر اسود کا بوسہ لے کر اس کا استلام کیا، اس آدمی نے کہا: اگر ہجوم ہو تو؟ سیدنا عبد اللہ

(٤٣٥٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٥١) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦١١ (انظر: ٦٣٩٦)

زُحِمْتُ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اِجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ۔ (مسند احمد: ٦٣٩٦)

بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ''اگر مگر'' کو یمن میں رکھو، میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا استلام کرتے ہوئے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

فوائد: ......بہر حال حجر اسود کے استلام کے چار طریقے ہیں، حدیث نمبر (۴۳۴۸) میں گزر چکے ہیں۔

(٤٣٥٢) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ فَلَا أَدَعُ اسْتِلَامَهُ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ۔ (مسند احمد: ٤٤٦٣)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے، اب ہجوم ہو یا نہ ہو، میں اس کا استلام نہیں چھوڑوں گا۔

فوائد: ...... یہاں استلام سے مراد بوسہ لینا ہے۔

(٤٣٥٣) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَكَبَّ عَلَى الرُّكْنِ، فَقَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْ لَمْ أَرَ حَبِيْبِي ﷺ قَبَّلَكَ وَاسْتَلَمَكَ، مَا اسْتَلَمْتُكَ وَلَا قَبَّلْتُكَ، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔﴾ (مسند احمد: ١٣١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجر اسود کے اوپر جھکے اور کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں نے اپنے حبیب ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے اور تیرا استلام کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی نہ تیرا استلام کرتا اور نہ تجھے بوسہ دیتا۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ...... ''تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہترین نمونہ ہے۔''

فوائد: ......صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ .)) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس مناسبت سے یہ وضاحت کی تھی کہ لوگوں نے کچھ عرصہ پہلے ہی بتوں کی پوجا پات چھوڑی تھی، اس لیے ممکن تھا کہ حجر اسود کے استلام سے ان کو یہ شبہ ہونے لگ جاتا کہ اسلام میں بھی پتھروں کی تعظیم کی جاتی ہے، جیسا کہ دورِ جاہلیت میں عرب لوگ کرتے تھے، سو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے واضح کر دیا کہ اس پتھر کا نفع ونقصان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جا رہی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ امورِ دین میں شارع علیہ السلام کی پیروی کی جائے، اگرچہ ان امور کی حکمتوں اور معنوں کو ہم نہ سمجھ سکیں۔

(٤٣٥٢) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٠٦، ومسلم: ١٢٦٨ (انظر: ٤٤٦٣)

(٤٣٥٣) تخريج: اسناده قوى ـ أخرجه البزار: ١٩١ (انظر: ١٣١)

(٤٣٥٤) عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَظَرَ إِلَى الْحَجَرِ فَقَالَ: أَمَا! وَاللّٰهِ! لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ، ثُمَّ قَبَّلَهُ۔ (مسند احمد: ٩٩)

عابس بن ربیعہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجراسود کی طرف دیکھا اور اس سے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا، پھرانہوں نے اس کو بوسہ دیا۔

(٤٣٥٥) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: ((يَا عُمَرُ! إِنَّكَ رَجُلٌ قَوِيٌّ لَا تُزَاحِمْ عَلَى الْحَجَرِ فَتُؤْذِيَ الضَّعِيْفَ، إِنْ وَجَدْتَ خَلْوَةً فَاسْتَلِمْهُ وَإِلَّا فَاسْتَقْبِلْهُ فَهَلِّلْ وَكَبِّرْ۔)) (مسند احمد: ١٩٠)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''عمر! تم قوی آدمی ہو، اس لیے تم حجراسود پر ہجوم کر کے کمزوروں کو تکلیف نہ پہنچانا، اگر جگہ مل جائے تو استلام کر لینا، وگرنہ اس کی طرف رخ کر کے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہہ لینا۔''

فوائد:...... یہ اسلام کا ایک سنہری اصول ہے کہ کسی مستحب اور افضل چیز پر عمل کرنے کے لیے کسی مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے، حجرِ اسود کو بوسہ دینا کتنا عظیم عمل ہے، لیکن اس عظمت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ بیسیوں مسلمانوں کی تکلیف کا باعث بنا جائے۔ آج کل لوگ یہ بوسہ دینے اور ملتزم تک پہنچنے کے لیے غیر محرم عورتوں کے تقدس کو بھی بھول جاتے ہیں اور کوئی لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے، کئیوں کے پاؤں کو مسلتے ہوئے اور کئی عورتوں کے جسموں کے ساتھ رگڑ کھاتے ہوئے یہ فضیلت حاصل کرنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔

اِسْتِلَامُ الْاَرْكَانِ كُلِّهَا
بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کرنا

(٤٣٥٦) عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَافَ مَعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْبَيْتِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِمَ تَسْتَلِمُ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا،

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، ہوا یوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کیا، یہ دیکھ کر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: آپ بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کیوں کرتے ہیں، جبکہ اللہ کے رسول نے تو ان سب کا استلام نہیں کیا؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بیت اللہ

(٤٣٥٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٩٧، ومسلم: ١٢٧٠ (انظر: ٩٩)

(٤٣٥٥) تخريج: حديث حسن ـ أخرجه البيهقي: ٥/ ٨٠ (انظر: ١٩٠)

(٤٣٥٦) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه الترمذي: ٨٥٨، وأخرجه مسلم: ١٢٦٩ ولم يذكر قصة معاوية، وعلقه البخاري: ١٦٠٨ بصيغة الجزم (انظر: ١٨٧٧)

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: صَدَقْتَ۔ (مسند احمد: ۱۸۷۷)

کے کسی حصے کو بھی نہیں چھوڑا جا سکتا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے)۔ یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔

(۴۳۵۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ حَجَّاجٌ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ وَابْنُ عَبَّاسٍ فَطَافَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَلَمَ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: إِنَّمَا اسْتَلَمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَيْسَ مِنْ أَرْكَانِهِ شَيْءٌ مَهْجُورٌ، قَالَ حَجَّاجٌ: قَالَ شُعْبَةُ: اَلنَّاسُ يَخْتَلِفُونَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، يَقُولُونَ: مُعَاوِيَةُ هُوَ الَّذِي قَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبَيْتِ شَيْءٌ مَهْجُورٌ وَلٰكِنَّهُ حَفِظَهُ مِنْ قَتَادَةَ هٰكَذَا۔ (مسند احمد: ۱٦۹۸۳)

ابو طفیل کہتے ہیں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دونوں مکہ مکرمہ آئے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے طواف کیا اور انہوں نے بیت اللہ کے تمام کونوں کا استلام کیا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے صرف یمنی کونوں کا استلام کیا ہے، لیکن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بیت اللہ کا کوئی بھی حصہ چھوڑا ہوا نہیں ہے۔ امام شعبہ کہتے ہیں: راویوں نے اس حدیث کو مختلف اندازوں میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تھی کہ بیت اللہ کا کوئی حصہ بھی چھوڑا نہیں جا سکتا، لیکن انھوں نے قتادہ سے یہ حدیث اسی طرح ہی بیان کی ہے۔

اس حدیث کو اس سیاق سے روایت کرنے میں امام احمد منفرد ہیں۔ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فوائد: …… یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتی رہے تھی کہ چاروں کونوں کا استلام کیا جائے، لیکن جب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کا عمل بیان کیا تو انھوں نے اسی عمل کا اعتراف کیا اور یہی مؤمن کی شان ہے کہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد وہ اپنی رائے کو ترک کر کے حق کی پیروی کرتا ہے، جبکہ حق کی طرف رجوع کرنے میں فضیلت وعظمت ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ وہ یہ نقطہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ بسا اوقات ہمارے فہم کے تقاضے اور ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تقاضے اور ہوتے ہیں، کعبۃ اللہ کے چار کونے ہیں، ایک کونے میں حجر اسود ہے، آپ ﷺ

(۴۳۵۷) تخریج: رجالہ ثقات رجال الشیخین، علی قلب فی متنہ، فالمحفوظ ان القائل: "لیس من البیت شیء مهجور" هو معاویة۔ انظر الحدیث السابق

نے چار طریقوں سے اس کا استلام کرنے کو مشروع قرار دیا، جبکہ رکن یمانی کو حسبِ امکان صرف مس کرنے کا حکم دیا اور باقی دو کونوں کو بالکل چھوڑ دیا، اب اگر کوئی آدمی رکن یمانی کو بوسہ دینا شروع کر دے یا دوسرے دو کونوں کا استلام بھی شروع کر دے تو اسے وہی بات کہی جائے گی، جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہی تھی اور انھوں نے جواباً ان کی تصدیق کی تھی۔ اب بھی دورانِ طواف کئی لوگ درج ذیل امور کی پابندی کرتے ہیں، جبکہ یہ تمام امور خلافِ شرع ہیں: حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے ہاتھوں کو چومنا، رکن یمانی کو چومنا یا اس رکن کی طرف اشارہ کرنا، دورانِ طواف بآواز بلند اجتماعی ذکر کرنا، ہر چکر کے لیے مخصوص اذکار کا اہتمام کرنا، رکن یمانی کو چھونے اور حجر اسود کو بوسہ دینے اور ملتزم تک پہنچنے کے لیے خوب دھکم پیل کرنا، لوگوں کے پاؤں مسلنا اور غیر محرم عورتوں کے جسموں سے رگڑ کھا کر جانا۔

جَوَازُ الطَّوَافِ عَلٰی بَعِيْرٍ وَغَيْرِهِ وَاِسْتِلَامُ الْحَجَرِ بِمِحْجَنٍ وَنَحْوِهِ لِحَاجَةٍ

اس امر کا بیان کہ کسی عذر اور ضرورت کی بنا پر اونٹ وغیرہ پر طواف اور چھڑی وغیرہ کے ساتھ حجر اسود کا استلام کیا جا سکتا ہے

(٤٣٥٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ قَدِ اشْتَكٰى، فَطَافَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَمَعَهُ مِحْجَنٌ، كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اسْتَلَمَهُ بِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَنَاخَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔ (مسند احمد: ٢٧٧٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے، ان دنوں آپ کچھ بیمار تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا تھا، آپ ﷺ کے پاس ایک لاٹھی تھی، جب آپ ﷺ حجر اسود کے پاس سے گزرتے تو اس کے ساتھ حجر اسود کا استلام کرتے، پھر جب آپ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے اونٹ کو بٹھا دیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔

(٤٣٥٩)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ: قَالَ:) وَأَتَى السِّقَايَةَ فَقَالَ: ((اسْقُوْنِيْ۔)) فَقَالُوْا: إِنَّ هٰذَا يَخُوْضُهُ النَّاسُ وَلٰكِنَّا نَأْتِيْكَ

(دوسری سند) یہ حدیث دوسری سند سے بھی اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ہے: آپ ﷺ طواف کے بعد وہاں تشریف لائے، جہاں زمزم کا پانی پلایا جا رہا تھا اور آپ ﷺ

(٤٣٥٨) تخریج: حدیث صحیح، وھذا اسناد ضعیف۔ أخرجه ابوداود: ١٨٨١، وأخرجه البخاری: ١٦٠٧، ومسلم: ١٢٧٢ بلفظ: ...... عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ طاف بالبیت علی راحلته یستلم الرکن بمحجن۔ (انظر: ٢٧٧٣)

(٤٣٥٩) تخریج: انظر الحدیث بالطریق الاول۔ أخرجه البخاری: ١٦٣٥ بلفظ: ......عن ابن عباس: ان رسول الله ﷺ جاء الی السقایة فاستسقی، فقال العباس: یا فضل! اذهب الی امك فأت رسول الله ﷺ بشراب من عندها، فقال: ((اسقنی۔)) قال: یا رسول الله! انهم یجعلون ایدیهم فیه، قال: ((اسقنی۔)) فشرب منه (انظر: ١٨٤١)

بِهِ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَالَ: ((لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ، اِسْقُوْنِيْ مِمَّا يَشْرَبُ مِنْهُ النَّاسُ۔)) (مسند احمد: ۱۸۴۱)

نے فرمایا: ''مجھے بھی پلاؤ۔'' انہوں نے کہا: اس پانی کو تو لوگ متأثر کرتے رہتے ہیں، ہم آپ کے لیے گھر سے (صاف) پانی لے آتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی ضرورت نہیں ہے، جہاں سے لوگ پی رہے ہیں، وہیں سے مجھے بھی پلا دیں۔''

فوائد: ...... یہ آپ ﷺ کی تواضع، عدم تکلف، سادگی اور حسن اخلاق کا ایک انداز تھا کہ جو چیز عام لوگ استعمال کر رہے ہیں، اسی کو آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے ترجیح دی، جبکہ صاف پانی مہیا کرنے والے لوگ موجود تھے۔

(۴۳۶۰) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَدِمَتْ، وَهِيَ مَرِيْضَةٌ فَذَكَرَتْ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((طُوْفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ، وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ۔)) قَالَتْ: فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ۔ قَالَ أَبِي: وَقَرَأْتُهُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَتْ: فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّي بِجَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَسْطُوْرٍ۔ (مسند احمد: ۲۷۲۵۰)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب وہ مکہ مکرمہ آئیں تو وہ ان دنوں بیمار تھیں، انہوں نے اس بات کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم سوار ہو کر لوگوں سے پرے ہٹ کر طواف کرلو۔'' وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس تھے اور سورۂ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔ امام احمد کہتے ہیں: میں نے عبد الرحمٰن پر یہ روایت پڑھی: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پس میں نے طواف کیا، جبکہ رسول اللہ ﷺ اس وقت بیت اللہ کی ایک جانب نماز ادا کر رہے تھے اور اس میں سورۂ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

(۴۳۶۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ طَافَ بِالْبَيْتِ عَلٰى نَاقَةٍ، (وَفِي لَفْظٍ عَلٰى رَاحِلَتِهِ) يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ (مسند احمد: ۲۱۱۸)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اونٹنی پر بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ ﷺ نے اپنی لاٹھی کے ساتھ حجر اسود کا استلام کیا، آپ ﷺ نے صفا و مروہ کی سعی بھی سواری پر کی تھی۔

(۴۳۶۲) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى بَعِيْرٍ فَكُلَّمَا أَتٰى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ وَكَبَّرَ۔ (مسند احمد: ۲۳۷۸)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا، جب آپ ﷺ حجر اسود کے سامنے آتے تو اس کی طرف اشارہ

(۴۳۶۰) تخريج: أخرجه البخاري: ٤٦٤، ١٦١٩، ١٦٢٦، ومسلم: ١٢٧٦ (انظر: ٢٦٧١٤)

(۴۳۶۱) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٠٧، ومسلم: ١٢٧٢ (انظر: ٢١١٨)

(۴۳۶۲) تخريج: أخرجه البخاري: ٦٢٩٩ (انظر: ٢٣٧٨)

کرکے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے۔

(٤٣٦٣) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهِ۔ (مسند احمد: ٢٤٢٠٨)

سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور اپنی لاٹھی سے حجر اسود کا استلام کر رہے تھے، جبکہ میں اس وقت جوان تھا۔

فوائد: ...... صحیح مسلم کی روایت میں یہ زیادتی ہے: وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔ ......اور لاٹھی کو بوسہ دیتے تھے۔

(٤٣٦٤) عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى نَاقَةٍ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهِ۔ (مسند احمد: ١٥٤٩١)

سیدنا قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اونٹنی پر سوار تھے اور اپنی لاٹھی سے حجر اسود کا استلام کر رہے تھے۔

فوائد: ......سواری پر طواف اور سعی کرنے کی مزید روایات اور اس کی وجوہات: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلَى بَعِيْرِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يُضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ۔ ...... نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کعبہ کے اردگرد اپنے اونٹ پر طواف کیا، وہیں سے حجر اسود کا استلام کر لیتے، (سوار ہونے کی وجہ یہ تھی کہ) آپ ناپسند کرتے تھے کہ لوگوں کو آپ ﷺ سے دور کرنے کے لیے مارا جائے۔ (صحیح مسلم)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوْهُ فَاِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ)) ......رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی سواری پر اس لیے کی تھی تا کہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ سکیں اور آپ ﷺ لوگوں کو اوپر سے دیکھ سکیں اور لوگ آپ ﷺ سے سوال کر سکیں، بات یہ تھی کہ لوگوں نے آپ ﷺ پر ہجوم کیا ہوا تھا۔ (ابو داود، نسائی)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی عذر کی وجہ سے سواری پر طواف اور سعی کی جا سکتی ہے، نیز جو امام لوگوں کی رہنمائی کر رہا ہو یا لوگ جس کی اقتدا کر رہے ہوں یا اس کو اپنی طرف لوگوں کے ہجوم کا خطرہ ہو تو ایسا امام طواف اور سعی کے دوران سوار ہو سکتا ہے۔

(٤٣٦٣) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٧٥ (انظر: ٢٣٧٩٨)

(٤٣٦٤) تخريج: اسناده حسن۔ أخرجه ابو يعلى: ٩٢٨، والطبرانى فى "الكبير": ١٩/ ٨٠، وفى "الاوسط": ٨٠٢٤ (انظر: ١٥٤١٤/ ١)

اَلطَّائِفُ يَخْرُجُ فِيْ طَوَافٍ عَنِ الْحِجْرِ لِيَكُوْنَ طَائِفًا بِالْبَيْتِ كُلِّهِ مِنْ وَرَاءِ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اس امر کا بیان کہ طواف کرنے والا آدمی حطیم کے باہر سے طواف کرے، تاکہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق پورے بیت اللہ کا طواف ہو سکے

(٤٣٦٥) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَمْ تَرَىٰ إِلٰى قَوْمِكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ، اِقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام؟)) قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ۔)) قَالَ: عَبْدُاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: فَوَاللّٰهِ! لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا أُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَرَكَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام إِرَادَةَ أَنْ تَسْتَوْعِبَ النَّاسُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ كُلِّهِ مِنْ وَرَاءِ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام۔ (مسند احمد: ٢٥٣٣٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ جب تمہاری قوم قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تو وہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کرنے سے عاجز رہ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا: تو کیا آپ اسے ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر نہیں کر دیتے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر کو چھوڑ کر نہ آئی ہوتی تو ایسا کر دیتا تھا۔'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے تو میرا خیال ہے کہ چونکہ بیت اللہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر نہیں ہوا تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حطیم کی جانب والے بیت اللہ کے دو کونوں کا استلام نہیں کیا، اس سلسلے میں آپ ﷺ کا ارادہ یہ ہو گا کہ لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت ابراہیمی بنیادوں والے مکمل بیت اللہ کا چکر پورا کریں۔

فوائد: ...... حطیم، کعبہ کا حصہ ہے، اس لیے طواف کے دوران حطیم کے باہر سے چکر لگانا چاہیے۔ اب اس حصے پر چار پانچ فٹ اونچی اور تین چار فٹ چوڑی دیوار موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حطیم کی جانب والے بیت اللہ کے دو کونوں کا استلام نہ کرنا، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کی جو وجہ بیان کی ہے، یہ ان کا ذاتی فہم اور فقہ ہے، وگرنہ جب آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعمیر کعبہ کے بارے میں ہدایات دی تھیں، اس وقت آپ ﷺ نے ان دو کونوں کے استلام کے مسئلے کی وضاحت بھی کر دی تھی۔ اخراجات کی کمی کی وجہ سے قریشی پوری عمارت تعمیر نہ کر سکے تھے۔

(٤٣٦٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٨٤، ومسلم: ١٣٣٣ (انظر: ٢٤٨٢٧)

(٤٣٦٦) عَنْ عَائِشَةَ ‌رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ فَأُصَلِّيَ فِيهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدِيْ فَأَدْخَلَنِيْ فِي الْحِجْرِ، فَقَالَ لِيْ: ((صَلِّيْ فِي الْحِجْرِ إِذَا أَرَدْتِ دَخُوْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِنَ الْبَيْتِ وَلٰكِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوْا حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ، فَأَخْرَجُوْهُ مِنَ الْبَيْتِ۔)) (مسند احمد: ٢٥١٢٣)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں چاہتی تھی کہ بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھوں، لیکن ہوا یوں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حطیم کے اندر داخل کر کے مجھ سے فرمایا: ''اگر تم بیت اللہ کے اندر جانا چاہتی ہو تو یہاں نماز پڑھ لو، کیونکہ یہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے، لیکن چونکہ تمہاری قوم قریش کعبہ کی تعمیر کے وقت ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرنے سے قاصر رہی، اس لیے انہوں نے اتنا حصہ بیت اللہ سے نکال دیا۔''

فوائد: ...... ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ حطیم، کعبۃ اللہ کا حصہ ہے، جو آدمی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا خواہش مند ہو، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا تھا، تو وہ حطیم میں پڑھ لے، کعبہ کی موجودہ عمارت میں داخل ہونے کا اعزاز تو صرف حکمران طبقے کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

(٤٣٦٧) وَعَنْهَا اَيْضًا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهَا: ((لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِشِرْكٍ أَوْ بِجَاهِلِيَّةٍ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ، فَأَلْزَقْتُهَا بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ، بَابًا شَرْقِيًّا، وَبَابًا غَرْبِيًّا وَزِدْتُّ فِيْهَا مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ، فَإِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حِيْنَ بَنَتِ الْكَعْبَةَ۔)) (مسند احمد: ٢٥٩٧٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اگر تمہاری قوم تازہ تازہ شرک یا جاہلیت کو چھوڑ کر نہ آئی ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے اسے زمین کے ساتھ ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا، ایک مشرق کی طرف سے اور دوسرا مغرب کی جانب سے اور میں حطیم میں سے چھ ہاتھ کے بقدر جگہ بیت اللہ میں شامل کر دیتا، بات یہ ہے کہ جب قریش نے اس کی تعمیر کی تھی تو (مصارف کی قلت کی وجہ سے) وہ اس کی پوری تعمیر نہ کر سکے تھے۔''

فوائد: ......اصولِ فقہ کا ایک قانون ہے، جس کو دو طرح سے تعبیر کیا گیا ہے: ''يُدْفَعُ اَشَدُّ الضَّرَرَيْنِ بِتَحَمُّلِ اَخَفِّهِمَا'' (چھوٹے ضرر کو اختیار کر کے بڑے ضرر سے بچا جائے گا) ''دَفْعُ اَعْظَمِ الْمَفْسَدَتَيْنِ بِاحْتِمَالِ اَدْنَاهُمَا'' (چھوٹی مفسدت کو اختیار کر کے بڑی مفسدت سے بچا جائے گا) آپ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے بھی یہی قانون ثابت ہے کہ ایک طرف قریب الاسلام لوگوں کے متنفر ہو جانے کی متوقع مفسدت ہے اور دوسری طرف کعبہ کو نامکمل حالت میں باقی چھوڑنے کی مفسدت ہے، بڑی مفسدت لوگوں کا متنفر ہونا ہے، اس لیے اس

(٤٣٦٦) حديث صحيح ۔ أخرجه ابوداود: ٢٠٢٨، والترمذي: ٨٧٦، والنسائي: ٥/ ٢١٩ (انظر: ٢٤٦١٦)
(٤٣٦٧) تخريج: أخرجه مسلم: ١٣٣٣، (انظر: ٢٥٤٦٣)

سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے کعبہ کی عمارت کو جوں کا توں رہنے دیا۔ اس کو مصلحت اور حکمت کہتے ہیں، لیکن قارئین کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ عام آدمی اس مصلحت و مفسدت کا فیصلہ نہیں کر سکتا، یہ فیصلہ کرنے کے لیے علم شریعت میں رسوخ پیدا کرنے کے بعد اس کے مقاصد کو جاننا ضروری ہے۔

جَوَازُ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ فِيْ أَيِّ وَقْتٍ كَانَ وَمَنْ قَالَ بِكَرَاهَتِهٖ فِيْ بَعْضِ الْأَوْقَاتِ

ہر وقت میں طواف کے جائز ہونے کا اور بعض اوقات میں اس کو مکروہ سمجھنے والوں کا بیان

(٤٣٦٨) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضی اللہ عنہ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ: ((يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا تَمْنَعُنَّ أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ أَوْ صَلّٰى أَيَّ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ)) (مسند احمد: ١٦٨٥٦)

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے بنی عبد مناف! اگر کوئی آدمی دن اور رات کے کسی حصے میں بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے یا نماز پڑھنا چاہے تو تم نے کسی کو کسی صورت میں نہیں روکنا۔''

فوائد: ......سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ((لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، إِلَّا بِمَكَّةَ، إِلَّا بِمَكَّةَ۔)) ......نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک اور نمازِ فجر کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہے، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں۔'' (مسند احمد: ٥/ ١٦٥، سنن بیھقی: ٢/ ٤٦١، هذا حديث صحيح لغيره دون قوله "الا بمكة" لكن يشهد له حديث جبير بن مطعم)

یہ بیت اللہ کا شرف ہے کہ اس میں طواف اور نماز کی ادائیگی کو ہر وقت جائز قرار دیا گیا ہے اور اس پاک خطۂ زمین میں کسی وقت کو کراہت والا نہیں قرار دیا گیا، تا کہ لوگ ہر وقت اس کی فضیلت سے مستفید ہوتے رہیں، اس مقام پر کوئی وقت کراہت کا نہیں ہے، جبکہ اس رخصت میں لوگوں کی بہت بڑی منفعت بھی ہے، خصوصاً اس دور میں کہ ایک طرف لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہے، دوسری طرف طوافِ قدوم، طوافِ افاضہ، طوافِ وداع اور نفلی طواف اور طواف کی نماز کا مسئلہ ہے، لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسجد حرام میں داخل ہو رہے اور لاکھوں کی تعداد میں رخصت ہو رہے ہیں، اِدھر سے فرض نماز کے متصل بعد لوگ مسجدِ حرام سے نکل رہے ہوتے ہیں، جبکہ اُدھر سے بیسیوں نئے قافلے پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے میں اس مبارک مقام پر مکروہ اوقات کی پابندی میں بہت بڑی مشقت تھی، قربان جائیے حکیم و دانا پیغمبر پر کہ جنھوں نے یہ مسائل پیدا ہونے سے پہلے ہی رخصت کا بندوبست کر دیا تھا۔

(٤٣٦٩) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ

ابو زبیر کہتے ہیں: میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کعبہ

(٤٣٦٨) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم ـ أخرجه ابوداود: ١٨٩٤، وابن ماجه: ١٢٥٤، والترمذي: ٨٦٨، والنسائي: ١/ ٢٨٤ (انظر: ١٦٧٣٦)

(٤٣٦٩) تخريج: المرفوع منه صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة (انظر: ١٥٢٣٢)

بْــنَ عَبْــدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما عَــنِ الــطَّوَافِ بِالْكَعْبَةِ فَـقَـالَ: كُـنَّا نَطُوْفُ فَنَمْسَحُ الرُّكْنَ الْفَاتِحَةَ وَالْـخَـاتِمَةَ، وَلَمْ نَكُنْ نَطُوْفُ بَعْدَ صَلَاةِ الـصُّبْـحِ حَتّٰـى تَـطْـلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْـعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((تَطْلُعُ الشَّمْسُ عَلٰى قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ۔)) (مسند احمد: ۱۵۳۰۲)

کے طواف کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ہم طواف کرتے تھے اور رکنِ یمانی اور حجر اسود کو چھوتے تھے اور ہم نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک طواف نہیں کیا کرتے تھے، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: ''سورج شیطان کے دوسینگوں پر طلوع ہوتا ہے۔''

فوائد: ......اس حدیث کا مرفوع حصہ صحیح ہے کہ سورج طلوع ہوتے وقت شیطان کے دوسینگوں پر طلوع ہوتا ہے، لیکن اس باب کی پہلی حدیث کے ذریعے بیت اللہ کو اس کراہت سے مستثنی قرار دیا گیا ہے۔ بعض صحابہ اور ائمہ کا بیت اللہ کو اس قسم کے مکروہ اوقات سے متعلقہ احادیث کا مصداق ٹھہرانا، یہ ان ہستیوں کا ذاتی اجتہاد ہوگا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اِن کو مذکورہ بالاخصوصیت والی حدیث کا علم نہیں تھا۔ اس مسئلہ کے بارے میں کل تین اقوال ہے:

۱۔ سیدنا عمر، سیدنا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما اور امام مالک سمیت ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد طواف تو جائز ہے، لیکن دو رکعت نماز کو طلوع آفتاب اور غروبِ آفتاب کے بعد ادا کیا جائے۔

۲۔ سعید بن جبیر اور مجاہد سمیت بعض اہل علم کا خیال ہے کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد طواف مکروہ ہے۔

۳۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، امام حسن، عطاء، طاووس، قاسم اور عروہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر وقت طواف جائز ہے، صبح کے بعد کا وقت ہو یا عصر کے بعد کا یا کوئی اور۔

آخری مسلک راجح ہے، جیسا اس باب کی پہلی حدیث سے پتہ چل رہا ہے۔

طَوَافُ الْمُفْرِدِ وَالْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ

حج افراد، حج قران اور حج تمتع کرنے والے کے طواف کا بیان

طَوَافُ الْمُفْرِدِ

حج افراد کرنے والے کا طواف

(٤٣٧٠) عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما فَقَالَ: أَيَصْلُحُ أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ وَأَنَا مُحْرِمٌ؟ قَالَ: مَا يَمْنَعُكَ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: إِنَّ فُلَانًا يَنْهَانَا عَنْ ذٰلِكَ حَتّٰى يَرْجِعَ النَّاسُ مِنَ الْمَوْقِفِ، وَرَأَيْتُهُ كَأَنَّهُ مَالَتْ بِهِ الدُّنْيَا وَأَنْتَ أَعْجَبُ إِلَيْنَا مِنْهُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: حَجَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَسُنَّةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُولِهِ أَحَقُّ أَنْ تُتَّبَعَ مِنْ سُنَّةِ ابْنِ فُلَانٍ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا۔ (مسند احمد: ٥١٩٤)

وبرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور ان سے پوچھا: کیا یہ جائز ہے کہ میں (حج افراد کے) احرام کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کروں؟ انھوں نے کہا: تمہیں اس سے کونسی چیز مانع ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا: فلاں آدمی ہمیں اس سے اس وقت تک منع کررہا ہے، جب تک لوگ عرفات سے واپس نہ آ جائیں، نیز میں نے اسے دیکھا ہے کہ دنیا نے اس کو فتنے میں ڈال رکھا ہے، تاہم ہماری نظر میں آپ اس سے برتر ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تھا تو آپ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی تھی، اگر تمہاری بات درست ہے کہ فلاں آدمی تمہیں احرام کی حالت میں طواف کرنے سے منع کرتا ہے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا طریقہ فلاں کے طریقے سے اولیٰ ہے۔

فوائد: ......فلاں آدمی سے مراد سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ان کا خیال یہ تھا کہ حج افراد کرنے والا طواف نہ کرے، وگرنہ اس کو حج فسخ کرنا پڑے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا۔ لیکن جمہور اہل علم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما

(٤٣٧٠) تخريج. أخرجه مسلم: ١٢٣٣ (انظر: ٥١٩٤)

کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق جب اس آدمی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہا کہ "دنیا نے اس کو فتنے میں ڈال رکھا ہے" تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تواضع اور عاجزی کرتے ہوئے کہا: وَأَيُّنَا أَوْ أَيُّكُمْ لَمْ تَفْتِنْهُ الدُّنْيَا۔ ......اور ہم میں سے یا تم میں سے کون ہے، جس کو دنیا نے فتنے میں مبتلا نہیں کیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فتنے والی بات کرنے کی بنیاد یہ تھی کہ وہ والیٔ بصرہ بن گئے تھے، جبکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی قسم کی ولایت کو اختیار نہیں کیا تھا۔

(٤٣٧١)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: أَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَقَدْ أَحْرَمْتُ بِالْحَجِّ؟ قَالَ: وَمَا بَأْسُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ نَهَى عَنْ ذَالِكَ، قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔ (مسند احمد: ٤٥١٢)

(دوسری سند) وبرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے تو کیا میں اس حالت میں بیت اللہ کا طواف کرسکتا ہوں؟ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں کیا حرج ہے؟ اس نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے منع کیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور آپ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا اور صفا مروہ کی سعی بھی کی۔

(٤٣٧٢) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بَدْرٍ أَنَّهُ خَرَجَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ حُجَّاجًا حَتّٰى وَرَدُوْا مَكَّةَ فَدَخَلُوْا الْمَسْجِدَ فَاسْتَلَمُوْا الْحَجَرَ، ثُمَّ طُفْنَا بِالْبَيْتِ أُسْبُوعًا، ثُمَّ صَلَّيْنَا خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ فَإِذَا رَجُلٌ ضَخْمٌ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ يُصَوِّتُ بِنَا عِنْدَ الْحَوْضِ، فَقُمْنَا إِلَيْهِ وَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقَالُوْا: ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ، فَلَمَّا أَتَيْنَاهُ قَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قُلْنَا: أَهْلُ الْمَشْرِقِ وَثَمَّ أَهْلُ الْيَمَامَةِ، قَالَ: فَحُجَّاجٌ أَمْ عُمَّارٌ؟ قُلْتُ: بَلٰى حُجَّاجٌ، قَالَ: فَإِنَّكُمْ قَدْ نَقَضْتُمْ

عبداللہ بن بدر سے روایت ہے کہ وہ اپنے چند احباب کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے، جب یہ لوگ مکہ مکرمہ پہنچے تو مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کا استلام کیا، پھر ہم نے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے، اس کے بعد ہم نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی، اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک بھاری بھرکم آدمی، جس نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی اور ایک چادر اوپر اوڑھ رکھی تھی، وہ حوض کے پاس بیٹھا ہمیں بلا رہا تھا۔ ہم اس کی طرف چلے گئے، جب میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا: ہم اہل یمامہ ہیں، جو مشرق

(٤٣٧١) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٧٢) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه النسائی فی "الكبرى": ٣٩٠٦ (انظر: ٥٩٣٩)

حَجَّكُمْ، قُلْتُ: قَدْ حَجَجْتُ مِرَارًا فَكُنْتُ أَفْعَلُ كَذَا، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا مَكَانَنَا، حَتّٰى يَأْتِيَ ابْنُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: يَا ابْنَ عُمَرَ! إِنَّا قَدِمْنَا فَقَصَصْنَا عَلَيْهِ قِصَّتَنَا وَأَخْبَرْنَاهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ نَقَضْتُمْ حَجَّكُمْ، قَالَ: أُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ أَخَرَجْتُمْ حُجَّاجًا؟ قُلْنَا: نَعَمْ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ! لَقَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ كُلُّهُمْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُمْ۔ (مسند احمد: ۵۹۳۹)

کی طرف سے آئے ہیں، انہوں نے پوچھا: حج کے لئے آئے ہو یا عمرہ کرنے کے لئے؟ میں نے کہا: جی حج کے لیے آئے ہیں، انھوں نے کہا: تم لوگوں نے تو اپنا حج فاسد کر دیا ہے، میں نے عرض کیا: میں تو متعدد مرتبہ حج کر چکا ہوں اور ہر دفعہ ایسے ہی کرتا رہا ہوں۔ اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ کی طرف چلے گئے، تا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آئیں اور ہم ان سے یہ مسئلہ دریافت کریں۔ میں نے عرض کیا: اے عبداللہ بن عمر! ہم حج کرنے کے لیے آئے ہیں، پھر ہم نے سارا ماجرا ان کے گوش گزار کیا اور کہا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تو ہمیں کہا ہے کہ ہمارا حج فاسد ہو گیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ کیا تم حج کرنے آئے ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما، ان سب نے حج کی اور سب نے اسی طرح کیا تھا جس طرح تم نے کیا ہے، یعنی تمہارا عمل درست ہے۔

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ تو حج قران کر رہے تھے، بہر حال حج افراد کرنے والے کے لیے عرفہ میں وقوف کرنے سے پہلے طواف قدوم اور صفا مروہ کی سعی مشروع ہے، پھر ایسا شخص (۱۰) ذوالحجہ کو طوافِ افاضہ کرے گا اور صفا مروہ کی پہلی سعی پر اکتفا کرتے ہوئے دوبارہ سعی نہیں کرے گا۔

طَوَافُ الْقَارِنِ
حج قران کرنے والے کا طواف

(۴۳۷۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ قَرَنَ بَيْنَ حَجَّتِهِ وَعُمْرَتِهِ أَجْزَأَهُ لَهُمَا طَوَافٌ وَاحِدٌ۔)) (مسند احمد: ۵۳۵۰)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حج قران کرے، اس کے لئے حج اور عمرہ دونوں کے لیے ایک طواف کافی ہے۔''

(۴۳۷۳) تخريج: صحيح موقوفا بهذا اللفظ، عبد العزيز الدراوردي حديثه عن عبيد الله بن عمر منكر۔ أخرجه ابن ماجه: ۲۹۷۵، والترمذي: ۹۴۸(انظر: ۵۳۵۰)

فوائد: …… جامع ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ((مَنْ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ اَجْزَأَهُ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَسَعْيٌ وَاحِدٌ عَنْهُمَا حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا۔)) …… جو آدمی حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے گا، اس کو ایک طواف اور ایک سعی کفایت کریں گے اور وہ دونوں سے اکٹھا حلال ہو گا۔'' امام البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(٤٣٧٤) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا طَوَافَهُ الْأَوَّلَ۔ (مسند احمد: ١٤٤٦٧)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کی ایک ہی سعی کی تھی، جو کہ شروع میں کر لی تھی۔

(٤٣٧٥) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ لَمْ نَقْرَبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ۔ (مسند احمد: ١٥٢٤٨)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے اور ہم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی، قربانی والے دن یعنی دس ذوالحجہ کو ہم صفا مروہ کے قریب تک نہیں گئے۔

(٤٣٧٦) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فِي حَدِيْثٍ لَهَا قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَحَلُّوْا، ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ، فَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا الْحَجَّ، فَطَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا۔ (مسند احمد: ٢٥٩٥٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی طویل حدیث میں بیان کرتی ہیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو گئے، لیکن انھوں نے اس کے بعد منیٰ سے واپس آ کر حج کے لئے الگ سے طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا یعنی حج قران کا احرام باندھا ہوا تھا، انہوں نے ایک ہی طواف کیا تھا۔

فوائد: …… حج قران کرنے والا طواف قدوم اور صفا مروہ کی سعی کرے گا، پھر (١٠) ذوالحجہ کو طوافِ افاضہ کرے گا اور یہی طواف حج و عمرہ دونوں کی طرف سے کفایت کرے گا، جبکہ طواف قدوم کے ساتھ کی گئی صفا مروہ کی سعی ہی دونوں کے لیے کافی ہو گی۔ زیر مطالعہ حدیث اور دیگر صحیح صریح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قارن کے لیے صرف سعی نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف بھی ایک ہی کافی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں فتح الباری: ۳/۴۹۴۔ التعلیقات السّلفیہ: ۲/ ۳۱، ۳۲۔ جائزۃ الاحوذی: ۲/ ۲۵۷۔ (عبداللہ رفیق)

(٤٣٧٤) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٥ (انظر: ١٤٤١٤)

(٤٣٧٥) تخريج: حديث صحيح ـ أخرجه اخرجه الدارقطني: ٢/ ٢٥٩ (انظر: ١٥١٨١)

(٤٣٧٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٥٦، ١٦٣٨، ٤٣٩٥، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٥٤٤١)

طَوَافُ الْمُتَمَتِّعِ وَهُوَ الَّذِیْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَقَطْ

حج تمتع کرنے والے کے طواف کا بیان، یعنی وہ آدمی جو شروع میں صرف عمرے کا احرام باندھتا ہے

(٤٣٧٧) عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ﷺ أَيُصِيْبُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ: أَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَدِمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ تَلَا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔﴾ (مسند احمد: ١٤٣٦٨)

عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ کیا کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے مجامعت کرسکتا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، بعد ازاں دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے صفا مروہ کی سعی کی۔ پھر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔﴾ (تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہترین نمونہ ہے۔)

فوائد: ...... صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: عمرو بن دینار کہتے ہیں: ہم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا جو عمرہ ادا کرنے کے آتا ہے اور بیت اللہ کا طواف کر لیتا ہے، تو کیا وہ صفا مروہ کی سعی کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہے؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب کا لب لباب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ طواف اور سعی کر لینے کے بعد عمرہ سے حلال ہوئے، اس لیے آپ ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے حلال ہونے سے پہلے حق زوجیت ادا نہ کیا جائے۔

(٤٣٧٨) عَنْ عَائِشَةَ ﷺ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ طَافُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ طَافُوْا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ، وَالَّذِيْنَ قَرَنُوْا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا۔ (مسند احمد: ٢٥٩٥٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جن صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیا تھا، اس کے بعد منٰی سے واپسی پر انہوں نے حج کے لئے طواف کیا تھا اور جن لوگوں نے حج قران کا احرام باندھا تھا، انہوں نے ایک ہی طواف کیا تھا۔

فوائد: ...... حج تمتع کرنے والے صرف عمرہ کے احرام سے میقات سے داخل ہوں گے اور طواف، سعی اور حجامت سے فارغ ہو کر حلال ہو جائیں گے، پھر آٹھ ذوالحجہ کو از سر نو حج کا احرام باندھیں اور اس کے لیے الگ سے

(٤٣٧٧) تخريج: أخرجه البخارى: ٣٩٥، ٣٩٦، ١٦٢٣، ١٦٢٤، ومسلم: ١٢٣٤ (انظر: ١٤٣١٧)

(٤٣٧٨) تخريج: أخرجه البخارى: ١٥٥٦، ١٦٣٨، ٤٣٩٥، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٥٤٤١)

طوافِ افاضہ اور سعی کریں گے۔

طَوَافُ اَهْلِ مَكَّةَ وَاُمُوْرٌ جَاءَ تْ فِيْ الطَّوَافِ وَالْكَلَامُ فِيْهِ

اہل مکہ کے طواف اور طواف سے متعلقہ احکام و مسائل اور دورانِ طواف کلام کرنے کا بیان

(٤٣٧٩) عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَطَعَ الْأَوْدِيَةَ وَجَاءَ بِهَدْيٍ فَلَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنْ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَيَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ، فَأَمَّا أَنْتُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ! فَأَخِّرُوْا طَوَافَكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوْا۔ (مسند احمد: ٢٤٥١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صورتحال تو یہ تھی کہ آپ ﷺ وادیاں تو طے کر کے آئے تھے، لیکن چونکہ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا، اس لیے آپ ﷺ کے تو اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ آپ وقوفِ عرفہ سے پہلے طواف کریں اور صفا مروہ کی سعی کریں، مکہ والو! رہا مسئلہ تمہارا تو تم لوگ حج سے واپسی تک طواف کو موخر رکھا کرو۔

فوائد: ...... جیسے اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمرہ کرنے والا صرف طوافِ قدوم ہی کرے گا، یعنی یہی طواف اس کے عمرے کے لیے بھی کافی ہوگا، اسی طرح اس حقیقت پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اہل مکہ، طوافِ قدوم سے مستثنی ہیں، کیونکہ یہ طواف باہر سے آنے والے کے لیے مشروع ہے، اہل مکہ آٹھ ذوالحجہ کو اپنی اپنی رہائش گاہوں سے احرام باندھ کر منیٰ کو روانہ ہو جائیں گے اور دوسرے حاجیوں کی طرح واپس آ کر طوافِ افاضہ کریں گے۔

(٤٣٨٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ يَقُوْدُ إِنْسَانًا بِخِزَامَةٍ فِيْ أَنْفِهِ، فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَقُوْدَهُ بِيَدِهِ۔ (مسند احمد: ٣٤٤٢)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو دوسرے آدمی کی ناک میں رسی ڈال کر اس کو کھینچ رہا تھا، آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس رسی کو کاٹ دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچے۔

(٤٣٨١)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ قَدْ رَبَطَ يَدَهُ بِإِنْسَانٍ آخَرَ بِسَيْرٍ أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ، فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ:

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ کا ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزر ہوا، جس نے رسی وغیرہ کے ساتھ اپنا ہاتھ دوسرے آدمی کے ساتھ باندھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس رسی کو کاٹ ڈالا اور فرمایا:

(٤٣٧٩) تخريج: اسناده ضعيف لضعف عبد الله بن المؤمل (انظر: ٢٤٥١)

(٤٣٨٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٢١، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣(انظر: ٣٤٤٢)

(٤٣٨١) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

((قُدْهُ بِيَدِهِ۔)) (مسند احمد: ٣٤٤٣) ''اس کا ہاتھ پکڑ کر چلو۔''

فوائد: ...... تکریم انسانیت کا سبق دیا جا رہا ہے، اگر کسی انسان کو اس طرح پکڑنے کی ضرورت ہو تو اس کو ہاتھ سے پکڑنا چاہیے، رسی وغیرہ تو جانوروں کو ڈالی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ دورانِ طواف خیر و بھلائی والی باتیں کی جا سکتی ہیں، حدیث نمبر (۴۳۲۶) کے فوائد میں اس موضوع سے متعلقہ مزید دلائل گزر چکے ہیں۔

مَا يُقَالُ مِنَ الذِّكْرِ فِي الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْإِسْتِلَامِ وَمَا كَانَ يَقُولُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي الطَّوَافِ وَاسْتِحْبَابُ تَرْكِ الْكَلَامِ

طواف اور استلام کے موقع پر کیا جانے والا ذکر، جاہلیت والے لوگ طواف میں کیا کہتے تھے اور دورانِ طواف کلام نہ کرنے کا مستحب ہونا، ان سب امور کا بیان

(٤٣٨٢) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بَيْنَ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ وَالْحَجَرِ: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔﴾ (مسند احمد: ١٥٤٧٤)

سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھ رہے تھے: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب فرمانا اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما)۔ (سورۂ بقرہ: ۲۰۱)

فوائد: ...... طواف کے دوران رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا بطورِ خاص پڑھنی چاہیے، چکر کے باقی حصے میں کوئی بھی ذکر اور دعا کی جا سکتی ہے اور درود و سلام بھی پڑھا جا سکتا ہے، کسی چکر کا کوئی مخصوص ذکر نہیں ہے، چونکہ طواف کو نماز کہا گیا ہے اور ساری کی ساری نماز ذکر پر مشتمل ہے، اس لیے طواف میں بھی کثرت کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔

(٤٣٨٣) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَأْتِي الْبَيْتَ فَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ: ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔)) (مسند احمد: ٤٦٢٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ میں تشریف لاتے اور حجر اسود کا استلام کرتے تو یہ الفاظ پڑھتے تھے: ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ''

فوائد: ...... حدیث نمبر (۴۳۵۵) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: تم قوی آدمی ہو، اس لیے تم حجر اسود پر ہجوم کر کے کمزوروں کو تکلیف نہ پہنچانا، اگر جگہ مل جائے تو استلام کر لینا، وگرنہ اس کی طرف رخ کر کے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہہ لینا۔'' حجر اسود کا استلام کرتے وقت یہ الفاظ کہنے چاہئیں۔

(٤٣٨٢) تخريج: اسناده محتمل للتحسين۔ أخرجه ابوداود: ١٨٩٢ (انظر: ١٥٣٩٩)

(٤٣٨٣) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٧٣، ومسلم: ١٢٥٩ (انظر: ٤٦٢٨)

(٤٣٨٤) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) (مسند احمد: ٢٥٠٩٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی اور جمرات کی رمی، یہ سارے امور اللہ تعالی کا ذکر کرنے کی خاطر مشروع کئے گئے ہیں۔''

(٤٣٨٥) عَنْ طَاؤُوْسٍ عَنْ رَجُلٍ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا الطَّوَفُ صَلَاةٌ، فَإِذَا طُفْتُمْ فَأَقِلُّوْا الْكَلَامَ.)) (مسند احمد: ١٦٧٢٩)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''طواف نماز ہی ہے، اس لیے جب تم طواف کرو تو کم باتیں کیا کرو۔''

(٤٣٨٦) عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ يَطُوْفُوْنَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: اَلْيَوْمُ قَرْنَا عَيْنًا نَقْرَعُ الْمَرْوَتَيْنَا. (مسند احمد: ٢٧٦٨١)

سباع بن ثابت کہتے ہیں: میں نے اہلِ جاہلیت کو سنا کہ وہ طواف کرتے ہوئے یوں کہتے تھے: آج ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک ملی ہے کہ ہم صفا مروہ کی سعی کر رہے ہیں۔

بَابُ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ وَالْقِرَاءَةِ فِيْهِمَا وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ بَعْدَهُمَا

طواف کی دو رکعتوں اور ان کی قراءت اور ان کے بعد حجر اسود کے استلام کا بیان

(٤٣٨٧) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: إِسْتَلَمَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، ثُمَّ رَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشٰى أَرْبَعَةً، حَتّٰى إِذَا فَرَغَ عَمَدَ إِلٰى مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ، فَصَلّٰى خَلْفَهُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ فَقَرَأَ فِيْهِمَا بِالتَّوْحِيْدِ، وَ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ ثُمَّ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَخَرَجَ إِلَى الصَّفَا، ...... الْحَدِيْثَ. (مسند احمد: ١٤٤٩٣)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا، اس کے بعد طواف کے ابتدائی تین چکروں میں آپ ﷺ نے رمل کیا اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے، طواف سے فراغت کے بعد آپ ﷺ مقام ابراہیم پر آئے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (اور تم مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھو) (سورۂ بقرہ: ۱۲۵) اور آپ ﷺ نے ان دو رکعتوں میں سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون کی تلاوت کی تھی، نماز کے بعد آپ ﷺ دوبارہ

(٤٣٨٤) تخريج: اسناده ضعيف، وقد روى مرفوعا وموقوفا، والصحيح وقفه۔ أخرجه ابوداود: ١٨٨٨، والترمذى: ٩٠٢ (انظر: ٢٥٠٨٠)

(٤٣٨٥) تخريج: حديث صحيح ۔ أخرجه النسائى: ٥/ ٢٢٢ (انظر: ١٦٦١٢)

(٤٣٨٦) تخريج: اثر فى اسناده وهم (انظر: ٢٧١٤٠)

(٤٣٨٧) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٨ (انظر: ١٤٤٤٠)

حجر اسود کے پاس آئے اور اس کا استلام کیا اور پھر آپ ﷺ صفا کی طرف تشریف لے گئے، ......۔

(٤٣٨٨) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَلَ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ عَادَ إِلَى الْحَجَرِ، ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى زَمْزَمَ فَشَرِبَ مِنْهَا وَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الصَّفَا فَقَالَ: ((أَبْدَءُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ۔)) (مسند احمد: ١٥٣١٤)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف کر کے ابتدائی تین چکروں میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا، مکمل طواف کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے، بعد ازاں زمزم کی طرف گئے اور وہاں جا کر یہ پانی پیا اور اپنے سر پر بھی ڈالا، اس کے بعد آپ ﷺ پھر حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اس کا استلام کیا، پھر آپ ﷺ صفا کی تشریف لے گئے اور فرمایا: ”جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی ہے، میں بھی اسی سے ابتدا کرتا ہوں۔“

فوائد: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں کے بعد اور زمزم کا پانی پینے کے بعد دو دفعہ حجر اسود کا استلام کیا، لیکن اس روایت کے علاوہ صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سمیت باقی تمام روایات میں طواف کی دو رکعتوں کے بعد ایک دفعہ استلام کرنے اور اس کے بعد صفا مروہ کی سعی شروع کر دینے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث کے آخری جملے کا اس آیت کے ساتھ تعلق ہے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ...... ”بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔“ (سورۂ بقرہ: ١٥٨) چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے صفا پہاڑی کا نام لیا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے بھی اسی سے سعی کا آغاز کیا۔

(٤٣٨٨م) وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا، ...... الْحَدِيثَ۔ (مسند احمد: ٦٢٤٧)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے طواف کے بعد مقام ابراہیم کے قریب دو رکعت نماز پڑھی، پھر سلام پھیرا اور صفا کی طرف چلے گئے، ......۔

(٤٣٨٨) تخريج: انظر الحديث السابق۔ أخرجه (انظر:)

(٤٣٨٨م) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٩١، ومسلم: ١٢٢٧ (انظر: ٦٢٤٧)

(٤٣٨٩) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ السَّائِبِ كَانَ يَقُوْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَيُقِيْمُهُ عِنْدَ الشُّقَّةِ الثَّالِثَةِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحِجْرَ، فَقُلْتُ، يَعْنِي الْقَائِلُ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْمُ هَاهُنَا أَوْ يُصَلِّي هَاهُنَا؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيَقُوْمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَيُصَلِّي۔ (مسند احمد: ١٥٤٦٦)

محمد بن عبداللہ بن سائب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سائب، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھام کر لے جاتے اور حطیم کی طرف بیت اللہ کے دروازہ کے قریب تیسرے روزن کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیتے، پھر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن سائب سے کہتے: آیا رسول اللہ ﷺ اسی مقام پر کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے؟ وہ کہتے: جی ہاں، یہ سن کر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہاں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔

اَلطَّوَافُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
صفا مروہ کی سعی

وُجُوْبُ الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ......﴾
صفا مروہ کی سعی کے وجوب اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ....﴾ کی تفسیر کا بیان

(٤٣٩٠) عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔﴾ فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، قَالَتْ: بِئْسَمَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي! إِنَّهَا لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، إِنَّمَا نَزَلَتْ إِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوْا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوْا يُهِلُّوْا لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ، الَّتِي

جناب عروہ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا آپ نے اس آیت پر غور نہیں کیا: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔﴾ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔) اللہ کی قسم! اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی صفا مروہ کی سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ انھوں نے جواباً کہا: بھانجے! تم نے بڑی غلط بات کہی ہے، اگر بات اسی طرح ہوتی جیسے تم کہتے ہو تو اس آیت کی عبارت یوں ہوتی "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا

(٤٣٨٩) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة محمد بن عبد الله بن السائب، واختلفت الرواية عن السائب بن عمر ـ أخرجه ابوداود: ١٩٠٠، والنسائي: ٥/ ٢٢١ (انظر: ١٥٣٩١)

(٤٣٩٠) تخريج: أخرجه مطولا ومختصرا البخاري: ١٦٤٣، ٤٨٦١، ومسلم: ١٢٧٧ (انظر: ٢٥٩٠٥)

كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ عِنْدَ الْمُشَلَّلِ، وَكَانَ مَنْ أَهَلَّ لَهَا يَتَحَرَّجُ أَنْ يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَسَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔﴾ قَالَتْ: ثُمَّ قَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الطَّوَافَ بِهِمَا فَلَيْسَ يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَدَعَ الطَّوَافَ بِهِمَا۔ (مسند احمد: ٢٦٤٣٠)

يَطَّوَّفَ بِهِمَا" (اس پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان کا طواف نہ کرنے)۔حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ آیت تو اس لئے نازل ہوئی تھی کہ انصار کا یہ قبیلہ اسلام سے قبل مناۃ نامی بت کے لئے احرام باندھا کرتا تھا اور یہ لوگ مشلل کے قریب اس کی پوجا کیا کرتے تھے،اس مناۃ کے لئے احرام باندھنے والے لوگ صفا اور مروہ کی سعی کرنے کو گناہ سمجھتے تھے، جب ان لوگوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔﴾ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔)(سورۂ بقرہ: ١٥٨) اب تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کی سعی کو مشروع قرار دیا ہے، لہٰذا کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس سعی کو ترک کرے۔

فوائد: ......صحیح مسلم کی روایت کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صفا مروہ کی سعی کے بارے میں کہا: ((مَا أَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ .)) ......اللہ تعالیٰ اس بندے کا حج اور عمرہ پورا نہیں کرے گا، جو صفا مروہ کی سعی نہیں کرے گا۔عروہ نے آیت کے الفاظ ''ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں'' سے یہ اندازہ لگایا کہ سعی کوئی مباح عمل ہے، اگر واجب ہوتی تو اس آیت کے الفاظ اس طرح نہ ہوتے۔لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، جو تیز فہم، گہری معرفت اور لطافتِ علم سے متصف تھیں، نے وضاحت کی کہ آیت میں تو طواف کرنے والے سے گناہ کی نفی کی گئی ہے، پھر انھوں نے بتایا کہ اس آیت سے نہ سعی کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور نہ عدم وجوب، پھر انھوں نے شانِ نزول اور اس سیاق کی حکمت کی وضاحت کر دی۔مکہ مکرمہ سے سمندر کی جانب قدید کے قریب ایک جگہ کا نام مُشَلَّل ہے۔

(٤٣٩١) عَنْ حَبِيْبَةَ بِنْتِ أَبِي تَجْزِئَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: دَخَلْنَا عَلٰى دَارِ أَبِيْ حُسَيْنٍ فِي

سیدہ حبیبہ بنت ابو تجزء ہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم کچھ قریشی خواتین دارِابی حسین میں گئیں اور دیکھا کہ نبی

(٤٣٩١) تخريج: حسن بطرقه وشاهده۔ أخرجه الشافعي في "المسند": ١/ ٣٥١، والطبراني في "الكبير": ٢٤/ ٥٧٣، والدارقطني في "السنن": ٢/ ٢٥٦، والبيهقي: ٥/ ٩٨ (انظر: ٢٧٣٦٧)

نِسْوَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، قَالَ: هُوَ يَسْعٰى يَدُوْرُ بِهِ إِزَارُهُ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ وَهُوَ يَقُوْلُ لِأَصْحَابِهِ: ((اِسْعَوْا، إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ۔)) (مسند احمد: ٢٧٩١١)

کریم ﷺ صفا مروہ کی سعی کر رہے تھے، آپ ﷺ اس قدر دوڑ رہے تھے کہ آپ ﷺ کی چادر اڑ رہی تھی اور آپ ﷺ صحابہ سے فرما رہے تھے: ''دوڑو، دوڑو، بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض کر دیا ہے۔''

(٤٣٩٢) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ وَرَاءَ هُمْ وَهُوَ يَسْعٰى حَتّٰى أَرٰى رُكْبَتَيْهِ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ، يَدُوْرُ بِهِ إِزَارُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اِسْعَوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ۔)) (مسند احمد: ٢٧٩١٢)

(دوسری سند) وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے دیکھا، لوگ آپ ﷺ کے آگے آگے تھے اور آپ ﷺ ان سے پیچھے اس قدر دوڑ رہے تھے کہ تیز چلنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی چادر اڑ رہی تھی اور مجھے آپ ﷺ کے گھٹنے دکھائی دے رہے تھے اور آپ ﷺ لوگوں سے یہ فرما رہے تھے: ''دوڑو، دوڑو، بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض کر دیا ہے۔''

فوائد: ......اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ حج وعمرہ میں سعی کرنا فرض ہے اور یہ رکن ہے، اس کے بغیر حج وعمرہ کی تکمیل نہیں ہو گی اور کسی قربانی وغیرہ سے اس کی تلافی نہیں ہو گی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، امام مالک، امام اسحاق اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا یہی مسلک تھا۔

اَلْبَدْءُ بِالصَّفَا فِي الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَحُكْمُ الْمَشْيِ وَالرَّمْلِ فِيهِ
صفا مروہ کی سعی میں صفا سے ابتدا کرنے اور اس میں چلنے یا رمل کرنے کا بیان

(٤٣٩٣) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُرِيْدُ الصَّفَا وَهُوَ يَقُوْلُ: ((نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ۔)) (مسند احمد: ١٥٢٣٧)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد حرام سے نکل کر یہ کہتے ہوئے صفا کی طرف جا رہے تھے: ''ہم بھی سعی میں اسی مقام سے ابتدا کریں گے، جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ابتداء کی ہے۔''

فوائد: ......صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: پھر آپ ﷺ صفا کی طرف نکلے اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ......''بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' اور پھر

(٤٣٩٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٩٣) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٨ (انظر: ١٥١٧٠)

فرمایا: ''ہم بھی اس (پہاڑی) سے آغاز کریں گے، جس سے اللہ تعالی نے ابتداء کی۔'' پھر آپ ﷺ صفا پر چڑھ گئے۔ چونکہ اللہ تعالی نے آیت میں پہلے صفا پہاڑی کا ذکر کیا، اس لیے آپ ﷺ نے بھی صفا سے سعی کی ابتدا کی۔

(٤٣٩٤) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا نَزَلَ مِنَ الصَّفَا مَشٰى حَتّٰى إِذَا نْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي سَعٰى حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْهُ۔ (مسند احمد: ١٥٢٣٩)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صفا سے نیچے اتر کر وادی کے درمیان پہنچ جاتے تو آپ ﷺ دوڑتے، یہاں تک کہ وادی کو عبور کر جاتے۔

(٤٣٩٥) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِي الْمَسعٰى كَاشِفًا عَنْ ثَوْبِهِ قَدْ بَلَغَ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ۔ (مسند احمد: ٥٩٧)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے والی جگہ میں یوں سعی کرتے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنی چادر کو گھٹنوں تک اوپر کیا ہوا تھا۔

(٤٣٩٦) عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ وَلَدِ شَيْبَةَ (ابْنِ عُثْمَانَ) أَنَّهَا أَبْصَرَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، (وَفِي رِوَايَةٍ: وَقَدِ انْكَشَفَ الثَّوْبُ عَنْ رُكْبَتَيْهِ) يَقُوْلُ: ((لَا يُقْطَعُ الْأَبْطَحُ إِلَّا شَدًّا)) (مسند احمد: ٢٧٨٢٣)

شیبہ بن عثمان کی ام ولد (سیدہ تملک عبدریہ) رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان اس طرح سعی کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ کا کپڑا گھٹنوں سے ہٹ رہا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اس وادی کو دوڑ کر ہی عبور کیا جائے۔''

(٤٣٩٧) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ، أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ خَوْخَةٍ وَهُوَ يَسْعٰى فِي بَطْنِ الْمَسِيْلِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((لَا يُقْطَعُ الْوَادِيْ إِلَّا شَدًّا۔)) (مسند احمد: ٢٧٨٢٤)

(دوسری سند) ایک عورت (یعنی سیدہ تملک رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک چھوٹے دروازے سے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ وادی میں دوڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''اس وادی سے دوڑ کر ہی گزرا جائے۔''

(٤٣٩٤) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم ۔ أخرجه النسائى: ٥/ ٢٤٣ (انظر: ١٥١٧٢)

(٤٣٩٥) تخريج: اسناده حسن ۔ أخرجه البزار: ٦٣٧ (انظر: ١٩٨)

(٤٣٩٦) تخريج: حديث حسن ، وهذا اسناد ضعيف لاضطرابه ۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٨٧ ، والنسائى: ٥/ ٢٤٢ (انظر: ٢٧٢٨٠)

(٤٣٩٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٣٩٨) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمِقْدَامِ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَمْشِي بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! مَالَكَ، لَا تَرْمُلُ؟ فَقَالَ: قَدْ رَمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكَ۔ (مسند احمد: ٤٩٩٣)

عبداللہ بن مقدام کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صفا اور مروہ کی سعی کے دوران عام رفتار سے چل رہے تھے، اس لیے میں نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا بات ہے، آپ دوڑتے کیوں نہیں؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس دوران دوڑے بھی تھے اور اس کو ترک بھی کیا تھا۔

(٤٣٩٩) عَنْ كَثِيْرِ بْنِ جُمْهَانَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَمْشِيْ فِي الْوَادِيْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَا يَسْعٰى، فَقُلْتُ لَهُ، فَقَالَ: إِنْ أَسْعَ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْعٰى، وَإِنْ أَمْشِ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَمْشِي وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ۔ (مسند احمد: ٥٢٦٠)

کثیر بن جمہان کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو صفا مروہ کے درمیان دیکھا کہ وہ عام رفتار سے چل رہے تھے اور دوڑ نہیں رہے تھے جب میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: اگر میں دوڑوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں دوڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور اگر میں عام رفتار سے چلوں تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں عام رفتار سے چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے، جبکہ اب میں بوڑھا بھی ہو چکا ہوں۔

فوائد:......سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

١۔ آپ ﷺ پہاڑی سے اترتے اور چڑھتے وقت چلتے تھے اور وادی میں دوڑتے تھے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ چلنا اور دوڑنا مراد لے رہے ہیں۔

٢۔ آپ ﷺ وادی میں دوڑتے دوڑتے دو چار قدم چل بھی لیتے تھے۔

امام ترمذی نے کہا: اہل علم نے صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کو مستحب قرار دیا ہے، اگر کوئی آدمی نہ دوڑ سکے تو وہ چل لے۔

آجکل صفا مروہ کی پہاڑیوں کے کچھ نشان باقی ہیں اور ہموار جگہ بہت زیادہ ہوگئی ہے، آپ ﷺ جس وادی میں دوڑتے تھے، اب وہاں سبز رنگ کی ٹیوبیں لگا دی گئی ہیں، جن کو میلین اخضرین کہتے ہیں، اس لیے صرف ان سبز نشانوں کے درمیان ہی دوڑنا چاہیے۔

(٤٣٩٨) تخريج: قال الالباني: صحيح ـ أخرجه ابوداود: ١٩٠٤، والترمذي: ٨٦٤، النسائي: ٥/ ٢٤٢، وابن ماجه: ٢٩٨٨ (انظر: ٤٩٩٣)

(٤٤٩٩) تخريج: انظر الحديث السابق

جَوَازُ الرُّكُوْبِ فِيْ الطَّوَافِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَاجَةٍ
کسی حاجت کے پیش نظر سوار ہو کر صفا مروہ کی سعی کرنے کا بیان

(٤٤٠٠) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰی رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوْهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ۔ (مسند احمد: ١٤٤٦٨)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ کا طواف اورصفا مروہ کی سعی سواری پرسوار ہوکر کی تھی تا کہ لوگ اچھی طرح آپ ﷺ کو دیکھ سکیں اور آپ ﷺ بھی سب لوگوں کی اچھی طرح رہنمائی کر سکیں، اور تا کہ لوگ آپ ﷺ سے سوال کریں اور وہ آپ ﷺ پر چھائے ہوئے تھے۔

(٤٤٠١) عَنْ أَبِی الطُّفَيْلِ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: حَدِّثْنِی عَنِ الرُّكُوْبِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَإِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُ سُنَّةٌ، فَقَالَ: صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا، قُلْتُ: صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا مَاذَا؟ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَكَّةَ فَخَرَجُوْا، حَتّٰی خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُضْرَبُ عِنْدَهُ أَحَدٌ، فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَطَافَ وَهُوَ رَاكِبٌ، وَلَوْ نَزَلَ لَكَانَ الْمَشْیُ أَحَبَّ إِلَيْهِ۔ (مسند احمد: ٣٤٩٢)

ابوطفیل کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مجھے صفا مروہ کی سعی کے موقع پر سوار ہونے کے متعلق بتلائیں، کیونکہ آپ کی قوم تو اسے سنت سمجھتی ہے۔ انھوں نے کہا: ان کی بات کسی حد تک درست بھی ہے اور کسی حد تک غلط بھی ہے۔ میں نے کہا: ان کی بات کسی حد تک درست بھی ہے اور کسی حد تک غلط بھی ہے، اس کا کیا مفہوم ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے، سارے لوگ بھی آ گئے، حتی کہ نوجوان لڑکیاں بھی آ گئیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی کو مارا نہیں جاتا تھا، (لیکن ہجوم بھی بہت زیادہ تھا) اس لئے آپ ﷺ نے طواف اور سعی سواری پر کی تھی، ورنہ آپ کو زیادہ پسند یہی تھا کہ آپ سواری سے نیچے اتر کر یہ عمل کرتے۔

فوائد: ......معلوم ہوا کہ کسی عذر کی وجہ سے سواری پر سعی کی جا سکتی ہے، نیز جو امام لوگوں کی رہنمائی کر رہا ہو یا لوگ جس کی اقتدا کر رہے ہوں یا اس کو اپنی طرف لوگوں کے ہجوم کا خطرہ ہو تو ایسا امام سعی کے دوران سوار ہو سکتا ہے۔

(٤٤٠٠) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٧٣ (انظر: ١٤٤١٥)

(٤٤٠١) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٦٤ (انظر: ٣٤٩٢)

اَلْوُقُوْفُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالذِّكْرُ عِنْدَ ذَالِكَ

صفا اور مروہ کے اوپر وقوف کرنے اور اس دوران اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا بیان

(٤٤٠٢) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا وَقَفَ عَلَى الصَّفَا، يُكَبِّرُ ثَلَاثًا وَيَقُوْلُ:((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔)) يَصْنَعُ ذَالِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَدْعُوْ وَيَصْنَعُ عَلَى الْمَرْوَةِ مِثْلَ ذَلِكَ۔ (مسند احمد: ١٥٢٣٨)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صفا کے اوپر جا کر کھڑے ہوتے تو تین دفعہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہتے، پھر تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، ...... وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔'' اس طرح آپ ﷺ تین دفعہ کرتے تھے اور ہر دفعہ دعا بھی کرتے تھے، پھر مروہ پر آپ ﷺ یہی عمل دوہراتے تھے۔

(٤٤٠٣) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ عُمَرُ يَأْمُرُ بِالْمَقَامِ عَلَيْهِمَا مِنْ حَيْثُ يَرَاهَا۔ (مسند احمد: ٥٦٦٩)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفا اور مروہ کے اوپر جا کر کھڑے ہو جاتے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے اوپر جا کر ایسی جگہ کھڑے ہونے کا حکم دیا کرتے تھے، جہاں سے بیت اللہ نظر آ سکے۔

(٤٤٠٤) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ثُمَّ قَالَ: ((نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ۔)) فَرَقِيَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى إِذَا نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ كَبَّرَ قَالَ: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَصَدَقَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔)) ثُمَّ دَعَا ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى هٰذَا الْكَلَامِ، ثُمَّ نَزَلَ حَتّٰى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ صفا کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) (سورۂ بقرہ: ۱۵۸) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم بھی اسی مقام سے ابتدا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کا ذکر پہلے کیا ہے''۔ اس کے بعد آپ ﷺ صفا پر چڑھ گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ دکھائی دینے لگا، وہاں آپ ﷺ نے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہا، اور یہ دعا پڑھی: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، ...... وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔'' اس

(٤٤٠٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٨ (انظر: ١٥١٧١)

(٤٤٠٣) تخريج: حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف (انظر: ٥٦٦٩)

(٤٤٠٤) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١٨ (انظر: ١٤٤٤٠)

فِیْ الْوَادِیْ رَمَلَ، حَتّٰی إِذَا صَعِدَ مَشٰی حَتّٰی أَتَی الْمَرْوَۃَ، فَرَقِیَ عَلَیْہَا حَتّٰی نَظَرَ إِلَی الْبَیْتِ فَقَالَ عَلَیْہَا کَمَا قَالَ عَلَی الصَّفَا۔ (مسند احمد: ۱۴۴۹۳)

کے بعد آپ ﷺ نے وہاں دعائیں کیں، پھر آپ ﷺ نیچے اتر آئے، اور جب آپ ﷺ وادی کے درمیان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے دوڑنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ جب وادی کو عبور کر کے مروہ کے اوپر چڑھنے لگے تو عام رفتار سے چلنا شروع کر دیا اور جب مروہ کے اوپر پہنچ گئے اور بیت اللہ آپ ﷺ کو دکھائی دینے لگا تو آپ ﷺ نے وہاں بھی وہی عمل کیا، جو صفا پر کیا تھا۔

فوائد: ......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ((اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِہٖ اَتَی الصَّفَا فَعَلَا عَلَیْہِ حَتّٰی نَظَرَ اِلَی الْبَیْتِ وَرَفَعَ یَدَیْہِ فَجَعَلَ یَحْمَدُ اللّٰہَ وَیَدْعُوْ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَدْعُوَ)) ...... جب نبی کریم ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو صفا کی طرف آئے اور اس پر چڑھ گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ نظر آنے لگا، پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اتنی دعا کی، جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی۔ (صحیح مسلم)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سعی کرنے والا صفا پر چڑھے اور جہاں سے بیت اللہ نظر آئے وہاں کھڑا ہو جائے اور "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ کر یہ دعا پڑھے: "لَا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، أَنْجَزَ وَعْدَہُ، وَصَدَقَ عَبْدَہُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَہُ۔" پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرے، یہ عمل تین دفعہ دوہرائے اور صفا مروہ سے ہر چکر شروع کرتے وقت یہی عمل کرے۔

اَمْرُ الْمُتَمَتِّعِ بِالتَّحَلُّلِ بَعْدَ السَّعْیِ وَالْحَلْقِ اَوِ التَّقْصِیْرِ اِلَّا مَنْ سَاقَ هَدْیًا

حج تمتع کرنے والے کو سعی اور بال منڈوانے یا کٹوانے کے بعد احرام کھول دینے کا حکم دینے کا بیان، الا یہ کہ وہ قربانی لے کر آیا ہو

اس باب سے متعلقہ مسائل پہلے بھی گزر چکے ہیں، مندرجہ ذیل احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی حج تمتع کرے گا، وہ طواف، سعی اور حجامت کے بعد یعنی عمرہ کر کے حلال ہو جائے گا اور پھر حج کے ایام میں حج کے لیے نیا احرام باندھے گا اور حج قران کرنے والا طواف قدوم اور سعی کر کے احرام کی حالت میں ہی ٹھہرے گا اور (۱۰) ذوالحجہ کو حلال ہوگا۔

(۴۴۰۵) عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی حَجَّۃِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَہَلَّ بِحَجٍّ وَمِنَّا مَنْ أَہَلَّ بِعُمْرَۃٍ فَأَہْدٰی،

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے، ہم میں سے بعض افراد نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور بعض افراد

(۴۴۰۵) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۲، ۴۴۰۸، ۷۲۲۹، ومسلم: ۱۲۱۱ (انظر: ۲۴۸۷۶)

فَقَالَ: ((مَنْ أَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحِلَّ، وَمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَهْدٰى فَلَا يَحِلَّ، وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ۔)) قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ۔ (مسند احمد: ٢٥٣٨٨)

نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا، لیکن ان کے پاس قربانی کے جانور تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور ان کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے تو وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں اور جن لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا ہے، لیکن قربانی کا جانور ان کے ساتھ ہے تو وہ احرام نہیں کھولیں گے اور جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا ہے، وہ اپنا حج پورا کریں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔

فوائد: ...... حدیثِ مبارکہ کے آخری جملے ''اور جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا ہے، وہ اپنا حج پورا کریں'' کا مصداق وہ لوگ ہیں، جن کے پاس قربانی کے جانور تھے۔

(٤٤٠٦) (وَعَنْهَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ، بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ) ((وَمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصَّرَ أَحَلَّ مِمَّا حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَسْتَقْبِلَ حَجًّا۔)) (مسند احمد: ٢٥٦٠٩)

(دوسری سند) اس میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور جس نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور اس نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد بال کٹوا لئے ہیں، وہ احرام کی پابندی سے آزاد ہو گیا ہے اور وہ دوبارہ حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھے گا۔''

(٤٤٠٧) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ حَفْصَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَحِلَّ فِي حَجَّتِهِ الَّتِي حَجَّ۔ (مسند احمد: ٢٦٩٦٧)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر ان کو حلال ہو جانے کا حکم دیا تھا۔

(٤٤٠٨) عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَ رضی اللہ عنہما قَالَتْ: لَمَّا أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ بِعُمْرَةٍ، قُلْنَ: فَمَا يَمْنَعُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنْ تَحِلَّ مَعَنَا؟

زوجۂ رسول سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو عمرہ کے بعد حلال ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو ہمارے ساتھ حلال ہو جانے سے کون سی چیز

(٤٤٠٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٤٠٧) تخريج: أخرجه البخارى: ١٦٩٧، ٤٣٩٨، ومسلم: ١٢٢٩ (انظر: ٢٦٤٣٥)

(٤٤٠٨) تخريج: انظر الحديث السابق

قَالَ: ((إِنِّي قَدْ أَهْدَيْتُ وَلَبَّدْتُ، فَلا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ هَدْيِي۔)) (مسند احمد: ٢٦٩٦٩)

مانع ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے ساتھ تو قربانی کا جانور ہے اور میں نے اپنے بالوں کو لیپ کر رکھا ہے، اس لیے میں جب تک قربانی نہ کرلوں، حلال نہیں ہوں گا۔''

(٤٤٠٩) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاشَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ((إِنِّي قَدْ قَلَّدْتُ هَدْيِي وَلَبَّدْتُ رَأْسِي فَلا أَحِلُّ حَتّٰى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ۔)) (مسند احمد: ٢٦٩٥٦)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ لوگ تو عمرہ کے بعد احرام کھول رہے ہیں، لیکن آپ ﷺ حلال نہیں ہو رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس قرآنی کا جانور ہے اور میں نے اسے قلادہ ڈالا ہوا ہے اور اپنے سر کو لیپ کیا ہوا ہے، لہٰذا حج سے فارغ ہونے تک حلال نہیں ہوں گا۔''

فوائد: ...... چونکہ آپ ﷺ حج قران کر رہے تھے، اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہوگا: اے اللہ کے رسول! آپ حج کے ساتھ جو عمرہ کر رہے ہیں، اس سے حلال کیوں نہیں ہو رہے؟

(٤٤١٠) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَبَّدَ رَأْسَهُ وَأَهْدٰى، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَمَرَ نِسَاءَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ، قُلْنَ: مَالَكَ أَنْتَ لَاتَحِلُّ؟ قَالَ: ((إِنِّي قَلَّدْتُ هَدْيِي وَلَبَّدْتُ رَأْسِي، فَلا أَحِلُّ حَتّٰى أَحِلَّ مِنْ حَجَّتِي وَأَحْلِقَ رَأْسِي۔)) (مسند احمد: ٦٠٦٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کو لیپ دیا تھا اور قربانی کا جانور بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، مکہ مکرمہ پہنچ کر جب آپ ﷺ نے اپنی بیویں کو احرام کھولنے کا حکم دیا تو انھوں نے کہا: کیا بات ہے کہ آپ خود تو احرام نہیں کھول رہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو قربانی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈال چکا ہوں اور سر کو لیپ کر رکھا ہے، لہٰذا میں جب تک حج اور سر منڈوانے سے فارغ نہ ہو جاؤں، اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا۔''

فَسْخُ الْحَجِّ بِالْعُمْرَةِ
حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا لینا

(٤٤١١) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صُبْحَ أَرْبَعٍ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم سارے کے سارے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا تلبیہ

(٤٤٠٩) تخريج: انظر الحديث السابق

(٤٤١٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٦٦، ٤٣٩٨، ومسلم: ١٢٢٩ (انظر: ٦٠٦٨)

(٤٤١١) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٥٧، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٣٦٧، ومسلم: ١٢١٦ (انظر: ١٤٩٤٣)

مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ مُهَلِّيْنَ بِالْحَجِّ كُلُّنَا، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَصَلَّيْنَا الرَّكْعَتَيْنِ وَسَعَيْنَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَمَرَنَا فَقَصَّرْنَا ثُمَّ قَالَ: ((أَحِلُّوْا۔)) قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! حِلُّ مَاذَا؟ قَالَ: ((حِلُّ مَا يَحِلُّ لِلْحَلَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَالطِّيْبِ۔)) قَالَ: فَغُشِيَتِ النِّسَاءُ وَسَطَعَتِ الْمَجَامِرُ، قَالَ خَلَفٌ: وَبَلَغَهُ أَنَّ بَعْضَهُمْ يَقُوْلُ: يَنْطَلِقُ اَحَدُنَا اِلٰى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا، قَالَ: فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ (وَفِيْ لَفْظٍ: فَقَالَ: فَقَدْ بَلَغَنِي الَّذِيْ قُلْتُمْ وَاِنِّي لَأَتْقَاكُمْ وَأَبَرُّكُمْ۔)) ثُمَّ قَالَ: ((إِنِّي لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ، وَلَوْ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ۔)) قَالَ: ((فَخُذُوْا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ۔)) قَالَ: فَأَقَامَ الْقَوْمُ بِحِلِّهِمْ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ، وَأَرَادُوْا التَّوَجُّهَ إِلٰى مِنًى أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ، قَالَ: فَكَانَ الْهَدْيُ عَلٰى مَنْ وَجَدَ، وَالصِّيَامُ عَلٰى مَنْ لَمْ يَجِدْ وَأَشْرَكَ بَيْنَهُمْ فِيْ هَدْيِهِمْ، اَلْجَزُوْرُ بَيْنَ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةُ بَيْنَ سَبْعَةٍ وَكَانَ طَوَافُهُمْ بِالْبَيْتِ وَسَعْيُهُمْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجِّهِمْ وَعُمْرَتِهِمْ طَوَافًا وَاحِدًا وَسَعْيًا وَاحِدًا۔

(مسند احمد: ۱۵۰۰۶)

پکارتے ہوئے چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے، ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد دو دو رکعت نماز پڑھی، پھر ہم نے صفا مروہ کی سعی کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں بال کٹوانے کا حکم دیا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''حلال ہو جاؤ یعنی احرام کھول دو۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کس چیز کے لیے حلال ہونا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ چیز حلال سمجھو جو احرام کے بغیر حلال ہوتی ہے، مثلاً خوشبو اور بیوی وغیرہ۔'' پس عورتوں سے مجامعت کی گئی اور خوشبوئیں مہک اٹھیں۔ خلف کہتے ہیں: جب آپ ﷺ کو یہ بات موصول ہوئی کہ بعض لوگوں نے آپ ﷺ کے اس حکم کے بارے میں کہا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب ہم منیٰ کی طرف جا رہے ہوں گے تو ہماری شرم گاہیں منی ٹپکا رہی ہوں گی، تو آپ ﷺ نے انہیں خطبہ دیا اور اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''تمہاری باتیں مجھ تک پہنچ چکی ہیں، میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ نیک ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس بات کا مجھے بعد میں پتہ چلا، اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو میں سرے سے قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی حلال ہو جاتا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھ سے حج کے احکام ومسائل سیکھ لو۔'' سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس لوگ حلال ہو گئے اور اسی حالت پر برقرار رہے، یہاں تک کہ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن آ گیا اور وہ منیٰ کو جانے لگے تو انہوں نے حج کا احرام باندھا، جو لوگ صاحبِ استطاعت تھے انہوں نے قربانی کی اور جو لوگ صاحب استطاعت نہ تھے انہوں نے قربانی کے عوض دس روزے رکھے اور آپ نے صحابہ کو اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کو شریک کیا اور حج قران

والوں کے لئے بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی تھی۔

فوائد: ......صرف عمرہ کا تلبیہ کہنے والے صحابہ بھی موجود تھے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ سارے لوگ حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے، اس کو اکثریت پر یا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے علم پر محمول کیا جائے گا۔ اس معاملے میں صحابہ کی کل تین قسمیں تھیں: کسی نے حج اور عمرے دونوں کا، کسی نے صرف حج کا اور کسی نے صرف عمرے کا تلبیہ کہا تھا۔ حج قران کرنے والے مکہ مکرمہ پہنچ کر طوافِ قدوم اور صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں اور پھر (۱۰) ذوالحجہ کو صرف طواف افاضہ کرتے ہیں، اس طرح ان کی طوافِ قدوم کے بعد والی سعی اور طواف افاضہ ان کو حج اور عمرہ دونوں سے کفایت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حج کی نیت کو عمرہ کی نیت میں تبدیل کر دینا درست ہے۔

(٤٤١٢) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضي الله عنه قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ قَالَ: فَأَحْرَمْنَا بِالْحَجِّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ، قَالَ: ((اِجْعَلُوْا حَجَّكُمْ عُمْرَةً۔)) قَالَ: فَقَالَ النَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ أَحْرَمْنَا بِالْحَجِّ، فَكَيْفَ نَجْعَلُهَا عُمْرَةً؟ قَالَ: ((اُنْظُرُوْا مَا آمُرُكُمْ بِهِ، فَافْعَلُوْا، فَرَدُّوْا عَلَيْهِ الْقَوْلَ فَغَضِبَ، ثُمَّ انْطَلَقَ، حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ غَضْبَانَ فَرَأَتِ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهِ فَقَالَتْ: مَنْ أَغْضَبَكَ أَغْضَبَهُ اللّٰهُ؟ قَالَ: ((وَمَا لِيْ لَا أَغْضَبُ وَأَنَا آمُرُ فَلَا أُتْبَعُ۔)) (مسند احمد: ١٨٧٢٢)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ حج کیلئے روانہ ہوئے، ہم نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا، جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دو۔'' لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے تو حج کا احرام باندھا تھا، اب ہم اسے عمرہ کا احرام کیسے قرار دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں جو حکم دے رہا ہوں، اس پر غور کرو اور اسے سرانجام دو۔'' لیکن لوگوں نے پھر وہی بات دوہرائی، آپ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور غصہ کی حالت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، جب انہوں نے آپ ﷺ کے چہرہ پر غصب کے آثار دیکھے تو کہا: آپ ﷺ کو کس نے ناراض کر دیا، اللہ اس پر ناراض ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ناراض کیوں نہ ہوں، بات یہ ہے کہ میں کوئی حکم دیتا ہوں اور میری پیروی نہیں کی جاتی۔''

(٤٤١٣) عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے، آپ ﷺ میرے ہاں

(٤٤١٢) تخريج: اسناده ضعيف، سماع ابی بكر بن عياش من ابی اسحاق السبيعی ليس بذاك القوی، ثم ان ابا اسحاق لم يصرح بسماعه من البراء۔ ۔ أخرجه ابن ماجه: ٢٩٨٢ (انظر: ١٨٥٢٣)

(٤٤١٣) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٥٤٢٥)

الْحِجَّةِ، فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضْبَانُ، فَقُلْتُ: مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ۔ فَقَالَ: ((وَمَا شَعَرْتِ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۔)) (قَالَ الْحَكَمُ: كَأَنَّهُمْ، أَحْسِبُ) وَلَوْ أَنِّي اِسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ مَعِي حَتّٰى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلُّ كَمَا أَحَلُّوْا۔)) قَالَ رَوْحٌ: يَتَرَدَّدُوْنَ فِيْهِ، (قَالَ الْحَكَمُ: كَأَنَّهُمْ هَابُوْا أَحْسِبُ)۔ (مسند احمد: ٢٥٩٣٩)

تشریف لائے جبکہ آپ ﷺ غصہ کی حالت میں تھے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! کس نے آپ کو غصہ دلایا، اللہ اسے جہنم رسید کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں نے لوگوں کو ایک حکم دیا ہے، لیکن وہ اس پر عمل کرنے میں متردد ہیں، جو خیال مجھے بعد میں آیا ہے، اگر یہ پہلے آ جاتا تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا، بلکہ یہیں سے خرید لیتا اور میں بھی ان لوگوں کی طرح احرام کھول دیتا۔"

فوائد: ......قارئین کرام! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اس امت میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری کا سب سے زیادہ حق ادا کرنے والے صحابۂ کرام ہی تھے، اس حقیقت کی غمازی کرنے والی اَن گنت مثالیں موجود ہیں۔تو پھر مذکورہ بالا حدیث میں آپ ﷺ کے حکم پر ان کے متردد ہونے کا کیا معنی و مفہوم ہے، کچھ دوسری احادیث میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں، مثلا آپ ﷺ نے سفر میں روزہ توڑ دیا تھا، لیکن بعض صحابہ تردّد میں پڑ گئے تھے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نے اُن پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کی مجبوری کو مدنظر رکھ کر محض ان کو رخصت دی ہے، جبکہ اُن کا نظریہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اس عمل کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں اور وہ اس رخصت کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے۔ پھر جب آپ ﷺ مسئلے کی پوری وضاحت کرتے کہ یہ صرف رخصت والی بات نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ کا حکم ہے، تو وہ آپ ﷺ کی اطاعت کے تمام تقاضے پورے کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔کیا آپ غور نہیں کرتے کہ جن صحابہ کو حج کے موقع پر عمرہ ادائیگی کے بعد احرام کھولنے میں تردّد ہوا تھا، وہی بعد میں اسی حج تمتع کا فتوی دیا کرتے تھے۔

(٤٤١٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانُوْا يَرَوْنَ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُوْرِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُوْلُوْنَ: إِذَا بَرَأَ الدَّبَرْ، وَعَفَا الْأَثَرْ، وَانْسَلَخَ صَفَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے، اس لئے وہ لوگ مہینوں میں تقدیم وتاخیر کرتے اور محرم کو صفر قرار دیتے اور وہ کہا کرتے تھے: جب سفر کی وجہ سے اونٹوں کو آئے ہوئے زخم درست ہو جائیں، راستوں سے قافلوں کی

(٤٤١٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٦٤، ٣٨٣٢، ومسلم: ١٢٤٠ (انظر: ٢٢٧٤)

اعْتَمَرْ۔ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لِصَبِيْحَةِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ لِصُبْحِ) رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَالِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: ((اَلْحِلُّ كُلُّهُ۔)) (مسند احمد: ٢٢٧٤)

آمد و رفت کے نشانات مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ گزر جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لئے عمرہ کرنا حلال ہو گا۔ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ چار ذوالحجہ کو حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے پہنچے تو آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا کہ وہ اسے حج کی بجائے عمرہ کا احرام قرار دیں اور عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔ لیکن انھوں نے تو اس بات کو بہت بڑا خیال کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کون سا حلال ہونا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مکمل طور پر حلال ہونا۔''

فوائد: ...... دورِ جاہلیت کے لوگ اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے حرمت والے مہینوں میں تقدیم و تاخیر کر لیتے تھے، اس کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ سال کو تیرہ مہینوں کا تصور کر لیتے ہوئے صفر کو سال کا اور اشہر الحج کا آخری مہینہ قرار دیتے تھے، اس طرح حج کے بعد حج کے مہینوں کے چالیس پچاس دن بچ جاتے تھے اور اتنے عرصے میں اونٹوں کے زخم مندمل ہو جاتے تھے۔ ان الفاظ کی مزید شرح حدیث نمبر (۴۱۰۶) میں گزر چکی ہے۔ دورِ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے ان کے اس نظریے کو ردّ کر دیا اور سال کے بارہ مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی کو جائز قرار دیا، حرمت والا مہینہ ہو یا کوئی اور۔

(٤٤١٥) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، قَالَ: فَلُبِسَتِ الْقُمُصُ وَسَطَعَتِ الْمَجَامِرُ وَنُكِحَتِ النِّسَاءُ۔ (مسند احمد: ٢٦٤١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے، لوگ حج کا تلبیہ پکار رہے تھے، لیکن آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسے عمرہ قرار دیں اور جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور ہیں، وہ اپنے احرام ہی میں رہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: چنانچہ قمیصیں پہن لی گئیں، خوشبوئیں مہک اٹھیں اور بیویوں سے مجامعت کی گئی۔

(٤٤١٦) عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((هٰذِهِ عُمْرَةٌ اِسْتَمْتَعْنَا بِهَا، فَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهُ، فَقَدْ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہم اس عمرہ کا فائدہ اٹھا رہے ہیں، جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں ہے، وہ مکمل طور پر حلال ہو جائیں، قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے، (یعنی قیامت تک حج

(٤٤١٥) تخريج: انظر الحديث السابق (انظر: ٢٦٤١)

(٤٤١٦) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٤١ (انظر: ٣١٧٢)

یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔)) (مسند احمد: ۳۱۷۲)

کے مہینوں میں عمرہ کیا جا سکتا ہے)۔''

(۴۴۱۷) عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: مَنْ قَدِمَ حَاجًّا وَطَافَ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدِ انْقَضَتْ حَجَّتُهُ، وَصَارَتْ عُمْرَةً کَذٰلِكَ سُنَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۲۲۲۳)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو لوگ حج کے ارادہ سے آئے ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر چکے ہیں، ان کا حج پورا ہو گیا اور ان کا یہ عمل عمرہ بن گیا ہے، یہی اللہ تعالی اور رسول اللہ کی سنت ہے۔

فوائد: …… دراصل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ حج افراد کرنے والا طواف نہ کرے، وگرنہ اس کو حج فسخ کرنا پڑے گا، جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا، یہاں وہ اسی رائے کو بیان کر رہے ہیں۔ لیکن جمہور اہل علم سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔

(۴۴۱۸) عَنْ کُرَیْبٍ مَوْلَی ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قُلْتُ لَهُ: یَا أَبَا الْعَبَّاسِ! أَرَأَیْتَ قَوْلَكَ مَاحَجَّ رَجُلٌ لَمْ یَسُقِ الْهَدْیَ مَعَهُ، ثُمَّ طَافَ بِالْبَیْتِ إِلَّا حَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمَا طَافَ بِهَا حَاجٌّ قَدْ سَاقَ مَعَهُ الْهَدْیَ إِلَّا اجْتَمَعَتْ لَهُ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ، وَالنَّاسُ لَا یَقُوْلُوْنَ هٰذَا؟ فَقَالَ: وَیْحَكَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ وَمَنْ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ لَا یَذْکُرُوْنَ إِلَّا الْحَجَّ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَمْ یَکُنْ مَعَهُ الْهَدْیُ أَنْ یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ وَیَحِلَّ بِعُمْرَةٍ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ یَقُوْلُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّمَا هُوَ الْحَجُّ، فَیَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّهُ لَیْسَ بِالْحَجِّ وَلٰکِنَّهَا عُمْرَةٌ۔)) (مسند احمد: ۲۳۶۰)

مولائے ابن عباس جناب کریب سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو العباس! آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ جو آدمی حج کی نیت سے آئے اور قربانی کا جانور اس کے ہمراہ نہ ہو، تو وہ بیت اللہ کا طواف کر کے عمرہ مکمل کر کے حلال ہو جائے اور جس کے ہمراہ قربانی کا جانور ہو اس کا حج اور عمرہ جمع ہو جائے گا، جبکہ دوسرے لوگوں کی رائے اس طرح نہیں ہے؟ انھوں نے کہا: تجھ پر افسوس! بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ تشریف لائے اور صحابہ حج کا تلبیہ پکار رہے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ حکم دیا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں ہیں، وہ بیت اللہ کا طواف کر کے عمرہ کے بعد حلال ہو جائیں، بعض لوگ کہنے لگے: اللہ کے رسول! ہم نے تو حج کا ارادہ کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حج نہیں ہے، بلکہ یہ تو عمرہ ہے۔''

(۴۴۱۷) تخریج: عبد اللہ بن میمون الرقی شیخ احمد لم یذکروہ بجرح ولا تعدیل، وباقی رجالہ ثقات۔ أخرجه الطبرانی: ۱۱۴۸۳ (انظر: ۲۲۲۳)

(۴۴۱۸) تخریج: أخرجه البخاری: ۱۵۶۴، ۳۸۳۲، ومسلم: ۱۲۳۹، ۱۲۴۰ (انظر: ۲۳۶۰)

(٤٤١٩) عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي حَسَّانَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْهُجَيْمِ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ! مَا هٰذَا الْفُتْيَا الَّتِي تَفَشَّتْ بِالنَّاسِ، أَنَّ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ، فَقَدْ حَلَّ؟ فَقَالَ: سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ وَإِنْ رَغِمْتُمْ (زَادَ فِي رِوَايَةٍ بَعْدَ قَوْلِهِ: وَإِنْ رَغِمْتُمْ) قَالَ: هَمَّامٌ: يَعْنِي مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ۔ (مسند احمد: ٢٥١٣)

بنوہجیم کے ایک آدمی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ابوالعباس! یہ آپ کا کیسا فتویٰ لوگوں میں مشہور ہوا ہے کہ جو آدمی بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، وہ حلال ہو جاتا ہے؟ انھوں نے کہا: تمہارے نبی کی یہی سنت ہے، خواہ تم لوگ اسے پسند نہ کرو۔ ہمام نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ جس کے ہمراہ قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ (عمرہ کر کے) حلال ہو جائے۔

(٤٤٢٠) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَ: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَفْرِدُوْا الْحَجَّ وَدَعُوْا قَوْلَ هٰذَا، يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَلَا تَسْأَلُ أُمَّكَ عَنْ هٰذَا؟ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَقَالَتْ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ، خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُجَّاجًا فَأَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً فَحَلَّ لَنَا الْحَلَالُ حَتّٰى سَطَعَتِ الْمَجَامِرُ بَيْنَ النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ۔ (مسند احمد: ٢٧٤٥٦)

مجاہد سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! حج افراد کیا کرو اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات کو چھوڑ دو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواباً کہا: آپ اس بارے میں اپنی والدہ سے کیوں نہیں پوچھ لیتے؟ پس انھوں نے ان کی خدمت میں ایک آدمی کو بھیج کر مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات صحیح ہے، کیونکہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کے ارادہ سے چلے تھے تو آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا اور ہم نے اسے عمرہ میں تبدیل کر لیا تھا، اس کے بعد ہمارے لئے (احرام کی وجہ سے ممنوع ہو جانے والی) ہر حلال چیز حلال ہوگئی، یہاں تک کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان سے خوشبوئیں مہک اٹھیں۔

(٤٤٢١) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجْنَا بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَقَالَ: ((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوئے، لیکن جب مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے عمرہ قرار دیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو خیال مجھے بعد میں آیا ہے، اگر

(٤٤١٩) تخریج: أخرجه مسلم: ١٢٤٤ (انظر: ٢٥١٣)

(٤٤٢٠) تخریج: حدیث حسن، وهذا اسناده ضعیف ۔ أخرجه مسلم: ١٢٣٨ مثله (انظر: ٢٦٩١٧)

(٤٤٢١) تخریج: حدیث صحیح، وهذا اسناد فیه جهالة ۔ أخرجه ابویعلی: ٤٣٤٥، والطبرانی فی "الاوسط": ١٠٧٣ (انظر: ١٣٨١٣)

لَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً وَلٰكِنِّي سُقْتُ الْهُدْيَ وَقَرَنْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ۔)) (مسند احمد: ۱۳۸٤۹)

پہلے آ جاتا تو میں بھی اس کو عمرہ بنا دیتا، لیکن میں اپنے ہمراہ قربانی کا جانور لایا ہوں اور میں نے حج وعمرہ کو جمع کر رکھا ہے۔

(٤٤٢٢) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا حَتّٰى إِذَا طُفْنَا بِالْبَيْتِ، قَالَ: ((اِجْعَلُوْهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ۔)) قَالَ: فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً فَحَلَلْنَا، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ صَرَخْنَا بِالْحَجِّ، وَانْطَلَقْنَا إِلٰى مِنًى۔ (مسند احمد: ۱۱۰۲۷)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوئے، لیکن جب ہم نے بیت اللہ کا طواف کرلیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے عمرہ قرار دو، البتہ جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں، وہ احرام نہیں کھول سکتے۔'' چنانچہ ہم نے اسے عمرہ بنالیا اور ہم حلال ہوگئے، جب آٹھ ذوالحجہ ہوئی تو ہم نے (از سرِ نو) حج کا تلبیہ پکارا اور منیٰ کی طرف روانہ ہوگئے۔

(٤٤٢٣) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُجَّاجًا فَأَمَرَهُمْ، فَجَعَلُوْهَا عُمْرَةً، ثُمَّ قَالَ: ((لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلُوْا، وَلٰكِنْ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔)) ثُمَّ أَنْشَبَ أَصَابِعَهُ بَعْضَهَا فِي بَعْضٍ، فَحَلَّ النَّاسُ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بِمَ أَهْلَلْتَ؟)) قَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهْلَلْتَ بِهِ، قَالَ: فَهَلْ مَعَكَ هَدْيٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَقِمْ كَمَا أَنْتَ، وَلَكَ ثُلُثُ هَدْيِي، قَالَ: وَكَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِائَةُ بَدَنَةٍ۔ (مسند احمد: ۲۲۸۷)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے ارادہ سے آئے، لیکن آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو انھوں نے اسے عمرہ بنالیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو خیال مجھے بعد میں آیا ہے، اگر یہ پہلے آ جاتا تو میں بھی اسی طرح کرتا جیسے ان لوگوں نے کیا ہے، لیکن اب بات یہ ہے کہ قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہوگیا ہے۔'' ساتھ ہی آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا، (یعنی اب حج کے دنوں میں عمرہ کیا جاسکتا ہے)، چنانچہ جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے، ان کے علاوہ باقی سب لوگ حلال ہوگئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم نے تلبیہ کیسے پکارا؟'' انہوں نے کہا: میں نے وہی احرام باندھا ہے، جو آپ نے باندھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ قربانی کا جانور ہے؟ انہوں نے کہا: جی

(٤٤٢٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٤٧ (انظر: ١١٠١٤)

(٤٤٢٣) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه الترمذي: ٩٣٢، (انظر: ٢٢٨٧)

نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم احرام کی حالت میں ہی رہو اور میرے قربانیوں کا ایک تہائی حصہ تمہارے لیے ہے۔'' اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سواونٹ تھے۔

(٤٤٢٤) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا نَحْسِبُ إِلَّا أَنَّنَا حُجَّاجًا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ نُوْدِيَ فِيْنَا: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُقِمْ عَلٰى إِحْرَامِهِ، قَالَ: فَأَحَلَّ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ إِلَّا مَنْ كَانَ سَاقَ الْهَدْيَ، قَالَ: وَبَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ، وَمَعَهُ مِائَةُ بَدَنَةٍ، وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ، ...... الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ١٥٠٠٧)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہمارا خیال صرف یہ تھا کہ ہم حج کرنے کے لیے جا رہے ہیں، لیکن جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو یہ اعلان کیا گیا: تم میں سے جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور نہیں ہیں، وہ عمرہ کے بعد حلال ہو جائیں اور جن کے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں، وہ احرام کی حالت میں رہیں۔ پس جن لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے، ان کے علاوہ باقی سب لوگ عمرہ کر کے حلال ہو گئے، نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سو اونٹ تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے، ......۔

(٤٤٢٥) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ۔ (مسند احمد: ٤٨٢٢)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

(٤٤٢٦) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَهَلَّ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ هَدْيٌ إِلَّا النَّبِيَّ ﷺ وَطَلْحَةَ، وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ، فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور اس کا تلبیہ پکارا، صرف نبی کریم ﷺ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے، ان کے ہمراہ بھی قربانی کا جانور تھا۔ انہوں نے (احرام باندھتے وقت یوں) کہا تھا: میں رسول اللہ ﷺ والا احرام باندھتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے تلبیہ یا احرام کو عمرہ میں تبدیل کر دیں

(٤٤٢٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٥٧، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٣٦٧، وأخرجه مسلم: ١٢١٣، ١٢١٦، ٢٦٤٨ مفرقا (انظر: ١٤٩٤٤)

(٤٤٢٥) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم۔ أخرجه بنحوه وباختصار البخاري: ٤٣٥٣، ٤٣٥٤، ومسلم: ١٢٣٢ (انظر: ٤٨٢٢)

(٤٤٢٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٥١، ١٧٨٥، ٧٢٣٠، وأخرجه مسلم: ١٢١٣ بقصة عائشة منه فقط (انظر: ١٤٢٧٩)

يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ۔ فَقَالُوْا: نَنْطَلِقُ إِلٰى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ، فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ أَنِّي أَسْتَقْبِلُ مِنْ أَمْرِي مَا أَسْتَدْبِرُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ۔)) وَأَنَّ عَائِشَةَ حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا طَافَتْ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَنْطَلِقُوْنَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ؟ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِيْ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشَمٍ لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ بِالْعَقَبَةِ، وَهُوَ يَرْمِيْهَا، فَقَالَ: أَلَكُمْ هٰذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ۔)) (مسند احمد: ١٤٣٣٠)

اور بیت اللہ کا طواف اور سعی کے بعد بال کٹوا کر حلال ہو جائیں، البتہ جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں، وہ حلال نہیں ہو سکتے۔ لیکن لوگ کہنے لگے: کیا ہم منیٰ کی طرف اس حال میں جائیں گے کہ ہماری شرم گاہوں سے منی کے قطرات ٹپکتے ہوں گے؟ جب ان کی یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو خیال مجھے اب آیا ہے، اگر یہ پہلے آیا ہوتا تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی حلال ہو جاتا۔'' اسی سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض شروع ہو گیا تھا، لیکن انہوں نے تمام مناسک ادا کئے تھے، صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور جب وہ حیض سے پاک ہو گئی تھیں تب طواف کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ لوگ، حج اور عمرہ دو عبادتیں کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ تنعیم تک جائیں (اور ان کو عمرہ کروا کر لائیں) چنانچہ سیدہ نے حج کے بعد ذوالحجہ میں ہی عمرہ کیا تھا۔ سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ سے جمرۂ عقبہ کے قریب ملاقات ہوئی، جبکہ آپ ﷺ اس وقت رمی کر رہے تھے، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! (کیا حج کے دنوں میں عمرہ کرنا) صرف آپ کے ساتھ اسی سال کیلئے مخصوص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی نہیں، بلکہ یہ حکم ہمیشہ کیلئے ہے۔''

فوائد: ......سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کچھ دوسرے صحابہ کے پاس بھی ہدی کے جانور تھے، جیسا کہ اگلی حدیث سے پتہ چل رہا ہے، سیدنا جابر اپنے علم کے مطابق بات کر رہے ہیں۔

(٤٤٢٧) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ: خَرَجْنَا مَعَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہم صرف حج کا تذکرہ کر

(٤٤٢٧) تخريج: أخرجه البخاري: ٣٠٥، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٦٣٤٤)

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا سَرِفَ، طَمِثْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِيْ، فَقَالَ: ((مَا يُبْكِيْكِ؟)) قُلْتُ: وَدِدْتُ أَنِّيْ لَمْ أَخْرُجِ الْعَامَ، قَالَ: ((لَعَلَّكِ نَفِسْتِ؟)) يَعْنِي حِضْتِ۔ قَالَتْ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ، فَافْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِي۔)) فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((اِجْعَلُوْهَا عُمْرَةً، فَحَلَّ النَّاسُ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ۔)) وَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَذَوِي الْيَسَارَةِ، قَالَتْ: ثُمَّ رَاحُوْا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ طَهُرْتُ، فَأَرْسَلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَفَضْتُ يَعْنِي طُفْتُ، قَالَتْ: فَأُتِيْنَا بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالُوْا: هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَبَحَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! يَرْجِعُ النَّاسُ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ بِحَجَّةٍ، فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي عَلٰى جَمَلِهِ، قَالَتْ: فَإِنِّي لَأَذْكُرُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ أَنِّيْ أَنْعَسُ فَتَضْرِبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ، حَتّٰى جَاءَ بِيَ التَّنْعِيْمَ، فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ جَزَاءً لِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوْا۔ (مسند احمد:

رہے تھے، جب ہم سرف کے مقام پر پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی، جب آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کیوں رو رہی ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''کاش! میں اس سال حج کے لئے نہ آتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لگتا ہے کہ تمہیں حیض آ گیا ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر یہ چیز لکھ دی ہے، تم وہ تمام مناسک ادا کرو جو حاجی لوگ ادا کریں، البتہ تم اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کرو جب تک حیض سے پاک نہ ہو جاؤ۔'' جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''تم ان مناسک کو عمرہ بنالو، جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے، وہ سب حلال ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، اور دیگر صاحب استطاعت لوگوں کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: یہ لوگ بعد میں حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ میں دس ذوالحجہ کو حیض سے پاک ہوئی، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تاکہ میں طواف افاضہ کر آؤں۔ پھر ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو بتانے والوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔ پھر جب حصبہ کی رات تھی (اور لوگ مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے موقع پر وادیٔ حصبہ میں ٹھہرے) تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگ حج اور عمرہ کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے واپس ہو رہی ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے میرے بھائی سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا کر (عمرہ کرا کر لائے)، مجھے خوب یاد ہے میں نوعمر تھی اور جب مجھے اونگھ آ جاتی تو میرا چہرہ پالان کی پچھلی لکڑی کو

(۲٦٨٧٥

جا لگتا تھا، بہرحال میرے بھائی مجھے تنعیم لے گئے، اور میں نے وہاں سے عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا، یہ اس عمرہ کے عوض تھا جو لوگ کر چکے تھے۔

(٤٤٢٨) عَنِ الْحَارِثِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِيْهِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: ((بَلْ لَنَا خَاصَّةً۔)) (مسند احمد: ١٥٩٤٧)

سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا لینا، کیا یہ حکم صرف ہمارے لئے خاص ہے یا سب لوگوں کے لیے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ صرف ہمارے لیے خاص ہے۔''

(٤٤٢٩) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ مُتْعَةَ الْحَجِّ، لَنَا خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً؟ فَقَالَ: ((لَا، بَلْ لَنَا خَاصَّةً۔)) (مسند احمد: ١٥٩٤٨)

(دوسری سند) سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول! حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کر کے حج تمتع کر لینے کی اجازت ہمارے لیے خاص ہے یا سب لوگوں کے لیے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جی نہیں، یہ صرف ہمارے لیے خاص ہے۔''

مَتٰى يُحْرِمُ الْمُتَمَتِّعُ بِالْحَجِّ وَمَتٰى يَتَوَجَّهُ النَّاسُ إِلٰى مِنًى وَمِقْدَارُ مَكْثِهِمْ بِهَا وَأَوَّلُ صَلَاةٍ صُلِّيَتْ بِهَا

اس امر کا بیان کہ حج تمتع کرنے والا کس وقت احرام باندھے، لوگ کس وقت منیٰ کو روانہ ہوں، وہاں کتنا عرصہ ٹھہریں اور منیٰ میں جا کر پہلے کونسی نماز پڑھی جائے؟

(٤٤٣٠) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((أَلَا فَخُذُوْا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ)) قَالَ: فَقَامَ الْقَوْمُ بِحِلِّهِمْ حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَأَرَادُوْا التَّوَجُّهَ إِلٰى

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! مجھ سے مناسک کی تعلیم حاصل کرو۔'' پس لوگ حلال ہو گئے، یہاں تک کہ جب ترویہ والا دن آ گیا اور انھوں نے منی کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو حج کا تلبیہ کہا۔

(٤٤٢٨) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة حال الحارث بن بلال۔ أخرجه ابوداود: ١٨٠٨، وابن ماجه: ٢٩٨٤، والنسائی: ٥/ ١٧٩ (انظر: ١٥٨٥٣)

(٤٤٢٩) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٤٣٠) تخريج: حديث صحيح ۔ أخرجه الطيالسی: ١٦٧٦ (انظر: ١٤٩٤٣)

مِنًى أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ۔ (مسند احمد: ١٥٠٠٦)

فوائد: ......آٹھ ذوالحجہ کو یوم الترویہ کہتے ہیں، ''تَرْوِیَۃ'' باب ''رَوّٰی یُرَوِّیْ'' کا مصدر ہے، اس کا معنی سیراب کرنا ہے، چونکہ حجاج کرام آٹھ تاریخ کو آئندہ کے لیے پانی لے لیتے ہیں اور سیرابی کا سامان کر لیتے، اس لیے اس کو ترویہ والا دن کہتے ہیں۔ یہ اس دور کی بات ہے، جس میں کنویں اور چشمے نہیں تھے، اب چونکہ ہر مقام پر وافر مقدار میں پانی موجود ہوتا ہے، اس لیے لوگ اپنے ساتھ پانی اٹھانے یا اس کا اہتمام کرنے سے مستغنی ہو گئے ہیں۔

(٤٤٣١) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ الظُّهْرَ۔ (مسند احمد: ٢٣٠٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ترویہ والے دن منی میں نمازِ ظہر ادا کی۔

(٤٤٣٢) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ أَنَّهُ كَانَ يُحِبُّ إِذَا اسْتَطَاعَ أَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ بِمِنًى مِنْ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ، وَذَالِكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى۔ (مسند احمد: ٦١٣١)

جنابِ نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کو یہ بات پسند تھی کہ اگر ان کے لیے ممکن ہو تو وہ ترویہ والے دن ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر ادا کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کی تھی۔

(٤٤٣٣) عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ؓ قُلْتُ: أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمِنًى، وَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: اِفْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ۔ (مسند احمد: ١١٩٩٨)

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں: میں نے سیدنا انس بن مالک ؓ سے کہا: اگر آپ کو یاد ہے تو مجھے بتلائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز کہاں ادا کی تھی؟ انہوں نے کہا: منیٰ میں۔ میں نے پھر کہا: آپ ﷺ نے حج کے بعد واپس جاتے ہوئے عصر کی نماز کہاں ادا کی تھی؟ انہوں نے کہا: ابطح وادی میں۔ اس کے بعد سیدنا انس ؓ نے مجھے کہا: تم اسی طرح کیا کرو، جیسے تمہارے حکمران کرتے ہیں۔

فوائد: ......مکہ اور منی کے درمیان وادیٔ ابطح واقع ہے، اس کو بطحاء، محصّب اور معرّس بھی کہتے ہیں۔ جب سیدنا انس ؓ نے عبدالعزیز کے لیے دو مسئلوں کی وضاحت کی تو ان کو یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ممکن ہے کہ یہ آدمی ان سنتوں پر

(٤٤٣١) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه بنحوه ابوداود: ١٩١١، والترمذي: ٨٨٠، وابن ماجه: ٣٠٠٤ (انظر: ٢٣٠٦)

(٤٤٣٢) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ٦١٣١)

(٤٤٣٣) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٥٣، ١٧٦٣، ومسلم: ١٣٠٩ (انظر: ١١٩٧٥)

عمل کرنے کا حریص ہو، لیکن ممکن ہے کہ اس کے امراء اس چیز کی پابندی نہ کرتے ہوں، اس لیے انھوں نے وضاحت کر دی کہ اس قسم کے مسائل میں حکمرانوں کا حکم تسلیم کر لینا چاہیے، تا کہ فتنہ برپا نہ ہو جائے۔

(٤٤٣٤)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِمِنًى خَمْسَ صَلَوَاتٍ۔ (مسند احمد: ٢٧٠٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں پانچ نمازیں ادا کی تھیں۔

فوائد: ......یعنی آٹھ ذوالحجہ کی ظہر سے نو ذوالحجہ کی فجر تک۔

(٤٤٣٥)وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمِنًى وَصَلَّى الْغَدَاةَ يَوْمَ عَرَفَةَ بِهَا۔ (مسند احمد: ٢٧٠١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کی نمازِ ظہر اور عرفہ والے دن (یعنی نو ذوالحجہ) کو نمازِ فجر منی میں ادا کی۔

فوائد: ......سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے منٰی میں ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازیں ادا کیں، پھر آپ ﷺ طلوع آفتاب تک وہیں ٹھہرے رہے اور سورج طلوع ہونے کے بعد عرفہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حجاج کرام آٹھ ذوالحجہ کو نمازِ ظہر سے پہلے منٰی میں پہنچ جائیں اور نو ذوالحجہ کی نمازِ فجر ادا کر کے طلوعِ آفتاب تک وہیں قیام کریں، پھر سورج کے طلوع ہونے کے بعد عرفہ کے لیے روانہ ہو جائیں۔

اَلْمَسِيْرُ مِنْ مِنًى اِلٰى عَرَفَةَ وَالْوُقُوْفُ بِهَا وَالدَّفْعُ مِنْهَا
منیٰ سے عرفہ کے لیے روانگی، عرفہ میں وقوف اور وہاں سے واپسی کے ابواب

وَقْتُ الْمَسِيْرِ مِنْ مِنًى وَالنُّزُوْلُ بِوَادِيْ نَمِرَةَ وَوَقْتُ الْقِيَامِ اِلَى الْمُوْقِفِ بِعَرَفَةَ
منیٰ سے روانگی کا وقت، وادیٔ نمرہ میں نزول اور عرفہ میں وقوف کے وقت کا بیان

(٤٤٣٦) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: غَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مِنًى حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ فِي صَبِيْحَةِ يَوْمِ عَرَفَةَ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ فَنَزَلَ بِنَمِرَةَ وَهِيَ مَنْزِلُ الْإِمَامِ الَّذِيْ كَانَ يَنْزِلُ بِهِ

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن یعنی نو ذوالحجہ کو صبح کی نماز منیٰ میں ادا کی، اس کے بعد آپ عرفہ کو تشریف لے گئے اور وہاں جا کر وادیٔ نمرہ میں ٹھہرے، یہی وہ جگہ ہے جہاں عرفہ میں آ کر امام ٹھہرتے

(٤٤٣٤) تخریج: اسناده صحيح على شرط البخاري ۔ أخرجه الدارمي: ١٨٧١، وابن خزيمة: ٢٧٩٩، والطبراني: ١٢١٢٦(انظر: ٢٧٠٠)

(٤٤٣٥) تخریج: اسناده صحيح ۔ أخرجه بنحوه ابوداود: ١٩١١، والترمذي: ٨٨٠، وابن ماجه: ٣٠٠٤(انظر: ٢٧٠١)

(٤٤٣٦) تخريج: اسناده حسن ۔ أخرجه ابوداود: ١٩١٣(انظر: ٦١٣٠)

بِعَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ، رَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُهَجِّرًا فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ رَاحَ فَوَقَفَ عَلَى الْمَوْقِفِ مِنْ عَرَفَةَ۔ (مسند احمد: ٦١٣٠)

ہیں، جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ ﷺ دوپہر کے وقت آئے اور ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کیں، اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا، بعد ازاں آپ ﷺ نے عرفہ میں وقوف کی جگہ پر وقوف کیا۔

فوائد: ......عرفات کے پاس ایک مقام کا نام وادیٔ نمرہ ہے، یہ وادی عرفات کا حصہ نہیں ہے، زوال کے بعد آپ ﷺ وادیٔ عُرَنہ میں تشریف لائے اور وہاں ظہر وعصر کی نمازیں ادا کیں اور خطبہ ارشاد فرمایا، جمہور اہل علم کے نزدیک وادیٔ عُرَنہ بھی عرفات کا حصہ نہیں ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرفہ میں وقوف کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، کیونکہ اس وقت سے پہلے تو آپ ﷺ وادیٔ نمرہ میں رہے۔ امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، لیکن امام احمد زوال سے پہلے بھی وقوف کی اجازت دیتے ہیں، مؤخر الذکر قول راجح معلوم ہوتا ہے، مزید حدیث نمبر (۴۴۴۲) دیکھیں۔

(٤٤٣٧) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِعَرَفَةَ وَادِي نَمِرَةَ، فَلَمَّا قَتَلَ الْحَجَّاجُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ أَيَّةَ سَاعَةٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَرُوْحُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ ذَاكَ رُحْنَا، فَأَرْسَلَ الْحَجَّاجُ رَجُلًا يَنْظُرُ أَيَّ سَاعَةٍ يَرُوْحُ، فَلَمَّا أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ أَنْ يَرُوْحَ قَالَ: أَزَاغَتِ الشَّمْسُ؟ قَالُوْا: لَمْ تَزِغِ الشَّمْسُ، قَالَ: أَزَاغَتِ الشَّمْسُ؟ قَالُوْا: لَمْ تَزِغْ، فَلَمَّا قَالُوْا: قَدْ زَاغَتْ، اِرْتَحَلَ۔ (مسند احمد: ٤٧٨٢)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ میں وادیٔ نمرہ میں ٹھہرا کرتے تھے، جب حجاج نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس دن کس وقت یہاں سے روانہ ہوتے تھے؟ انھوں نے کہا: جب وہ وقت ہوگا تو ہم چل پڑیں گے، حجاج نے ایک آدمی کو بھیجا تاکہ وہ خیال رکھے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کس وقت روانہ ہوتے ہیں، پس جب انھوں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو پوچھا: آیا سورج ڈھل چکا ہے؟ لوگوں نے بتلایا: جی نہیں، ابھی تک نہیں ڈھلا، پھر کچھ دیر بعد انھوں نے پوچھا: کیا سورج ڈھل چکا ہے، لوگوں نے کہا: جی نہیں ڈھلا، جب لوگوں نے یہ بتلایا کہ سورج ڈھل گیا ہے تو وہ چل پڑے۔

فوائد: ......حجاج کرام نو ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منٰی سے عرفات کے لیے روانہ ہوں گے، وہاں پہنچ کر

(٤٤٣٧) تخريج: اسناده ضعيف، سعيد بن حسان الحجازي لم يرو عنه الا ابراهيم بن نافع و نافع بن عمر الجمحي، ولم يؤثر توثيقه عن احد غير ابن حبان ذكره في الثقات ۔ أخرجه ابوداود: ١٩١٤، وابن ماجه. ؟ ٣ (انظر: ٤٧٨٢)

وقوف کریں گے اور زوال آفتاب کے بعد ظہر کے پہلے وقت میں ظہر وعصر کی قصر نمازیں جمع کر کے ادا کریں، پھر خطبہ سنیں اور پھر غروبِ آفتاب تک وقوف جاری رکھیں اور غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جائیں، نمازِ مغرب مزدلفہ میں نمازِ عشاء کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ ابن منذر نے کہا: اس بات پر اہل علم کا اجماع اور اتفاق ہے کہ امام اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے عرفہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کریں گے۔ یہ حقیقت تو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفات میں ظہر وعصر کی قصر نمازیں ظہر کے وقت میں جمع کر کے ادا کیں، آپ ﷺ کے ساتھ اہل مکہ بھی حج کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کو جمع بین الصلاتین اور قصر کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا، اس سے ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے، جو کوئی حد بندی کیے بغیر مطلق سفر کو قصر کا سبب قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس معاملے میں احناف نے عجیب قسم کے رویے اختیار کر رکھے ہیں، عرفات میں ان کی طرف سے درج ذیل مختلف باتیں سنائی دیتے ہیں:

۱۔ جو آدمی امام کے ساتھ ظہر وعصر کی نمازیں ادا کرے گا، وہ قصر اور جمع کرے گا، وگرنہ پوری نماز پڑھی جائے گی اور اپنے اپنے وقت پر ادا کی جائے گی۔

۲۔ جو آدمی مسجد میں نماز پڑھے گا، وہ جمع اور قصر کرے گا، وگرنہ ہر نماز اس کے وقت پر پوری پڑھنا پڑے گی۔

۳۔ آپ ﷺ اور صحابہ نے سفر کی وجہ سے جمع اور قصر کیا تھا، چونکہ ہم لوگ عرفات میں مقیم ہیں، اس لیے ہم نہ جمع کریں گے اور نہ قصر۔

قصر اور جمع کے لیے امام یا مسجد یا منفرد یا غیر مسجد کی قید لگا کر فرق کرنا اتنی غیر معقول بات ہے کہ ممکن ہے یہ عُقدہ کسی کو سمجھایا ہی نہ جا سکے، یہ بات تو تسلیم کر لی گئی کہ نبی کریم ﷺ نے باجماعت نماز ادا کی اور قصر اور جمع کا اہتمام کیا، لیکن اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ جو جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوگا، وہ نہ قصر کر سکتا ہے اور نہ اس کو جمع کرنے کا حق حاصل ہے۔ مسجد کا چونکہ اُس عہد میں وجود ہی نہ تھا، اس لیے اس کو بنیاد بنا کر جمع اور قصر میں فرق کرنا بھی خود ساختہ سی بات لگتی ہے۔ رہا معاملہ آخری بات کا تو گزارش ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے اپنے سابق شہر میں پہنچ کر عرفات میں جمع اور قصر کرتے ہیں، لیکن پاکستان اور دوسرے ممالک سے جانے والے جب ایک دن یا نصف دن کے لیے عرفات میں قیام کے لیے جاتے ہیں تو یہ مقیم بن جاتے ہیں۔ سبحان اللہ!

اس سے حیران کن بات یہ ہے کہ جب اسی دن کی شام کو مغرب اور عشا کی نمازیں مزدلفہ میں جمع کر کے ادا کی جاتی ہیں، تو اس وقت یہ لوگ سارے نقطے بھول جاتے ہیں، نہ تو مزدلفہ میں اجتماعی جماعت ہوتی ہے، نہ وہاں کوئی مسجد ہے، اس پر مستزاد یہ کہ مسافت بھی کم ہو جاتی ہے، کیونکہ مزدلفہ، عرفات کی بہ نسبت مکہ مکرمہ کے قریب ہے۔

اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيرُ فِي الْمَسِيرِ إِلَى عَرَفَةَ

عرفہ کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہنے کا بیان

(٤٤٣٨) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ﷺ وَهُمَا غَادِيَانِ إِلَى عَرَفَةَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ يَعْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: كُنَّا يُهِلُّ الْمُهِلُّ مِنَّا، فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا وَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ۔ (مسند احمد: ١٣٥٥٥)

محمد بن ابی بکر ثقفی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس وقت یہ سوال کیا، جب وہ دونوں عرفہ کی طرف جا رہے تھے: تم لوگ عرفہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دن کو کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہم میں سے کوئی تلبیہ پکارتا جاتا، اس پر بھی کوئی انکار نہ کیا جاتا اور کوئی تکبیر پکارتا جاتا، اس پر بھی کوئی انکار نہ کیا جاتا تھا۔

(٤٤٣٩) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ: قَدْ غَدَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى عَرَفَاتٍ، مِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُلَبِّيْ۔ (مسند احمد: ٤٤٥٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات کو روانہ ہوئے تو ہم میں سے کوئی تکبیر کہنے والا ہوتا تھا اور کوئی تلبیہ پکارنے والا۔

(٤٤٤٠) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَبِيْحَةَ عَرَفَةَ، مِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهِلُّ، أَمَّا نَحْنُ نُكَبِّرُ، قَالَ: قُلْتُ: الْعَجَبُ لَكُمْ، كَيْفَ لَمْ تَسْأَلُوْهُ كَيْفَ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ٤٨٥٠)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم عرفہ کی صبح کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، ہم میں کوئی تکبیر کہنے والا تھا اور کوئی تلبیہ پکارنے والا تھا، تاہم ہم تو تکبیریں کہہ رہے تھے۔ عبداللہ بن ابی سلمہ نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے کہا: تم پر بڑا تعجب ہے، تم نے (سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ) سے یہ کیوں نہیں پوچھا تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے کیا کچھ کیا تھا؟

فوائد: ...... اگرچہ حج کا احرام باندھنے سے لے کر دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ "لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ......" کا حکم جاری رہتا ہے، لیکن بیچ میں تکبیر وتہلیل جیسے دوسرے اذکار بھی کیے جا سکتے ہیں۔

(٤٤٣٨) تخريج: أخرجه البخاري: ٩٧٠، ١٦٥٩، ومسلم: ١٢٨٥ (انظر: ١٣٥٢١)

(٤٤٣٩) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٨٤ (انظر: ٤٤٥٨)

(٤٤٤٠) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٨٤ (انظر: ٤٨٥٠)

وُجُوْبُ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وَوَقْتُهُ وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ

وقوفِ عرفہ کے واجب ہونے اور اس کے وقت اور عرفہ کے سارے مقام کا جائے وقوف ہونے کا بیان

(٤٤٤١) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ الدِّيْلِيِّ ؓ قَالَ: شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ وَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ الْحَجُّ؟ فَقَالَ: ((اَلْحَجُّ عَرَفَةُ، فَمَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَأَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ثُمَّ أَرْدَفَ رَجُلًا خَلْفَهُ فَصَارَ يُنَادِي بِهِنَّ۔ (مسند احمد: ١٨٩٨١)

سیدنا عبدالرحمٰن بن یعمر دیلی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے، میں بھی وہاں موجود تھا، اسی دوران نجد کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! حج کیسے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفہ کا نام ہے، جو آدمی مزدلفہ والی رات کو نمازِ فجر سے پہلے پہلے عرفہ پہنچ جائے، اس کا حج مکمل ہے اور حج کے بعد منٰی میں تین دن گزارنے ہوتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (جو آدمی جلدی کرتے ہوئے دو دنوں کے بعد چلا جائے، اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو کوئی ٹھہرا رہے (اور تین دن پورے کرے) اس پر بھی کوئی حرج نہیں)۔'' اس کے بعد آپ نے ایک آدمی کو سواری پر اپنے پیچھے سوار کیا، وہ ان مسائل کو پکار پکار کر بیان کرتا جا رہا تھا۔

فوائد: ......یعنی حج کا بڑا رکن عرفہ کا وقوف ہے، اس کے رہ جانے سے حج فوت ہو جائے گا۔ امام شوکانی نے کہا: اس کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ عرفہ کی سرزمین کے کسی حصے میں اس وقت میں لمحہ بھر کا وقوف کفایت کرے گا۔ مزید وضاحت اگلی حدیث میں ہوگی۔

(٤٤٤٢) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسِ بْنِ أَوْسِ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ لَامٍ ؓ أَنَّهُ حَجَّ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يُدْرِكِ النَّاسَ إِلَّا لَيْلًا

سیدنا عروہ بن مضرس ؓ سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں حج کیا، وہ رات کو پہنچا تھا، اس وقت لوگ مزدلفہ میں تھے، وہ عرفات چلا گیا، پھر وہاں سے واپس

(٤٤٤١) تخريج: اسناده صحيح ۔ أخرجه النسائي: ٥/ ٢٥٦، وابن ماجه: ٣٠١٥، والترمذي: ٨٨٩، ٨٩٠ (انظر: ١٨٧٧٤)

(٤٤٤٢) تخريج: اسناده صحيح ۔ أخرجه الترمذي: ٨٩١، والنسائي: ٥/ ٢٦٣، وابن ماجه: ٣٠١٦ (انظر: ١٦٢٠٩)

وَهُوَ بِجَمْعٍ، فَانْطَلَقَ إِلَى عَرَفَاتٍ فَأَفَاضَ مِنْهَا، ثُمَّ رَجَعَ فَأَتَى جَمْعًا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتْعَبْتُ نَفْسِي وَأَنْصَبْتُ رَاحِلَتِي، فَهَلْ لِيْ مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ: ((مَنْ صَلّٰى مَعَنَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِجَمْعٍ، وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى نُفِيْضَ وَقَدْ أَفَاضَ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ عَرَفَاتٍ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَقَضٰى تَفَثَهُ.)) (مسند احمد: ١٦٣١٠)

۔ مزدلفہ آ گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے آپ کو اور اپنی سواری کو خوب مشقت میں ڈالا ہے، کیا میرا حج ہوگیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے ساتھ مزدلفہ میں نماز فجر پڑھی اور پھر ہماری روانگی تک یہیں وقوف کیا اور اس سے قبل وہ دن یا رات کے کسی حصہ میں عرفات سے ہو آیا ہو تو اس کا حج مکمل ہے اور اس نے اپنی میل کچیل دور کر لی ہے۔''

فوائد: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نو ذوالحجہ کا دن اور اس کے بعد آنے والی رات، اس دورانیے میں کسی وقت بھی عرفات میں وقوف کیا جا سکتا ہے، لیکن جب آپ ﷺ منیٰ سے عرفات میں پہنچے تو آپ ﷺ نے زوال تک وادیٔ نمرہ میں قیام کیا، پھر آپ ﷺ وادیٔ عرنہ میں تشریف لائے، وہاں خطبہ ارشاد فرمایا اور جمع تقدیم کے ساتھ ظہر وعصر کی نمازیں ادا کیں، بعد ازاں عرفہ میں تشریف لا کر وقوف شروع کیا۔ ذہن نشین رہے کہ نمرہ اور عرنہ کی وادیاں عرفہ کا حصہ نہیں ہیں۔

اب ایک طرف آپ ﷺ کا قول عام ہے کہ دن اور رات کی کسی گھڑی میں وقوف کیا جا سکتا ہے، لیکن دوسری طرف آپ ﷺ کا فعل خاص ہے کہ آپ ﷺ نے زوال کے بعد وقوفِ عرفہ شروع کیا۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک نے آپ ﷺ کے فعل کی روشنی میں قول کو خاص کر دیا ہے، جبکہ امام احمد نے قولی حدیث کے عموم کو باقی رکھا ہے، یعنی ان کے نزدیک زوال سے پہلے بھی وقوف ہو سکتا ہے۔ امام احمد کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا کسی عام کے بعض افراد پر عمل کر لینا اور دوسروں کی نفی نہ کرنا، اس سے تخصیص لازم نہیں آتی۔ اس نے اپنی میل کچیل دور کر لی ہے مشہور بات یہ ہے کہ ''تَفَث'' سے مراد وہ چیز ہے جو محرم حلال ہوتے وقت سر کے بال کاٹنے یا مونڈنے، زیر ناف بال صاف کرنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور دوسرے امورِ فطرت کو سرانجام دینے کی صورت میں کرتا ہے، ویسے ایک لحاظ سے اس میں قربانیاں کرنا اور حج کے تمام مناسک ادا کرنا بھی آ جاتا ہے، کیونکہ ان مناسک کے بعد ہی ''تَفَث'' کے تقاضے پورے کیے جاتے ہیں۔ ''تَفَث'' کے اصل معانی میل کچیل کے ہیں۔ دراصل اس جملے سے مزدلفہ اور عرفات کے وقوف کی اہمیت کو ثابت کیا جا رہا ہے۔

(٤٤٤٣) (مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ بِجَمْعٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(دوسری سند) سیدنا عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا، جبکہ آپ ﷺ

(٤٤٤٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

جِئْتُكَ مِنْ جَبَلَيْ طَيِّءٍ أَتْعَبْتُ نَفْسِي، ...... الْحَدِيثَ۔ (مسند احمد: ١٦٣٠٩)

مزدلفہ میں تھے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں طی کے دو پہاڑوں سے سفر کرکے آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں اور میں نے اپنے آپ کو تھکا دیا ہے......''

فوائد: ...... پہلے یہ ترتیب بیان کی جا چکی ہے کہ حجاج کرام نو ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منٰی سے روانہ ہو جائیں گے اور عرفات پہنچ کر غروبِ آفتاب تک وقوف کریں، سورج کے اچھی طرح غروب ہوتنے کے بعد مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور یہاں مغرب وعشاء کو جمع کر کے اور نماز فجر کو اس کے پہلے وقت میں ادا کریں گے۔ لیکن اگر کوئی آدمی اس وقت تک عرفات میں پہنچ ہی نہ سکے تو وہ رات کا کچھ حصہ وقوف کر کے مزدلفہ پہنچ کر نمازِ فجر ادا کرے۔

(٤٤٤٤) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَقَالَ: ((هٰذَا الْمَوْقِفُ، وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ)) (مسند احمد: ٦١٣)

سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ میں وقوف کیا اور اس وقت سیدنا اسامہ بن زید ؓ آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جائے وقوف ہے اور سارا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

فوائد: ...... یعنی جس طرح وہ جگہ موقف ہے، جہاں آپ ﷺ ٹھہرے ہوئے تھے، اسی طرح سارا عرفہ موقف ہے۔

(٤٤٤٥) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ عَرَفَاتٍ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةَ مَوْقِفٌ، وَارْفَعُوا عَنْ مُحَسِّرٍ، وَكُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ۔)) (مسند احمد: ١٦٨٧٢)

سیدنا جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سارا میدانِ عرفات وقوف کی جگہ ہے، البتہ تم وادیٔ عرنہ سے ہٹ کر رہو، اسی طرح سارا مزدلفہ جائے وقوف ہے اور تم وادیٔ محسر سے دور رہو اور منیٰ کے تمام راستے قربانی کی جگہ ہیں اور تشریق کے تمام ایام قربانی کے دن ہیں۔''

فوائد: ...... منٰی اور عرفہ کے درمیان وادیٔ عرنہ اور منٰی اور مزدلفہ کے درمیان وادیٔ مُحَسِّر واقع ہے۔ چونکہ وادیٔ عرنہ عرفہ کا اور وادیٔ محسر مزدلفہ کا حصہ نہیں ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے دورانِ وقوف ان سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، حدیث نمبر (۴۴۸۵) میں یہ بات آ رہی ہے کہ وادی محسر منی کا حصہ ہے، بہرحال اس میں قیام کرنا منع ہے۔ وادیٔ مُحَسِّر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ابرہہ کا ہاتھی اس وادی میں آ کر تھک گیا، ان پر ابرہہ اور اس کے ساتھیوں کو

(٤٤٤٤) تخريج: حديث حسن ـ أخرجه ابوداود: ١٩٢٢، ١٩٣٥، والترمذي: ٨٨٥ (انظر: ٦١٣)

(٤٤٤٥) تخريج: حديث صحيح لغيره ـ أخرجه البزار: ١١٢٦، وابن حبان: ٣٨٥٤، و البيهقي: ٩/ ٢٩٥ (انظر: ١٦٧٥١)

حسرت ہوئی، جبکہ مُحَسِّر کا معانی حسرت میں ڈالنے والا ہے۔ایک پتھر کی پھینک تک اس وادی کا احاطہ ہے۔حدیث کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ (۱۳) ذوالحجہ کے دن غروبِ آفتاب تک قربانی کی جاسکتی ہے۔

(٤٤٤٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، (يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ)عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: أَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ رضی اللہ عنہ وَنَحْنُ فِي مَكَانٍ مِنَ الْمَوْقِفِ بَعِيدٍ، فَقَالَ: إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ، يَقُولُ: ((كُونُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ هٰذِهِ، فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ إِبْرَاهِيمَ۔)) لِمَكَانٍ تَبَاعَدَهُ عَمْرٌو۔ (مسند احمد: ١٧٣٦٥)

یزید بن شیبان کہتے ہیں: سیدنا ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، جبکہ ہم موقف سے دور ایک مقام میں تھے، اور انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے ہیں کہ ''تم اپنی اسی جگہ پر ٹھہرے رہو، تم ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر ہی ہو۔'' یہ فرمان اس جگہ کے بارے میں تھا، جس کو عمرو دور سمجھ رہے تھے۔

نوٹ: ......ابن مربع انصاری کا نام یزید ہے ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

(٤٤٤٧) عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَضْلَلْتُ بَعِيرًا لِي بِعَرَفَةَ فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ، فَإِذَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاقِفٌ، قُلْتُ: هٰذَا مِنَ الْحُمْسِ، مَاشَأْنُهُ هَاهُنَا۔ (مسند احمد: ١٦٨٥٧)

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: عرفہ میں میرا اونٹ گم ہوگیا تھا، میں اسے تلاش کر رہا تھا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفہ میں وقوف کیے ہوئے دیکھا اور کہا: یہ تو قریشی ہیں، ان کا یہاں کیا کام ہے؟

فوائد: ......قاضی عیاض نے کہا: یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کسی حج کا ہے، اس وقت سیدنا جبیر کافر تھے اور فتح مکہ یا غزوۂ خیبر کے موقع پر مسلمان ہوئے، ان کو اس سے تعجب ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو قریشی ہیں اور عرفات میں وقوف کر رہے ہیں۔اگلے باب کی پہلی حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔دورِ جاہلیت میں قریشی لوگ وقوفِ عرفہ ترک کر کے مزدلفہ میں ہی ٹھہر جاتے اور کہتے تھے: ہم لوگ ''حُمس'' ہیں، اس لیے ہم حرم سے نہیں نکلیں گے اور باقی سارے لوگ عرفہ میں پہنچ کر وقوف کرتے تھے۔''حُمْس''، ''تَحَمُّس'' سے ماخوذ ہے، جس کے معانی تشدّد اور مذہب میں سخت اور پکے ہونے کے ہیں، اس سے مراد قریشی اور وہ قبائل ہیں، جنہوں نے اُن کی طرح تشدّد اختیار کیا ہوا تھا۔

(٤٤٤٦) اسناده صحيح ۔ أخرجه ابوداود: ١٩١٩، والترمذي: ٨٨٣، والنسائي: ٥/ ٢٥٥(انظر: ١٧٢٣٣)

(٤٤٤٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٦٤، ومسلم: ١٢٢٠(انظر: ١٦٧٣٧)

عرفہ کا وقوف حج کا سب سے مشہور رکن ہے، اس کے رہ جانے سے حج فوت ہو جائے گا۔

اس دن کا وقوف کیسے کیا جائے؟ اس کا بیان اگلے باب میں آ رہا ہے۔

اَلْوُقُوْفُ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ وَالْخُطْبَةُ بِهَا وَالدُّعَاءَ

عرفہ میں سواری پر وقوف کرنے اور وہاں خطبہ دینے اور دعا کرنے کا بیان

(٤٤٤٨) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ؓ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ لَوَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرٍ لَهُ بِعَرَفَاتٍ مَعَ النَّاسِ حَتّٰى يَدْفَعَ مَعَهُمْ مِنْهَا تَوْفِيْقًا مِنَ اللّٰهِ لَهُ۔ (مسند احمد: ١٦٨٧٩)

سیدنا جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبل از بعثت لوگوں کے ساتھ عرفات میں دیکھا کہ آپ ﷺ وہاں وقوف کر رہے تھے، یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لوگوں کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ نے نزول وحی سے قبل بھی اپنی قوم کی عادت کی مخالفت کی اور عام لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا، پھر جب دین اسلام کا نزول ہوا تو اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو حکم دیا کہ وہ بھی عام لوگوں کی طرح عرفہ سے واپس لوٹیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ میں یہی حکم دیا جا رہا ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کا عرفات میں جانا اور وہاں سواری پر وقوف کرنا بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے، لیکن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص توفیق حاصل تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی عمل پر برقرار رکھنا تھا، بہرحال حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے سواری پر وقوف کیا اور یہی عمل ہمارے لیے حجت ہے۔

(٤٤٤٩) عَنِ الشَّرِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ ؓ قَالَ: أَشْهَدُ لَوَقَفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَاتٍ، قَالَ: فَمَا مَسَّتْ قَدَمَاهُ الْأَرْضَ حَتّٰى أَتٰى جَمْعًا۔ (مسند احمد: ١٩٦٩٤)

سیدنا شرید بن سوید ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عرفات میں وقوف کیا، مزدلفہ آنے تک آپ ﷺ کے قدم مبارک زمین کو نہ لگے تھے، (یعنی آپ سواری پر سوار تھے)۔

(٤٤٥٠) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْطٍ عَنْ أَبِيْهِ ؓ وَكَانَ قَدْ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: رَأَيْتُهُ يَخْطُبُ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرِهِ (وَفِيْ لَفْظٍ:)

سیدنا نبیط ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کے دن اونٹ پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا

(٤٤٤٨) تخريج: اسناده حسن ۔ أخرجه ابن خزيمة: ٣٠٥٧، والحاكم: ١/ ٤٦٤، والطبراني في "الكبير": ١٥٧٧، ١٥٧٨ (انظر: ١٦٧٥٧)

(٤٤٤٩) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم ۔ أخرجه ابوداود (انظر: ١٩٤٦٥)

(٤٤٥٠) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد مضطرب ۔ أخرجه ابن ماجه: ١٢٨٦، والنسائي: ٥/ ٢٥٣ (انظر: ١٨٧٢١)

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ عَلٰى جَمَلٍ أَحْمَرَ۔ (مسند احمد: ١٨٩٢٨)

تھا، ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کے دن بعد از زوال ایک سرخ اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیتے دیکھا تھا۔

فوائد: …… "عَشِيَّة" کا اطلاق زوال سے غروب آفتاب کے وقت تک ہوتا ہے۔ سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ خطبہ (ظہر کی) نماز سے پہلے دیا تھا، صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

(٤٤٥١) عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ حَدَّثَنِي نُبَيْطُ بْنُ شُرَيْطٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي لَرَدِيفُ أَبِي فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، إِذْ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَلٰى عَجُزِ الرَّاحِلَةِ، فَوَضَعْتُ يَدِي عَلٰى عَاتِقِ أَبِي فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ؟)) قَالُوْا: هٰذَا الْيَوْمُ؟ قَالَ: ((فَأَيُّ بَلَدٍ اَحْرَمُ؟)) قَالُوْا: هٰذَا الْبَلَدُ، قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ اَحْرَمُ؟)) قَالُوْا: هٰذَا الشَّهْرُ، قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِ كُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔)) (مسند احمد: ١٨٩٢٩)

سیدنا نبیط بن شریط کہتے ہیں: میں حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے والد کے ہمراہ سواری پر سوار تھا کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ شروع فرما دیا، میں سواری کے پچھلے حصہ پر کھڑا ہو گیا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے والد کے کندھے پر رکھ لیا، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے؟" لوگوں نے کہا: آج کا دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کون سا شہر زیادہ حرمت والا ہے؟" لوگوں نے کہا: "یہ شہر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کون سا مہینہ زیادہ حرمت والا ہے؟" لوگوں نے کہا: یہ مہینہ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے خون اور مال ایک دوسرے پر اسی طرح احترام اور حرمت ہیں، جیسے آج کے دن کی، اس مہینے اور اس شہر میں حرمت ہے، لوگو! کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟" لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! گواہ ہو جاؤ، اے اللہ! گواہ ہو جاؤ۔"

فوائد: …… "اے اللہ! گواہ ہو جاؤ۔" یعنی اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ لوگ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ میں (محمد ﷺ) نے ان تک تیرا پیغام پہنچا دیا اور تیرا گواہ ہو جانا ہی کافی ہے۔

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا یہ سب سے پہلا اور آخری بڑا اجتماع تھا، اس اجتماع کے موقع پر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا مقصد پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا، جبکہ یہ آپ ﷺ کی بعثت والی زندگی کا پہلا اور آخری حج تھا، غور کریں کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ حرمت والے دن میں، سب سے زیادہ حرمت والے شہر میں اور

(٤٤٥١) تخریج: اسنادہ صحیح، وانظر الحدیث السابق (انظر: ١٨٧٢٢)

سب سے زیادہ حرمت والے مہینے میں خطاب کر رہے ہیں، حرمتوں پر حرمتیں سوار ہو رہی ہیں، لیکن تعلیم کس چیز کی دی جا رہی ہے کہ دوسرے انسان کی جان، مال اور عزت کا خیال رکھنا۔ کاش! امت ِمسلمہ اس راز کو سمجھ جاتی اور انسانیت کی قدر ومنزلت کے تقاضے پورے کرنا شروع کر دیتی۔ حضرات! وہ تقاضے کیا ہیں؟ یقیناً یہ اتنا طویل موضوع تو نہیں ہے، لیکن اس کو سمجھنے کے لیے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جس بہت بڑے شرعی مزاج کی ضرورت ہے، اس کا اس زمانے میں شدید فقدان ہے۔ اپنی ذاتوں سمیت جتنے لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑا، ان میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آیا جو احترامِ مسلمان کے تقاضے پورے کر رہا ہو، ہر شخص نے اپنی زندگی کے لیے چند ایک ناقص سی عبادات کا تعین کر رکھا ہے، جن کی بنا پر وہ اتنا کامل مسلمان بن گیا ہے کہ دوسرے ہر مسلمان کو ناقص سمجھتا ہے۔ برائے مہربانی! ان گزارشات کو مفروضہ جات مت سمجھیں، یہ حقائق ہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہمارے مزاجوں کے اندر ان کو تسلیم کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اس موقع ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نماز، روزے، حج، زکوۃ اور دوسرے واجباتِ اسلام پر عمل کرنا آسان ہے، لیکن حقوق العباد کی ادائیگی بہت مشکل ہے، الا یہ کہ مزاج کو شریعت کی روشنی سے منوّر کر لیا جائے۔ سیاسی دھڑوں، مذہبی متعصب اور غیر منصف گروہوں، خاندانی رقابتوں، ذاتیات کے بھوتوں اور قدیم دشمنیوں اور کینوں کی وجہ ہم نے اسلام کی ٹنڈ منڈ سی شکل کو کامل اسلام سمجھ لیا ہے، آپ خود غور کریں کہ ایک آدمی والدین کا بھی نافرمان ہو، اپنی اولاد کے اسلامی حقوق بھی ادا نہ کر رہا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بے نماز بھی ہو، انصاف سے بتائیں کہ ایسے بندے سے اسلام کی کون سی شِق پورے کرنے کی امید کی جا سکتی ہے، جبکہ محتاط اندازے کے مطابق ہمارے معاشرے کے (۹۳) فی صد لوگ ان جرائم میں مبتلا ہیں۔ آس مقام پر ہم صرف ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں: ایک آدمی اپنے خاندان کے ایک بزرگ کے ساتھ نمازِ عید ادا کر کے واپس آ رہا تھا، راستے میں رشتہ دار سیاسی مخالفوں کی عید گاہ پڑتی تھی، اللہ تعالیٰ کا کرنا کہ جب وہ لوگ اپنے مخالفوں کی عید گاہ کے قریب پہنچے تو وہ بھی فارغ ہو کر باہر آنا شروع ہو گئے، اس آدمی نے اپنے بزرگ سے کہا کہ اِن لوگوں سے اب ٹاکرا تو ہو گیا ہے، اس لیے عید کی مناسبت سے ان کو مل لینا چاہیے، لیکن وہ جھٹ سے بولا: ہم کوئی بے غیرت ہیں؟ جبکہ وہ بزرگ حاجی صاحب بھی، حفظِ قرآن کی صفت سے بھی متصف تھے اور نمازوں کے بھی بڑے پابند تھے اور ان کو کافی سارا مذہبی بھی سمجھا جاتا تھا، لیکن خوشی کے موقع پر کسی مسلمان سے ملاقات کر لینا ان کے نزدیک بے غیرتی تھا۔ کئی آیات اور اَن گنت احادیث، جوان لوگوں سے ملاقات کر لینے کا تقاضا کرتی تھیں، ان کا کیا بنے گا۔ لوگو! اپنی اصلاح کی طرف آؤ اور بزعم خود اپنے آپ کو بہت کچھ نہ سمجھ بیٹھو۔

(٤٤٥٢) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْطٍ الْأَشْجَعِيِّ أَنَّ أَبَاهُ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ رِدْفًا خَلْفَ أَبِيْهِ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ!

سلمہ بن نبیط اشجعی کہتے ہیں: میرے باپ نے نبی کریم ﷺ کو پایا تھا، وہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے باپ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: ابا جان! آپ مجھے نبی

(٤٤٥٢) تخريج: صحيح، أخرجه الدارمي: ١٦٠٨ وانظر الحديث السابق وقبله (انظر: ١٨٧٢٤)

أَرِنِـى النَّبِىَّ ﷺ، قَـالَ: قُـمْ فَخُذْ بِوَاسِطَةِ الـرَّحْـلِ، قَالَ: فَقُمْتُ، فَأَخَذْتُ بِوَاسِطَةِ الـرَّحْلِ، فَقَالَ: انْظُرْ إِلٰى صَاحِبِ الْأَحْمَرِ الَّـذِىْ يُـوْمِـىءُ بِيَـدِهِ، فِـى يَدِهِ الْقَضِيْبُ۔ (مسند احمد: ۱۸۹۳۱)

کریم ﷺ تو دکھا دیں، انہوں نے کہا: پالان کا آسرا لے کر کھڑے ہو جاؤ۔ جب میں پالان کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا، تو میرے والد نے کہا: وہ سرخ اونٹ پر ہاتھ میں چھڑی لئے جو شخصیت اشارہ کر رہی ہے (اور لوگوں سے ہم کلام ہے)، اس کو دیکھو، وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

(٤٤٥٣) عَـنْ أَبِى سَعِيْدِ ن الْخُدْرِيِّ ؓ قَـالَ: وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِـعَرَفَةَ فَجَعَل يَـدْعُـوْا هٰكَذَا، وَجَعَلَ ظَهْرَ كَفَّيْهِ مِمَّا يَلِىْ وَجْهَـهُ، وَرَفَـعَهُـمَا فَوْقَ ثُنْدُوَتِهِ، وَأَسْفَلَ مِنْ مَنْكِبَيْهِ۔ (مسند احمد: ۱۱۸۲۸)

سیدنا ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ میں وقوف کیا اور آپ ﷺ نے یوں دعا کی کہ آپ کی ہتھیلیوں کی پشت چہرے کی طرف تھی اور آپ ﷺ نے ہاتھوں کو یوں بلند کیا ہوا تھا کہ وہ پستان والی جگہ سے ذرا اوپر اور کندھوں سے ذرا نیچے تھے۔

(٤٤٥٤) عَنْ عَمْرِوْ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَـدِّهِ قَـالَ: كَـانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَـهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ)) (مسند احمد: ٦٩٦١)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے زیادہ تر یہ دعا پڑھی: "لَا إِلٰـــهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔"

فوائد: ......سیدنا علی ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَفْـضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ عَشِيَّةَ عَـرَفَةَ: لَااِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔)) ......"سب سے افضل کلمہ' جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء نے عرفہ کی شام کو پڑھا' یہ ہے: "لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَـرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔" (نہیں کوئی معبود برحق مگر اللہ' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' ساری بادشاہی اور ساری تعریف اسی کی ہے' اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔)

(الطبرانی: ۲/۱۳)

سیدہ عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَـا مِـنْ يَـوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ

(٤٤٥٣) تـخـريـج: اسـنـاده ضـعـيـف لضعف بشر بن حرب الازدى ۔ أخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار": ٢/ ١٧٧ (انظر: ١١٨٠٦)

(٤٤٥٤) تـخريج: حسن لغيره ۔ أخرجه الترمذى: ٣٥٨٥ بلفظ: خير الدعاء دعاء يوم عرفة، وخير ما قلت انـا والنبيون من قبلى: لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شىء قدير۔ (انظر: ٦٩٦١)

عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِيْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُوْلُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ۔))

... ''عرفہ کے دن کی بہ نسبت کوئی ایسا دن نہیں ہے، جس میں اللہ تعالیٰ زیادہ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہو، وہ قریب ہوتا ہے اور پھر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی طویل حدیث میں ہے: (ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد) آپ ﷺ سوار ہوئے اور جائے وقوف میں پہنچ گئے اور وہاں اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کی قصواء اونٹنی کا پیٹ (جبل رحمت کے نیچے پڑی ہوئی) چٹانوں کی طرف تھا اور لوگوں کا مجمع آپ ﷺ کے سامنے تھا، آپ ﷺ وہاں قبلہ رخ ہوئے اور غروبِ آفتاب تک اسی طرح کھڑے رہے۔ احادیث نمبر (۴۴۶۵، ۴۴۶۶) سے ثابت ہوگا کہ آپ ﷺ وقوفِ عرفہ کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ وقوفِ عرفات کے سلسلے میں آپ ﷺ کی تمام سنتوں کا پاس ولحاظ رکھیں، مثلاً: امام کا خطبہ سننا اور اس کے ساتھ باجماعت ظہر وعصر ادا کرنا، اگر مرکزی جماعت نہ مل سکے تو اپنے اپنے خیموں میں ان دو نمازوں کو اسی طریقے کے مطابق ادا کرنا، قبلہ رخ ہو کر وقوف کرنا، کثرت سے مخصوص اذکار کرنا، دوسرے اذکار بھی کیے جا سکتے ہیں، گفتگو اور لمبا چوڑا کھانے پینے میں وقت ضائع نہ کرنا۔ غور کریں کہ آپ ﷺ نے ظہر وعصر سے فارغ ہو کر غروب آفتاب تک مسلسل قبلہ رخ ہو کر وقوف کیا، جبکہ آپ ﷺ سوار تھے۔

تنبیہ: نبی کریم ﷺ کے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ والے دن جمعہ تھا، لیکن آپ ﷺ نے جمعہ ادا نہیں کیا، بلکہ نمازِ ظہر ادا کی تھی۔

وَقْتُ الدَّفْعِ مِنْ عَرَفَةَ إِلٰى مُزْدَلِفَةَ وَالنُّزُوْلُ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانگی کا وقت اور عرفہ اور مزدلفہ کے درمیان اترنے کا بیان

(٤٤٥٥) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كُنْتُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، قَالَ: فَلَمَّا وَقَعَتِ الشَّمْسُ، دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا سَمِعَ حَطْمَةَ النَّاسِ خَلْفَهُ، قَالَ: ((رُوَيْدًا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيْضَاعِ۔)) قَالَ: فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا الْتَحَمَ عَلَيْهِ النَّاسُ أَعْنَقَ، وَإِذَا وَجَدَ فُرْجَةً، نَصَّ، (وَفِيْ لَفْظٍ: وَالنَّصُّ

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں عرفہ کے دن پچھلے پہر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سواری پر سوار تھا، جب سورج غروب ہوا تو رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ نے لوگوں کا رش دیکھا اور شور سنا تو فرمایا: ''لوگو! آرام سے چلو، سکون کو لازم پکڑو، تیز چلنا اور مشقت اٹھانا کوئی نیکی نہیں۔'' سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب لوگوں کا ہجوم ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ آہستہ چلتے اور جب راستہ خالی ہوتا تو ذرا تیز چلتے، (''عَنَق'' کی بہ نسبت ''نَصّ'' میں زیادہ تیزی ہوتی ہے،) یہاں تک کہ جب آپ

(٤٤٥٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٦٦، ومسلم: ١٢٨٦ (انظر: ٢١٧٦٠)

فَـوْقَ الْـعَنَقِ حَتّٰى مَرَّ بِالشِّعْبِ الَّذِیْ يَزْعُمُ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ أَنَّهُ صَلّٰى فِيْهِ)، (وَفِیْ لَفْظٍ: فَأَتَى النَّقْبَ الَّذِیْ يَنْزِلُ الْأُمَرَاءُ وَالْخُلَفَاءُ) فَـنَـزَلَ بِهِ فَبَالَ، مَا يَقُوْلُ: أَهْرَاقَ الْمَاءَ كَمَا يَـقُوْلُوْنَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ بِالإِدَاوَةِ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قُـلْـتُ: الـصَّلَاةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: فَقَالَ: ((اَلصَّلَاةُ أَمَـامَكَ)) قَـالَ: فَـرَكِبَ رَسُوْلُ الـلّٰهِ ﷺ وَمَـا صَـلّٰـى حَتّٰى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَنَزَلَ بِهَا، فَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ۔ (مسند احمد: ٢٢١٠٣)

اس گھاٹی سے گزرے جس کے متعلق اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس میں نماز ادا کی تھی، دوسری روایت میں ہے: جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے جہاں امراء اور خلفاء اترتے ہیں تو آپ ﷺ نے وہاں اتر کر پیشاب کیا، راوی نے "أَهْـــرَاقَ" کے الفاظ نہیں کہے، پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں پانی کا برتن لے کر آیا، آپ ﷺ نے وضو کیا۔ پھر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نماز۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز آگے جا کر ادا کریں گے۔'' سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو گئے اور آپ ﷺ نے اس وقت نماز نہ پڑھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ جا کر اترے اور آپ نے وہاں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ادا کیا۔

فوائد: ...... یہ گھاٹی مزدلفہ کے قریب ہے، آپ ﷺ نے وہاں اونٹ بٹھا کر پیشاب کیا۔ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ خلفاء اس گھاٹی میں نماز مغرب پڑھتے تھے۔ اس سے مراد بنو امیہ کے خلفاء اور امراء ہیں، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے موافقت نہیں کی تھی اور جناب عکرمہ نے ان پر انکار کیا تھا اور حافظ ابن حجر نے ان خلفاء کے اس عمل کو خلافِ سنت قرار دیا، سنت یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کر کے مزدلفہ میں ادا کیا جائے۔

(٤٤٥٦) عَـنْ إِبْـرَاهِيْـمَ بْنِ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِیْ كُـرَيْـبٌ أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ: أَخْبِرْنِیْ كَيْفَ صَنَعْتُمْ عَشِيَّةَ رَدِفْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِیْ يُنِيْخُ فِيْهِ الـنَّـاسُ لِـلْـمَـغْرِبِ فَأَنَاخَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَـاقَتَهُ ثُمَّ بَالَ مَاءً، وَمَا قَالَ: أَهْرَاقَ الْمَاءَ، ثُـمَّ دَعَـا بِـالْـوَضُوْءِ، فَتَوَضَّأَ وُضُوْءً لَيْسَ بِـالْبَـالِـغِ جِدًّا، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَلـصَّلَاةَ، قَالَ: ((اَلصَّلَاةُ أَمَامَكَ۔)) قَالَ:

کریب نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جس شام یعنی عرفہ کے دن شام کو جب تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھے تو تم نے کیا کیا تھا؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس گھاٹی پر پہنچے جہاں لوگ اتر کر مغرب کی نماز کے لئے ٹھہرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے وہاں اپنی اونٹنی کو بٹھا کر پیشاب کیا، راوی نے "أَهْـرَاقَ" کے الفاظ نہیں کہے، اس کے بعد وضو کا پانی منگوا کر مختصر سا وضو کیا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نماز، آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز آگے جا کر پڑھیں گے۔'' اس کے بعد آپ سوار ہو کر روانہ

(٤٤٥٦) تخريج: أخرجه بنحوه تاما ومقطعا البخاری: ١٥٤٣، ١٥٤٤، ١٦٦٩، ١٦٨٦، ومسلم: ١٢٨٠ (انظر: ٢١٧٤٢)

فَرَكِبَ حَتّٰى قَدِمَ الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحُلُّوْا حَتّٰى أَقَامَ الْعِشَاءَ فَصَلّٰى ثُمَّ حَلَّ النَّاسُ، قَالَ: فَقُلْتُ: كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِيْنَ أَصْبَحْتُمْ؟ قَالَ: رَدِفَهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، وَانْطَلَقْتُ أَنَا فِي سُبَّاقِ قُرَيْشٍ عَلٰى رِجْلَيَّ۔ (مسند احمد: ٢٢٠٨٥)

ہوئے اور مزدلفہ جا پہنچے۔ آپ نے وہاں مغرب کی نماز ادا کی، بعد ازاں لوگوں نے اپنی اپنی جگہ اونٹوں کو بٹھایا، لیکن ابھی تک انہوں نے سواریوں سے سامان نہیں کھولے تھے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کھڑی کر دی، یہ نماز ادا کر کے لوگوں نے سواریوں سے سامان اتارے، کریب نے پوچھا: آپ لوگوں نے صبح کیا کچھ کیا تھا؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس مرحلے میں آپ کے ساتھ سوار ہوئے تھے اور میں پہلے جانے والے قریشیوں کے ساتھ پیدل چلا گیا تھا۔

فوائد: ...... صحیح بخاری میں اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: ((فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ مَنْزِلَهُ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا)) ...... آپ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے اور اچھی طرح وضو کیا، پھر نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی، پس آپ ﷺ نمازِ مغرب ادا کی، پھر ہر آدمی نے اپنی جگہ پر اپنا اونٹ بٹھایا، اتنے میں پھر اقامت کہہ دی گئی، پس آپ ﷺ نے عشا کی نماز پڑھی اور ان دو نمازوں کے درمیان کوئی (نفلی) نماز نہیں پڑھی۔

(٤٤٥٧) عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا كَانَ حِيْنَ رَاحَ رُحْتُ مَعَهُ، أَتَى الْإِمَامُ فَصَلّٰى مَعَهُ الْأُوْلٰى وَالْعَصْرَ، ثُمَّ وَقَفَ مَعَهُ وَأَنَا وَأَصْحَابٌ لِيْ حَتّٰى أَفَاضَ الْإِمَامُ فَأَفَضْنَا مَعَهُ حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى الْمَضِيْقِ دُوْنَ الْمَأْزِمَيْنِ فَأَنَاخَ وَأَنَخْنَا وَنَحْنُ نَحْسَبُ أَنَّهُ يُرِيْدُ أَنْ يُصَلِّيَ، فَقَالَ غُلَامُهُ الَّذِيْ يُمْسِكُ رَاحِلَتَهُ: إِنَّهُ لَيْسَ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ، وَلٰكِنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا انْتَهٰى إِلٰى هٰذَا الْمَكَانِ قَضٰى حَاجَتَهُ، فَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ۔ (مسند احمد: ٦١٥١)

انس بن سیرین کہتے ہیں: میں عرفات میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، جب روانگی کا وقت ہوا تو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا، جب امام آیا تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کیں، پھر انہوں نے امام کے ساتھ وقوف کیا، میں اور میرے دوسرے احباب بھی ساتھ تھے، جب امام غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہوا تو ہم بھی ان کے ہمراہ چل پڑے، حتیٰ کہ جب ہم ''مَأْزِم'' نامی دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستے میں پہنچ گئے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواری کو بٹھا دیا، یہ دیکھ کر ہم نے بھی سواریاں بٹھا دیں، ہم سمجھ رہے تھے کہ وہ نماز ادا کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان کے جس غلام نے ان کی سواری کی رسی پکڑی ہوئی تھی، اس نے بتلایا کہ وہ یہاں نماز ادا نہیں کرنا

(٤٤٥٧) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم (انظر: ٦١٥١)

چاہتے،ان کے اترنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ بات یاد آئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اس مقام پر پہنچے تھے تو آپ ﷺ نے قضائے حاجت کی تھی، اب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں۔

فوائد: ......عرفات اور مزدلفہ کے درمیان دو پہاڑ ہیں، ہر ایک کو ''مَأْزِم'' کہتے ہیں، ان کے درمیان ایک تنگ راستہ ہے، یہ فقہاء اور محدثین کا خیال ہے، اہل لغت کہتے ہیں کہ دو پہاڑوں کے درمیان تنگ جگہ کو ''مَأْزِم'' کہتے ہیں، جبکہ جوہری نے یہ قول نقل کیا ہے کہ لڑائی کی جگہ کو ''مَأْزِم'' کہتے ہیں، اسی سے اس جگہ کا نام ہی ''مَأْزِمَیْن'' رکھ دیا گیا جو عرفہ اور مزدلفہ کے درمیان ہے۔

(٤٤٥٨) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: فَلَمَّا وَقَفْنَا بِعَرَفَةَ، قَالَ: فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: لَوْ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفَاضَ الْآنَ كَانَ قَدْ أَصَابَ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَكَلِمَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَانَتْ أَسْرَعَ أَوْ إِفَاضَةُ عُثْمَانَ، قَالَ: فَأَوْضَعَ النَّاسُ، وَلَمْ يَزِدِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ عَلَى الْعَنَقِ، حَتّٰى أَتَيْنَا جَمْعًا فَصَلّٰى بِنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ ثُمَّ تَعَشّٰى، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ رَقَدَ حَتّٰى إِذَا طَلَعَ أَوَّلُ الْفَجْرِ، قَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: مَا كُنْتَ تُصَلِّي الصَّلَاةَ هٰذِهِ السَّاعَةَ، قَالَ: وَكَانَ يُسْفِرُ بِالصَّلَاةِ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَهٰذَا الْمَكَانِ يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ۔ (مسند احمد: ٣٨٩٣)

عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج ادا کیا، جب ہم نے عرفہ میں وقوف کیا اور سورج غروب ہو گیا تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر امیر المومنین ابھی روانہ ہو جائیں تو یہ روانگی سنت کے مطابق ہو گی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات پہلے ہوئی یا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی روانگی پہلے شروع ہوئی، لوگوں نے تو بہت تیز چلنا شروع کر دیا، لیکن سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رفتار ہلکی تیز رہی، یہاں تک کہ ہم مزدلفہ پہنچ گئے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی، بعد ازاں انہوں نے کھانا منگوا کر کھایا، اس کے بعد عشاء کی اقامت ہوئی اور انہوں نے یہ نماز پڑھائی، پھر وہ سو گئے، جب صبح صادق ہوئی تو اٹھ کر نمازِ فجر ادا کی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: آپ تو صبح کی نماز اس وقت یعنی اس قدر سویرے ادا نہیں کیا کرتے؟ وہ صبح کی نماز روشنی ہونے پر ادا کیا کرتے تھے، انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن اس مقام پر اسی وقت میں نماز فجر ادا کرتے دیکھا ہے۔

(٤٤٥٨) تخريج: حديث صحيح ـ أخرجه بنحوه البخاري: ١٦٨٣ (انظر: ٣٨٩٣)

(٤٤٥٩) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: أَدْلَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْبَطْحَاءِ لَيْلَةَ النَّفْرِ إِدْلَاجًا۔ (مسند احمد: ٢٤٩٩٨)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روانگی والی رات بطحاء سے کافی اندھیرا کیا (پھر سفر شروع کیا)۔

فوائد:...... ''رات کے شروع'' سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ واقعی رات کے داخل ہو جانے کے بعد عرفہ سے روانہ ہوئے تھے۔ عرفہ سے مزدلفہ کو جاتے ہوئے آپ ﷺ وادیٔ بطحاء میں چلے۔

وادی بطحاء سے (نہ کہ وادی بطحاء میں) آپ ﷺ اندھیرا چھا جانے کے بعد چلے ہیں حدیث میں لیلۃ النفر (کوچ کرنے کی رات) سے تیرہ ذوالحج کی بعد والی رات مراد ہے جب آپ مدینہ واپس آنے کے لیے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔

حدیث سے مقصود عرفہ سے مزدلفہ کے لیے کوچ کرنے کی بات اگر چہ صاحب بلوغ الامانی نے بھی لکھی ہے اور اس کو سامنے رکھ کر انہوں نے زیر مطالعہ باب کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے تفصیل ابن ماجہ کی شرح انجاز الحاجہ اور بخاری و مسلم کی مفصل روایات میں دیکھیں۔ (عبداللہ رفیق)

(٤٤٦٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: لَمْ يَنْزِلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ عَرَفَاتٍ وَجَمْعٍ إِلَّا لِيُهْرِيْقَ الْمَاءَ۔ (مسند احمد: ٢٤٦٤)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان صرف پیشاب کرنے کے لئے اترے تھے۔

(٤٤٦١) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ كَانَ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ فَدَخَلَ الشِّعْبَ فَنَزَلَ فَأَهْرَاقَ الْمَاءَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَرَكِبَ وَلَمْ يُصَلِّ۔ (مسند احمد: ٢٢٦٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے، جب آپ ﷺ گھاٹی میں داخل ہوئے تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا، اس کے بعد وضو کر کے دوبارہ سوار ہو کر چل پڑے اور وہاں نماز ادا نہیں کی۔

(٤٤٦٢) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: لَمَّا أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا مَعَهُ، فَبَلَغْنَا الشِّعْبَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَكِبْنَا حَتّٰى جِئْنَا

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عرفات سے روانہ ہوئے تو میں آپ کے ہمراہ تھا، جب ہم گھاٹی میں پہنچے تو آپ نے وہاں اتر کر پیشاب کیا اور وضو کیا

(٤٤٥٩) تخريج: اسناده قوي۔ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٦٨، وأخرجه مطولا البخاري: ١٥٦١، ١٧٦٢، ومسلم: ١٢١١ (انظر: ٢٤٤٩٣)

(٤٤٦٠) تخريج: حسن لغيره (انظر: ٢٤٦٤)

(٤٤٦١) تخريج: انظر الحديث السابق

(٤٤٦٢) تخريج: اسناده صحيح (انظر: ١٨٠٠)

الْمُزْدَلِفَةَ۔ (مسند احمد: ١٨٠٠)

اس کے بعد ہم پھر سوار ہو کر چل پڑے اور مزدلفہ پہنچ گئے۔

فوائد: ......عرفہ سے مزدلفہ تک آپ ﷺ کے ردیف سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ اور مزدلفہ سے منٰی تک سیدنا فضل رضی اللہ عنہ تھے، یہ ممکن ہے کہ ''ہم پھر سوار ہوئے'' سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد ان کی اپنی ذات نہ ہو۔ ان احادیث سے درج ذیل احکام ثابت ہوئے: غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہونا چاہیے۔ سکون اور وقار کے ساتھ چلنا چاہیے، جلد بازی اور کسی کو تکلیف دینے سے باز رہنا چاہیے، اگر کوئی کھلی جگہ مل جائے تو قدرے تیزی سے چل لینا چاہیے۔ مزدلفہ پہنچنے تک سفر کو جاری رکھنا چاہیے اور کسی عذر کے بغیر نہیں رکنا چاہیے۔ نمازِ مغرب راستے میں ادا نہ کی جائے، بلکہ مزدلفہ پہنچ کر نمازِ عشاء کے ساتھ پڑھی جائے۔ ذکر و تلبیہ والا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

اَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ النَّاسَ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَةَ

عرفہ سے مزدلفہ کو جاتے وقت نبی کریم ﷺ کا لوگوں کو سکون سے چلنے کا حکم دینے کا بیان

(٤٤٦٣) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَفَعَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ وَجَعَلَ النَّاسُ يَضْرِبُوْنَ يَمِيْنًا وَشِمَالًا وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُوْلُ: ((اَلسَّكِيْنَةَ أَيُّهَا النَّاسُ!)) حَتّٰى جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ وَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، ثُمَّ وَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَوَقَفَ عَلٰى قُزَحَ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ الْعَبَّاسِ، وَقَالَ: ((هٰذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ۔)) (مسند احمد: ٦١٣)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب رسول اللہ ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے تو کچھ تیز رفتاری سے چلے، لوگ دائیں بائیں نکلے جا رہے تھے، آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو فرما رہے تھے: ''لوگو! آرام سے چلو۔'' آپ ﷺ مزدلفہ میں پہنچ گئے، وہاں آکر دونوں نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو جمع کیا، اس کے بعد آپ ﷺ مزدلفہ میں ٹھہرے رہے اور آپ ﷺ نے قُزَح پہاڑ پر وقوف کیا اور روانہ ہوتے وقت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تو یہاں وقوف کیا ہوا ہے، لیکن سارا مزدلفہ جائے وقوف ہے۔''

(٤٤٦٤) عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَمَّا أَفَاضَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ تَسَارَعَ قَوْمٌ، فَقَالَ: "اِمْتَدُّوْا، وَسَدُّوْا لَيْسَ الْبِرُّ بِإِيْضَاعِ الْخَيْلِ، وَلَا الرِّكَابِ۔)) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے تو لوگوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کھل کھل کر چلو اور سیدھے سیدھے چلو، گھوڑوں اور سواریوں کو بھگانا نیکی نہیں

(٤٤٦٣) تخریج: حدیث حسن۔ أخرجه ابوداود: ١٩٢٢، ١٩٣٥، والترمذی: ٨٨٥ (انظر: ٦١٣)

(٤٤٦٤) تخریج: حدیث صحیح۔ أخرجه ابوداود: ١٩٢٠، واخرجه البخاری: ١٦٧١ بلفظ: ((ایها الناس علیکم بالسکینة، فان البر لیس بالایضاع۔)) (انظر: ٢٠٩٩)

فَمَا رَأَيْتُ رَافِعَةً يَدَهَا تَعْدُوْ حَتَّى أَتَيْنَا جَمْعًا۔ (مسند احمد: ۲۰۹۹)

ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے مزدلفہ پہنچنے تک کسی سواری کو نہیں دیکھا کہ اس نے دوڑتے ہوئے اپنی اگلی ٹانگوں کو اٹھایا ہو۔

فوائد:......کھل کھل کر چلو تا کہ کسی کو تکلیف بھی نہ ہو اور وادی بھی بھری ہوئی نظر آئے۔

(٤٤٦٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ وَرِدْفُهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَجَالَتْ بِهِ النَّاقَةُ، وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ، لَا تُجَاوِزَانِ رَأْسَهُ، فَسَارَ عَلٰى هَيْئَتِهِ، حَتّٰى أَتٰى جَمْعًا، ثُمَّ أَفَاضَ الْغَدَ، وَرِدْفُهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ فَمَا زَالَ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ۱۹۸۶)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، اونٹنی دوڑ پڑی، جبکہ آپ ﷺ نے اس وقت ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، تاہم ہاتھ آپ ﷺ کے سر سے بلند نہ تھے، آپ ﷺ مزدلفہ پہنچنے تک آرام سے چلتے رہے، پھر اگلے دن جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے، آپ ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پکارتے رہے۔

فوائد:......یعنی آپ عرفہ کے وقوف کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے یہ مفہوم اگلی حدیث سے واضح ہو رہا ہے۔

(٤٤٦٦) وَعَنْهُ أَيْضًا عَنِ الْفَضْلِ (بْنِ عَبَّاسٍ) رضی اللہ عنہ بِنَحْوِهِ وَفِيْهِ فَجَالَتْ بِهِ النَّاقَةُ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُفِيْضَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ لَا تُجَاوِزَانِ رَأْسَهُ (وَفِيْهِ:) ثُمَّ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ وَالْفَضْلُ رِدْفُهُ، قَالَ الْفَضْلُ: مَا زَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ۔ (مسند احمد: ۱۸۱۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے، وہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں، البتہ اس میں ہے: آپ ﷺ ابھی عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھے اور وہاں سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ آپ کی اونٹنی دوڑ پڑی، آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے ہوئے تھے، تاہم وہ آپ کے سر سے بلند نہیں تھے، اس روایت میں ہے: پھر جب آپ ﷺ مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو سیدنا فضل رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سواری پر سوار تھے، وہ کہتے ہیں کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پکارتے رہے۔

فوائد: ......معلوم ہوا کہ اس سفر کے دوران جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے اور سواریوں کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے، بلکہ سکون اور آرام سے چلنا چاہیے۔

(٤٤٦٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٤٣، ١٦٨٦، ومسلم: ١٢٨٦ (انظر: ١٩٨٦)

(٤٤٦٦) تخريج: انظر الحديث السابق

اَلْجَمْعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَالْمَبِيْتُ بِهَا

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے اور وہاں رات بسر کرنے کا بیان

(٤٤٦٧) عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ۔ (مسند احمد: ٢٣٩٤٥)

سیدنا ابو ایوب انصاری ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا تھا۔

(٤٤٦٨) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ۔ (مسند احمد: ٢٣٩٧٠)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

(٤٤٦٩) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔ (مسند احمد: ٤٨٩٤)

سیدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو، جمع کر کے مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعتیں، ایک ہی اقامت کے ساتھ ادا کیا تھا۔

(٤٤٧٠) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِجَمْعٍ فَأَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ، قَالَ: فَسَأَلَهُ خَالِدُ بْنُ مَالِكٍ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ مِثْلَ هٰذَا فِي هٰذَا الْمَكَانِ۔ (مسند احمد: ٦٤٠٠)

عبد اللہ بن مالک کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن عمر ؓ کے ساتھ مزدلفہ میں نماز ادا کی، انہوں نے مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعتیں ایک اقامت کے ساتھ ادا کیں، جب خالد بن مالک نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر ایسے ہی کیا تھا۔

(٤٤٧١) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلٰى جَمْعٍ فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ وَمَضٰى، ثُمَّ قَالَ: اَلصَّلَاةَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا

سعید بن جبیر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ کے ساتھ تھے، جب وہ عرفات سے مزدلفہ پہنچے تو انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی اور کوئی وقفہ کیے بغیر پھر کہہ دیا کہ (عشاء کی) نماز پڑھتے ہیں، پھرانھوں نے دو رکعتیں

(٤٤٦٧) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٧٤، ومسلم: ١٢٨٧ (انظر: ٢٣٥٤٩)

(٤٤٦٨) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٤٦٩) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٨٨ (انظر: ٤٨٩٤)

(٤٤٧٠) تخريج: انظر الحديث السابق

(٤٤٧١) تخريج: انظر الحديث السابق

فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ كَمَا فَعَلْتُ۔ (مسند احمد: ٤٤٥٢)

پڑھائیں اور پھر کہا: جس طرح میں نے کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر اسی طرح کیا تھا۔

فوائد: ...... درج بالا بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ ادا کی گئیں، لیکن درج ذیل احادیث میں دو اقامتوں کا ذکر ہے: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ وَاِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ)) ...... رسول اللہ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے اور وہاں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نماز فجر ادا کی اور ان کے درمیان کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ ﷺ لیٹ گئے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی اور طلوع فجر کے بعد ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی۔ (صحیح مسلم)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کر کے ادا کیا اور ہر ایک نماز اقامت کے ساتھ پڑھی اور نہ ان دو نمازوں سے پہلے کوئی نفلی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔ (سنن بیهقی: ٥/ ١٢٠)

ذہن نشین کر لیں کہ جس صحابی نے دو اقامتوں کا ذکر کیا، اس کے پاس زائد علم ہے، نیز اس کی روایت سے ایک اقامت والی روایات کی نفی بھی نہیں ہو رہی، کیونکہ ان احادیث سے جو اقامت ثابت ہو رہی ہے، اس کا ذکر تو دو اقامتوں والی حدیث میں بھی ہے۔ لہٰذا زائد علم کو کم علم پر اور مثبت کو منفی پر ترجیح دیتے ہوئے دو اقامتوں والی احادیث پر عمل کریں گے، ان روایات میں جمع و تطبیق کی یہی صورت ممکن ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ حج نبوی کو بیان کیا ہے، وہ اس سلسلے میں دو اقامتوں کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس آدمی کی تصدیق نہ کی جائے، جو یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، جبکہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدہ کو دوسری حدیث کا علم نہیں تھا، بالکل اسی طرح ممکن ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مقام پر ایک اقامت کا ذکر کرتے ہیں، انھوں نے دوسری اقامت نہ سنی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(٤٤٧٢) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ بِجَمْعٍ، فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا، وَصَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ سَطَعَ الْفَجْرُ، أَوْ قَالَ: حِيْنَ قَالَ قَائِلٌ: طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَالَ قَائِلٌ: لَمْ

عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مزدلفہ میں تھا کہ انہوں نے دونوں نمازیں الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھائیں اور ان دو کے درمیان کھانا کھایا، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو انھوں نے نمازِ فجر ادا کی اور اس کے بعد کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(مغرب اور فجر کی) یہ دو نمازیں اس مقام پر عام معمول کے وقت سے ہٹ

(٤٤٧٢) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٨٣ (انظر: ٣٩٦٩)

يَطْلُعُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ، لَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتّٰى يُعْتِمُوْا، وَصَلَاةُ الْفَجْرِ هٰذِهِ السَّاعَةَ۔)) (مسند احمد: ۳۹٦۹)

کر ادا کی جاتی ہیں، لوگ جب مزدلفہ میں پہنچتے ہیں تو کافی دیر ہو چکی ہوتی ہے (اس لیے مغرب تاخیر سے ادا کی جاتی ہے) اور نماز فجر اس وقت ادا کی جاتی ہے۔''

فوائد: ......مغرب وعشاء کے لیے دو اذانوں کا اہتمام کرنا، یہ عمل سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، اس لیے ایک اذان والی مرفوع روایات کو ہر صورت میں ترجیح دی جائے گی۔ نماز مغرب کا معتاد وقت غروبِ آفتاب کے بعد ہے، لیکن اس مقام پر اس نماز کو عشاء کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح نماز فجر کا معتاد وقت وہ ہے، جب فجر واضح طور پر ظاہر ہو جائے، لیکن مزدلفہ میں اس کو طلوع فجر کے فوراً بعد ادا کر لیا جاتا ہے۔

(٤٤٧٣) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى صَلَاةً قَطُّ إِلَّا لِمِيْقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ، صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا، وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: اَلْعِشَاءَيْنِ فَإِنَّهُ صَلَّاهُمَا بِجَمْعٍ جَمِيْعًا۔ (مسند احمد: ٤٠٤٦)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہمیشہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا فرماتے تھے، ما سوائے (مغرب اور فجر کی) ان دو نمازوں کے، کہ آپ (مغرب کی نماز کو لیٹ کر کے) مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں ادا کرتے تھے اور دوسرے دن نمازِ فجر عام معمول کے وقت سے جلدی پڑھتے تھے۔

(٤٤٧٤) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ فِيْ قِصَّةِ حَجِّهِ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: فَصَلّٰى بِنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ الْمَغْرِبَ ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ ثُمَّ تَعَشّٰى ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ رَقَدَ حَتّٰى إِذَا طَلَعَ أَوَّلُ الْفَجْرِ قَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: مَا كُنْتَ تُصَلِّي الصَّلَاةَ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ قَالَ: وَكَانَ يُسْفِرُ بِالصَّلَاةِ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَهٰذَا الْمَكَانِ يُصَلِّي

عبد الرحمن بن یزید سے روایت ہے، وہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادا کیے ہوئے اپنے حج کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھائی، اس کے بعد شام کا کھانا منگوایا اور وہ کھا کر عشاء کی نماز ادا کی اور پھر سو گئے، جب صبح صادق طلوع ہی ہوئی تھی کہ انھوں نے اٹھ کر نماز فجر ادا کی۔ میں نے کہا: آپ تو صبح کی نماز اس قدر سویرے ادا نہیں کرتے تھے؟ وہ روشنی کر کے نماز فجر ادا کرتے تھے، انھوں نے جواباً کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس مقام پر اور اس دن کو اسی وقت

(٤٤٧٣) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٨٢، ومسلم: ١٢٨٩ (انظر: ٤٠٤٦)
(٤٤٧٤) تخريج: أخرجه بنحوه البخاري: ١٦٨٣، ومسلم ١٢٨٩ (انظر: ٣٨٣٩)

هٰذِهِ السَّاعَةَ۔ (مسند احمد: ٣٨٩٣)

نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

(٤٤٧٥) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَدْ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ (زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ:) وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ (مسند احمد: ٢٢١٠٨)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا کی تھیں اوران کے درمیان کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی تھی۔

فوائد:...... ابھی تک مزدلفہ میں وقوف کے مسائل جاری ہیں، اگلے باب کا مطالعہ کریں۔

اَلْوُقُوْفُ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَمَا يَكُوْنُ بَعْدَهُ اِلٰى اَنْ يَّرْمِىَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

مشعرِ حرام یعنی مزدلفہ میں وقوف کرنے اوراس کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک کے مسائل کا بیان

اَلْوُقُوْفُ بِالْمَشْعِرِ الْحَرَامِ وَآدَابِهٖ وَوَقْتُ الدَّفْعِ مِنْهُ اِلٰى مِنًى، وَسَبَبُ الْاِيْضَاعِ فِي السَّيْرِ، وَاسْتِمْرَارُ التَّلْبِيَةِ مِنَ الْاِفَاضَةِ حَتّٰى يَرْمِىَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

مزدلفہ میں وقوف، اس کے آداب، وہاں سے منی کی طرف روانگی کے وقت، جانوروں کو تیز چلانے کا سبب اور جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ جاری رکھنے کا بیان

(٤٤٧٦) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَتٰى جَمْعًا فَصَلّٰى بِهِمُ الصَّلَاتَيْنِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى أَصْبَحَ، ثُمَّ أَتٰى قُزَحَ فَوَقَفَ عَلٰى قُزَحَ، فَقَالَ: ((هٰذَا الْمَوْقِفُ وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔)) ثُمَّ سَارَ حَتّٰى أَتٰى مُحَسِّرًا، فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَقَرَعَ نَاقَتَهُ، فَخَبَّتْ حَتّٰى جَاوَزَ الْوَادِيَ، ثُمَّ حَبَسَهَا ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ وَسَارَ حَتّٰى أَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ میں تشریف لائے، آپ نے وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں، پھر وہیں رات گزاری، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، اس کے بعد آپ ﷺ قزح پر گئے اور وہاں وقوف کیا اور فرمایا: ''میں نے تو یہاں وقوف کیا ہے، تاہم سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ وادیٔ محسر تک آئے، وہاں آکر رک گئے اور پھر اپنی اونٹنی کو ہانکا، وہ دوڑ پڑی اور دوڑتی گئی، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس وادی کو عبور کر گئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو روک کر سیدنا

(٤٤٧٥) تخريج: أخرجه بنحوه تاما ومقطعا البخاري: ١٥٤٣، ١٥٤٤، ١٦٦٩، ١٦٨٦، ومسلم: ١٢٨٠ (انظر: ٢١٧٦٥)

(٤٤٧٦) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه ابوداود: ١٩٢٢، ١٩٣٥، والترمذي: ٨٨٥ (انظر: ٥٦٢)

أَتَى الْمَنْحَرَ فَقَالَ: ((هٰذَا الْمَنْحَرُ وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، ......)) اَلْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٥٦٢)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کرلیا اور چلتے چلتے جمرہ عقبہ پہنچ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی رمی کی اور اس کے بعد قربان گاہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا: ''یہ قربان گاہ ہے (جہاں میں نے قربانیاں کی ہیں) اور منی سارے کا سارا ہی قربانی کی جگہ ہے، ......۔''

فوائد: ...... قُزَح ایک پہاڑ کا نام ہے، اسی کو مشعرِ حرام کہتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب فجر طلوع ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی، پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئی اور مشعرِ حرام کے پاس آ گئے، وہاں آ کر قبلہ رخ ہوئے اور دعا، تکبیر اور تہلیل اور ایسے اذکار میں مصروف ہو گئے، جن میں اللہ تعالی کے ایک ہونے کا اقرار کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں کھڑے رہے، یہاں تک کہ بہت زیادہ روشنی ہوگئی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے چل پڑے اور سیدنا فضل کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ (صحیح مسلم)

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ﴾ ...... ''جب تم عرفات سے لوٹ تو مشعرحرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۸) اگر چہ مزدلفہ میں مشعرِ حرام ایک پہاڑ کا نام ہے، لیکن اس آیت میں پورے مزدلفہ کو ہی مشعرحرام کہا جا رہا ہے اور حکم دیا جا رہا ہے کہ اس کے وقوف کے دوران ذکرِ کثیر کا اہتمام کیا جائے۔ وادیٔ محسر وہ جگہ ہے، جہاں ہاتھی والوں کو ہلاک کیا گیا تھا، سورۂ فیل میں اسی لشکر کا ذکر ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وادی سے تیزی کے ساتھ گزر گئے تھے اور ایسا کرنا ہی مسنون ہے۔

(٤٤٧٧) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَخْبَرَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ، قَالَ: فَرَاٰى النَّاسَ يُوْضِعُوْنَ، فَأَمَرَ مُنَادِيَهُ فَنَادٰى: لَيْسَ الْبِرُّ بِإِيْضَاعِ الْخَيْلِ وَالإِبِلِ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ۔ (مسند احمد: ١٨٠٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا، جبکہ وہ عرفہ سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ اپنی سواریوں کو تیز دوڑا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کرنے والے کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: ''گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز دوڑانا نیکی نہیں ہے، تم آرام آرام سے چلو۔''

فوائد: ...... اس روایت کے ''مِنْ عَرَفَةَ'' کے الفاظ کسی راوی کی غلطی کا نتیجہ ہیں، اصل میں یہ الفاظ یوں تھے:

(٤٤٧٧) تخريج: حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف (انظر: ١٨٠٣)

"مِنْ جَمْعٍ" اس کی وجہ یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ کی محفوظ روایات کے مطابق عرفہ سے مزدلفہ تک آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھنے والے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ تھے اور مزدلفہ سے آگے سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ مسند احمد کی دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مزدلفہ سے آگے کا سفر بیان کیا جا رہا ہے، اس لیے ہم نے "مِنْ جَمْعٍ" کے الفاظ کو درست قرار دیا، مزدلفہ کو ''جَمْع'' کہتے ہیں۔

(٤٤٧٨) عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: إِنَّمَا كَانَ بَدْءُ الْإِيْضَاعِ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، كَانُوْا يَقِفُوْنَ حَافَتَيِ النَّاسِ حَتّٰى يُعَلِّقُوْا الْعِصِيَّ وَالْجِعَابَ وَالْقِعَابَ، فَإِذَا نَفَرُوْا تَقَعْقَعَتْ تِلْكَ، فَنَفَرُوْا بِالنَّاسِ، قَالَ: وَلَقَدْ رُؤِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَإِنَّ ذِفْرَيْ نَاقَتِهِ لَيَمَسُّ حَارِكَهَا وَهُوَ يَقُوْلُ بِيَدِهِ: ((يَا أَيُّهَاالنَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ۔)) (مسند احمد: ٢١٩٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سواریوں کو تیز دوڑانے کی ابتدا دیہاتی لوگوں نے کی تھی، وہ دوسرے لوگوں کی گزرگاہ کے دونوں طرف کھڑے ہو جاتے اور انھوں نے اپنی سواریوں کے ساتھ لاٹھیاں، ترکش اور بڑے پیالے لٹکائے ہوتے، پھر جب وہ چلتے تو ان اشیاء سے آوازیں پیدا ہوتیں اور جانوران آوازوں کو سن کر تیز دوڑنا شروع کر دیتے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس موقع پر یوں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی کو روکنے کے لئے اس کی مہار کو اپنی طرف کھینچے ہوئے تھے اور اونٹنی کے کان اس کے کندھے کی ہڈی کو لگ رہے تھے اور آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرماتے جاتے تھے: ''لوگو! آرام سے چلو، لوگو! سکینت کو لازم پکڑو۔''

(٤٤٧٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ بِجَمْعٍ فَلَمَّا أَضَاءَ كُلُّ شَيْءٍ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَفَاضَ۔ (مسند احمد: ٣٠٢٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں وقوف کیا، جب سورج طلوع ہونے سے قبل ہر چیز روشن ہوگئی، تو آپ ﷺ وہاں سے چل پڑے۔

(٤٤٨٠) عَنْ عَمْرِوبْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ: صَلّٰى بِنَا عُمَرُ بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ وَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَالَفَهُمْ،

عمرو بن میمون کہتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں مزدلفہ میں نمازِ فجر پڑھائی اور اس کے بعد انہوں نے وقوف کیا اور کہا: مشرکین طلوع آفتاب سے قبل یہاں سے روانہ نہیں ہوتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی مخالفت کی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ طلوع

(٤٤٧٨) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه ابن خزيمة: ٢٨٦٣، والبيهقي: ٥/ ١٢٦ (انظر: ٢١٩٣)

(٤٤٧٩) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف ـ أخرجه الترمذي: ٨٩٥ (انظر: ٣٠٢٠)

(٤٤٨٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٨٤ (انظر: ٨٤)

ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ٨٤)

سے قبل ہی وہاں سے چل پڑے۔

(٤٤٨١) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ عُمَرُ ﷺ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلٰى ثَبِيْرٍ۔ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ: أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، كَيْمَا نُغِيْرُ، يَعْنِي فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ٢٧٥)

(دوسری سند) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مشرکین اس وقت تک مزدلفہ سے روانہ نہیں ہوتے تھے، جب تک سورج ثبیر پہاڑ سے طلوع نہ ہو جاتا تھا۔ عبدالرزاق نے کہا کہ وہ کہا کرتے تھے: اے ثبیر! سورج کو طلوع کر کے زمین کو روشنی کرتا کہ ہم منیٰ میں جا کر قربانیاں کریں، لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو گئے۔

فوائد: ...... ثبیر معروف پہاڑ ہے، بلکہ مکہ مکرمہ کا سب سے بڑا پہاڑ ہے، ہذیل قبیلے کے ثبیر نامی آدمی کو اس پہاڑ میں دفن کیا گیا تھا، اس وجہ سے اس کا نام ثبیر پڑ گیا۔ منی کی طرف جاتے ہوئے بائیں طرف یہ پہاڑ پڑتا ہے۔

(٤٤٨٢) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ) ﷺ لَبّٰى حِيْنَ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ، فَقِيْلَ: أَعْرَابِيٌّ هٰذَا؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: أَنَسِيَ النَّاسُ أَمْ ضَلُّوْا؟ سَمِعْتُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ: ((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔)) (مسند احمد: ٣٥٤٩)

عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو تلبیہ پکارا، لیکن ان کے بارے میں یہ کہا گیا: کیا یہ بدّو ہے (کہ اب تلبیہ کہہ رہا ہے)؟ یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ لوگ بھول گئے ہیں یا گمراہ ہو گئے ہیں؟ جس ہستی پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی میں نے اس کو اس مقام پر ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ'' کہتے ہوئے سنا تھا۔

فوائد: ......سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ کا خاص طور پر ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت مناسکِ حج کے بڑے بڑے مناسک پر مشتمل ہے، نیز سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات پر ہونے والے اعتراض کا کتنی خوبصورتی کے ساتھ جواب دیا، عالم اور مفتی لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

(٤٤٨٣) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ ﷺ قَالَ: كُنْتُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ جَمْعٍ

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: مزدلفہ سے منیٰ کی طرف واپسی کے وقت میں رسول اللہ ﷺ

(٤٤٨١) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٤٨٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٨٣ (انظر: ٣٥٤٩)

(٤٤٨٣) تخريج: حديث صحيح (انظر: ١٨٠٥)

إِلٰى مِنًى فَبَيْنَا هُوَ يَسِيرُ إِذْ عَرَضَ لَهُ أَعْرَابِيٌّ مُرْدِفًا ابْنَةً لَهُ جَمِيلَةً، وَكَانَ يُسَايِرُهُ، قَالَ: فَكُنْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا فَنَظَرَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَلَبَ وَجْهِي عَنْ وَجْهِهَا، ثُمَّ أَعَدْتُّ النَّظَرَ فَقَلَبَ وَجْهِي عَنْ وَجْهِهَا، حَتّٰى فَعَلَ ذَالِكَ ثَلَاثًا وَأَنَا لَا أَنْتَهِي، فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ۱۸۰۵)

کے پیچھے سواری پر سوار تھا' اسی دوران ایک اعرابی آپ ﷺ کے سامنے آیا، اس نے سواری پر اپنے ساتھ اپنی ایک خوبصورت بیٹی کو سوار کیا ہوا تھا اور وہ دوران سفر آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا، میں بار بار اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگا، لیکن جب نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ ﷺ نے میرا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، میں نے پھر اس کی طرف دیکھا تو آپ نے پھر میرا چہرہ دوسری طرف کر دیا، آپ ﷺ نے تین مرتبہ اسی طرح کیا، جبکہ میں باز نہ آ رہا تھا، اور آپ ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پکارتے رہے۔

فوائد: ......مزدلفہ کو "جَمْع" اور مشعرِ حرام بھی کہتے ہیں۔ اِن دو ابواب کی احادیث میں بیان کیے گئے احکام بالکل واضح ہیں، فوائد میں حسبِ ضرورت وضاحت ہو چکی ہے، ان کا خلاصہ یہ ہے: حجاج کرام عشاء کے وقت مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب وعشاء کی قصر نمازیں جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کریں گے، بعد ازاں آرام کریں گے اور نماز فجر کو اس کے اول وقت میں ادا کر کے طلوع آفتاب کے قریب تک ذکر میں مصروف ہو جائیں گے، وقوف مزدلفہ کا کوئی مخصوص ذکر نہیں ہے، بہر حال تلبیہ، تکبیر اور تہلیل جیسے اذکار کا اہتمام کرنا چاہیے، امام کو چاہیے کہ وہ مزدلفہ میں نماز فجر ادا کے قزح پہاڑ کے پاس آ جائے، پھر طلوع آفتاب سے پہلے پہلے مزدلفہ سے منٰی کی طرف روانہ ہو جائیں۔ یہ سفر بھی سکون اور وقار کے ساتھ ہونا چاہیے، البتہ وادیٔ محسر کو تیزی کے ساتھ عبور کرنا چاہیے۔ مزدلفہ سے روانہ ہونے کے مزید احکام اگلے ابواب میں آ رہے ہیں۔

اَلْاَمْرُ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الدَّفْعِ مِنْ مُزْدَلِفَةَ اِلٰى مِنًى وَالْاِيْضَاعُ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ

مزدلفہ سے منٰی کی طرف جاتے وقت سکینت کا حکم دینے اور وادیٔ محسر سے تیزی سے گزرنے کا بیان

(٤٤٨٤) عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ وَجَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ، ثُمَّ وَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَوَقَفَ عَلٰى قُزَحَ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَقَالَ: ((هٰذَا الْمَوْقِفُ وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ۔)) ثُمَّ دَفَعَ وَجَعَلَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ وَالنَّاسُ يَضْرِبُوْنَ يَمِيْنًا وَشِمَالاً

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مزدلفہ میں تشریف لائے اور مغرب اور عشاء کی دو نمازیں جمع کر کے ادا کیں اور وہیں وقوف کیا، پھر آپ ﷺ نے قزح پر وقوف کیا اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا اور فرمایا: ''یہ میری ٹھہرنے کی جگہ ہے، لیکن مزدلفہ سارے کا سارا ہی جائے وقوف ہے۔'' پھر آپ ﷺ وہاں سے چل دیے

(٤٤٨٤) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه ابوداود: ١٩٢٢، ١٩٣٥، والترمذي: ٨٨٥ (انظر: ٥٦٤)

وَهُوَ يَلْتَفِتُ وَيَقُوْلُ: ((اَلسَّكِيْنَةَ السَّكِيْنَةَ، أَيُّهَا النَّاسُ۔)) حَتّٰى جَاءَ مُحَسِّرًا، فَقَرَعَ رَاحِلَتَهُ فَخَبَّتْ حَتّٰى خَرَجَ ثُمَّ عَادَ لِسَيْرِهِ الْأَوَّلِ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ، ...... الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٥٦٤)

اور کچھ تیزی سے چلنا شروع کیا، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ دائیں بائیں نکلے جا رہے تھے، تو ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: ''آرام سے، لوگو! آرام سے۔'' یہاں تک کہ آپ ﷺ وادیٔ محسر تک آپہنچے پھر، آپ ﷺ نے اپنی سواری کو ہانکا، پس وہ دوڑ پڑی، یہاں تک آپ ﷺ وادی سے باہر آگئے اور اپنی پہلی رفتار کے ساتھ چلنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی۔''

(٤٤٨٥) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَغَدَاةَ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِيْنَ دَفَعْنَا، (وَفِي لَفْظٍ حِيْنَ دَفَعُوْا): ((عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ۔)) وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهُ حَتّٰى إِذَا دَخَلَ مِنًى حِيْنَ هَبَطَ مُحَسِّرًا، (وَفِي لَفْظٍ: حَتّٰى إِذَا دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًى) قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِيْ يُرْمٰى بِهِ الْجَمْرَةُ۔)) وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُشِيْرُ بِيَدِهِ كَمَا يَخْذِفُ الْإِنْسَانُ۔ (مسند احمد: ١٧٩٤)

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح کو جب ہم روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سکون سے چلو۔'' اور آپ اپنی اونٹنی کو بھی تیز چلنے سے روک رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ وادیٔ محسر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کرو، جن سے جمرے کو مارا جائے۔'' اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کر رہے تھے، جیسے انسان اس حجم کی کنکری پھینکتا ہے۔

(٤٤٨٦) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ وَأَمَرَهُمْ بِالسَّكِيْنَةِ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرْمُوْهُ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ وَأَوْضَعَ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ۔ (مسند احمد: ١٥٢٧٧)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو خود آپ ﷺ بھی سکینت سے جا رہے تھے اور لوگوں کو بھی یہی حکم دے رہے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جمرے کو مارنے کے لیے (چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کریں، آپ ﷺ نے وادیٔ محسر کو عبور کرتے وقت سواری کو تیز دوڑایا تھا۔

(٤٤٨٥) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٨٢ (انظر: ١٧٩٤)

(٤٤٨٦) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم ۔ أخرجه ابوداود: ١٩٤٤، وابن ماجه: ٣٠٢٣، والترمذي: ٨٨٦، والنسائي: ٥/ ٢٥٨ (انظر: ١٥٢٠٧)

(٤٤٨٧) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((ارْفَعُوْا عَنْ بَطْنِ مُحَسِّرٍ، وَعَلَيْكُمْ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ۔)) (مسند احمد: ١٨٩٦)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وادیٔ محسر سے دور رہو (اور وہاں سے کنکریاں مت اٹھاؤ) اور تم ''(چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کرو۔''

فوائد: ......تمام احکام پہلے گزر چکے ہیں اور واضح بھی ہیں۔

اَلرُّخْصَةُ فِيْ تَقْدِيْمِ وَقْتِ الدَّفْعِ لِلضَّعَفَةِ مِنَ النِّسَاءِ اَوْغَيْرِهِنَّ قَبْلَ الزِّحَامِ

اس امر کا بیان کہ کمزور اور ضعیف خواتین کورش سے پہلے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ کیا جا سکتا ہے

(٤٤٨٨) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا نَزَلَتْ عِنْدَ دَارِ الْمُزْدَلِفَةِ، فَقَالَتْ: أَيْ بُنَيَّ! هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَهِيَ تُصَلِّيْ، قُلْتُ: لَا، فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ: أَيْ بُنَيَّ! هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ قَالَ: وَقَدْ غَابَ الْقَمَرُ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَارْتَحِلُوْا، فَارْتَحَلْنَا ثُمَّ مَضَيْنَا بِهَا حَتّٰى رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِيْ مَنْزِلِهَا، فَقُلْتُ لَهَا: أَيْ هَنْتَاهُ، لَقَدْ غَلَّسْنَا، قَالَتْ: كَلَّا يَا بُنَيَّ! إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ أَذِنَ لِلظُّعُنِ۔ (مسند احمد: ٢٧٤٨٠)

مولائے اسماء عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا لوگوں کے ٹھہرنے والی جگہ کے پاس ٹھہری ہوئی تھیں، وہ یہ پوچھتی تھیں: چھوٹے بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا ہے؟ یہ مزدلفہ کی رات کا واقعہ تھا اور وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا: جی نہیں، پھر انہوں نے کچھ دیر نماز پڑھی اور پوچھا: بیٹا! کیا چاند غروب ہو گیا ہے؟ اس وقت چاند غروب ہو چکا تھا، میں نے کہا: جی ہاں، یہ سن کر انھوں نے کہا: چلو چلیں، چنانچہ ہم چل پڑے اور جا کر جمرۂ عقبہ کی رمی کی، اس کے بعد انہوں نے واپس آ کر اپنی منزل پر نمازِ فجر ادا کی، میں نے عرض کیا! محترمہ ہم نے تو بہت زیادہ جلدی کی ہے، وہ بولیں: بیٹے! بالکل نہیں، اللہ کے نبی نے کمزور خواتین کو اس کی اجازت دی ہے۔

فوائد: ......(۱۰) تاریخ کو چاند تقریباً دو تہائی رات کے تھوڑی دیر بعد غروب ہو جاتا ہے لیکن حدیث نمبر (۴۵۰۰) میں آ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے جن لوگوں کو رات کو مزدلفہ سے جانے کی رخصت دے دی تھی، ان کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ انھوں نے طلوع آفتاب کے بعد رمی کرنی ہے۔ اس کا جواب محولہ حدیث کے فوائد میں دیکھیں۔

(٤٤٨٧) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم ـ أخرجه ابن خزيمة: ٢٨١٦، والحاكم: ١/ ٤٦٢، والبيهقي: ٥/ ١١٥ (انظر: ١٨٩٦)

(٤٤٨٨) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٧٩، ومسلم: ١٢٩١ (انظر: ٢٦٩٤١)

(٤٤٨٩) عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ رضی اللہ عنہما قَالَ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ضَعَفَةَ بَنِي هَاشِمٍ، أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَجَّلُوْا مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔ (مسند احمد: ١٨١١)

سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی ہاشم کے کمزور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ رات ہی کو مزدلفہ سے جلدی روانہ ہو جائیں۔

(٤٤٩٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعَفَةِ أَهْلِهِ، وَقَالَ مَرَّةً: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ۔ (مسند احمد: ١٩٢٠)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے جن کمزور لوگوں کو مزدلفہ کی رات کو ہی وہاں سے پہلے بھیج دیا تھا، میں بھی ان میں تھا، ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے ضعیف لوگوں کو پہلے بھیج دیا تھا۔

(٤٤٩١) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔ (مسند احمد: ٢٢٠٤)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی رات کو مجھے بھی کمزور اور بھاری بھرکم لوگوں کے ساتھ (منیٰ کے لیے) بھیج دیا تھا۔

(٤٤٩٢) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَتْ سَوْدَةُ رضی اللہ عنہا اِمْرَأَةً ثَبِطَةً ثَقِيْلَةً، فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْ تُفِيْضَ مِنْ جَمْعٍ قَبْلَ أَنْ تَقِفَ، فَأَذِنَ لَهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ اِسْتَأْذَنْتُهُ، فَأَذِنَ لِيْ، وَكَانَ الْقَاسِمُ يَكْرَهُ أَنْ يُفِيْضَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ۔ (مسند احمد: ٢٥١٤٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بھاری جسم والی خاتون تھیں، اس لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ مزدلفہ میں فجر کے بعد والے وقوف سے قبل ہی منیٰ کو روانہ ہو جائیں، آپ ﷺ نے انہیں جانے کی اجازت دے دی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں یہ پسند کر رہی ہوں کہ میں بھی آپ ﷺ سے اجازت طلب کر لیتی تو، آپ ﷺ مجھے بھی اجازت دے دیتے۔ قاسم مزدلفہ کے وقوف سے قبل منیٰ کی طرف جانے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

(٤٤٩٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا أَذِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِسَوْدَةَ بِنْتِ

(دوسری سند) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو مزدلفہ سے نمازِ فجر سے پہلے

(٤٤٨٩) تخريج: اسناده صحيح ۔ أخرجه النسائي: ٥/ ٢٦١ (انظر: ١٨١١)

(٤٤٩٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٧٨، و مسلم: ١٢٩٣ (انظر: ١٩٢٠)

(٤٤٩١) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٧٧، ومسلم: ١٢٩٣ (انظر: ٢٢٠٤)

(٤٤٩٢) تخريج: أخرجه البخاري: ١٦٨١، ومسلم: ١٢٩٠ (انظر: ٢٤٦٣٥)

(٤٤٩٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

زَمْعَةَ فِي الْإِفَاضَةِ قَبْلَ الصُّبْحِ مِنْ جَمْعٍ لِأَنَّهَا كَانَتْ أَمْرَأَةً ثَبْطَةً۔ (مسند احمد: ٢٤٥١٦)

روانہ ہو جانے کی اجازت دی تھی، کیونکہ وہ بھاری جسم والی تھیں۔

(٤٤٩٤) عَنِ ابْنِ شَوَّالٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ حَبِيْبَةَ (زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدَّمَهَا مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔ (مسند احمد: ٢٧٣١٢)

ابن شوال کہتے ہیں کہ وہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو رات کو ہی مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ کر دیا تھا۔

(٤٤٩٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ لِضَعَفَةِ النَّاسِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ۔ (مسند احمد: ٤٨٩٢)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کمزور لوگوں کو اجازت دی تھی کہ وہ رات کو ہی مزدلفہ سے چلے جائیں۔

فوائد: ...... حجاج کرام طلوع آفتاب سے کچھ دیر پہلے مزدلفہ سے روانہ ہوتے ہیں، لیکن معذور لوگوں کو رات کو جانے کی اجازت ہے، تاکہ وہ ہجوم کی تکلیف سے بچ جائیں۔ لیکن اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ معذور افراد رات کے ابتدائی حصے میں نہیں جا سکتے۔ اس باب کی پہلی حدیث میں جو قانون بیان کیا گیا ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے، یعنی جب ایک تہائی رات باقی رہ جائے تو اس وقت معذور لوگوں کو مزدلفہ سے جانا چاہیے۔

رَمْيُ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ وَمَا يَتْبَعُ ذَالِكَ إِلٰى آخِرِ يَوْمِ النَّحْرِ

جمرۂ عقبہ کی رمی سے یوم النحر کے آخر تک کے مناسک سے متعلقہ ابواب

سَبَبُ مَشْرُوعِيَّةِ رَمْيِ الْجِمَارِ وَحُكْمُهَا وَعَدَدُ حَصَى الرَّمْيِ وَصِفَتُهُ وَمِنْ أَيْنَ يَلْتَقِطُهُ

رمی جمار کی مشروعیت کا سبب اور ان کا حکم اور کنکریوں کی تعداد اور ان کے حجم کا بیان اور اس امر کی وضاحت کہ یہ کنکریاں کہاں سے اٹھائی جائیں

(٤٤٩٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ جِبْرِيْلَ ذَهَبَ بِإِبْرَاهِيْمَ إِلٰى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَسَاخَ، ثُمَّ أَتَى الْجَمْرَةَ الْوُسْطٰى، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَسَاخَ، ثُمَّ أَتَى الْجَمْرَةَ الْقُصْوٰى، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جبریل، ابرہیم علیہ السلام کو جمرۂ عقبہ کی طرف لے کر چلے، تو شیطان سامنے آ گیا، ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں ماریں، سو وہ زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد جب ابراہیم علیہ السلام جمرۂ وسطی کے پاس آئے تو پھر شیطان سامنے آ گیا، آپ علیہ السلام نے اس کو پھر سات کنکریاں ماریں، پس وہ زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام جمرۂ قصویٰ کے

(٤٤٩٦) تخریج: اسنادہ ضعیف، عطاء بن السائب اختلط (انظر: ٢٧٩٤)

فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَسَاخَ، فَلَمَّا أَرَادَ إِبْرَاهِيمُ أَنْ يَذْبَحَ ابْنَهُ إِسْحَاقَ، قَالَ لأَبِيهِ: يَا أَبَتِ! أَوْثِقْنِي لَا أَضْطَرِبُ فَيَنْتَضِحَ عَلَيْكَ مِنْ دَمِي إِذَا ذَبَحْتَنِي، فَشَدَّهُ، فَلَمَّا أَخَذَ الشَّفْرَةَ، فَأَرَادَ أَنْ يَذْبَحَهُ نُودِيَ مِنْ خَلْفِهِ ﴿أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾.)) (مسند احمد: ٢٧٩٤)

پاس گئے، وہاں بھی شیطان سامنے آ گیا، آپ علیہ السلام نے اس کو یہاں بھی سات کنکریاں ماریں، پس وہ زمین میں دھنس گیا، اس کے بعد جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسحق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ مجھے باندھ دیں تاکہ جب آپ مجھے ذبح کریں تو میں نہ تڑپ سکوں اور اس طرح میرا خون آپ کے اوپر نہ پڑے، ابراہیم علیہ السلام نے اسے باندھ دیا اور جب انہوں نے چھری سنبھالی تو پیچھے سے آواز آئی: اے ابراہیم! آپ نے خواب کو سچ کر دکھایا۔''

فوائد: ...... یہ روایت تو ضعیف ہے، لیکن اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کی تفصیل کے لیے حدیث نمبر (۴۱۳۷) دیکھیں۔ جمہور محقق اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا گیا تھا، نہ اسحق علیہ السلام کو، قرآن مجید کے ظاہری سیاق و سباق کا بھی یہی تقاضا ہے، ہم کتاب التفسیر میں سورۂ صافات میں یہ مسئلہ وضاحت کے ساتھ بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالی۔

(٤٤٩٧) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ: ((هَلُمَّ، اُلْقُطْ لِي.)) فَلَقَطْتُ لَهُ حَصَيَاتٍ، هُنَّ حَصَى الْخَذْفِ، فَلَمَّا وَضَعَهُنَّ فِي يَدِهِ قَالَ: ((نَعَمْ، بِأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّينِ.)) (مسند احمد: ١٨٥١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مزدلفہ کی صبح کو فرمایا: ''ادھر آؤ، میرے لئے کنکریاں چن کر لاؤ۔'' پس میں آپ ﷺ کے لئے (چنے یا لوبیے کے دانے کے برابر) چھوٹی چھوٹی کنکریاں چن لایا، آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: ''جی ہاں! بالکل اسی قسم کی کنکریاں ہونی چاہئیں، دین میں حد سے تجاوز کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے والے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔''

(٤٤٩٨) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ

سلیمان بن عمرو کی ماں (سیدہ ام جندب ازدیہ) رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دس ذوالحجہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وادی کے درمیان سے جمرہ

(٤٤٩٧) اسناده صحيح على شرط مسلم ـ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٢٩، والنسائي: ٥/ ٢٦٩ (انظر: ١٨٥١)
(٤٤٩٨) حسن لغيره ـ أخرجه ابوداود: ١٩٦٦، ١٩٦٧، وابن ماجه: ٣٠٢٨، ٣٠٣١ (انظر: ١٦٠٨٧)

الْوَادِیْ یَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ یَقُوْلُ: ((یَا أَیُّهَا النَّاسُ! لَا یَقْتُلْ بَعْضُكُمْ وَلَا یُصِبْ بَعْضُكُمْ، (وَفِیْ لَفْظٍ: لَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ) وَإِذَا رَمَیْتُمُ الْجَمْرَةَ فَارْمُوْهَا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ۔)) فَرَمٰى بِسَبْعٍ وَلَمْ یَقِفْ، وَخَلْفَهُ رَجُلٌ یَسْتُرُهُ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: اَلْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ۔ (مسند احمد: ۱٦۱۸۵)

عقبہ کو کنکریاں ماریں اور فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کو قتل کرو نہ ایذا پہنچاؤ، جب تم جمرے کی رمی کرو تو (چنے یا لوبیے کے دانے کے برابر) چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے رمی کرو۔'' پھر آپ ﷺ نے سات کنکریاں ماریں اور اس کے بعد آپ وہاں نہ رکے، ایک آدمی آپ کے پیچھے سوار تھا، جو (لوگوں کی کنکریوں سے) آپ ﷺ کی حفاظت کر رہا تھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

فوائد:...... جمروں کی رمی کرتے وقت ہجوم کر کے اور بڑے بڑے پتھر مار کر ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

(٤٤٩٩) عَنِ ابْنِ أَبِیْ نُجَیْحٍ قَالَ: سَأَلْتُ طَاوُوْسًا عَنْ رَجُلٍ رَمَى الْجَمْرَةَ بِسِتِّ حَصَیَاتٍ، فَقَالَ: لِیُطْعِمْ قَبْضَةً مِنْ طَعَامٍ، قَالَ: فَلَقِیْتُ مُجَاهِدًا فَسَأَلْتُهُ، وَذَكَرْتُ لَهُ قَوْلَ طَاوُوْسٍ، فَقَالَ: رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَمَا بَلَغَهُ قَوْلُ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَمَیْنَا الْجِمَارَ أَوِ الْجَمْرَةَ فِیْ حَجَّتِنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ جَلَسْنَا نَتَذَاكَرُ، وَمِنَّا مَنْ قَالَ: رَمَیْتُ بِسِتٍّ، وَمِنَّا مَنْ قَالَ: رَمَیْتُ بِسَبْعٍ، وَمِنَّا مَنْ قَالَ: رَمَیْتُ بِثَمَانٍ، وَمِنَّا مَنْ قَالَ: رَمَیْتُ بِتِسْعٍ، فَلَمْ یَرَوْا بِذٰلِكَ بَأْسًا۔ (مسند احمد: ۱٤۳۹)

ابن ابی نجیح کہتے ہیں: میں نے طاؤس سے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی جمرے کو چھ کنکریاں مارے تو اس کا کیا بنے گا؟ انھوں نے کہا: وہ ایک مٹھی کھانا صدقہ کرے۔ اس کے بعد جب میری مجاہد سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے طاؤس کے فتوے کا ذکر کیا، انھوں نے کہا: اللہ تعالی ابوعبدالرحمن پر رحم فرمائے، کیا سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان تک نہیں پہنچا، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے موقع پر ہم نے جمرات کی رمی کی، اس کے بعد ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے، کسی نے کہا: میں نے چھ کنکریاں ماریں ہیں، کسی نے کہا: میں نے تو سات ماری ہیں، کسی نے کہا: میں نے آٹھ ماری ہیں اور کسی نے کہا: میں نے نو ماری ہیں، پھر انھوں نے اس میں کوئی حرج محسوس نہ کی۔

فوائد:...... جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ سات کنکریاں مارنا ہی ضروری ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا تھا۔

(٤٤٩٩) تخریج: اسناده ضعیف لانقطاعه، مجاهد لم یسمع من سعد بن ابی وقاص۔ أخرجه النسائی: ٥/ ٢٧٥ (انظر: ١٤٣٩)

وَقْتُ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ
یوم نحر یعنی دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے وقت کا بیان

(٤٥٠٠) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا وَكِيعٌ ثَنَا سُفْيَانُ وَمِسْعَرٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أُغَيْلِمَةَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى حُمُرَاتٍ لَنَا مِنْ جَمْعٍ، قَالَ سُفْيَانُ: بِلَيْلٍ فَجَعَلَ يَلْطَخُ أَفْخَاذَنَا وَيَقُوْلُ: ((أُبَيْنِيَّ! لَا تَرْمُوْا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔)) وَزَادَ سُفْيَانُ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا إِخَالُ أَحَدًا يَعْقِلُ يَرْمِيْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ٢٠٨٢)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنوعبدالمطلب کے لڑکوں کو مزدلفہ سے رات ہی کو گدھوں پر سوار کر کے روانہ کر دیا تھا، سفیان کی روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ ہماری رانوں پر تھپکی دیتے اور فرماتے: ''میرے پیارے بیٹو! سورج طلوع ہونے تک جمرہ کو کنکریاں نہ مارنا۔'' سفیان نے کہا: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عقلمند آدمی طلوع آفتاب سے پہلے رمی کرتا ہو۔

فوائد:...... حدیث نمبر (۴۴۸۸) میں یہ بات گزر چکی ہے کہ خواتین نے نماز فجر سے پہلے کنکریاں مار لی تھیں، جبکہ اس حدیث میں آپ ﷺ حکم دے رہے ہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے رمی نہیں کی جا سکتی، ان روایات میں جمع تطبیق کی دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں: (۱) آپ ﷺ کا حکم یہی ہے کہ مزدلفہ سے وقت سے پہلے چلے جانے والے معذور لوگ طلوع آفتاب کے بعد ہی رمی کریں، لیکن جن خواتین سے فجر سے پہلے رمی کی تھی، یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا اور یہ کوئی بعید بات نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے تو ان کو مزدلفہ سے رات کو نکل جانے کی اجازت دی ہو، لیکن انھوں نے اس سے یہ استدلال کر لیا ہو کہ وہ منیٰ پہنچ کر رمی بھی کر سکتے ہیں، اگرچہ وہ طلوع آفتاب، بلکہ طلوع فجر سے پہلے کا وقت ہو۔ (۲) جو خواتین و حضرات زیادہ بوڑھے اور زیادہ معذور ہوں اور وہ ہجوم کو برداشت نہ کر سکتے ہوں تو وہ طلوع آفتاب سے پہلے بھی رمی کر سکتے ہیں، باقی عام معذور لوگوں کو چاہیے کہ وہ سورج کے نکلنے کے بعد ہی کنکریاں ماریں۔

''یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا''، اصل بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ فجر سے پہلے رمی کرنے والوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے پھر موقوف روایت اور مرفوع کے درمیان بنیادی طور پر تعارض نہیں ہوتا۔ تعارض مرفوع صحیح روایات کے درمیان سمجھا جاتا ہے جس کو حل کرنے کے لیے توجیہ یا ترجیح وغیرہ کی صورت اختیار کی جاتی ہے۔ اس جگہ مرفوع بات یہ ہے کہ آپ

(٤٥٠٠) تخريج: حديث صحيح۔ أخرجه ابوداود: ١٩٤٠، والنسائي: ٥/ ٢٧٠، وابن ماجه: ٣٠٢٥ (انظر: ٢٠٨٢)

نے فجر سے پہلے منیٰ میں پہنچنے والوں کو طلوع شمس سے پہلے رمی کرنے سے روکا تھا اور یہی اصل ہے لہٰذا تمام حجاج رمی طلوع شمس کے بعد کریں گے۔ (عبداللہ رفیق)

(٤٥٠١) عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ بِهِ مَعَ أَهْلِهِ إِلَى مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ فَرَمَوُا الْجَمْرَةَ مَعَ الْفَجْرِ۔ (مسند احمد: ٢٩٣٦)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو دس ذوالحجہ کو اپنے اہل کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ کیا تھا، ان حضرات نے فجر ہوتے ہی رمی کر لی تھی۔

(٤٥٠٢) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَمَى جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَرَمَى فِي سَائِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ بَعْدَ مَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔ (مسند احمد: ١٥٣٦٥)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی چاشت کے وقت کی تھی اور باقی ایام تشریق میں زوالِ آفتاب کے بعد کی تھی۔

(٤٥٠٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) رَمَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْجَمْرَةَ الْأُوْلَى يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَرَمَاهَا بَعْدَ ذَالِكَ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ۔ (مسند احمد: ١٤٤٠٦)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو چاشت کے وقت جمرۂ اولی کی رمی کی تھی اور اس کے بعد (باقی دنوں میں) زوالِ آفتاب کے بعد کی تھی۔

(٤٥٠٤) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ: وَلَا أَدْرِي بِكَمْ رَمَى الْجَمْرَةَ۔ (مسند احمد: ١٥٢٧٨)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے جمرہ کو کتنی کنکریاں ماریں تھیں۔

(٤٥٠٥) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَهَا أَنْ تُوَافِيَ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِمَكَّةَ۔ (مسند احمد: ٢٧٠٢٥)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ دس ذوالحجہ کو صبح کی نماز کے وقت آپ ﷺ سے مکہ میں آ ملیں۔

(٤٥٠١) تخريج: اسناده ضعيف لضعف شعبة مولى ابن عباس۔ أخرجه الطيالسى: ٢٧٢٩، والطبرانى: ١٢٢٢٠ (انظر: ٢٩٣٦)

(٤٥٠٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٩٩ (انظر: ١٥٢٩١)

(٤٥٠٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٠٤) تخريج: اسناده صحيح على شرط مسلم (انظر: ١٥٢٠٨)

(٤٥٠٥) تخريج: رجاله ثقات رجال الشيخين، وقد اختلف فى وصله و ارساله، وارساله اصح، ثم ان ابا معاوية اضطرب فى متن۔ أخرجه ابويعلى: ٧٠٠٠، والطحاوى فى "شرح مشكل الآثار": ٣٥١٩، والبيهقى: ٥/ ١٣٣ (انظر: ٢٦٤٩٢)

فوائد: ......اس حدیث میں واقعی کسی راوی سے کوئی خطا ہوگئی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دس ذوالحجہ کو نمازِ فجر مزدلفہ میں ادا کی تھی۔ امام احمد نے کہا: یہ بات تو تعجب میں ڈال دینے والی ہے، بھلا نبی کریم ﷺ نے دس ذوالحجہ کو مکہ میں کیا کرنا تھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہو اور اصل عبارت یوں ہوں: أَمَرَهَا يَوْمَ النَّحْرِ أَنْ تُوَافِيَ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِمَكَّةَ، یعنی یوم النحر کے بعد والے دن ملاقات کے لیے نبی کریم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا۔

(٤٥٠٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو ثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ جَمِيْلٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ: رَأَيْتُ عَطَاءً وَابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ وَعِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَرْمُوْنَ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: يَا أَبَا سُلَيْمَانَ فِي أَيِّ سَنَةٍ سَمِعْتَ مِنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ؟ قَالَ: سَنَةَ تِسْعٍ وَسِتِّيْنَ، سَنَةَ وَقْعَةِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَنْهُ۔ (مسند احمد: ٢٠٥٤٧)

نافع بن عمر جمحی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے عطاء، ابن ابی ملیکہ اور عکرمہ بن خالد کو دیکھا، یہ سب لوگ دس ذوالحجہ کو فجر سے پہلے رمی کر لیتے تھے۔ امام احمد نے ان سے کہا: ابو سلیمان! آپ نے یہ بات نافع بن عمر سے کس سال سنی تھی؟ انہوں نے کہا: ۶۹ھ میں، جس سال سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

فوائد: ......حجاج کرام سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں اور تقریباً چاشت کے وقت منی میں پہنچ جائیں گے اور اسی وقت جمرۂ عقبہ کی رمی کریں گے، جو معذور لوگ پہلے سے منی پہنچ چکے ہوں گے، وہ حجاج کرام کے بڑے ہجوم کے پہنچنے سے پہلے لیکن طلوع آفتاب کے بعد رمی کریں گے۔

رَمْيُ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ وَكَيْفِيَّةُ الرَّمْيِ وَمَا يُقَالُ عِنْدَهُ

وادی کے درمیان کھڑے ہو کر جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے، رمی کی کیفیت اور اس وقت کی دعا کا بیان

(٤٥٠٧) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ ؓ) حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَقَالَ: نَاوِلْنِي أَحْجَارًا، قَالَ: فَنَاوَلْتُهُ سَبْعَةً

عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں: میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، جب وہ جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو کہا: مجھے پتھر لا کر دو، پس میں نے انہیں سات پتھر لا دیے، پھر انہوں نے مجھ سے کہا: اونٹنی کی مہار پکڑلو، اس کے بعد وہ جمرہ کی طرف

(٤٥٠٦) تخريج: اثر صحيح (انظر: ٢٠٢٨١)

(٤٥٠٧) تخريج: صحيح دون قوله: "اللهم اجعله حجا مبرورا و ذنبا مغفورا" وهذا اسناد ضعيف لضعف ليث بن ابى سليم ـ أخرجه مسلم: ١٢٩٦ مختصرا ودون ذكر الدعاء (انظر: ٤٠٦١)

أَحْجَارٍ، فَقَالَ لِي: خُذْ بِزِمَامِ النَّاقَةِ قَالَ: ثُمَّ عَادَ إِلَيْهَا فَرَمٰى بِهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَهُوَ رَاكِبٌ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَقَالَ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَذَنْبًا مَغْفُوْرًا، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا كَانَ يَقُوْمُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔ (مسند احمد: ٤٠٦١)

گئے اور وادی کے درمیان سے سات کنکریاں ماریں، جبکہ وہ سوار تھے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہہ رہے تھے، پھر انھوں نے یہ دعا کی: اے اللہ اس کو حج مبرور بنا دے اور گناہ معاف کر دے۔اس کے بعد انھوں نے کہا: جس ہستی پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی، اس نے اس جگہ پر کھڑے ہوکر رمی کی تھی۔

(٤٥٠٨) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ اسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ فَجَعَلَ الْجَمْرَةَ عَنْ حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ وَاسْتَقْبَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ رَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ...... فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٤٠٨٩)

(دوسری سند) عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ وادی کے درمیان کھڑے ہوئے اور انہوں نے جمرۂ عقبہ کو اپنی دائیں جانب رکھا اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے اس کو سات کنکریاں ماریں، ......۔ (الحدیث)

فوائد: ......اگلی احادیث میں بیان کردہ کیفیت مذکورہ بالا کیفیت سے مختلف ہے، ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں طرح عمل کیا ہو، بہرحال درج ذیل کیفیت زیادہ مشہور اور صحیح ہے۔

(٤٥٠٩) وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ فَرَمَى الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِيْنِهِ، وَقَالَ: هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔ (مسند احمد: ٤١٥٠)

عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے جمرہ کبریٰ کو سات کنکریاں ماریں، اس وقت بیت اللہ ان کی بائیں جانب اور منیٰ دائیں جانب تھا، پھر انھوں نے کہا: جس شخصیت پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی، انہوں نے اسی مقام پر کھڑے ہوکر رمی کی تھی۔

(٤٥١٠) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: رَمٰى عَبْدُ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ) جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وادی کے درمیان کھڑے ہوکر جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں، وہ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے، کسی نے ان

(٤٥٠٨) تخريج: صحيح دون قوله: "واستقبل البيت"۔ أخرجه الترمذي: ٩٠١، وابن ماجه: ٣٠٣٠، وانظر الحديث بالطريق الاول (انظر: ٤٠٨٩)

(٤٥٠٩) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٤٨، ١٧٤٩، ومسلم: ١٢٩٦ (انظر: ٤١٥٠)

(٤٥١٠) تخريج: انظر الحديث السابق

حَـصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، فَقِيْلَ لَهُ: إِنَّ نَـاسًـا يَـرْمُـوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا، فَقَالَ: هٰذَا وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ! مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُالْبَقَرَةِ۔ (مسند احمد: ٤٣٥٩)

سے کہا: لوگ تو اوپر والی جگہ کی طرف سے رمی کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! یہ اس ہستی کا مقام ہے، جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی تھی۔

(٤٥١١) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ الْأَزْدِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أُمِّي أَنَّهَا رَأَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَـرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَخَلْفَهُ إِنْسَانٌ، يَسْتُرُهُ مِنَ النَّـاسِ أَنْ يُـصِيْبُوْهُ بِالْحِجَارَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((أَيُّهَا النَّاسُ لَا يَقْتُلْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَإِذَا رَمَيْتُـمْ فَـارْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، .)) الْحَدِيْثَ۔ (مسند احمد: ٢٧٦٧٢)

سلیمان بن عمرو بن الاحوص ازدی کہتے ہیں: میری ماں نے مجھے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ آپ ﷺ وادی کے درمیان سے جمرۂ عقبہ کی رمی کر رہے تھے، آپ ﷺ کے پیچھے ایک انسان تھا، وہ آپ ﷺ کو لوگوں کی کنکریوں سے بچا رہا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''لوگو! کوئی کسی کو قتل نہ کر دے اور جب تم رمی کرو تو (چنے یا لوبیے کے دانے کے برابر) کنکری مارو۔''

فوائد: ......یعنی ایسا نہ ہو کہ ہجوم کی وجہ سے یا بڑے پتھر پھینکنے کی وجہ سے کوئی مسلمان قتل ہو جائے۔ ان احادیث میں رمی کی کیفیت کا بیان ہے، آج کل آسانی کے ساتھ اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے، لیکن کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے، بہرحال ہر طرف سے رمی کرنا جائز ہے۔

اِسْتِحْبَابُ الرُّكُوْبِ لِرَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ وَالْمَشْيِ لِغَيْرِهَا

جمرۂ عقبہ کی رمی کے لیے سوار ہو کر جانے اور باقی دنوں میں پیدل چل کر جانے کے مستحب ہونے کا بیان

(٤٥١٢) عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَـرْمِـي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ عَلٰى دَابَّتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَكَانَ لَا يَأْتِي سَائِرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ، إِلَّا مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَـأْتِيْهَـا إِلَّا مَـاشِيًـا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا۔ (مسند احمد: ٦٢٢٢)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے لیے سوار ہو کر آتے تھے اور باقی دنوں میں پیدل آتے جاتے تھے، ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھی پیدل آتے جاتے تھے۔

(٤٥١١) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٢٨، ٣٠٣١ (انظر: ٢٧١٣١)

(٤٥١٢) تخريج: صحيح لغيره ـ أخرجه الترمذي: ٩٠٠، وأخرجه بنحوه ابوداود: ١٩٦٩ (انظر: ٦٢٢٢)

فوائد: ......معلوم ہوا کہ افضل یہ ہے کہ نحر والے دن رمی کرنے کے لیے سوار ہو کر جایا جائے اور باقی دنوں میں پیدل۔

(٤٥١٣) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَمَى الْجَمْرَةَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ رَاكِبًا۔ (مسند احمد: ٢٠٥٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو سوار ہو کر جمرۂ عقبہ کی رمی کی تھی۔

(٤٥١٤) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي عَلٰى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ يَقُوْلُ: ((لِتَأْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّيْ أَنْ لَا أَحُجَّ بَعْدَ حَجَّتِي هٰذِهِ۔)) (مسند احمد: ١٥١٠٧)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دس ذوالحجہ کو سواری پر رمی کرتے اور فرماتے تھے: ''اپنے مناسک سیکھ لو، کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید میں اپنے اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔''

فوائد: ......آپ ﷺ یہ وضاحت کرنا چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ چکا ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر آپ ﷺ کی تعلیمات پر توجہ دیں اور اس ضمن میں کوئی موقع ضائع نہ ہونے دیں اور ایسے ہی ہوا کہ آپ ﷺ ذوالحجہ کے بقیہ دن اور محرم اور صفر کے بعد ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

(٤٥١٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: (يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ): ((لِتَأْخُذْ أُمَّتِيْ مَنَاسِكَهَا، وَارْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ۔)) (مسند احمد: ١٤٢٦٨)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امتی مناسک کی تعلیم حاصل کر لے اور (چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کرو۔''

(٤٥١٦) عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْكِلَابِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَمَى الْجَمْرَةَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ يَوْمَ النَّحْرِ عَلٰى نَاقَةٍ لَهُ صَهْبَاءَ لَا ضَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا إِلَيْكَ إِلَيْكَ۔ (مسند احمد: ١٥٤٨٩)

سیدنا قدامہ بن عبد اللہ کلابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو اپنی صہباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر وادی کے درمیان سے جمرۂ عقبہ کی رمی کی، اس وقت نہ تو مارنا تھا، نہ دھتکارنا تھا اور نہ یہ کہنا تھا کہ پرے ہٹ جاؤ، پرے ہٹ جاؤ۔''

(٤٥١٣) تخريج: صحيح لغيره ـ أخرجه الترمذي: ٨٩٩، وابن ماجه: ٣٠٣٤ (انظر: ٢٠٥٦)
(٤٥١٤) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٩٧ (انظر: ١٥٠٤١)
(٤٥١٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول
(٤٥١٦) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه النسائي: ٥/ ٢٧٠، وابن ماجه: ٣٠٣٥ (انظر: ١٥٤١٢)

(٤٥١٧) عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ (الْأَحْمَسِيَّةِ ؓ) قَالَتْ: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَبِلَالًا وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ (مسند احمد: ٢٧٨٠١)

سیدہ ام حصین احمسیہ ؓ کہتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا، میں نے سیدنا اسامہ بن زید اور سیدنا بلال ؓ کو دیکھا کہ ان میں سے ایک نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام تھام رکھی تھی اور دوسرا کپڑا اٹھائے آپ ﷺ کو گرمی سے بچا رہا تھا، اس حالت میں آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی تھی۔

فوائد: ...... احادیثِ مبارکہ اپنے مفہوم میں واضح ہیں، آج کل سواری پر رمی کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔

مَا يَحِلُّ لِلْحَاجِّ وَمَا يَفْعَلُهُ بَعْدَ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ

جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد حاجی کے حلال ہو جانے اور اس کے بعد دوسرے افعال کا بیان

(٤٥١٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ ذَبَحَ ثُمَّ حَلَقَ۔ (مسند احمد: ٢٢٥٣)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی، پھر جانور ذبح کیے اور پھر سر منڈوایا۔

(٤٥١٩) عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ)) قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ: وَالطِّيْبُ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَّا أَنَا فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُضَمِّخُ رَأْسَهُ بِالْمِسْكِ، أَفَطِيْبٌ ذَاكَ أَمْ لَا؟ (مسند احمد: ٢٠٩٠)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جمرۂ (عقبہ) کی رمی کر لو تو عورتوں کے علاوہ تمہارے لیے ہر چیز حلال ہو جائے گی۔'' ایک بندے نے کہا: اور خوشبو؟ سیدنا ابن عباس ؓ نے کہا: ''میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے (جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد) کستوری سے اپنے سر کو لت پت کر رکھا تھا، تو یہ خوشبو تھی یا نہیں؟

(٤٥٢٠) عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِي بِذَرِيْرَةٍ لِحَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ حَيْثُ أَحْرَمَ وَحَيْثُ رَمٰى

سیدہ عائشہ ؓ کہتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کو ذریرہ خوشبو اس وقت لگائی تھی، جب آپ ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی کر کے حلال ہوئے اور

(٤٥١٧) تخريج: أخرجه مسلم: ١٢٩٨ (انظر: ٢٧٢٥٩)

(٤٥١٨) تخريج: حسن لغيره ـ أخرجه ابويعلى: ٢٥٦٨، و الطبراني: ١٢٠٨٨ (انظر: ٢٢٥٣)

(٤٥١٩) تخريج: صحيح لغيره ـ أخرجه النسائى: ٥/ ٢٧٧ (انظر: ٢٠٩٠)

(٤٥٢٠) تخريج: أخرجه البخارى: ٥٩٣٠، ومسلم: ١١٨٩ (انظر: ٢٦٠٧٨)

جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔ (مسند احمد: ٢٦٦٠٦)

ابھی تک بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور جب آپ ﷺ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تھا۔

فوائد: ...... ذریرہ ایک خوشبو ہے، جو کئی خوشبوؤں کا مرکب ہوتی ہے۔

(٤٥٢١) وَعَنْهَا رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ فَقَدْ حَلَّ لَكُمُ الطِّيْبُ وَالثِّيَابُ، وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ۔ (مسند احمد: ٢٥٦١٦)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم رمی کر لو ہو اور سر منڈوا لو تو تمہارے لیے خوشبو اور دوسرے کپڑے حلال ہو جاتے ہیں، بلکہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، ماسوائے بیویوں کے۔''

فوائد: ...... دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد حجاج کرام احرام کی تمام پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں، البتہ بیویوں سے ہم بستری نہ کرنے کی پابندی برقرار رہتی ہے، طواف افاضہ کے بعد یہ پابندی بھی اٹھ جاتی ہے۔

اَلنَّحْرُ وَالْحَلَاقُ وَالتَّقْصِيْرُ
قربانی کرنا اور بال منڈوانا یا کترنا

(٤٥٢٢) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا رَمَى النَّبِيُّ ﷺ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَنَحَرَ هَدْيَهُ حَجَمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ، وَقَالَ: سُفْيَانُ مَرَّةً: وَأَعْطَى الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ ثُمَّ حَلَقَ الْأَيْسَرَ فَأَعْطَاهُ النَّاسَ۔ (مسند احمد: ١٢١١٦)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی اور قربانی ذبح کی تو حجامت کروائی اور پہلے سر کی دائیں جانب کو حجام کی طرف کیا اور اس طرف کے مونڈے ہوئے بال سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیئے، پھر اس کی طرف بائیں جانب کی اور یہ بال دوسرے لوگوں کو دے دیئے۔

فوائد: ...... سر کی حجامت کرتے وقت دائیں طرف سے آغاز کرنا سنت ہے، لوگوں کی اکثریت جہالت یا لاپرواہی کی وجہ سے اس سنت سے غافل ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر اور بالوں سے تبرّک حاصل کرنا مشروع ہے۔

(٤٥٢١) تخريج: صحيح دون قوله: "وحلقتم"، وهذا اسناد ضعيف لضعف حجاج بن ارطاة، وقد اختلف عليه فيه ـ أخرجه ابوداود: ١٩٧٨ (انظر: ٢٥١٠٣)

(٤٥٢٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١٣٠٥ (انظر: ١٢٠٩٢)

(٤٥٢٣) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ فِیْ حَجَّةِالْوَدَاعِ۔ (مسند احمد: ٥٦١٤)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر منڈوایا تھا۔

(٤٥٢٤) عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ (الْعَدَوِيِّ) رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنْتُ أُرَحِّلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَ: فَقَالَ لِی لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِیْ: ((يَا مَعْمَرُ! لَقَدْ وَجَدْتُ فِیْ أَنْسَاعِی اِضْطِرَابًا۔)) قَالَ: فَقُلْتُ: أَمَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ شَدَدْتُّهَا كَمَا كُنْتُ أَشُدُّهَا وَلٰكِنَّهُ أَرْخَاهَا مَنْ قَدْ كَانَ نَفَسَ عَلَیَّ لِمَكَانِیْ مِنْكَ لِتَسْتَبْدِلَ بِیْ غَيْرِیْ، قَالَ: فَقَالَ: ((أَمَا إِنِّی غَيْرُ فَاعِلٍ۔)) قَالَ: فَلَمَّا نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَدْيَهُ بِمِنًى أَمَرَنِیْ اَنْ أَحْلِقَهُ، قَالَ: فَأَخَذْتُ الْمُوْسٰی فَقُمْتُ عَلٰی رَأْسِهِ، قَالَ: فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ وَجْهِی وَقَالَ لِیْ: ((يَا مَعْمَرُ! أَمْكَنَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ شَحْمَةِ أُذُنِهِ وَفِیْ يَدِكَ الْمُوْسٰی۔)) قَالَ: فَقُلْتُ: أَمَا وَاللّٰهِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ذَالِكَ لَمِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَیَّ وَمَنِّهِ، قَالَ: فَقَالَ: ((أَجَلْ إِذًا أُقِرُّ لَكَ۔)) قَالَ: ثُمَّ حَلَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔ (مسند احمد: ٢٧٧٩١)

سیدنا معمر بن عبد اللہ عدوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کا پالان تیار کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک رات کو مجھے فرمایا: ''اے معمر! آج رات میں نے کجاوے والے تسموں کو ڈھیلا پایا ہے۔'' میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے؟ میں نے تو پہلے کی طرح ان کو کسا تھا، لیکن آپ کے ہاں میرے مرتبے پر حسد کرتے ہوئے کسی نے اس کو ڈھیلا کر دیا ہو گا، تاکہ آپ میری جگہ پر کسی اور خادم کا تعین کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! میں یہ کام کرنے والا نہیں ہوں۔'' پھر جب رسول اللہ ﷺ نے منی میں اپنی قربانی ذبح کی تو مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کا سر مونڈوں، پس میں نے استرا پکڑا اور آپ ﷺ کے سر کے پاس کھڑا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''معمر! (تیری بھی کیا شان ہے کہ) اللہ کے رسول نے تجھے اپنے کان کی لو کے پاس کھڑا کیا اور تیرے ہاتھ میں استرا ہے۔'' میں نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی کیوں نہیں، میں یہ اعزاز تیرے لیے برقرار رکھوں گا۔'' پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کا سر مونڈ دیا۔

(٤٥٢٣) تخريج: أخرجه البخاری: ٤٤١٠، ٤٤١١، ومسلم: ١٣٠٤ (انظر: ٥٦١٤)

(٤٥٢٤) تخريج: اسناده ضعيف لجهالة حال عبد الرحمن بن عقبة ۔ أخرجه الطبرانی فی "الكبير": ٢٠/ ١٠٩٦ (انظر: ٢٧٢٤٩)

(٤٥٢٥) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: مَنْ ضَفَرَ فَلْيَحْلِقْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالتَّلْبِيْدِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُلَبِّدًا۔ (مسند احمد: ٦٠٢٧)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جس نے بالوں کی لٹیں بنائی ہوئی ہیں، وہ اپنے بال مونڈ دے اور تم لوگ تلبید کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ نے تلبید کر رکھی تھی۔

فوائد:...... تلبید: بالوں کو گوند جیسی چیز لگا کر چپکا دینا، تاکہ نہ وہ بکھر سکیں اور نہ ان میں گرد وغبار پڑ سکے، زیادہ دنوں تک احرام باندھنا ہو تو ایسے کیا جاتا ہے۔

(٤٥٢٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ أَوْ مَعْمَرٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ: ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُوْسٍ قَالَ: قَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَبَّاسٍ (وَفِي لَفْظٍ عَنْ طَاوُوْسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ لِي مُعَاوِيَةُ:) أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمِشْقَصٍ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا، قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ فِي حَدِيْثِهِ، قَالَ بْنُ عَبَّاسٍ: وَهٰذِهِ حُجَّةٌ عَلٰى مُعَاوِيَةَ۔ (مسند احمد: ١٧٠١١)

طاوس کہتے ہیں: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے ایک چوڑے پھل سے رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال تراشے تھے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی نہیں، پھر انھوں نے کہا: یہ بات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر حجت ہے۔

(٤٥٢٧) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَصَّرْتُ عَنْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ الْمَرْوَةِ۔ (مسند احمد: ١٧٠٠٩)

(دوسری سند) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال تراشے تھے۔

(٤٥٢٨) عَنْ مُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ مُعَاوِيَةَ (ابْنَ أَبِي سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک

(٤٥٢٥) تخريج: أخرجه البخاري: ٥٩١٤ (انظر: ٦٠٢٧)

(٤٥٢٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٣٠، ومسلم: ١٢٤٦ (انظر: ١٦٨٨٧)

(٤٥٢٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٢٨) تخريج: انظر الحديث السابق

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَصَّرَ مِنْ شَعْرِهِ بِمِشْقَصٍ، فَقُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا بَلَغَنَا هٰذَا إِلَّا عَنْ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: مَا كَانَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُتَّهَمًا۔ (مسند احمد: ۱۶۹۸۸)

چوڑے پھل سے اپنے بال تراشے تھے۔ مجاہد اور عطاء کہتے ہیں: ہم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بات ہمیں صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے موصول ہوئی ہے۔ انھوں نے جواباً کہا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تہمت زدہ نہیں ہیں (یعنی وہ یہ خبر دینے میں سچے ہیں)۔

فوائد: ......سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے بال تراشنا، یہ عمرۂ جعرانہ کا واقعہ ہے، اس کی تفصیل حدیث نمبر (۴۲۰۰) میں گزر چکی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد قربانیاں کیں اور پھر سر منڈوایا۔

مَا وَرَدَ فِيْ فَضْلِ الْحَلَاقِ عَلَى التَّقْصِيْرِ
تراشنے کی بہ نسبت بالوں کو مونڈنے کی فضیلت کا بیان

(٤٥٢٩) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: حَلَقَ رِجَالٌ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَقَصَّرَ آخَرُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ۔)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔)) قَالُوْا: فَمَا بَالُ الْمُحَلِّقِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ظَاهَرْتَ لَهُمُ الرَّحْمَةَ؟ قَالَ: ((لَمْ يَشُكُّوْا۔)) قَالَ: فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۳۳۱۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: حدیبیہ والے دن کچھ لوگوں نے سر منڈوا دیا اور کچھ نے تقصیر کروائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم کرے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کروانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم کرے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کروانے والے؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم کرے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کروانے والے؟ آپ ﷺ نے اس بار فرمایا: ''اور تقصیر کروانے والوں پر بھی اللہ رحم کرے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لیے رحمت کا بڑا اظہار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انھوں نے تو کوئی شک نہیں کیا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ چلے گئے۔

فوائد: ......آپ ﷺ کا فرمانا کہ ''سر مونڈنے والوں نے تو کوئی شک نہیں کیا۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں

(٤٥٢٩) تخريج: صحيح لغيره ـ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٤٥ (انظر: ٣٣١١)

نے آپ ﷺ کی پیروی ہی کو اچھا سمجھا اور اس معاملے میں کوئی شک نہیں کیا، لیکن جن لوگوں نے تقصیر کروائی، ظاہری طور پر ایسے لگتا ہے کہ گویا ان کو آپ ﷺ کے فعل کے بارے میں کوئی شک ہوا ہے کہ انھوں نے تقصیر کروائی اور آپ ﷺ کے فعل کو ترک کر دیا۔ واضح رہے کہ اس مقام پر صرف سر منڈوانے والوں کی فضیلت بیان کی جا رہی ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کے فعل کی اقتدا کی، جبکہ تقصیر کروانے والوں نے بھی آپ ﷺ کی طرف سے دی گئی رخصت سے ہی فائدہ اٹھایا، جبکہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ سر منڈوانا افضل ہے، لیکن ظاہری طور پر انھوں نے اس افضلیت کے تقاضے پورے نہیں کیے۔

(٤٥٣٠) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ۔)) فَقَالَ رَجُلٌ: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ۔)) فَقَالَ الرَّجُلُ: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ؟ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: ((وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ١٨٥٩)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔“ ایک آدمی نے کہا: اور تقصیر کرانے والوں کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔“ اس بندے نے کہا: اور تقصیر کرنے والوں کے لیے؟ آپ ﷺ نے تیسری اور چوتھی بار کہا: ”اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔“

(٤٥٣١) عَنْ أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ حَلَّقُوْا رُؤُوْسَهُمْ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ غَيْرَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَأَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہما، فَاسْتَغْفَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْمُحَلِّقِيْنَ ثَلَاثَ مِرَارٍ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ مَرَّةً۔ (مسند احمد: ١١٨٦٩)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ والے سال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اپنے سروں کو منڈوایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین دفعہ اور تقصیر کروانے والوں کے لیے ایک دفعہ بخشش کی دعا کی۔

(٤٥٣٢) عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ: سَمِعْتُ جَدَّتِي تُحَدِّثُ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ بِمِنًى، دَعَا لِلْمُحَلِّقِيْنَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقِيْلَ لَهُ: وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ:

یحییٰ بن حصین کہتے ہیں: میں نے اپنی دادی (سیدہ ام حصین رضی اللہ عنہا) سے سنا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو منی میں سر منڈوانے والوں کے لیے تین بار دعا کرتے ہوئے سنا۔ کسی نے آپ ﷺ سے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے

(٤٥٣٠) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٣١) تخريج: حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف أخرجه ابويعلى: ١٢٦٣، والطيالسي: ٢٢٢٤، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار": ١٣٦٩ (انظر: ١١٨٤٧)

(٤٥٣٢) تخريج: أخرجه مسلم: ١٣٠٣ (انظر: ٢٧٢٦٧)

((وَالْمُقَصِّرِيْنَ)) (مسند احمد: ٢٧٨١٠)

تیسری بار فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والوں کو بھی اللہ بخش دے۔''

(٤٥٣٣)(وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: سَمِعْتُ جَدَّتِي تَقُوْلُ سَمِعْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ بِعَرَفَاتٍ يَخْطُبُ يَقُوْلُ: ((غَفَرَ اللّٰهُ لِلْمُحَلِّقِيْنَ۔)) ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ فَقَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔)) فِي الرَّابِعَةِ۔ (مسند احمد: ٢٧٨٠٦)

ان کی دادی کہتی ہیں: میں نے عرفات میں نبی کریم ﷺ کو خطبے میں تین مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ''اللہ تعالی سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے چوتھی بار فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔''

(٤٥٣٤)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) عَنْ جَدَّتِهِ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ، يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ۔)) قَالُوْا فِي الثَّالِثَةِ: وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ٢٧٨٠٣)

ان کی دادی کہتی ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالی سر منڈوانے والوں پر رحم کرے، اللہ تعالی سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔'' لوگوں نے تیسری مرتبہ کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والوں پر بھی رحم کرے۔''

(٤٥٣٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ۔)) قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ٤٦٥٧)

سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔'' بالآخر آپ ﷺ نے چوتھی بار فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والوں پر بھی اللہ تعالی رحم فرمائے۔''

(٤٥٣٦) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ

(٤٥٣٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٣٤) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٣٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٢٧، ومسلم: ١٣٠١ (انظر: ٤٦٥٧)

(٤٥٣٦) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٢٨، ومسلم: ١٣٠٢ (انظر: ٧١٥٨)

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ۔)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ۔)) قَالُوْا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔)) (مسند احمد: ۷۱۵۸)

نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔''

(۴۵۳۷) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِيْهِ مَالِكِ بْنِ رَبِيْعَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ۔)) قَالَ: يَقُوْلُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ)) ثُمَّ قَالَ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، فَمَا يَسُرُّنِي بِحَلْقِ رَأْسِي حُمْرُ النَّعَمِ أَوْ خَطَرًا عَظِيْمًا۔ (مسند احمد: ۱۷۷٤۱)

سیدنا مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے، اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' قوم میں سے ایک بندے نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ رسول اللہ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔'' میں (مالک) نے اس دن اپنا سر مونڈا ہوا تھا اور مجھے اس وجہ سے اتنی خوشی ہوئی کہ سرخ اونٹوں کے ملنے یا کوئی بڑا حصہ ملنے کی وجہ سے اتنی خوشی نہیں ہو سکتی تھی۔

(۴۵۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ وَابْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَا: ثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَبَشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ يَحْيَى: وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ:

سیدنا حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ، جو کہ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھے، سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ تیسری مرتبہ فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔''

(۴۵۳۷) تخریج: حدیث صحیح ۔ أخرجه الطبرانی فی "الکبیر": ۱۹/ ۶۰۴، وفی "الاوسط": ۲۹۳۵، وابن ابی شیبة: ص ۲۱۷ فی الجزء الذی نشره العمروی (انظر: ۱۷۵۹۸)

(۴۵۳۸) صحیح لغیره ۔ أخرجه الطبرانی فی "الکبیر": ۳۵۰۹، والطبرانی: ۳۵۱۰(انظ: ۱۷۵۰۷)

((وَالْمُقَصِّرِيْنَ)) (مسند احمد: ١٧٦٤٨)

(٤٥٣٩) عَنِ ابْنِ قَارِبٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ۔)) قَالَ رَجُلٌ: وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ: ((وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔)) يُقَلِّلُهُ سُفْيَانُ بِيَدِهِ، قَالَ سُفْيَانُ: وَقَالَ فِي بِيْكَ كَأَنَّهُ يُوَسِّعُ يَدَهُ۔ (مسند احمد: ٢٧٧٤٤)

سیدنا قارب بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔'' ایک آدمی نے کہا: اور تقصیر کرانے والے؟ آپ ﷺ نے چوتھی مرتبہ فرمایا: ''اور تقصیر کرانے والے کو بھی بخش دے۔'' سفیان اپنے ہاتھ کے ساتھ کمی اور قلت کی طرف اشارہ کر رہے تھے، لیکن جب (آپ ﷺ سر منڈوانے والوں کی بات کر رہے تھے) تو وہ اپنے ہاتھ سے وسعت کا اشارہ کر رہے تھے۔

فوائد: ...... نبی کریم ﷺ کی دعا کے الفاظ اوران کی مقدار تو ہمارے سامنے ہیں کہ آپ ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لیے دو تین مرتبہ اور تقصیر کرانے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعا کی، لیکن آپ ﷺ کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ اول الذکر لوگوں کے لیے بڑی رغبت کے ساتھ اور وسعتِ قلبی سے دعا کر رہے تھے، لیکن مؤخر الذکر افراد کے لیے سادہ سے الفاظ میں دعائیہ کلمات کہہ دیئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، اِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ۔)) ......''عورتوں پر سر کا مونڈنا نہیں ہے، بلکہ عورتوں پر صرف تقصیر ہے۔'' (ابوداود: ١٩٨٥) عام اہل علم کا خیال ہے کہ عورتوں کو انگلیوں کے اوپر والے پوروں کے برابر بال ترشوا لینے چاہئیں۔

اَلْاِفَاضَةُ مِنْ مِنًى لِلطَّوَافِ يَوْمَ النَّحْرِ
یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو منیٰ سے طواف کے لیے لوٹنا
وَهُوَ الْمُسَمّٰى بِطَوَافِ الْاِفَاضَةِ اَوِ الزِّيَارَةِ وَحُكْمُ مَنْ اَمْسٰى وَلَمْ يَطُفْ
اور اسی کو طوافِ افاضہ اور طوافِ زیارت کہنے اور شام تک یہ طواف نہ کر سکنے والے کے حکم کا بیان

(٤٥٤٠) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى۔ (مسند احمد: ٤٨٩٨)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو طوافِ افاضہ کیا، پھر واپس لوٹ آئے اور نمازِ ظہر منی میں ادا کی۔

فوائد: ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے واپس آ کر منی میں نمازِ ظہر ادا کی، لیکن

(٤٥٣٩) تخريج: صحيح لغيره ـ أخرجه البزار: ١١٣٥، والحميدى فى "مسنده": ٩٣١ (انظر: ٢٧٢٠٢)

(٤٥٤٠) تخريج: أخرجه مسلم: ١٣٠٨، وأخرجه البخارى: ١٧٣٢ موقوفا (انظر: ٤٨٩٨)

صحیح مسلم کی روایت کردہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث یوں ہے: ((ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمَكَّةَ)) ...... پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور (منٰی سے مکہ پہنچ کر) طوافِ افاضہ کیا اور مکہ میں ہی نمازِ ظہر ادا کی۔ امام نووی نے ان دو احادیث میں جمع تطبیق دیتے ہوئے کہا: آپ ﷺ نے زوال سے پہلے طوافِ افاضہ کیا، پھر نمازِ ظہر کو اس کے پہلے وقت میں مکہ میں ہی ادا کیا، لیکن پھر جب منٰی کی طرف واپس گئے اور دیکھا کہ صحابہ نے ابھی تک نمازِ ظہر ادا نہیں کی، جبکہ انھوں نے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ان کو یہ نماز پڑھائیں، پس آپ ﷺ نے ان کو دو نفل نماز پڑھائی، (بعض صحابہ نے سمجھا کہ آپ ﷺ کی یہی نمازِ ظہر ہے) اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ایک دفعہ اسی طرح نمازِ خوف پڑھائی تھی، یعنی ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں، جو آپ ﷺ کی فرضی نماز تھی اور دوسرے گروہ پھر دو رکعتیں پڑھائی، وہ آپ ﷺ کی نفلی نماز تھی۔ (شرح مسلم للنووی: ۸/۱۹۳) امام ابن منذر نے بھی اسی قسم کی بات کی ہے، لیکن امام شوکانی کی جمع تطبیق کی پیش کردہ صورت قدرے مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مکہ میں ہی نمازِ ظہر ادا کر لی، جب آپ ﷺ منٰی واپس پہنچے تو دیکھا کہ صحابہ با جماعت نمازِ ظہر ادا کر رہے تھے، پس آپ ﷺ ان کے ساتھ نفل کی نیت سے داخل ہو گئے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ جو آدمی پہلے نماز پڑھ چکا ہو، اگر وہ جماعت کو پا لے تو (نفل کی نیت سے) دوبارہ نماز پڑھ لے۔ (نیل الاوطار: ۵/۱۳۱)

(۴۵۴۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ رضی اللہ عنہم قَالَا: أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مِنًى لَيْلًا۔ (مسند احمد: ۲۶۱۱)

سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو منی سے آ کر طوافِ افاضہ کیا تھا۔

(۴۵۴۲) (وَعَنْهُمَا رضی اللہ عنہما مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ زَارَ الْبَيْتَ لَيْلًا۔ (مسند احمد: ۲۶۲۳۸)

(دوسری سند) رسول اللہ ﷺ نے رات کو بیت اللہ کا طوافِ زیارت کیا۔

(۴۵۴۳) (وَعَنْهُمَا مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَخَّرَ طَوَافَ يَوْمَ النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ۔ (مسند احمد: ۲۶۱۲)

(تیسری سند) رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کے طواف کو رات تک مؤخر کیا تھا۔

فوائد: ...... تعارض کی ایک شکل پھر پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس طرح کہ اس باب کی پہلی روایات کے مطابق

(۴۵۴۱) تخریج: صحیح بالشاهد، وهذا الحديث اسناده ضعيف، ابو الزبير محمد بن مسلم موصوف بالتدليس وقد عنعن، لكن تابعه محمد بن طارق، ولكنه عن طاؤوس مرسل۔ أخرجه ابوداود: ۲۰۰۰، والترمذی: ۹۲۰، وابن ماجه: ۳۰۵۹ (انظر: ۲۶۱۱)
(۴۵۴۲) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول
(۴۵۴۳) تخریج: انظر الحديث بالطريق الاول

آپ ﷺ نے ظہر سے پہلے طوافِ افاضہ کر لیا تھا، لیکن اِن روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ طواف رات کو کیا تھا۔ اس تعارض کو اس طرح دور کیا جائے گا کہ آپ ﷺ نے واقعی زوال سے پہلے طوافِ افاضہ کر لیا تھا، لیکن امہات المؤمنین کو یہ طواف کروانے کے لیے آپ ﷺ رات کو دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے، اس تطبیق کی تائید سنن بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے: ((وَزَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ نِسَائِهِ لَيْلًا)) ......رسول اللہ ﷺ نے رات کو اپنی بیویوں کے ساتھ طوافِ زیارت کیا تھا۔

(٤٥٤٤) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ أَبِيْهِ وَعَنْ أُمِّهِ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ؓ يُحَدِّثَانِهِ ذَالِكَ جَمِيْعًا، قَالَتْ: ، كَانَتْ لَيْلَتِيَ الَّتِيْ يَصِيْرُ إِلَيَّ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَسَاءَ يَوْمِ النَّحْرِ، قَالَتْ: فَصَارَ إِلَيَّ، قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي أُمَيَّةَ مُتَقَمِّصَيْنِ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِوَهْبٍ: ((هَلْ اَفَضْتَ بَعْدُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((اِنْزِعْ عَنْكَ الْقَمِيْصَ)) قَالَ: فَنَزَعَهُ مِنْ رَأْسِهِ، وَنَزَعَ صَاحِبُهُ قَمِيْصَهُ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالُوْا: وَلِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ رُخِصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوْا يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِمْتُمْ مِنْهُ إِلَّا مِنَ النِّسَاءِ، فَإِذَا أَنْتُمْ أَمْسَيْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَطُوْفُوْا بِهٰذَا الْبَيْتِ عُدْتُمْ حُرُمًا كَهَيْئَتِكُمْ قَبْلَ أَنْ تَرْمُوْا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطُوْفُوْا بِهِ۔)) (مسند احمد: ٢٧٠٦٥)

سیدہ ام سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں: یوم النحر کی شام کو میری رات ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس آنا تھا، سو آپ ﷺ میرے پاس آ گئے، اتنے میں سیدنا وہب بن زمعہ ؓ بھی میرے پاس آ گئے، جبکہ ان کے ساتھ آلِ ابو امیہ کا ایک آدمی بھی تھا، ان دونوں نے قمیصیں پہنی ہوئی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا وہب ؓ سے فرمایا: ''ابوعبد اللہ! کیا تم نے طوافِ افاضہ کر لیا ہے؟'' انھوں نے کہا: جی نہیں، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر قمیص اتار دو۔'' انھوں نے بھی سر کی جانب سے قمیص اتار دی اور ان کے ساتھی نے بھی سر کی طرف سے قمیص اتار دی، پھر انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھلا اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس دن میں ہمیں یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب تم لوگ جمرہ کی رمی کر لو تو تم حلال ہو جاؤ گے، یعنی تم کو جن امور سے (احرام کی وجہ سے) منع کر دیا تھا، وہ جائز ہو جائیں گے، ماسوائے بیویوں کے، لیکن جب تم شام تک بیت اللہ کا طواف ہی نہ کر سکو تو تم احرام کی اسی حالت میں لوٹ آؤ گے، جو جمرہ کی رمی سے پہلے تھی، یہاں تک کہ تم یہ طواف کر لو۔''

(٤٥٤٤) تخريج: قال الالباني: حسن صحيح۔ أخرجه ابوداود: ١٩٩٩ (انظر: ٢٦٥٣٠)

(٤٥٤٤م) قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ: أَبُوْ عُبَيْدَةَ وَحَدَّثَتْنِي أُمُّ قَيْسٍ ابْنَةُ مِحْصَنٍ، وَكَانَتْ جَارَةً لَهُمْ، قَالَتْ: خَرَجَ مِنْ عِنْدِي عُكَاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فِي نَفَرٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مُتَقَمِّصِيْنَ عَشِيَّةَ يَوْمِ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَيَّ عِشَاءً قُمُصُهُمْ عَلَى أَيْدِيْهِمْ يَحْمِلُوْنَهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ: أَيْ عُكَاشَةُ! مَالَكُمْ خَرَجْتُمْ مُتَقَمِّصِيْنَ ثُمَّ رَجَعْتُمْ وَقُمُصُكُمْ عَلَى أَيْدِيْكُمْ تَحْمِلُوْنَهَا؟ فَقَالَ: أَخْبَرَتْنَا أُمُّ قَيْسٍ: كَانَ هٰذَا يَوْمًا قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِيْهِ إِذَا نَحْنُ رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ حَلَلْنَا مِنْ كُلِّ مَا حَرُمْنَا مِنْهُ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النِّسَاءِ حَتّٰى نَطُوْفَ بِالْبَيْتِ، فَإِذَا أَمْسَيْنَا وَلَمْ نَطُفْ بِهِ صِرْنَا حُرُمًا كَهَيْئَتِنَا قَبْلَ أَنْ نَرْمِيَ الْجَمْرَةَ حَتّٰى نَطُوْفَ بِهِ وَلَمْ نَطُفْ فَجَعَلْنَا قُمُصَنَا كَمَا تَرَيْنَ۔ (مسند احمد: ٢٧٠٦٦)

ابو عبیدہ کہتے ہیں: میری پڑوسن سیدہ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا نے کہا: بنو اسد کے کچھ افراد سمیت سیدہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ میرے پاس سے نکلے، ان لوگوں نے قمیصیں پہنی ہوئی تھیں اور یہ یوم النحر کی شام تھی، لیکن جب عشاء کے وقت یہ لوگ واپس آئے تو انھوں نے اپنی قمیصیں اپنے ہاتھوں پر اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے کہا: اے عکاشہ! کیا ہوا تم لوگوں کو، جب تم نکلے تھے تو تم نے قمیصیں پہنیں ہوئی تھیں اور جب لوٹے ہو تو تم نے اپنی قمیصیں اپنے ہاتھوں پر اٹھائی ہوئی ہیں؟ انھوں نے کہا: سیدہ ام قیس رضی اللہ عنہا نے کہا: اس دس ذوالحجہ کے دن کو ہمیں یہ رخصت دی گئی ہے کہ جب ہم جمرہ کی رمی کر لیں تو (احرام کی وجہ سے) ممنوعہ چیزیں ہمارے لیے حلال ہو جائیں گے، ما سوائے بیویوں کے، وہ طوافِ افاضہ کے بعد حلال ہوں گی، لیکن اگر اس طرح ہو جائے کہ شام تک ہم طواف نہ کر سکیں تو ہم احرام کی اسی حالت میں واپس آ جائیں گے، جس میں ہم جمرہ کی رمی سے پہلے تھے، پھر بیت اللہ کا طواف کر لینے تک احرام کی حالت میں ہی ٹھہریں گے۔ چونکہ ہم نے طواف نہیں کیا تھا، اس لیے ہم نے اپنی قمیصیں اس طرح کر لی ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔

فوائد: ...... اس حدیث کے الفاظ "أَخْبَرَتْنَا أُمُّ قَيْسٍ"، مجمع الزوائد میں مسند احمد کے حوالے یہ الفاظ اس طرح ہیں: "خَيْرًا يَا أُمَّ قَيْس"، اور سنن بیہقی کی روایت کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں اور معنی بھی ان ہی الفاظ کے ساتھ درست بنتا ہے۔ معلوم ایسے ہوتا ہے کہ اصل الفاظ تو "خَيْرًا يَا أُمَّ قَيْسٍ" ہی تھے، کسی لکھنے والے سے غلطی ہو گئی اور اس نے "أَخْبَرَتْنَا أُمُّ قَيْسٍ" کے الفاظ لکھ دیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہم نے ان ہی الفاظ کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے۔ اس حدیث میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے، وہ اس سے سابق حدیث کی بنا پر صحیح ہے۔ آخری دو احادیث میں جو مسئلہ

(٤٥٤٤) تخريج: اسناده ضعيف، ابو عبيدة بن عبد الله بن زمعة لم يذكره احد بجرح ولا تعديل، وقد روى عنه جمع، وقال ابن حجر: مقبول، وقد اضطرب فيه ـ أخرجه الحاكم: ١/ ٤٨٩، والبيهقي: ٥/ ١٣٧، والطبراني في "الكبير": ١٨/ ٤٠(انظر: ٢٦٥٣١)

بیان کیا گیا، سارے کے سارے حجاج کرام اس سے غافل ہیں، الا ماشاء اللہ، اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ حرمین شریفین میں حج وعمرہ کے موضوع پر لکھی گئی جتنی پاکٹ سائز کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں، ان میں یہ مسئلہ بیان نہیں کیا گیا اور وہ مسئلہ یہ ہے: جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد میاں بیوی کے خاص تعلق کے علاوہ احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی آدمی شام تک طوافِ افاضہ نہ کر سکے تو یہ طواف مکمل کرنے تک احرام کی تمام پابندیاں دوبارہ عائد ہو جاتی ہیں، جن میں سب سے مشکل پابندی یہ ہوتی ہے کہ شلوار قمیض یا عام لباس اتار کر احرام والی دو چادریں پہنی جائیں، کیونکہ حجاج کرام کا سامان ان کی رہائش گاہوں میں یا منٰی میں پڑا ہوتا ہے، بہتر یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو شام سے پہلے طوافِ افاضہ مکمل نہ کر لینے کا شبہ ہو تو وہ احرام کی چادریں اپنے ساتھ رکھے یا سرے سے طواف کر لینے تک احرام والا لباس ہی نہ اتارے۔

آخری دو احادیث میں لفظ "مَسَاء" استعمال ہوا ہے، ہم نے جس کا معنی "شام" کیا ہے، حقیقت میں اس لفظ کا اطلاق زوال آفتاب کے بعد سے لے کر سخت اندھیرا ہو جانے تک ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں اس سے مراد رات کا ابتدائی حصہ ہے۔ اور رات کی ابتداء غروبِ آفتاب سے ہو جاتی ہے، حدیث نمبر (۴۵۴۴) کے ابتدائی حصے سے حافظ ابن حجر کے رجحان کو تقویت ملتی ہے، نیز حدیث نمبر (۴۵۴۴م) کے طحاوی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ لَّمْ يُفِضْ اِلَى الْبَيْتِ مِنْ عَشِيَّةِ هٰذِهٖ فَلْيَدَعِ الثِّيَابَ وَالطِّيْبَ۔)) ...... "جو اس دن کے "عَشِيّة" کو طواف نہ کر سکا، تو وہ کپڑے اتار دے اور خوشبو کو ترک کر دے۔" یہاں "عَشِيّة" سے مراد زوال آفتاب سے غروبِ آفتاب کا وقت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طواف افاضہ حج کا رکن ہے، اس کی ادائیگی کا افضل طریقہ یہ ہے کہ جمرۂ عقبہ کی رمی، قربانی اور حجامت کے بعد اور زوال سے پہلے پہلے یہ طواف کر لیا جائے، جیسا کہ آپ ﷺ نے کیا۔ طوف زیارت جلد از جلد ادا کر لیا جائے، بوجہ عذر یہ طواف (۱۳) ذوالحجہ غروبِ آفتاب تک مؤخر کیا جا سکتا ہے، اس طواف کے بعد آدمی مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے، یعنی بیویوں سے ہم بستری بھی کر سکتا ہے۔

جَوَازُ تَقْدِيْمِ النَّحْرِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالْإِفَاضَةِ بَعْضِهَا عَلٰى بَعْضٍ

دس ذوالحجہ کو قربانی، حجامت، رمی اور طواف افاضہ میں تقدیم و تاخیر کے جائز ہونے کا بیان

(٤٥٤٥) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَهُ رَجُلٌ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: ((لَا حَرَجَ۔)) وَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے قربانی سے قبل سر منڈوالیا؟ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: "کوئی حرج نہیں۔" ایک اور آدمی نے کہا: میں نے رمی سے پہلے قربانی کر

(٤٥٤٥) تخريج: أخرجه البخاري: ٨٤، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ومسلم: ١٣٠٧ (انظر: ٢٦٤٨)

أَرْمِيَ، قَالَ: فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ لَا حَرَجَ، قَالَ: فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ مِنَ التَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ إِلَّا أَوْمَأَ بِيَدِهِ وَقَالَ: ((لَا حَرَجَ۔)) (مسند احمد: ٢٦٤٨)

لی ہے؟ آپ ﷺ نے ہاتھ سے اس میں کوئی حرج نہ ہونے کا اشارہ کیا۔ اس دن ان امور کی تقدیم وتاخیر کے متعلق جس نے جو بھی بات دریافت کی، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے۔''

(٤٥٤٦)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الذَّبْحِ وَالرَّمْيِ وَالْحَلْقِ وَالتَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ۔)) (مسند احمد: ٢٣٣٨)

(دوسری سند) آپ ﷺ سے قربانی، رمی اور سر منڈانے کی تقدیم وتاخیر کے بارے میں جو سوال بھی کیا گیا، آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے۔''

(٤٥٤٧)(وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَالِثٍ) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سُئِلَ عَمَّنْ قَدَّمَ مِنْ نُسُكِهِ شَيْئًا قَبْلَ شَيْءٍ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: ((لَا حَرَجَ۔)) (مسند احمد: ١٨٥٨)

(تیسری سند) نبی کریم ﷺ سے مناسکِ حج کی تقدیم وتاخیر کے متعلق جو سوال بھی کیا گیا، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے۔''

(٤٥٤٨)عَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ الْجَمْرَةَ وَأَفَضْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَحْلِقْ؟ قَالَ: ((فَلَا حَرَجَ فَاحْلِقْ۔)) ثُمَّ أَتَاهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: إِنِّي رَمَيْتُ وَحَلَقْتُ وَلَبِسْتُ وَلَمْ أَنْحَرْ، فَقَالَ: ((لَا حَرَجَ فَانْحَرْ۔)) (مسند احمد: ٥٦٤)

سیدنا علی ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: میں جمرہ کی رمی اور طواف افاضہ تو کر چکا ہوں، لیکن ابھی تک میں نے سر نہیں منڈوایا اور دوسرے کپڑے پہن لیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے، اب سر منڈوالو۔'' ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: میں رمی اور سر منڈانے سے فارغ ہو گیا ہوں اور دوسرا لباس پہن لیا ہے، لیکن ابھی تک قربانی نہیں کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے، اب قربانی کرلو۔''

(٤٥٤٩) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ؓ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں اپنی سواری پر

(٤٥٤٦) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٤٧) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٤٨) تخريج: اسناده حسن (انظر: ٥٦٤)

(٤٥٤٩) تخريج: أخرجه البخاري: ١٢٤، ١٧٣٧، ٦٦٦٥، ومسلم: ١٣٠٦ (انظر: ٦٨٨٧)

وَاقِفًا عَلٰى رَاحِلَتِهِ بِمِنًى، قَالَ: فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ كُنْتُ أُرٰى أَنَّ الْحَلْقَ قَبْلَ الذَّبْحِ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، فَقَالَ: ((اِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ۔)) قَالَ: ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ كُنْتُ أُرٰى أَنَّ الذَّبْحَ قَبْلَ الرَّمْيِ فَذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((فَارْمِ وَلَا حَرَجَ۔)) قَالَ: فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قَدَّمَهُ رَجُلٌ قَبْلَ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: ((اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔)) قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَجَاءَهُ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ كُنْتُ أَظُنُّ الْحَلْقَ قَبْلَ الرَّمْيِ، فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((اِرْمِ وَلَا حَرَجَ۔)) (مسند احمد: ٦٨٨٧)

سوار تھے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو سمجھتا تھا کہ قربانی سے پہلے سر منڈانا ہے، اس لیے میں نے قربانی سے پہلے منڈوا لیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب ذبح کرلو، اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔'' اتنے میں ایک اور آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا خیال تھا کہ ذبح کرنا رمی سے پہلے ہے، اس لیے میں نے رمی سے پہلے قربانی کر لی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اب رمی کرلو۔'' اس روز جس شخص نے ان امور کی تقدیم وتاخیر کے بارے میں جو سوال بھی کیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اب کر لو، کوئی حرج نہیں ہے۔'' عبدالرزاق راوی نے کہا: ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سمجھتا تھا کہ رمی سے پہلے سر منڈوانا ہے، اس لیے میں نے رمی سے پہلے سر منڈوا لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب رمی کرلو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

(٤٥٥٠) عَنْ جَابِرٍ (بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ؓ) أَنَّهُ قَالَ: نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَلَقَ وَجَلَسَ لِلنَّاسِ، فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ: ((لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ۔)) حَتّٰى جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ، قَالَ: ((لَا حَرَجَ۔)) ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ: ((لَا حَرَجَ۔)) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((عَرَفَةُ مَوْقِفٌ وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، وَكُلُّ

سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قربانیوں سے فارغ ہو کر لوگوں کے لیے بیٹھ گئے، آپ ﷺ سے کسی بھی امر کی تقدیم وتاخیر کے بارے میں جو سوال کیا گیا، آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ''کوئی حرج نہیں ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔'' یہاں تک کہ ایک آدمی نے آکر کہا: میں نے قربانی سے پہلے سر منڈوا لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔'' بعد ازاں ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے رمی سے پہلے سر منڈوا لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں۔'' نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سارا عرفہ وقوف

(٤٥٥٠) حديث صحيح ۔ أخرج القطعة الاولى منه ابن ماجه: ٣٠٥، والقطعة الثانية منه ابوداود: ١٩٣٧، وهذه القطعة الثانية مذكوره فى حديث طويل، أخرجه مسلم: ١٢١٨ عن جابر ؓ (انظر: ١٤٤٩٨)

فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيقٌ وَمَنْحَرٌ۔)) (مسند احمد: ۱٤٥٥٢) کی جگہ ہے، سارا مزدلفہ جائے وقوف ہے اور سارا منیٰ قربان گاہ ہے اور مکہ کی تمام گلیاں راستے اور قربان گاہیں ہیں۔''

فوائد: ......دس ذوالحجہ کو مزدلفہ سے واپس آ کر کل چار امور سرانجام دیئے جاتے ہیں، ان کی مسنون ترتیب یہ ہے:

۱۔ جمرۂ عقبہ کی رمی ۲۔ ہدی ذبح یا نحر کرنا ۳۔ حجامت بنوانا، تحلیق کی جائے یا تقصیر ۴۔ طوافِ افاضہ

جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر یہ افعال اس ترتیب کے ساتھ سرانجام نہ دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے، اگر چہ کوئی جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہو یا بھول کر یا جہالت کی وجہ سے۔ درج بالا احادیث سے اسی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ مسنون ترتیب کی بہرحال اہمیت ہے، اس لیے قصداً تو اس کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے، ہاں بھولنے یا بے علمی کی وجہ سے ترتیب بدل جائے تو الگ بات ہے۔ (عبداللہ رفیق)

اَلْخُطْبَةُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى
یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کو منیٰ میں خطبہ کا بیان

(٤٥٥١) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: ((أَيُّ يَوْمٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)) فَقَالُوْا: يَوْمُنَا هٰذَا، قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)) قَالُوْا: شَهْرُنَا هٰذَا، قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟)) قَالُوْا: بَلَدُنَا هٰذَا، قَالَ: ((فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟)) قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ)) (مسند احمد: ١٥٠٥٣)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دس ذوالحجہ کو خطبہ دیا اور فرمایا: ''کون سا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟'' صحابہ نے کہا: آج کا یعنی دس ذوالحجہ کا دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کس مہینہ کی حرمت سب سے زیادہ ہے؟'' صحابہ نے کہا: یہ ذوالحجہ کا مہینہ، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون سا شہر سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟'' انھوں نے کہا: ہمارا یہ شہر یعنی مکہ مکرمہ، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے خون اور مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں، جیسے تمہارے اس شہر اور اس مہینے میں اس دن کی حرمت ہے، کیا میں نے تم لوگوں تک اللہ تعالی کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! گواہ ہو جاؤ۔''

فوائد: ......وعظ و نصیحت کے لیے اس قسم کے خطابات اور دروس کا اہتمام کیا گیا، کیونکہ یہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا سب سے بڑا اجتماع تھا، اور شرعی احکام کی تبلیغ کا سنہری موقع تھا، کیونکہ اس اجتماع میں شرکت کرنے والوں کی بھاری اکثریت آپ ﷺ کی طویل صحبت سے محروم تھی، جبکہ آپ ﷺ اس حجۃ الوداع کے موقع پر اس حقیقت کا اظہار بھی کر چکے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آ چکا ہے اور ایسے ہی ہوا اور آپ ﷺ تقریباً

(٤٥٥١) تخریج: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔ أخرجه ابن ابی شیبة: ١٥/ ٢٧ (انظر: ١٤٩٩٠)

(۹۰) دنوں کے بعد خالقِ حقیقی کو جا ملے۔

(٤٥٥٢) عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟)) قَالُوْا: هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟)) قَالُوْا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟)) قَالُوْا: شَهْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((إِنَّ أَمْوَالَكُمْ وَ دِمَاءَ كُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِ كُمْ هٰذَا۔)) ثُمَّ أَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟)) مِرَارًا، قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاللّٰهِ! إِنَّهَا لَوَصِيَّةٌ إِلٰى رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ قَالَ: ((أَلَافَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَاتَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔)) (مسند احمد: ٢٠٣٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''لوگو! یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا دن ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کونسا شہر ہے؟'' صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا شہر ہے۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''یہ کون سا مہینہ ہے؟'' صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے مال، تمہارے خون اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے اس شہر میں اور اس مہینے میں آج کے دن کی حرمت ہے۔'' آپ نے یہ الفاظ متعدد مرتبہ دہرائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر متعدد بار فرمایا: ''کیا میں نے لوگوں تک پیغام پہنچا دیا ہے؟'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! یہ آپ ﷺ کی طرف سے امت کے حق میں اللہ تعالی کو وصیت تھی۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! جو لوگ اس وقت موجود ہیں، وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں، جو یہاں موجود نہیں ہیں، لوگو! تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

فوائد: ...... صحیح بخاری کی روایت یہ وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہم مسلمان کے جان و مال اور عزت وحرمت کا کم از کم اس قدر پاس ولحاظ رکھیں کہ وہ ہماری کسی کاروائی کی وجہ سے متاثر نہ ہوں، کتنے خوبصورت اور واشگاف انداز میں آپ ﷺ نے تین مختلف سوالات کر کے تمہید باندھی اور پھر بار بار مسلمان کے خون، مال اور عزت کی حرمت کی وضاحت فرمائی۔

لیکن صورتحال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مال اور عزت کا قطعی طور پر کوئی خیال نہیں رکھا جاتا، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے عام مسلمان قتل کے جرم سے محفوظ رہتے ہیں، اگرچہ قتل و غارت گری بھی عام ہے۔

''یہ آپ ﷺ کی طرف سے امت کے حق میں'' صحیح بخاری: (۱۷۳۹) میں عربی الفاظ یہ ہیں ''انها لوصیته، الی امتہ'' کہ یہ (کہ موجود لوگ غیر موجود لوگوں تک میری باتیں پہنچائیں) نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لئے

(٤٥٥٢) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٣٩، ٧٠٧٩ (انظر: ٢٠٣٦)

وصیت تھی۔ (عبداللہ رفیق)

(٤٥٥٣) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ بِمِنًى وَنَزَّلَهُمْ مَنَازِلَهُمْ، وَقَالَ: ((لِيَنْزِلِ الْمُهَاجِرُوْنَ هَاهُنَا وَأَشَارَ إِلَى الْقِبْلَةِ، وَالْأَنْصَارُ هَاهُنَا وَأَشَارَ إِلَى مَيْسَرَةِ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ لِيَنْزِلِ النَّاسُ حَوْلَهُمْ۔)) قَالَ: وَعَلَّمَهُمْ مَنَاسِكَهُمْ، فَفُتِحَتْ أَسْمَاعُ أَهْلِ مِنًى حَتّٰى سَمِعُوْهُ فِي مَنَازِلِهِمْ، قَالَ: فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((ارْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ۔)) (مسند احمد: ٢٣٥٦٤)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو منیٰ میں خطبہ دیا اور آپ ﷺ نے خود ان کو ان کی جگہ پر بٹھانے کے لیے فرمایا: ''مہاجرین یہاں بیٹھ جائیں، اس کے ساتھ ہی آپ نے قبلے کی طرف اشارہ کیا، انصار یہاں بیٹھ جائیں، اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے قبلے کی بائیں جانب اشارہ کیا اور باقی لوگ ان کے اردگرد بیٹھ جائیں۔'' پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو حج کے مناسک کی تعلیم دی، اللہ تعالی نے منیٰ والوں کے کان اس حد تک کھول دیئے کہ انھوں نے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے بیٹھے ہی آپ ﷺ کی باتیں سن لیں۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا تھا: ''(چنے یا لوبیا وغیرہ کے دانے کے برابر) کنکریوں کا اہتمام کرو۔''

(٤٥٥٤) عَنِ الْهِرْمَاسِ بْنِ زِيَادٍ الْبَاهِلِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِي مُرْدِفِي خَلْفَهُ عَلٰى حِمَارٍ وَأَنَا صَغِيْرٌ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ بِمِنًى عَلٰى نَاقَتِهِ الْعَضْبَاءِ۔ (مسند احمد: ٢٠٣٣٤)

سیدنا ہرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں چھوٹا تھا اور مجھے میرے والد نے اپنے پیچھے گدھے پر سوار کیا ہوا تھا، اس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو منی میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا تھا، جبکہ آپ ﷺ عضباء نامی اونٹنی پر سوار تھے۔

فوائد: ......عضباء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان کٹے ہوئے ہوں۔ عضبا، کا اصل معنی تو فوائد میں ذکر ہوا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کے کان کیے ہوئے تھے۔ یعنی وہ اسم با مسمی تھی یا اس کا صرف نام یہ تھا، حقیقت میں وہ ایسی نہیں تھی۔ دوسری رائے زیادہ مشہور ہے۔ دیکھیں، نہایہ فی غریب الحدیث: ۲۵۱۔ (عبداللہ رفیق)

(٤٥٥٥) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى۔ (مسند احمد: ١٦٠٦٤)

(دوسری سند) سیدنا ہرماس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے دس ذوالحجہ کو منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔

(٤٥٥٣) تخريج: ضعيف دون قوله: "ارموا الجمرة بمثل حصى الخذف" فهو صحيح لغيره ـ أخرجه بنحوه ابوداود: ١٩٥١ (انظر: ٢٣١٧٧)

(٤٥٥٤) تخريج: اسناده حسن ـ أخرجه ابوداود: ١٩٥٤ (انظر: ٢٠٠٧٤)

(٤٥٥٥) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٥٦) عَنْ مُرَّةَ الطَّيِّبِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي غُرْفَتِي هٰذِهِ حَسِبْتُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ النَحْرِ عَلٰى نَاقَةٍ لَهُ حَمْرَاءَ مُخَضْرَمَةٍ، فَقَالَ: ((هٰذَا يَوْمُ النَّحْرِ وَهٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ۔)) (مسند احمد: ١٥٩٨١)

مُرّۃ طیّب سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک صحابی نے مجھے میرے اس کمرے میں حدیث بیان کی اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو سرخ رنگ والی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیا، اس اونٹنی کا کان کٹا ہوا تھا، آپ ﷺ نے خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا: ''آج قربانی کا دن ہے اور یہ حج اکبر کا دن ہے۔''

فوائد: ...... ہر حج کو حج اکبر اور ہر عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور حج کو ''حج اصغر'' یعنی عمرہ سے ممتاز رکھنے کے لیے حج اکبر کہا جاتا ہے، نیز دس ذوالحجہ کو حج اکبر کا دن اس لیے کہا جاتا ہے کہ حج کے زیادہ ارکان اسی دن کو ادا کیے جاتے ہیں۔ یہ صرف عوامی نظریہ ہے کہ جو حج جمعہ والے دن آ جائے، وہ حج اکبر ہوتا ہے، یہ نظریہ بے اصل ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں۔ سیدنا رافع بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنًى حِيْنَ ارْتَفَعَ الضُّحٰى عَلٰى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ وَعَلِيٌّ رضی اللہ عنہ يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَائِمٍ وَ قَاعِدٍ)) ...... میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سفید خچر پر سوار ہو کر لوگوں کو منٰی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، یہ چاشت کا وقت تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی آواز کو آگے پہنچا رہے تھے، جبکہ بعض لوگ کھڑے تھے اور بعض بیٹھے ہوئے تھے۔ (سنن ابو داود: ١٩٥٦)

فوائد: ......معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو لوگوں کی تعلیم و تربیت اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ کے لیے خطبے کا اہتمام کیا۔

اَلْمَبِيْتُ بِمِنًى لَيَالِيَ مِنًى وَرَمْيُ الْجِمَارِ فِيْ اَيَّامِهَا وَغَيْرُ ذَالِكَ

منٰی کی راتیں منٰی میں بسر کرنے، ان دنوں میں جمروں کی رمی کرنے اور کچھ دوسرے امور کا بیان

وَقْتُ رَمْيِ الْجِمَارِ فِيْ غَيْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَآدَابُهُ

یوم النحر یعنی دس ذوالحجہ کے بعد والے دنوں میں کنکریاں مارنے کے وقت اور اس کے آداب کا بیان

(٤٥٥٧) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: أَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى مِنًى فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ يَرْمِي الْجَمْرَةَ إِذَا زَالَتِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن کے آخر میں طواف افاضہ کیا، جب نمازِ ظہر پڑھی، پھر آپ ﷺ منٰی کو واپس چلے گئے اور ایام تشریق منٰی میں گزارے، زوال آفتاب کے بعد آپ ﷺ جمروں کی رمی کرتے تھے، ہر جمرہ

(٤٥٥٦) اسناده صحيح ـ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٥٧، والنسائي في "الكبرى": ٤٠٩٩ (انظر: ١٥٨٨٦)
(٤٥٥٧) تخريج: حديث حسن۔ أخرجه ابوداود: ١٩٧٣ (انظر: ٢٤٥٩٢)

الشَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَيَقِفُ عِنْدَ الْأُوْلَى وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ فَيُطِيْلُ الْقِيَامَ وَيَتَضَرَّعُ وَيَرْمِي الثَّالِثَةَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا۔ (مسند احمد: ٢٥٠٩٩)

کو سات سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر پکارتے، پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس کھڑے ہو کر طویل دعائیں کرتے اور گڑگڑاتے۔ پھر تیسرے جمرہ (جمرۂ عقبہ) کی رمی کرکے وہاں کھڑے نہ ہوتے تھے۔

فوائد: ......آپ ﷺ نے طواف افاضہ کب کیا تھا، حدیث نمبر (۴۵۴۰ تا ۴۵۴۳) اور ان کے فوائد میں اس پر بحث ہو چکی ہے۔

(٤٥٥٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ‌رضی ‌اللہ ‌عنہما قَالَ: رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْجِمَارَ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ أَوْ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ۔ (مسند احمد: ٢٢٣١)

سیدنا عبد اللہ بن عباس ‌رضی ‌اللہ ‌عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زوال آفتاب کے وقت یا زوال کے بعد جمروں کی رمی کرتے تھے۔

فوائد: ......دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر کے بعد والے دنوں میں زوالِ آفتاب کے بعد رمی کی ہے۔

(٤٥٥٩) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّانِيَةِ أَطْوَلَ مِمَّا وَقَفَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ أَتَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَرَمَاهَا وَلَمْ يَقِفْ عِنْدَهَا۔ (مسند احمد: ٦٦٦٩)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ‌رضی ‌اللہ ‌عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے جمرے کی بہ نسبت دوسرے جمرے کے پاس دعا کے لئے زیادہ دیر ٹھہرتے تھے اور پھر جمرۂ عقبہ کے پاس آکر اس کی رمی کرتے، لیکن اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے۔

(٤٥٦٠) عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الْأُوْلَى الَّتِي تَلِي الْمَسْجِدَ رَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ ذَاتَ الْيَسَارِ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي فَيَقِفُ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُوْا، وَكَانَ يُطِيْلُ الْوُقُوْفَ، ثُمَّ يَرْمِي الثَّانِيَةَ بِسَبْعِ

امام زہری کہتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف والے پہلے جمرہ کی رمی کرتے تو اسے سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، اس کے بعد بائیں جانب مڑتے اور وادی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور کافی دیر تک دعا کرتے رہتے، اس کے بعد آپ دوسرے جمرے کی رمی کرتے، اس کو بھی سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے، پھر

(٤٥٥٨) حسن، وهذا اسناد ضعيف ـ أخرجه ابن ماجه: ٣٠٥٤، والترمذي: ٨٩٨ (انظر: ٢٢٣١)

(٤٥٥٩) تخريج: صحيح لغيره (انظر: ٦٦٦٩)

(٤٥٦٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٥١، ١٧٥٢، ١٧٥٣ (انظر: ٦٤٠٤)

حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ ذَاتَ الْيَسَارِ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي فَيَقِفُ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُوْا، ثُمَّ يَمْضِي حَتَّى يَأْتِيَ الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ، قَالَ: الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمًا، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ هٰذَا، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ مِثْلَ هٰذَا۔ (مسند احمد: ٦٤٠٤)

بائیں جانب ہٹ کر وادی میں قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہتے، بعد ازاں آگے بڑھتے اور جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچ کر اسے سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے اور وہاں سے واپس پلٹ آتے اور اس جمرہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔ امام زہری نے کہا: میں نے سالم سے سنا، وہ یہ حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کرتے تھے، اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی اسی طرح ہوتا تھا۔

فوائد: ......مسجد سے مراد مسجدِ خیف ہے، یعنی یہ جمرہ باقی جمروں کی بہ نسبت اس مسجد کے قریب ہے۔ دعا کرنے کے لیے آج کل آسانی کے ساتھ ان جہتوں کا تعین کیا جا سکتا ہے، اب جمروں کی رمی کے لیے مختلف منزلیں بنا دی گئی ہیں اور ساری جگہ ہموار کر دی گئی ہے۔

(٤٥٦١) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا نَبْنِيْ لَكَ بِمِنًى بَيْتًا أَوْ بِنَاءً يُظِلُّكَ مِنَ الشَّمْسِ؟ فَقَالَ: ((لَا، إِنَّمَا هُوَ مُنَاخٌ لِمَنْ سَبَقَ إِلَيْهِ۔)) (مسند احمد: ٢٦٠٥٧)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے لئے منیٰ میں گھر یا کوئی خیمہ نہ لگا دیں، جو آپ کو دھوپ سے بچائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی نہیں، منی تو اس آدمی کے لیے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے، جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔''

فوائد: ......احادیثِ مبارکہ میں بیان کردہ احکام واضح ہیں کہ تشریق والے ایام منیٰ میں گزارے جائیں اور ان تینوں دنوں میں زوالِ آفتاب کے بعد رمی کی جائے، جبکہ پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس رک کر اور قبلہ رخ ہو کر گڑگڑا کر طویل دعا کی جائے اور اس مقصد کے لیے جمرۂ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرا جائے، نیز ان دنوں میں کثرتِ ذکر کا اہتمام کیا جائے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ﴾ ......''اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں میں کرو۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۰۳) ان دنوں سے مراد ایامِ منیٰ ہیں۔

(٤٥٦١) تخريج: اسناده ضعيف، وتفرد به ابراهيم بن مهاجر، وهو ضعيف، ووالدة يوسف بن ماهك، وهي مسيكة المكية، مجهولة ـ أخرجه ابوداود: ٢٠١٩، والترمذي: ٨٨١، وابن ماجه: ٣٠٠٦، ٣٠٠٧ (انظر: ٢٥٥٤١)

اَلرُّخْصَةُ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِيْ جَمْعِ رَمْيِ يَوْمَيْنِ فِيْ يَوْمٍ وَفِي الْمَبِيْتِ بِمَكَّةَ أَيَّامَ مِنًى لِذَوِي الْحَاجَاتِ بِهَا

اس امر کا بیان کہ اونٹوں کے چرواہوں کے لئے دو دنوں کی رمی ایک دن میں کر لینا اور ضرورت مندلوگوں کا منی کی راتیں مکہ میں گزار لینا جائز ہے

(٤٥٦٢) عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عَدِيِّ عَنْ أَبِيْهِ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: أَرْخَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوْتَةِ أَنْ يَرْمُوْا يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَجْمَعُوْا رَمْيَ يَوْمَيْنِ بَعْدَ النَّحْرِ فَيَرْمُوْنَهُ فِي أَحَدِهِمَا، (قَالَ مَالِكٌ: ظَنَنْتُ أَنَّهُ فِي الْآخِرِ مِنْهُمَا) ثُمَّ يَرْمُوْنَ يَوْمَ النَّفْرِ۔ (مسند احمد: ٢٤١٨٣)

سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو یہ رخصت دے دی کہ وہ (منی سے باہر) راتیں گزار سکتے ہیں اور وہ دس ذوالحجہ کو رمی کر کے چلے جائیں، اس کے بعد آ کر دو دن کی رمی ایک دن میں کر لیں اور پھر روانگی والے دن رمی کریں۔ مالک راوی نے کہا: میرا خیال ہے کہ وہ (دس ذوالحجہ کے بعد) دوسرے دن (یعنی بارہ ذوالحجہ کو رمی کریں گے)۔

(٤٥٦٣) (وَعَنْهُ مِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْخَصَ لِلرِّعَاءِ أَنْ يَتَعَاقَبُوْا فَيَرْمُوْا يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَدَعُوْا يَوْمًا وَلَيْلَةً، ثُمَّ يَرْمُوْا الْغَدَ۔ (مسند احمد: ٢٤١٨٤)

(دوسری سند) نبی کریم ﷺ نے چرواہوں کو یہ رخصت دی تھی کہ وہ باریاں مقرر کر لیں، دس ذوالحجہ کو رمی کر لیں، اس کے بعد ایک دن رات کا وقفہ کر کے اگلے دن آ کر رمی کر لیں۔

فوائد: ......اگر چرواہے کو کوئی متبادل چیز مل سکتی ہو، مثلا رات کو واپس آ جانا آسان ہو یا کسی غیر حاجی شخص سے اجرت پر یا بغیر اجرت کے تعاون لینا ممکن ہو یا منی سے ہی جانوروں کا چارہ خریدا جا سکتا ہو، جبکہ مالک کو ایسے معاون کے سلسلے میں امن ہو یا کسی اور جگہ سے چارہ خریدنے کی استطاعت ہو تو چرواہے کا عذر ختم ہو جائے گا اور وہ منی میں ہی رات گزارے گا۔

(٤٥٦٤) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ (يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما) أَنَّ الْعَبَّاسَ رضی اللہ عنہ اِسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي أَنْ يَبِيْتَ بِمَكَّةَ أَيَّامَ مِنًى مِنْ أَجْلِ السِّقَايَةِ، فَرَخَّصَ لَهُ۔ (مسند احمد: ٤٦٩١)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حجاج کرام کو زمزم کا پانی پلانے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے یہ اجازت طلب کی وہ ایام منیٰ والی راتیں مکہ میں گزار لیں، آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔

(٤٥٦٢) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه الترمذى: ٩٥٥، وابن ماجه: ٣٠٣٧ (انظر: ٢٣٧٧٦)

(٤٥٦٣) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٦٤) تخريج: أخرجه البخارى: ١٦٣٤، ١٦٤٣، ومسلم: ١٣١٥ (انظر: ٤٦٩١)

فوائد: ......عبد مناف، حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ادا کرتے تھے، ان کے بعد بالترتیب بنو ہاشم، عبد المطلب اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری ادا کی، جب مکہ مکرمہ پر اسلام غالب آیا تو اس وقت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ہی پانی پلانے کے والی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہدہ ان کے پاس ہی رہنے دیا۔ ذہن نشین کر لیں کہ یہ صرف شرف ہی نہیں تھا، بلکہ کچھ عرصہ پہلے تک، جب اس سرزمین میں جدید مشینیں نہیں تھیں، یہ زیادہ ضروری بھی تھا کہ کسی ایک بندے کو حجاج کرام کو پانی پلانے کا منتظم بنا دیا جائے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کی بنا پر منٰی والی راتیں مکہ مکرمہ میں گزارنے کی اجازت دی۔ پانی پلانے کی جو صورتحال آج موجود ہے، بکثرت ٹونٹیاں لگا دی گئی ہیں، خودکار مشینیں کام کر رہی ہیں، جن کا خراب ہونا انتہائی نادر ہے، ایسی صورت میں صرف ضروری مسئول اور ملازم کو مستثنی کیا جائے گا۔ حرم مکی کے یا دوسرے ملازموں کی بھی یہی صورتحال ہوگی کہ اگر منٰی میں راتیں گزارنے کی وجہ سے ان کی ڈیوٹی متاثر ہوتی ہو یا ان کو چھٹی نہ ملتی ہو تو وہ اپنے کام جاری رکھیں اور چرواہوں کی طرح رمی کر لیں۔ اسی طرح دوسرے معذور حضرات کا بھی یہی حکم ہوگا، مثلا ایسا مریض کہ جس کا ہسپتال میں رہنا ضروری ہو، لیکن یہ ساری رخصتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جو منٰی والے ایام سے پہلے والے ارکان ادا کر چکے ہوں۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى﴾ ......''اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں میں کرو، دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لیے ہے۔'' (سورۂ بقرہ: ۲۰۳)

جمرات کو کنکریاں مارنا تین دن افضل ہیں، یعنی (۱۱، ۱۲، ۱۳) ذوالحجہ کے دن، لیکن اگر کوئی آدمی دو دن (۱۱، ۱۲ ذوالحجہ) کو کنکریاں مار کر منٰی سے واپس آ جائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

قَصْرُ الصَّلَاةِ بِمِنًى وَعَدَمُ جَوَازِ صِيَامِ اَيَّامِهَا

منٰی میں نمازوں کو قصر کر کے ادا کرنے اور ان دنوں میں روزہ کے ناجائز ہونے کا بیان

(٤٥٦٥) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔ (مسند احمد: ٣٩٥٣)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منٰی میں دو دو رکعتیں یعنی قصر نمازیں ادا کیں، کاش ان چار رکعتوں کے بدلے میں میری دو رکعتیں قبول کر لی جائیں۔

(٤٥٦٦) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں

(٤٥٦٥) تخريج: أخرجه البخاري: ١٠٨٤، ومسلم: ٦٩٥ (انظر: ٣٩٥٣)

(٤٥٦٦) تخريج: صحيح لغيره ۔ أخرجه النسائي: ٣/ ١٢٠ (انظر: ١٢٤٦٤)

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُثْمَانَ رَكْعَتَيْنِ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ۔ (مسند احمد: ١٢٤٩١)

نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منی میں دو رکعتیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعتیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو رکعتیں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی خلافت کے شروع میں دو رکعتیں پڑھی تھیں۔

(٤٥٦٧) عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَعَثَهُ وَأَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ فَنَادَيَا: أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَأَيَّامُ التَّشْرِيْقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ۔ (مسند احمد: ١٥٨٨٦)

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور سیدنا اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق کے دوران یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ ''صرف مومن جنت میں جائے گا اور ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔

فوائد: ...... حدیث نمبر (٣٨٦٠) کے باب میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ ایام تشریق میں روزے رکھنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ حج تمتع کرنے والا شخص، جو قربانی نہ کرسکتا ہو، ان دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ یہ حقیقت تو بلا شک وشبہ ہے کہ عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے دور میں منی میں قصر نماز کی وجہ سفر تھی اور یہ قصر حج کی مناسبت کی وجہ سے نہ تھی۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منٰی میں مکمل نماز کیوں پڑھائی اور قصر نماز کے لیے جس حد بندی کا تعین کیا جاتا ہے، کیا منٰی اس کا مصداق بنتا ہے یا نہیں؟ ان دونوں مسئلوں پر حدیث نمبر (٢٣٥٧) کے باب اور اس میں مذکورہ احادیث کے فوائد میں سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے، قارئین خود مطالعہ کر لیں۔

اَلْخُطْبَةُ اَوْسَطَ اَيَّامِ التَّشْرِيقِ
ایام تشریق کے وسط میں خطبہ دینے کا بیان

(٤٥٦٨) عَنْ أَبِي نَضْرَةَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسْطَ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِأَعْجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا

بونضرہ کہتے ہیں: مجھے اس آدمی نے بیان کیا جس نے ایام تشریق کے وسط میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، مگر تقوی کے ساتھ۔ کیا میں نے

(٤٥٦٧) تخريج: أخرجه مسلم: ١١٤٢ (انظر: ١٥٧٩٣)
(٤٥٦٨) تخريج: اسناده صحيح (انظر: ٢٣٤٨٩)

لِأَسْوَدَ عَلٰی أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰی، أَبَلَّغْتُ؟)) قَالُوْا: بَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔ ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّ یَوْمٍ ھٰذَا؟)) قَالُوْا: حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّ شَھْرٍ ھٰذَا؟)) قَالُوْا: شَھْرٌ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّ بَلَدٍ ھٰذَا؟)) قَالُوْا: بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ: ((فَإِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ بَیْنَکُمْ دِمَاءَ کُمْ وَأَمْوَالَکُمْ قَالَ: وَلَا أَدْرِی قَالَ: وَأَعْرَاضَکُمْ أَمْ لَا، کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا، أَبَلَّغْتُ؟)) قَالُوْا: بَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ: ((لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ۔)) (مسند احمد: ۲۳۸۸۵)

اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟'' صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''آج کون سا دن ہے؟'' صحابہ نے کہا: آج حرمت والا دن ہے۔ آپ نے پوچھا: ''یہ کون سا مہینہ ہے۔'' صحابہ نے عرض کیا: یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''یہ کون سا شہر ہے؟'' صحابہ نے کہا: یہ حرمت والا شہر ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون، مال اور عزت کو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام کر دیا ہے، جیسے اس ماہ میں اور اس شہر میں اس دن کی حرمت ہے۔ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا؟'' صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں، جو یہاں موجود نہیں ہیں۔''

فوائد: ......حدیثِ مبارکہ کا ابتدائی حصہ انتہائی قابل غور ہے۔ لوگوں نے حسب ونسب، حسن و جمال، عہدہ و منصب، سیاست و سیادت، مال و دولت، بھاری تنخواہوں والی نوکریوں، دنیوی تعلیم کی ڈگریوں اور اس قسم کے دوسرے اسبابِ دنیا کو اعزاز کی علامت سمجھ رکھا ہے، بلکہ بعض شیطان تو بدمعاشی، بغاوت، ظلم، ڈاکہ زنی اور قتل تک کے جرائم کو اپنے لیے عزت کا سبب سمجھتے ہیں۔ اس بگاڑ کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے اپنے آپ کو ظاہری طور پر معزز اور بڑا ثابت کرنے کی کوشش کی اور باطن کی اصلاح کو بھول گئے، جبکہ شریعت کا قانون یہ تھا کہ اگر باطن کی اصلاح کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ شریعت کی روشنی میں ظاہر کو درست رکھا جائے تو ایسی عزتیں ملتی ہیں کہ انسان اپنی سوچوں کے مطابق ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا، لیکن کاش کہ ہماری مزاج شریعت کو اپنی مجبوری سمجھتے۔ جبکہ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اِن سب امور و اسباب میں آزمائش کا عنصر پایا جاتا ہے، رہا مسئلہ مقام و مرتبہ اور فضیلت و عظمت کا تو وہ صرف اور صرف قرآن و حدیث کا عملی طور پر لحاظ رکھنے میں پایا جاتا ہے۔

(۴۵۶۹) عَنْ بِشْرِ بْنِ سُحَیْمٍ ؓ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَطَبَ فِی أَیَّامِ التَّشْرِیْقِ (وَفِیْ لَفْظٍ: فِیْ أَیَّامِ الْحَجِّ) فَقَالَ: ((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَۃٌ وَإِنَّ ھٰذِہِ الْأَیَّامَ أَیَّامُ

سیدنا بشر بن سحیم ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایام حج کے دوران ایام تشریق میں خطبہ دیا اور فرمایا: ''جنت میں صرف وہ آدمی داخل ہوگا جو مسلمان ہوگا اور یہ (ایام تشریق کے) ایام کھانے پینے کے دن ہیں۔''

(۴۵۶۹) تخریج: اسنادہ صحیح ۔ أخرجہ ابن ماجہ: ۱۷۲۰ (انظر: ۱۵۴۲۸)

أَكْلٍ وَشُرْبٍ۔)) (مسند احمد: ١٥٥٠٦)

(٤٥٧٠) عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي بَكْرٍ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ بِمِنًى عَلَى رَاحِلَتِهِ وَنَحْنُ عِنْدَ يَدَيْهَا۔ قَالَ: إِبْرَاهِيمُ، وَلَا أَحْسَبُهُ إِلَّا قَالَ: عِنْدَ الْجَمْرَةِ۔ (مسند احمد: ٢٣٥٣٢)

بنو بکر کا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں لوگوں سے خطاب کیا، جبکہ آپ ﷺ سواری پر تھے اور ہم سواری کے سامنے جمرہ کے قریب کھڑے تھے۔

فوائد: ......ان خطابات کا مناسکِ حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، آپ ﷺ کا مقصد تبلیغ کرنا ہے، دیکھیں حدیث نمبر (۴۵۵۱)۔

نُزُوْلُ الْمُحَصَّبِ اِذَا نَفَرَ مِنْ مِنًى
منیٰ سے واپسی پر وادیٔ محصّب میں ٹھہرنے کا بیان

تنبیہ: ...... دو پہاڑوں کے درمیان ایک مقام کا نام مُحَصَّب ہے، یہ مکہ مکرمہ کی بہ نسبت منیٰ کے زیادہ قریب ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں سے کثرت کے ساتھ سیلاب بہتے تھے، اسی کو خیف بنی کنانہ، ابطح اور بطحاء کہتے ہیں۔

(٤٥٧١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى: ((نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ۔)) يَعْنِي بِذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ، وَذٰلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَن لَا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتّٰى يُسْلِمُوْا إِلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ٧٢٣٩)

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ کو دن کے شروع میں فرمایا، جبکہ آپ ﷺ منیٰ میں تھے: ''ہم کل خیفِ بنی کنانہ میں ٹھہریں گے، جہاں کفار نے مسلمانوں کے خلاف آپس میں قسمیں اٹھائی تھیں۔'' آپ ﷺ کی مراد وادیٔ محصّب تھی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنو کنانہ نے اس مقام پر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ اس وقت تک نہ نکاح کریں گے اور نہ خرید و فروخت، جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے نہیں کر دیں گے۔

فوائد: ......''ہم کل خیفِ بنی کنانہ میں ٹھہریں گے۔'' اس حدیث کے مطابق تو یہ ذوالحجہ کی گیارہ تاریخ بنتی ہے، جب کہ تیرہ ذوالحجہ تک تو آپ ﷺ نے منیٰ میں قیام کرنا تھا، اصل بات یہ ہے کہ اگرچہ ''غَدًا'' کا اطلاق موجودہ دن کے متصل بعد والے دن پر ہوتا ہے، لیکن عربوں نے وسعت اختیار کی اور اس لفظ کا اطلاق آنے والے کسی بھی وقت

(٤٥٧٠) تخريج: اسناده صحيح ـ أخرجه ابوداود: ١٩٥٢ (انظر: ٢٣١٤٤)

(٤٥٧١) تخريج: أخرجه البخاري: ١٥٩٠، ومسلم: ١٣١٤ (انظر: ٧٢٤٠)

پر بھی کر دیا اور یہاں یہی معنی مقصود ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ایام تشریق کے بعد منٰی سے روانہ ہونا تھا۔ اس حدیثِ مبارکہ سے پتہ چلا ہے کہ آپ ﷺ نے بڑے اہتمام اُور عزم کے ساتھ وادیٔ محصب میں قیام کیا تھا، اس سے آپ ﷺ کا مقصود اسلام کا اظہار اور غلبہ تھا، یہ قیام اتفاقی طور پر نہ تھا۔ آنے والی احادیث میں اس وادی میں قیام کے متعلق سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم کی جو آراء بیان کی گئی ہیں، وہ ان ہستیوں کا ذاتی فہم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو مذکورہ بالا حدیث کا علم نہ ہو سکا تھا، باب کے آخر میں مزید بحث کی جائے گی۔

(٤٥٧٢) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فِي قِصَّةِ عُمْرَتِهَا بَعْدَ الْحَجِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: ((أُخْرُجْ بِأُخْتِكَ فَلْتَعْتَمِرْ فَطُفْ بِهَا الْبَيْتَ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ ثُمَّ لِتَقْضِ، ثُمَّ ائْتِنِي بِهَا قَبْلَ أَنْ أَبْرَحَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ۔)) قَالَتْ: فَإِنَّمَا أَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْحَصْبَةِ مِنْ أَجْلِي، (وَفِي لَفْظٍ:) قَالَتْ: ثُمَّ ارْتَحَلَ حَتّٰى نَزَلَ الْحَصْبَةَ قَالَتْ: وَاللّٰهِ! مَا نَزَلَهَا إِلَّا مِنْ أَجْلِي۔ (مسند احمد: ٢٤٩٩٥)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے والے بعد اپنے عمرے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم اپنی بہن (عائشہ) کے ہمراہ جاؤ اور ان کو بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کراؤ، تاکہ یہ اپنا عمرہ ادا کر لے، پھر اس کو میرے پاس واپس لے آنا، لیکن اس سے پہلے کہ میں حصبہ والی رات گزار لوں، (یعنی راتوں رات واپس آ جانا)۔'' سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں صرف میری وجہ سے قیام کیا تھا۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ ﷺ منٰی سے روانہ ہو کر وادی محصّب میں جا کر ٹھہرے، اللہ کی قسم! آپ نے صرف میری وجہ سے وہاں قیام کیا تھا۔

(٤٥٧٣) وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: إِنَّ نُزُوْلَ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ، إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ۔ (مسند احمد: ٢٦٤٥٢)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وادیٔ ابطح میں ٹھہرنا سنت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ تو صرف اس لئے وہاں ٹھہرے تھے کہ اس میں (مدینہ کی طرف روانگی کے لیے) آپ ﷺ کو سہولت تھی۔

(٤٥٧٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: لَيْسَ الْمُحَصَّبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وادیٔ محصّب میں قیام کرنے کی شرعی حیثیت کوئی نہیں ہے، یہ تو محض ایک

(٤٥٧٢) تخريج: اسناده ضعيف، عبد الله بن محمد بن عقيل ضعيف يعتبر به، ولم يتابع هنا ـ أخرجه البزار: ١٠٨٥، والطبراني في "الاوسط": ١١٧٢، وأخرجه البخاري: ١٧٨٧، ومسلم: ١٢١١ بغير هذا السياق (انظر: ٢٤٤٩٠)

(٤٥٧٣) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٦٥، ومسلم: ١٣١١ (انظر: ٢٥٩٢٦)

(٤٥٧٤) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٦٦، ومسلم: ١٣١٢ (انظر: ١٩٢٥)

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔ (مسند احمد: ۱۹۲۵)

مقام ہے، جہاں اللہ کے رسول نے قیام کیا تھا۔

(٤٥٧٥) عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى أَنْ يَنْزِلَ الْأَبْطَحَ، وَيَقُوْلُ: إِنَّمَا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى عَائِشَةَ۔ (مسند احمد: ۳۲۸۹)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وادیٔ ابطح (یعنی وادیٔ محصب) میں قیام کو کوئی شرعی حیثیت نہیں دیتے تھے، بلکہ وہ تو اس کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے وہاں (اتفاقی طور پر) قیام کیا تھا۔

(٤٥٧٦) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ أَيْ بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ هَجَعَ هَجْعَةً، ثُمَّ دَخَلَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ۔ (مسند احمد: ۵۸۹۲)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وادیٔ محصب میں ادا کیں اور اس کے بعد آپ ﷺ لیٹ گئے، پھر آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طوافِ وداع کیا۔

(٤٥٧٧) عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَهْجَعُ هَجْعَةً بِالْبَطْحَاءِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ ذٰلِكَ۔ (مسند احمد: ٤٨٢٨)

بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وادیٔ بطحاء میں کچھ دیر سوتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔

فوائد: ......وادیٔ بطحاء سے مراد وادیٔ محصب ہی ہے۔

(٤٥٧٨) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رضی اللہ عنہم نَزَلُوْا الْمُحَصَّبَ۔ (مسند احمد: ٦٢٢٣)

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ سب حضرات وادیٔ محصب میں ٹھہرا کرتے تھے۔

فوائد: ......سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((مِنَ السُّنَّةِ النُّزُوْلُ بِـ(الْأَبْطَحِ) عَشِيَّةَ النَّفْرِ)) (ادائے حج کے بعد) روانگی کی شام کو ابطح وادی میں قیام کرنا سنت ہے۔ (معجم اوسط: ۱/۱۹۸/۲۔ ۱/۱۹۹، صحیحہ: ۲٦٧٥)

امام البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جونہی (المعجم الأوسط) کا مصوّر نسخہ مجھے ملا تو میں نے اس حدیث کی تخریج پیش کرنے میں جلدی کی، کیونکہ یہ حدیث بڑی عظیم الشان تھی اور بہت کم مخرجین نے اس کو بیان کیا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ کی درج ذیل روایت کا قوی شاہد ہے: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا

(٤٥٧٥) تخريج: اسناده ضعيف لعنعنة الحجاج بن ارطاة (انظر: ۳۲۸۹)
(٤٥٧٦) تخريج: أخرجه البخاري: ۱۷٦۸، ومسلم: ۱۳۱۰ (انظر: ۵۸۹۲)
(٤٥٧٧) تخريج: انظر الحديث السابق
(٤٥٧٨) تخريج: انظر الحديث السابق

کہ وادیٔ محصب میں ٹھہرنا سنت ہے۔ میں (البانی) کہتا ہوں: معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے یہ مسلک وصول کیا ہوگا، اس طرح ان کی رائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی شاہد کی وجہ سے قوی ہو جائے گی۔ اور یہ حقیقت اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ ابن عمر کی رائے کی بہ نسبت، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے وادیٔ مُحصّب میں قیام کرنے پر قوی دلالت کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ سیدنا ابن عمر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کے بہت زیادہ پابند تھے، حتی کی ان امور میں بھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتفاقاً صادر ہوتے تھے، نہ کہ قصداً۔ اس دعوے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، امام منذری رحمہ اللہ نے اپنی ترغیب کے شروع میں بعض کا ذکر کیا ہے۔ رہا مسئلہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا، تو وہ تو آثار کی پیروی کرنے سے منع کرتے تھے، لیکن جب وہ بالجزم اس رائے کا اظہار کریں گے کہ وادیٔ محصب میں ٹھہرنا سنت ہے تو دل مطمئن ہو کر اس امر کی طرف مائل ہوگا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ایسی سنت ہے، جس کا التزام کرنا مقصود ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم منی میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: ((نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كَنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ۔)) ......''ہم کل خیف بنی کنانہ میں اتریں گے، جہاں انھوں نے کفر پر ایک دوسرے سے معاہدہ کیا تھا۔'' (بخاری، مسلم)

چونکہ قریش اور بنو کنانہ نے اس مقام پر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف یہ معاہدہ پاس کیا تھا کہ وہ اُن سے نکاح کریں گے نہ خرید و فروخت، جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد نہ کر دیں۔ خیف بنی کنانہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وادیٔ محصّب تھی۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے (زاد المعاد) میں کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ اس مقام پر اسلام کے شعائر کا اظہار کیا جائے، جہاں کافروں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے کفر کے شعائر کا اظہار کیا تھا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفر و شرک کے مقامات پر توحید کے شعائر کا قیام عمل میں لاتے تھے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجدِ طائف، لات و عزی کے مقام پر تعمیر کی جائے۔ رہا مسئلہ صحیح مسلم کی اس روایت کا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وادیٔ اَبطح (وادیٔ محصّب) میں اترنا سنت نہیں ہے اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پڑاؤ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ محققین نے اِن روایات کے دو جوابات دیے ہیں: (۱) مثبت کو منفی کرنے والے پر مقدم کیا جاتا ہے، (۲) سرے سے ان دو میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے، کیونکہ نفی کرنے والوں کا مقصد یہ ہے کہ اس مقام پر اترنا حج کے مناسک میں سے نہیں ہے کہ اس کو ترک کرنے کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم آئے اور ثابت کرنے والوں نے چاہا ہے کہ تمام افعال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے، وہ بھی اس چیز کو لازم نہیں قرار دیتے۔ مکہ کی وادی کے بہاؤ کی جگہ کو ابطح کہتے ہیں، اس کی جمع ''بطاح'' اور ''اباطح'' آتی ہے۔ اسی سے ''قریش البطاح'' کہا جاتا ہے، یعنی وہ لوگ جو مکہ کی ابطح وادیوں میں اترتے تھے۔ وادیٔ محصّب میں اترنے کو ''تحصیب'' کہتے ہیں، یہ وہ گھاٹی ہے جو مکہ اور منی کے درمیان ابطح کی طرف نکلتی ہے، یہی خیف بنی کنانہ بھی ہے۔

(صحيحه: ٢٦٧٥)

كَمْ يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جانے والا آدمی مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد کتنا عرصہ وہاں قیام کر سکتا ہے؟

(٤٥٧٩) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ، ثَلَاثًا۔ (مسند احمد: ١٩١٩٤)

سائب بن یزید سے روایت ہے وہ علاء بن خضرمی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ سے ہجرت کر کے جانے والا آدمی مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مکہ میں تین دن قیام کر سکتا ہے۔

فوائد: ...... صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((يُقِيْمُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ، بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ، ثَلَاثًا۔)) كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا)) ......''مہاجر لوگ مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد مکہ میں تین دن ٹھہر سکتے ہیں۔'' گویا کہ آپ ﷺ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ مہاجر اس مقدار سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو لوگ فتح مکہ سے قبل مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے، ان کے لیے مکہ میں اقامت اختیار کرنا حرام تھا، البتہ حج اور عمرہ کے ارادے سے آ سکتے تھے، لیکن ان کو بھی فراغت کے بعد صرف تین دنوں تک اس شہر میں رہنے کی رخصت تھی، اس سے زیادہ وہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ یہی مہاجرین حجۃ الوداع کے موقع پر دس دنوں تک مکہ مکرمہ میں رہے، اگر منی، عرفات اور مزدلفہ وغیرہ کو علیحدہ سفر تسلیم کیا جائے تو وہ چار ذوالحجہ سے آٹھ ذوالحجہ تک تو مکہ مکرمہ میں ہی رہے اور قصر کرتے رہے، لیکن ان کا مقصد ادائیگیٔ حج تھا، جو ابھی تک ادا نہیں ہوا تھا، اس لیے ان کو مسافر ہی سمجھا گیا، اور یہی صحابہ کرام فتح مکہ کے موقع پر انیس دنوں کے لیے اسی شہر میں رہے، لیکن ان کے لیے اتنی مدت رہنا بھی ضروری تھا۔ جب وہ مناسکِ حج سے فارغ ہو گئے اور رہنے یا جانے کا اختیار مل گیا تو ان کو صرف تین دنوں کی مہلت دی گئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اس مدت سے زیادہ مکہ مکرمہ میں رہے تو وہ اس کے مقیم بن جائیں گے اور ان کی ہجرت کالعدم ہو جائے گی۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ کسی عذر یا مجبوری کی بنا پر کسی علاقے میں ٹھہرنا اور بات ہے اور اختیاری طور پر قیام کرنا اور بات ہے، ان دونوں حالتوں پر مختلف احکام مرتّب ہوں گے۔ مہاجر صحابی سیّدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر بیمار ہو گئے اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ فوت ہو جائیں گے، .... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، لٰكِنَّ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ۔)) يَرْثِيْ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ)) ......''اے اللہ! میرے صحابہ کے لیے ان کی ہجرت کو جاری کر دے اور ان کو ان کی ایڑھیوں کے بل نہ لوٹا دے، لیکن بے چارہ سعد بن خولہ۔'' (آخری جملے میں) رسول اللہ ﷺ اس وجہ سے غم کا اظہار کر رہے ہیں کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(صحيح بخاری: ٣٩٣٦)

(٤٥٧٩) تخريج: أخرجه البخاری: ٣٩٣٣، ومسلم: ١٣٥٢ (انظر: ١٨٩٨٥)

اس حدیث کا حکم صرف ان صحابہ کے لیے تھا، جو اللہ تعالیٰ کے لیے مکہ مکرمہ کو چھوڑ گئے تھے، فتح مکہ کے بعد تو اس شہر سے ہجرت کر جانے کا تصور ہی ختم ہو گیا۔ ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شہر سے اسی طرح ہجرت کرتا ہے، جیسے صحابۂ کرام نے مکہ مکرمہ سے کی تھی اور پھر وہی شہر دار الاسلام بن جاتا ہے تو کیا وہ شخص اس شہر میں اقامت اختیار کر سکتا ہے؟ ظاہر بات تو یہی ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شہر سے ہجرت کر جائے، اس کو دوبارہ وہاں بسیرا نہیں کرنا چاہیے، واللہ اعلم بالصواب۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ مفہوم کشید کرنا درست ہے کہ اگر کوئی آدمی گھر سے دور کسی مقام پر اختیاری طور پر تین سے زیادہ دنوں تک قیام کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور پوری نماز پڑھے، واللہ اعلم بالصواب۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے حدیث نمبر (۲۳۷۶) اور اس کے فوائد دیکھیں۔

مَشْرُوْعِيَّةُ طَوَافِ الْوَدَاعِ وَسُقُوْطُهُ عَنِ الْحَائِضِ وَالدُّعَاءُ عِنْدَ الْمُلْتَزَمِ

طوافِ وداع کی مشروعیت اور حائضہ سے اس کے ساقط ہونے اور ملتزم کے پاس دعا کرنے کا بیان

طوافِ وداع: ......وہ طواف جو حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔

(٤٥٨٠) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَنْفِرْ أَحَدٌ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ۔)) (مسند احمد: ١٩٣٦)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مناسکِ حج کے بعد لوگ منیٰ سے ہی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنے گھر کو نہ جائے جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہ کر لے۔''

(٤٥٨١) عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَةِ تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ تَحِيْضُ؟ قَالَ: لِيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، قُلْتُ: كَذٰلِكَ أَفْتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَرِبْتَ عَنْ يَدَيْكَ، سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِكَيْ مَا

سیدنا حارث بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر ایک عورت طواف افاضہ کر چکنے کے بعد حائضہ ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے کہا: اس کا آخری عمل تو بیت اللہ کا طواف (یعنی طواف وداع) ہی ہونا چاہیے۔ میں (حارث رضی اللہ عنہ) نے کہا: مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فتوی دیا تھا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، جو بات تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر چکا ہے، مجھ سے بھی پوچھتا ہے

(٤٥٨٠) تخريج: أخرجه البخاري: ١٧٥٥، ومسلم: ١٣٢٧، ١٣٢٨ (انظر:)

(٤٥٨١) تخريج: اسناده صحيح۔ أخرجه ابوداود: ٢٠٠٤، والترمذي: ٩٤٦ (انظر: ١٥٤٤٠)

أُخَالِفَ۔ (مسند احمد: ١٥٥١٩)

تا کہ میں آپ ﷺ کی مخالفت کروں۔

(٤٥٨٢) (وَمِنْ طَرِيْقٍ ثَانٍ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلْيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: خَرَرْتَ مِنْ يَدَيْكَ، سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ لَمْ تُحَدِّثْنِيْ، (وَفِيْ لَفْظٍ) فَلَمْ تُخْبِرْنَا بِهِ۔ (مسند احمد: ١٥٥٢١)

(دوسری سند) (سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا:) رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ: ''جو آدمی حج یا عمرہ کرے تو (روانگی سے قبل) اس کا آخری عمل بیت اللہ کا وداع ہونا چاہیے۔'' یہ سن کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تیرا ناس ہو جائے، تو نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہوئی ہے اور پھر ہمیں اس کے بارے میں بتلاتا نہیں۔

فوائد: ......لیکن جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت طواف افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہو جائے اور پھر اسے اسی حالت میں گھر لوٹنا پڑے، تو وہ طوافِ وداع کے بغیر بھی جا سکے گی، اگلی حدیث سے بھی یہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے۔ ممکن ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس رخصت والی حدیث کا علم نہ ہو، وگرنہ وہ آپ ﷺ کی پیروی کرنے کے زیادہ حقدار تھے۔

(٤٥٨٣) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَصْدُرَ قَبْلَ أَنْ تَطُوْفَ، إِنْ كَانَتْ قَدْ طَافَتْ فِي الْإِفَاضَةِ۔ (مسند احمد: ٣٥٠٥)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حائضہ کو طوافِ وداع کے بغیر ہی (اپنے وطن کو) واپس چلے جانے کی رخصت دی ہے، بشرطیکہ وہ پہلے طوافِ افاضہ کر چکی ہو۔

فوائد: ......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہو گئیں، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتلائی گئی کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہ ہمیں روکنے والی ہو گی؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! انھوں نے حیض سے پہلے طوافِ افاضہ تو کر لیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر چل پڑے۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم، دیکھیں حدیث نمبر ٤٥٩٠)

یہ احادیث طوافِ وداع کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں، اس سے صرف وہ عورت مستثنی ہے، جو روانگی کے وقت حائضہ ہو، لیکن اس سے پہلے طوافِ افاضہ کر چکی ہو۔ امام شوکانی نے کہا: آپ ﷺ نے اس طواف کا حکم بھی دیا ہے اور اس کے چھوڑ کر چلے جانے سے منع بھی کیا ہے اور آپ ﷺ نے خود بھی یہ طواف کیا ہے، کوئی شک نہیں کہ یہ امور وجوب کا فائدہ دیتے ہیں۔ (نیل الاوطار: ٥/ ١٥١)

(٤٥٨٢) تخريج: انظر الحديث بالطريق الاول

(٤٥٨٣) تخريج: أخرجه البخاري: ٣٢٩، ١٧٦٠ (انظر: ٣٥٠٥)

(٤٥٨٤) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَفْوَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مُلْتَزِمًا الْبَيْتَ مَا بَيْنَ الْحَجَرِ وَالْبَابِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ مُلْتَزِمِيْنَ الْبَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (مسند احمد: ١٥٦٣٧)

سیدنا عبدالرحمٰن بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان والی جگہ پر بیت اللہ کے ساتھ چمٹے ہوئے دیکھا اور میں نے دوسرے لوگوں کو بھی دیکھا کہ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔

فوائد: ......سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ((كَانَ ﷺ يَضَعُ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ وِذِرَاعَيْهِ وَكَفَّيْهِ بَيْنَ الرَّكْنِ وَالْبَابِ، يَعْنِيْ: فِي الطَّوَافِ)) ...... نبی کریم ﷺ دورانِ طواف اپنا سینہ، چہرہ اور دونوں بازو اور دونوں ہتھیلیاں رکن اور دروازے کے درمیان رکھتے تھے۔ (ابوداود: ١٨٩٩، ابن ماجہ: ٢٩٦٢، صححه الالبانی فی الصحیحة: ٢١٣٨)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((اَلْمُلْتَزَمُ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ)) ...... حجر اسود اور دروازے کے درمیان ملتزم ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ٩٠٤٧)

ازرقی نے کہا: یہ کل چار ہاتھ جگہ بنتی ہے۔ معلوم ہوا کہ سینہ، چہرہ، دونوں بازو اور دونوں ہتھیلیاں ملتزم پر رکھنا مستحب عمل ہے۔

(٤٥٨٤) تخريج: اسناده ضعيف لضعف يزيد بن ابی زياد القرشی الهاشمی ۔ أخرجه ابوداود: ١٨٩٨ (انظر: ١٥٥٥٢)